کومل خورشید
رسم وفا

رسمِ وفا

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از کومل خورشید

ضروری بات

رسمِ وفا کے تمام جملہ حقوق لکھاری "کومل خورشید" کے نام محفوظ ہیں۔ ناول کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت ناول کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

رسمِ وفا کی کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اقتباس

اسلام و علیکم !۔۔۔

دوسروں کے دلوں تک اپنی بات کو پہنچانا ان کو سمجھانا میں نہیں جانتی، میں لفظوں سے کھیلنا نہیں جانتی میں الفاظ کو اور اپنے احساسات کو اپنی صورت حال کو بتانا تک نہیں جانتی۔

نہ ہی مجھے باتیں بنا کر کسی کو اپنا اسیر کرنا آتا ہے مجھے یہ کام بہت مشکل لگتا ہے، لیکن مجھے اپنے جذبات اپنے احساسات و خیالات شروع سے ہی لکھنا بہت پسند رہا ہے۔ لیکن لکھ کر کسی تک پہنچانے کی ضرورت اب سے پہلے کبھی محسوس نہ ہوئی تھی۔

کام مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں کیونکہ جب آپ کے ساتھ آپ کا کوئی اپنا ہو' جو آپ کی ہمت بڑھائے، آپ کو موٹیویٹ کرے تو آپ مشکل سے مشکل کام بھی آسانی اور خوشی کے ساتھ کر لیتے ہیں۔

میں اگر اپنے بارے میں بتاؤں تو میرے ساتھ ہمیشہ سے ہی ایسا ہوتا آیا ہے کہ میں اپنی فیلنگس یعنی اپنے جزبات و احساسات کو کبھی بھی زُبان پہ نہیں لا سکی۔ یہاں تک کہ کسی اسٹرینج سے بات کرنے کے لئے بھی مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ کیا الفاظ استعمال کروں اور کیسے سمجھاؤں۔ ایسے میں میں نے ایک عظیم اوپشن ڈھونڈ لیا ہے۔

"Pen yes Pen"

جو بات میں کبھی کسی سے نہیں کہہ سکی وہ اب لکھ کر ایک کہانی بنا کے کہنا چاہتی ہوں۔ اِس لئے میں نے اِس کام کو اِس پلیٹ فارم سے شروع کیا ہے۔ امید ہے آپ کو پسند آئے گا۔ اس کہانی میں موجود ہر کردار میرے دل کے نہایت قریب ہے۔ خاص کر حریم کا۔ شاید آپ کے بھی ہو اگر ہو تو مجھے بتایئے گا ضرور۔۔۔

خیر، یہاں میری آپ سب قارئین سے گزارش ہے کہ اِس ناول میں جملوں کی بناوٹ کی غلطیوں کو نظر انداز کر کے اِس کہانی کے اصل مقصد تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ کاوش میری پہلی ہے تو غلطیاں لازماً ہوں گی۔

یہاں ایک اور بات کہتی چلوں گی۔ کام جو بھی ہو جیسا بھی ہو ہر انسان کو ایک ساتھی کی ضرورت ضرور ہوتی ہے۔

اب وہ ساتھی آپ کی ماں ہو، بھائی ہو، بہن ہو، باپ ہو، دوست ہو، بیٹی ہو، شوہر ہو، بیوی ہو یا دُنیا کا کوئی بھی عظیم ترین رشتہ کیوں نا ہو اُس میں سب سے زیادہ ضرورت یقین کی ہوتی ہے۔ یقین جانئے یہ یقین اور بھروسہ ہی ہوتا ہے جو اندھیروں میں ڈوبتے ہوئے کو بھی واپس روشنی میں لا سکتا ہے۔ آپ کا دیا ہوا یقین، بھروسہ اور عزت کسی کے لئے کتنی اہمیت رکھتا ہے یہ آپ نہیں جانتے۔ کبھی کبھی تو صرف آپ کا کہا ہوا "آل دی بیسٹ"

"ALL THE BEST"

ایک چھوٹا سا جملہ بھی کسی کو اتنا اعتماد دے دیتا ہے کہ انسان اسی کی وجہ سے کتنی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے۔

اخیر میں میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور مجھ سے جڑے ان لوگوں کو جن کا اِس کہانی میں بہت بڑا ہاتھ ہے جن میں زیادہ تر میرے پیارے قارئین ہی ہیں۔ سب کو اپنی زندگی میں کامیاب فرمائے اور ہماری مشکلات آسان فرمائے۔ آمین۔۔۔

safa-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

شکریہ!

کومل خورشید

۷ نومبر ۲۰۱۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

"ہدیٰ اُٹھ جاؤ اب۔۔۔" عافیہ نے اِسے کوئی تیسری آواز دی تھی مگر وہ اپنی جگہ سے زرا سی بھی ٹس سے مس نہ ہوئی تھی۔

"ہدیٰ تم اُٹھتی ہو یا گراؤں میں تم پہ پانی۔ "

ابھی انہوں نے یہ کہا ہی تھا کہ کمبل کو چہرے سے ہٹاتی وہ ایک دم اُٹھ بیٹھی۔ اِسے اٹھتا دیکھ کر عافیہ نے پانی کا گلاس واپس بیڈ کے پاس پڑی میز پہ رکھا۔

"اُٹھ گئی ہوں ماما کیا ہو گیا ہے ابھی تو بہت وقت ہے فجر میں۔۔۔" اس نے اپنے چہرے پہ آئے بال انگلیوں سے پیچھے کئے اور اپنی نیند سے بھری آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کی جو ایک دم روشنی پڑنے سے چندھیاں سی گئی تھیں۔

ہر روز کی طرح آج بھی نور الہدیٰ افگن کی صبح عافیہ کے اٹھانے سے ہوئی تھی پر وہ پھر بھی کسلمندی سے بستر پہ پڑی رہی۔

"ہدیٰ اب بس اتر آؤ بستر سے نیچے، فجر کا وقت نکلتا جا رہا ہے۔"

عافیہ نے نماز پڑھ کر دوبارہ ہدیٰ کے کمرے کا رُخ کیا تھا۔

"جی ماما جانی!۔۔۔ اُٹھ گئی بس۔" وہ اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے جوڑے کے انداز میں باندھ کر کیچڑ لگاتے بولی۔

"ہادی بھائی مسجد چلے گئے؟۔۔۔"

"ہاں!وہ تو کب کا چلا گیا۔ اور اب تم بھی جلدی سے نماز پڑھ لو نماز میں اتنی سُستی نہ دکھایا کرو۔"

عافیہ نے ہدیٰ کو تنبیہ کرنے کے انداز میں واشروم دھکیلا۔ جس پہ وہ صرف مُنہ بنا کر رہ گئی اور مسکرا کر وضو کرنے لگی۔ ابھی فجر کا وقت ختم ہونے میں بہت وقت تھا۔ مگر اِس گھر کے سب ہی مکینوں کو فجر کے وَقت ہی اٹھنے کی عادت تھی سوائے ہدیٰ بی بی کے' یہ گھر کی سب سے چھوٹی اور باپ بھائی کی لاڈلی جو ٹھہری۔

سلیمان افگن کی کوٹھی لاہور کی ایک بہت وسیع و عریض سوسائٹی میں تھی۔ اِن کا تعلق گاؤں کے جاگیر دار گھرانے سے تھا مگر ماں باپ کی وفات کے بَعد سلیمان صاحب بچوں کی بہترین پڑھائی کے سلسلے میں اپنی بیوی عافیہ اور بچوں کو لے کر لاہور آ گئے تھے۔ ادھر ہی آ کر انہوں نے اپنا کاروبار بھی شروع کر لیا۔ جو ان کی محنت اور کامیابیوں سے اب ایک کامیاب ملٹی نیشنل کمپنی کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ سلیمان صاحب اور عافیہ بیگم کو اللہ پاک نے دو خوبصورت بچوں سے نوازا تھا۔ جس میں بڑا بیٹا عبدل ہادی اور چھوٹی بیٹی نور الہدیٰ تھے۔

"اسلام علیکم اینڈ گُڈ مارننگ بابا جان۔" ہادی نے اپنے باپ کے دونوں کندھوں پہ ہاتھ رکھا تو سلیمان صاحب اخبار پڑھتے ایک دم چونکے۔

"اوہ۔ وعلیکم اسلام۔۔۔ آ گیا میرا بیٹا جو گنگ کر کے۔۔۔"

سلیمان صاحب نے اخبار ایک طرف رکھتے ٹریک سوٹ میں ملبوس اپنے خوبرو جوان بیٹے کو دیکھا جو اب سامنے والی کرسی سنبھالتا اپنے لئے گلاس میں جوس نکال رہا تھا۔

جو گنگ کی وجہ سے بال بکھر کر ماتھے پہ آ رہے تھے۔ گہری شہد رنگ آنکھیں، چوڑی پیشانی اِس نے تمام نقوش اپنے باپ ہی سے چرائے تھے مگر وجاہت میں وہ ان کو بھی کافی پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ اگر کوئی کہتا تھا کہ ایس۔ پی عبد الہادی اپنے کارناموں سے زیادہ اپنی پرسنیلٹی کی وجہ سے مشہور ہے تو اس میں کوئی شک بھی نہ تھا۔

چھ فُٹ سے نکلتا قد، گال پہ پڑتا ڈمپل، شہد رَنگی گہری آنکھیں۔۔۔ جس میں کچھ کر دِکھانے کا جذبہ تھا یا اپنا آپ منوانے کا جنون۔۔۔ ان آنکھوں میں چمکتے جنون سے عافیہ بیگم کو بہت خوف آتا تھا۔ جبکہ سلیمان افگن کو فخر تھا اپنے بیٹے پہ کہ ان کا بیٹا ایس۔ پی عبد الہادی ایک ایماندار، نڈر اور انصاف پسند آفیسر ہے۔

سلیمان صاحب نظروں ہی نظروں میں اِس کی نظر اتارتے ہوئے خیالوں میں کہیں بہت دور چلے گئے تھے۔

"کدھر کھو گئے بابا جان؟۔۔۔"

ہادی نے اپنے باپ کو اپنی طرف یوں تکتا پا کر ان کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا

اتنے میں ہدیٰ بھی ناشتے کی ٹرے لے آئی تھی۔

"کچھ بھی نہیں میں دیکھ رہا ہوں کل ہی کی تو بات تھی جب تم دونوں پیدا ہوئے تھے اور آج میرے دونوں بچے کتنے بڑے بھی ہو گئے ہیں۔"

سلیمان صاحب نے عینک اتار کر میز پہ رکھتے اپنے دونوں بچوں کو دیکھ کر محبت سے دیکھا۔

آج اتوار تھا۔ سب گھر پر ہی تھے اور بہت دنوں بعد ہادی کی فرمائش پہ اِس گھر میں اس کا پسندیدہ ناشتہ آلو کے پراٹھے بن رہے تھے۔

"ماما جانی، جلدی کریں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

دونوں بہن بھائیوں کی بھوک میں شور مچانے کی بچپن سے ہی بہت گندی عادت تھی اور یہ ابھی تک نہیں گئی تھی نہ ہی جانے کا کوئی امکان تھا۔ مگر سلیمان افگن جانتے تھے یہ سب بچپنا ان کے بچے صرف ماں کو تنگ کرنے کے لئے دکھاتے تھے۔ خاص کر ہادی۔

"ہاں ہاں۔۔ یہ لو یہ لو۔۔۔ بس لے آئی ہوں۔ اتنے دنوں بعد تو میرا بیٹا سکون سے گھر بیٹھ کر ناشتہ کر رہا ہے ورنہ اِس نوکری نے تو ہم سے ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کا بھی حق چھین لیا ہے۔"

"صغرا ں باقی چیزیں بھی لے آؤ۔" وہ اپنی نشست سنبھالتے افسوس سے بولیں تھیں۔

عافیہ بیگم کی بات پر ہدیٰ نے ہادی کو ایسے دیکھا تھا جیسے کہہ رہی ہو۔

"لو پھر ہو گئی کلاس شروع۔۔۔"

"امی یار کیا ہو گیا ہے؟۔۔۔ مجھے اِس جاب میں بہت سکون ہے۔ بہت زیادہ۔۔۔"

ہادی نے پاس بیٹھی ماں کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ کر بہت محبت سے تسلی دیتے کہا تھا مگر ایک ماں کی تسلی کہاں ممکن تھی بھلا۔

"بھلا کدھر سکون ہے؟۔۔۔ اور ضرورت ہی کیا تھی تمہیں ایم۔بی۔اے کے بعد بھی سی-ایس-ایس کرنی کی۔ اچھی خاصی تمہارے ابو کی کمپنی ہے اُدھر جاتے اِن کا ہاتھ بٹاتے مگر نہیں تمہیں تو اِس کھلونے کو ہاتھ میں لینے کا زیادہ شوق تھا۔ میری تو ہر وقت جان ہی ہتھیلی پہ رہتی ہے حالات دیکھیں ہیں کتنے خراب ہیں۔"

"یار امی۔۔۔" ہادی بس اتنا ہی کہہ سکا تھا۔ وہ جانتا تھا اس بات کو جتنا کھینچ گا اتنی کھنچتی جائے گی۔

"خبر دار!۔۔۔ یہ کیاماں کے ساتھ یار یار لگائے رکھتے ہو۔ کتنی بار منع کیا ہے تمہیں۔۔۔ یہ سب اسی نوکری کا قصور ہے داری تمیز بھولتے جا رہے ہو۔"

وہ جتنا اس ٹاپک سے بھاگتا تھا۔ بات اتنی گھوم پھر کر وہیں آ جاتی تھی۔ اس نے خاموشی میں ہی اپنی عافیت جانی تھی لیکن خاموشی سے بیٹھنا اس کے لئے ممکن نہ تھا۔ اپنی بہن کو سکون سے بیٹھا دیکھ کر اس کی زبان میں کُھجلی ہوئی تھی۔

"امی یار۔۔۔ آپ کمپنی کی تو فکر ہی نہ کریں۔ یہ اپنی ہدیٰ ہے نا۔۔۔ بس اس کا بی-کام کے بعد ایم-بی-اے بھی مکمل ہو جائے۔ پھر یہ ہے ناں ہماری شیرنی سب سنبھال لے گی کمپنی بھی اور گھر بھی۔۔۔ ہیں نا کیوں بھئی ہدیٰ؟۔۔۔ "

ہادی نے جان بوجھ کر اپنی بہن کو درمیان میں گھسیٹتے آنکھ ماری تھی۔ ہدیٰ کا بس نہ چلا تھا وہ اپنی ماں کو دوبارہ واپس اس کی جاب کی طرف لگا دے جو اب ہادی کو چھوڑ کر اس کی نالائقی پہ بول رہی تھیں۔

ان سب کی باتوں پہ اس نے ہنستے ہوئے ہادی کو خونخوار نظروں سے دیکھا جو ماں کو بہن کی طرف پڑوا کر اب خود ہنس رہا تھا۔

"ہاں بی-کام تو ہوتا نہیں، ایم-بی-اے کروں گی یہاں مجھ سے کورس کے اکاؤنٹس تو بن بنتے نہیں اور یہ کمپنی کے مجھ سے بنوانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ کہیں بنا ہی نہ لوں میں۔" منہ نیچے کئے وہ بربڑائی جو ہادی سے پوشیدہ نہ رہ سکا تھا مگر وہ اس کی آواز سن نہ سکا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہادی جبریل کو صبح سے فون کر رہا تھا۔ پہلے تو وہ فون اُٹھا نہیں رہا تھا اور فون ہی اب پاور اُوف جا رہا تھا۔ اِس نے جھنجھلا کر جبریل کے چھوٹے بھائی شایان کا نمبر ٹرائی کیا تھا۔ وہ بھی جیسے اِسی کے فون کے انتظار میں تھا۔ پہلی ہی بیل پہ فون اٹھایا گیا تھا۔

"اسلام علیکم بھائی۔" بہت بے چارگی بھری آواز سے سلام جھاڑا گیا تھا۔ جس پہ ہادی نے توجہ نہ دی تھی۔

"وعلیکم سلام! یہ آج تمھارا بھائی کہاں مرا پڑا ہے؟۔۔۔ کب سے فون کر رہا ہوں۔ پہلے اُٹھا ہی نہیں رہا تھا اور اب فون بند جا رہا ہے۔" اُس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"یہ نہ پوچھیں بھائی کہ خود کہاں مرا پڑا ہے، یہ پوچھیں کس کس کو مار چکا ہے اور مار رہا ہے بھی وہ بھی اپنے سلو پوائزن سے۔" شایان نے ایک ہاتھ سے موبائل کان کو لگایا اور دوسرے سے چُھڑی شیلف پہ رکھی اور اب اپنے نہ نظر آنے والے آنسو صاف کرنے لگا۔

"ارے بھئی! کہیں خدانا خواستہ ڈاکٹر جبریل مصطفیٰ نے کسی کے گردوں کی بجائے پھیپھڑے تو نہیں نکال دیئے۔۔۔" ہادی استہزائیہ انداز میں بولا۔

"ایسا ہی سمجھ لیں بھائی۔۔۔"

"اچھا اچھا۔۔۔ اب بتاؤ کدھر غائب ہے تمہارا بگ بی؟۔۔۔"

"اُس نے کہاں غائب ہونا گھر ہی ہے۔ رات موصوف کی نائٹ ڈیوٹی تھی۔ صبح آئے ناشتہ کیا، لنچ کا مینیو بتایا اور صفائی کا آرڈر دے کر خود خوابِ غفلت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔۔۔ اور ہم معصوم سی جانیں صفائی اور سبزیوں کی کٹائی میں مصروف ہیں۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

بہت دکھ بھری آواز تھی بیچارے کی۔ ہادی کو ہی اپنے گھر کے ہونے والے اِس اکلوتے داماد اور اپنے اکلوتے سالے پہ ترس کھانا پڑا۔

ہُدیٰ اور شایان کا رشتہ بہت عرصہ پہلے سے ہی طے کر دیا گیا تھا۔ شایان کی انٹرنشپ پوری ہوتے ہی ان کے نکاح کی سنت ادا کر دی جانی تھی، جبکہ رخصتی ہدیٰ کا ایم-بی-اے مکمل ہوتے ہی متوقع تھی۔

"اچھا بھئی۔۔۔ تو ایسا کرتے ہیں آج کا لنچ تم سب کا میری طرف سے۔ "

"یاہو!۔۔۔ یو آر گریٹ ہادی بھائی۔۔۔ اب فون بند کریں ہمیں لنچ کی تیاری بھی کرنی ہے۔ اللہ حافظ۔۔۔"

ہادی کی بات سن کر شایان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ بچا تھا۔ وہ جلدی سے فون بند کرتے زینی کو یہ خوشخبری دینے بھاگا تھا۔

جبریل اور ہادی کا بچپن ایک ساتھ گزرا تھا۔ یہ دوست کم اور بھائی زیادہ تھے۔ ان دونوں گھرانوں میں موجود محبت کو دیکھ کر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ دو الگ گھروں کے لوگ ہیں۔

جبریل کے والد زمان مصطفیٰ اور سلیمان افگن ایک ہی گاؤں سے تعلق رکھتے تھے۔ اِن دونوں میں بچپن سے ہی بہت گہری دوستی تھی کہ اِن کے گھر کے مالی حالات بھی کبھی دونوں کی دوستی میں فاصلہ نہ پیدا کر سکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سلیمان صاحب کے لاہور آنے کے بعد ہی زمان مصطفیٰ بھی لاہور آ گئے تھے۔ سلیمان صاحب نے بہت دفعہ ان کی مدد کرنے کی کوشش کی مگر زمان صاحب کی خودداری اور غیرت نے یہ کبھی گوارا نہ کیا تھا وہ دوست سے کچھ لیں انہوں نے مشکل سے مشکل حالات میں بھی خود محنت کی، اپنا ایک خوبصورت سا گھر بنایا اور اپنے بچوں کو بھی اُسی طرح محنت کا درس دیا۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ نے انہیں اُن کی محنت کا پھل دیا اور آج اُن کے پاس اللہ کی دی ہر چیز

موجود تھی۔ اِن دونوں کی دوستی صرف یہاں تک ہی نہیں رہی تھی بلکہ رشتے داری میں بھی ڈھل چکی تھی۔ زمان مصطفیٰ نے اپنے دوسرے نمبر والے بیٹے شایان کی ہدیٰ میں بڑھتی دلچسپی کو دیکھ کر اِس کا رشتہ ہدیٰ کے لئے مانگا تھا جو سلیمان صاحب اور عافیہ بیگم نے دِل سے قبول کیا تھا۔ اب آگے سے ان کے بچوں میں بھی ویسی ہی دوستی تھی۔ جو انہیں وراثت میں ملی تھی۔

جبریل اور ہادی کی دوستی بھی ایسی ہی تھی۔ ایک دوسرے کے لئے اپنی جان سے بھی گزر جانے والے ہر حال میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے والے اور غلط راستے پہ چلنے سے پہلے ہی دوسرے کی ٹانگیں توڑ دینے والے۔

ان دونوں کو کبھی بھی لڑکیوں سے فضول میں ٹائم پاس کے لئے دوستیاں بڑھانے کا شوق نہ رہا تھا۔ دونوں ہی اس شجرہ ممنوعہ سے بھاگتے تھے۔ ایسا نہ تھا کہ اُن کے جزبات نہ تھے، خواب نہ تھے۔۔۔ یہ سب اُن کے بھی تھے مگر اُنہوں نے یہ سب اُس ایک کے لئے سنبھال رکھے تھے جس کی وہ امانت تھے جسے اللہ نے اِن کے لئے بنا رکھا تھا۔۔۔

یہ دونوں دوست جب بھی ملتے تھے لوگ ان کی حرکتوں کو مڑ مڑ کر دیکھتے تھے۔ اور جب یہ دو دوست ساتھ ہوتے تھے تو کوئی نہ کہہ سکتا تھا ایک ایس-پی عبد الہادی اور ایک ڈاکٹر جبریل مصطفیٰ ہیں۔ یہ دونوں ایسے ہی تھے ایک دوسرے کی موجودگی میں دُنیا کو فراموش کر دینے والے ایک دوسرے کی خوشی میں خوش اور ایک دوسرے کے دُکھ میں دُکھی۔۔۔

ایک دوسرے کی خاموشی کو سمجھنے والے۔۔۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہادی کو یہاں آئے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ مگر یہاں جبریل اور باقی سب کا ناموں نشان بھی نہ تھا۔

تھک کر اِس نے جبریل کی عزت میں اضافے کے لئے کال ملائی تھی۔ مگر اگلا تو گویا ایسے تھا جیسے کچھ پتا ہی نہ ہو کہ کتنا وقت گزر چکا ہے۔

"یار کیا مسئلہ ہے؟۔۔۔ کہاں رہ گئے ہو تم لوگ؟۔۔۔"

"باقی سب نہیں آرہے۔ صرف میں ہی آرہا ہوں حدید کا کل فائنل پیپر ہے اور اس نے تیاری کرنی تھی اگر دوسرے بھی آتے تو وہ پیچھے سے بابا جان کو رو رو کر تنگ کرتا رہتا اور یہ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اتنی سی بات پہ دِل چھوٹا کر کے تیاری پہ دھیان نہ دے اور میں اگلے پانچ منٹ میں تمہارے پاس ہوں گا۔"

جبریل نے ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے دوسری سے کال ریسیو کی اور کچھ سنے بغیر ہی تفصیل دے کے فوراً فون بند کر دیا۔

ایک محفوظ کن مسکراہٹ نے اِس کے ہونٹوں کا احاطہ کیا تھا۔ ہادی کو تنگ کرنے میں ایک الگ ہی مزہ تھا جو جبریل کو آتا تھا اس لئے وہ اسے تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ وہ جانتا تھا ٹریفک جام میں پھنسے پھنسے ہی اِسے دس منٹ لگ جانے ہیں کجا کہ یہ پانچ منٹ میں وہاں پہنچتا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہادی نے جھنجھلا کے فون رکھا تھا۔ جو چیز محمد عبد الہادی کو زندگی میں سب سے بُری لگتی تھی وہ تھی انتظار۔۔۔ اور جبریل یہ بات بہت اچھے سے جانتا تھا اسی لئے جان بوجھ کر ایسا کرتا تھا۔

ٹھیک بیس منٹ بعد جبریل اسے دور سے آتا دکھائی دیا تھا۔

اُس نے خاکی رنگ کی پینٹ کے ساتھ ہالف سلیوس کالی ٹی۔ شرٹ پہن رکھی تھی۔ شرٹ میں سے نکلتے کسرتی بازو اور آنکھوں پہ لگی کالے چشموں والی عینک نے اس کی شخصیت کو اور بھی پرکشش بنا دیا تھا۔

"اُف!۔۔۔" اس نے بیٹھتے ہی گاڑی کی چابی اور عینک اتار کر میز پہ پھینکی۔ اس کی موجودگی کو یکسر اگنور کرتا ہادی اپنے موبائل پہ ہی مصروف گیم کھیلتا رہا۔

"اسلام علیکم!۔۔۔"

جبریل کی آواز دوبارہ اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی جسے وہ سرعت سے اگنور کر چکا تھا۔ مگر موبائل کی طرف دیکھتے ہولے سے سر کی جنبش سے سلام کا جواب دیا۔ جیسے اس کی موجودگی اس کے لئے کوئی معنی نہ رکھتی ہو۔

"اوہ ہیلو!۔۔۔" وہ ہادی کی اس لفظ سے چڑ جانتے ہوئے جان بوجھ کر ہیلو بولا مگر ہادی کی طرف سے پھر بھی کوئی رد عمل نہ ہوا تھا۔

"مسٹر عبدالہادی میں آپ سے مخاطب ہوں۔"

اب کے جبریل نے ٹیبل بجا کے اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔

"اوہ سوری!۔۔۔ آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟۔۔۔ اگر ایسا ہے تو سوری میں اس وقت گیم کھیلنے میں بزی ہوں آپ کی بات سن نہیں سکتا۔"

جبریل اس کی بات پہ محفوظ تو بہت ہوا تھا مگر سامنے ٹیبل پہ بیٹھے افراد کو دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہوا۔ اس کے سامنے والی میز پہ ان کا کالج کا ایک کلاس فیلو کسی نئی لڑکی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ ہر مہینے کوئی نا کوئی لڑکی بدلتا ہی رہتا تھا۔

وہ لڑکا ان کی موجودگی سے لاعلم تھا۔اُس لڑکے کے ساتھ ان دونوں کی کالج کے دو سالوں میں ایک دن نا بنی تھی مگر پھڈے ان کے روز ہی ہوتے تھے۔

"یہ تمہارے تھوبڑے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں جبکہ حق تو میرا بنتا ہے۔"

ہادی کو اِس کی جھنجھلاہٹ دیکھ کر حیرت ہوئی تھی مگر وہ جان کر بھی انجان بننے کی بھرپور اداکاری کر رہا تھا۔

"یار مجھے سخت کوفت ہوتی ہے لڑکیوں کو ایسے لڑکوں کے لئے وقت کا ضیاع کرتے دیکھ کر۔۔۔"

ہادی خاصی ماڈرن ڈریسنگ میں موجود لڑکی کو اس لڑکے کے ساتھ بیٹھے پہلے ہی دیکھ چکا تھا اور جانتا تھا جبریل کی جھنجلاہٹ کی اصل وجہ بھی یہی ہے۔۔۔

"اور مجھے اس وقت سخت کوفت ہوتی ہے جب تم مجھے انتظار کراتے ہو۔۔۔بتاؤ کس کے ساتھ ڈیٹ پہ گئے ہوئے تھے کون تھی وہ جس کی وجہ سے تم نے مجھے انتظار کرایا؟۔۔۔"

ایک محفوظ اور تپاتی ہوئی مسکراہٹ نے جبریل کے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔

"ہاں تھی۔ایک نیک روح۔۔۔اب مزید سوالوں سے پہلے کھانا منگوالے۔مجھے بہت بھوک لگی ہے تمھاری وجہ سے انہوں نے میرے لئے لنچ میں بھی کچھ نہیں بنایا۔"

"یار تم بہت ظلم کرتے ہو اُن بیچاروں کے ساتھ۔ابھی ان کے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں اور تم نے ان کے ہاتھ میں کتابوں کے ساتھ ساتھ جھاڑو،وائپر،ڈوئیاں اور پتا نہیں کیا کیا پکڑا دیا ہوا ہے۔تمہارا بس چلے تو انہیں ایک سلائی مشین بھی لے دو اور کہو لو بچو اب اپنے اور میرے کپڑے دھونے کے ساتھ ساتھ سِیو بھی خود۔۔۔"

ہادی نے جواب دینے کے ساتھ ساتھ ویٹر کو اشارہ کیا اور اپنی اور جبریل کی پسندیدہ ڈشز کا آرڈر دیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کوئی ظلم نہیں ہے ان کے ساتھ۔۔۔ جانتا ہوں میں وہ کیا کرتے رہتے ہیں سارا دن۔ اگر اپنی شرارتوں کے ساتھ ساتھ گھر بھی صاف رکھ لیں گے، کچھ پکا بھی لیں گے تو کیا ہو جائے گا خود ہی کھانا ہے نا۔۔۔ ہم نے کون سا ہمسایوں میں بانٹنا ہے۔"

جبریل نے ریکارڈ طور ڈھیٹائی دکھاتے اپنے دانتوں کی نمائش بھی جاری رکھی تھی۔

زمان مصطفیٰ کے چار بیٹے تھے۔ سب سے بڑا جبریل، جس کو سب میں بڑا ہونے کی وجہ زیادہ تر بِگ۔بی کہا جاتا تھا۔ اِس کو کافی عرصہ ہو چکا تھا اپنا ایم۔بی۔بی۔ایس اور ہاؤس جاب مکمل کئے اور اب وہ اپنی قابیلیت کی بناہ پر ایک بہت اچھے ہسپتال میں جاب کرتا تھا۔ اِس کا مستقبل قریب میں سپیشیلائزیشن کے لئے یرون ملک جانے کا ارادہ تھا۔ جس کے لئے وہ اپنے کاغذات بہت پہلے کا جمع کرا چکا تھا بس اب سلیکشن کا انتظار تھا۔

اس کے بعد آتا تھا شایان کا نمبر۔۔۔ وہ پڑھائی سے فارغ ہو کر ایک جانے مانے نیوز چینل میں انٹرنشپ کر رہا تھا اور اِس کے علاوہ نورالہدیٰ کی محبت میں مکمل ڈوبے ہونے کے عہدے پر بھی فائض تھا۔۔۔

اس کے بعد تیسرا نمبر تھا زیان مصطفیٰ صاحب کا۔۔۔ یہ ہدیٰ سے سال بھر ہی چھوٹا تھا اور یونیورسٹی سے اپنی بی۔بی۔اے کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ اپنے بگ۔بی سے چھپ کر بچوں کو ہوم ٹیوشنز بھی پڑھاتا تھا۔ اس کے علاوہ گھر میں سب سے زیادہ شرارتوں میں یہ شایان کو بھی پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کے جبریل نے ان دونوں پر صفائی اور کھانے کی ذمہ داری ڈالی ہوئی تھی اور خود اس کا کام صرف گند پھیلانا اور کھانا ٹھونسنا ہی ہوتا تھا۔ جس پہ سب ہی پیچھے سے تلملاتے رہتے تھے۔

اس کے بعد آخری نمبر تھا سب سے چھوٹے حدید کا۔۔ جو کہ چوتھی کلاس کا طالبعلم تھا۔ بگ۔بی جبریل اور پورے گھر کا لاڈلا۔ اِس کے ساتھ ہی اِن کی بہن بھی پیدا ہوئی تھی مگر کچھ پیچیدگیوں کی بناہ پر اس کا بھی شازیہ بیگم کے ساتھ ہی

انتقال ہو گیا۔ شازیہ بیگم کے انتقال کے بعد زمان مصطفیٰ کا تو سمجھو ضبط ہی جواب دے گیا تھا۔ وہ بہت بیمار رہنے لگے تھے ان کو اپنی بیوی سے بے حد محبت تھی یہی وجہ تھی کہ وہ ان کا غم بھولتے نہیں تھے مگر اپنے بچوں کے لئے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ ایسے میں گھر کی اور بھائیوں کی تمام ذمہ داری جبریل نے ہی اُٹھا رکھی تھی۔ وہ وقت سے پہلے ہی سمجھدار اور سنجیدہ مزاج ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں کی تمام جائز خواہشات کا خیال رکھا ہوا تھا مگر ساتھ ساتھ سب پر اپنی سخت نظر رکھنا نہ بھولا تھا۔ گھر کے سب ہی افراد بشمول زمان مصطفیٰ جبریل سے ڈرتے تھے مگر اس ڈر کے باوجود ان کے گھر میں ہر وقت ہنسی مذاق اور قہقہوں کی آوازیں گونجتی رہتی تھیں۔

"یار میں تو کہتا ہوں۔ اب تو شادی کر ہی لے۔ مجھ سے پورے دو ماہ بڑا ہے تو۔"

کھانے سے مکمل انصاف کرتے ہادی نے جبریل کو مخلصانہ مشورے سے نوازہ۔

"بہت نیک مشورہ ہے مگر ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے، مجھے ہاسپٹل کا ایک بہترین سرجن بننا ہے۔ مجھے اوورسیز جا کر سپیشلائزیشن کرنی ہے اور سب سے بڑھ کر جیسی لڑکی مجھ جیسے جوان کو سنبھال سکے ایسی بیوی ملنا بہت مشکل ہے۔۔۔"

کون جانے کے بہت جلد ہی ہادی کی اپنے دوست کی شادی کہ یہ خواہش پوری ہونے والی تھی۔۔۔ کون جانے بہت جلد وہ ملنے والی تھی۔۔۔۔ مگر کون جانے۔۔۔

"ڈھونڈھنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے یہ تو پھر ایک لڑکی ہے۔ ویسے الماس کے بارے میں کیا خیال ہے تیرا؟۔۔۔"

وہ چاولوں کا چمچ منہ میں رکھتا بولا۔

"کون الماس؟۔۔۔" کھانے سے مکمل انصاف کرتے جبریل نے بے دھیانی میں پوچھا۔

"ارے بھئی۔۔۔اپنی صفراں اماں کی بیٹی اور کون۔۔۔بہت محبت کرتی ہے تجھ سے۔۔۔اور تو اور، تو یقین کر مستقبل قریب میں گھر بھی بہت اَچّھا سنبھال لے گی اور تجھے بھی۔۔۔ہر روز ہسپتال سے واپسی پر مسکرا کر تیرا اِسْتِقبال بھی کیا کرے کرے گی، روز تیرے مریضوں کے خُون سے لدے ہوئے کپڑے بھی خوشی سے دھویا کرے گی، تیرے سپیشلائزیشن پہ جانے کے بعد تیرے بچے بھی پال لے گی۔۔۔اور سب سے بڑھ کر وہ کھانا بہت اچھا بناتی ہے۔ تم جیسے کھاؤ انسان کے لئے کھانا بھی بہت اَچّھا بنایا کرے گی۔ہاں بس ایک بات ہے۔وہ کھانے میں نمک تھوڑا کم اور مرچیں تھوڑی زیادہ ڈالتی ہے مگر تو کہے گا تو مِرچوں کے بجائے شکر کا اِسْتِعْمال کر لے گی مگر کوئی بات نہیں محبت اور خدمت خوب کرے گی تیری۔ "

ہادی کی بات سن کر جبریل کا نوالہ گلے میں اٹکا تھا۔

"استغفر اللہ ہادی بس۔۔۔اس سے آگے ایک لفظ اور نہیں ورنہ میں یہ سارا کھانا تیرے سر پہ انڈیل دوں گا۔ "

جبریل اس سے آگے اور کچھ سُننے کی سکت نہیں رکھتا تھا اِس لئے ہادی کو ادھر ہی چپ کرانا پڑا۔

جبریل کی شکل دیکھ کر ریسٹورنٹ میں ہادی کا زوردار قہقہ گونجا تھا۔

"نہ میری جان نہ۔۔۔کھانا ضائع نہیں کرتے اللہ تعالیٰ بہت گناہ دیتے ہیں۔" وہ اپنی ہنسی قابو میں کرتا بولا۔

جبریل نے منہ صاف کر کے وہی گند اٹشو اٹھا کر اس کے منہ پہ دے مارا تھا۔ جس پہ ہادی کے قہقے میں اور جان آئی تھی۔

الماس سلیمان افگن کے گھر کی ماسی صغریٰ کی بیٹی تھی جو ہدیٰ کے ہم عمر تھی۔ صغریٰ کو عافیہ شہر آتے اپنے ساتھ ہی لے آئی تھی۔ جب یہ سب چھوٹے ہوتے گھر گھر کھیلتے تھے جبریل ہمیشہ الماس کو اپنی ساتھی چن کر اس سے شادی

کرتا تھا۔ یہ چیز الماس کے ذہن میں نقش ہو کر رہ گئی تھی۔ ابھی بھی جب بھی اس کا جبریل سے سامنا ہوتا وہ سلیمان افگن کا بھی لحاظ کئے بغیر اپنے بتیس دانتوں کی نمائش کرتی دوپٹہ دانتوں میں ارستی اور شرمانے کے انداز میں اس سے چھپ جاتی۔ جبکہ سب کے سامنے ایسی حرکت پہ جبریل کا خفت کے مارے بُرا حال ہو کر رہ جاتا تھا۔

جبریل کا گھر آتے ہوئے موڈ بے حد خوشگوار تھا۔ سب کے لئے کھانا وہ باہر سے ہی لے آیا تھا۔ کھانے کے بَعد اِس نے حدید کے پیپر کی تیاری کو لاسٹ چیک دیا اور اسے گرم دودھ دے کے سُلا دیا۔

اب اِس کا اِرادَہ زیان اور شایان کے ساتھ بیٹھ کر کوئی اچھی سی مووی دیکھنے کا تھا مگر کھانے کے برتن دھونے کا اِرادَہ اِس بار بھی کسی کا نہ لگتا تھا۔ جس کا مطلب صاف تھا کہ برتن بھی اِسے ہی دھونے تھے۔

"چل بیٹا جبریل لگ جا کام پہ ان کو بھی یہی کام ملتا ہے تجھ پہ ڈالنے کو۔۔۔ جانتے جو ہیں کس قدر چڑ ہے تجھے اس کام سے۔۔۔"

سارے دن کے پھیلے برتنوں کے ڈھیر کو دیکھ کر وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا رہ گیا۔

برتن دھونا ہمیشہ اس کے لئے سخت کوفت کا باعث بنتا تھا۔ پورا گھر اِس کی کوفت سے واقف تھا۔ اِسی لئے ہمیشہ یہی کام اِس پہ ڈالتے تھے آخر بدلہ لینا بھی تو ضروری ہوتا ہے ناں۔۔۔

عشاء کی نماز کے بعد ہمیشہ سورۃ ملک، سورۃ الرحمان اور سورۃ یسین کی تلاوت کرنا اِس کا معمول تھا۔ اب بھی وہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر یہی کر رہی تھی۔ جب کمرے کا دروازہ دھکیلتی امایہ اندر داخل ہوئی۔

"شفاء نیچے آفس میں سعدان بھائی کی کال آئی ہے۔ تمہارا موبائل آف ہے کیا؟۔۔۔" امایہ کی بات سن کر شفاء نے جلدی سے تلاوت مکمل کی اور فون سننے بھاگی۔

"اسلام علیکم!۔۔۔" اُس نے پھولے سانسوں سے ریسیور ہاتھ میں تھاما۔

"وعلیکم سلام!۔۔۔ شفاء سب خیریت ہے ناں، تُم ٹھیک ہو؟۔۔۔ تمھارا موبائل کیوں بند جا رہا ہے؟۔۔۔ میں کب سے تمہیں فون کر رہا ہوں۔ تم کہاں تھی؟۔۔۔" سعدان کی آواز میں اِس قدر بے چینی تھی کہ ایک لمحے کے لئے تو شفاء بھی چونکہ بغیر نہ رہ سکی۔

"الحمدُاللہ!۔۔۔ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ پر آپ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے۔ خیریت ہے ناں؟۔۔۔" اُسے تفتیش ہوئی۔

"ہاں ہاں۔۔۔ سب خیریت ہے۔ وہ بس تمہارا موبائل بند تھا تو میں پریشان ہو گیا۔" وہ تشکر بھرا سانس لیتے بولا۔

"ایک تو بھائی آپ بھی نا۔۔۔ میں نے فون بند کر کے چارجنگ پہ لگایا ہوا تھا آپ جانتے تو ہیں میری عادت۔"

سعدان کی بے چینی کی وجہ جان کر اس نے مسکراتے سر جھٹکا۔

"بھائی آپ اِتنا پریشان نہ ہوا کریں۔ میرے لئے، میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔ اور آپ چھوڑیں اِن باتوں کو، یہ بتائیں آپ کل کتنے بجے آ رہے ہیں مجھے لینے؟۔۔۔" گاؤں جانے کا سوچ کر ہی وہ پر جوش ہو گئی تھی۔

"شفاء!۔۔۔ میں کل نہیں آ سکوں گا بیٹا۔" وہ بہت ہولے سے بولا تھا شفاء کو لگا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ہو۔

"میں تھوڑا بزی ہوں بیٹا' مجھے۔۔۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے، اس لئے میرا کل آنا مشکل ہے مگر تم اپنا بہت خیال رکھو اور مجھے اپنی خیریت ہر تھوڑی دیر بعد میسج کر کے بتاؤ۔ اور اب اپنا موبائل مت آف کرنا۔" شفاء کو سعدان کا لہجہ بہت عجیب اور ٹھہرا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"بھائی میں پھر پوچھ رہی۔ سب خیریت ہے ناں؟۔۔۔ مجھے آپ پریشان سے لگ رہے ہیں۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟۔۔۔ کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتائیں؟۔۔۔"

لیکن وہ کیسے بتاتا کہ اُس کو کیا پریشانی ہے۔ وہ کیا بتاتا۔۔۔ اس نے اپنے انداز کو ایک دم ہلکا پھلکا کیا اور اپنی طرف سے شفاء کی پوری تسلی کرانے کے لئے لہجہ ہشاش بشاش کرتے بولا۔

"ہاں یار' سب خیریت ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس ایک کیس کے سلسلے میں کچھ سٹریس میں تھا اور تھوڑا پریشان بھی اور بس کچھ بھی نہیں۔ ایک تم بھی نہ ہر وقت میری ماں بننے کے انتظار میں لگی رہتی ہو۔"

اب اس نے پہلے سے سنبھل کر جواب دیا تھا تاکہ شفاء پریشان نہ ہو۔ اور شفاء بھی اس کو دکھانے کے لئے ہلکی پھلکی ہو تو گئی مگر تسلی ابھی تک نہ ہوئی تھی۔

"دادا جان کیسے ہَیں؟۔۔۔" اب وہ بات بدل چکی تھی۔

"آپ کا چکر لگا تھا گاؤں؟۔۔۔ میں اُنہیں بہت مِس کر رہی ہوں آج کل۔"

دادا کا ذکر کرتے اس کی زبان میں الگ ہی مٹھاس آ گئی تھی۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں میں لاسٹ ویک اینڈ گیا تھا۔ وہ بالکل ٹھیک ہیں اور وہ بھی تمہیں بہت مِس کر رہے تھے۔ میں ان شاء اللہ جلدی کوشش کروں گا کہ تمہیں لینے آسکوں، پھر اُنہیں بتائے بغیر ہم دونوں مل کر چلیں گے اور انہیں سرپرائز دیں گے۔"

شفاء اس بات پہ فوراً خوشی سے راضی ہوئی۔

مگر کون جانے، سرپرائز تو ملنے ہی والا تھا مگر صرف دادا جان کو نہیں شفاء کو بھی، مگر کون جانے؟۔۔۔

چند مزید باتوں کے بعد وہ فون بند کر کے واپس اپنے اور امایہ کے ملحقہ کمرے میں آچکی تھی۔ کوشش کے باوجود وہ سعد ان کی آواز سن کر سکون میں نہ آسکی تھی۔ سعد ان کی آواز میں موجود پریشانی اور اُس کی باتوں کا غیر معمولی پن شفاء سے ہرگز چھپا نہ رہ سکا تھا۔ بات کے اختتام میں اُس کی طرف سے ملنے والی تاکید شفاء کو بہت سی ان دیکھی اُلجھنوں کا شکار کر گئی تھی۔

"میں پھر کہہ رہا ہوں شفاء! بے وجہ ہاسٹل سے نہ نکلنا، بہت ضروری ہو تو کسی کو اپنے ساتھ لے کے نکلنا اور مجھے فون کرتی رہنا کچھ بھی مسئلہ ہو مجھے فوراً بتانا۔۔۔ اور جب تک میں لینے نہیں آتا تم چھٹیوں میں امایہ کے ساتھ اُس کے گھر چلی جانا میں نیازی صاحب سے بات کر چکا ہوں۔"

اُسے سمجھ نہیں آئی تھی مایا کے گھر جا کر رہنے کی اجازت ملنے پہ وہ خوش ہو یا فکر مند۔۔۔

"بھائی نے ایسی بات آخر کی کیوں؟۔۔۔ اور وہ پریشان بھی تو لگ رہے تھے۔ ورنہ اتنی تاکیدیں انہوں نے پہلے تو کبھی نہیں کیں اور نہ ہی آج سے پہلے کبھی میرے اتنے کہنے کے باوجود مجھے مایا کے گھر رہنے کی اجازت دی، نا ہی وہ یہ بات پسند کرتے ہیں کہ میں کسی غیر کے گھر میں رہوں پھر ایسا کیوں؟۔۔۔"

کمرے میں آکر بھی جب وہ اِنہی سوچوں کا شکار رہی تو آخر اِس نے اپنی اُلجھن کا ذکر مایا سے کر ہی دیا۔

"اُف شفاء! کیا ہو گیا ہے ؟۔۔۔ سعدان بھائی نے ویسے ہی ایک بات کر دی ہو گی تم تو اُس کے پیچھے ہی پر گئی ہو۔۔۔ بجائے اس کے کہ تم خوش ہو کہ ہم پیپرز کے بعد خوب انجوائے کر سکیں گے۔ تم ایک نئی پریشانی سر پہ سوار کر کے بیٹھ گئی ہو پہلے کیا پیپرز کی کم ہے۔"

امایہ کے سمجھانے کے باوُجُود شفاء کو آنے والے وقت سے عجیب سا خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ نجانے یہ کیسا احساس تھا جس نے شفاء کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

اس نے تمام فضول سوچوں کو اپنے دماغ سے جھٹک کر سعدان کی کامیابی کی دعا کی اور کتاب پکڑ کے اپنے کل ہونے والے آخری پیپر کی تیاری میں لگ گئی۔

سعدان الٰہی اور شفاء الٰہی دو ہی بہن بھائی تھے۔ ماں باپ کی ایک سانحہ میں وفات کے بَعْد دونوں اپنے دادا ابراہیم الٰہی کے ساتھ اسلام باد کے دامن میں موجود ایک خوبصورت گاؤں سید پور میں رہتے تھے۔

ڈاکٹر بننا شفاء کا جنون تھا۔ اِس نے لاہور کے ایک نامور میڈیکل کالج میں ایڈمیشن لے رکھا تھا اور اُدھر ہی ہاسٹل میں رہتی تھی گو کہ ابراہیم صاحب اتنی دور بھیجنے کیلئے راضی نہیں تھے مگر اُن کو اپنی لاڈلی پوتی شفاء کی خواہش کے آگے سر جھکانا ہی پڑا تھا۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سعدان کے والد کا ہمیشہ اس کے لئے ایک خواب تھا کہ ان کا بیٹا ایک بہترین وکیل بنے۔ اور اِس خواب کی تکمیل سعدان نے اُن کی وفات کے بَعْد پوری کی تھی۔ اب وہ ایک جانا مانا اور بہترین وکیل بن چکا تھا۔ اپنے کیسسز کے سلسلے میں اِسے اکثر دوسرے شہروں میں جانا پڑتا تھا۔ اب بھی اسی طرح اپنے ایک کیس کے سلسلے میں آج کل اِس کا قیام کراچی میں تھا۔

سلطان دُراب شاہ ایک جانی مانی سیاسی و سماجی شخصیت تھی۔ اس کے کارناموں کا اصل گڑھ لاہور میں تھا مگر اس کی شاخیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اِس کے خلاف کیس لڑنا سعدان کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھا اور سعدان الہیٰ کو چیلنجز کا بہت شوق تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اِس کیس کو بھی اپنی محنت، ذہانت اور مضبوط دلیلوں سے جیتنا چاہتا تھا اور اُسے یقین بھی تھا وہ ایسا کر گزرے گا۔ چاہے اس کیس میں اُسے اپنا سب کچھ کیوں نہ ہاڑنا پڑے۔

سلطان دراب شاہ کے خلاف کافی ثبوت تھے جو سعدان نے اپنی محنت و ریاضت سے حاصل کئے تھے۔ وہ لڑکیاں سپلائی کرنے کے ساتھ ساتھ چائلڈ ٹریفکنگ کا کاروبار کرتا تھا۔ اور ایسے کاروبار زیادہ تر رات کے اندھیرے میں ہی ہوا کرتے ہیں۔

افسوس کہ اکثر رات کی تاریکی میں گناہ کرنے والے دن کے اُجالے میں نیک اور پارسا بنے پِھر رہے ہوتے ہیں۔ یہ معاشرہ بھی اُن ہی کا ساتھ دے رہا ہوتا ہے۔ یہی لوگ ہوتے ہیں جو عوام کے حقوق کا مُحافظ بننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نجانے کیوں ایسے لوگوں کے لئے ہمارے ملک کا قانون بھی اندھا ہوتا ہے۔

سعدان کو بھی جیسے ضد ہو چلی تھی سلطان دراب شاہ کی پارسائی پر سے پردہ اٹھانے کی۔

ایک اور پیشی کا کام تھا۔ اگلی پیشی میں اِس کا کام ختم ہو جانا تھا۔ سعدان نے اِس کے خلاف اتنے شواہد جمع کر رکھے تھے کہ اب دُنیا کا کوئی قانون اِس کو سزائے موت اور عمر قید سے نہیں بچا سکتا تھا۔۔۔ سوائے اللہ کی ذات کے!۔۔۔

سعدان اپنے کیس کو مضبوط سے مضبوط تر کر رہا تھا۔ سب ٹھیک چل رہا تھا لیکن سب اس وقت تک ٹھیک چل رہا تھا جب تک سعدان نے وہ فون نہیں سُنا تھا۔ جِسے سن کر اس نے خواہش کی تھی کاش وہ کبھی یہ فون سُنتا ہی نہ، کاش وہ شفاء کو لاہور بھیجتا ہی نہ، مگر فائدہ۔۔۔ محفوظ تو اب وہ گاؤں میں بھی نہ رہی تھی۔۔۔ کیس کی آخری تاریخ سے ٹھِیک ایک ہفتہ قبل آنے والی ایک فون کال نے تو جیسے سعدان کے اعصاب شل کر ڈالے تھے۔ اِس ایک فون کال

میں اِس کی عزیز از جان بہن کے بارے میں دھمکی دی گئی تھی کہ اگر وہ اس کیس سے پیچھے نہ ہٹا تو اس کی بہن کے ساتھ کچھ بھی کیا جا سکتا ہے۔ کال کے ساتھ ایک میل بھی بھیجی گئی تھی، جس میں شفاء کی کافی تصویریں موجود تھیں۔ کچھ تصویروں میں وہ کینٹین میں موجود تھی کچھ میں کلاس میں جا رہی تھی۔ کچھ میں وہ کلاس میں بیٹھی پیپر دے رہی تھی۔ ان سب تصویروں کے ساتھ اس کا کالج کا پہلے دن سے لے کر آج تک کا تمام ریکارڈ موجود تھا۔ یہ جس کسی کا بھی کام تھا بہت اندر کا آدمی تھا جو اتنے بڑے کالج کے کانفیڈ نشئیل ریکارڈ تک رسائی حاصل کر گیا تھا۔ سعد ان نے اِس کال کو پہلے تو بہت ہلکا لیا تھا مگر اِس میل کو دیکھنے کے بعد اس میں جو کچھ بھی تھا وہ فراموش کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اِس کی جان سے پیاری بہن پہ ایک خراش بھی آئے وہ یہ بات برداشت نہیں کر سکتا تھا اور یہاں تو بات اس کی بہن کی جان اور عزت و ناموس کی تھی وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا۔

شفاء سے بات کرنے کے بَعد سعد ان نے ابراہیم الٰہی کو خیر خیریت پوچھنے کے لئے فون کیا تھا۔ باتوں باتوں میں اُسے دادا جان سے پتا چلا کہ ایک ہفتے سے کچھ مشکوک سے لوگ اس کا پوچھنے حویلی کا چکر لگا چکے ہیں۔ یعنی اُس کا شک ٹھیک تھا وہ گاؤں میں حویلی تک بھی پہنچ چکے تھے اور ایسے حالات میں شفاء جتنا حویلی سے دور رہتی اُتنا اچھا تھا۔ اس کے بعد اس نے عزیز نیازی کو فون کر کے اُنہیں ساری صورتحال سے مطلع کیا تھا۔ سب جاننے کے بعد وہ شفاء کی حفاظت کی طرف سے اُسے کافی اطمینان دلا چکے تھے۔ بیرسٹر عزیز نیازی سعد ان کے بہت اچھے استاد بھی تھے اور پھر دوست بھی۔ انہی کے کہنے پہ سعد ان نے شفاء کا لاہور میں اُن کی بیٹی کے ساتھ ہی میڈیکل کالج میں داخلہ کروایا تھا۔ تاکہ وہ اگر گھر سے دور بھی ہو تو محفوظ ہاتھوں میں رہ سکے۔ بھلے وہ دنیا کے لئے جتنا بھی آزاد خیال تھا مگر اپنی بہن کے لئے اِس کا دِل ایسا ہی تھا، عام مردوں جیسا مشرقی۔۔۔

ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

عزیز صاحب کو شفاء کا خیال رکھنے کا کہہ کر وہ شفاء کے طرف سے کافی پر سکون ہو چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کسی کا بھی اس کی بہن کو نقصان پہنچانے کے لئے عزیز منزل تک پہنچنا آسان کام نہ تھا۔ بیرسٹر عزیز نیازی ایک بہت بڑا نام تھا۔ اور شفاء اللہ کے امان کے بعد اُس گھر میں محفوظ تھی۔ اس پریشانی سے فارغ ہو کر اب اِسے آگے کا لائحہ عمل طے کرنا تھا۔

کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے

مگر کون جانے کہ قسمت کو کیا منظور تھا۔۔۔

"شفاء بیٹا! آپ کھانا تو صحیح سے کھائیں ناں۔۔۔"

عزیز نیازی شفاء کو چاولوں سے کھیلتے دیکھ کر ٹوکے بناہ نہ رہ سکے۔

امتحان کے بعد ہونے والی چھٹیوں میں شفاء

امایہ کے ساتھ اس کے گھر ہی آگئی تھی۔ اس کے اس بڑے سے گھر میں صرف دو ہی زی روح رہتے تھے ایک عزیز نیازی اور دوسری اِن کی بیٹی امایہ نیازی۔ وہ اس وقت اُن کے ساتھ بیٹھی رات کا کھانا ہی کھا رہی تھی جب عزیز نیازی کی بات پہ وہ چونک کے بولی۔

"جی انکل! میں کھا رہی ہوں۔"

"ڈیڈی میرا اور شفاء کا کھانا کھانے کے بعد آئسکریم کھانے جانے کا پلان ہے۔ ہم چلے جائیں؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

امایہ کو کھانا کھاتے پتا نہیں کیا سوجھی تھی۔ اس نے شفاء کا نام استعمال کیا تو وہ پہلے تو حیران ہوئی۔ اس نے منع کرنا چاہا مگر امایہ نے فوراً اِس کو آنکھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

"ہاں! ضرور جاؤ بیٹا مگر دھیان سے۔ شوکت کو اپنے ساتھ لے کر جانا اُس کے بغیر نہیں۔۔۔"

گارڈ کو ساتھ لے جانے پر امایہ بدمزا ہوئی تھی مگر کوئی احتجاج نہ کیا۔ وہ جب سے واپس آئی تھی اس شوکت نامی بلا سے تنگ پر گئی تھی۔ آخری پیپر والے دن سے وہ گارڈ کالج سے ہاسٹل اور پھر ہاسٹل سے گھر۔۔۔ ہر جگہ سائے کی طرح ان کے پیچھے پیچھے رہا تھا۔ اس نے واپس آکر دیکھا تھا گھر کے باہر بھی ایک کی جگہ دو گارڈ کھڑے تھے۔ وجہ اس کی سمجھ سے باہر تھی اور نہ ہی اس نے جاننے کی کوشش کی تھی۔

"شِفاء کون سا فلیور کھاؤ گی؟۔۔۔ یہاں کا مینگو بہت مزے کا ہے۔ تم وہ ٹرائی کرو میں تو اِس بار اِسٹابیری لوں گی۔ میں نے یہاں کا اسٹابیری فلیور کبھی ٹرائی نہیں کِیا۔"

امایہ نے خود ہی سوال کر کے خود ہی جواب بھی دے دیا۔۔۔ یہ لوگ قریبی آئس کریم پارلر چمن آئے تھے۔ یہ لاہور کا کافی مشہور اور کافی پرانا آئس کریم پارلر تھا۔ کہنے کو تو اور بھی بہت اچھے اور بہت بڑے بڑے آئسکریم پارلرز تھے مگر اس جگہ کی آئسکریم کی بات ہی الگ تھی۔

Safar ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مایا تم انکل کے ساتھ ساتھ شوکت نامی بلا کے لئے بھی آئس کریم لے لینا۔ بیچارہ اتنی رات کو ہمارے ساتھ اتنی دور تک آیا ہے۔ بھلا ہم کہیں قریب سے بھی کھا سکتے تھے، اتنی دور آنے کی کیا پڑی تھی۔۔۔"

"اوہ۔ زمانہ قدیم کی بڈھی عورت!۔۔۔ تم اس وقت ہاسٹل میں نہیں میرے ساتھ میرے گھر پہ ہو۔ اتنی مشکل سے تو یہ آزادی نصیب ہوئی ہے، جی بھر کر انجوائے تو کر لینے دو۔ پھر سعد ان بھائی نے آکر تمہیں لے جانا ہے تو پھر پتا نہیں

کب موقع ملے۔۔۔۔اور ویسے بھی اس وقت صرف نو بجے ہیں، یہاں ہمیں رات کے تین بجے بھی بھوک لگے تو ہم آزادی سے منگوا بھی سکتے ہیں اور کچن میں جا کر کھا بھی سکتے ہیں۔" اس نے ہاسٹل کے دن یاد کر کے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔ اور شفاء صرف افسوس ہی کر سکی۔

امایہ بہت باتونی لڑکی تھی۔ وہ خود ہی سوال کر کے خود ہی جواب دینے کی عادی تھی۔ شفاء کو اس کی یہی سیلف لیس باتیں بہت پسند تھیں، وہ دِل کی صاف تھی اور اِس کے ساتھ مخلص تھی اپنے شہر اور اپنوں سے دور ایسی دوست بے شک اللہ کی عظیم نعمت ہی ہوتی ہے۔

"چلو مایا اب گھر چلتے ہیں۔ بہت لیٹ ہو گئی ہے۔" شفاء بازو پہ بندھی گھڑی دیکھتے بولی۔

شِفاء نے ابھی اپنی آئس کریم پوری بھی نہ کھائی تھی کہ اسے گھر جانے کی پڑ گئی تھی۔ وہ باہر بھی جانا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے دماغ میں مسلسل سعدان کی الجھی ہوئی باتیں اور تاکید ہی چل رہی تھی۔ مگر وہ امایہ کو چاہ کر بھی انکار نہ کر سکی تھی کی امایہ کو بُرا نہ لگ جائے۔

دوسری طرف امایہ نے صرف شِفاء کی وجہ سے باہر نکلنے کا پروگرام بنایا تھا۔ وہ اِس کا مائنڈ چینج کرنا چاہتی تھی مگر شفاء کی صورت دیکھ کر اس نے بھی اٹھنے کی ہامی بھر ہی لی تھی اور اپنی آدھی کھائی آئس کریم کو بھی اِسے ہی پکڑا دیا۔

"اچھا تم یہ لے کر باہر چلو میں ڈیڈی اور شوکت نامی بلا کے لئے آئسکریم لے کر آتی ہوں۔ "

وہ اپنا کپ بھی شِفاء کو تھماتے خود عزیز نیازی اور اپنے گارڈ شوکت کیلئے آئس کریم لینے چلے گئی۔

شِفاء دونوں ہاتھوں میں ادھ کھائے آئسکریم کے کپ پکڑے بے دھیانی میں جا رہی تھی جب سامنے سے آتے ایک وجود سے بُری طرح ٹکرائی تھی۔

"اُف۔۔۔ "

اس کا سر سامنے والے کے چوڑے سینے سے اِس قدر بُڑی طرح ٹکرایا تھا کہ ایک لمحے کے لئے تو اِسے اپنے سامنے دُنیا گول گول گھومتی محسوس ہوئی۔ اگر اُس شخص نے اِسے کندھے سے تھام نہ رکھا ہوتا تو ضرور یہ زمین بوس ہو چکی ہوتی۔

"محترمہ آپ دیکھ کر نہیں چل سکتی ہیں کیا؟۔۔۔" سامنے والا غصہ سے بولا۔

شفاء انجان آواز پہ ایک دم ہوش میں آئی اور اُس کے ہاتھ جھٹکتے پیچھے ہٹی۔ اس کے سر میں درد کی ٹھیسیں اُٹھی تھیں۔ سامنے والے کے گلے میں لٹکی کوئی لوہے کی چیز بہت زور سے اس کے سر پہ لگی تھی۔

"میں نہیں دیکھ سکتی تو آپ ہی دیکھ لیتے۔" وہ اپنا ماتھا مسلتے سامنے والے کے انداز میں بولی تھی۔ جس پہ مقابل مزید تپا تھا۔ مگر اس نے نظر اٹھا کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھنے کی ضرورت تک محسوس نہ کی تھی۔

اس سب چکر میں اپنے ہاتھوں میں موجود آئس کریم کو وہ مکمل طور پر فراموش کر چکی تھی۔ جو سامنے والے کے کپڑوں کے علاوہ اس کے اپنے کپڑے بھی خراب کر چکی تھی۔ اس وقت اِسے فکر تھی تو صرف اپنی کیونکہ اس لوہے کی چیز نے باقائدہ اس کے ماتھے پہ لال اور نیلا سا روبرا بنا دیا تھا۔ جو درد بھی بہت دے رہا تھا۔ مگر سامنے والے کو اس کے سر کے بجائے اپنے کپڑوں کی فکر تھی۔

"آپ کو نظر نہیں آتا کیا؟۔ میرے نئے سوٹ کا مکمل ستیاناس کر دیا آپ نے۔۔۔ اللہ نے آنکھیں دی ہوئی ہیں تو اِن کا استعمال کرنا بھی سیکھیں ورنہ جا کر کسی اندھے کو ڈونیٹ کر دیں۔ ایسے کچھ ثواب بھی کما لیں گیں۔"

مقابل غصے سے بپھرے ہوئے بولا۔

Safar e ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"میں نے آپ سے کوئی مشورہ نہیں۔۔۔ "

شفاء نے بھی اُسی کے انداز میں بولتے نظر اُٹھائی تھی شاید وہ اس کے آگے کچھ اور بھی بولتی مگر مقابل کی حالت دیکھ کر اس کے تمام الفاظ منہ میں ہی دفن ہو گئے۔ مقابل کی بلیک ہائینک پہ لگے آئس کریم کے دھبے دیکھ کے سہی معنوں میں اِس کے ہوش اُڑے تھے۔ اب جا کر اِس کو خیال آیا تھا۔ اِس نے اپنے ہاتھوں میں بھی کچھ تھام رکھا تھا۔

سامنے والے کا غصہ بالکل بجا تھا۔

بلیک ہائینک کی ایک جانب مینگو اور دوسری جانب اِسٹابُری فلیور کی آئس کریم نے اپنے نقش ایسے چھاپے تھے کہ وہ آبشار کی طرح بہتے ہوئے اِس کی بلیو جینز پر بھی عجیب و غریب سے نقش و نگار بنا رہے تھے۔ پھر مقابل کے گلے میں لٹکتے اسٹیتھو سکوپ کو دیکھ کر اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس کے ماتھے پر جو زوردار لگنے والی چیز تھی وہ یہ تھی۔

اب سامنے والا شخص بہت کچھ بول رہا تھا۔ مگر شفاء میں ہمت نہ بچی تھی کہ اس کو کوئی جواب دیتی یا اُس سے نظر ملا کر کچھ بول پاتی۔

امایہ انہیں دیکھتے ہی صورتحال کا اندازہ لگا چکی تھی۔ جلدی سے آ کر اُسی نے بات سنبھالی اور شفاء کی طرف سے ایکسیوز پیش کر کے اِسے اپنے ساتھ گھسیٹتے باہر کو لپکی۔ پیچھے کھڑے شخص نے غصے سے باہر کو جاتی اُن دو لڑکیوں کو دیکھا تھا اور پھر اپنے پاس کھڑے اپنے کولیگز کو۔ جو پاس کھڑے اس کی حالت دیکھ کر اپنے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں لال ہوئے جا رہے تھے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اُف شِفاء یار۔ کیا تم واقعی اُس ہینڈسم کو دیکھ نہیں سکی تھی؟۔۔۔ سیریئسلی تم نے اتنے ہینڈسم بندے پہ آئسکریم گرا دی وہ بھی اس قدر بری طرح، کہیں ایسا تو نہیں اُسے دیکھ کر تمہیں اور کچھ نظر ہی نہ آیا ہو؟۔۔۔" امایہ نے اپنی ہنسی قابو میں کرتے شفاء سے پوچھا۔

یہ دونوں جب سے آئی تھیں امایہ بس ہنسی جا رہی تھی اور شفاء کو چھیڑ چھیڑ کر کنفیوز کرنے میں لگی تھی۔

شِفاء نے موضوع بدلنے کے لئے سونے کا ارادہ کیا اور دوسری جانب کروٹ لیتے لیٹ گئی۔ آنکھیں موندتے اسے اُس شخص کی ابتر حالت یاد آئی تھی جسے یاد کرتے اُس نے جھرجھری سی لی۔ ناچاہتے ہوئے بھی اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آئی تھی۔ "ہائے بچارہ۔۔ کیا حالت ہو گئی تھی۔" یہ سوچتے اس نے اپنی آنکھوں پہ بازو رکھا تو کہنی ماتھے پہ پڑے نیل پہ لگی تھی۔ اسے ایک دم درد کا احساس ہوا۔ وہ جو اس کی حالت سوچ کر ہنس رہی تھی اب اُس کو کوسنے میں مصروف تھی۔

"اندھا کہیں کا!۔۔۔"

"یار شفاء۔۔۔ ویسے اُس شخص کو بہت غصہ آ رہا تھا۔ اُس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ وہ تمہیں اٹھا کے باہر ہی پھینک دیتا۔"

امایہ نے ہنستے ہوئے دوبارہ فضول گوئی سے کام لے کر اِسے شرمندہ کرنا چاہا۔ جس پہ شفاء بالکل شرمندہ نہ ہوئی۔

"ایسے ہی کچھ کرتا۔ غلطی تھی ہی اُس کی، وہ خود دیکھ کر نہیں چل رہا تھا اور اب بس۔۔۔ اس موضوع پہ ہم اور کوئی بات نہیں کریں گے۔ اپنی آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ، مجھے بھی بہت نیند آ رہی ہے۔ شب بخیر۔۔"

شفاء نے جان بوجھ کر بات کا رُخ بدلا۔

"شب بخیر۔۔۔" جواب میں امایہ نے بھی اپنی جانب کا لیمپ بجھایا اور لیٹ گئی۔۔

شفاء نے آنکھیں بند کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہی غصے میں لال ٹماٹر چہرہ اور اس شخص کی حالت اس کی آنکھوں کے سامنے آئی تھی۔

وہ شخص نجانے غصے میں اِسے کِیا کیا کہہ رہا تھا مگر شِفاء اُس کے کپڑوں کی حالت دیکھ کر کچھ کہنے سننے کے قابل ہی کہاں رہی تھی۔ وہ تو اچھا ہوا مایا آگئی ورنہ وہ تو شرمندگی کے مارے وہیں مر جاتی۔

جبریل جب سے گھر آیا تھا غصے سے بپھرا ہوا اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ گھر آتے ہی اُس نے سب سے پہلے نہا کر کپڑے بدلے تھے۔ اسے رہ رہ کر اپنے کولیگز کے سامنے ہونے والی بے عزتی یاد آرہی تھی۔ کیسے اُس لڑکی نے ساری آئس کریم اِس پہ اُلٹائی تھی۔ اور بجائے اس کے کہ وہ سوری بولتی اُلٹا اِسی پہ سارا قصور نکال رہی تھی۔

"میں نہیں دیکھ سکتی تو خود تو دیکھ سکتے تھے ناں۔۔۔"

وہ منہ ٹیڑھا کرتے اُسی لڑکی کے انداز میں بولا۔

اُس کے برعکس شایان کو اتنی زیادہ آئسکریم ضائع ہو جانے کا بے حد دکھ لگا تھا۔ کاش وہ لڑکی بھائی سے نہ ٹکراتی اور نہ بھائی غصے میں ان کی آئسکریم لئے بغیر نہ واپس آتا۔ دوسری طرف زیان اپنی ساری محنت رائیگاں جاتے دیکھ کر خون کے آنسو رُو رہا تھا۔ کل ہی تو اِس نے اتنے کپڑوں کا ڈھیر دھویا تھا وہ بھی اکیلے شایان نے اس کا زرا بھی ساتھ نہ دیا تھا ہری جھنڈی دکھا کر اپنے شو پہ ریسرچ کا بہانہ بنا کر لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گیا تھا۔ جس پہ وہ صِرف منہ ہی بنا سکتا تھا اب ان کے بگ۔ بی نے پھر کپڑے لا کے پھینک دیئے تھے۔ وہ بھی اپنا نیا سوٹ عجیب میٹھا اور چپ چپا کر کے، کہ اگر وہ ابھی نہ دھویا گیا تو بعد میں انہیں کو مشکل ہوتی۔۔۔

اپنے بھائیوں کی ٹینشن سے دور جبریل کو الگ ہی آگ لگی ہوئی تھی۔

جبریل ڈیوٹی کے بعد اپنے کولیگز کے ساتھ وہاں آئس کریم کھانے آیا تھا۔ واپسی پہ اِس نے سوچا گھر میں سب کے لئے بھی لیتا چلے۔ ویسے بھی حدید آج کل اِس سے ناراض تھا تو اسے یہی بیسٹ سلوشن نظر آیا۔

وہ جا ہی رہا تھا کہ سامنے سے آتی ایک دوشیزہ دھڑام اِس سے آکر ٹکرائی اور صرف ٹکرائی ہی نہیں بلکہ گرائی بھی، وہ بھی میلٹڈ آئس کریم کے دو کپ۔۔۔ ایک تو آئسکریم سے وہ لڑکی اِس کے نئے سوٹ کا بڑی طرح ستیاناس مار گئی تھی اور پھر سوری بھی نہیں بول کے گئی۔

غصے کی زیادتی سے اِس کے منہ میں جو بھی آیا وہ بولتا گیا مگر مقابل نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں تھا وہ تو بس کپڑوں پہ لگی آئس کریم کو ہی دیکھے جا رہی تھی۔ "جیسے بھوکی کا بس نے چل رہا تھا یہاں سے بھی اُٹھا کر کھالے۔" کوفت سے بولتے اُس نے سر جھٹکا۔

"حُسین فی الحال ہمارا اِس کیس پہ کام کرنا زیادہ ضروری ہے جس پہ تم کہہ رہے ہو اِس کو تو ہم اِس کیس کے ساتھ ساتھ بھی دیکھ سکتے ہیں یا اگر علاقے کے ایس۔ ایچ۔ او کے سپرد بھی یہ کیس لگا دیا جائے تو وہ بھی کر لے گا۔"

ہادی اپنے ساتھی حُسین کے ساتھ کیس ڈسکس کرتے بولا جو انسپکشن ٹیم کا ہیڈ تھا۔

یہ دونوں آج کل قبضہ مافیا کے اوپر کام کر رہے تھے۔ کل ہی کی بات تھی کہ ہادی کے پاس ایک عمر رسیدہ خاتون آئی تھی۔ جو عمر کے اس حصے میں تھی کہ صحیح سے چل پھر بھی نہ سکتی تھی۔ ہادی نے اپنے دفتر میں آنے کی وجہ پوچھی تو

وجہ جان کر اُسے سخت افسوس ہوا۔ اُس عورت کے گھر پر کچھ لوگوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ جہاں کالا دھندہ چلائے جانے کے شواہد بھی ملے تھے۔ اس خاتون نے ہادی کے آگے ہاتھ جوڑ کر اپنا گھر چھڑانے کی درخواست کی تھی۔

"بیٹا یہ میری زندگی کا واحد اثاثہ ہے۔ میرا گھر مجھے کسی بھی طرح واپس لٹا دو۔ میں اِس عمر میں کہاں جا کر رہوں گی جبکہ میرے بچے تک مجھ بوڑھی اماں کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔"

"اماں جی!۔۔۔" اُس نے عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"آپ فکر نہ کریں اور اپنے گھر جائیں۔ مجھے اپنا بیٹا کہا ہے تو اِس بیٹے پہ بھروسہ بھی رکھیں وہ اللہ ہے نا۔ وہ آپ کا گھر انشاءاللہ واپس ضرور دلوائے گا۔ بس آپ اللہ سے کامیابی کی دُعا کریں۔"

اپنے ہاتھوں میں موجود بوڑھی امّاں کے ہاتھوں کی لرزش وہ واضح محسوس کر سکتا تھا۔

"انشاءاللہ بیٹا۔ میں ضرور دعا کروں گی۔"

اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر وہ جانے کے لئے اُٹھیں۔

"ایک منٹ اماں جی۔ آپ نے یہ تو بتایا نہیں آپ آج کل کہاں رہ رہی ہیں۔"

"بیٹا اللہ کی زمین بہت بڑی ہے۔ جہاں دو وقت کی روٹی اور رہنے کے لئے زمین ملے وہیں بیٹھ جاتی ہوں۔"

"کیا مطلب۔۔۔ آپ کسی رشتہ دار کے پاس نہیں رہ رہی ہیں؟۔۔۔"

"نہیں بیٹا۔ جب اپنی اولاد نہیں اپنی بن سکتی تو رشتے دار کیسے بن سکتے ہیں۔ میں دربار میں جا کر بیٹھ جاتی ہوں۔ وہاں دو وقت کی روٹی مل ہی جاتی ہے۔۔ وہیں پہ ایک لیڈی کانسٹیبل نے تمہارے دفتر آنے کا مشورہ دیا تو آ گئی۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بہت اچھا کیا تھا جس نے بھی دیا تھا اور اب آپ کو وہاں رہنے کی ضرورت نہیں۔ میرا بندہ آپ کو ایک جگہ چھوڑ آتا ہے۔ جب تک آپ کا گھر خالی نہیں ہو جاتا۔ آپ وہاں رہ سکتی ہیں مجھے یقین ہے وہاں آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔"

اس نے حیدر کو فون کر کے بلایا۔ جو اگلے دو منٹ بعد اس کے کمرے میں حاضر تھا۔ اُس نے حیدر کو اماں کو محفوظ مقام پہ پہنچانے کا کہا اور ان کے جانے کے بعد واپس اپنے کام میں محو ہو گیا۔

وہ ایسا ہی تھا کسی کو بھی مشکل میں نہیں دیکھ سکتا تھا اور یہ تو پھر ایک عمر رسیدہ عورت تھی۔۔۔

اور کون جانے یہی عادت آگے چل کر اس کی زندگی میں کچھ نئے اور کچھ پرانے باب کھولنے والی تھی۔ ایسے باب جنہیں کبھی نہ کھولنے کے لئے بند کیا گیا تھا۔

****

حُسین ہادی کی بات سُن کر لمحے بھر کے لئے بھونچکا رہ گیا تھا۔

"ہادی کیوں ہو تم ایسے؟۔۔۔"

"کیوں؟۔۔۔ کیسا ہوں میں؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہادی بھی اُسی کے انداز میں بولا۔ وہ جانتا تھا حُسین کا اشارہ کس طرف ہے۔

"تم جانتے ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔۔۔ مگر شاید تم یہ نہیں جانتے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"نہیں حافظ صاحب! میں یہ بھی اچھے سے جانتا ہوں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔" آفس میں موجود الماری سے مطلوبہ کیس کی فائل نکالتے وہی فائل حسین کے سینے سے تھپکتے وہ اپنی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور فائل کھول کر سٹڈی کرنے لگا۔ جبکہ حسین ابھی تک اُسے انداز میں کھڑا تھا۔

"ہادی تمہارا یہاں ٹرانسفر ہوئے ابھی کچھ ہی عرصہ ہوا ہے۔"

"تو پھر کیا ہوا؟۔۔۔"

ہادی حسین کا مطلب سمجھتے بھی انجان بن رہا تھا۔

"تو پھر یہ کہ۔۔۔ کیا تم جانتے ہو اُس گھر پہ قبضہ کس نے کیا ہوا ہے؟۔۔۔ خوش قسمتی سے اگر اپنے شہر میں ٹرانسفر ہو ہی گیا ہے تو شکر مناؤ، نا کہ نئے ٹرانسفر لیٹرز کا انتظام کرو۔"

"نہیں میں نہیں جانتا اُس گھر پہ قبضہ کس نے کیا ہوا ہے اور نہ ہی میں یہ جاننا چاہتا ہوں۔۔ میں بس وہ کر رہا ہوں جو مجھے کرنا چاہیئے ہے اور جو میرے یونیفارم کا تقاضہ ہے۔ اور بسسس۔۔۔"

اُس نے فائل سے نظر اُٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ حسین نے سامنے پڑی دو کرسیوں میں سے ایک گھسیٹی اور اُس پہ بیٹھا۔

"ہادی تم اتنے مشکل کاموں میں ہاتھ کیوں ڈالتے ہو؟۔۔۔ جبکہ جانتے بھی ہو اِن کا انجام کیسا نکلتا ہے۔"

"میرے بھائی ایک بات ہمیشہ تم ہی کہتے ہو۔ جب انسان اللہ کی راہ میں انسانیت کی مدد کے لئے کھڑا ہو تو اُسے انجام سے نہیں ڈرنا چاہیئے کیونکہ انجام چاہے کچھ بھی ہو اللہ اُس کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اور پھر یہ دنیا بڑی ہے کہ اللہ؟۔۔۔ تو ہم انسان کیوں فضول میں اس چھوٹی سی دنیا کے لئے سب سے بڑی فتح کو چھوڑیں۔۔۔"

حسین اپنے کہے الفاظ ہادی کے منہ سے سن کر لاجواب ہوا تھا۔

"تم اس سب کو چھوڑو اور یہ بتاؤ۔۔۔ تم میرا ساتھ دو گے؟ اس آپریشن میں؟۔۔۔ اگر تو تم میرا ساتھ دے سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں اکیلا ہی کر سکتا ہوں اور تم یہ بات جانتے ہو۔۔۔"

وہ حسین کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے بولا۔ حقیقتاً وہ حسین کو اکسا رہا تھا۔

"اب زیادہ فضول ہانکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جانتے بھی ہو اکیلے تو میں تمہیں یہ کام کبھی نہیں کرنے دوں گا۔ اب آپریشن کی تیاری پکڑو میں ریڈ کے لئے ٹیم ریڈی کرتا ہوں۔"

حسین اور ہادی کی ملاقات ٹریننگ کلاسز میں ہوئی تھی اور پھر کافی اچھی دوستی بھی ہو گئی۔ ہادی کو ہر وقت خُوش رہنے اور خُوش رکھنے والا سوبر سا حسین بہت پسند تھا۔ اِس کے پٹھانی رنگت والے چہرے پہ موجود ہلکی ہلکی گولڈن بھوری داڑھی اور ماتھے پہ پڑتا ہلکا سا محراب اِس کی شخصیت کو اور بھی نکھارتا تھا۔

سلیکشن کے بعد ہادی کا ٹرانسفر سکھر ہو گیا تھا۔ جبکہ حُسین کو لاہور میں ہی انسپکشن ہیڈ مقرر کر دیا گیا تھا۔ کچھ سال بعد ہادی کا ٹرانسفر لاہور ہی ہو گیا تو یہ دونوں ایک بار پھر مل گئے۔ لاہور میں جرائم پیشہ عناصر اور ان کے گروپس بڑھتے جا رہے تھے۔ ایسے میں وہ دونوں ہر ٹاسک پہ مل کے کام کرتے۔ اِن دونوں نے کالی وردی میں موجود کالی بھیڑوں سے بچنے کے لئے اپنے اعتمادی بندوں پہ مشتمل ایک خفیہ ٹیم بھی بنا رکھی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ انہی کی سروس میں کوئی ایسا بھی تھا جو ان کے ایک ایک قدم پہ نظر رکھے ہوئے تھا۔ جس کو ان کے اٹھنے والے ہر قدم کا پہلے سے پتا ہوتا تھا۔ جب بھی کوئی اہم آپریشن ہوتا اِن کی ٹیم کسی کو بھی بھنک ڈالے بغیر خاموشی سے اُس پہ مل کر کام کرتی۔ جس پہ کام کرنے کی جگہ ہادی کا فلیٹ ہوتا تھا۔

Safareadab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حُسین اور ہادی دونوں ہی کو اپنے کام سے عشق تھا۔ جو اب اِن کا جنون بن چکا تھا۔

صبح اس کے کیس کی آخری پیشی تھی۔ سعدان نہیں جانتا تھا آنے والی صبح اِس پہ اور اِس کے خاندان پہ کیا قیامت ڈھانے والی تھی، کہیں نا کہیں اُس کے دل میں اپنے گھر والوں کے لئے خوف بیٹھ چکا تھا۔ بیشک وہ اُن کی حفاظت کی انتظامات کر چکا تھا مگر پھر بھی وہ دل میں جاگتے وسوسوں کو فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

اِس کیس کو جیتنے کے لئے سعدان نے پوری جان لگادی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی جان کو بہت خطرہ ہے۔ یہ بات تو وہ اُسی دن جان گیا تھا جس دن اُس نے یہ کیس لڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے قدم پہلے دن سے لے کر اب تک نہ لڑکھڑائے تھے مگر اب آکر جب سب ایک پیشی پہ میسر تھا اس کے قدم لڑکھڑا گئے تھے۔ نہیں، اس کو اپنی نہیں بلکہ اپنی بہن کی فکر تھی وہ اپنی بہن کو ایک خراش بھی نہیں آنے دے سکتا تھا۔ اِس کی بہن ہی تو اس کی کُل کائنات تھی۔ وہ آج جہاں بھی تھا اُس کی دعاؤں سے ہی تو تھا۔ اپنی بہن کی آنکھوں میں زرا سا آنسو دیکھ کر اس کی روح فنا ہو جاتی تھی۔ اور اس کی ایک مسکراہٹ دیکھ کر جیسے اُس کی دنیا کِھل جاتی تھی۔

"بس کر دو سعدان بیٹا۔ اتنا نہ بگاڑو کل کو اُس نے اپنے گھر جانا ہے۔ سسرال والے یہ سب نکھرے نہیں برداشت کرتے۔ "

اُس کی ان حرکتوں کو دیکھ کر ابراہیم الٰہی اِسے جھڑک دیتے۔

"کوئی بات نہیں دادا جان! میں اپنی بہن کو ایسے گھر بیاہوں گا جہاں سسرال میں بھی اس کے ایسے ہی نکھرے اٹھائے جائیں۔" اور وہ ہنس کر بات ٹال دیتا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

سعدان کو پورا یقین تھا۔ یہ کیس وہی جیتنے والا ہے۔ مگر نجانے کچھ غلط ہو جانے کا خوف اِس کے اندر اِتنا زیادہ تھا کہ وہ آدھی رات کو نیند سے اُٹھا اور گھبرا کر ابراہیم الہیٰ کو فون ملا دیا۔ اتنی رات کو اس کا فون آتا دیکھ کر وہ بھی پریشان ہوئے تھے۔ اور سعدان نے اُنہیں ہر بات تفصیل سے بتا کر اور پریشان کر ڈالا تھا۔۔۔ جب سے میل ملی تھی وہ شِفاء کی طرف سے بہت فکر مند تھا۔ وہ دادا جان کو یہ بات بتا کر انہیں بھی پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اس وقت وہ ایسا کرنے سے اپنے آپ کو روک نہیں پایا تھا۔ پوری بات بتاتے وہ خود کو ملی ہوئی جان کی دھمکیاں گول کر گیا تھا۔ پوری بات بتا کر اس نے دادا کو تسلی دی اور کامیابی کی دُعا کا کہہ کر کال بند کر دی تھی۔ مگر بہت دور اُس لال حویلی میں بیٹھے اُس بوڑھے آدمی کی تسلی کیسے ممکن تھی۔ جب اُس کے بچے ہی محفوظ نہ تھے۔ ابراہیم الہیٰ کو اپنا آپ لاچار محسوس ہوا تھا۔ ایک دم اُن کا سانس بگڑا تھا اور پھر سانس آنا مشکل سا ہوا تھا۔ انہوں نے بیڈ کے پاس پڑی چھوٹی میز کے اوپر اپنے لرزتے ہاتھ سے کچھ تلاش کیا مگر انہیں اپنی مطلوبہ چیز نہ ملی۔ ان کے ہاتھوں سے دوسری چیزوں کے ساتھ میز پہ پڑی سعدان اور شفاء کی فریم ہوئی تصویر نیچے گری اور ٹوٹ کے کرچی کرچی ہو گئی۔ انہوں نے بمشکل دراز کھولا اور اس میں سے ڈھونڈ کر ان ہیلر نکال کر استعمال کیا۔ اب ان کا سانس پہلے کی نسبت بحال ہونا شروع ہو چکا تھا۔ اُسی دراز میں سے انہوں نے دوائی کا پتا نکالا اور ایک گولی نکال کر زبان کے نیچے رکھی۔ اور آنکھیں بند کر کے واپس لیٹ گئے اب نیند آنا کہاں ممکن تھی۔ انہوں نے موبائل کی روشنی گُل کر کے وقت دیکھا فجر ہونے میں تھوڑا وقت ہی باقی تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سعدان نے صبح اٹھ کر سب سے پہلے تہجد کے ساتھ حاجت کے نوافل ادا کئے اور اپنے گھر والوں کے لئے دُعا کرنے لگا مگر اپنے پیاروں کے لئے دُعا کرتے کرتے شاید وہ اپنے پیاروں کے پیارے کے لئے دعا کرنا بھول گیا تھا۔۔۔ سعدان الہیٰ اپنے لئے دُعا کرنا تو بھول ہی گیا تھا۔۔۔

بس آج کا دن تھا پھر سب ٹھیک ہو جانا تھا مجرم کو سزا مل جانی تھی اور حق دار کو اس کا حق مل جانا تھا۔ اُس نے دل میں سوچا۔

وہ ڈرائیو کر کے کورٹ کی طرف جا رہا تھا۔ جب جیب میں موجود اِس کا موبائل وائیبریٹ ہوا۔ اِس نے جلدی میں نمبر دیکھے بغیر ہی کال ریسیو کی۔

"اسلام و علیکم! سعدان سپیکنگ۔۔۔"

"تمہیں کہا تھا نا ہمارے راستے میں مت آؤ اور اپنے کام سے کام رکھو۔۔۔ مگر نہیں تم آج کل کے بچے بھی نا بہت جزباتی ہوتے ہو۔ تم لوگوں کو جزبات میں آ کر اپنے پیروں پہ خود کلہاڑی مارنے کا بہت شوق ہوتا ہے نا تو بھگتو۔۔۔ اب تمام نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ "

اتنی بات کہہ کر فون بند کر دیا گیا تھا۔

سعدان جان چکا تھا یہ فون کس کی طرف سے کروائی گئی ہے۔ اِس کی چھٹی حِس اِس کو مسلسل اشارے دے رہی تھی مگر اِس نے کمزور نہیں پڑنا تھا۔ اس نے حقدار کو اُس کا حق دلوانا تھا۔ اِس نے قیامت کے دِن اللہ کو منہ دِکھانا تھا۔ جب اللہ اس سے پوچھتا کہ تمہیں لوگوں کو انصاف دلانے کا موقع دیا گیا۔ کیا تم نے سب کو انصاف دلایا؟ تو یہ کیا کہتا۔۔۔

فون بند ہوتے ہی اپنے دوسرے نمبر سے اس نے عزیز نیازی کو نمبر ملایا۔ اس نمبر سے وہ ٹریس نہیں ہو سکتا تھا۔ عزیز نیازی سے خیریت دریافت کر اُسے تسلی ہوئی تھی۔ اُس نے عزیز نیازی کو تمام صورتحال بتا کر فون بند کیا اور سامنے سڑک پہ دیکھتا دل ہی دل میں دراب شاہ سے مخاطب ہوا۔

"اور ایک گھنٹہ سلطان دُراب شاہ صِرف ایک گھنٹہ۔۔۔ پھر تمھاری ساری کالی کرتوتوں کی سزا تمہیں مل جائے گی اب دیکھتا ہوں تم کیسے بچتے ہو۔۔۔ "

Safa ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

کچہری کے سامنے گاڑی روکتے اس کے قدم من بھر کے ہوئے تھے۔ دل میں اس نے اللہ کا نام لیا اور آگے کی طرف قدم بڑھایا۔ اسے اپنا آپ کوشش کے باوجود بھی ایک عجیب کشمکش کی لپیٹ میں محسوس ہوا تھا۔ اپنے ذہن کو ان الجھنوں سے آزاد کرتے اس نے زبان پہ اللہ کا ذکر شروع کیا۔

ابھی اس نے قدم آگے بڑھائے ہی تھے کہ ایک بزرگ اس سے ٹکرا کر زمین بوس ہوا۔ وہ اپنی الجھنوں میں اُس آدمی کو آتا دیکھ نہ سکا تھا۔

"معاف کریئے گا بابا جی' میں آپ کو دیکھ نہ سکا۔ آپ کو چوٹ تو نہیں لگی؟۔۔۔ "

زمین پہ گری اُس بزرگ کی چیزیں اٹھاتا وہ گویا ہوا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا۔ اس میں تمہاری غلطی نہیں ہے۔ میں بھی تمہیں دیکھ نہ سکا۔ "

وہ بزرگ اس کے ہاتھ سے چیزیں پکڑتے بولے۔ "بیٹا اگر تمہیں زَحمَت نہ ہو تو کیا تم مجھے سہارا دے کر سڑک کے اس پار تھوڑا سا آگے چھوڑ دو گے۔ میری کمزور ٹانگوں سے اب چلا نہیں جائے گا۔"

اُس آدم نے کچہری سے تھوڑا سا دور قدرِ سنسان مقام کی طرف اشارہ کیا۔

"ارے کیوں نہیں بابا جی آپ میرے دادا کی عمر کے ہیں آپ کے کام آ کر مجھے خوشی ہو گی۔ چلیں آئیں چیزیں مجھے پکڑائیں میں چھوڑ آتا ہوں۔۔۔۔"

وہ مسکرا کر اس بزرگ کو سہارا دیتے کچہری سے دور سڑک کے پار قدرِ سنسان مقام کی طرف آیا۔

مقام پہ پہنچ کر سعدان نے اس بزرگ کو چیزیں پکڑائیں۔ اُسے بزرگ کی شکل پہ ایک عجیب تاثر محسوس ہوا تھا اگلے پل وہ بزرگ اس سے چیزیں پکڑتے تیز تیز قدم اُٹھاتے وہاں سے چلتا بنا۔ اب وہ بزرگ کہیں سے بھی پہلے جیسا نہ لگ رہا تھا۔ سعدان کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔

اِس سے پہلے کہ وہ وہاں سے ہٹتا۔ اچانک ہی فضہ میں ایک فائر کی آواز گونجی تھی۔ پرندے پھر پھرا کر شور مچاتے اپنے گھونسلوں سے اُڑے تھے تو کچھ گھونسلوں کی طرف اڑے تھے۔

سعدان کے قدم ایک دم لڑکھڑائے۔ کوئی گرم لوہے کی سلاخ تھی جو سعدان کو اپنا سینہ چیرتی محسوس ہوئی تھی۔ تکلیف کی شدت سے اس کا ذہن کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے مفلوج ہوا تھا۔ اُس نے اپنے سینے پہ رکھا ہاتھ اُٹھا کر آنکھوں کے سامنے کیا جس پہ خون ہی خون تھا۔ وہ فائلز جو کیس کے سلسلے میں اس کے ہاتھ میں موجود تھیں۔ وہ زمین بوس ہو چکی تھیں۔ ایک اور فائر کی آواز گونجی تھی اور پھر ایک اور۔۔۔ اور پھر اُن فائلوں کے ساتھ ہی سعدان بھی زمین پہ ڈھیر ہو گیا تھا۔ کسی نے اس کے پاس پڑی فائلوں کو اٹھایا تھا اور اسے زوردار ٹھوکر لگا کر وہاں سے بھاگ گیا۔ ماحول میں ٹائر چرچرانے کی آواز آئی تھی جس کے ساتھ ہی ایک گاڑی فل سپیڈ سے اس کے بے جان وجود کے پاس سے گزری تھی۔

وہ جان چکا تھا۔ وہ ٹریپ کیا گیا تھا۔ اسے سازش کے تحت ایک سنسان جگہ کی طرف لایا گیا تھا۔ جہاں آسانی سے اِسے مارا جا سکے۔

ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری لگنے والی گولیوں نے اِس کا وجود چھلنی کر دیا تھا اِس کے اعصاب مفلوج ہو چکے تھے۔

اس کی سفید شرٹ اور کالا کوٹ خون سے آلود ہو چکے تھے۔ زمین بوس ہوتے ہوئے بھی اس کی زُبان سے ذکرِ الٰہی نہ ہٹا تھا اور اِس کی بند ہوتی آنکھوں میں اس کی بہن کا ہنستا مسکراتا چہرہ آبسا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اپنے آپ کو جگانے کی کوشش کی تھی۔ مگر سب بے سود تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے داد کا چہرہ آیا جو ان دونوں بہن بھائیوں کو پیار کرتے اپنے ساتھ لگا رہے تھے۔

اس نے اپنی بہن کی حِفاظَت کرنی تھی مگر وہ ختم ہو رہا تھا۔ وہ جا رہا تھا۔ ہمیشہ کے لئے۔۔۔ اپنے سب پیاروں کو چھوڑ کر۔۔۔ بہت دور، کہیں بہت دور۔۔۔ بہت پر سکون جگہ پر۔۔۔ کبھی واپس نہ آنے کے لئے۔۔۔

تھوڑی دیر میں ہی وہاں لوگوں کا جمِ غفیر لگ چکا تھا۔ سعد ان کو گولیاں لگتے بہت سے لوگوں نے دیکھا تھا مگر اتنی ہمت کِسی میں نہ تھی کہ سامنے آسکتا۔ اور کسی کو مرنے سے بچا سکتا۔۔۔

"افسوس کہ ہماری عوام جُرم ہوتا دیکھ کر تو اندھی اور خاموش ہو جاتی ہے اور کبھی بھی سامنے نہیں آتی۔۔۔ مگر جُرم ہونے کے بعد۔۔۔ جرم ہونے کے بعد سب افسوس کرنے آجاتے ہیں۔ انصاف کے متوالے بن کر آجاتے ہیں، یا یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ چسکے لینے آجاتے ہیں۔۔۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بھائی!۔۔۔"

ایک عجیب سے خواب نے اُسے ہڑبڑا کے اُٹھنے پہ مجبور کیا تھا۔ جب وہ اُٹھی تو ناہموار سانسوں کے ہمراہ اِس کا پورا وجود پسینے میں شرابور تھا، اور آنکھوں سے متواتر آنسو بہہ رہے تھے۔

"شفاء!۔۔۔ کیا ہوا شفاء، تم رو کیوں رہی ہو؟۔۔۔"

امایہ اِسے یوں روتے دیکھ کر ایک دم پریشان ہو کر اُس کے پاس چلی آئی جبکہ امایہ کو دیکھ کر شفاء کے رونے میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"مایا۔۔۔ میں نے۔۔۔ بہت عجیب اور۔۔۔ اور۔۔۔ اور بُڑا خواب دیکھا ہے، بہت عجیب۔۔۔ میں نے دیکھا کہ۔۔۔ سعدان بھائی۔" وہ ہچکیوں کے دوران اپنا خواب بتانے ہی والی تھی کہ امایہ نے وہیں روک دیا۔

"کوئی بات نہیں شفاء' چُپ ہو جاؤ۔۔۔ اپنے بُرے یا عجیب خواب کبھی کسی کو نہیں بتانے چاہیئے۔ میرے استاد کہتے تھے خواب آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہوتے ہیں۔ اِن کو جس رُخ میں دوسروں کے سامنے پیش کیا جائے' تعبیر بھی ویسے ہی سامنے آتی ہے۔ اِسی لئے ہمارا دین کہتا ہے اپنے خواب صرف اُسی کے سامنے پیش کرو جو اس کی تعبیر کا علم رکھتا ہو۔۔۔ جہاں تک بات رہی سعدان بھائی کی تو یہ خواب تمہاری فضول سوچوں اور وہموں کا نتیجہ ہے۔ نہ تم فضول سوچو اور نہ تمہیں فضول خواب آئیں۔"

امایہ نے اپنے ہاتھ کا دباؤ اس کے ہاتھ پہ بڑھا کر اُسے حوصلہ دیا تھا اور ساتھ میں بہت خوبصورتی سے اپنا عندیہ بھی اُسے سمجھایا لیکن شفاء کے تفکر میں زرا بھی فرق نہ آیا۔ نجانے کیا چیز تھی جو شفاء کو سکون نہیں لینے دے رہی تھی۔ جو ہر چیز سے لاعلم ہونے باوجود آنکھوں سے آنسو متواتر گرتے جا رہے تھے۔

"کیا ہو گیا ہے شفاء؟۔۔۔ یہ صرف ایک خواب ہی تو تھا سب ٹھیک ہے' ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو بات ہوئی ہے ڈیڈی کی سعدان بھائی سے تم فضول میں اپنا اور میرا خون خشک کر رہی ہو۔" اب کہ امایہ نے اُسے سختی سے جھڑکا مگر مقابل پہ کوئی خاص اثر نہ ہوا۔

"شفاء قابو رکھو اپنے آپ پہ کیا ہو گیا ہے یار؟ چلو اٹھو!۔۔۔ تھوڑی دیر جا کر آرام کرو۔ تم رات بھی صحیح سے نہیں سوئی تھی اور صبح بھی جلدی اٹھ گئی ہو۔ چلو۔۔۔"

شفاء کی حالت دیکھ کر امایہ بھی تفکر میں مبتلا ہوئی۔ شفاء کو آرام کا کہہ کر وہ خود کچن میں اِس کے لئے کچھ کھانے کے لئے لینے چلے گئی۔

"حسین باہر کی تمام صورتحال تمہارے حوالے۔ ہم پیچھے کے راستے سے گھر کے اندر داخل ہوں گے۔ ہر چیز کے بارے میں ہم تمہیں ساتھ ساتھ انفارم کرتے جائیں گے۔ تم سب کو باہر ریڈی رکھنا جیسے ہی میں سگنل دوں۔ تم پلان کے مطابق کاروائی کرو گے۔"

حسین کو سمجھانے کے بعد وہ باقی سب کی جانب پلٹا تھا۔

"خیال رہے کہ ہماری جانب سے پیش رفت میں پہل نہیں ہونی چاہیئے۔ ہماری فوقیت اِسی بات پہ ہو گی کہ آپریشن امن کے ساتھ مکمل ہو دوسری پارٹی سرنڈر کر کے گھر خالی کر دے۔ لیکن اگر دوسری جانب سے ہم پہ کوئی وار کیا گیا جو کہ انہوں نے کرنا ہے تو ہم بھی جوابی کاروائی کریں گے۔"

وہ کوئی دس بار ایک ہی بات سب کو دُہرا چکا تھا۔ حسین کو بتانے کے بعد اِس نے پھر سے سب کو سمجھایا تھا اور اب سب کو ہی بار بار ایک ہی بات سُن کے اُکتاہٹ محسوس ہوئی تھی۔ شایان کا نمبر ملاتے ہوئے اِس نے سب کے چہروں پہ چھائی بیزاری کو صاف محسوس کیا تھا مگر کوئی خاص توجہ دینا ضروری نہ سمجھا۔

"ہاں شانی اور کتنی دیر؟۔۔۔" دوسری طرف سے کال رسیور ہوتے ہی رسانیت سے بولا۔

"بس بھائی میڈیا کی ٹیم اُدھر پہنچنے ہی والی ہو گی وہ کب کے نکل چکے ہیں۔"

"ہاں آ گئی۔۔۔ اللہ نگہبان!۔۔۔"

سامنے سے آتی ڈی۔ایس۔این۔جی وین کو دیکھ کر اِس نے رابطہ منقطع کیا۔

کال منقطع کرتے ہی اُس نے اپنے ساتھیوں کو سگنل دیا اور زیرِ لب اللہُ اکبر کہہ کر اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

باہر سے حسین اور باقی پولیس کے افراد نے چاروں اطراف سے گھر کو گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ حسین نے باہر سب کچھ سنبھال رکھا تھا مگر اندر سے وہ ہادی کے کیلیئے کافی فکر مند تھا۔ ایک دم سے فائرنگ کی آوازیں آنا شروع ہوئی تھیں جو پھر مسلسل بڑھتی گئی تھیں۔

ایک دم سے زوردَار آواز آئی تھی۔

"جی تو ناظرین ہمیشہ کی طرح اِس بار بھی

ہمارا نیوز چینل سب سے پہلے آپ کو یہ خبر پہنچاتا چلے کہ گرین ٹاؤن کے ایک رہائشی علاقے میں قبضہ مافیہ کے کچھ مسلحہ افراد نے ناجائز طور پر ایک گھر پہ قبضہ کر رکھا تھا۔ پولیس کو اطلاع ملتے ہی یہاں چھاپہ مارا گیا ہے۔ پولیس کا کہنا ہے یہاں اور بھی کئی قسِم کے غیر قانونی کام کئے جا رہے ہیں یہ مسلح افراد اور بھی کئی قسم کے غیر قانونی کاموں اور اسٹریٹ کرائم جیسے جرائم میں ملوث رہ چکے ہیں۔"

"ناظرین ہم آپ کو تازہ ترین اپڈیٹس دیتے چلیں کہ اب یہاں پہ ایک خطرناک قسم کا پولیس مقابلہ شروع ہو چکا ہے اور جس حساب سے اسلحے کا اِستِعمال کیا جا رہا ہے اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دوسری جانب بھی کوئی معمولی گروہ نہیں ہے۔"

نیوز کا نمائندہ اپنے نیوز چینل کو سراہتے ہوئے حالات کی سنگینی کے بارے میں مطلع کئے جا رہا تھا۔ اس بات سے بے خبر مقابلے میں ملوث تمام اہلکاروں کے گھر والے ٹی وی کے آگے بیٹھے اپنے اپنے گھروں کے چراغوں کے لئے کتنے فکر مند ہو چکے تھے۔

ایک دم سے زوردار آواز آئی تھی ٹی۔وی پہ نظر آتی سکرین بھی ایسا لگتا تھا جیسے ہِل سی گئی ہو۔ آواز کی شدت سے وہ نمائندہ بھی اپنے آپ کو گرنے سے محفوظ نہ رکھ سکا تھا۔ آسمان کی طرف بہت تیز روشنی اُٹھی تھی ساتھ ہی دھواں ہی دھواں پھیلنا شروع ہوا تھا۔ دھوئیں کے باعث حالات کی سنگینی کا اندازہ لگانا مشکل ہوا تھا۔ آیا کہ یہ کر کیر حملہ تھا یا کچھ اور۔۔۔۔

"جی ناظرین جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ آسمان کی جانب ہر جگہ دھواں ہی دھواں اُٹھتا نظر آ رہا ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک کر یکر دھماکا تھا جو پولیس کی گاڑی پہ کرایا گیا تھا، جس کا مطلب ہے کہ یہ مسلح افراد پہلے سے ہی پولیس کی آمد سے واقف تھے اور ان کا نشانہ ایس۔پی اور اُن کے ساتھی اہلکار تھے۔"

ساتھ ہی کیمرے کا رُخ سامنے سے آتی مزید گاڑیوں کی طرف ہوا تھا۔

"جی تو ہم بتاتے چلیں کہ پولیس کی مزید بھاری نفری یہاں پہنچ چکی ہے اور گھر کے اندر جانے کی کوششیں جاری ہیں، ایسے حالات میں ہم صرف دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ اِس مُلک کے محافظوں کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھے۔"

"آمین!۔۔۔جی فیصل آپ اپنا بہت بہت خیال رکھیں اور ہمارے ساتھ لائن پہ موجود رہیں۔۔۔ٹی-وی پہ نظر آتی نیوز اینکر نے اب اپنا رخ سکرین کی جانب کیا تھا۔ جی ناظرین ہم آپ کو تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کر رہے تھے اور مزید کرتے رہیں گے مگر یہاں وقت ہوا ہے ایک بریک کا لیتے ہیں ایک بریک۔"

نیوز اینکر بول رہی تھی اور وہ سب سُن رہے تھے بلکہ سُننے کے ساتھ ساتھ سُن بھی ہو رہے تھے۔

"میں کہتی تھی ناں آپ کو مت جانے دیں اِسے سروس میں مگر آپ میری سُنتے ہی کہاں تھے۔ ہمارے پرانے زخم ابھی تک نہیں بھرے کہ۔۔۔ وہ کچھ کہتے کہتے چُپ ہوئی تھیں۔

"میرا ایک ایک بچہ ہے۔ سلیمان صاحب اب وہ بھی پتا نہیں کس حال میں ہو گا۔ پتا کریں اُس کا۔"

عافیہ بیگم کا رُو رُو کے بُرا حال تھا۔ حالت تو سلیمان صاحب کی بھی ایسی ہی تھی مگر وہ اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھے۔

ہدیٰ الگ اپنے آنسوؤں پہ بند باندھنے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی۔ ان کے لئے یہ سب کچھ نیا نہیں تھا مگر وہ ابھی تک خود کو اس سب کا عادی نہ بنا سکے تھے۔ ایسی خبر ہر بار اُن کو پہلے سے زیادہ متفکر کرتی تھی۔

"بابا بھائی کا موبائل بند آ رہا ہے۔"

ہُدیٰ بار بار ہادی کا نمبر ٹرائی کر رہی تھی جو مسلسل بند آ رہا تھا۔

"لاؤ میں حسین کو ڈائل کرتا ہوں۔"

سلیمان صاحب نے ہدیٰ سے موبائل لیتے حسین کو ڈائل کیا۔

"اِس کا بھی موبائل بند جا رہا ہے۔"

شایان کو فون کر کے پُوچھتا ہوں وہ صحیح صورت حال جانتا ہو گا ٹی وی پہ تو کچھ صحیح سے بتاتے بھی نہیں۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

زمان مصطفیٰ کے گھر کی جانب آؤ تو یہاں شایان کی جبریل سے الگ کلاس لگی ہوئی تھی، سب ہی ہادی کیلئے پریشان تھے۔ وہ ہادی کو بہت سمجھاتا تھا مگر وہ کسی کی نہیں سنتا تھا اِس معاملے میں وہ ہمیشہ کوئی نا کوئی دلیل دے کر چُپ کرا دیتا تھا۔

زمان صاحب اور باقی بھائی الگ ہادی کے لئے دعائے خیر میں لگے ہوئے تھے، سب ہی اِس کے لئے پریشان تھے۔

"تم مجھے بتا نہیں سکتے تھے ہادی ایم۔این-اے کے بیٹے کے خلاف پولیس مقابلہ کرنے والا ہے۔"

جبریل بھی کب سے ہادی کا نمبر ٹرائی کر رہا تھا جو مسلسل آف تھا۔ اُس نے غصے میں موبائل صوفے پہ پھینکتے جارِحانہ انداز میں شایان کو کہا۔

"بھائی یقین کریں میں خود انجان تھا یہ تو مجھے ابھی کال آئی اور پتا چلا کہ اُس گھر پر ایم۔این۔اے بختیار شاہ کے بیٹے کا قبضہ تھا۔"

شایان الگ پریشان اور شرمندہ نظر آ رہا تھا اُس کو بھی ہادی اتنا ہی پیارا تھا جتنا سب کو اور شایان کا تو اُس سے دُہرا رشتہ بھی تھا۔

"اب تمہاری شرمندگی سے کیا ہو گا؟۔۔۔ تم بتا دیتے تو شاید میں اُسے اس کیس سے پیچھے ہو جانے پہ مجبور کر لیتا۔"

"شایان کہنا چاہتا تھا کہ بھائی اللہ کی زات کے سِوا کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو اُن کو اپنے فیصلے سے پیچھے ہٹا دے، مگر صورتحال دیکھ کر وہ کہہ نا سکا۔"

جبریل کی الگ جان نکل رہی تھی اور جان نکلتی بھی کیسے نہ اِس کا جان سے عزیز دوست اور بھائی پتا نہیں اِس وقت کس حالت میں تھا کوئی رابطہ بھی نہیں ہو پا رہا تھا اور نیوز کے مطابق حملہ بھی اُسی پہ ہوا تھا، سب کی زُبان پہ ایک ہی دعا تھی کہ وہ اور اُس کی ٹیم سب خیر سے ہو۔

اکثر لوگ اپنے پیاروں کیلئے دُعا کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے پیاروں کے ساتھ دوسروں کے پیارے بھی ہیں جو اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر آپ کی جان کی حفاظت کر رہے ہیں، تو جب اپنے پیاروں کی دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھائیں تو ساتھ میں دوسروں کے پیاروں کیلئے بھی دُعا کر دیا کریں یقین جانئے اس میں آپ کے پیسے بالکل نہیں لگیں گے، مگر کیا پتا اللہ کس کی دُعا سے کس کے نصیب کھول دے اسی لیے دُعا کرتے رہا کریں یہ مفت تحفہ ہوتا ہے جو کسی کو بھی، کسج بھی وقت دیا جا سکتا ہے۔

شایان کا موبائل بجا تھا۔ اُس نے نکال کے دیکھا تو سلیمان صاحب کا فون تھا۔ اُس نے پریشانی سے جبریل کی جانب دیکھا۔

جس نے اسے اصل صورتحال بتانے سے منع کر کے تسلی دینے کو کہا۔

امایہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ خبر وہ شفاء کو کیسے پہنچائے کہ شفاء کی سعدان کی طرف پریشانی غلط نہیں تھی، وہ اُس کا وہم نہیں تھا۔ ابھی ابھی عزیز نیازی کا فون آیا تھا۔ جس میں سعدان کی موت کی اطلاع دی گئی تھی۔

امایہ پریشان تھی کہ کیسے بتائے مگر بتانا تو تھا اور یہ ہمت کسی اور کو نہیں اِسی کو کرنی تھی۔

شفاء کھڑکی سے سر ٹکائے باہر دیکھتے ہوئے اپنی سوچوں میں گُم تھی۔ اُس کے شفاف چہرے پر کچھ نہ جانتے ہوئے بھی عجیب سا ملال اور پریشانی تھی، شاید اسی کو خون کی کِشش کہتے ہیں۔ جس میں سات سمندر پار لوگوں کو بھی آپس میں جوڑ کر رکھنے کی طاقت ہوتی ہے۔

"شفاء!۔۔۔"

امایہ نے اُس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے بہت ہمت سے متوجہ کیا تھا۔

"ہوں؟۔۔۔"وہ چونکی

"شفاء جو کچھ میں تمہیں کہنے جا رہی ہوں وہ تمہیں بہت حوصلے سے سننا ہو گا۔"اُس نے تمہید باندھی۔

"کیا بات ہے مایا تمہاری باتوں سے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

شفاء اِس کی تمہید باندھنے کے انداز پہ اُلجھ سی گئی۔

امایہ نے اپنے خشک ہونٹوں پہ زُبان پھیر کر انہیں تر کرنے کی کوشش کی۔

"شفاء ہمیں ابھی اور اسی وقت گاؤں کے لیے نکلنا ہے۔وہ۔۔۔۔سعد د۔۔۔وہ۔۔۔سعد ان بھائی کا مرڈر ہو گیا ہے۔"

کہتے ہی اُس نے رُکی ہوئی سانس بحال کی۔اُس کی آنکھوں سے کب کے رُکے آنسوؤں نے بند توڑ کے گرنا شروع کیا تھا۔امایہ کا کوئی بھائی نہ تھا۔وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی اور ماں بھی پیدا کرتے ہی اسے تنہا کر کے خود دُنیا کی زندگی سے آزاد ہو کے جا چکی تھی مگر سعد ان کو دیکھ کر اسے ہمیشہ ایک بھائی کا احساس ہوتا تھا سعد ان نے اسے بھی ہمیشہ چھوٹی بہنوں کی طرح سمجھا تھا اور ہمیشہ مل کے سر پہ پیار دے کے بھائی کی شفقت کا احساس دلایا تھا۔

جبکہ اس کی بات سن کر شفاء کے کانوں میں جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا تھا۔اُس نے ایک دم امایہ سے اپنے ہاتھ چھڑوائے اور اُسے پڑے دھکیلا۔

"کیا بکواس ہے مایا۔۔۔مجھے ایسا مذاق قطعی نہیں پسند اور یہ تم جانتی ہو۔"

"شفاء یہ مذاق نہیں ہے یہی سچ ہے۔ بھائی اب ہم میں نہیں رہے۔"

یہ کہتے ہوئے امایہ کے رونے میں اور بھی روانی آگئی تھی۔

"کہہ دو کہ۔۔ کک۔۔۔ کہ ت۔۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔" کہتے کہتے وہ زمین پہ گرتی چلے گئی تھی۔

اُس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی، امایہ کو اُس پہ ترس آرہا تھا مگر وہ مجبور تھی۔

"کاش کہ یہ واقعی ایک مذاق ہی ہوتا۔"

شفاء کو سمبھالنا امایہ کے لیے بہت مشکل تھا۔

"اٹھو ہمیں گاؤں جانا ہے۔" کچھ لمحے تک جب شفاء نے کوئی حرکت نہ کی اور ایسے ہی بیٹھی رہی تو امایہ نے اسے بڑی طرح جنجھوڑا۔

شفاء کے پاؤوں کے نیچے سے زمین کھسک چکی تھی اُس کے اعصاب شل ہو چکے تھے۔

اُس کے کانوں میں امایہ کا کہا ہوا جملہ گونج رہا تھا اور زبان پہ بے تاثر انداز میں ایک ہی بات رواں تھی۔

"بھائی چلے گئے، وہ مجھے چھوڑ کے چلے گئے۔۔۔ وہ اپنی شفاء کو چھوڑ کے چلے گئے۔۔۔"

وہ رونا چاہتی تھی مگر رُو نہیں پا رہی تھی، وہ چیخنا چاہتی تھی مگر چیخ نہیں پا رہی تھی، وہ سب کچھ تہس نہس کر دینا چاہتی تھی مگر خود میں ہمت نہیں پا رہی تھی۔

امایہ نے کب اُس کا بیگ پیک کیا اُس کو کپڑے بدلنے کا کہا وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ اُس کے ذہن میں جیسے کوئی فلم چل رہی تھی۔

"شفاء!۔۔۔"

"شفاء!۔۔۔"

سعدان آفیس سے آکر مسلسل اِسے پکارے جارہا تھا۔ وہ جو کچن میں کام کر رہی تھی زچ ہو کر باہر کو آئی۔

"اوہو بھائی کیا مسئلہ ہو گیا ہے جو چیخی جارہے ہو؟۔۔۔" کچن سے نکلتے اُس نے ہاتھ میں سالن والا چمچہ ایسے ہی پکڑ رکھا تھا۔

"اِسے رکھ کر اِدھر آؤ اور یہ دیکھو میں تمہارے لئے کیا لایا ہوں۔" اُس نے مخملی ڈبہ شفاء کے آگے کیا تھا۔ سالن والا چمچہ ایک طرف رکھ کر شفاء نے اُسے احتیاط سے کھولا۔ وہ گولڈ کی ایک باریک سی چین تھی جس میں نازک سا گول لاکٹ لٹک رہا تھا جو نہایت ہی نفیس لگ رہا تھا۔

"واؤ!۔۔۔ بھائی اِٹس جسٹ بیوٹیفُل!۔۔۔ مگر نہ تو آج میرا برتھ ڈے ہے نہ ہی رزلٹ۔۔۔ پھر یہ عنایت کس خوشی میں؟۔۔۔"

"کیونکہ آج مجھے میری پہلی تنخواہ ملی ہے۔ اور یہ میں اپنی بہن کے لئے اپنی فرسٹ سیلری سے لایا ہوں۔" شفاء کے کنفیوژ سے چہرے پہ سعدان کی بات سے ایک دلکش مسکراہٹ در آئی تھی، جس پہ سعدان نے شفاء کو بری محبت سے اپنے ساتھ لگایا اور اس کے گردن میں پہنی چین کی تعریف کرنے لگا۔

امایہ نے شفاء کو گاڑی میں بیٹھنے کا کہا تھا مگر وہ تو کہیں اور ہی گُم تھی۔

"شفاء بیٹا ہاسٹل میں اپنا بہت خیال رکھنا کوئی بھی کام ہو مجھے فوراً فون کیا کرنا۔ اور اگر دل نہ لگے تو مجھے فوراً بتا دینا میں تمہیں ہاسٹل سے واپس گھر لے جاؤں گا۔" یہ شفاء کا ہاسٹل میں پہلا دن تھا۔ اور اُس کے نروس چہرے کو دیکھ کر سعدان فوراً سے اِسے واپس لے جانے کا بہانا ملا تھا۔

"اللہ کا نام لیں بھائی۔۔۔" اُس نے نروس پن چھپاتے ہوئے کوفت سے ماتھا پیٹا۔

"اللہ اللہ کر کے تو دادا جان سے پرمیشن ملی ہے اور آپ ابھی سے واپسی کی باتیں کر لیں۔"

عزیز نیازی کی گاڑی اب گاؤں کے جانب رواں تھی۔

"شفاء میں کوشش کروں گا کہ تمہیں جلدی لینے آؤں۔ پھر ہم دونوں بہن بھائی مل کر دادا جان کو سرپرائز دیں گے۔"

"شفاء یار اٹھو نا پلیز۔۔۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے یار کباب فرائی کر دو ساتھ میں چائے بھی بنا دو پلیز میری پیاری سی بہن نہیں۔۔ اُٹھ جاؤ نا!۔۔۔" وہ اس کے سر پہ کھڑا اسے زور زور سے ہلا کے جگا رہا تھا۔

"بھائی یہ کونسا وقت ہے کھانے کا رات کے تین بج رہے ہیں مجھے سونے دیں۔"

شفاء نے رضائی واپس منہ پہ لیتے بدمزا ہو کر کہا۔

"یار پلیز بنا دو نا مجھے بھوک لگی ہے کل بہت ضروری کیس کی ہیرنگ ہے۔ میں نے ابھی کیس مزید سٹڈی کرنا ہے۔"

اس کے بار بار کہنے ہی چار و ناچار اُسے منہ بنا کر اٹھنا ہی پڑا تھا۔

عزیز نیازی پیچھے بیٹھی شفاء کو تسلی دینے کی کوشش کر رہے تھے، مگر اس کا انداز بے تاثر اور سپاٹ تھا۔ اُس کی حسیات جیسے مفلوج ہو چکی تھیں۔

"شفاء اپنا بہت خیال رکھنا بِلا ضرورت کہیں مت جانا۔"

گاڑی اب ان کے گاؤں کی حدود میں داخل ہو رہی تھی۔ شفاء نے سامنے باغ کی جانب دیکھا جہاں اِس کا پورا بچپن گزرا تھا۔

سعدان چھوٹی سی شفاء کا ہاتھ تھامے باغ میں لئے اِسے گھوم رہا تھا، وہ دونوں ساتھ ساتھ کچھ گُنگُنا بھی رہے تھے۔

ہم پھول ہیں، اِس چمن کے۔

ہم خوشبو ہیں، ان پھولوں کی۔

ہم جگنو جیسے چمکتے ہیں۔

ہم بارش جیسے برستے ہیں۔

اِس نے ساکت نظروں سے نظروں سے اوجھل ہوتے باغ کی جانب دیکھا۔ سعدان اِس کو بہت دور جاتے نظر آیا تھا۔ بہت دور، جہاں سے واپسی ناممکن تھی۔

گاڑی ابراہیم الٰہی کی لال حویلی کے آگے ایک جھٹکے سے رُکی تھی۔

"شفاء ہم دادا جان کو اِس بار ایک دم سے گاؤں آ کے سرپرائز دیں گے۔" حویلی میں قدم رکھتے یہ فقرہ ایک بار پھر اِس کے کانوں میں گونجا تھا۔

آہ سرپرائز۔۔۔ یہ سرپرائز ہی تو دیا تھا سعدان نے۔۔۔ اور وہ بھی ایسا جو دادا جان اور شفاء کبھی نہ بھولنے والے تھے۔ یہ ایسا سرپرائز تھا جو شفاء کی مسکان اور حویلی کی رونقیں دونوں اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔

اس کو دیکھ کر گاؤں کی عورتیں اس کے پاس آئیں تھیں اور آگے بڑھ بڑھ کر اس کو گلے لگا کر پیار کر رہی تھیں، کوئی اسے دلاسہ دے رہا تھا تو کوئی اسے جھنجوڑ کر ہوش دلا رہا تھا، مگر وہ تو بس اپنے بھائی کے پاس بیٹھی اُس کے بے جان وجود کو دیکھے جا رہی تھی۔

وہ چاہتی تھی وہ اپنے بھائی کو پکڑے اُس کے ہاتھوں کو چومے جن ہاتھوں کو پکڑ کے اُس نے چلنا سیکھا تھا۔ بچے ماں باپ کی گود میں پروان چڑتے ہیں۔ وہ اپنے بھائی اور دادا کی گود میں کھیلی اور بڑی ہوئی تھی، وہ ان ہاتھوں کو پکڑنا چاہتی تھی مگر ہمت نہیں پا رہی تھی۔ وہ اپنے بھائی کو اِس میٹھی نیند سے جگانا چاہتی تھی مگر جگا نہیں پا رہی تھی۔ اور جگاتی بھی تو کیسے وہ تو اب ابدی نیند سو چکا تھا، ہمیشہ کے لئے وہاں چلا گیا تھا جہاں پہ سعدان جیسے لوگوں کے لئے اللہ نے سکون ہی سکون رکھا ہے۔

وہ سعدان کے چہرے کو دیکھتے جیسے پھر سے کہیں کھو سی گئی تھی۔

"شفاء' شفاء!۔۔۔ پلیز میرے کپڑے پریس کر دو مجھے لیٹ ہو رہی ہے۔" سعدان اپنے کپڑے پکڑے شفاء کے ترلے لے رہا تھا مگر مقابل پہ فرق ہی نہ پڑ رہا تھا۔ وہ آرام سے صوفے پہ بیٹھی ریموٹ پکڑے ٹی۔وی پہ چینلز بدل رہی تھی۔

"دادا جان' پلیز اس سے آپ ہی کہیں نا یہ کپڑے پریس کر دے۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"کیا ہے بھائی میں نہیں کر رہی خود ہی کرو۔"

"یار پلیز کر دو نا پلیز۔۔۔ پلیز۔۔۔ پلیز۔۔۔ آتے ہوئے پکا تمہاری فیورٹ والی آئس کریم لیتے ہوئے آؤنگا۔" آئسکریم کی لالچ پہ اُس نے نا چاہتے ہوئے بھی کپڑے پکڑے اور کمرے کی جانب چلے گئی، مگر جاتے جاتے وہ سنائی کرنا نہ بھولی تھی۔

"دادا جان جلدی سے شادی کرائیں اپنے پوتے کی۔ تنگ آ گئی ہوں میں اِن کے کاموں سے، جلدی سے بیوی لائیں ان کی تاکہ میری تو جان چھوٹے۔"

اور اب چُھوٹ گئی تھی شفاء کی جان۔۔۔ اس کے ہر کام سے، کوئی بتاتا تو صحیح کہ اِس بہن کو اپنے بھائی سے ترلے کرانا کتنا پسند تھا۔ وہ تو جان بوجھ کر ایسا کرتی تھی۔ وہ سعدان کو اُٹھا کر کہنا چاہتی تھی کہ اُٹھو مجھے کام دو میں کروں، مگر اب سعدان کوئی کام نہیں دینے والا تھا۔ وہ اس کو اپنے کاموں سے ہمیشہ کی چُھٹی دے کر جا چکا تھا۔ کسی نے شفاء کو بازوؤں سے تھام کر زور سے جھنجھوڑا تھا۔

"شفاء ہوش کرو۔ آخری بار اپنے بھائی کو دیکھ لو پھر یہ چہرہ کبھی نہیں دِکھے گا، جا رہا ہے وہ بہت دور، کبھی واپس نہ آنے کے لئے غور سے دیکھ لو اِس چہرے کو اور ہمیشہ کے لئے اپنی یادوں میں قید کر لو۔۔۔"

"کچھ آدمی آگے آئے تھے تاکہ میت کو لے جا سکیں۔ ایسے میں شفاء کو جیسے امایہ کی بات نے ہوش دلایا تھا۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں، کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا میرے بھائی کو، کوئی نہیں جگائے گا اِن کو۔" وہ پاس کھڑے آدمیوں کو کہتی عورتوں کی جانب پلٹی تھی۔

"اور آپ لوگ۔۔۔ کیوں شور کر رہی ہیں ایسے؟۔۔۔ دیکھ نہیں رہے بھائی سو رہا ہے۔ وہ کتنے دن کا تھکا ہوا اب جا کر سکون کی نیند سویا ہے۔ آپ لوگوں کی آوازیں اُس کی نیند میں خلل پیدا کریں گی۔ سونے دیں اُسے اُس کی نیند خراب نہ کریں۔"

وہ سب کو اونچی آواز میں خبر دار کرتی اپنی جگہ سے اُٹھی تھی۔ اُسے سنبھالنا مشکل سے مشکل تر ہو گیا تھا۔ عزیز نیازی کے اشارے پہ لوگ آگے بڑھے تھے۔ ایسے میں آس پڑوس کی عورتیں بھی آگے بڑھ کر امایہ کے ساتھ شفاء کو سنبھالنے کی کوششیں کر رہی تھیں۔ اُس کی چیخیں ہر کسی کا دِل چِیر رہی تھیں۔

ہر کوئی ان بہن بھائیوں کی محبت سے واقف تھا ان کے درمیان دوستی اور محبت کی مثالیں ہر کوئی دیتا تھا۔ مگر کون جانتا تھا کے اِس محبت کی عمر اتنی چھوٹی سی ہو گی۔

کچھ لوگ آگے آئے تھے اور کلمہَ شہادت کی صدا بلند کرتے سعد ان کو لے گئے تھے اُس کی اُس آرام گاہ کی جانب جہاں اُس نے تا قیامت رہنا تھا۔

جبکہ شفاء اپنے بھائی کو جاتے دیکھ کر روتے روتے ہی امایہ کے بازوؤں میں جھول گئی تھی۔

خوش قسمتی سے دھماکے سے کوئی جانی نقصان نہ ہوا تھا، مگر نیوز چینلز کو کچھ بتایا نہیں گیا تھا اِس لئے سب کو غلط فہمی تھی کے ایس۔ پی اور اُس کی کچھ نفری دھماکے کے دوران موقع پہ موجود تھی۔ مقابلے کے درمیان ہادی کو بھی بہت سی چوٹیں آئیں تھیں، مگر صد شُکر کہ اُس کی ٹیم کے باقی سب افراد کی طرح اُس کو بھی صرف چھوٹی موٹی چوٹیں ہی آئیں تھیں اور سب ہی بڑے نقصان سے محفوظ رہے تھے۔ اُس کے بازو پہ ایک گولی لگی تھی اور ایک گولی اُس کی گردن کو چھو کہ گزری تھی جس نے اُس کی گردن کا تھوڑا سا گوشت چِیر کر رکھ دیا تھا۔

ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

ہادی نے گھر میں سب کو اپنی خیریت کی اطلاع پہنچادی تھی مگر اپنے زخموں کا کسی کو نہیں بتایا تھا۔ پولیس موبائل کی کچھ گاڑیاں مکمل طور پہ تباہ ہو چکی تھیں۔ جنہیں میڈیا پہ چلا چلا کر ہوا بنانا پولیس کی کی خود کی سازشوں میں سے ایک تھا مگر اس خبر نے سب کے گھر والوں کو بہت پریشان کر دیا تھا۔

اِس کا قبضہ مافیہ کے خلاف آپریشن کامیاب گیا تھا۔ جس سے اِس کی ترقی کے چانسس بڑھ گئے تھے، اِس کی چوٹوں اور محنت کو دیکھ کر اِس کو تین دن کا ریلیف دیا گیا تھا۔ اِس کی واپسی رات کے تین سے چار بجے کے قریب ہوئی تھی۔ اِس کا خیال تھا سب سو چکے ہوں گے مگر جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا۔ عافیہ بیگم کی ابتر حالت دیکھ کر اِسے ماحول کی سنجیدگی کا بخُوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ اِس نے سب کو جا کر گلے لگا کر اپنی خیریت کا بتایا اور صرف گردن کا زخم دکھا کر تسلی دی۔ بازو پہ لگنے والی گولی وہ جان بوجھ کر گول کر گیا تھا۔ حالات کو دیکھتے ہوئے فی الحال اِس نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی تھی چونکہ عافیہ بیگم اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے اپنے رونے کا پروگرام ملتوی کر کے کمرے میں جا چکی تھیں۔

سب کے چلے جانے کے بَعد اِس نے بھی اپنے کمرے کا رخ کیا۔ اپنے کمرے میں آ کر اِس نے جیکٹ اتاری اور بستر پہ بڑے دھیان سے لیٹ گیا وہ بہت تھک چکا تھا۔ اِس کو اِس وقت گرم چائے کی طلب تھی مگر کسی کو کہنا نہیں چاہ رہا تھا، آگے ہی اُس کی وجہ سے سب پریشان رہے تھے۔ اتنے میں ہی دروازہ کھٹکا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یس۔"

ہدیٰ گرم ہلدی والے دودھ اور دوائی کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ کھٹکنے کی آواز پہ ہادی نے نامحسوس سے انداز میں اپنے بازو پہ چادر ڈالی تھی۔

"ارے یار اِس کی کیا ضرورت تھی میں ٹھیک تھا۔" وہ تکان زدہ آواز میں بولا۔

" نظر آرہا ہے مجھے کتنے ٹھیک ہیں آپ۔"

ہدیٰ کی آواز بھی اِس کی آنکھوں کے ساتھ بھیگی ہوئی تھی، ساتھ ہی اُس نے اُٹھ کے اِس کے بازو سے چادر ہٹائی۔

"کیوں چھپایا آپ نے ہم سے یہ؟۔۔۔ "

"یہ تمہیں کیسے پتہ چلا؟۔۔۔"وہ حیران ہوا۔اِس بات کی خبر تو میڈیا کو بھی نہیں ہوئی تھی۔

"میں دیکھ سکتی تھی کہ آپ کو سب سے گلے ملتے ہوئے کیسے بازو پہ تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔ہم اپنے ہیں آپ کے ایٹ لیسٹ ہم سے تو اپنی تکلیف بانٹ سکتے ہیں نا آپ۔۔۔" وہ گلہ کر رہی تھی۔ جس پہ ہادی لاجواب ہوا تھا۔اس وقت اسے ہدیٰ پہ بہت پیار آیا تھا۔جو اِس کی دوست بھی تھی، اس کی ہم راز بھی، اِس کو سمجھتی بھی تھی، اور اِس کی ہر ضرورت کا خیال بھی رکھتی تھی، اور پھر ایسی ہی تو ہوتی ہیں نا بہنیں۔۔۔

مگر نجانے کیسا ملال تھا جو ہادی ہر وقت ہدیٰ کی آنکھوں میں دیکھتا تھا، محسوس کرتا تھا۔ مگر پوچھنا اِس نے کبھی مناسب نہیں سمجھا شاید اِس کی غلط فہمی ہی ہو۔ اگر کچھ ہوتا تو ہدیٰ اپنے بھائی کو تو لازماً بتاتی۔ آخر وہ اس کا ہم راز تھا اس کا دوست۔۔۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سعدان کو گئے آج تین دن گزر چکے تھے۔ ملنے ملانے والے آتے افسوس کرتے اور چلے جاتے۔ ہر آنکھ اتنی جواں موت پہ اشکبار تھی۔ سعدان اپنے گاؤں والوں کے لئے بہت کام کرتا تھا۔ وکیل بن کر اُس نے ان لوگوں کے بہت سے کام جو کب سے لٹکے ہوئے تھے آسانی سے حل کرا دیئے تھے۔ سب کو ہی اِس کی موت کا بہت دکھ تھا مگر جانے والوں کے ساتھ جایا تو نہیں جاتا۔ آہستہ آہستہ سب ہی اپنے روزمرہ کے معمول پہ آ گئے تھے۔

اگر کسی کو فرق پڑا تھا تو وہ تھے شفاء الٰہی اور اِبُراہِیم الٰہی۔۔۔اِبُراہِیم الٰہی تین دن میں ہی بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔ ان کی حالت تھی کہ سنبھل ہی نہ رہی تھی وہ دِل کے مریض تھے۔ان کو سعد ان کی موت کا بہت گہرا صدمہ تھا اوپر سے شفاء کی خاموشی ان کا دل چیر رہی تھی۔ سعد ان کے جانے سے پہلے اُس کا شفاء کے لئے فکر مند ہونا انہیں اندر سے ہلا گیا تھا۔ وہ ایسے حالات اور اس عمر میں اس کا کیسے خیال رکھ سکتے تھے۔

دوسری جانب شفاء تھی جس کی تو گویا دُنیا ہی بدل گئی تھی۔ اپنے جان سے پیارے بھائی کے جانے کے بعد وہ تو جیسے نہ زندہ تھی نہ مردہ، شفاء کو جب سے ہوش آیا تھا' اُس نے چُپ سادھ رکھی تھی، نہ کھاتی تھی نہ پیتی تھی بس ایک کونے میں بیٹھی رہتی۔ بہت سے لوگوں نے کوشش کی کہ اُس کے آنسو ہی نکل آئیں مگر اُس کا سکتہ تھا کہ ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

ایسے میں امایہ ہی تھی جس نے سب کچھ سنبھالا ہوا تھا مگر آخر کب تک۔۔۔ آج اُس نے بھی واپس چلی جانا تھا۔ کالج کی چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں اور بہت دن بھی ضائع ہو چکے تھے۔ وہ جانا تو نہیں چاہتی تھی مگر آب و ہوا کے باعث عزیز نیازی طبعیت خراب ہونے کی وجہ سے جانا ضروری تھا مگر جانے سے پہلے امایہ اُس کا سکتہ ضرور توڑنا چاہتی تھی۔

"شفاء ہوش کرو کیا ہو گیا ہے تمہیں؟۔۔۔ تم کیوں کُفر کر رہی ہو؟۔۔۔ وہ اللہ کی چیز تھی اللہ نے لے لی، تم ایسے کر کے اللہ سے کیوں اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہی ہو۔" شفاء نے ساکت نظروں سے امایہ کی جانب دیکھا۔

"وہ بھائی تھا میرا۔ میرے اور دادا کی کُل کائنات تھا۔"

"یہ کس قسم کی ناراضگی ہے شفاء' اور کس سے ہے۔ وہ انسان جو مرا ہے تم سے پہلے اُس پہ اللہ کا حق تھا۔ اُس کو تمہارے لئے بھیجا بھی اللہ نے ہی تھا اور واپس بھی اللہ نے ہی بلایا ہے۔ اور اب تم کیا چاہتی ہو۔ سعد ان بھائی، چلے گئے تو دادا جان بھی چلیں جائیں؟۔۔۔" الفاظ کی سفاکی پر شفاء نے تڑپ کے امایہ کو دیکھا تھا۔

"حالت دیکھی ہے تم نے دادا جان کی؟۔۔۔تین دن سے وہ کس حال میں ہیں کیا تم جانتی ہو؟۔۔۔سعدان بھائی کا دکھ کیا کم ہے جو تم ایسی حالت بنا کر اُن کو مزید پریشان کر رہی ہو؟۔۔۔"

ضرب کاری تھی مگر احساس دلانے کے لئے ضروری تھی۔ امایہ نے جان بوجھ کے ان سفاک الفاظ کا اِستعمال کیا تھا۔ وہ جانتی تھی لوہا گرم ہے اگر ابھی سنبھل گئی تو سنبھل گئی ورنہ ساری زندگی کا پچھتاوا رہ جائے گا۔

"اگر تم نے ایسا ہی رویہ رکھا ناں شفاء تو کچھ پتا نہیں کہ وہ بھی سعدان بھائی کی طرح تمہارا ساتھ چھوڑ دیں۔"

"بس کر دو مایا۔۔۔بس کر دو۔۔۔کیا بولے جا رہی ہو؟۔۔۔اللہ کے لئے چُپ ہو جاؤ، مت بولو ایسے۔"

شفاء اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھے زور سے چیخی تھی۔ اُس کا سکتہ ٹوٹا تھا اور اُس کی آنکھوں کے راستے سے آنسوؤں نے ابل ابل کر اپنا راستہ بنایا تھا، اسے ہوش آیا تھا اور اب وہ اپنے نقصان پہ جتنے آنسو بہاتی کم تھے۔ لیکن امایہ اُس کو مکمل طور پر جگانا چاہتی تھی اُس سے شفاء کی حالت دیکھی تو نہیں جا رہی تھی مگر وہ اِس کو دادا جان کا احساس دلانا چاہتی تھی۔۔۔اللہ سے غفلت برتنے کا احساس دِلانا چاہتی تھی۔ شفاء نے سعدان کی وفات کے بعد سے نماز اور قرآن کسی چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا اور اللہ سے ناراض ہونے والے اور شکوہ کرنے والے ہم حقیر سے انسان آخر ہوتے کون ہیں۔ جب وہ پروردگار ہی اپنے گناہ گار بندے سے ناراض نہیں ہوتا اُس سے شکوہ نہیں کرتا اُس کو بھوکا نہیں سونے دیتا۔ تو ہماری اوقات ہی کیا ہے جو ہم اُس سے ناراضگی کا اظہار کریں۔ نجانے ایسا کرتے ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر وہ رب ہم سے ناراض ہو گیا تو ہمارا کیا ہو گا؟۔۔۔

اُس نے سر جھٹکتے شفاء کی جانب دیکھا جو ٹانگوں کے گرد بازو کا گھیر اڈالے اپنا سر بیڈ کراؤن سے لگائے زار و قطار رونے میں مصروف تھی۔

"شفاء یہ غلط ہے میری جان بہت غلط۔۔۔ اُٹھو نہاؤ، وضو کرو اور صبر کرو۔۔۔ نماز اور قرآن سے مدد مانگو۔ بے شک اللہ کے ہر کام میں اُس کی مصلحت و حِکمت پوشیدہ ہے۔۔۔۔ تمہیں یوں صبر نہیں آرہا تو نماز میں اس کو تلاش کرو، اس کے ذکر میں صبر کو تلاش کرو مگر یوں اپنے ساتھ اور سعدان بھائی کی روح کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔۔۔ اللہ نے عورَت ذات کو چیخنے اور آواز کے ساتھ رونے سے منع فرمایا ہے تم ایسے رو کر نا صرف دین سے پیچھے ہٹ رہی ہو بلکہ دادا جان اور سعدان بھائی کی روح کو بھی تکلیف پہنچا رہی ہو۔ اٹھو شاباش وضو کرو اور بھائی کے لیے تسبیح کرو کیونکہ اب اُن کو اصل تحفہ دینے کا وقت ہے، وہ تحفہ جن کی اُنہیں سب سے زیادہ ضرورت ہے اور وہ تحفہ اللہ کا ذکر جو اُن کو سکون اور راحت پہنچائے گا۔ تم اتنے دنوں سے اللہ سے غافل رہی ہو اب اس غفلت کو چھوڑو اور اللہ سے اپنے اور دادا جان کے لئے صبر مانگو اور بھائی کے لئے بخشش اور راحت۔۔۔"

اس نے شفاء کے بال سہلاتے اُسے بہت پیار سے سمجھایا تھا۔ جس پہ شفاء سر ہاں میں ہلاتے وہاں سے اُٹھ گئی۔

شفاء نماز پڑھ کے فارغ ہوئی ہی تھی جب امایہ اُس سے جانے سے پہلے ملنے آئی تھی۔

"اب اُٹھو اور دادا جان کے پاس جاؤ ان کو تمہاری ضرورت ہے اور تمہیں اُن کی۔۔۔ ان کے پاس جا کر انہیں ہمت دو اور انہیں بتاؤ کہ وہ اکیلے نہیں ہیں تم ہو اُن کے پاس۔ وہ بہت بیمار ہیں شفاء' اِن کو جا کر اپنے ہونے کا احساس دلاؤ۔ اُن کی اپنی طرف سے پریشانی کو ختم کرو۔ اور ہاں ان کے سامنے رونا دھونا ہرگز مت، اُن کی حالت کافی خراب ہے۔ اتنے دن سے میں پروفیسرز سے پوچھ پوچھ کر اُن کی میڈیکیشن کر رہی تھی مگر اب تم ایک بیٹی کے ساتھ ساتھ میڈیکل اسٹوڈنٹ ہونے کا بھی حق نبھاؤ۔"

کسی چھوٹے بچے کی طرح شفاء کو سمجھا کر اور دادا جان سے پیار لے کر وہ واپس لاہور کے لیے روانہ ہو گئی تھی۔ اور پیچھے شفاء بالکل اکیلی رہ گئی تھی۔۔۔

اِبُراہیم الٰہی کے پاس اُن کے دور کے رشتے دار آئے تھے۔ ایسے حالات میں سارا وقت امایہ کے علاوہ وہی رہے تھے دادا جان کے پاس، جبکہ اِس مشکل وقت میں جس کو اُن کو پاس ہونا چاہیئے تھا وہ اُن کا غم بھلائے اپنا غم منانے میں مصروف تھی۔

"بڑے صاحب جی! آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔ کہہ رہا ہے لاہور سے ہوں سعدان صاحب کا جاننے والا۔" زیبو نے آ کر نڈھال سے اِبُراہیم الٰہی کو اطلاع دی۔ اِبُراہیم صاحب نے مہمان کو مردان خانے میں بیٹھانے کا حکم دیا اور خود زمان مصطفیٰ کے سہارے چلتے مردان خانے میں چلے آئے۔

"سلام، مجھے سلطان دُراب شاہ کہتے ہیں۔"

ابراہیم الٰہی کو آتا دیکھ کر مہمان اپنی جگہ سے اُٹھا اور ہاتھ ملاتے اِبُراہیم الٰہی کو جانچتی نظروں سے دیکھا۔ اس نام پہ اِبُراہیم الٰہی چونکے تھے مگر جلد ہی اپنے تاثرات قابو کر گئے۔

"میں آخری دنوں میں سعدان کے بہت قریب رہا ہوں۔" اِبُراہیم صاحب جانتے تھے یہ قریب کونسا قریب ہے مگر کچھ کہہ نہ سکتے تھے اسی لئے خاموش رہے۔ اگر وہ کچھ کہتے بھی تو کیا کہتے۔۔۔ اُن کے سامنے اُن کی نسل کا قاتل بیٹھا تھا مگر ان کے ناتواں جِسَم میں اتنی طاقت نہ رہی تھی کہ اب وہ اپنے واحد رشتے اپنی بیٹی کو بھی اِس بھیڑئے کا شکار ہوتے دیکھتے اس لئے انہوں نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔ اور اپنے چہرے کے تاثرات کو ہر ممکن حد تک کنٹرول کئے بیٹھے رہے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

سعدان کیلئے فاتحہ پڑھنے اور مغفرت کی دعا کے بَعد وہ جانے کے لئے اٹھا تھا اور جاتے جاتے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک گیا تھا۔ "سعدان نے بتایا تھا اُس کی ایک بہن بھی ہے۔۔۔ شفاء نام ہے ناں اُس کا۔۔۔ آپ اگر اُس کو بھی بُلا لیتے تو اچھا ہوتا میں اُس سے بھی تعزیت کر لیتا ورنہ لاہور میں تو ملاقات ہو ہی جائے گی۔" اُس نے اٹھتے ہوئے ایک صور تھا جو اِبراہیم الہیٰ کے کانوں میں پھونکا تھا اور وہ بچارے اُس کے جانے کے بعد وہی پہ ڈھے گئے تھے۔

ابراہیم صاحب کو لگا تھا وہ اب شفاء کی حفاظت نہ کر سکیں گے۔ جس چیز کا سعدان کو خوف تھا وہی ہو رہا تھا۔

دراب شاہ کے جانے کے بعد وہ وہیں صوفے پہ گِر سے گئے تھے۔ زمان مصطفیٰ نے بہت مشکل سے اُن کو سنبھالا تھا۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آیا تھا ایک دم ابراہیم الہیٰ کو ہوا کیا ہے۔ وہ بس روتے ہوئے ایک ہی بات دہرائے جا رہے تھے۔

"میں اپنی شفاء کی حفاظت کیسے کروں گا سعدان؟۔۔۔ کیسے؟۔۔۔ اتنی بڑی ذمہ داری تم مجھ اکیلے کے سر پہ ڈال کے کیسے جا سکتے ہو؟۔۔۔"

"انکل کیا بات ہے مجھے بتائیں تو سہی شاید میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔" زمان مصطفیٰ انہیں سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے مگر ابراہیم الہیٰ سن ہی کہاں رہے تھے وہ تو بس اپنی ہی بولی جا رہے تھے۔

" سعدان، میرے بچے کیوں چھوڑ گئے تم ہمیں۔۔۔ کیوں یہ بوجھ مجھ کمزور پہ ڈال گئے؟۔۔۔ مجھ میں اور دُکھ سہنے کی ہمت نہیں بچی سعدان۔۔۔ میں بوڑھا بندا کیسے بچاؤں اپنی بچی کو اِن درندوں سے؟۔۔۔"

وہ رو رو کر سعدان کو پکار رہے تھے۔ ساتھ میں ان کی آنکھوں سے اشک بہے جا رہے تھے۔ اب انہیں کون بتاتا کہ اُن کا سعدان اُن کا بازو اُن کا خون واپس آنے والا نہیں تھا، کیونکہ جانے والے کب واپس آیا کرتے ہیں۔۔۔ زمان صاحب چاہ کر بھی اُن کے دُکھ کو کم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔

سلطان دُراب شاہ کے جانے کے بَعد اِبرا ہِیم الہیٰ کی حالت مزید بگڑ گئی تھی، شفاء کے لئے بھائی کے بَعد اب دادا کی یہ حالت دیکھ کر اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو چلا تھا، اُس نے دادا جان کو دوائی دے کر سُلایا، اپنی محدود میڈیکل کی تعلیم کے مطابق جتنا ہو سکتا تھا وہ کر رہی تھی اور ساتھ میں اپنے کچھ ٹیچرز کے ساتھ بھی وہ مکمل رابطے میں تھی۔ ہسپتال ان کی حویلی سے بہت دور تھا اور ابراہیم الہیٰ ہاسپٹل جانے کیلئے راضی بھی نہ تھے۔ انہیں ہسپتال کے نام سے ہی خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اور خوف تو شفاء کو بھی محسوس ہو رہا تھا، اور یہاں مستقبل قریب کی بننے والی ایک ڈاکٹر اپنے احساسات کو نا چاہتے ہوئے بھی مریض پہ فوقیت دے گئی تھی۔ شفاء سلطان دُراب شاہ کے کیس سے یکسر غافل تھی اور اُس کو غافل رکھا بھی گیا تھا۔ اس لئے وہ اس سب کی اصل وجہ سے لاعلم تھی۔ اور سعد ان کے بعد اب ابراہیم الہیٰ بھی اِسے ہر چیز سے لاعلم ہی رکھنا چاہتے تھے۔

دادا جان کے سونے کے بعد وہ زمان مصطفیٰ کو آرام کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ عشاء کا وقت تھا اُس نے وضو کیا اور نماز کی نیت باندھی۔

"اے اللہ ہماری خوش حال زندگی کو کس کی نظر لگ گئی ہے؟۔۔۔ بھائی کے بَعد اب دادا کی ایسی حالت ہے میں کیا کروں؟۔۔۔ مجھ میں مزید نقصان برداشت کرنے کی طاقت نہیں رہی، سب سے پہلے میرے والدین اور اُس کے بَعد بھائی۔۔۔ میں کیا کروں میرے اللہ؟ کیسے سنبھالوں خود کو یا دادا جان کو؟۔۔۔ مجھ سے تو اپنا دکھ نہیں سنبھلتا اُس پہ دادا جان کی حالت اور اُن کا دُکھ۔۔۔ اللہ تعالیٰ آپ جانتے ہیں نا بھائی میرے لیے کیا تھے؟۔۔۔ اُن کے بغیر ہم کیسے سروائیو کریں۔۔۔ ہمارے گھر کی تو بنیاد تھا وہ شخص جو ہمیں یوں تنہا چھوڑ کے چلا گیا۔ اب اُس کے جانے کے بعد اللہ جی' ہم ہل چکے ہیں ہمارے گھر کی بنیاد ہل چکی ہے۔ ہم سے ایک دوسرے کو سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے اللہ۔۔۔ ہمیں مزید آزمائش میں مت ڈالنا۔ ہم میں تو ابھی تک کوشش کے باوجود چاہ کر بھی صبر نہیں آ رہا۔۔۔ اللہ ہمیں صبر عطا

کر دے۔۔وہ سلام پھیرنے کے بَعد اللہ کے حضور رو رو کر دعا کر رہی تھی اور نا چاہتے ہوئے بھی شکوے اُس کی زبان پہ آ رہے تھے۔

"اللہ جی آپ دادا کو مجھ سے مت لینا میں اکیلی رہ گئی ہوں، صرف دادا جاں ہیں میرے پاس ان کو صحت دے دیں ان کو ٹھیک کر دیں میرا وہی واحد رشتہ ہیں۔ یا اللہ مجھ سے میرا واحد رشتہ نہ چھینیں، میرے واحد رشتے کو مجھ سے دور نہ کریں، میرے دادا کو صحت عطا کر دیں۔ یا اللہ آپ عطا کرنے والے ہیں آپ عطا کر دیں تو کوئی چھین نہیں سکتا، اور اگر آپ چھین لیں تو کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ یا اللہ آپ میرے واحد رشتے کو میرے جینے کا سہارا بنا دیں۔۔۔یا اللہ!۔۔۔ جس طرح آپ دن کو رات میں اور رات کو دن میں بدلتے ہیں، اسی طرح ہماری مشکلات کو آسانیوں میں، بیماریوں کو تندرستی میں، نفرتوں کو محبتوں میں اور غم کو خوشی میں بدل دیں۔ یا اللہ ہمارے غم کو صبر میں بدل دیں۔ ہمیں صبر عطا کر دیں۔۔۔مجھے اتنی ہمت عطا کر دیں کہ میں اپنے دادا کو سنبھال سکوں۔ اِن کے سامنے اپنے آپ کو مضبوط ثابت کر سکوں اللہ جی مجھے ہمت دیں۔۔۔"

وہ دعا کر رہی تھی ساتھ ساتھ اللہ کے حضور گر گراہ کر رو رہی تھی۔

"میرے بھائی کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیں۔ اُن سے ہونے والی غلطیوں اور کبیرہ صغیرہ گناہوں کو معاف کر دیں۔ بے شک آپ بہت رحم کرنے والے رحیم و کریم ہیں۔ اے اللہ آپ اپنے نبیؐ کی امت کو معاف کر دیں، اے اللہ ہم انسان ہیں اور انسان تو گناہوں کا پُتلا ہوتا ہے نا اور آپ تو اللہ ہیں نا اللہ تعالیٰ ہم سب کے مالک و خالق، آپ تو ہمارے گناہوں کو معاف کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے ہیں ناں، تو ہمیں بھی معاف کر دیں، ہماری پریشانیاں ختم کر دیں، یا اللہ مجھ پہ رحم کریں مجھے عطا کر دیں یا اللہ مجھے عطا کر دیں۔"

اُس کے کمرے کے باہر سے گزرتے زمان مصطفیٰ کے قدم پل بھر کے لئے وہیں جم سے گئے تھے۔اِس معصوم کو یوں رو رو کر دُعا مانگتا دیکھ کے ان کی اپنی آنکھیں بھی بھر آئیں تھیں۔وہ اِسے یوں دُعا مانگتا دیکھ کر کہیں بہت پیچھے چلے گئے تھے۔

وہ اٹھارہ سالہ جبریل مصطفیٰ تھا۔ جس کو اپنی ماں سے بچھڑے ابھی دو دن ہی گزرے تھے اور وہ اپنے نومولود چھوٹے سے بھائی کو گود میں اُٹھائے فیڈر پلانے اور سُلانے میں مصروف تھا۔اُس بھائی کو جس کا ابھی تک نام رکھنے کا خیال بھی کسی کو نہ آیا تھا، جس کا باپ اپنے دکھ میں اُس ننھے پھول کو مکمل بھول چکا تھا جسے اُس کی بیوی جانے سے پہلے اپنے شوہر کی تحویل میں دے کر گئی تھی مگر وہ باپ اپنے دکھ اور تکلیف میں اپنی سب اولادوں کو فراموش کر چکا، یاد تھا تو صرف اتنا کہ اُس کی شریکِ حیات اُسے تنہا چھوڑ کے جا چکی تھی۔ایسے میں عافیہ یا جبریل ہی تھے جو گھر کو سنبھالے ہوئے تھے۔عافیہ کے بہت کہنے کے باوجود بھی جبریل نے اپنے چھوٹے بھائی کو اُن کے پاس سلیمان ولا نہ جانے دیا تھا اور ساری رات جاگ کر اُسے سنبھالتا ساتھ باقی گھر والوں کا بھی خیال رکھتا وہ اٹھارہ سالہ لڑکا دو دن میں ہی بہت بڑا ہو گیا تھا اور اس وقت وہ اٹھارہ سالہ جبریل مصطفیٰ اپنے سب بھائیوں کو کھانا کھلا کر سُلا کر اپنے کمرے میں جا کر جائے نماز بچھائے اللہ سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔اپنی بیوی کی وفات کے بعد وہ پہلی دفعہ تھا جب زمان مصطفیٰ کو کھونے والے کے بجائے بچ جانے والوں کی فکر ہوئی تھی۔اُن کے بیٹے کی دعاؤں نے زمان مصطفیٰ کے ضمیر کو جیسے جھنجوڑ ڈالا تھا۔اُن کے قدم خود بخود اندر کی جانب بڑھے تھے اپنے بیٹے کے بالکل سامنے وہ دوزانوں ہو کر بیٹھے اور اُسے اپنے سینے سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دئے۔اچھا خاصا رو لینے کے بعد انہوں نے بستر پہ سوئے اپنے چھوٹے سے بیٹے کو بازوؤں میں اٹھایا تھا۔منہ میں چوسنی لئے وہ بچہ کچی نیند میں کسمسایا تھا۔اُسے دیکھ کر بے اختیار زمان مصطفیٰ کے دل کو کچھ ہوا۔ انہوں نے فوراً اپنے بیٹے کو سینے میں بھینچ لیا۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

شفاء کو بھی یوں روتا دیکھ کر اُن کا دل کیا تھا وہ اندر جائیں اِس بچی کے سر پہ ہاتھ رکھیں۔ اُسے حوصلہ دیں مگر وہ چاہ کر بھی ایسا نہ کر سکے اور وہاں سے ہٹ گئے۔

خوب رونے اور گر گراہ کر دعا مانگنے کے بَعد اُسے اپنا آپ کافی ہلکا محسوس ہوا تھا۔ تِین دن سے اُس نے نہ کوئی نماز پڑھی تھی اور نہ ہی عشاء کے بَعد اپنے معمول کے مطابق سورتوں کی تلاوت کی تھی، اِس نے کچھ سوچتے ہوئے سورۃ ملک کھولی اور پڑھنے لگی۔

حضرت انس (رضی اللہ) سے روایت ہے کے نبی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا :

" قرآن الکریم میں ایک سورۃ ہے جو اپنے قاری کے بارے میں جھگڑا کرے گی یہاں تک کہ یہ جنت میں داخل کرا دے گی اور یہی سورۃ سورۃ ملک ہے۔"

ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے حضرت سیدینا عبد اللہ بن مسود فرماتے ہیں کہ :

"جب بندہ قبر میں جائے گا تو عذاب اِس کے قدموں کے جانب سے آئے گا تو اِس کے قدم کہیں گے کہ تیرے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ رات میں سورۃ ملک پڑھا کرتا تھا، پھر عذاب اِس کے پیٹ اور سینے سے آئے گا وہ بھی کہیں گے تیرے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں کہ یہ رات میں سورۃ ملک پڑھا کرتا تھا پھر عذاب اِس کے سر کی جانب سے آئے گا تو وہ بھی یہی کہے گا کے تیرے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں۔"

سورۃ ملک کی تلاوت کے بعد اِس نے سعد ان کی روح کے لئے سکون کی اور ایصالِ ثواب کی دعا کی اور پھر کھلی فضا میں سانس لینے وہ باہر صحن میں نکل آئی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اِس کی آنکھوں میں پھر سے آنسو آ چلے تھے جو اُس نے اپنے ہاتھ کی پُشت سے صاف کئے۔ اسے اپنے بھائی کی روح کو اذیت نہیں دینی تھی۔ اُس نے اللہ کی ناشکری نہیں کرنی تھی اُس نے صبر کرنا تھا۔ بس صبر۔۔۔

" زمان بیٹا' میرا ایک کام کرو گے ؟۔۔۔ سعدان کے بعد ایک تم ہی ہو جس پہ میں اس معاملے میں بھروسہ کر سکتا ہوں۔ کیا تم مجھ بوڑھے پہ ایک احسان کر دو گے ؟۔۔۔ "

زمان مصطفیٰ ابراہیم الہیٰ کے پاس بیٹھے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے یٰس پڑھ کر قرآن پاک اونچی جگہ پہ رکھا۔ وہ ابھی واپس آ کر بیٹھے ہی تھے جب اِبراہیم الہیٰ کی آواز اُن کی سماعت سے ٹکرائی۔

اِبراہیم الہیٰ اور زمان مصطفیٰ کی آپس میں دور کی مگر بہت قریبی رشتہ داری تھی۔ ابراہیم الہیٰ جب بھی زمان صاحب کے گاؤں جایا کرتے۔ سلیمان اور زمان اِن کے پاس اپنی اپنی کتابیں لا کر اِن کے پاس پڑھا کرتے تھے۔ زمان مصطفیٰ کو بچپن میں اِبراہیم صاحب سے بہت پیار ملا تھا۔ ان دونوں کے والد کی آپس میں گہری دوستی تھی مگر اس دوستی میں ادب ہمیشہ پہلا قرینہ رہا تھا۔ ابراہیم الہیٰ زمان مصطفیٰ کے والد سے عمر میں بڑے تھے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ ان کی عزت واحترام کو مکرم رکھتے۔ زمان اور سلیمان شہر جا چکے تھے جب اُنہیں ایک حادثے میں ابراہیم الہیٰ کے بچوں کا انتقال کی خبر ملی تھی۔ اُس دن وہ پہلی بار ابراہیم الہیٰ سے ملنے اس حویلی آئے تھے جب سعدان تقریباً حدید جتنا تھا اور شفاء وہ تو بہت ہی چھوٹی تھی۔ اس واقعے کے بعد ابراہیم الہیٰ نے سب سے اپنا ملنا جلنا تقریباً ختم کر دیا تھا اور بچوں کی دیکھ بھال میں لگ گئے تھے مگر فون پہ کبھی کبھی ان کی بات ہو جاتی تھی۔ ابراہیم الہی کے خاندان میں زیادہ کوئی تو بچا نہ تھا اور اگر کوئی تھا بھی تو کسی نے ابراہیم الہیٰ سے رابطہ نہ رکھا تھا صرف زمان مصطفیٰ ہی تھے جو باقاعدگی سے ہر تھوڑے دن بعد اِن کا حال احوال پوچھ لیتے تھے شاید یہی وجہ تھی کہ ابراہیم الہی کو جب سعدان کی موت کی خبر ملی انہوں نے

سب سے پہلے زمان مصطفیٰ سے رابطہ کر کے انہیں اپنے پاس بلایا تھا۔ اور اب ناچاہتے ہوئے بھی وہ زمان مصطفیٰ سے وہ سب کہہ چکے تھے جو اپنی زندگی کی آخری چیز کسی سے کہتے۔ زمان مصطفیٰ پہلے اُن کی ایک دم بگڑتی حالت اور اب اُن کی بات پہ پریشان سے ہوئے تھے۔

"آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں؟۔۔۔ آپ کو تو چاہیئے آپ مجھے حکم دیں۔ آپ میرے لئے اباجی کا مقام رکھتے ہیں۔ ایسے کہہ کر مجھے شرمندہ تو نہ کریں۔ "

زمان مصطفیٰ کی بات پہ ابراہیم الٰہی کو حوصلہ ملا تھا۔ انہیں کوئی چاہیئے تھا جسے وہ اپنا دُکھ بتا سکیں اور زمان مصطفیٰ سے بہتر انہیں کوئی نہ لگا تھا۔

"میری شفاء۔۔۔ وہ محفوظ نہیں ہے زمان۔۔۔ وہ لوگ میری شفاء کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔۔۔ نہیں چھوڑیں گے وہ اُسے۔۔۔ وہ میری شفاء کو بھی تباہ کر دیں گے اور پھر مار کے پھینک دیں گے جیسے انہوں نے میرے سعدی کے ساتھ کیا۔۔۔ "

اپنی بات کہتے وہ پھوٹ پھوٹ کے رَو دیئے تھے، جبکہ زمان مصطفیٰ پریشان سے ہو گئے تھے۔

"کیا بات کر رہے ہیں آپ، میں سمجھ نہیں پا رہا، کِن کی بات کر رہے ہیں آپ؟۔۔۔ کس نے مارا ہے سعدان کو؟ کیا آپ جانتے ہیں اُنہیں اور شفاء؟۔۔۔ اُسے کس چیز کا خطرہ ہے؟ مجھے کُھل کے سب بتائیں۔۔۔" وہ مضطرب سے ہوئے۔

"سلطان دُراب شاہ۔۔۔ اُسی نے مارا ہے میرے سعدان کو، وہ شفاء کے پیچھے بھی پڑا ہے۔ وہ جاتے جاتے مجھے اشارہ بھی دے کر گیا ہے۔ وہ مار دے گا میری شفاء کو وہ نہیں چھوڑے گا۔ سعدان کو اِسی چیز کی فکر تھی اور آج یہی ہو رہا۔

وہ شفاء کو میرے آسرے پہ چھوڑ کر چلا گیا میں کیسے کروں اُس کی حفاظت زمان' کیسے کروں؟۔۔۔وہ لوگ بہت ظالم ہیں وہ چھوٹی چھوٹی بچیوں تک پہ رحم نہیں کرتے زمان وہ میری شفاء کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔۔۔میری بچی بہت معصوم ہے زمان وہ کچھ بھی نہیں جانتی۔اپنے آخری وقت میں بھی سعدان کو صرف شفاء ہی کی فکر تھی۔اور جس چیز کا ڈر اُسے تھا آج وہی ہو رہا اور میں کچھ بھی نہیں کر پا رہا۔"

ساری صورتحال کو جان کر زمان مصطفیٰ کچھ بولنے کے قابل نہ رہے تھے۔وہ ہادی کو اطلاع کر کے پولیس کو اطلاع دینا چاہتے مگر ابراہیم الہیٰ نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔

"نہیں زمان، میں اپنی بچی کو تھانے اور کورٹ کچہری کے چکڑوں میں نہیں ڈال سکتا۔میں جانتا ہوں میں آج ہوں مگر کل میں نہیں ہوں گا۔ایسے میں' میں اُسے اس بکھیرے میں نہیں ڈال سکتا۔میں چاہتا ہوں میں اُس کی شادی کر دوں۔میرے پاس جتنی بھی دولت ہے سب میری بیٹی کی ہی ہے اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے میں جانتا ہوں میں بھی چلا جاؤں گا۔میری بیٹی اکیلی رہ جائے گی۔تم ملے ہو نا میری شفاء سے زمان؟۔۔۔جانتے ہو وہ بہت پاگل ہے، اگر کل مجھے کچھ ہو جائے تو وہ ویسے ہی مر جائے گی۔میں اُسے اس دنیا میں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا۔میں چاہتا ہوں میں اُسے اپنے گھر کا کر دوں تاکہ میں سکون سے مر سکوں۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں، ایسا نہ کہیں اللہ آپ کو لمبی حیاتی دے اور آپ شفاء کی فکر نہ کریں وہ بہت اچھی بچی ہے اللہ اُس کے نصیب بہت اچھے کرے گا۔انشاءاللہ۔۔۔آپ بس اپنی صحت کا خیال رکھیں۔"

ان کی نظروں کے سامنے گڑگڑا گڑگڑا کے دعا مانگتی شفاء آئی تھی۔

"جانتے ہو ناں بیٹا اللہ کے بعد سعدان اور میں ہی اِس کا سہارا تھے، سعدان تو ہمیں چھوڑ کر چلا گیا اور اب مجھے لگتا ہے میرے پاس بھی وقت نہیں بچا، میں بھی چلا جاؤں گا اپنی بچی کو چھوڑ کر۔"

"اللہ آپ کو لمبی عمر اور صحت دے آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔ آپ فضول سوچوں کو مت سوچیں۔" زمان صاحب نے فوراً اِن کی بات کاٹی۔

"بیٹا، تم جتنی بھی تسلیاں دے لو مگر میں جانتا ہوں، اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ جب انسان کا وقت قریب آرہا ہو اُسے اکثر ایسے ہی الہام ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ جیسے میرے سعدی کو ہوئے تھے۔" بات کرتے کرتے ان کا لہجہ ٹوٹ سا گیا تھا۔

"اسی لئے زمان میں تمہاری مدد چاہتا ہوں، مجھے اور کسی پہ اب یقین نہیں رہا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے بعد شفاء کی۔۔۔ کہتے کہتے اُن کی زُبان جھجکی تھی، جبکہ زمان مصطفیٰ اُن کی آدھی ادھوری بات کا ہی مفہوم سمجھ گئے تھے۔

"شفاء میری بھی بیٹی ہے آپ فکر نہ کریں۔ آپ مجھ پہ بھروسہ کر سکتے ہیں۔"

"زمان تم اِس کی ذمہ داری اٹھالو۔ اِس کو اپنے ساتھ اِن شیطانوں کی پہنچ سے دور لے جانا۔ کسی اچھی جگہ دیکھ کر اِس کی شادی کر دینا۔ یہ حویلی، زمینیں میری ساری دولت میری بیٹی کی ہے۔ کہیں اچھا لڑکا دیکھ کر۔۔۔ ابُراہیم الہیٰ کی حالت پھر سے بگڑنا شروع ہوئی تھی۔ زمان مصطفیٰ نے پاس پڑا ان ہیلر فوراً ان کے منہ کو لگایا۔ اور اُن کے ضعیف ہاتھ تھام کر اُن کے پاس ہی ایک طرف پلنگ پہ بیٹھ گئے۔

Safa ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ ایسی غیروں والی باتیں کیوں کرتے ہیں انکل۔ اللہ آپ کو لمبی عمر دے۔ آپ کا ہاتھ ہمیشہ شفاء کے سر پہ رہے، ایسی باتیں مت کیا کریں، تکلیف ہوتی ہے۔"

یہ سن کر ابراہیم الہی کا انداز بجھ سا گیا تھا جیسے آخری امید بھی ٹوٹ گئی ہو۔ انہوں نے پژمردگی سے آنکھیں بند کیں۔ جن میں سے دو آنسو لڑھکے تھے۔ جسے زمان مصطفیٰ نے صاف کرتے اپنی بات جاری رکھی۔

"لیکن اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو شفاء بیٹی کو میں پورے حق سے اپنی بیٹی بناؤں گا۔ "

ابراہیم الہیٰ نے آنکھیں کھول کر انہیں تشکر بھری نظروں سے دیکھا۔

"جی انکل' اگر آپ بہتر سمجھیں تو میں شفاء کو اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں۔ میں اتنی اچھی بچی کے لئے کوئی اور اچھا گھر اور لڑکا کیوں ڈھونڈوں جب اپنا گھر موجود ہے۔"

تم سچ کہہ رہے ہو زمان ؟۔۔۔ تم دل سے کہہ رہے ہو نا کسی بوجھ کی صورت تو نہیں ؟۔۔۔"

"ارے کیسی باتیں کرتے ہیں آپ انکل' میں بالکل دل کی رضامندی سے کہہ رہا ہوں اور مجھے اپنے جبریل کے لئے شفاء سے اچھی کوئی اور مل بھی نہیں سکتی۔" وہ تصور میں ان کو ساتھ دیکھتے گویا ہوئے پھر کسی خیال کے آتے ہی چونکے۔

"انکل میرا گھر اس حویلی جتنا بڑا تو نہیں ہے مگر میرے گھر کے لوگوں کے دل اس حویلی سے بھی زیادہ بڑے ہیں۔ اتنا میں آپ کو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے گھر میں شفاء کی ضرورت و آسائش کی ہر چیز ہو گی۔ مجھے یقین ہے، مجھے کبھی آپ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔"

"لیکن زمان تم اکیلے کیسے اتنا بڑا فیصلہ کر سکتے ہو پہلے تم اس بچے سے تو پوچھ لو کیا پتا اُس کی کوئی۔۔۔" ابراہیم الہیٰ کی بات زمان مصطفیٰ نے بیچ میں ہی روک دی۔

"آپ فکر نہ کریں، جبریل میرا بیٹا ہے میں جانتا ہوں جبریل کو۔ اول تو اُس کی کوئی پسند نہیں، اگر ہوتی تو وہ مجھے ضرور بتاتا اور دوسری بات میرا بیٹا میری کوئی بات نہیں ٹالتا، وہ میرا فخر ہے۔ اور میں شفاء کو اس کے لئے پسند کر کے بہت

مطمئن ہوں۔ لیکن اگر پھر بھی آپ کو کوئی خوف ہے تو آپ کی تسلی کیلیئے ہم کل ہی جبریل کو بُلا کر نکاح کی سنت پوری کر دیتے ہیں آپ کی آنکھوں کے سامنے ہی۔۔۔اس طرح آپ کے تمام وسوسے بھی ختم ہو جائیں گے۔ "

زمان مصطفیٰ نے ابراہیم الہیٰ کے تمام خوف دور کر دیئے تھے وہ ان کے لئے واقعی اندھیرے میں روشنی کا دیہ بن کر آئے تھے مگر اتنے بڑے دعوے کرنے سے پہلے وہ شاید اپنے جبریل کی گاؤں سے نفرت اور اُس کی وجوہات کو فراموش کر بیٹھے تھے۔

"اللہ تمہارا بھلا کرے بیٹا اِس نیکی کا اجر عظیم عطا فرمائے تمہیں۔" وہ اتنے مشکور تھے کہ حد نہیں۔

"میں ابھی جبریل کو فون کر کے آنے کا کہتا ہوں۔" وہ اپنا موبائل پکڑ کے اٹھتے ابراہیم الہیٰ پہ احسان کر گئے تھے اس چیز سے بے خبر کے وہ احسان شفاء کی زندگی کو ایک نئے دوراہے پہ کھڑا کرنے والا تھا۔

"دادا جان یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔ کچھ نہیں ہو گا آپ کو، ابھی بھائی کی قبر کی مٹی بھی نہ سوکھی اور آپ ایسی باتیں کر کے مزید میرا دل دُکھا رہے ہیں۔"

"بیٹا میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے میں نہیں چاہتا کہ میرے بَعد میری بیٹی بے آسرا رہے اور در در کی ٹھوکریں کھائے۔ "

ابراہیم الہیٰ کی باتیں شفاء کے سر پر سے گزر رہی تھیں وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"آپ چاہے جو بھی کہیں مگر میں کوئی شادی وادی نہیں کر رہی، میرا بھائی نہیں رہا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ناں آپ بھی میرے ساتھ ایسے کریں۔" بے دردی سے آنکھوں سے گرتے آنسو صاف کرتے وہ بولی۔

"جب کوئی ہاتھ اور ساتھ دونوں چھوڑ دیتا ہے ناں شفاء بیٹی' تو اللہ کوئی کندھے سے کندھے ملا کر چلنے والا لازماً بھیج دیتا ہے۔" شفاء خاموشی سے آنسو صاف کرتے دادا جان کو کوئی بھی جواب دیئے بغیر کمرے سے چلے گئی تھی۔

اِبراہیم الہیٰ نے بہت مشکلوں سے اپنے آپ کو قابو میں رکھا ہوا تھا وہ شفاء کو کیا بتاتے کہ وہ کس پریشانی کا شکار ہیں۔ سعد ان کے یونہی اچانک چلے جانے سے ان کو اپنا وقت بہت قریب نظر آرہا تھا اور دُراب شاہ کی وہ زو معنی گفتگو اور گھٹیا نگاہیں۔۔۔

اِبراہیم الہیٰ نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ بس اب جلد سے جلد وہ شفاء کو صحیح ہاتھوں میں سونپ دیں۔

سعید پور کا موسم بہت سرد تھا رات ہونے والی بارش نے موسم کو کچھ زیادہ سرد کر دیا تھا۔ ہوا میں ایک عجیب سی خنکی موجود تھی۔ زمان صاحب ٹیرس میں کھڑے اپنے اور اِبراہیم الہیٰ کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سوچ رہے تھے۔

انہوں نے ابراہیم الہیٰ کو تو بغیر سوچے سمجھے جواب دے دیا تھا مگر عجیب سی کشمکش کا شکار ہو گئے تھے۔ خیر جو بھی تھا شفاء جبریل کے لئے ایک بہترین انتخاب ثابت ہو گی۔" پُر یقین انداز میں سوچتے انہوں نے اپنے دماغ میں آئے مختلف سوالات کو جھٹکا۔

انہیں اپنے گھر کے لئے ایک ایسی ہی بہو کی خواہش تھی۔ "اِس لڑکے کے لئے شفاء جیسی لڑکی ہی بیسٹ رہے گی اور پھر دونوں ڈاکٹرز، پرفیکٹ کپل۔" انہوں نے خود کو داد دی تھی اور فون میں سے کانٹیکٹس نکال کر جبریل کا نمبر ملانے لگے۔

لاہور میں موجود زمان مصطفیٰ کے گھر میں آؤ تو جبریل کب سے کتاب کھولے بیٹھا مطالعے میں مصروف تھا۔ سامنے اس نے لیپ ٹاپ کھُول رکھا تھا۔ جس میں سرجری کی ویڈیوز چل رہی تھیں۔ کل ایک بہت اہم سرجری تھی اور وہ اُس کے لئے ابھی سے اپنی تیاری مکمل کرنا چاہتا تھا۔ ہر تھوڑی دیر بعد وہ بیڈ پہ سوئے حدید پہ بھی نظر ڈالتا، جو عادت کے مطابق ہر تھوڑی دیر بعد لحاف اپنے اوپر سے اتار کے اپنے نیچے کر لیتا تھا۔ زمان مصطفیٰ کی موجودگی میں وہ اِنہی کے ساتھ سوتا تھا۔ اس کے سونے کے اینگل دیکھ دیکھ کر جبریل یہ سوچ کر رہ گیا تھا کہ یہ بابا جان کو رات کتنا تنگ کرتا ہو گا۔

ابھی بھی وہ حدید پہ لحاف درست کر کے اپنی جگہ پہ آ کر بیٹھا ہی تھا جب اس کا موبائل بج اُٹھا۔ اتنی رات کو سکرین پہ زمان مصطفیٰ کا نام جگمگاتا دیکھ کر وہ تفکر میں مبتلا ہوا تھا۔

"بابا کی کال، اس وقت اللہ خیر۔ "

دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے موبائل کان سے لگایا۔ دوسری جانب سے باپ کی پرسکون آواز سن کر اس کی جیسے جان میں جان آئی تھی۔

"بابا آپ نے اتنی رات کو کال کی سب ٹھیک ہے نا؟۔۔۔ چند ایک رسمی باتوں کے بات اس نے پوچھا تو زمان مصطفیٰ ہنس پڑے۔

"کیوں اب ایک باپ کو اپنے بیٹے سے بات کرنے کے لئے اپائنٹمنٹ لینی پڑے گی کیا؟۔۔۔"

"استغفر اللہ بابا کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں تو بس اسی لئے پوچھ رہا تھا آپ نے پہلے کبھی ذکر ہی نہیں کیا۔"

وہ کتاب بند کرتا پیچھے صوفے کے پشت سے ٹیک لگاتے بولا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں پہلے کبھی میں تم لوگوں سے اتنی دیر دور رہا بھی تو نہیں؟۔۔۔"

"تو پھر آجائیں ناواپس۔ آپ کے بغیر گھر عجیب ویران سا لگتا ہے اور ہم سب بھی بہت یاد کر رہے ہیں آپ کو۔۔ خاص کر حدید، اُس نے تو ناک میں دم کر رکھا ہے۔" اتنی دور بیٹھے بھی وہ اپنی اولاد کے لہجے میں موجود شدت کو اچھے سے جان سکتے تھے۔ صحیح کہا ہے کسی نے بزرگوں کے بغیر گھر بالکل ویران لگتا ہے۔ وہ جبریل کی بات پہ دھیمے سے مسکرا دیئے۔

"تو اس کو لاڈ پیار میں بگاڑا بھی تو تم نے ہی ہے نا۔ ویسے ہوئی تھی میری ویڈیو کال پہ اس سے بات زینی نے بتایا تھا مجھے اس کی حرکتوں کا، سمجھایا ہے میں نے اُسے کہہ رہا تھا اب نہیں لڑوں گا کسی سے۔"

"بابا بس اب آجائیں آپ، اب تو سوئم بھی ہو گیا ہے اب آپ آجائیں۔" وہ گہرا سانس لیتا بولا۔ باپ کہ غیر موجودگی میں یہ گھر اِن کو کھانے کو دوڑتا تھا۔

"میں آجاتا جبریل بیٹا، مگر ابھی یہاں پہ میری ضرورت ہے۔" لمحے کے لئے انہوں نے جیسے لفظ تلاش کرنے چاہیں ہوں کہ اِسے کیا کہہ کر بلائیں۔ "مجھے تم سے یہی بات کرنی تھی جبریل میں نے اِسی لئے فون کیا تھا۔"

اِن کی بات وہ سیدھا ہو کر بیٹھا غور سے باپ کی بات سننے لگا۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بھائی آپ پکا گاؤں جا رہے ہیں؟۔۔۔" زیان نے ڈرتے ڈرتے تصدیق کرنی چاہی۔ جس پہ جبریل نے محض سر ہلایا۔

" لو بھلا۔ ہے کوئی بات کرنے کی، خود تو چلے گئے اب آپ کو بھی وہاں بلا لیا ہے اور آپ بجائے اُن کو واپس جلدی آنے کا کہتے، اپنی فلائٹ بھی کنفرم کرا کے بیٹھ گئے ہیں۔"

"کیا بھائی بائی ائیر گاؤں جائیں گے ؟۔۔۔" شایان کی بات پہ حدید کو کام کراتا زیان اپنی حیرت پہ قابو نہ رکھ سکا۔ یہ انفارمیشن اس کے لئے نئی تھی۔

"تم تو چپ کرو یار میں سیریئس ہوں اور تمہیں مزاق سوج رہا ہے۔" زیان کو تنبیہ کرتا وہ واپس جبریل کی طرف پلٹا۔ "بھلا وہاں کوئی ہسپتال نہیں ہو گا۔ دادا جی کو سروسز دینے کے لئے، جو بابا آپ کو اتنی دور بلا رہے ہیں۔"

جبریل جو ہسپتال سے آنے کے بعد سے اپنی پیکنگ میں مصروف تھا شایان کی نان سٹاپ چلتی زبان پہ رج کے زچ ہو رہا تھا۔ وہ پہلے ہی اِس اچانک افتاد پہ جی بھر کے بے زار ہوا پڑا تھا۔ مجبوری یہ تھی وہ بابا جان کے فورس کرنے پہ نہ نہیں سکا۔ وہ جانتا تھا بابا کے لئے ان کے سعید پور والے رشتے دار کیا معنی رکھتے ہیں، گو کہ اِن میں سے کوئی آج تک اُن سے ملا نہ تھا مگر زمان مصطفیٰ نے اُن کی اتنی باتیں بتا رکھی تھیں کہ اُنہیں کبھی جاننے کہ ضرورت بھی نا پیش آئی۔ البتہ یہ زمان مصطفیٰ کا اپنے دور دراز کے انکل کے لئے پیار ہی تھا جو انہوں نے اپنے بچوں کو اُن انکل جی کو دادا جان کہنے کی خاص ہدایت کر رکھی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ یہ سب زمان مصطفیٰ کے اکیلے گاؤں جانے پہ چاہ کر بھی کوئی اعتراض نہ کر سکے تھے۔ ویسے تو زمان مصطفیٰ کوئی آرڈر دینے کے عادی نہ تھے مگر جب دیتے تھے تو بس اِن کے حکم کی تکمیل کرنا سب پہ فرض ہوتا تھی۔ جبریل بھی ابھی یہی کر رہا تھا ورنہ گاؤں جانا، دنیا کی وہ آخری چیز تھی جو جبریل اپنی زندگی میں چاہ سکتا تھا۔ زمان صاحب کو تو وہ کچھ کہہ سکتا نہیں تھا اسی لئے شایان اور زیان کی شامت ضرور آنے والی تھی۔ اس نے بیگ میں کپڑے ڈالتے ایک غصیلی نظر شایان پہ ڈالی جو کب سے بولی جا رہا تھا۔

"ڈونٹ ٹرائی ٹو ایکٹ سمارٹ۔ سب سمجھتا ہوں میں، میرے جانے کی جتنی خوشیاں تم لوگوں کو اندر ہی اندر ہو رہی ہیں' اتنی میرے دشمنوں کی بھی نہیں ہو رہی ہوں گی۔ اس لئے یہ فضول کے دکھاوے بند کرو"

اپنی بات کہہ کر وہ اندر جا چکا تھا۔ پیچھے سے زیان اور شایان نے سنجیدہ چہرے سے ایک دوسرے کو دیکھا جو اگلے ہی لمحے شریر مسکراہٹ میں بدل چکا تھا۔

"بس ایک دن اور پھر کم از کم دو دن کے لئے ہم آزاد ہوں گے۔"

"یاہو! بول کہ لب آزاد ہیں تیرے۔" زیان کی بات پہ شایان نے بھی لقمہ چھوڑا تھا۔

"اور ان دو دنوں میں بھائی کی گاڑی اور اُس کی چابی ہماری۔۔۔" زیان سے تو آگے کا سوچ کر ہی خوشی نہیں سنبھالی جا رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔ اور ان دو دن نہ ہم گھر کھانا کھائیں گے، نہ برتن ہوں گے، اور اگر اِن دو دن صفائی نہ ہونے پہ بھی کوئی پوچھنے والا نہیں ہو گا۔" اب کی بار پر جوش ہو کر بولنے والا شایان تھا۔ اس بات سے بے خبر کے وہ یہ سب باتیں محلے کے جاسوس حدید کے سامنے کر رہے ہیں۔

"اور اگر روز رات کھانے کے بعد آپ لوگوں نے مجھے آئس کریم نہ کھلائی تو میں یہ سب باتیں بابا اور بھائی کو بتا دوں گا۔" وہ اپنی کاپی کے اوپر سے سر اٹھاتے دھمکی زدہ انداز میں بولا جس پہ شایان اور زیان دونوں نے اُسے خشمگین نظروں سے دیکھا۔

SAFA READ ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"چپ کر راکے ایجنٹ۔"

"بھلا بھائی آپ سیدھی سادی کوئی ٹراؤزر شرٹ پہن لیتے۔ ان کپڑوں کا بھی گاؤں کی دھول مٹی نے اُس رات والی آئس کریم کی طرح ہی حشر کرنا ہے۔"

آئس کریم والا واقعہ یاد کر کے جبریل نئے سِرے سے بے زار ہوا تھا اور اُس نے صوفے پہ پڑا کُشن اٹھا کے زیان کو مارا۔

"بندے کی شکل اچھی نہ ہونا تو بات ہی اچھی کر لیتا ہے اور جہاں تک بات رہی ٹراؤزر شرٹ کی تو مانا کہ میں علاج معالجے کیلیئے جا رہا ہوں مگر ٹراؤزر شرٹ پہن کر میں اپنے باپ کا نام نہیں نکالنا چاہتا، آخر کو ہمارے نقلی دادا جان پہلی بار زمان مصطفیٰ کی کسی اولاد سے ملنے والے ہیں۔ اُن کو بھی تو پتا چلے صرف زمان مصطفیٰ ہی نہیں اُن کے بچے بھی کافی ڈیشنگ ہیں۔۔۔"

اُس نے اپنا پسندیدہ سیاہ شلوار سوٹ نکالا اور گردن اکڑا کر جواب دیا۔ رات کو ہادی سے ملنے کے بَعد سے اِس کا موڈ اِنتہائی فریش تھا، وہ روٹین سے ہادی کے چیک اپ کے لئے جاتا تھا جو اب بالکل ٹھیک بیٹھا بستر توڑ رہا تھا۔ ابھی بھی وہ تیار ہو کر ہادی کی طرف ہی نکلنے والا تھا۔ زیان اور شایان نے اس کی تیاری پہ آخری نظر ڈالی جو اپنے بالوں کو جیل سے ایک طرف سیٹ کر کے اب اپنے پر پرفیوم کر رہا تھا۔

"بھائی کی تیاری دیکھ کر تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہا کہ یہ قسم توڑ کر گاؤں جا رہے ہیں اب بھلے ہی وہ کسی کی تیمارداری کے لئے ہو بلکہ ان کو دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے جیسے اپنا رشتہ پکا کرانے جا رہے ہوں۔ "

زیان کی بربراہٹ پر شایان بھی نیچے منہ کر کے ہنس دیا۔ "بے فکر رہ ہمارا بھائی مر جائے گا گاؤں میں رشتہ نہیں کرے گا۔"

مھر کون جانے کہ کیا ہونے والا تھا۔۔ کون جانے کہ کس کے منہ سے نکلے الفاظ پورے ہونے والے تھے۔۔ کون جانے۔۔

"جب تک میں اور بابا واپس نہیں آجاتے تم لوگ گھر سے فضول باہر نہیں نکلو گے اور زیان تم کالج کے علاوہ گھر سے نہیں نکلو گے شایان تم بھی کام کے علاوہ کہیں نہیں جاؤ گے۔ میں حدید سے بات کرنے کے لئے باقاعدگی سے فون کرتا رہوں گا، فون سائلنٹ پہ نہ لگانا۔ اور ہاں، ایک اور چیز۔۔۔" وہ جاتے جاتے پلٹا اور انگلی اٹھا کر تنبیہی انداز میں بولا۔

"مجھے کسی کی کوئی شکایت نہ ملے ورنہ تم لوگوں کی سوچ ہو گی میں کتنا بُرا پیش آؤں گا اور یہ بات حدید تمہارے لئے بھی ہے۔"

اس کی جاتے ہی اس کے دونوں بھائیوں نے گہری سانس لی۔

"بھلا اس سے زیادہ کیا بُرا پیش آئیں گے۔"

"آخر پھر جا رہے ہو گاؤں؟۔۔۔" جانے سے پہلے وہ ہادی سے ملنے آیا تھا۔

"کیا' کیا جا سکتا ہے۔ بابا کا آرڈر ہے، جانا تو پڑے گا۔" چائے کا گھونٹ بھرتے اس نے کندھے اچکائے۔

"میں نے پاپا کو بتایا تھا ابراہیم انکل کا۔ وہ بھی کہہ رہے تھے آفس کے کام سے فارغ ہو جائیں تو جائیں گے اُن سے ملنے۔ بلکہ بابا تو چاہتے تھے کہ اُن کو اِدھر ہی بلا لیا جاتا تاکہ علاج اچھا ہو جاتا۔"

"میں نے بھی یہی کہا تھا مگر بابا کا انداز ایسا تھا کہ میں کوئی سوال نہ کر سکا، عجیب پُراسرار سا انداز تھا بابا کا۔ جیسے کچھ کہنا چاہ بھی رہے تھے اور کہہ بھی نہیں پا رہے تھے۔ خیر وہاں جاؤں گا تو پتا چل ہی جائے گا۔" اتنے میں الماس ہدیٰ کے ساتھ ہی کھانے کی ٹرالی لئے کمرے میں داخل ہوئی۔ جسے دیکھ کر جہاں ہادی کے لبوں پہ دبی دبی مسکراہٹ آئی تھی وہیں جبریل نے اُسے گھورا تھا۔

"ارے بیٹا'اِس کی کیا ضرورت تھی میں بس جا ہی رہا تھا۔" اُس نے کوفت سے الماس کی دندیاں نظر انداز کرتے ہدیٰ کو دیکھا جو اس کے لئے پلیٹ تیار کر رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں بھائی۔ تھوڑا سا کھا لیں، کچھ نہیں ہو گا" جبریل کو شایان کے حوالے سے ہدیٰ بہت عزیز تھی۔

"ٹھوس لے، ٹھوس لے۔ سب جانتا ہوں، چیزیں سامنے دیکھ کر جو تیرے دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں سب جانتا ہوں میں۔ "

جبریل اچھے سے جانتا تھا ہادی کیا کہنا چاہ رہا ہے لیکن ہدیٰ کے سامنے وہ صرف اِسے گھور ہی سکا۔

تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ جانے ہی والا تھا جب الماس پھر کمرے میں آئی تھی۔ اب اُس نے ہاتھ میں کچھ پکڑ بھی رکھا تھا جسے وہ اپنے دوپٹے کے پلو میں چھپائے جبریل کے سامنے ہی آکر بیٹھ گئی۔ اس کی حرکت پہ جبریل کی آنکھیں پھٹی تھیں۔ اُس نے اپنی گردن مور کے ہادی کو دیکھا جو اپنی مسکراہٹ دبائے چھت کو گھورنے میں مصروف تھا۔

"یہ تم گھور گھور کے ہنس کیوں رہی ہو؟۔۔۔ اور ہمارے پاس کیوں آکر بیٹھی ہو کوئی اور کام نہیں ہے کرنے کو؟۔۔۔" کچھ دیر بیٹھنے کے بعد بھی جب الماس ایسے ہی سامنے بیٹھی اُسے دیکھ کر مسکراتی رہی تو جبریل کو بولنا ہی پڑا تھا۔ جس پہ مقابل نے ڈھیٹوں کی طرح بتیس دانتوں کی نمائش کی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیوں آپ کے سامنے بیٹھنے پہ پابندی ہے کیا؟۔۔۔" کمال معصومیت سے سوال ہوا تھا۔ جبریل تو بس منہ کھولے اُسے دیکھے گیا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب منہ تو بند کر لیں مکھی چلی جائے گی۔" جبریل نے جلدی سے اپنا منہ بند کیا تو ہادی نے بڑی مشکل سے اپنا قہقہ کنٹرول کیا۔

"یار کس قسم کی خاتون کو رکھا ہوا تم لوگوں نے اپنے گھر؟۔۔۔" وہ ہادی کی طرف جھکتا دھیمے سے بولا تو ہادی سر جھٹکتا ہلکے سے ہنس دیا۔

"ڈاکٹر صاحب آپ ہادی بھائی کے بجائے مجھ سے کیوں نہیں سیدھا پوچھ لیتے؟۔۔۔ خیر میں آپ کو یہ کہنے آئی تھی کہ مجھے دیکھ کر جو آپ یوں چھچھوڑوں کی طرح شرماتے ہیں نا شرم کریں۔ اب میری شادی ہو رہی ہے اور اُسی کا کارڈ میں دینے آئی تھی۔ جب زمان صاحب واپس آجائیں تو انہیں دے دیجیے گا۔"

وہ اپنی کہہ کر اُٹھ چکی تھی اور دہلیز پہ کھڑی ہدیٰ کی جانب شریر سی مسکراہٹ اچھالتی کمرے سے نکل گئی اُس کے جاتے ہی ہُدیٰ نے افسوس سے اپنے بھائی کو دیکھا جو غصے سے بھرے جبریل کی باتیں سن رہا تھا جبریل کا بس نہیں چل رہا تھا وہ الماس کا حشر بگاڑ دے۔ ہدیٰ جانتی تھی اس سب کے پیچھے اس کے بھائی کا ہی ہاتھ تھا اور اندر بیٹھا جبریل بچاری الماس کو کوس رہا تھا۔

وہ گہرا سانس لیتے اندر گئی اور وہیں بیٹھی جہاں سے ابھی الماس اُٹھ کر گئی تھی۔

"جبریل بھائی' الماس نے کچھ نہیں کیا۔ یہ سب کیا دھرا آپ کے اس دوست کا ہے جو سامنے بیٹھا اپنے دانت نکال رہا ہے۔ الماس انہی کے کہنے پہ سب کرتے تھی، اور آج بھی جو اُس نے کہا وہ انہی کی وجہ سے کہا ہے۔"

ہدیٰ کی بات پہ جبریل نے حیرت سے ہادی کو دیکھا جو پاگلوں کی طرح ہنسنے میں مصروف تھا۔

کچھ دیر تو جبریل ہادی کی عزت افزائی کرتا رہا مگر پھر بعد میں خود بھی ہنس دیا۔ اُسے ابھی تک یقین نہ آرہا تھا کیسے ایک لڑکی اِسے چھچھوڑا کہہ گئی ہے۔

چند باتوں کے بَعد جبریل نے اِجازَت لی تھی۔ہادی اُسے دروازے تک چھوڑنے گیا تھااُس نے سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس اپنے دوست کو بہت اپنائیت سے جاتے دیکھا جو اُس کی چھوٹی چھوٹی تکلیفوں پر کیسے پریشان ہو اٹھتا تھا اور کیسے وقت نکال نکال کر خود چیک اپ کرتا تھا۔اُسے اچھے سے یاد تھا۔مافیا کے خلاف آپریشن کے بعد جب یہ اور اِس کی ٹیم کو زخم آئے تھے تو اس نے جبریل کو ہی اپنے فلیٹ میں بلایا تھا،اور وہ اس کی ایک آواز پہ کسی کو بتائے بغیر آدھی رات کو دوڑا چلا آیا تھا۔ہادی ایسے معاملات پہ صرف جبریل پہ ہی یقین کیا کرتا تھا جو اِن کی کانفیڈنشئیل باتوں کو اپنے تک رکھ سکتا تھا۔

ہادی کا ٹاسک کامیاب گیا تھا،اُس گھر سے گرفتار ہونے والا شخص اور کوئی نہیں ایم-این-اے کا بیٹا شاہنواز شاہ تھا، ہادی یہ بات شروع سے ہی جانتا تھا لیکن وہ ڈر کر اپنے قدم پیچھے ہٹانے والوں میں سے نہیں تھا۔ تین دن کے لئے اِسے آف دیا گیا تھا۔اِس کو ملنا والا اگلہ ٹاسک زیادہ مشکل اور بہت زیادہ لمبا تھا یا یہ کہنا بھی غلط نہیں ہو گا کہ اگلا ٹاسک اِس کی زندگی کا سب سے مشکل اور لمبا ٹاسک بننے والا تھا۔ جس میں بہت کچھ پانا تھا اور بہت کچھ کھونا تھا یا یہ بھی کہہ سکتے کہ کھو چکا واپس پانا تھا۔

جبریل سید پور کے راستوں سے یکسر ناواقف تھا۔اسی لئے اپنی گاڑی پہ جانے کے بجائے ٹرین پہ جانے کا فیصلہ کیا۔ رات جگے کی کثر اُس نے ٹرین میں سو کر پوری کر لی تھی۔اسلام آباد پہنچ کر اُس نے بس پکڑی اور سعید پور کے راستے کی طرف چل پڑا۔اس چیز سے بے خبر کہ وہاں اس کی زندگی کا ایک نیا باب باہیں پھیلائے اس کے انتظار میں کھڑا تھا۔

جب وہ گاؤں پہنچا۔ تھکن سے اِس کا پورا وجود چور چور ہو رہا تھا۔پہلے ٹرین میں بے آرامی سے سونے کا شغف پورا کرنے اور پھر بس میں آدھا سفر کھڑے اور آدھا سفر بیٹھ کے گزارنے سے اس کے انگ انگ سے درد کی ٹھیسیں اُٹھ

رہی تھی۔ بس سے اتر کر اِس نے ارد گرد نظر دوڑائی پوری سڑک سنسان پڑی تھی۔ گاؤں تک تو وہ آ گیا تھا مگر اس سے آگے کا راستہ۔۔۔

اُس نے جیب سے موبائل نکال کر زمان مصطفیٰ کو کال ملانا چاہی مگر سگنل ندارد۔۔۔ اُس نے غصے سے کندے پہ ڈلا بیگ زور سے زمین پہ پھینکا۔ ارد گرد لوگوں نے منہ کھول کر ہونقوں کی طرح اِسے دیکھا تھا۔

اِس کے پیچھے سے آتے ایک گدھے نے گلہ پھاڑ کے اِس کا استقبال کیا تو وہ بِدک کے ایک جانب ہوا۔ اس سے پہلے کہ یہ گدھا گاڑی والے کو کچھ سناتا وہ آدمی اس کو سُنا چکا تھا۔

"اوہ بھائی، بیچ راستے کس مراقبے میں چلے گئے ہو۔۔۔ پیچھے ہٹو راستے سے لوگوں نے گزرنا ہوتا ہے۔"

گدھا گاڑی والا ناگواری سے اِسے کوس کے آگے نکل چکا تھا اور یہ وہیں کھڑا ناگواری سے اُس کی پیٹھ دیکھ رہا تھا۔ اِسے نئے سِرے سے گاؤں سے نفرت ہو رہی تھی۔ وجہ لوگوں کا رویہ نہ تھا، یہ تو بس اس کا اپنی تسلی کے لئے بنایا گیا بہانہ تھا۔ اصل وجہ تو اس کی آنکھوں کے سامنے آتا وہ چہرہ تھا جس کے باعث اس نے کبھی گاؤں نہ جانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ اب گاؤں کوئی بھی ہوتا۔ رہن سہن، رسم و رواج، یہ سب تو تقریباً ایک سا ہی ہوتے ہیں ناں۔۔۔ بیشک سید پور اِن کے گاؤں سے بہت مختلف، صاف ستھرا اور خوبصورت تھا مگر پھر بھی ماضی کی بہت سی یادیں گاؤں کے لہلہاتے کھیتوں اور کچی سڑکوں پہ چلتے ٹانگوں کو دیکھ کر اس کے ذہن کی سلیٹ پہ تازہ ہوئیں تھیں۔ اس نے کرب سے آنکھیں میچ لیں اور اپنی منزل سے بے خبر قدم آگے کی جانب بڑھا دیئے

تھوڑا آگے چل کر اس کے دہنی جانب ایک کریانے کی دکان دیکھ تھی۔ کچھ سوچ کر یہ وہاں گیا۔

"اسلام و علیکم چاچا!۔۔۔" اِس نے دکان کے مالک کو یا وہ جو کوئی بھی تھا متوجہ کرنے کی کوشش میں گلہ پھاڑ کر سلام کیا جو ریڈیو میں نصرت فتح علی خان کو سننے میں اتنا مست تھا کہ آنے جانے والے گاہک کی بھی خبر نہ تھی۔

"و علیکم اسلام۔ اگر آرام سے بھی بول دیتے تو بھی سُن لیتا صاحب، بہرا نہیں ہوں۔"

وہ ایک دم خجل سا ہوا۔ اب اُس اس کو یقین ہو چلا تھا کہ آج کا دن ہی اس کے لئے بُرا ہے۔ وہ صبح کا نکلا تھا اور اب مغرب کا وقت بھی ڈھلنے کو تھا۔ ایک اتنا لمبا سفر اور اوپر سے ان لوگوں کی باتیں اس نے بہت مشکل سے خود پہ ضبط کرتے دکاندار کو دیکھا جو اِسی کی جانب متوجہ تھا۔

"گُٹکا لینا ہے یا سگریٹ۔" دکانداری کی قیاس آرائی پہ اس کا منہ کھُلا تھا۔ "ہیں؟۔۔۔" مگر جیسے ہی سمجھ آیا سنجیدگی سے بولا۔

"نہ تو مجھے پان لینا ہے اور نہ ہی سگریٹ۔ مجھے سید پور کا راستہ پوچھنا ہے۔"

"تو صاحب جی آپ کے خیال میں آپ سید پور نہیں تو کیا ولایت آئے ہو۔" دکاندار اس کی کم عقلی پہ دلچسپی سے ہنسا تو وہ مزید خجل سا ہوا۔

"میرا مطلب ہے مجھے لال اینٹوں والی حویلی کا راستہ پوچھنا ہے۔" بابا نے اُسے یہ تو بتا دیا تھا کہ سرد موسم کے حوالے سے کپڑے لے کر آنا لیکن اگر کچھ نہیں بتایا تھا تو وہ تھا اپنے پیارے انکل جی کے گھر کا اڈریس۔۔۔ وہ صبح سے انہیں فون کرنے کی کوشش میں تھا کہ گھر کا پتا پوچھ لے مگر نمبر ملتا ہی نہ تھا اور اس کی وجہ یہاں آ کر اس کی سمجھ میں آئی تھی کیونکہ یہاں تو سگنلز ملتے ہی نہ تھے۔ تبھی تو بابا نے اتنی رات گئے کال کی تھی۔ کریانے والی کی مشکوک نظریں خود پہ محسوس کر کے وہ گڑبڑایا۔ اور جو یاد آیا وہی بول دیا۔ ابا کی سو بار کی سنائی گئی کہانیوں میں سے لال اینٹیں واحد چیز تھیں

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

جو اِسے یاد تھیں۔ جواب پہ وہ دکاندار کی اڈتی ہنسی دیکھ چکا تھا جسے وہ بہت کامیابی سے دبا چکا تھا۔ اور اب وہ اپنا ریڈیو بند کرتے مکمل اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"باؤ پہلی بار آئے ہو گاؤں؟۔۔۔" لہجہ کسی بھی تمسخر سے پاک تھا۔

جبریل کہنا چاہتا تھا ہاں مگر جب بولا تو منہ سے کچھ اور ہی نکلا۔

"نہیں، ہاں۔۔۔ میرا مطلب ہے اس گاؤں میں پہلی دفعہ آیا ہوں۔ "

"خیر تم کہتے ہو تو مان لیتا ہوں، ورنہ تمہیں دیکھ کر ایسا لگتا تو نہیں کہ کبھی کسی بھی گاؤں کی شکل دیکھی ہو گی۔" دکاندار کی بات پہ اس کے چہرے کا زاویہ بگڑا تھا۔

"اگر آپ مجھے حویلی کا پتا بتا دیں تو زیادہ بہتر ہو گا میرے بارے میں مفروضے میرے جانے کے بعد قائم کر لیجئے گا۔"

"لگتا تم تو بڑا مان گئے، خیر وہ جس حویلی کا پتا تم کہہ رہے ہو نا باؤ، تو گاؤں کی تقریباً حویلیاں ایسی ہی ہیں۔ اس لئے حویلی کا رنگ نہیں بلکہ نام بتاؤ مَلِکوں کی حویلی شاہوں کی حویلی یا چودھریوں کی حویلی؟۔۔۔"

ان تینوں میں سے ایک بھی نہیں۔۔۔ مجھے ابراہیم الٰہی کی حویلی جانا ہے۔" اب کہ جبریل تسلی سے بولا۔

"صاحب یہاں ناموں سے زیادہ ذات پات سے انسان پہچانا جاتا ہے مگر تم نئے ہو، نہیں سمجھو گے اس لئے یہاں بیٹھ کر میرے بیٹے کا انتظار کرو وہ آتا ہی ہو گا۔"

"آپ کا بیٹا مجھے ابراہیم صاحب کی حویلی کا پتہ بتا دے گا۔" وہ سٹور کے سامنے بنے تھڑے پہ بیٹھتے بولا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ حویلی کا پتا بتائے یا نہ بتائے حویلی کے بوئے کے آگے ضرور اتار دے گا۔" رکشہ چلاتا ہے۔ تقریباً تمام گاؤں والوں کی اُس کے پاس خبریں رہتی ہیں کس گھر میں کون' کون رہتا ہے، کیا' کیا کرتا ہے، کیسے' کیسے رہتا ہے۔۔۔ اور اگر بالفرض آپ کی مطلوبہ حویلی کے بارے میں وہ نہ بھی جانتا ہوا تو پوچھ پُچھا کے چھوڑ ہی آئے گا۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔" دکاندار نے فخر سے اپنے بیٹے کی محلے کی عورتوں والی صلاحیت کا بتایا تھا۔

کچھ دیر آرام کیلئے وہ وہیں تھڑے پہ بیٹھا رہا۔ کریانہ سٹور والے نے اپنے لئے چائے منگوائی تو ساتھ اِسے بھی صلح دے ڈالی۔ اسے چائے کی اس وقت طلب بھی بہت تھی۔ اس نے شکریہ کہتے چائے کا کپ تھاما اور پرس میں سے نوٹ نکال کر دکاندار کو دینے چاہے مگر اُس نے لینے سے صاف منع کر دیا۔

"صاحب بہت پیسہ ہو گا آپ کے پاس مگر مجھے یہ نہیں چاہیئے۔ آپ میری دکان سے کچھ خریدتے تو میں ضرور آپ سے پیسے لیتا مگر آپ ایک مسافر بھی ہو اور ایک مہمان بھی۔ مانا کہ آپ شہری بابو ہو لیکن یہ شہر نہیں گاؤں ہے۔ یہاں شہروں کی طرح مہمان کو زحمت نہیں بلکہ رحمن کی رحمت سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے یہ پیسے دے کر مجھے شرمندہ نہ کرو بلکہ پپو کے لئے سنبھال کے رکھو اُسے کرایہ دے دینا۔

"پپو؟۔۔۔" اس نے کپ لبوں سے لگاتے ابرو اٹھا کے پوچھا۔ "پپو میرا بیٹا۔ سواریاں اتارنے گیا ہے۔ بس آتا ہی ہو گا۔"

کچھ دیر وہیں بیٹھے وہ پپو کے ساتھ ساتھ سگنلز کا بھی انتظار کرنے لگا مگر نہ تو پپو آیا تھا اور نہ ہی سگنلز۔

کوئی ایک آدھ گھنٹے بعد پپو اپنی شاہی سواری سمیت حاضر ہوا تھا۔ "باؤ جی!۔۔۔ جاؤ رکشہ آ گیا ہے پپو آپ کو آپ کی منزل اُتار دے گا۔" اور اس وقت اُس تھرے سے اٹھتے جبریل مصطفیٰ نے یہ بات ہر گز نہ سوچی تھی کہ کریانے والے کی زبان سے نکلا منزل لفظ اس کو کس منزل تک پہنچانے والا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اُف!۔۔۔یہ انسان کی زبان اور یہ قبولیت کی گھڑیاں 'بڑا انوکھا جوڑ بنایا ہے رب نے اِن کا بھی، مگر کون جانے۔۔۔۔ رب جانے اور کون جانے۔

"بھلا کیا ضرورت تھی بابان جان کو مجھے اتنی دور بلانے کی اپنے انکل کو لاہور ہی لے آتے، میں اپنے ہسپتال میں اِن کا اچھے سے اچھا علاج کرا دیتا۔۔۔"اِدھر اُدھر کسی رکشے اور پپو کو تلاش کرتے اس نے دل ہی دل میں کوفت سے سوچا تھا۔

"ارے بھئی کہاں ہے آپ کا پپو بیٹا؟۔۔۔"وہ زچ ہو کر بولا۔

"وہ سامنے ہی تو کھڑا ہے۔"انہوں نے چنگچی کی سیٹیں کپڑے سے جھاڑتے زیان کی عمر کے لڑکے یعنی اپنے پپو کی طرف اشارہ کیا تو جبریل عش عش کر اُٹھا۔

"آپ نے تو کہا تھا رکشہ ہو گا مگر یہ تو چنگچی ہے۔۔۔"

"ہاں 'تو صاحب کیا چنگچی رکشہ نہیں ہوتا؟۔۔۔اور ویسے بھی صاحب یہ گاؤں ہے۔اب یہاں ہیلی کاپٹر تو چلنے سے رہا۔۔۔اوہ پپو سامنے والے شیدے کی ووٹی کو بھی تالاب تک چھوڑ دینا بچارا صبح کا تین بار آ کر تیرا پوچھ چکا ہے۔"پپو کا باپ اس کے علم میں اضافہ کرتا اب اپنے پپو کو کچھ کہہ رہا تھا۔اور جبریل تکان زدہ آنکھوں سے چنگچی اور اُس کی خوبصورت حالت کو ملاحظہ کر رہا تھا۔کہ اگر راستے میں بائک کے انجن کا بریک فیل ہو گیا تو۔۔۔تو یہ کہ وہ پاپا کے پیارے دور دراز کے دادا کی حویلی جائے یا نہ جائے اُن سے پہلے اوپر ضرور چلا جائے گا۔جتنا وہ تھک چکا تھا ایسے میں اُس نازک طبیعت اور آرام پسند انسان کو جسے پانی کا گلاس بھی اُس کے بھائی پکڑاتے ہوں ایک قدم آگے بڑھانا بھی موت کے مترادف نظر آ رہا تھا۔دِل ہی دل میں وہ اس لال اینٹوں کی حویلی والوں سے جی بھر کر بیزار ہوا تھا اوپر سے سفر کی تھکان الگ تھی۔

"وڈے پنڈ جانا ہے باؤ جی، چلو بیٹھ جاؤ۔ میں چھوڑ دوں گا۔" پپو نے پیچھلی سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے بیٹھنے کا کہا۔ وہ رکشہ کی حالت دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں اپنے اوپر کلمہ پڑھتے بیٹھ گیا۔

"مجھے وڈے پند نہیں ابراہیم الہی کی لال حویلی جانا ہے۔" وہ سر کو سیٹ کی پشت پہ رکھتا دھیمے مگر تکان زدہ لہجے میں بولا تھا۔

"بے فکر رہو۔ باؤ ساری حویلیاں وڈے پنڈ ہی ہوتی ہیں۔ ابا نے بتا دیا تھا یہاں پہلی بار آئے ہو کچھ جانتے نہیں بے فکر رہو آپ کو آپ کی منزل تک بھی پہنچا دوں گا اور راستہ بھی ایسا یاد دلاؤں گا زندگی میں کبھی نہیں بھولو گے۔" جبریل نے اُس کی کسی بات کا جواب نہ دیا اور خاموشی سے آنکھیں موندے پڑا رہا۔ لیکن یہ آرام صرف چند لمحے کا ہی تھا۔ اپنی سے پچھلی سیٹ پہ کسی کی موجودگی اور چوڑیوں کی آواز نے اُسے جھٹکے سے آنکھیں کھولنے پہ مجبور کیا تھا۔

اس نے غیر ارادی طور پہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ جدید تراش خراش کے چمکیلے برکیلے سوٹ میں بیٹھی لڑکی اس کو دیکھتے ایک ادا سے مسکرائی اور دوپٹے کا پلو اپنے دانت میں لیا۔ "

جبریل کی تھکن کی جگہ ایک دم ہی غصے نے لے لی تھی۔

"تم نے مجھے حویلی اتارنا تھا نا اب یہ اور سواریاں کیوں لے رہے ہو؟۔۔۔" پپو کو اور سواریوں کا انتظار کرتا دیکھ کر وہ تلملا اُٹھا تھا۔

کیا ایک کم تھی جو ڈیلے پھارے اِسے گھورے جا رہی تھی۔ واللہ اگر اس کے جیسی دو اور آ گئیں تو غصے سے اس کے دماغ کی شریان پھٹ جانی تھی۔ اس نے پہلو بدلا تو لڑکی نے بھی ساتھ ہی پہلو بدلا جہاں سے وہ جبریل کو آسانی سے دیکھ سکے۔ اگر یہ لاہور ہوتا تو جبریل اس لڑکی کو باور ضرور کرا دیتا کہ وہ لاہور کا بیسٹ سٹریل اور بد دماغ انسان ہے مگر مسئلہ

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہی یہ تھا یہ لاہور نہ تھا یہ گاؤں تھا جس سے جبریل کی بہت پرانی لڑائی تھی، جس کی ہر صحیح اور اچھی چیز سے بھی جبریل مصطفیٰ کو نفرت تھی۔۔۔ یہ تو پھر غلط تھی اور شاید اصل وجہِ نفرت بھی۔

"میں تمہیں زیادہ پیسے دے دوں گا تم کسی اور سواری کو نہ لو۔" جبریل کے انتظار کی انتہا بس یہیں تک تھی۔ اس سے زیادہ انتظار وہ نہیں کر سکتا تھا۔

"سوچ لو ساری سواریوں کے دے دوگے ؟۔ کُل چھ سواریاں آتی ہیں میرے رکشے میں۔" وہ پتلیاں سکیڑے بولا تو جبریل نے فٹ سے ہامی بھری۔ "ہاں ہاں، دے دونگا بس تم یہ چنگچی میرا مطلب اپنا رکشہ چلاؤ۔"

خوش ہوتے پپو نے اپنا پھٹیچر رکشہ یعنی چنگچی سٹارٹ کیا تھا۔ یہ شاہی سواری جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی جبریل کی آنکھوں کو یہاں کی خوبصورتی خیرہ کرتی گئی۔ اگر اس سارے منظر کو دیکھنے میں کوئی چیز اس کو ناپسند لگی تھی تو وہ اپنے سے پچھلی سیٹ پہ بیٹھی طوطا بنی گاؤں کی محترمہ تھی۔ جس نے نا صرف چبتے ہوئے ہلکے سبزہ رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے بلکہ طوطے کی لال چونچ کی طرح اپنے ہونٹوں پہ ریڈ لپ اسٹک بھی لگا رکھی تھی جبریل اُس عورت کی حرکتوں اور نظروں سے سخت خائف ہوا پھر سر جھٹکتے واپس ارد گرد کے منظر دیکھنے لگا۔ مگر اب اُس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چکا تھا۔

سید پور ثقافت سے بھرا پاکستان کا سب سے پرانا گاؤں تھا۔ تقریباً پانچ سو سال یا اس سے بھی زیادہ پرانا۔ بعض مؤرخین کے مطابق اس گاؤں کا پہلا نام فتح پور تھا مگر سلطان سید خان کی حکومت میں آتے ہی اس کا نام سید پور میں بدل گیا۔ سید خان نے یہ زمین اپنی بیٹی کو تحفے میں دے دی۔ بعد ازاں جس کی شادی مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے بیٹے شہزادہ نورالدین محمد سلیم سے ہوئی جو کہ اپنے سلطنتی نام جہانگیر سے ہی زیادہ جانا جاتا ہے۔ اپنی تاریخی حیثیت رکھنے کے

باعث یہ گاؤں لوگوں میں بہت مقبول تھا۔ یہاں موجود مغلیہ زمانے کے گرجاگھر، گوردوارے، مساجد اور مندر آج بھی لوگوں کی دلچسپی کا باعث تھے۔

ایک جگہ پہنچ کر پپو نے جھٹکے سے اپنا رکشہ روکا تو جبریل کا سر کھٹاک سے لوہے کے پائپ پہ لگا۔ لمحے بھر کے لئے اس کا سر چکرا گیا تھا۔ لیکن پپو کی بات سن کر اِس نے اللہ کا شکر ادا کیا اس طوطی کی نظروں سے تو جان چھوٹی۔

"لو باجی تیری منزل آ گئی۔" اس نے نیچے اترتے دوپٹے کے پلو میں بندھے پیسے نکال کر پپو کے حوالے کئے اور اس کی طرف بھرپور مسکراہٹ اچھالتی تالاب والی جانب چلے گئی۔ جہاں ایک گھر میں لگائی گئی لائٹس کسی شادی کا گمان دیتی تھیں۔ پپو کے اشارے پہ وہ پیچھے سے اتر کر آگے آ کر بیٹھا تھا۔ تاکہ پپو اُس سے اُس کی منزل کے بارے میں آسانی سے پوچھتا رہے۔

جوں جوں وہ آگے بھر رہا تھا اس کے دل میں بے سکونی بڑھتی جا رہی تھی۔ دوسری جانب پپو نجانے کیا کیا بولتا جا رہا تھا۔ جبریل نے اُس کی ایک نہ سُنی اور اس کی بات کاٹتے وہی سوال دہرایا جو وہ اُس کے دماغ میں کب سے پھدک رہا تھا۔

"پپو اس گاؤں کی لڑکیاں کیسی ہوتی ہیں؟۔۔۔" وہ نہیں جانتا تھا اس نے اپنے خیال کو زبان کیوں دی مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا وہ پوچھ چکا تھا۔ سوال سن کر دفعتاً پپو کی آنکھوں میں استعجاب ابھرا تھا۔ مگر اگلے ہی لمحے ریل کے انجن کی طرح چلتی اس کی زبان پھر اسٹارٹ ہوئی۔

"ویسے باؤ، یہ سوال تمہارا پوچھنا بنتا تو نہیں ہے لیکن اب پوچھ ہی لیا ہے تو بتا ہی دیتا ہوں۔" جبریل گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ پس ثابت ہوا اس گاؤں کے لوگ جبریل مصطفیٰ سے بھی زیادہ بد دماغ واقع ہوئے تھے۔ وہ بے دھیانی میں ہی پپو کی بات سننے لگا اس کا دل پھر سے ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔

"پہلے تک تو سب ٹھیک تھا باؤ، سب اچھا تھا، مگر یہ جب سے کلموہاٹی۔ وی اور موبیل ہر گھر میں عام ہوا ہے ناں، کچھ پوچھو ہی ناں۔۔۔ آئے دن کوئی نا کوئی ایسا واقع ہوتا رہتا ہے جس پہ لڑکیوں کو پنچائیتوں میں بٹھانا پڑتا ہے۔ میری منگیتر وڈے پند کی حویلیوں میں کام کرتی ہے۔ تم یقین نہیں کرو گے باؤ وہ ایسی ایسی باتیں بتاتی ہے نا بس اللہ کی پناہ۔" وہ ڈرامائی انداز میں کانوں کو ہاتھ لگاتے بولا تو جبریل نے تلخی سے ہنستے سر جھٹکا وہ پہلے سے ہی جانتا تھا۔۔۔ پپو اور بھی بہت کچھ بول رہا تھا مگر اب وہ سُن کہاں رہا تھا۔ سنا تو اس نے تب جب وہ اسے خبر دار کرتے بولا۔

"صاحب ایک بات کہوں اس شیدے کی ووٹی کے چکر میں نہ پڑنا میں اس کی سب حرکتیں دیکھ رہا تھا میں اسی لئے تمہیں خبر دار کئے دیتا ہوں دھیان سے ابھی پچھلے دنوں ہی اس نے ایک بندہ مروایا ہے۔"

"واٹ؟۔۔۔ وہ ایک دم بھڑکا۔" تمہیں کس نے کہا کہ میں اس لڑکی کے چکر میں پڑ رہا ہوں۔"

"وہ تم نے گاؤں کی لڑکیوں کے بارے میں پوچھا تو مجھے یہی لگا۔ لیکن جیسے پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی ویسے سب ایک جیسی بھی نہیں ہیں۔ کئی اتنی اچھی ہیں کہ ان کی طرف احترام سے بھی نظر اٹھنے سے انکاری ہوتی ہے اور کچھ اس جیسی ہوتی ہیں جو انسان کی نظر ہی کیا بندہ ہی سالم نگل جاتی ہیں۔" شیدے کی ووٹی کا ذکر کرتے اس کے لہجہ زہر آلود ہوا تھا جسے جبریل غور کئے بغیر نہ رہ سکا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR

"کیوں مارا تھا اس نے لڑکے کو؟۔" اب پپو نے رکشہ آبادی والی طرف موڑا تھا۔

"باؤ مارا نہیں تھا مروایا تھا۔ ابا کی دکان پاس ہے سب خبریں ملتی ہیں اکثر تمہاری طرح کے کئی مہمان اس کے گھر آتے جاتے رہتے ہیں بس ایک دن شیدہ جلدی گھر آ گیا اس وقت مہمان بھی موجود تھا۔ اس کی ووٹی نے مہمان پہ جھوٹا الزام لگا کر شیدے سائیں کو بتایا اور شیدے نے اُسے گولی مار دی۔ وہ اپنی بیوی پہ اتنا اندھا یقین کرتا ہے اور کچھ شیدہ وڈے سائیں کا خاص بندہ ہے۔ کوئی اُسے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

پپو اُسے کوئی اور کہانی سنا رہا تھا مگر اس کی آنکھوں کے سامنے کوئی اور کہانی چل رہی تھی۔ موبائل پہ وائبریشن نے اسے حال میں کھینچا تھا۔ اس نے سکرین لاک کھولا بابا ہادی اور شانی کی کافی مسڈ کالز تھیں۔ اس نے بیک کال کرنی چاہی مگر سگنلز شاید لمحے کے لئے آئے تھے۔

اس نے موبائل کا انباکس کھولا جس میں زمان مصطفیٰ نے ایک میسج بھی سینڈ کر رکھا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ گھر کا ایڈریس تھا۔ اس نے پپو کا گھر کا پتا بتایا تو پپو ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گیا۔

"تُسی وی ناں باؤ۔ وکیل صاحب کی حویلی جانا تھا پہلے بتاتے۔ کون نہیں جانتا تھا بچارے وکیل صاحب کو' یہ جو سب اسکول اور کالج دیکھ رہے ہو نا یہ سب وکیل صاحب نے ہی وڈے سائیں کو راضی کر کے بنائیں اور اگر کچھ دن اور رہ جاتے تو ہسپتال کی بنیاد بھی رکھ دیتے۔ ویسے تو وڈا سائیں کسی کی سنتا نہیں تھا مگر وکیل صاحب کی بڑی عزت کرتا تھا کچھ لوگ کہتے تھے وکیل صاحب کے شہر میں بڑے بڑے لوگوں سے تعلقات رہتے ہیں۔ اس لئے وڈا سائیں وکیل صاحب کے کام خاموشی سے کر دیتا تھا تاکہ الیکشن کے دنوں میں وکیل صاحب سے مدد لے سکے۔ خیر جتنے منہ اتنی باتیں۔۔۔ ہماری تو بس یہی دعا ہے کہ اللہ ہمارے وکیل صاحب کے لئے آگے کا راستہ آسان کرے۔ اُن کی مغفرت فرمائے۔ بڑا سخی اور نیک بندہ تھا۔ کم بختوں نے مار دیا۔ اللہ غارت کرے کمینوں کو۔۔۔" پپو ایک دم جزباتی سا ہوا تھا۔

جبریل نے غور کیا اپنے وکیل صاحب کی تعریفیں کرتے اس کے لہجے میں مٹھاس اور احترام ہی احترام تھا۔

اتنے میں اپنا رکشہ اس نے لال اینٹوں والی حویلی کے باہر روکا تو اس نے سوالیہ ابرو اٹھائی۔

"لو باؤ آگئی تمہاری منزل۔" اس نے جیب سے نکال کر پانچ سو کا نوٹ پپو کے سامنے کیا تو وہ خوشی سے قبول کرتے اپنا رکشہ دوڑا کے لے گیا۔

گھنٹی بجانے کے دو منٹ بعد ایک لڑکی نے دروازہ کھولا تھا۔ اور اس کے بتانے پہ اسے اندر ایک کمرے میں لا کر بٹھا دیا۔

کچھ لمحے بعد زمان مصطفیٰ کمرے میں آئے تھے۔ جن کا چہرہ جبریل کو دیکھ کر کھل سا گیا۔ انہیں دیکھ کر جبریل بھی فوراً ان سے ملنے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور قریب جا کر ان سے بغلگیر ہوا۔

زمان مصطفیٰ نے بہت دنوں بَعد اپنے سمجھدار اور وجیہہ بیٹے کو دیکھا۔ جس کے چہرے سے تھکاوٹ صاف جھلک رہی تھی مگر پھر بھی باپ سے ملنے کی خوشی سب سے واضح تھی۔ دوسری جانب جبریل اپنے باپ کی اچھی ہوئی صحت کو دیکھ کے رہ گیا تھا۔ انہیں گاؤں کی خوراک لگتا راس آگئی تھی۔

"کیسا ہے میرا بیٹا؟۔۔۔ آرام سے مل گیا تھا گھر؟۔۔۔ "

"بابا!۔۔۔ اس نے گہرا سانس بھرا۔ "کیا یہ دونوں سوال میری حالت دیکھ کر بھی آپ کے پوچھنے بنتے ہیں۔ "

وہ مٹی سے اٹی اپنی سیاہ شلوار قمیض کی طرف اشارہ کرتے بولا تو زمان مصطفیٰ اس کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہنس دیئے۔ اِن کے ہر وقت ویل ڈریس رہنے والے بیٹے کی حالت اس وقت بالکل اُس کے کمرے جیسے ہی لگ رہی تھی۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تھک گئے ہو؟۔۔۔ "

"بہت زیادہ۔۔۔ "وہ پیچھے صوفے پہ گرتا بولا۔

"چلو آؤ میں تمہیں کمرہ دکھاتا ہوں۔ شاور لے لو پھر اپنے دادا جان سے مل کر سو جانا۔ ہم کل تفصیلی بات کریں گے ابھی تم ریسٹ کرو۔ "انہوں نے اس کے کندھے تھپکے۔

اِسے کمرہ دکھا کر وہ اس کے لئے زیبو کو کہہ کر کچھ کھانے کو لینے گئے تھے اور وہ اپنے بیگ سے ٹراؤزر شرٹ نکالنے لگا۔

بہت منحوس وقت پہ شایان نے اِسے یہ ٹراؤزر شرٹ پہن کے دادا جان سے ملنے کا مشورہ دیا تھا۔

کپڑے نکال کے واشروم کی طرف جاتے اس نے بے اختیار سوچا۔

گاؤں کے ٹھنڈے پانی سے نہانے کے بَعد ٹھنڈ اور تھکن سے اِس کی اپنی حالت قابل علاج ہو چکی تھی۔ اِس نے کسی کا علاج کیا خاک کرنا تھا۔ صبح سے وہ جگہ جگہ کھجل ہو کر یہاں تک پہنچا تھا۔ اور اب گیزر کو چلتا نہ دیکھ کر اُسے ٹھنڈے پانی سے ہی نہانا پڑا تھا جس نے اسلام آباد کی سخت سردی میں اس کے چودہ طبق روشن کر دئے تھے۔

ٹراؤزر کی شرٹ پہ ٹھنڈ سے بچاؤ کے لئے گرم جیکٹ پہنے وہ طبیعت میں چھائی نقاہت اور سستی کے باوجود اپنی ساہرانہ پرسنیلیٹی کے ہمراہ بہت ہی جاذبِ نظر لگ رہا تھا۔

زمان مصطفیٰ نے اندر داخل ہوتے ہوئے دِل ہی دِل میں اِس کی نظر اتاری۔ اور کھانے کے لوازمات سے بھری ٹرے اس کے سامنے رکھی۔ اس نے تھوڑا سا کھا کر ہی ہاتھ کھینچ لئے اور چائے پینے لگا۔ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے اس کا کچھ کھانے کو دل ہی نہ کیا تھا۔

زمان صاحب الجھے ہوئے انداز میں سامنے بیٹھے اس کے انداز نوٹ کر رہے تھے۔ صاف پتا چل رہا تھا وہ جلدی جلدی فارغ ہو کر سونا چاہتا تھا۔ کھانے پینے سے فارغ ہوتے ہی اس نے اپنا باکس اٹھایا اور باب کو چلنے کا اشارہ کیا۔

چیک اپ کے دوران ابراہیم صاحب مسلسل اِس کو اپنی پر اسرار نگاہوں کے حصار میں لئے ہوئے تھے جو جبریل کو بہت عجیب محسوس ہو رہی تھیں۔ مگر وہ ماہرانہ انداز میں چیک اپ کرتا رہا۔ جبریل نے اپنے باپ کے ساتھ ساتھ ابراہیم صاحب کو بھی کوئی امید نہیں دلائی تھی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میرے خیال میں دادا جان آپ کو ہسپتال ایڈمٹ ہو جانا چاہیئے۔ گھر میں علاج آپ کے لئے زیادہ فائدے مند نہیں ہے۔ ڈاکٹر کی حیثیت سے میرا آپ کو یہی مشورہ ہے کیونکہ ہم بغیر مشینوں اور دل کے ماہر ڈاکٹرز کے زیادہ بگڑتی حالت گھر میں نہیں سنبھال سکیں گے۔ ابھی تو جیسے تیسے کر ہی لیں گے۔ لیکن اگر آپ کا بی۔ پی شوٹ کر گیا یا مائنر سا بھی اٹیک دوبارہ ہوا تو صورتحال سنبھالنا ہمارے لئے بہت مشکل ہو گا باقی جو اللہ کی مرضی۔"

"بیٹا اگر موت کے فرشتے نے میرے پاس آنا ہی ہے تو ہسپتال میں بھی آ جائے گا اور گھر میں بھی۔۔۔ ہسپتال میں موجود مشینیں ملک الموت کو مجھ تک آنے سے ہرگز نہ روک سکیں گی۔ اس لئے مجھے گھر ہی رہنے دو کم از کم اوپر جا کے اپنے بچوں کو کہہ تو سکوں کا میں نے اپنی زندگی میں اُسے کبھی اکیلا نہ چھوڑا"

جبریل کو اُن کی بات کی زرا سمجھ نہ آئی تھی اور نا ہی اُس نے پرائے مسئلوں میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کی تھی، البتہ اُس نے ابراہیم الہی کو اپنے ساتھ لاہور چل کر ہسپتال میں علاج کے لئے راضی کرنے کوشش ضرور کی تھی لیکن لاہور کا نام سن کر تو وہ اور ہی اُکھڑ گئے تھے۔ پھر اونٹ کسی کروٹ نہ بیٹھتا دیکھ کر وہ اپنے باپ سے یہی کہہ سکتا تھا۔

"میں جتنا کر سکتا ہوں کروں گا بابا۔ ہونا تو وہی ہے جو اللہ کو منظور ہے مگر ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے مجھے کوئی اچھے آثار نظر نہیں آتے۔ انہیں جلد از جلد کسی دل کے ماہر ڈاکٹر اور اینجیو کی ضرورت ہے جو کہ گاؤں کی ڈسپنسری میں نہیں مہیا۔ البتہ مجھے دوائیں منگوا دیں۔ میں نے اپنے جاننے کار ڈیالوجسٹ کو فون پہ ساری صورتحال بتائی ہے اب اگر یہ سگنل ساتھ دیتے رہے تو میں اپنی پوری کوشش کروں گا اُن سے رابطے میں رہوں۔"

جبریل کی بات نے زمان صاحب کو پریشان کر ڈالا تھا۔ وہ جو سوچ رہے تھے صبح تسلی سے جبریل سے بات کر کے اسے کسی طرح منانے کی کوشش کریں گے اب صبح تک کا انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ وہ جو تھک ہار کر نرم گرم بستر پہ چڑھ

کے سونے کی تیاری میں تھا۔ زمان مصطفیٰ کی بات پہ اپنے اوپر سے کمبل اتارتا اچھل کے بستر سے اترا اور اپنے باپ کے سامنے کھڑا ہوا۔

"کیا کہہ رہیں ہیں آپ بابا جان، آپ پورے ہوش میں تو ہیں؟۔۔۔ آپ مجھے شادی کرنے کا کہہ رہے ہیں وہ بھی ایک گاؤں کی دیہاتن سے؟۔۔۔ سوچئے گا بھی مت۔۔۔"

وہ وارننگ دیتے انداز میں بولتا سامنے پڑی کُرسی پہ بیٹھ چکا تھا۔ اُس کے سامنے بیٹھے زمان مصطفیٰ نے جھکا سر اٹھایا وہ اس سے زیادہ کی توقع رکھتے تھے مگر وہ اتنا ہی بول کر چپ ہو گیا تھا۔ اس کی خاموشی سے انہی ڈھارس ملی تھی وہ دوبارہ سے بولے۔

"شفاء اچھی لڑکی ہے جبریل، بالکل تمہارے معیار کی، تمہیں خوش رکھے گی۔" باہر سے گزرتی شفاء کے قدم اپنے نام پہ ٹھٹکے تھے۔ اور زمان مصطفیٰ کی بات پہ جیسے وہ فریز ہو گئی تھی۔

"بابا انکار کے لئے کیا یہ اعتراض کافی نہیں ہے کہ وہ ایک دیہاتن ہے۔ ان پڑھ، جاہل، گوار اور نہایت ہی پرو بلیمیٹک شخصیت۔ یہی تو ہوتی ہیں دیہاتنیں۔۔۔ اس لئے سو سوری ٹو سے بابا اگر آپ چاہ رہے ہیں کہ میں ترس کھا کر کسی بھی پو بلیمیٹک دیہاتن سے شادی کر لوں تو معزرت بابا جان۔۔۔ میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ "

اس سے آگے اپنی تعریف سننے کا حوصلہ شفاء میں نہ رہا تھا۔ وہ تیز قدموں سے چلتی وہاں سے چلے گئی۔ تھکن، طبیعت کی خرابی اور کچھ اچانک ایسی خبر نے جبریل کے حواسوں کو جھنجھلا کے رکھ دیا تھا کہ وہ باپ کے سامنے بات کرنے کی تمیز تک بھول چکا تھا۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

دوسری جانب زمان مصطفیٰ جبریل کا ایسا انداز دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔ وہ پہلے کبھی کب اس انداز میں باپ کے سامنے بولا تھا۔ اس کے ایسے انداز میں وہ بھی طیش میں آئے تھے۔

"مت بھولو کہ تمہاری ماں بھی ایک دیہاتن تھی جبریل اور تم بھی جتنے مرضی شہری بن جاؤ یا نفرت بھی کر لو اِن دیہی لوگوں سے لیکن اندر سے تم بھی ایک دیہاتی ہی ہو۔ اور جہاں تک بات رہی نکاح کی تو میں زُبان دے چکا ہوں۔ شفاء کوئی پینڈو، انجان اور پروبلیمٹیک لڑکی نہیں ہے۔ بہت سلجھی اور سمجھدار لڑکی ہے۔ سب کچھ دیکھ بھال کر ہی زُبان دی ہے۔ "

"سر نیسلی بابا؟۔۔۔ اس نے اُبرو اچکا۔ "آپ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی ترس کے نام پہ کئی سال پرانی چلی اس ہولناک فلم کو دوبارہ چلانے کا کہہ رہے ہیں۔ آپ اتنی آسانی سے سب کیسے بھول سکتے ہیں؟۔۔۔ شاید آپ بھول سکتے ہیں مگر میں نہیں بھول سکتا۔" اس کی آواز میں کچھ تھا، زمان مصطفیٰ کا دل لرز کر رہ گیا۔ مگر جلد ہی وہ اپنا انداز سپاٹ کرتے تحکم بھرے انداز میں بولے۔

"ہر کوئی ایک جیسا نہیں ہوتا جبریل مصطفیٰ۔۔۔ اگر پھر بھی تم اپنی ضد پہ قائم ہو اور نکاح کے لئے نہیں راضی ہوتے تو ٹھیک ہے میں شایان کو راضی کر لوں گا، میرے پاس اوپشنز کی کمی نہیں ہے۔ اللہ نے مجھے دو جوان بیٹے اور بھی دئے ہیں جو میری ایک مرتے ہوئے انسان کو دی گئی زبان کا پاس ضرور رکھیں گے۔" وہ چبا چبا کر بولے تھے ان کے الفاظ اور انداز میں ایسی سختی تھی کہ جبریل ایک دم شوکڈ رہ گیا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہیں ہیں آپ بابا؟۔۔۔ آپ بھول رہے ہیں شانی ہدیٰ کو پسند کرتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے منسوب بھی ہیں۔ اور جہاں تک بات ہے زبان کی تو مت بھولیں زبان تو آپ نے سلیمان انکل کو بھی دے رکھی ہے۔"

"میں سلیمان کو سمجھالوں گا۔ وہ اور شایان میری مجبوری لازماً سمجھیں گے۔ مجھے تم سے امید تھی مگر نہیں۔۔۔ تم نے میرا مان بہت بُری طرح کچلا ہے جبریل۔۔۔ مجھے افسوس ہے میں تمہاری اچھی تربیت نہ کر سکا، میں تمہیں کیا سمجھتا رہا اور تم اندر سے کیا نکلے ایک نہایت چھوٹی، گھٹیا اور حقیر سوچ کے مالک۔ میرے لئے شرم سے ڈوب مرنے کے لئے یہی سوچ کافی ہے کہ میرا لاڈلا بیٹا جس پہ مجھے سب سے زیادہ فخر تھا وہ اتنی حقیر سوچ کا مالک ہے۔" وہ اپنی بات کہہ کر رُکے نہیں تھے۔ تیز تیز ڈگ بھرتے کمرے سے جا چکے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں افسوس اور دُکھ جبریل سے چھُپا نہ رہ سکا تھا۔

جبریل نے اپنے والد کا یہ اندازِ پہلی بار دیکھا تھا بد تمیزی تو وہ بھی بہت کر گیا تھا مگر غصّے میں اِسے اپنی بد تمیزی دکھائی ہی نہ دی تھی۔ اُسے اپنے بھائیوں کا خیال آیا۔ شایان اور زینی نہیں۔۔۔ وہ جانتا تھا شایان ہدیٰ کو کتنا پسند کرتا ہے اور زیان۔۔۔ وہ تو ابھی چھوٹا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بابا نے اگر اُن دونوں سے بات کی بابا کا موجودہ انداز اُنہیں گھُٹنے ٹیکنے پہ مجبور کر دے گا۔ وہ اپنے باپ کی زبان کی لاج ہر حال میں رکھیں گے اور جبریل اپنے بھائیوں کے مستقبل کے ساتھ ایسا نہیں ہونے دے سکتا تھا، بالکل بھی نہیں۔۔۔

اور پھر زندگی کی ایک رات اور جاگ کر جبریل مصطفیٰ وہ فیصلہ کر چکا تھا جو کبھی اس کی زندگی کی آخری امید بھی ہوتا تو وہ کبھی نہ کرتا۔ یہ گھر والوں کی محبت بھی ناں، کیا کچھ کروا چھوڑتی ہے انسان سے۔

* * * * * * * * * * *

شفاء دادا جان کو دوائی دے کر اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی جب گیسٹ روم سے آتی آوازوں نے اس کی توجہ اپنی جانب کی۔ اپنی ذات کو مرکزِ گفتگو بنا دیکھ کر اس کے قدم وہی ٹھہر گئے تھے۔ مگر اُن باتوں نے اِس کی عزتِ نفس کو بُری طرح کچلا تھا۔

"تو اب میں ایک ان چاہی شخصیت بھی کہلائی جاؤں گی۔"

آنسوؤں بے اختیار باہر آنے کو بے قرار ہوئے تھے جنہیں وہ بے دردی سے صاف کر چکی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ یہ شادی نہیں کرے گی کسی صورت بھی نہیں۔ چاہے دادا جان کچھ بھی کہیں وہ انہیں چھوڑ کر واپس نہیں جائے گی۔

****

"ہادی تم سمجھ نہیں رہے یار، کیا زندگی میں ایک تجربہ کافی نہیں ہوتا۔ اور جہاں تک بات رہی میری شادی کی تو میں کبھی کسی پہ ترس کھا کر یا کسی کے مجبور کرنے پہ شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اپنے دِل کی رضامندی سے شادی کرنا چاہتا تھا یار۔۔۔" وہ زچ سے انداز میں جیسے فون کے دوسری پار اُسے اپنا مدعا سمجھانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ جو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"بس اسی لئے، صرف اسی لئے مجھے گاؤں سے نفرت ہے۔ یہ بات پکی ہے گاؤں ہمیں زندگی میں کبھی کوئی خوشی یا سکون نہیں دے سکتا۔"

دوسری جانب سے ہادی نے نجانے کیا کہا تھا۔ جس پہ اس نے ہونٹ بھینچ لیے تھے، ماتھے پہ غصّے کی لکیریں صاف نظر آ رہی تھیں۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مسٹر عبدل ہادی چانس زندگی کو دیئے جاتے ہیں موت کو نہیں، زندگی کو چانس دو گے تو آپ کے لئے آگے روشنی کی اُمید خود راستہ بنائیں گی اور اگر موت کو چانس دو گے تو وہ تمام راستے بند کرتے آپ کو ایک ایسی جگہ پھینک دے گی، جہاں سے واپسی کبھی ممکن نہ ہو گی۔ اور میں ابھی جینا چاہتا ہوں مرنا نہیں۔ میں کسی ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو میری زندگی میں روشنی بن کر آئے، اور میرے تمام وسوسوں کو اپنے اعتبار سے دور کر دے۔ مجھے اپنے لئے ایک

لائف پارٹنر کی ضرورت ہے' جو مجھے سمجھے، مجھے محبت دے مگر یہ تو خود میری زندگی میں اُسی طوفان کے زریعے سے آ رہی ہے جس سے مجھے نفرت رہی ہے۔ اس کے آنے کے بعد میری زندگی میں کیا خاک روشنی آنی ہے۔"

وہ اپنی رو میں مگن بول رہا تھا اِس بات سے بالکل بے خبر کہ کچن کی کھڑکی میں کھڑا ایک وجود اس کی تمام باتیں سن چکا ہے۔

****

شفاء بہت ڈھیلے قدموں کے ساتھ داداجان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"آؤ بیٹا۔" اس کو آتا دیکھ کر ابراہیم صاحب نے اسے اشارے سے اپنے پاس بلایا۔

جبریل نے آتے ہی اِن کا علاج شروع کر دیا تھا۔ اس نے زمان مصطفیٰ سے داداجان کی حالت کے متعلق جو بھی کہا تھا شفاء کو اس سے بے خبر ہی رکھا گیا تھا اس کے پوچھنے پر بھی زمان مصطفیٰ نے بات کو ٹال دیا تھا مگر وہ بھی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ تھی اس کا یہ آخری سال شروع ہونے والا تھا، اپنی محدود تعلیم کے باوجود بھی وہ جانتی تھی کہ داداجان کی اتنی تکلیف کی وجہ کیا ہے لیکن پھر بھی اسے کسی معجزے کی امید تھی۔ اس نے ابراہیم الٰہی کے پاس بیٹھ کر ان کی پیشانی پہ بوسہ دیا تھا۔

Safar ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا بات ہے؟۔۔۔ میری بیٹی اتنی ادا۔۔ اداس کیوں۔۔۔ل۔۔لگ رہی ہے؟۔۔۔"

شفاء نے اپنا جُھکا ہوا بوجھل سر اٹھایا تھا۔

"داداجان کیا میں آپ پہ بوجھ ہوں؟۔۔۔" اُس کے نم لہجے میں ابراہیم الٰہی تڑپ سے اُٹھے اور فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتی دادا جان، پلیز آپ مجھے فورس نہیں کریں گے۔ دادا جان میں کسی کے سر پہ زبردستی مسلط نہیں ہونا چاہتی۔ میں آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں، ہمیشہ ادھر ہی اسی حویلی میں۔۔۔ پلیز آپ میرے ساتھ زبردستی نہ کریں۔ "

روتے روتے اُس نے اپنا سر دادا جان کے ہاتھوں پہ رکھ دیا تھا۔ اُس کا وجود ہلکے ہلکے سے ہل رہا تھا۔

شفاء کی بات سن کر ابراہیم صاحب کے دِل کو کچھ ہوا تھا مگر انہوں نے اپنی حالت شفاء پہ ظاہر نہ ہونے دی۔

"بی۔۔۔ بیٹی میں۔۔۔ نے یہ فیص۔۔ فیصلہ۔۔۔ آپ کی بھ۔۔۔ بھلائی کے لئے کیا ہے۔"

"دادا جان صرف شادی ہی تو بھلائی کا واحد زریعہ نہیں ہوتی اور میں ایسے شادی کرنا چاہتی بھی نہیں ہوں پلیز آپ زمان انکل کو منع کر دیں۔" وہ سر اٹھاتے خود سر مگر دھیمے انداز میں بولی۔

ابراہیم الہیٰ کی حالت ایک دم سے بگڑی تھی۔ اِسے دیکھ کر شفاء پریشان سی ہو اُٹھی۔ زمان مصطفیٰ جو چوکھٹ پہ کھڑے شفاء کی باتیں ہی سن رہے تھے۔ ابراہیم الہیٰ کی بگڑتی حالت دیکھتے ہوئے سامنے سی زیبو کو جبریل کو بلانے کا کہہ کر کمرے میں داخل ہوئے۔

"بی۔۔۔ بیٹا میری ب۔۔ب۔۔بات۔۔۔ مان کر۔۔۔ شادی۔۔۔ کر لو اپنے دا۔۔ دادا پہ یقین۔۔۔ رکھو۔۔۔ میں ن۔۔۔ نے یہ فیصلہ۔۔۔ تمہارے لئے۔۔۔ ہی۔۔۔ کیا۔۔۔ ہے۔"

"دادا جان پلیز آپ چُپ ہو جائیں کچھ مت بولیں۔ آپ جیسا کہیں گے ویسا ہی ہو گا۔ "

شفاء نے دادا کے ہاتھ پہ بوسہ دیا اور زمان مصطفیٰ کو ہدایت دیتی ان ہیلر لینے دوسرے کمرے میں بھاگی، اُس کے جاتے ہی جبریل تیزی سے کمرے میں آیا تھا۔ انہیں آکسیجن ماسک اور انجیکشن لگا کر زمان مصطفیٰ کی طرف پلٹا۔

"میں نے آپ کو پہلے ہی کہا تھا اگر ان کو گھر رکھنا ہے تو انہیں کوئی پریشانی نہ دیں۔ لیکن میں پھر یہی کہوں گا انہیں گھر رکھنا سہی نہیں ہو گا انہیں فوری بہتر علاج کی ضرورت ہے آپ لوگ کیوں اُن کی جان لینے کے درپہ ہیں۔"

وہ کافی غصے میں لگ رہا تھا جو بھی تھا وہ ایک ڈاکٹر بھی تھا جس کے لئے اپنا فرض ہر چیز سے پہلے ہوتا تھا۔ ان ہیلر پکڑے شفاء جبریل کو دیکھ کر کمرے کے باہر ہی رک گئی تھی۔

"اگر دادا جان کو کچھ ہو جاتا تو؟۔۔۔ انہوں نے میری باتوں کی وجہ سے ٹینشن لی تھی، میں بہت بُری ہوں۔ کیا میں اتنی خود سر ہو گئی ہوں کہ اپنے دادا کی بات مان کر انہیں خوشی تک نہیں دے سکتی۔"

لال اینٹوں کی اِس خوبصورت حویلی میں موت کا سا سناٹا چھایا تھا۔ ہر شے خاموش تھی۔ ایسے میں منڈھیر کے ایک کونے میں سے کسی کی سسکیوں کی آواز ہر تھوڑی دیر بعد رات کے سناٹے میں ارتعاش پیدا کرتی تھی۔

وہ گھٹنوں کے گرد دونوں بازو لپیٹے دیوار سے ٹیک لگائے آنسو بہانے میں مصروف تھی۔ جب اس کو اپنے سر پہ کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔ اپنے سامنے کھڑے زمان مصطفیٰ کو دیکھ کر وہ ایک دم سیدھی ہوئی۔ وہ کھڑے ہونے لگی تھی جب زمان مصطفیٰ اسے منع کرتے خود بھی اس کے ساتھ دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے۔

Safa ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اللہ تعالی سورۃ مُلک میں فرماتے ہیں۔

"میں نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کروں کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔(67:2) "

بیٹا اللہ نے آپ سے آپ کا بھائی لے لیا شاید وہ اس کے زریعے آپ کی آزمائش کر رہے ہوں کہ آپ اپنی پیاری چیز کھو جانے کے بعد بچی ہوئی چیزوں کی قدر کرتی ہو کہ نہیں۔۔۔ بیٹا زندگی میں سب سے زیادہ مطمئن وہی لوگ ہوتے ہیں

جنہیں اپنے معاملات اللہ کے سپرد کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ آپ بھی اپنا فیصلہ اللہ پہ چھوڑ دو اس پہ کامل یقین رکھو بے شک وہ اپنے بندوں کو سب سے زیادہ چاہتا ہے۔ اور جہاں تک رہی میرے بیٹے کی تو وہ ایسا نہیں ہے۔ وہ بہت ہی نرم، بہت ہی حساس، بہت ہی محبت کرنے والا اور سمجھدار بچہ ہے۔ آج ہمارے گھر میں اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت ہے الحمد اللہ اور اس میں سب سے زیادہ جبریل کی محنت شامل ہے۔ وہ بہت چھوٹا تھا جب ماں چلے گئی۔ اسی نے حدید کو بھی پالا باقی بھائیوں کو بھی پڑھایا لکھایا اور بڑا کیا لیکن اس سب چکر میں اس کی اپنی پڑھائی کے ایک اے دو سال ضائع ہو گئے مگر اُس نے کبھی کسی کو نہیں کہا کہ اُس نے ہمارے لئے ایسا کیا۔ اس نے آج تک کبھی کوئی ماسی گھر نہیں رکھی، اُس وقت بھی نہیں جب ماں کے چلے جانے کے بعد بہت ضرورت تھی۔ وہ خود ماسی بن کر گھر کا سارا کام کر لیتا مگر اپنے بھائیوں کے کام کسی کے سر پہ نہیں چھوڑتا تھا۔ سارے گھریلو کام تک خود کرتا تھا یہ بات الگ ہے کہ آج وہی سب کام ڈنڈے کے زور پہ اپنے انہی بھائیوں سے کرواتا ہے۔" اس بات پہ وہ خود بھی ہنس پڑے تھے۔

"اور جانتی ہو آج وہ ایک بہترین ڈاکٹر ہے۔ آپ سوچ رہی ہو گی میں یہ سب باتیں میں آپ کو کیوں بتا رہا ہوں۔ جانتی ہو میرا بیٹا بہت بد دماغ اور سر پھرا ہے وہ نہیں جانتا اُس کے لئے اچھا کیا ہے اور بُرا کیا ہے مگر میں اُس کی طرح کا نہیں ہوں۔ جبریل کے ماضی کی گاؤں کے حوالے سے کچھ اچھی یادیں نہیں جُڑیں۔ جس وجہ سے اُس نے گاؤں کو ایک obsession بنا لیا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں وہ اس سب سے نکلے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ پاگل ہے تو آپ اُس کو سدھار دیں گی بالکل نہیں۔۔۔۔ اور نہ ہی میں آپ سے یہ کہوں گا میرا بیٹا بہت اچھا ہے، آپ کو بہت خوش رکھے گا مگر میں یہ بات کسی سٹام پیپر پہ بھی لکھ کے دے سکتا ہوں کہ آپ کے علاوہ وہ کسی اور کے بارے میں سوچے گا بھی نہیں۔ وہ رشتوں میں بہت کھڑا ہے۔ اپنی جان دے سکتا ہے مگر اپنے سے جُڑے رشتوں پہ آنچ بھی نہیں آنے دے سکتا۔ آخری فیصلہ بیٹا پھر بھی آپ کا ہے لیکن ایک بات میں آپ کو باپ کی حیثیت سے اور بھی کہنا چاہوں گا۔"

اُس کے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ رکھتے وہ بولے۔

"میرے گھر میں ہر نعمت ہے بیٹا مگر اللہ کی رحمت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب رحمت میں بھی اپنے گھر لے آؤں۔ آپ نکاح کے لئے ہاں کر دو بیٹا۔ دادا کو تکلیف نہ دو ان کے لئے آسانیاں پیدا کرو اور رہی جبریل کی بات۔۔۔ تو وہ ابھی غصے میں ہے بَعد میں میرا ہی مشکور ہو گا دیکھنا۔۔۔ آخر کو اتنی اچھی بیوی اُس کو مفت میں مل رہی ہے۔ شاید آپ دونوں کو اس وقت میں اور دادا خود غرض لگیں مگر حقیقت اِس لے بر عکس ہے۔ "

جب وہ دادا جان کے کمرے میں گئی تو وہ دوائی کے زیر اثر سو رہے تھے۔ وہ اُن کے پہلو میں بیٹھی اور اُن کے ڈرپ والے ہاتھ پہ نرمی سے لب رکھے۔

"میں تیار ہوں دادا جان۔"

روز کی طرح آج بھی وہ جوگِنگ کرنے نکلا تھا، فرق صرف اتنا تھا آج اتوار تھا۔ اِسی لئے ہادی نے اپنا رُخ گھر کے قریبی پارک کے بجائے جیلانی پارک کی جانب کیا۔ جوگنگ کے بَعد اس کا ارادہ ایکسر سائز کا تھا۔ زخمی ہونے کے بَعد سے اُس نے ایکسر سائز چھوڑ رکھی تھی۔ اکسر سائز کرتے تکلیف کا احساس اِسے شدت سے ہوتا تھا مگر سٹیچز کُھلنے کے بعد سے اُس نے تھوڑی بہت ورزش دوبارہ شروع کر دی تھی۔ پش اپز کے دوران اس کی سماعت سے ایک بچے کی آواز ٹکرائی تھی۔

SAFA READ ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"انکل انکل بال۔۔۔"

اُس نے آواز کی جانب دیکھا۔ وہ گیارہ سے بارہ سال کا گول مٹول خوبصورت سا بچہ اس کے پاس پڑی گیند کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"چلو جی! اب میں اتنا بھی عمر رسیدہ نہیں ہوا کہ بچے مجھے انکل ہی کہنا شروع کر دیں۔"

سیدھے ہوتے وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا اور گیند زوردار انداز میں بچے کی جانب اچھال کر واپس اپنی ورزش میں مشغول ہو گیا۔

"آؤچ۔۔۔"

ابھی وہ جھکا ہی تھا کہ نسوانی چیخ کی آواز پہ پلٹ کر دیکھا۔ ایک لڑکی زمین پہ پڑی درد سے کراہی تھی جبکہ اس کا پھینکا ہوا گیند اُس سے کچھ فاصلے پہ گڑا پڑا تھا۔

"اوہ تیری!۔۔۔" کھڑے ہوتے اس نے اپنے بالوں میں انگلیاں چلائیں۔ لمحہ لگا تھا اِسے سمجھنے میں کہ اس کا پھینکا گیا بال بچے کے بجائے اس لڑکی کے پاس گیا تھا بلکہ اُسے لگ بھی چکا تھا۔

"تف ہے ہادی یار، اگر دیکھ کہ گیند اچھال لیتے تو کونسا اضافی ٹیکس دینا پڑ جاتا۔" شرمندگی سے بالوں میں انگلیاں چلاتے وہ لڑکی کی جانب بڑھا جو اُسی چھوٹے بچے کا ہاتھ پکڑے کھڑی ہوئی تھی اور اب پاس پڑے بینچ پہ بیٹھ رہی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں مس؟۔۔۔ وہ آئم سوری میں آپ کو دیکھ نہ سکا تھا۔" وہ نجانے کیوں اُس لڑکی کے سامنے تمہید باندھ چکا تھا، جس کی نظریں اپنی کہنی پہ لگی چوٹ پہ تھیں۔

BEING THE STRING OF THE KITE

ہادی کی بات پہ اس نے ایک دم جھٹکے سے چہرہ اٹھایا۔ بائیں جانب کندھے پہ لٹکتی بھورے بالوں کی اونچی پونی چہرہ اٹھانے سے پیچھے کی جانب گئی تھی۔ اور غصے سے بھری چمکتی بھوری آنکھیں ہادی کی جانب اٹھیں تھیں۔ اور بس یہی وہ پل تھا جب بڑے بڑے دعوے کرنے والے ہادی کو اپنے دعووں کے سچا ہونے پہ شک ہونے لگا تھا۔ چمکتے بھورے بال جو اونچی پونی میں مقید تھے۔ بھوری ہی بڑی بڑی آنکھیں جن میں چمک اور پانی دونوں ہی بھرپور انداز میں تھے۔

اوپر سے اِن آنکھوں پہ سایہ فگن گھنی پلکیں ایسا لگتا تھا جیسے اللہ نے خوب فرصت سے بنایا ہو۔ ایک لمحے کے لئے تو ہادی کو اپنا دل ان آنکھوں میں نظر آتے چلو بھر پانی میں ڈوبتا محسوس ہوا تھا مگر وہ فوراً ہی اپنے دل کو سمجھا کر نظروں کا زاویہ بدل چکا تھا۔ وہ عبدل ہادی تھا، وہ اپنے بارے میں بلند و بانگ دعوے کرتا تھا اور اب وہ ایسے لوفروں کی طرح اتنا دل پھینک نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں خود کو جھڑکا۔

اُس خوبصورت لڑکی نے پہلے تو ہادی کو اچنبھے سے دیکھا جیسے اُس کی موجودگی کی وجہ سمجھ رہی ہو، مگر جیسے ہی ہادی کے منہ سے نکلے الفاظ پہ دھیان گیا وہ اپنی تمام تر تکلیف بھولتی ایک جھٹکے سے بینچ سے اُٹھی۔ اپنے ٹریک سوٹ کے بازو اوپر کو چڑھاتے، مکمل لڑاکا طیارہ بنے وہ ہادی کے عین سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ بے اختیار ہادی کا قدم پیچھے ہوا تھا اور لڑکی کا آگے۔ لڑکی کے انداز سے لگتا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے اس پہ اٹیک کر دے گی۔ ہادی کے آنکھوں میں الجھن لپکی تھی جسے وہ کمال مہارت سے چھپا چکا تھا۔ جب وہ لڑکی بولی۔

"سوری؟۔۔۔ کیا سوری؟۔۔۔" کوئی بھی جواب دینے کے بجائے ہادی بس اُس کا جرأت مندانہ انداز دیکھتا رہ گیا تھا۔

"مسٹر میں آپ سے پوچھ رہی ہوں کیا سوری؟۔۔۔ ہاں کیا سوری؟۔۔۔ اگر یہ آپ کی پھینکی ہوئی بال میرے دل یا سر پہ لگ جاتی؟۔۔۔ اور میں مر جاتی تو؟۔۔۔"

ہادی کہنا چاہتا تھا۔ "تو پھر دنیا جون سینا کا پاکستانی فی میل ورژن دیکھنے سے محروم رہ جاتی۔" مگر جب بولا تو منہ سے صرف سوری ہی نکلا تھا۔

"پھر سوری۔۔۔ میں پوچھ رہی ہوں اگر میں مر جاتی تو۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس سے پہلے کہ ہادی جواب دیتا پاس کھڑا وہ گول مٹول بھورے بالوں والا بچہ، جو مشابہت میں اُس لڑکی کا بھائی ہی معلوم ہوتا تھا اپنی بہن کے علم میں اضافہ کرتا بولا تھا۔

"اُوف اوہ آپی!۔۔۔ابھی ہمارے اِتنے اچھے دِن نہیں آئے کہ آپ اتنی آسانی سے ہمارا پیچھا چھوڑ سکیں۔ماما کہتی ہیں بُرائی اتنی آسانی سے جان نہیں چھوڑتی۔" بچے کی بات پہ ہادی بے اختیار ہنس دیا اور ہادی کے سامنے اپنے بھائی کے ریمارکس پہ اُس لڑکی کا چہرہ لال پڑا تھا۔

"موٹے تم گھر چلو تمہیں تو میں بتاؤں گی۔ "

ہادی کو اپنی ہنسی روکنا بہت مشکل لگا تو اُس نے لڑکی کوئی بھی جواب دینے کے بجائے خاموشی سے نکلنے میں ہی عافیت سمجھی، لیکن لگتا تھا قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔وہ لڑکی فُل آن لڑائی کے موڈ میں اپنے بھائی کو نخوت سے چُپ کروا کر دوبارہ اس کی جانب مُڑی۔

"اوہ مسٹر کدھر چلے آپ؟۔۔۔ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔اگر میں مر جاتی تو جانتے ہیں کیا ہوتا؟۔۔۔"

"دیکھیے مس۔۔۔"ہادی نے اُس کی مزید فضول باتوں کو پورا ہونے سے پہلے ہی روکنا چاہا تھا مگر وہ تو جیسے نہ رکنے کی قسم کھا کے آئی تھی۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا دیکھوں؟۔۔۔یہ کہ آپ دوبارہ سے بال پکڑ کے میسی یا رونالڈو بننے کی دو نمبر کارگردگی کر کے دکھائیں اور اب میرے بجائے کسی اور کو مار کے اپنا گول پورا کریں گے یا پھر شاید مجھے ہی مار دیں گے۔"

ایسے شاندار القابات پہ ہادی کا منہ کھُلا تھا۔ وہ لڑکی پہلی نظر میں ہی اِسے خاصا اچھا جج کر گئی تھی۔ اُس نے سینے پہ ہاتھ باندھے خاصے دلچسپ انداز میں لڑکی کو دیکھا۔ اس کا ایک دل کیا تھا وہ واقعی اسے میسی یا رونالڈو بننے کی کارگردگی کر کے دکھا ہی دے اور پھر پوچھے اب بتاؤ ایک نمبر ہے یا دو نمبر مگر وہ خاموش رہ کر لڑکی کی بات سننے لگا۔

"دیکھیئے مسٹر میں اپنے۔۔۔"

"جی جی دکھائیں۔" وہ محفوظ ہوتے بولا تو سامنے کھڑی لڑکی کلس کر رہ گئی۔

"میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں اگر مجھے کچھ ہو جاتا نہ تو میرے ماما پاپا نے آپ کو ایسے ہی نہیں چھوڑنا تھا، آپ پہ دفعہ 302 (سزائے موت) کا کیس ہونا تھا۔۔۔ جان کے بدلے جان۔۔۔ اور جانتے ہیں اب لاہور پہلے والے لاہور بھی نہیں رہا۔"

اُس نے جیسے ہادی کے علم میں دھمکی نما اضافہ کیا تھا۔ وہ جو یہ سوچ رہا تھا واؤ اس لڑکی کو تو قانون بھی آتا ہے۔ اس کی اگلی بات پہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیوں اب کیا لاہور کے سینگ نکل آئے ہیں۔"

"نہیں اب یہاں کا قانون سخت ہو گیا ہے اور یہ سب اُس نئے ایس۔ پی کی مرہونِ منت ہے، آپ جیسے دو نمبر لوگ تو ویسے ہی اُس کے ایک ہاتھ کی مار ہیں۔"

ہادی جو اس لڑکی کی باتوں سے بے زار ہونے لگا تھا ایک دم سے محفوظ سا مسکرا دیا۔

)واہ رے ہادی اب لوگ تجھے تیرے ہی نام سے ڈرائیں گے بھی۔۔۔ اٹس امیزنگ(

"اب کھڑے ہنس رہے ہو۔ خوب جانتی ہوں میں آپ جیسے لڑکوں کی ان اوچھی حرکتوں کو۔۔۔ جہاں کوئی کمزور لڑکی دِکھی نہیں بس ہو گئے شروع اپنا ہیرو پن دِکھانا۔۔۔ پہلے جان بوجھ کے بال مارتے ہو پھر سوری کے بہانے قریب آتے ہو اور پھر اگر لڑکی کمزور لگے تو زدو کوب کی کوشش کرتے ہو مگر جانتے ہو۔ نہ تو میں کوئی کمزور۔۔۔"

"ناؤ سٹاپ دس نان سینس۔"

ہادی جو اُس سے معافی مانگنے کے لئے کھڑا تھا اِس کی آخری بات سن کر غصے سے سرخ ہوتے دھاڑا۔ اس سے پہلے وہ کچھ اور بولتی اس نے اس کی بات کاٹی تھی، ایک تو کب سے کھڑا وہ اِس لڑکی کی فضول باتیں سن رہا تھا صرف اِس لئے کہ غلطی اِس کی تھی مگر اِس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ کوئی اٹھ کر اِس کے کردار پہ انگلی اٹھانا شروع کر دے اور وہ چپ رہے۔ اس کی دھاڑ پہ لڑکی کو بھی ایک دم اچھل کے خاموش ہونا پڑا۔

"اب آپ میری سنیئے مس۔۔۔" اُس نے گہرا سانس لے کر انگشت شہادت اٹھائی۔ لڑکی کی فضول چلتی زبان اب بالکل خاموش تھی کیونکہ اب باری تھی ایس۔ پی عبدالہادی کے بولنے کی۔

"اگر میں کب سے کھڑا آپکی فضول باتیں سن رہا ہوں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو منہ میں آئے وہ آپ بولی چلے جائیں۔ اپنی زبان کو لگام دینا سیکھیں، ورنہ پچھتائیں گیں۔ مفت اور مخلصانہ مشورہ ہے۔ اور ویسے تو میں یہاں اس لئے کھڑا تھا کہ آپ سے معافی مانگ سکوں، مگر مجھے لگتا ہے کہ اب۔۔۔"

وہ لمحے بھر کے لئے رکا۔

"معافی مجھے نہیں آپ کو مانگنی چاہیئے۔۔۔" چبا چبا کر ایک ایک لفظ ادا کرتا وہ سامنے والی کے غصے کو ہوا دے رہا تھا مگر اب اتنی ہمت اُس میں نہ بچی تھی کہ وہ کچھ اور بولتی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب میری چند مزید باتیں کان کھول کر اپنے دماغ میں بٹھالیں۔ پہلی بات یہ کہ آئندہ کسی کے کردار پر انگلی اٹھانے سے پہلے اس کے اوپر ریسرچ کر لیجئے گا کہ آپ کیا اور کس کے بارے میں کہہ رہی ہیں۔ دوسری بات وہ بال میں نے جان بوجھ کر آپ کی طرف نہیں اچھالی تھی۔ وہ آپ تھیں جو دیکھے بغیر درمیان میں آئیں۔ اب تیسری اور آخری بات سوری بٹ ناٹ سوری۔"

اپنی بات مکمل کر کے وہ رُکا نہیں تھا اپنے بھاری قدم اٹھاتا وہاں سے چلتا بنا۔

"سوری مائی فُٹ۔ ہونہہ۔۔۔ "

ہادی کے پلٹنے کے بعد وہ لڑکی غصے سے اپنا پاؤں زمین پر مار کر رہ گئی تھی۔

اگر وہ اس کی کر کے گیا تھا تو اس نے بھی کون سا کوئی کم کی تھی۔ ماں کا سارا غصہ اٹھا کے وہ اِس پہ نکال چکی تھی اور اوپر سے کوئی شرمندگی بھی نہیں تھی۔ اُس نے غصے سے سر جھٹکا اور اپنے بھائی کی تلاش میں ادھر اُدھر دیکھا جو بھاگا بھاگا لڑکے کے پیچھے جا رہا تھا۔

"سوری انکل، وہ میری آپی نے کچھ زیادہ ہی بول دیا۔ وہ ایسی ہی ہے پاگل سی، ہمیشہ کسی کا غصہ کسی پہ نکال دیتی ہے۔ ویسے ایک طرح سے اچھا ہوا، آپ پہ نکال دیا ورنہ ضرور مجھ پہ نکالتی۔"

وہ گہرے سانس لیتے معصومیت سے بولا تھا۔ ہادی کو بے ساختہ ہی اُس بچے کی بے تکی بات پہ ہنسی آئی۔ وہ اُس کے قد کے برابر ہوتا اس کی جانب جُھکا۔

"پہلی بات تو یہ کہ تم مجھ سے سوری کیوں کر رہے ہو تم نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ اور دوسری بات یہ کہ اگر انکل کہنے پہ سوری کر رہے ہو تو ساتھ میں کان بھی پکڑو۔"

یہ کہتے ہوئے اُس نے ہاتھ سے بچے کے بھورے بال جو اُس کی بہن جیسے ہی تھے بکھیر دیئے۔

"مانی کیا باتیں کر رہے ہو تم اُس دو نمبر میسی سے۔"

لڑکی نے قریب آتے غصے سے اپنے بھائی کے کان کھینچے۔ تو ہادی افسوس سے سر ہلاتا آگے بڑھ گیا۔ آگے بڑھتے ہوئے بھی وہ اِن کی گفتگو صاف سُن سکتا تھا۔

"آہ۔ کچھ تو خدا کا خوف کھاؤ آپی ایک تو اُس بھلے آدمی کو اتنی باتیں سنائیں اور اب میرے کان مڑور رہی ہو۔ قسم سے تمہارا نام حور نہیں بلکہ کوئی ڈائن ہونا چاہیئے تھا۔

وہ کراہ کے بولا تھا۔ آگے بڑھتے ہادی کے لبوں نے بے ساختہ یہ نام دہرایا تھا۔

"حور۔۔۔ "

****

"جبریل قاضی نے نکاح کے لئے جمعہ کے بَعد کا وقت دیا ہے۔ تم تیار ہو جانا۔"

جب زمان مصطفیٰ نے آکر اطلاع دی وہ نہا کر جمعے کی تیاری ہی کر رہا تھا۔ باپ کی آواز پہ گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کرتا اُس کا ہاتھ رُکا۔ اُس نے باپ کو کوئی بھی جواب دینے کے بجائے محض سر ہلانے پہ اکتفاء کیا۔

"جبریل تم میرے سب سے سمجھدار بیٹے ہو اور مجھے سب سے زیادہ پیارے بھی تم ہی ہو۔ اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو میں زبردستی نہیں کروں گا، ابھی بھی وقت ہے بتا دو میں نکاح روک دوں گا لیکن اگر کوئی پسند نہیں ہے۔ تو مجھ پہ یقین رکھو، میں تمہارے لئے کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں کروں گا۔ مجھے یقین ہے یہ نکاح تمہارے لئے بہترین ثابت ہو گا ان شاء اللہ۔۔۔"

اُن کی بات میں یقین تھا اور جبریل کو اس یقین پہ حیرت۔ وہ زمان مصطفیٰ کو چاہنے کے باوجود کوئی بھی جواب نہ دے سکا اور خاموش رہا۔ اُس کی خاموشی پہ وہ پھر سے بولے۔

"شفاء ایک بہت پیاری، مخلص، نیک اور سلجھی ہوئی بچی ہے جبریل' تم چاہو تو نکاح سے پہلے اُس سے مل بھی سکتے ہو۔"

"اُس سے کیا ہو گا بابا جان؟۔۔۔"

اب کہ اُس نے زمان مصطفیٰ کی بات کاٹی تھی۔

"جبریل تُم۔۔۔"

زمان مصطفیٰ نے کچھ کہنا چاہا مگر جبریل نے موقع ہی نہیں دیا۔

"نہیں بابا جان، آپ مجھے بتائیں اُس سے کیا ہو گا۔ چلیں چھوڑیں آپ کیا بتائیں گے میں بتاتا ہوں۔ اُس سے کچھ بھی نہیں ہو گا بابا جان۔۔۔ تو پھر اِس سے بہتر نہیں کہ میں اُسے دیکھوں ہی نہ۔۔۔ یہ نکاح ہے بابا جان، اس میں زندگی بھر کا ساتھ نبھانا ہوتا ہے، ایک دوسرے سے وفا نبھانی ہوتی ہے، ایک دوسرے کے ساتھ، ایک دوسرے کی پسند نا پسند ہر چیز کا خیال رکھنا ہوتا ہے مگر افسوس کے اِس رشتے کی ابتداء ہی زبردستی اور رشتے توڑنے کی دھمکی سے ہوئی ہے تو اس کا آگے چل کر کیا بننا۔۔۔ واللہ بابا جان اگر آپ شایان اور ہدیٰ کے رشتے کو درمیان میں نہ لائے ہوتے تو میں اِس نکاح کے لئے کبھی حامی نہ بھرتا۔ لیکن اب اگر آپ اپنی بات منوا ہی چکے ہیں تو میری بھی سُن لیں، میں بھی آپ کا ہی خون ہوں، ضد میں پورا آپ پہ ہی گیا ہوں۔ مجھ سے کوئی اچھی اُمید نہ رکھیئے گا۔ میں جبریل ہوں یاور نہیں۔۔۔"

جبریل کی آخری بات پہ انہیں افسوس پہنچا تھا انہوں نے افسوس سے اپنے بیٹے کو دیکھا جس کی آنکھوں میں دہکتے شعلوں کو دیکھ کر انہیں انجانہ سا خوف محسوس ہوا تھا مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔

”میں تمہارا یہ روپ بھی دیکھوں گا جبریل‘ میں نے زندگی میں کبھی نہیں سوچا تھا۔ تم اِس قدر بد تمیزی بھی کر سکتے ہو وہ بھی اپنے باپ سے۔“

جبریل مصطفیٰ کو شفاء سے بن دیکھے ہی نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ اس لڑکی نے اِس کے باپ کو اِس سے بہت دور کر دیا تھا۔ اس لڑکی کی وجہ سے اِس کے باپ نے ہدیٰ اور شایان کے رشتے کو داؤ پہ لگانے کا سوچا تھا۔ اِس لڑکی کی وجہ سے یاور کی کہانی ایک بات پھر دہرائی جا رہی تھی۔

****

"شفاء باجی آپ کو بڑے صاحب بلا رہے ہیں۔"

وہ سورۃ کہف کی تلاوت کر رہی تھی۔ جب زیبو نے آ کر شفاء کو اطلاع دی۔

"تم چلو میں آ رہی ہوں۔" زیبو کو واپس بھیجتے اُس نے آخری آیات مکمل کیں۔

آج جمعہ تھا ہر جمعے کو وہ سورۃ کہف کی تلاوت کرتی تھی وہ بہت چھوٹی تھی جب اِس کو قرآن پڑھانے والی باجی نے بتایا تھا۔

"شفاء بیٹا اب سے ہر جمعے کو آپ نے سورۃ کہف کی تلاوت کیا کرنی ہے۔ اِس سے اللہ تعالیٰ ہمارے لئے دو جمعوں کے درمیان نور پیدا کر دیتا ہے۔ اور جانتی ہو اس کے علاوہ اور کیا کرتی ہے یہ سورۃ؟۔۔۔“

"کیا؟۔۔۔" اس کی بات پہ باجی نے پارہ بند کر کے سامنے رحل میں رکھا اور اس کی طرف منہ کیا۔

"اور یہ سورۃ فتنۂ دجال سے بھی ہماری حفاظت کرتی ہے۔ اس لئے کوشش کرنا کہ اس کو یاد بھی کر لو"

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"مگر یہ تو بہت لمبی ہے۔ میں کیسے یاد کروں گی؟۔۔۔" باقی بچوں کی طرح شفاء کو بھی اتنی لمبی سورۃ دیکھ کر کچھ ہوا تھا۔

"ضروری نہیں ہے پوری یاد کرو۔ تم پہلی دس آیات بھی یاد کر سکتی ہو وہ تو بہت آسان ہیں۔" اور پھر ہر جمعہ کو پڑھتے پڑھتے شفاء کو وہ آیات خود ہی یاد ہو گئی تھیں اور آج بھی یاد تھیں۔

اِس نے تلاوت مکمل کر کے قرآن پاک کو الماری کے اوپر بنی جگہ پہ رکھا اور دادا جان کے کمرے کا رخ کیا۔

"آجاؤ بیٹا۔"

دادا جان نے اِس کو دیکھ کر اشارہ کیا تو وہ اُن کے بالکل پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"میرا۔۔۔ بیٹا۔۔۔ مجھ۔۔۔ سے۔۔۔۔ ناراض۔۔۔ ہے۔۔ نا؟۔۔۔"

وہ اپنی نحیف سی آواز میں شفاء کی طرف دیکھتے بولے۔

"نہیں دادا جان میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔ آپ جیسے کہیں گے میں ویسا ہی کروں گی اور پلیز آپ چپ ہو جائیں زیادہ بولنا آپ کے لئے اچھا نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے آنسو چھپانے کے لئے بہت احتیاط سے اپنا سر دادا جان کے سینے پہ رکھ دیا۔

"نہیں بیٹا آج مجھے بولنے دو پھر قسمت موقع دے کہ نہیں۔" اتنے میں زیبو ایک لال رنگ کا دوپٹہ لئے آئی تھی اور اُسے دادا جان کے پاس رکھ دیا۔

"مجھے۔۔۔ پتہ تھا میرا۔۔۔ بیٹا۔۔۔ میری۔۔۔ بات۔۔۔ کو کبھی۔۔۔ نہیں ٹالے گا۔۔۔"

داداجان کے لفظوں میں ایک یقین تھا جسے محسوس کر کے وہ اپنے چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ دَر لائی، جو صرف اور صرف دکھاوے کی تھی صرف داداجان کی تسلی کے لئے۔

"یہ دیکھو۔۔۔ یہ تمہاری ماں کا دوپٹہ ہے۔ یہ اس نے اپنے نکاح کے وقت لیا تھا۔ تمھاری دادی بہت چاؤ سے اپنی بہو کے لئے لے کر گئی تھی۔"

وہ لال دوپٹے کی طرف اشارہ کرتے بولے۔

دوپٹہ دیکھ کے اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ ایک ٹھیس تھی جو دل کے اندر سے اُٹھی تھی۔ مگر اس نے اپنے آپ پہ قابو پا لیا اپنے آنسوؤں پہ بندھ باندھ لیا تھا۔

"داداجان آپ زیادہ نہ بولیں، آپ کو منع کیا ہے ڈاکٹر نے آپ کی طبعیت بگڑ جائے گی۔"

اِس نے داداجان کو زیادہ بولتے دیکھ دوبارہ منع کیا۔

"ارے۔۔ بولنے دو۔۔ ناں بیٹا۔۔۔ اِس کے بعد۔۔۔ موقع ملے نہ ملے، بولنے کا۔" اُسی بات کو دہرا کہ انہوں نے اپنی بات ادھر سے ہی شروع کی جہاں سے چھوڑی تھی۔

"میں چاہتا ہوں تم بھی اپنے نکاح پہ یہی دوپٹہ اوڑھو، میری بہت خواہشات تھیں تم دونوں بہن بھائیوں کو لیکر لیکن شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ "

اُن کی آواز میں رنجیدگی صاف نمایاں تھی۔ ایسے میں وہ بس ہاں میں ہی سر ہلا سکی۔

وہ اٹھنے ہی لگی تھی جب اس کو اپنے ہاتھ کی پُشت پہ داداجان کے ہاتھوں کا دباؤ محسوس ہوا۔

"میں جانتا ہوں بیٹا تم خوش نہیں ہو اور میں یہ بھی جانتا ہوں جبریل بھی دل سے خوش نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں میں خود غرضی میں تم دونوں کے ساتھ ہی زیادتی کر رہا ہوں، اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری جگہ کوئی بھی باپ ہوتا وہ یہی کرتا۔ زمان نے مجھے جبریل کی طرف سے بہت تسلی دی ہے، اور مجھے یقین ہے ایسا ہی ہو گا جبریل ابھی غصے میں ہے مگر بعد میں وقت کے ساتھ ٹھیک ہو جائے گا۔ میں اُس کو تو کچھ نہیں کہہ سکتا مگر تم میری بیٹی ہو، تم مجھے معاف کر دینا۔ اور مجھ پہ ایک آخری احسان کر دینا میری جان، اس نکاح پہ خوشی خوشی دِل سے راضی ہو جانا' تاکہ میں آسانی سے مر سکوں، میرے دِل پہ کوئی بوجھ نہ رہے۔ میں تمہارے ماں باپ اور بھائی کے سامنے اُس دوسری دُنیا میں سُرخُرو ہو سکوں۔ ابھی تم نہیں جانتی مگر میں جانتا ہوں اس فیصلے سے زیادہ تمہارے لئے اور کچھ صحیح نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہوئے دادا جان کی آنکھوں میں واپس پانی آ گیا تھا جسے شفاء نے اپنے پوروں سے چُنا۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ دادا جان' ایسے تو نہ کہیں میں خوش ہوں۔ آخر کو اتنا ہینڈسم شوہر گھر بیٹھے بیٹھے مفت میں مل رہا ہے۔ اب ایک لڑکی کو اِس زیادہ اور کیا چاہیے ہوتا ہے۔"

. اس نے جان بوجھ کے بات کو مزاح کا رخ دیا تھا اور یہ بات اس نے جس دِل سے کہی تھی یہ بات وہ جانتی تھی یا اُس کا رب مگر باہر سے گزرتا شخص نہیں جانتا تھا۔ جبریل نے اِس بات سے شفاء کے بارے میں جو اخذ کیا تھا کون جانتا تھا وہ اِن دونوں کی زندگیوں میں ہی طوفان کھڑا کر دینے والا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRIKE YOU KILL

****

؎ میرا درد نغمہ بے صدا

میری ذات زرہِ بے نشاں

سفید جوڑا کے اوپر اپنی ماں کا لال دوپٹہ اوڑھے ایک سوگوار دلہن بنے وہ جبریل مصطفیٰ کی ہونے کے لئے مکمل تیار تھی۔ اپنی خواہشات روند کر، اپنا دل مار کر، اپنی عزتِ نفس تیاگ کر وہ جبریل مصطفیٰ کے نکاح میں جانے کے لئے تیار تھی۔

اور بالآخر وہ وقت آ ہی گیا جب وہ اپنے آپ سے بھی پرائی ہونے والی تھی۔ اپنے اس گھر سے، اپنے پیارے بھائی کی یادوں سے اور شاید اپنی انا سے بھی جو اس کو ہمیشہ سے بہت عزیز تھی۔

ہر لڑکی نے اِس وقت کے لئے بہت سے خواب دیکھے ہوتے ہیں۔ لڑکی کی زندگی کا سب سے خوبصورت لمحہ ہی وہ ہوتا ہے جب وہ اس شخص کو قبول کرتی ہے جس کو اللہ نے اِس کا محرم بنایا ہوتا ہے۔ ایک لڑکی کے لئے ایجاب و قبول کا لمحہ زندگی کے خوبصورت اور بہترین لمحوں میں سے ایک ہوتا ہے یہ کہنا غلط بھی نہیں ہو گا کہ سب سے خوبصورت لمحہ ہی یہی ہوتا ہے۔

شفاء کی زندگی میں بھی یہ وقت آ گیا تھا مگر نہ کوئی خواب سجا تھا، نہ کوئی خوشی کا گیت گایا گیا تھا، نہ کوئی امید بندھی تھی، نہ چہرے پہ کوئی رنگ بکھرا تھا، یہاں صرف سکوت تھا ایسا سکوت جو اِس کی نس نس میں چھایا ہوا تھا۔ ایک درد تھا جو اپنی ذات کو کسی کے سر پہ مسلط ہوتے دیکھ کر اٹھ رہا تھا۔

زمان مصطفیٰ نے قاضی صاحب کو نکاح شروع کرنے کا اشارہ کیا۔

"شفاء بنت رحمان ولد ابراہیم الہیٰ آپ کا نکاح جبریل مصطفیٰ ولد زمان مصطفیٰ سے دس لاکھ حق مہر سکہ رائج الوقت طے پایا ہے کیا آپ کو حکم شریعت سے قبول ہے؟۔۔۔"

"دادا جان بھائی کی شادی جلدی کریں ناں۔"

"نہیں جی! میں پہلے تمھاری شادی کروں گا پھر اپنی بیوی لاؤں گا تاکہ تم میری بیوی کو تنگ نہ کر سکو۔"

سعدان نے شفاء کی بال کھینچتے ہوئے اسے چھیڑا تھا جس پہ ابراہیم الہیٰ کھل کے ہنس دیئے۔

اِس کے کانوں میں کبھی سعدان اور کبھی جبریل کی آواز گونج رہی تھی۔

"میں گاؤں کی کسی دیہاتن سے شادی نہیں کر سکتا بابا جان۔"

"قبول ہے!۔۔۔"

"شفاء بنت رحمان ولد ابراہیم الہیٰ آپ کا نکاح جبریل مصطفی ولد زمان مصطفی سے دس لاکھ حق مہر سکہ رائج الوقت طے پایا ہے کیا آپ کو حکم شریعت سے قبول ہے؟۔۔۔"

ہادی مجھے اپنے لئے ایک لائف پارٹنر کی ضرورت ہے' جو مجھے سمجھے، مجھ سے محبت کر سکے مگر یہ تو خود میری زندگی میں اُسی طوفان کے زریعے سے آرہی ہے جس سے مجھے نفرت رہی ہے۔ اس کے آنے کے بعد میری زندگی میں کیا خاک روشنی آنی ہے۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"قبول ہے۔۔۔"

"شفاء بنت رحمان ولد ابراہیم الہیٰ آپ کا نکاح جبریل مصطفی ولد زمان مصطفی سے دس لاکھ حق مہر سکہ رائج الوقت طے پایا ہے کیا آپ کو حکم شریعت سے قبول ہے؟۔۔۔"

"جبریل میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گی کہ میں اپنا دل آپ کی طرف سے صاف کر سکوں، آپ کے ساتھ وفا نبھا سکوں، میں آج اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر آپ کو اپنا شریک حیات قبول کرتی ہوں مگر مجھے کچھ وقت درکار ہو گا کہ میں آپ کی تلخ باتوں کو بھول سکوں۔"

"جی مجھے قبول ہے۔۔۔"

آخری دفعہ قبول ہے کہتے ہوئے اس نے اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر عہد کیا اور اپنے آنسوؤں کو اندر اتارنے کی ناکام کوشش کی تھی لال گھونگھٹ میں ڈھکا اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔

زمان مصطفی نے جاتے ہوئے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"بیٹا مجھے اُمید ہے کہ آپ کو اِس فیصلے پہ کبھی پچھتانا نہیں پڑے گا۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئے تھے پیچھے سے وہ صرف انشاءاللہ ہی کہہ سکی تھی۔

گھونگھٹ سے آزاد ہوتے اس نے اپنے بے لگام ہوتے آنسوؤں کو راستہ دیا تھا۔ اِس بار اس نے اپنی سسکیاں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اپنا سر تکیے پہ پھینکتے دل کھول کر روئی تھی ایک لمبے عرصے کے لئے رونے کے لئے۔۔۔

"جبریل مصطفی ولد زمان مصطفیٰ آپ عاقل ہیں بالغ ہیں، مسلمان ہیں، مسلمانوں کی محفل میں موجود ہیں۔ ان سب گواہوں کی موجودگی میں آپ کا نکاح شفاء بنت رحمان ولد ابراہیم الہیٰ کے ساتھ دس لاکھ حق مہر سکہ رائج الوقت میں طے پایا ہے کیا آپ کو حکم شریعت سے قبول ہے؟۔۔۔"

جبریل کے دماغ میں صرف ایک بات گھوم رہی تھی۔

"آخر کو اتنا ہینڈسم شوہر گھر بیٹھے بیٹھے مفت میں مل رہا ہے۔ اب ایک لڑکی کو اِس زیادہ اور کیا چاہیے ہوتا ہے۔"

" اس کو اپنے کندھے پہ کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا، اس نے پلٹ کر دیکھا تو زمان مصطفیٰ اس کو التجائی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"جی مجھے قبول ہے!۔۔۔"

دوبار مزید یہی الفاظ دہرائے گئے اور پھر دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔

دعا کے بَعد مبارک سلامتی کا دور چلا۔ زمان مصطفیٰ ابراہیم الہیٰ کے پاس گئے اور ان کا ہاتھ پکڑا۔

"انکل اب شفاء ہماری امانت ہے آپ کے پاس، اب سے وہ میری بیٹی ہوئی۔"

ابراہیم الہی نے زمان مصطفیٰ کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے اور تشکر بھری نظروں سے ان کو دیکھنے لگے جس پہ انہوں نے ان کے ہاتھوں کو اپنی ہتھیلیوں میں تھام لیا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔ بلکہ یہ تو میری اور جبریل کی خوش قسمتی ہے کہ شفاء جیسی نیک بچی میرے گھر کے آنگن میں آئے گی۔ آپ ایسے کر کے مجھے شرمندہ نہ کریں۔"

ابراہیم الہیٰ نے جبریل کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا۔ جس پہ جبریل نے اپنا سر جُھکا کر ان سے پیار لیا۔

"میری خود۔۔۔ خود غرضی کی سزا۔۔۔ میری۔۔۔ میری بیٹی کو نہ۔۔۔ دینا بیٹا۔"

یہ کہتے ابراہیم الہیٰ کی سانس مزید سے مزید بگڑی تھی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR LUTE

"داداجان ایسی بات نہ کریں۔ اور پلیز کچھ مت بولیں آپ کی طبیعت بگڑ جائے گی۔" اُن کو چپ کراتے جبریل نے اُن کی نبض چیک کی۔ ان کی سانسیں بہت اکھڑ اکھڑ کے چل رہی تھیں۔ اتنے میں اُن کا سانس مزید اُکھڑا تھا۔ زمان صاحب کے ہاتھ میں موجود اُن کا ہاتھ ایک دم ڈھے گیا۔

اپنے گلے سے پھولوں کی مالا کھینچ کے اتارتے جبریل نے اپنے دونوں ہاتھ باہم ملائے اور اُن کے سینے پہ وزن ڈال کر دبانا شروع کیا۔ تیسری دفعہ دبانے تک ہی ان کا جسم بے جان ہو چکا تھا۔

جانے والا چلا گیا، اب کسی ڈاکٹر کی کوئی کوشش کام نہ آسکتی تھی، شاید ان کی روح کو بس اِن کی شفاء کے نکاح تک کی ہی مہلت ملی تھی۔

جبریل نے اپنے ہاتھوں کو اُن کی چہرے پہ پھیر کر ان کی آنکھیں بند کیں اور ایک مایوس نظر اپنے باپ پہ ڈالی۔

زمان مصطفی پاس پڑی کرسی پر ڈھے سے گئے۔

اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون۔۔۔

****

ایک ہفتے میں دو جنازے تھے جو لال اینٹوں کی اس حویلی سے اٹھے تھے۔ اب حویلی میں رہ کون گیا تھا، کوئی بھی نہیں۔۔۔ صرف شفاء تھی۔ جو ایک کے بعد ایک دکھ برداشت کر کے بالکل اکیلی ہو گئی تھی۔ جس حویلی میں کبھی اِن دونوں بہن بھائیوں کا شور اور قہقے گونجا کرتے تھے، شفاء کی شرارتیں اور داداجان کی صلواتیں گونجتی تھیں، آج وہاں صف ماتم بچھا تھا۔ یہ دیواریں۔۔۔ یہ پودے جو وہ ہر چکر میں سعد ان سے منگواتی تھی، شفاء کے غم کے شاہد تھے۔

جبریل اور شفاء کا سامنا ابھی تک نہ ہوا تھا اور نہ ہی ان دونوں میں ایک دوسرے کو دیکھنے کی آرزو تھی۔

سوئم ہو گیا تھا۔ زمان مصطفیٰ جبریل اور سلیمان افگن جو ابراہیم الٰہی کا آخری دیدار کرنے کے لئے گاؤں آئے تھے۔ اِن کے ساتھ آپس میں بیٹھے کسی موضوع پہ گفتگو کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ہی سلیمان افگن نے واپسی کے لئے نکل جانا تھا۔ سلیمان افگن کے کہنے پہ زمان صاحب نے زیبو کو بھیج کر شفاء کو بلوایا تھا۔ اتنے میں ہی جبریل کا موبائل بجا تھا۔ سگنل صحیح نہ ہونے کے باعث وہ باہر کی جانب بڑھا۔ اِسی وقت دوسرے دروازے سے شفاء اندر داخل ہوئی تھی۔ ناچاہنے کے باوجود جبریل کا سارا دھیان شفاء کی جانب ہوا تھا۔ کُنکھیوں سے اُس نے شفاء کو دیکھنا چاہا مگر وہ اس کی جانب پیٹھ کئے کھڑی سلیمان افگن کی باتوں کے جواب دے رہی تھی۔

"ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔۔ جبریل آواز آ رہی ہے۔"

"ہاں ایک منٹ رُکو۔ میں باہر نکلتا ہوں۔" رضا کی آواز پہ وہ شفاء کا چہرہ دیکھنے کی خواہش کو دباتے اور اپنے آپ کو سرزنش کرتے باہر کی جانب بڑھا۔

اِس نے کئی مہینوں سے سپیشلائزیشن کے لئے اپلائی کر رکھا تھا۔ اور اب اس کا کام ہو گیا تھا۔ اِس سلسلے میں اس کا ابھی ابھی لاہور جانا ضروری تھا۔ اِس نے زمان صاحب کو اطلاع دی اور سلیمان افگن کے ساتھ جانے کی تیاری کرنے لگا۔ زمان مصطفیٰ اب اِس کو روک نہیں سکتے تھے اور جانتے تھے کہ اگر انہوں نے کوشش کی بھی تو وہ نہیں رکے گا۔ وہ اس جگہ کوئی بھی تماشہ لگتا نہیں دیکھ سکتے تھے جس سے شفاء کے دُکھ میں مزید اضافہ ہوتا۔ اِسی لئے اُسے سلیمان افگن کے ساتھ ہی واپس جانے کا کہا۔

اس گھر میں اتنے دن رہ کر جبریل اتنا تو جان ہی گیا تھا کہ شفاء کا کمرہ کون سا ہے۔ واپس جانے سے پہلے کسی احساس کے تحت اُس کے قدم اُس کمرے کی جانب بڑھے تھے۔ کمرے تک پہنچ کر وہ رُکا، مگر آگے نہ بڑھ سکا۔ بس کُھلے دروازے سے نظر آتے منظر کو دیکھے گیا۔ نجانے وہ نماز میں اللہ سے کون سے گلے شکوے کرنے میں مصروف تھی۔

دو تین منٹ گزر گئے تھے مگر وہ سجدے سے نہ اُٹھی تھی۔اُس کے وجود میں ہونے والی لرزش اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ رو رہی ہے۔اُس کو دیکھنے اور بات کرنے کی خواہش جو اچانک ہی دل میں اُٹھی تھی واپس دباتے وہ وہاں سے چل دیا۔

اُس کے جاتے ہی کسی کی موجودگی کو محسوس کرتے شفاء نے سر اُٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا تھا مگر وہاں کسی کو نہ پا کر اپنا وہم سمجھتے واپس سجدے میں جُھک گئی۔

****

جبریل واپس جا چکا تھا۔شفاء نے جبریل کو دو تین بار دیکھا تھا۔یہ چہرہ اس کو کہیں دیکھا دیکھا لگا تھا مگر کہاں؟۔۔۔یہ وہ نہیں جانتی تھی اور نہ ہی جاننا چاہتی تھی۔

وہ رات کی تاریکی میں کُھلے آسمان کے نیچے کھڑی تاروں کو جگمگاتا دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھیں رو رو کر سوجی پڑی تھیں جن کے نیچے اب ہلکے پڑ چکے تھے۔چُٹیا میں سے بال بکھر کر باہر کو نکلے پڑے تھے۔ ملگجا سفید لباس جو اس نے نکاح کے وقت سے زیب تن کیا تھا ابھی تک پہن رکھا تھا۔ جبکہ نکاح کا لال دوپٹہ اُسی طرح بیڈ پہ پڑا اپنی بے دردی پہ رو رہا تھا، جہاں شفاء نے اس رشتے کو قبول کرنے کے بعد پھینکا تھا۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کندھوں پہ گرم کالی چادر کو اچھے سے اوڑھے وہ آسمان کو دیکھتے کہیں دور کھوئی لگتی تھی۔اس نے اپنے بائیں جانب کسی کی موجودگی کو محسوس کیا تو اِس جانب دیکھا۔وہ زمان مصطفی تھے۔

”آپ یہاں کیا کر رہی ہیں بیٹا' اتنی رات میں اکیلی ایسے۔۔۔وہ بھی اتنی ٹھنڈ میں؟۔۔۔کیا دادا بہت یاد آ رہے ہیں؟۔۔۔“

شفاء نے اپنے آنسو صاف کر کے اپنے آپ کو کمپوز کیا۔

"یاد تو ان کو کیا جاتا ہے ناں انکل، جن کی یاد آپ سے جدا ہو۔۔۔ دادا جان ہوں یا سعد ان بھائی۔ وہ تو ہر دم میرے ساتھ ہی ہیں۔ میری تربیت کے روپ میں، میرے عکس کے روپ میں۔ سب کہتے ہیں میں اپنے بھائی کا عکس ہوں، اور میں کہتی ہوں آج میں جو ہوں، جیسی ہوں، یہ سب دادا جان اور بھائی کی ہی تو وجہ ہے۔ شفاء تو کبھی مکمل ہی نہیں ہو سکتی تھی ان دونوں کے بغیر، شفاء کے ہونے کی بنیاد ہی تو یہ دو انسان تھے، ورنہ شفاء تو کب کی اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی اُس رات مر چکی ہوتی۔"

وہ کب سے اپنے اوپر بندھ باندھے اپنی ہمت آزما رہی تھی مگر زمان مصطفیٰ کا شفقت بھرا لمس ملتے ہی جیسے اِس کا ضبط ٹوٹ گیا۔ وہ زمان مصطفی کے سینے سے لگ کے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

"بس بیٹا ایسے نہیں روتے آپ کے بھائی اور دادا کو تکلیف ہو گی اور آپ تو بہت بہادر بچہ ہو نا میرا۔"

زمان مصطفی پیار سے تسلی دیتے بولے۔ جس پہ وہ ان سے الگ ہو کر خجل سی ہو گئی۔ زمان مصطفیٰ اِس کی شرمندگی محسوس کر گئے تھے اسی لئے، اس کی شرمندگی دور کرنے کے لئے مزید گویا ہوئے۔

"بیٹا آپ میرے لئے، میری بیٹی جیسی نہیں ہو بلکہ اب میری بیٹی بن چکی ہو. اس لئے اب مجھے انکل نہیں بلکہ بابا جان کہا کرو مجھے میرے سب بچے ہی بابا جان کہتے ہیں۔"

شفاء نے صرف سر ہلانے پہ ہی اکتفا کیا۔

"بیٹا میں چاہتا ہوں کہ اب آپ اپنی روٹین پہ واپس آ جاؤ آپ کی پڑھائی کا آگے ہی بہت حرج ہو چکا ہے اور ڈاکٹر بننا صرف آپ کا ہی نہیں آپ کے بھائی کا اور دادا کا بھی خواب تھا۔"

"انکل میں میرا مطلب ہے بابا جان میں ابھی کچھ دن حویلی میں ہی رہنا چاہتی ہوں۔"

م "گر میں چاہتا ہوں کہ اب آپ اپنے گھر چلو، وہ گھر جو آپ کا ہے۔ جہاں آپ کے اور بھی بھائی اپنی بہن کا انتظار کر رہے ہیں۔"

زمان مصطفی کی بات پہ شفاء نے نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ وہ ان کے اور جبریل کے نام کے علاوہ کسی کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی تھی، مگر کتنی عجیب بات تھی کہ پھر بھی ان کے ساتھ باندھ دی گئی تھی۔ اتنا تو وہ شروع سے جانتی تھی، یہ دادا کے کوئی دور کے رشتے دَار ہیں اور لاہور رہتے ہیں اور بس۔۔۔ ان کی فیملی کے بارے میں اس سے آگے کچھ معلوم نہیں تھا۔

زمان مصطفی اس کی حیرت جان چکے تھے اسی لئے خود ہی بول پڑے۔

"بیٹا آپ کے تین بھائی اور بھی ہیں شایان زیان اور حدید۔۔۔ جبریل اِن میں سب سے بڑا ہے۔ اِس لئے اِس کا پورے گھر میں سب سے زیادہ رُعب ہے۔ اس کے بعد ہے شایان اِس کا رشتہ میں نے سلیمان کی بیٹی سے کر رکھا ہے سلیمان سے تو آپ مل ہی چکی ہو۔۔۔ اُسے دادا کے جنازے پہ آیا آدمی یاد آیا جو زمان انکل کے ساتھ ہی اس کے پاس آیا تھا اور اسے پیار اور دلاسہ دے کر گیا تھا۔ اس نے ہاں میں سر ہلایا تو زمان صاحب بولے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس کے بعد ہے زیان، یہ زرا لاابالی سا ہے۔ پڑھتا ہے ابھی۔۔۔ اس کے بعد ہے حدید تو وہ گھر بھر کا لاڈلا ہے، ابھی بہت چھوٹا ہے اس کے پیدا ہوتے ہی اس کی ماں ہمیں چھوڑ کر چلے گئی تھی۔ اس لئے بھی اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے بھی سب ہی اُ ُس کے لاڈ اٹھاتے ہیں مگر جبریل کے ڈر کی وجہ سے وہ کوئی فضول بات کبھی نہیں منواتا۔ وہ اور بھی بہت کچھ بول رہے تھے مگر اِس کا دھیان بھٹک کر اس انسان پہ چلا گیا تھا جس کو اِس وقت اِس کے ساتھ ہونا چاہیے تھا مگر اس نے تو اپنی بیوی کی شکل بھی نہ دیکھی تھی کیونکہ وہ ایک دیہاتن تھی۔ اِس کا دِل پھر بُرا ہوا تھا۔

"انکل میں لاہور جاتے ہی ہاسٹل شفٹ ہو جاؤں گی۔"

"مگر بیٹا جب آپ کا گھر بھی لاہور میں ہی ہے تو ہاسٹل کی ضرورت۔۔۔۔"

زمان مصطفی نے الجھ کر پوچھا تھا ان کو ایک نئی فکر ہو چلی تھی۔ وہ اس کو کسی صورت ہاسٹل رہنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔

"انکل!۔۔۔" زمان مصطفیٰ نے فوراً بات کاٹی۔

"انکل نہیں بابا جان۔۔۔" وہ پھر سے شرمندہ ہوئی۔

"بابا جان، میں اپنے آپ کو اِس رشتے کے لئے تیار نہیں سمجھتی۔ میری اپنی بھی عزت ہے بُڑا مت منایئے گا مگر میں ایسے کسی کی زندگی میں داخل نہیں ہونا چاہتی۔ میں معافی چاہتی ہوں مگر میں آپ لوگوں کی باتیں سُن چکی تھی۔ آپ میرے لئے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہمیشہ رکھیں گے بھی مگر میں نہیں چاہتی میری ذات باپ بیٹے کے درمیان پیدا ہونے والی کسی سرد دیوار کا باعث بنے اس لئے آپ مجھے فورس بھی نہیں کریں گے "

زمان مصطفی کو بابا جان بولتے ہوئے وہ عجیب سے احساس میں مبتلا ہوئی تھی مگر جو اُس کے دل میں تھا وہ بول چکی تھی۔ وہ مزید اس بوجھ کو اپنے دل پہ نہیں رکھ سکتی تھی۔ آگے اس نام کا بوجھ کیا کم تھا جو اب اُس کے نام کے ساتھ جُڑ چکا تھا۔

اس کا انداز ایسا تھا کہ زمان مصطفیٰ کچھ کہنے کے قابل ہی نہ رہے تھے۔ اُن کے بیٹے نے انہیں شفاء کے سامنے نظر اٹھانے کے قابل تک نہ چھوڑا تھا اور وہ اس کے لئے جبریل کو اتنی جلدی معاف نہیں کرنے والے تھے۔ وہ ان کا بیٹا تھا تو یہ بھی اُس کے باپ ہیں۔ انہوں نے کچھ دیر خاموشی سے کچھ سوچا پھر اس کے بات پہ راضی ہوتے بولے۔

"ٹھیک ہے بیٹا، فورس نہیں کروں گا اگر تمہیں میرے ساتھ گھر نہیں چلنا تو نہ چلو مجھے منظور ہے مگر اس کے لئے میری ایک شرط ہے۔"

"کیسی شرط؟۔۔۔ "

جب تک تمہاری پڑھائی مکمل نہیں ہو جاتی تم میرے گھر میں نہیں تو ہاسٹل میں بھی نہیں رہو گی۔ بلکہ فلیٹ میں رہو گی۔ اکیلا نہ پڑو اس لئے آپ اپنی روم میٹ کو اپنے ساتھ فلیٹ میں بلا لینا، ایسے آپ کو آسانی ہو گی۔ اور پھر تھوڑے دنوں تک جبریل بھی انگلینڈ جا رہا ہے۔ سپیشلائزیشن کے لئے، سال بھر میں آپ کی پڑھائی بھی مکمل ہو جائے گی تو میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے آپ کے دادا جان سے وعدہ کیا ہے۔ اور مجھے بھی آپ کا وقار اتنا ہی عزیز ہے جتنا آپ کو، اس لئے میں کبھی بھی آپ پہ اپنے بیٹے کو لے کر زبردستی نہیں کرو گا۔ آپ جیسا چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔

"اوکے بابا جان!۔۔۔"

اس بار وہ کوئی بہانہ نہ کر سکی تھی۔

****

جبریل جب سے آیا تھا سارا غصہ ان دونوں پہ نکال رہا تھا۔ شایان اور زیان کی تو سمجھو جان ہی سوکھی ہوئی تھی۔

ایک صبح سے پڑھائی کا تو دوسرا اپنے کام کا ڈرامہ کر کے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔ تاکہ نہ وہ باہر نکلیں اور نہ ہی جبریل کے عتاب کا نشانہ بنیں۔

"یار یہ بگ۔بی کو ہوا کیا ہے؟۔۔۔ بابا کا غصہ ہم پہ کیوں نکال رہے ہیں۔"

شایان کو تو اس بات نے ہی بہت ستایا ہوا تھا۔

"یار بابا جانی نے بھی ایک دم سے ان کا سب جانتے ہوئے بھی گاؤں میں زبردستی نکاح کرا کر اچھا نہیں کیا۔ ایک تو ہماری بھنگڑا ڈالنے کی خواہش بھی پوری نہ ہو سکی اور پھر بچاری ہماری بھابھی اُن کو کیا پتا کہ اتنے ہینڈسم بندے کے روپ میں کتنا ظالم بندہ مل گیا ہے۔ میرے تو اس بچاری کے بارے میں سوچ سوچ کر ہی آنسو نہیں رُک رہے۔"

شایان نے اپنے جھوٹے آنسو صاف کرنے کی بھرپور ایکٹنگ کی تھی۔ جو آنسو زیان نے جبریل کے جوتوں سے نکال کر اُس کی دھونے والی جراب سے صاف کئے تھے۔

"یار یہ سمیل کس چیز کی ہے؟۔۔"

شایان نے ادھر ادھر کچھ سونگھتے ہوئے اچھنبے سے پوچھا تھا۔

"اس کی۔" زیان نے اپنے بتیس دانتوں کی نمائش کرتے، جبریل کی جراب شایان کے آگے لہرائی اور ایک دم سے باتھ روم میں بند ہو گیا۔

"بے غیرت انسان نکل باہر۔۔۔ میں کہتا ہوں نکل باہر۔۔۔ تجھے تو میں ابھی بتاتا ہوں۔۔۔ تو ایک دفعہ باہر آ پھر دیکھیں بچو۔۔۔"

شایان نے غصے سے باتھ روم کا دروازہ پیٹا۔ اس کو باہر نہ آتا دیکھ کر دھمکی سے نوازتے اب اس کا رُخ اس کے بیگ کی جانب تھا۔ بیگ سے اس کی ٹیسٹ رپورٹس نکال کر وہ کمرے سے باہر چلا آیا اور اِدھر اُدھر دیکھتے وہ رپورٹس جبریل کی فائل میں لگا دی۔ جن رپورٹس میں زیان مصطفیٰ کے دو ٹیسٹوں میں غیر حاضر ہونے کی خوشخبری تھی۔

"اب دیکھ بچو ہوتا ہے کیا؟۔۔۔ آنے والے حالات کا مزا لیتے وہ دِل ہی دل میں خوب ہنسا اور پھر معصوم شکل بنا کر لیپ ٹاپ کھول کھول کر بیٹھ گیا۔

******

حور عین کا رات سے ہی موڈ بہت خراب تھا۔

اپنا غصہ مانی پہ نکالتے اُسے بھی اپنے ساتھ زبردستی جوگنگ کے لئے تیار کیا۔ اُسے بس اپنا غصہ نکالنا تھا اب بڑوں پہ تو نکال سکتی نہیں تھی اور چھوٹا مانی ہی تھا، جس کی مارننگ واک سے بہت جان جاتی تھی اور اب اُس کی بہن اسے اپنے ساتھ گھر کے قریب ہی جلال پارک لے آئی تھی۔ جہاں اس کی اچھی بڑی بہت سی یادیں بستی تھیں۔ اور حور عین فاروقی کا تعلق اپنے ماضی کی یادوں سے بھاگنے والوں میں سے نہ تھا وہ ماضی کی یادوں کو اپنے حال میں ساتھ لے کر جیتی تھی تاکہ ان سے سیکھے ہوئے سبق وہ بھول نہ سکے۔

یہ تو پکا تھا وہ اتنی جلدی شادی کے لئے ہاں نہیں کرنی والی تھی اور اُس ٹھڑکی حمزہ سے تو کبھی بھی نہیں۔۔۔ نہ تو اِسے اپنے باپ کا یہ دوست پسند تھا اور نہ ہی ان کا بیٹا حمزہ یزدانی۔۔۔ ہر وقت فضول میں فری ہونے کی کوشش کرتا وہ اِسے سانپ سے بھی زیادہ زہریلا لگتا تھا۔ جب دیکھو گھورتا اور دانت نکوستا رہتا۔ جن کو توڑنے کی تمنا حور عین کے اندر روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھی اگر بابا کو ناراض کرنے کا ڈر نہ ہوتا تو ابھی تک وہ اس ٹھڑکی کے نازک ہاتھ پاؤں ایک جھٹکے میں ہی توڑ چکی ہوتی۔

"ہونہہ بدتمیز۔۔۔"

اس بارے میں سوچ کر ہی اِس کا موڈ خراب ہوتا تھا۔

"اُوہ موٹے پیٹو، اٹھو نماز پڑھو اور میرے ساتھ مارننگ واک پہ چلو۔"

ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ فجر سے ہی مانی کو اٹھا رہی تھی مگر وہ نمازوں کی جانب سے ہمیشہ ہی غافل رہتا تھا اس کو اٹھتا نہ دیکھ کر اِس نے اپنی نماز پڑھی اور سورۃ فجر کی تلاوت کے بعد دوبارہ مانی کو اٹھانے آئی۔

"کیا ہے آپی، سونے دو ناں ابھی اسکول کا ٹائم نہیں ہوا۔ "

مانی اپنی نیند مخل ہونے پہ رج کے بیزار ہوا تھا۔

"چُپ کرو۔۔۔ کھا کھا کر دیکھو کتنے موٹے ہوتے جا رہے ہو چلو آج تمہاری بھی دوڑ لگواؤں تا کہ کچھ تو وزن کم ہو۔"

وہ مانی کو کہہ کہہ کر جیلانی پارک لائی تھی۔ خود وہ واک کرنا شروع ہو گئی جبکہ المان عُرف مانی فٹبال کھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ دوڑ لگاتے مانی کے پاس سے ہی گزر رہی تھی کہ اچانک ایک گیند بہت زور سے اِس کی کمر پہ لگا اور وہ زمین بوس ہوئی۔ تکلیف اتنی شدت سے تھی کہ اِس کی آنکھوں کے کٹورے بھر گئے تھے۔ گرنے سے اس کی کہنی پہ بھی رگڑیں آئی تھیں۔ وہ تکلیف سے اٹھ کر پاس پڑے بینچ پہ جا بیٹھی۔

اس کے قریب سے کسی نے سوری کہا تھا۔ سوری کی آواز پہ اِس نے جونہی اپنی بھیگی پلکیں اُٹھا کر اس شخص کو دیکھا اُس کی نظروں کو اپنا ایکسرے کرتے پایا۔ پہلے تو وہ غائب دماغی سے دیکھتی رہی مگر جب سمجھ آئی کہ سوری کی وجہ کیا ہے پھر بس اِس نے غصے میں آ کر اس کو جتنی بھی سُنائی اور جو بھی سُنائی اب وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ اپنے اندر کا غصہ نکالنے کے لئے یہ بندہ اسے بہترین لگا تھا۔

مگر المان کی مداخلت پہ اسے مزید غصہ آیا تھا۔ مانی کو تو دیکھو زرا کیسے اس دو نمبر میسی کا ساتھ دے رہا تھا۔ ایک تو اس کی وجہ سے میں اتنی تکلیف سے گزری اور میرا بھائی تو دیکھو کیسے اُس آدمی کے سامنے ہی مجھے غلط کہہ رہا ہے۔

"اسلام و علیکم !۔۔۔"

تیمور فاروقی نے ناشتے کے لئے میز پہ بیٹھتے اونچی آواز میں سب کو سلام کیا۔ اتنے میں ہی فاطمہ فاروقی بھی ناشتے سے بھری ٹرے لئے چلی آئیں اور ان کے ساتھ ہی کُرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئیں۔

"پاپا آپ جانتے ہیں آج آپی نے پارک میں ایک آدمی کی اتنی بے عزتی کی کہ بس۔۔۔"

المان نے چہرے کا زاویہ بگاڑ کر اپنی بہن کا کارنامہ باپ کے آگے گوش فرمایا تھا۔ جس پہ تیمور فاروقی نے اپنی عینک کو آنکھوں سے تھوڑا نیچے کھِسکا کر سوالیہ نظروں سے حور عین کو دیکھا جو کھا جانے والی نظروں سے اپنے بھائی کو ہی گھورنے میں مصروف تھی۔

"حور بیٹا، یہ میں کیا سن رہا ہوں؟۔۔۔"

"ارے پاپا' آپ بھی کس موٹے آلُو کی باتوں میں آرہے ہیں صرف اِس کی وجہ سے اُس دو نمبر میسی نے مجھے اتنی زور سے بال ماری تھی کہ میری کمر میں ابھی تک درد ہے اور زرا سوچیں اگر اس کے بال مارنے سے میں آپ کی بیٹی۔۔۔ آپ کی اکلوتی اور خوبصورت بیٹی مر جاتی تو؟۔۔۔"

اِس نے اکلوتی اور خوبصورت پر خاص زور لگا کر فقرہ مکمل کرتے بڑے ناز سے اپنی آنکھوں میں جہاں بھر کی معصومیت سمائے باپ کی جانب دیکھا۔

"اللہ نہ کرے۔۔۔ کیسی باتیں کرتی ہو۔"

تیمور فاروقی اِس کی بات پہ دہل کر رہ گئے تھے۔

"لیکن پھر بھی اِس میں اُس بچارے بچے کی کیا غلطی تھی، اس نے کونسا جان بوجھ کر بال ماری تھی۔ آپ کو اتنی بدتمیزی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔"

تیمور نے اِس کی سرزنش کرنا بھی ضروری سمجھا۔

"پاپا دیکھیں۔۔۔نہ یہ موٹا آلُو اس کی طرف بال پھینکتا نہ وہ شخص میسی بننے کی دو نمبر کارکردگی دکھاتا اور نہ ہی مجھے بال لگتا۔"

اس نے تمام لحاظ بالائے تاک رکھتے اپنے موٹے تازے بھائی کی عزت افزائی کی تھی جس پہ وہ اچھا خاصا تپا تھا۔

"پاپا آپ سمجھالیں آپی کو مجھے کچھ نہ کہیں ورنہ۔۔۔"

حور نے درمیان میں ہی اس کی بات کاٹی۔

"ورنہ کیا؟۔۔۔ہاں بولو، ورنہ کیا؟۔۔۔ کیا کرلو گے تم میرے ساتھ؟۔۔۔"

کھانے کی میز اِس وقت میدانِ جنگ کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ اور ملک کا مشہور بزنس مین جو میٹنگ ہال میں بڑی بڑی شخصیات کو اپنی قابلیت کی بناہ پہ خاموش کرواتا تھا، اِس وقت اپنی اولاد ہی کو خاموش کرانے میں ناکام تھا اور اپنا سر تھامے بیٹھا تھا۔

"چُپ ایک دم چُپ۔"

فاطمہ جو کب سے اِس طوفانِ بدتمیزی کو کھانے کی میز پہ برداشت کئے ہوئے تھی ایک دم گرج کر بولی۔

"خاموشی سے ناشتہ کرو مانی، اور اسکول جاؤ لیٹ ہو رہی ہے تمہیں۔"

انہوں نے حور عین کو مکمل نظر انداز کیا تھا۔ کل رات سے ہی فاطمہ نے اپنے اور حور کے درمیان ایک سرد دیوار قائم کر رکھی تھی، جو حور عین اچھے سے سمجھ رہی تھی۔

مانی کے جانے کے بعد اس نے بازو پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھا اور جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی، مگر جانے سے پہلے فاطمہ بیگم کو منانے کے انداز میں گال پہ بوسہ دینا نہ بھولی تھی، جس پہ وہ اپنی مسکراہٹ دبا کہ رہ گئیں۔

"اُف کیا بنے گا ان بچوں کا۔۔۔"

تیمور صاحب نے اخبار رکھتے ہوئے سرد آہ بھری۔

اگلے مہینے سے ہُدیٰ کے امتحان شروع تھے، اس سے پہلے اِن کو اسائنمنٹ ملی تھی، جو ہر حال میں ہفتے کے اندر اندر جمع کروانی تھی۔ پورا ہفتہ تو ہدیٰ کا لاپرواہی میں ہی گزر چکا تھا، اب بچا تھا ایک دن جس میں اسے ہر حال میں اسائنمنٹ مکمل کرنا تھی ورنہ سر ذیشان سے تو کوئی بعید نہ تھی وہ اِس کو پیپرز میں بیٹھنے دیتے بھی کہ نہیں۔۔۔

آج وہ دوپہر سے ہی ثناء کے گھر آئی ہوئی تھی۔ اِس نے ہادی کو چھ بجے کا وقت دیا تھا اور اب سات بج رہے تھے مگر نہ تو ہادی آیا اور نہ ہی اس کی کوئی کال۔۔۔ تنگ آکر اس نے ہادی کو کال ملائی، مگر دوسری جانب سے جو کہا گیا وہ اِس کو ہلا دینے کے لئے کافی تھا۔

"بھائی میں کیسے؟۔۔۔"

"یار میں بہت بزی ہوں۔ مجھے دو گھنٹے مزید لگ جائیں گے اور اتنی دیر کسی کے گھر رہنا اچھی بات نہیں۔ اس لئے جیسے کہا ہے ویسے کرو۔"

ہادی نے نہایت عجلت میں اِس کی پوری بات سنے بغیر ہی اپنی سنا کر فون رکھ دیا تھا۔

اب وہ بہت ریلکس سے انداز میں چائے کی چُسکی بھرتے حسین کی پلیٹ سے سینڈوچ نکال کر کھا رہا تھا۔ جس پہ حسین نے اِس کو زبردست گھوری سے نوازا۔

"جھوٹے کہیں کے، بڑے آئے تم مصروف انسان۔ یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم اپنا حصہ ہڑپنے کے بعد اب میرا بھی ہڑپ کرنے میں مصروف ہو، اس لئے نہیں جا سکتے۔"

حسین کی بات پہ ہادی نے ڈھیٹوں کی طرح دانت دکھاتے کندھے اچکائے۔ "میری مرضی۔" اور اس کی پلیٹ صاف کرنے میں مصروف ہو گیا، جس پہ حسین نے اپنی پلیٹ اٹھائی اور چلا گیا۔

ہادی منہ بنا کر اپنی خالی پلیٹ دیکھتا رہ گیا جو تھوڑی دیر پہلے ہی اِس نے چٹ کی تھی۔

"شرفوو!۔۔۔"

ہادی کی ایک آواز پہ ہی شرفو نامی بچہ بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوا تھا۔

"جی ہادی بھائی؟۔۔۔"

"جاؤ سامنے بیکری سے اور چیز سینڈوچ لے آؤ اور جو پیسے بچیں اس کا اپنے لئے کچھ لے لینا۔"

ہادی کی بات پہ شرفو فوراً سے خوش ہو کے بھاگا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سینڈوچ کے آنے تک ہادی کی سوچ واپس ہُدیٰ کی جانب چلے گئی تھی۔۔۔اُس کی کوشش تھی ہدیٰ اور شایان کے درمیان ذہنی مطابقت کسی طرح بڑھ سکے۔اسی لئے اس نے مصروفیت کا بہانہ بنایا۔وہ نہیں جانتا تھا وہ ایسا کیوں کر رہا ہے، مگر اِس کو یہی صحیح لگا۔اتنے میں بیپ کی آواز نے اِس کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لی۔

"زمان انکل کا فون اِس وقت؟۔۔۔"

زمان مصطفیٰ کا فون اپنے نمبر پہ آتا دیکھ کر وہ پریشان ہو اٹھا۔ بھلا انکل نے مجھے اِس وقت کیسے یاد کیا سب خیریت ہو سہی۔

زمان مصطفیٰ کی بات سن کر وہ فوراً سے پہلے اٹھا اور گاڑی کی چابی پکڑتے باہر کی طرف بڑھا۔وہ نکل ہی رہا تھا جب شرفو بھی سینڈوچ لے آیا۔

"بھائی آپ کی چیزیں۔"

"اب یہ تم اپنے حسین صاحب کو ہی دے دو۔ہمیشہ میرے کھانے پہ اپنے ڈیلے ڈالے رکھتا ہے کہ مجھے نصیب ہی نہیں ہوتا۔"

وہ حسین کی جانب دیکھتے، اس کے ندیدے پن کو چوٹ کرتے بولا اور ساتھ ہی باہر کی جانب نکل گیا، جبکہ پیچھے سے حسین نے ملال سے اسے جاتے دیکھا یہ گندی عادت اِس کی نہیں ہادی کی تھی۔اس نے شرفو سے چیزیں لیں اور سینڈوچ اپنی پلیٹ میں نکالتے سکون سے کھانے لگا۔اب سینڈوچ سے کیسی ناراضگی بھلا۔۔۔

"ایک تو یہ بھائی بھی ناں بھلا پہلے بتا دیتے تو میں کیب کرا کے ہی گھر چلی جاتی۔ اب میں ان کے۔۔۔"

ہدیٰ مسلسل اضطراب کے عالم میں بیٹھی تھی۔ جب ثناء کی امی کی آواز نے اِس کی سوچوں میں خلل پیدا کیا۔

"بیٹا باہر کوئی آپ کو لینے آیا ہے۔"

ایک دم سے گھبراہٹ کے احساس نے ہدیٰ کے پورے وجود کو اپنے گھیرے میں لیا تھا۔

"جی، وہ آ۔۔۔ آپ چلیں میں آ رہی ہوں۔"

اس نے بڑی مشکل سے اپنی لڑکھڑاتی زُبان کو قابو میں کیا اور باہر کی طرف چل پڑی۔

کالا کُرتا جس کے کف کہنیوں تک فولڈ تھے، ساتھ میں کالا ہی پجامہ زیب تن کئے وہ رف سے حُلیے میں گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا ہُدیٰ کا انتظار کر رہا تھا۔ ایک دوسرے کے ساتھ رشتے میں منسوب ہونے کے بَعد یہ ان کی پہلی باضابطہ ملاقات تھی ورنہ وہ ہمیشہ اپنی فیملی کے سامنے ہی ملے تھے ورنہ صرف نظروں کا تبادلہ ہی ہوا تھا، وہ بھی صرف شایان کی جانب سے۔۔۔

شایان کو کھڑے پانچ منٹ ہی گزرے تھے، جب سامنے سے رائل بلیو گھٹنوں تک آتی قمیض کے ساتھ بلیک جینز میں ملبوس، ہاتھ میں کتابیں تھامے ہدیٰ اِسے دور سے آتی نظر آئی۔ سادہ سے حلیے میں بھی وہ بلا کی جاذبیت رکھتی تھی اور اُس کے شفاف چہرے پہ سجی معصومیت، اس کو شایان کی نظر میں اور بھی معتبر کرتی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر سلام کرتے ہدیٰ کے لئے پیسنجر سائڈ کا دروازہ کھولا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

رف سے حلیے میں بھی بہت ڈیسینٹ اور سوبر سا شایان انجانے میں ہی ہدیٰ کے دِل کے تال چھیڑ گیا تھا۔ مگر نجانے یہ کیسی کسک تھی، جو وہ اپنے جذبات کا اظہار اپنے آپ سے بھی کرنے سے کتراتی تھی، نجانے یہ کیسا خوف تھا جو ہر وقت ہدیٰ کو اپنے گھیرے میں لئے رکھتا تھا۔

"یہ راستہ گھر کی طرف تو نہیں جاتا۔"

انجان راستہ دیکھتے ہدیٰ نے اچنبھے سے شایان کی جانب دیکھا۔ اس کا دل ایک انجانے خوف کے اثر دھڑکا تھا۔

"شکر ہے! آپ نے اپنے ہاتھوں پر سے نظریں ہٹا کر مجھ غریب کو دیکھنے کا بھی شرف بخشا، بھلے صرف انجانے راستے کو دیکھ کر ہی۔۔۔ مگر میری طرف دیکھا تو سہی۔"

شایان بہت کوشش کے باوجود بھی اپنی زُبان کو خاموش رکھنے میں زیادہ دیر تک کامیاب نہ ہو سکا۔

اتنے میں گاڑی انجان راستوں سے ہوتے ہوئے

ایک بہترین ریسٹورنٹ کے آگے رُکی تھی اور ہدیٰ کو لگا اس کی سانس بھی گاڑی کے ساتھ ہی رُک گئی ہو۔ شایان گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل چکا تھا مگر وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہ تھی۔ شایان نے اس کی جانب کا دروازہ کھول کر باہر آنے کا اشارہ کیا۔ لمحے بھر کے لئے اِن کی نظر ملی تھی۔ ہُدی کو ان نظروں میں ایسی کسی چیز کا شائبہ نہ ملا تھا جس پہ وہ اِس کو انکار کرتی، پھر اِسے ہادی کا خیال آیا۔ ہادی نے خود ہی تو بھیجا تھا اس کو، اپنے دل کی تسلی کرتے وہ اتر کر شایان کے ساتھ اندر کی جانب بڑھی۔ وہ ہدیٰ کی گھبرہٹ کو دیکھتے اسے فیملی کیبن میں لے آیا تھا۔ جہاں آکر ہدیٰ کی جان میں جان آئی تھی۔

"کیا کھائیں گی آپ؟۔۔۔" اس کے سوال پہ ہدیٰ نے اپنا سَر نفی میں ہلایا۔

اس کا نفی میں ہلتا سر دیکھ کر شایان نے ویٹر کو آواز دی اور ہدیٰ کا پسندیدہ پیزا آرڈر دیا۔

کچھ لمحے ایسے ہی خاموشی کی نظر ہوئے تھے جب شایان نے ہی بات کا آغاز کیا۔

"آپ کو بُرا تو نہیں لگا میں یوں آپ سے پوچھے بغیر آپ کو یہاں لے کے آیا؟۔۔۔"

شایان کے سوال پہ تذبذب کے عالم میں گھری ہدیٰ نے اِس وقت میں پہلی بار اپنی زُبان کھولی تھی۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں وہ مگر۔۔۔"

کچھ کہتے کہتے ہی اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"مگر وہ؟۔۔۔" شایان نے اِسے بولنے پہ اکسایا۔

"ایکچولی مجھے یہ سب پسند نہیں، اور گھر میں بھی سب پریشان ہو رہے ہوں گے۔ "

"آپ گھر والوں کی فکر نہ کریں، میں اُن کو بتا چکا ہوں اور رہی بات آپ کی کہ آپ کو یہ پسند نہیں تو میں اِس سے بھی واقف ہوں، مگر معافی کے ساتھ میں پھر بھی آپ کو یہاں لے آیا کیونکہ مجھے آپ سے کچھ بات کرنا تھی۔"

شایان نے بات کو سیدھا مدعے پہ لانا ہی بہتر سمجھا، جس پہ ہُدیٰ نے اِس کو الجھی ہوئی سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"نور الہدیٰ کیا آپ اِس رشتے سے خوش ہیں؟۔۔۔"

اپنا نام ایسے شایان کے منہ سے سن کے اسے کافی اجنبی لگا تھا اور سوال وہ تو اِس سے بھی زیادہ اجنبی۔۔۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا وہ شایان کو کیا جواب دے، یہ کہ وہ اِس رشتے سے خوش نہیں بہت خوش ہے یا یہ کہے کہ وہ اِس رشتے سے مطمئن نہیں یا یہ بتا دے کہ وہ اِس کے قابل نہیں۔۔۔

اتنے میں ویٹر چیزیں لے آیا تھا، جس کی وجہ سے شایان ہدیٰ کی خاموشی کو محسوس ہی نہ کر سکا۔

"میری خوشی میرے ماں باپ کی خوشی میں ہے وہ خوش تو میں بھی خوش۔۔۔"

کافی دیر بعد ماحول میں ہُدیٰ کی دھیمی آواز ابھری تھی۔ جس سے شایان کو زرا بھی تسلی نہ ہوئی۔ مگر کھانے کی وجہ سے اس نے کوئی اور بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔

شایان نے خود ہی ہدیٰ کی پلیٹ تیار کر کے اس کے سامنے رکھتے اسے کھانے کا اشارہ کیا۔

پیزے کی خوشبو سے ہدیٰ کی بھوک چمکی تھی اور خاموش بیٹھی ہدیٰ اب سب کچھ بالائے تاک رکھے کھانے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ اب بھلا کھانے سے کیا شرمانا یا ناراضگی دکھانا۔۔۔

وہ دونوں ایک پیزا ختم کرنے کے بعد اب دوسرا کھا رہے تھے۔ ہُدی کی خوراک دیکھ کر شایان نے بہت مشکل سے اپنی حیرت پہ قابو پایا تھا۔ شایان نے تو برائے نام ہی کھایا تھا، پیزے سے انصاف کرنے والی تو ہُدی بی بی ہی تھیں۔ اس سے بات کرتے ہوئے ہچکچانے والی لڑکی کھاتے ہوئے بالکل نہ ہچکچائی تھی۔

(سنا تھا پہلی ملاقات میں لڑکیاں زیادہ کھانے سے شرماتی ہیں مگر یہاں تو اُلٹا ہی حساب ہے۔۔۔ شکر کر شایان بیٹے یہاں پہ آفَر تھی اگر بائے ون گیٹ ون فری نہ ہوتا تو تیری تو ناک ہی کٹ جاتی۔)

"چلیں؟۔۔۔"

کھانے سے فارغ ہوتے ہی ہدیٰ نے واپسی کی فرمائش کی تھی، جس پہ شایان کو حیرت تر حیرت ہوئی تھی۔

(یار کیا میں اِس کو یہاں صرف پیزا اُٹھسوانے ہی لایا تھا۔)

"ابھی میری باتیں ختم تو نہیں ہوئی ہدیٰ۔"

شایان نے بمشکل اپنے حیران پہ حیران ہوتے تاثرات کو قابو میں رکھتے سوبر سے انداز میں کہا۔

"شایان مجھے لیٹ ہو رہی ہے آگے ہی رات ہو چکی ہے۔"

جبکہ دوسری جانب شایان نے تو جیسے اس کے منہ سے اپنے نام کے علاوہ کچھ سنا ہی نہ تھا، اسے اپنا نام زندگی میں کبھی اتنا خوبصورت نہیں لگا تھا، جتنا ہدیٰ کے منہ سے سن کے لگا تھا۔ وہ ہدیٰ کی خاموشی اور ہمیشہ اِس کے دور دور کھینچے کھینچے سے رہنے پہ بہت سے لامتناہی تحفظات کا شکار تھا، مگر اب جیسے سب کچھ کہیں بہت پیچھے چلا گیا تھا۔ وہ اِس کی بات نظر انداز کرتے بولا۔

"مجھے بہت اچھے نیوز چینل میں جاب آفر ہوئی ہے۔ میری انٹرنشپ تقریباً ختم ہو چکی ہے نیکسٹ ویک سے میں وہاں جوائننگ دے رہا ہوں اسی حوالے سے میں آپ کی رائے جاننا چاہتا تھا۔"

ہدیٰ اِس ملاقات کا اصل مقصد جان کے پریشان ہوئی تھی۔ اس نے اپنے خشک ہونٹوں کو زُبان سے تر کرنے کی کوشش کرتے شایان کی جانب دیکھا، ان آنکھوں میں اتنی چمک اور چہرے پہ اتنی اُمید تھی کہ ہدیٰ ایک لمحے کے لئے ان آنکھوں کی چمک میں ہی کھو گئی۔ کیا وہ اِس قابل ہے کہ اتنا پیار اور قدر کرنے والا شخص اِس کو ملے، کیا یہ شایان کے ساتھ دھوکہ نہیں ہو گا، میرے جیسی لڑکی کیا شایان کو وہ چاہت اور محبت دے سکے گی جو اِس کا حق ہے، اور کیا شایان سب سچ جاننے کے بَعد بھی مجھے اپنا لیں گے، مجھ سے ایسے ہی محبت کر سکیں گے، اور کیا میں ان سے محبت کر سکوں گی۔۔۔ آہ محبت وہ تو ہو ہی گئی ہے۔۔۔ لیکن میں ان کے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیسے کر سکتی ہوں۔

وہ اپنی سوچوں میں اتنی مُحو تھی کہ یہ بھی نہ جان سکی کی وہ کتنی دیر سے شایان کو دیکھے جا رہی ہے۔

ہدیٰ کو اپنی جانب ایسے تکتا پا کر پہلے تو وہ جی بھر کے حیران ہوا، مگر پھر ایک بے ساختہ مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا احاطہ کیا تھا۔(یار کیا ہے یہ لڑکی آج تو حیران پہ حیران ہی کرتی جا رہی کبھی اپنی خوراک سے تو کبھی اپنی نظروں سے۔۔۔)

"کیا میں آج بہت پیارا لگ رہا ہوں، جو آپ یونہی دیکھے جا رہی ہیں اگر ایسی بات ہے تو یقین کریں میں شادی کے بعد روز آپ کو یہاں کا پیزا کھلاؤں گا۔"

اس نے شوخ سے انداز میں ہدیٰ کو چھیڑا۔

جس پہ ہدیٰ ایک دم چونکی۔ اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر شرم سے اس کا چہرہ لال ہوا تھا۔ جو اس نے نیچے جھکا لیا۔ ایک لمحے کے لئے بے ساختہ سی مسکراہٹ ہدیٰ کے چہرے پہ آئی تھی جو فوراً ہی معدوم بھی ہو گئی۔

"چلیں اب چلتے ہیں بہت دیر ہو گئی ہے۔" شایان کو اپنی نظریں اِس منظر سے ہٹانا بہت مشکل لگا تھا۔ اس کو مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ ہدیٰ کی خاموشی اور اس لمحے بھر کی مسکراہٹ نے ہی اس کو جواب دے دیا تھا۔ ایسا کیسے ممکن تھا وہ خوش نہ ہوتی۔۔۔ یہ شایان مصطفیٰ کی خوش فہمی تھی یا غلط فہمی اُس نے خود کو اس فہم کے حصار سے نکالنا ضروری نہ سمجھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہدیٰ نے بھی بات ختم ہوتی دیکھ کر سکون کا سانس لیا، اور اس کے ساتھ ہی باہر کو نکلی۔ واپسی کا تمام سفر خاموشی میں گزرا تھا۔

. . . . . .

سردیوں کی دھوپ بھی کسی نعمت سے کم نہیں ہوتی اور دھوپ کی صحیح قدر بھی سرد موسم میں ہی ہوتی ہے۔

"حور تمہارا آئیڈیل کیا ہے؟۔۔۔"

"کیا مطلب میں کچھ سمجھی نہیں؟۔۔۔"

امل کے اِس عجیب و غریب سوال پہ حور نے اسے اچنبھے سے دیکھا۔

یہ ان کا فری لیکچر تھا۔ اسی لئے حور امل کے ساتھ یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں چلی آئی اور دھوپ میں بیٹھ کر دونوں قنو چھیل چھیل کر کھانے لگیں۔ جب اچانک امل کو کچھ سوجھا تھا۔

"میرا مطلب ہے تمھاری اپنے مسٹر رائٹ کے بارے میں کیا خواہشات ہیں؟۔۔۔"

"مسٹر رائٹ؟۔۔۔" امل کی بات پہ اس کے چہرے پہ ایک دلکش مسکراہٹ آئی تھی اور وہ کس لئے تھی یہ خود حور بھی نہیں جانتی تھی۔

"شاید تمہیں یقین نہ آئے مگر اس معاملے میں میری خواہشات کی لسٹ صفر ہے۔ اگر ہے بھی تو بس اتنی سی کہ وہ انسان جو بھی ہو جیسا بھی ہو بس مرد ہو۔ جو عورت کو عزت کے ساتھ تحفظ بھی دے سکے۔" امل کو جواب دیتے بے اختیار اس کے ذہن کی سلیٹ پہ حمزہ کا تصور آیا تھا۔ جس سے اس کا حلق تک کڑوا ہوا۔ وہ شخص اس کی نظر میں مردوں کی لسٹ سے باہر تھا۔ وہ شخص عورت کو تحفظ تو دور کی بات عزت تک نہ دے سکتا تھا۔

"اور محبت؟۔۔۔ کیا اُس کی خواہش نہیں۔" جواباً حور بے ساختہ مسکرائی۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"میں نہیں جانتی امل کہ محبت کیا ہوتی ہے۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ وفا کیا ہوتی، عزت کیا ہوتی ہے اور تحفظ کیا ہوتا ہے۔" یہ بولتے اِس کے زہن کی سلیٹ پہ حمزہ نہیں آیا تھا بلکہ کوئی اور آیا تھا۔ ایک ایسا وجود جو حریم فاروقی کے لئے تحفظ بننا چاہتا تھا۔ اُسے اپنا نام دینا چاہتا تھا۔۔۔ مگر آہ یہ قسمت۔۔۔۔

. . . . . .

گاڑی پارکنگ میں لے جاتے اس نے زمان مصطفیٰ کا نمبر ڈائل کیا اور علامہ اقبال ایئرپورٹ کے داخلی راستے سے اندر کی جانب بڑھ گیا، زمان مصطفیٰ شفاء کو لے کر اسلام آباد سے لاہور بائے ائیر آئے تھے۔ ہادی کو دور سے ہی زمان مصطفیٰ کسی سے بات کرتے نظر آئے تھے۔ ان کے ساتھ چادر میں لپٹا ایک وجود بھی تھا جو کہ یقیناً مسز جبریل مصطفیٰ ہی کا تھا، شفاء کی پیٹھ ہادی کی جانب تھی اِس لئے ہادی اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔

"اسلام و علیکم انکل۔۔۔"

وہ سلام کرتے زمان مصطفیٰ کے ساتھ بغلگیر ہوا۔ جس پہ وہ مسکراتے ہوئے سلیمان کا حال پوچھنے لگے۔

شفاء ہادی کے سامنے اپنے آپ کو بہت چھوٹا محسوس کر رہی تھی، ہادی کے نام سے ہی وہ جان چکی تھی، یہ وہی شخص ہے جس کے سامنے اِس کے شوہر نے اِس کی بے توقیری کی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

زمان صاحب سے گلے ملنے کے بَعد ہادی شفاء کی جانب متوجہ ہوا۔ شفاء کو دیکھ کر اسے چار سو چالیس والٹ کا جھٹکا لگا تھا جس لڑکی کو وہ دیکھ رہا تھا وہ کہیں سے بھی دیہاتن، پینڈو، عجیب اور ان پڑھ نہیں لگ رہی تھی۔ یہ لڑکی یقیناً کوئی اور تھی کیونکہ جبریل سے جس لڑکی کا نکاح ہوا تھا وہ تو۔۔۔ سچ اُس نے دیکھی ہی نہیں تھی .

اس کی سوچوں میں زمان مصطفیٰ کی آواز نے خلل ڈَالا تھا۔

"بیٹا یہ شفاء ہے، جبریل کی بیوی۔"

جبریل کے حوالے سے تعارف پہ شفاء پہلو بدل کر رہ گئی۔ جبکہ ہادی منہ کھولے کبھی شفاء کو تو کبھی زمان مصطفیٰ کو دیکھ رہا تھا۔

(تیری خیر نہیں ہے جبریل پُتر حد ہے بد دماغی کی اور بیو قوفی کی بھی۔۔۔)

اِس نے دِل ہی دِل میں جبریل کو کوسا۔ اتنا تو یہ جان ہی چکا تھا کہ جبریل نے شفاء کو صحیح سے کیا غلطی سے بھی نہ دیکھا تھا۔ اس نے اپنی سوچوں کو جھٹکتے شفاء کی جانب رُخ کیا۔

"اسلام و علیکم بھابھی، کیسی ہیں آپ؟۔۔۔ میں ہادی ہوں۔ جبریل کا دوست کم اور بھائی زیادہ۔"

اس نے بہت خوشگوار سے انداز میں شفاء کو اپنا تعارف کرایا تھا۔

جبکہ شفاء اپنے نام کے ساتھ بھابھی کا اضافہ سن کے ہونٹ بھینچ کہ رہ گئی تھی۔ ہادی نے شفاء کے تاثرات کا بڑی گہری نظروں سے جائزہ لیا تھا اور اس کے دکھ کو اپنے دِل کے بہت قریب محسوس کیا تھا۔ اُسے زمان مصطفیٰ سے تمام تفصیلات پہلے ہی معلوم ہو چکی تھیں۔

"بھابھی آپ مجھے اپنا بھائی ہی سمجھیں اور یقین کریں آپ ہمیشہ مجھے اپنے بڑے بھائی کی جگہ پر ہی پائیں گی۔"

اس کے ہاتھ سے سوٹ کیس لیتے وہ بہت عزت سے بولا۔

ہادی کے انداز پہ شفاء کو بے ساختہ سعدان کی یاد آئی تھی اپنی آنکھوں کی نمی کو چھپانے کے لئے اس نے چہرہ مزید جھکا لیا۔

زمان مصطفیٰ کے کہنے پہ وہ ان کو لئے فلیٹ کی جانب روانہ ہو گیا تھا، جہاں پہ شفاء نے رہنا تھا کیونکہ زمان مصطفیٰ شفاء کے ہاسٹل رہنے پہ راضی نہ تھے۔ وہ ہادی سے پہلے ہی فلیٹ کی بات کر چکے تھے۔ اس خبر پہ ہادی منٹوں میں ہی فلیٹ کو ایسی شکل دے چکا تھا۔ جسے دیکھ کر کوئی یہ گمان نہ کر سکتا تھا یہ فلیٹ کسی کے روزانہ کے استعمال میں ہے۔ شفاء کی سکیورٹی کا تمام کام مکمل کرنے کے بعد وہ ائیر پورٹ کے لئے روانہ ہوا تھا جہاں اسلام آباد سے لاہور آنے والی فلائٹ بس پہنچنے ہی والی تھی۔

.....

اس کے دماغ میں مسلسل شایان کے الفاظ گونج رہے تھے۔۔۔

نکاح وہ بھی اتنی جلدی اب وہ کیا کرے گی۔

اسی فکر میں بیڈ پہ لیٹی، وہ کروٹیں بدلتی رہی۔ رات کا ایک بج رہا تھا مگر نیند تھی کہ اِس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اتنے میں کمرے کی گمبھیر خاموشی میں بیپ کی آواز نے ارتعاش پیدا کیا تھا۔

ہدیٰ نے سائڈ ٹیبل پہ پڑا اپنا موبائل دیکھا جس پہ کسی کا میسج آیا تھا۔

"اتنی رات گئے بھلا کس کو میری یاد آگئی۔"

اِس نے موبائل پکڑا ہی تھا کہ ایک اور میسج کی بیپ گونجی تھی۔

"میری آج کی شام کو خوبصورت بنانے کا بہت بہت شکریہ۔۔۔ "❤️

ساتھ میں دِل کا ایک اموجی بنا ہوا تھا۔ میسج پڑھتے ساتھ ہی اِس نے دوسرا میسج کھولا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نکاح کی بات کا حوالہ میں نے صرف آپ کو تنگ کرنے کے لئے دیا تھا، مجھے امید تھی کہ آپ سمجھ جائیں گی کہ شایان مصطفیٰ اتنا خود غرض بھی نہیں کہ اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اپنی زندگی کا اتنا بڑا قدم اٹھانے کا سوچے بھی۔ اور جازَت کے بغیر میسج کرنے کے لئے معافی، مگر مجھے امید ہے کہ اب تم سکون کی نیند سو سکو گی۔ شب بَخَیر!۔۔۔"

آپ سے تم کا سفر لمحوں میں طے ہوا تھا۔

میسج پڑھ کے ہدیٰ کے چہرے پہ اُداس اور خاموش مسکراہٹ نے اپنا بسیرا جمایا تھا اور آنکھ سے ایک آنسو ٹپک کر اسکرین پہ موجود شایان کے نام پہ ٹھہر گیا۔

اس نے اسکرین صاف کر کے موبائل سائڈ ٹیبل پہ رکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔

"شکریہ شایان۔۔۔ آپ بہت اچھے ہیں مگر میں اتنی اچھی نہیں ہوں۔"

اس نے اپنے آنسو صاف کئے اور آنکھیں موند کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔۔

. . . . . .

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR

رات کی تاریکی اور تنہائی دونوں اِس وقت مل کر شفاء کو دہلا رہی تھیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کے بَعْد شفاء بستر پہ آ بیٹھی۔ اجنبی جگہ اور تنہائی کا احساس اِسے بہت شدت سے ہوا تھا، اِس نے امایہ کو اپنی آمد کے بارے میں بتا دیا تھا اور زمان مصطفیٰ کے کہنے پہ اسے اپنے پاس ہی رہنے کے لئے کہہ چکی تھی تا کہ اسے کالج آنے جانے میں آسانی ہو سکے۔ امایہ کو کل آنا تھا، کیونکہ اب رات بہت ہو چکی تھی اور وارڈن بھی نکلنے نہیں دیتی، اس لئے کل وہ عزیز صاحب کی وارڈن سے بات کرا کے ہاسٹل سے شفاء کے پاس آ جائے گی۔۔۔ پہلے بھی امایہ شفاء کی وجہ سے ہی ہاسٹل آئی تھی اور

اب بھی۔۔۔شفاء امایہ کی بہت مشکور ہوئی تھی۔ایسے دوست شاید ہی آج کے زمانے میں ہوتے ہوں اور جو ہوتے ہیں وہ قسمت قسمت والوں کو ہی ملتے ہیں۔

اب تنہائی میں شفاء کُھل کے سعدان اور ابراہیم صاحب کو یاد کر سکتی تھی، اب نہ تو ہادی تھا اور نہ ہی زمان مصطفیٰ۔۔۔ جن سے وہ اپنے آنسو چھپاتی۔اب وہ کُھل کر رو سکتی تھی۔اِس تنہارات میں اس کو اپنے رشتے بہت شدت سے یاد آئے تھے، وہ کیوں چلے گئے اسے چھوڑ کر، اسے اس بے رحم دُنیا کے سہارے چھوڑ کر، جہاں کوئی اِس کا اپنا نہیں تھا، سب بے رحم تھے' اور جس کے حوالے کر کے گئے تھے، وہ اِس کو اپنا ماننے کے لئے تیار ہی نہیں تھا اور تو اور اب وہ جا رہا تھا اسے ناراسائی کا درد دے کر اپنا مستقبل سنوارنے کے لئے۔۔۔

روتے روتے ہی اِس پہ نیند کی دیوی مہرباں ہوئی تھی۔ نیند بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہوتی ہے، اکثر جب اللہ کا بندہ روتے روتے تھک جائے تو سکون کے لئے اللہ اشک بھری آنکھوں میں نیند اُتار دیتا ہے۔

اے کاش کی میری راہوں میں

وہ بیتے زمانے آجائیں

میں سامنے اُن کے بیٹھی ہوں

میرے رشتے پرانے آجائیں

جو چھوڑ گئے تنہا مجھ کو

میں گیت انہی کے گاتی ہوں

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کسی روز وہ میری راہوں میں

میرا دل بہلانے آجائیں

میری آنکھیں بوجھل بوجھل ہیں

میرے دن بھی اوجھل اوجھل ہیں

میرے سامنے آنہیں سکتے

میرے خواب ہی چرانے آجائیں

شفاء کی آنکھ مسلسل بجتی فون کی گھنٹی سے کھلی تھی۔ اس نے رضائی میں سے ہاتھ نکال کر موبائل کے جانب بڑھایا، جو اب بج بج کے بند ہو چکا تھا، پھر سکرین لاک کھول کر اوپر سے نوٹیفکیشن پڑھے۔ جہاں امایہ کی تیرا مسڈ کالز کا نوٹیفکیشن تھا۔ ساتھ میں ایک میسج بھی تھا۔ اُس نے میسج کھولا۔

"مستقبل کی ڈاکٹر شفاء الہیٰ، اگر اسی حساب سے آپ گھوڑے، گدھے بیچ کے سوتی رہیں تو بن گئیں آپ ڈاکٹر۔" اس کے چہرے پہ بے اختیار مسکراہٹ آئی تھی۔

"اُف یہ مایا بھی ناں، کتنا فضول بولتی ہے۔"

اِس تمام عرصے میں یہ پہلی بار ہوا تھا، جب شفاء کے چہرے پہ رسمی اور زبردستی کی مسکراہٹ کے بجائے اصل مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ اپنا سر جھٹک کر اس نے واپس نمبر ملایا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ جس فلیٹ میں آئی تھی کہنے کو تو وہ بہت صاف تھا، مگر لگتا ایسا تھا جیسے صدیوں سے یہاں کوئی زی روح نہ آیا ہو، اِس کے کپڑوں کا بیگ رات کا یونہی پڑا تھا' جیسے لا کر رکھا گیا تھا۔ ابھی وہ باتھ روم سے فریش ہو کر نکلی ہی تھی کہ دروازے پہ شناسا سے انداز میں دستک ہوئی، ساتھ ہی گھنٹی بجی تھی، جس پہ ہاتھ رکھنے کے فوراً بعد ہی گھنٹی بجانے والا سوچکا تھا۔ لگاتار بجتی گھنٹی اِس بات کا ثبوت تھی کہ آنے والا کوئی اور نہیں بلکہ امایہ عزیز نیازی تھیں۔

"یار آج پھر لیٹ ہو گیا۔ آج تو امی سے چھترول پکی ہے۔" رات کے بارہ بجے سڑک پہ گاڑی دوڑاتے ہادی مسلسل عافیہ بیگم کے سوئے ہونے کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ اسے ہدیٰ میسج پر ہی ماما کے موڈ کی اطلاع دے چکی تھی۔

قدرے سنسان سڑک پہ گاڑی موڑتے اِسے بیک ویو مرر سے کوئی اپنا تعاقب کرتا محسوس ہوا تھا. اِس کے ہاتھ میکانکی انداز میں اپنی پسٹل کی جانب بڑھے تھے لیکن پسٹل تو آج وہ اپنی میز کی دراز میں ہی بھول آیا تھا۔ گاڑی مسلسل اِس کا تعاقب کر رہی تھی، گلی سنسان تھی اگر ان لوگوں کا مقصد حملہ کرنا ہوتا تو وہ کب کے کر چکے ہوتے، اِس نے پُر سوچ انداز میں پہلے گاڑی کی رفتار کم کی اور پھر ایک دم ایکسلیٹر سے پاؤں اٹھا دیئے، گاڑی زور کا جھٹکا کھا کر رکی تھی۔ اس کی گاڑی سے تھوڑے ہی فاصلے پہ موجود پچھلی گاڑی نے بھی ایک دم جھٹکا کھایا، اور کچھ مصلح افراد فوراً باہر نکلے۔ اتنے میں ہادی نے بھی تحمل کا دامن پکڑتے ہوئے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا اور نڈر انداز میں ان کے سامنے کھڑا ہوا۔

" ایس۔ پی عبد الہادی یہی نام ہے ناں تمھارا؟۔۔۔" وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ کون ہیں اور کس مقصد کے لئے ہیں، اتنے میں گاڑی سے ایک بھاری بھر کم ادھیڑ عمر کا آدمی نکلا۔ جو اور کوئی نہیں بلکہ ایم-این۔ اے سلطان بختیار شاہ تھا۔ شاہنواز شاہ کا باپ، ہادی کے چہرے پہ ایک استہزائیہ مسکراہٹ براجمان ہوئی، جِسے چھپانے کی اس نے بالکل کوشش نہ کی۔

" جانتے تو ہو گے ہی، سلطان بختیار شاہ نام ہے میرا ایم-این-اے سلطان بختیار شاہ۔۔۔"

" انتہائی معذرت کے ساتھ مگر میں واقعی آپ کے پورے نام سے آج ہی واقف ہوا ہوں، مگر اس کے علاوہ آپ کی اور بہت سی چیزوں سے پہلے کا واقف ہوں۔"

جواب میں بختیار شاہ کا زہریلا قہقہہ ہوا میں بلند ہوا تھا۔

"بہت خوب!۔۔۔کافی جرأت مند لگتے ہو، لیکن یہ جرأت مندی کہیں کچھ اور رنگ ہی نہ دکھا دے۔ خیر ابھی بچے ہو، نئے آئے ہو، نئی نئی وردی پہنی ہے، نیا نیا جنون ہے، اِس لئے سوچا زرا پیار سے سمجھا دینا چاہیئے ورنہ۔۔۔افگن خاندان کے اکلوتے وارث ہو۔" اب کے واضح دھمکی کی صورت میں اپنا ہاتھ اس نے ہادی کے دائیں بازو پہ دھرا تھا اور زو معنی وقفے کے بعد بولا۔ "زرا سنبھل کر رہنا۔۔۔"

ہادی نے بڑے ضبط اور حوصلے سے مسکراتے اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹا کر اس کے پہلو میں رکھا تو بختیار شاہ مزید گویا ہوا۔

" وہ کیا کہتے ہیں اُسے، ہاں۔۔۔" ہاں کو اس نے کھینچ کر ادا کیا تھا۔ "اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔۔۔ کہیں بعد میں یہی حال نہ ہو جائے تمہارے ساتھ بھی۔۔۔اس لئے سوچھا خود جا کر زرا ایس۔پی صاحب کو پہلے ہی سمجھا دینا بہتر ہے۔"

اپنی بات کہہ کر وہ خباثت سے ہنسا تھا جب ہادی بولا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"شاہ صاحب' اُردو میں ایک مقولہ یہ بھی ہوتا ہے۔ جیسے کو تیسا۔۔۔وہ بھی سن رکھا ہو گا آپ نے؟۔۔۔تو پھر بس اتنی سی بات ہے جو آپ نے یاد رکھنی ہے، کہ جیسے انسان کے کرتوت ہوں انجام بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔اس لئے زرا بچ کر۔۔۔"

ہادی مسکراتے اُس کے کان کے قریب ہوا اور آہستگی سے بولا۔

"اور پھر کیا پتا یہ اکلوتا افگن ہی کئی شاہوں کو گدھا بننے پہ مجبور کر دے۔"

اس نے بھی دھمکی کا جواب دھمکی سے ہی دیا تھا۔

جواباً بختار شاہ نے اپنے تاثرات بڑی مشکل سے کنٹرول کئے۔اپنی کہہ کر ہادی رکا نہیں تھا، ایک شان سے اپنی گاڑی کو نکال کر لے گیا۔

جبکہ اس کے پیچھے بختیار شاہ اپنا ہاتھ ہی ملتا رہ گیا تھا۔

" اِس کو تو میں دیکھ لوں گا۔ کل کا بچہ ہے، سلطان بختیار شاہ سے ٹکر لیتا ہے۔یہ کیا سمجھتا ہے شاہنواز کو گرفتار کر کے میری کمزوری اس کے ہاتھ لگ گئی ہے۔۔۔یہ ابھی جانتا نہیں بختیار شاہ جب تک خود نہ چاہے اُس کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔اچھی بات ہے۔اسی بہانے وہ مجنوں بھی راستے سے ہٹا رہے گا، فضول کا بوجھ تھا اب رہے جیل میں ہو نہہ۔۔۔ مگر یہ دراب۔۔۔دراب کا کیسے پتا چلا اِسے۔۔۔" یہ ایک نیا مسئلہ تھا۔

کچھ لوگ زمین کا خدا بننے کے چکر میں خدا واحد کی ذات' اللہ رب العزت کو بھول جاتے ہیں، کہ اگر وہ زمین و آسمان کا خالق حساب لینے پہ آ گیا تو کچھ باقی نہ رہے گا۔ایسا ہی اِن بھائیوں کے ساتھ بھی تھا۔

کل جبریل نے چلے جانا تھا۔ اسی لئے آج حدید نے اسکول سے چھٹی کر رکھی تھی اور اب صبح سے جبریل کے ساتھ لاہور کی سیر کے لئے نکلا ہوا تھا۔ جب وہ تھک گیا تو جبریل نے اِسے آئس کریم لے دی، جِسے کھا کر وہ سو گیا۔ اس نے سوئے ہوئے حدید کو بیک سیٹ پہ لٹایا اور خود فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ کر گاڑی گھر کی جانب مور لی، واپس گھر کو جاتے، راستے میں اسے ہدیٰ اپنی کسی دوست کے ساتھ روڈ کراس کرنے کی کوشش میں لگی نظر آئی تو اِس نے گاڑی اس کے سامنے جا کر روک دی۔

بیل کی آواز پہ اس نے دروازہ کھولا تو امایہ کو سامنے پا کر شفاء نے جیسے اپنا ضبط کھو دیا کچھ لمحے پہلے وہ اس کا چہک کر انتظار کر رہی تھی اور اب اس کے ساتھ لگے رونے میں مصروف تھی، اتنے عرصے بعد کسی اپنے کو دیکھ کر اس کا دکھ جیسے تازہ ہو گیا تھا وہ امایہ کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

" کم آن شفاء، ریلکس یار!۔"

امایہ ایک دم سے جذباتی صورت حال دیکھ کر سٹپٹا سی گئی اور تسلی کے انداز میں شفاء کی پشت سہلانے لگی۔

" اچھا یار اب اندر تو آنے دو یا دروازے پہ ہی کھڑے رکھنے کا اِرادہ ہے۔" شفاء جھینپ کر جلدی سے الگ ہوئی اور دوپٹے کے پلو سے آنسو صاف کرنے لگی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

" یار فلیٹ میں صفائی کچھ زیادہ ہی نہیں ہے۔" امایہ دھول مٹی دیکھ کر بولی اور ارد گرد ہر چیز کا معائنہ کرنے لگی۔ مختصر سی راہدری کے بعد ایک کمرا تھا جو ٹی وی لاؤنج کے طور پہ بنایا گیا تھا اور اس سے ملحقہ ایک بیڈ روم تھا۔ یہ مکمل بیچلر طرز کا فلیٹ تھا۔

" یار فلیٹ تو تمہارے انکل کا واقعی بہت اچھا ہے۔ اگر سیٹنگ بھی اچھی کر لی جائے تو کیا ہی بات ہے۔" اس نے فلیٹ کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے توصیفی انداز میں کہا۔ وہ یقیناً شفاء کو بہلا رہی تھی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی رہی تھی کیونکہ شفاء کا دھیان بھٹک کر ناشتے کی جانب چلا گیا تھا گو کہ وقت ناشتے کا نہیں دوپہر کے کھانے کا تھا مگر شفاء نے رات سے کچھ نہیں کھایا تھا کل شام میں زمان مصطفیٰ اور ہادی کے ساتھ جو کھا لیا سو کھا لیا پھر اس نے کچن میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔

اِس نے کچھ سوچتے ہوئے فریج کھولا مگر خالی پڑا فریج اِس کو منہ چڑھا رہا تھا۔ اِس نے کچن کے تمام دراز چھانے کہ شاید کچھ نکل آئے مگر سب بے سود، سب کچھ خالی پڑا تھا۔ یہ دیکھتے ہوئے اسے جی بھر کے رونا آیا تھا۔ وہ نئے سرے سے خود ترسی کا شکار ہوئی تھی، کیونکہ اسے یہاں لانے والا تو اسے پھینک کے جا چکا تھا اب بھلا وہ کیا کر سکتی تھی۔

ہدیٰ کو ایک بُک کی ضرورت تھی۔ جو لائبریری میں نہیں تھی اور نہ ہی کوئی اور اسٹوڈنٹ اِس کو دے رہا تھا۔ امتحانات قریب تھے اور ایسے میں کوئی بھی اپنی کتابیں کسی کو دینے کا رِسک نہیں لیتا تھا اسی لئے وہ ثناء کو ساتھ لئے کالج سے واپسی پہ ایک قریبی بُک شاپ پہ چلی آئی۔ جہاں ہالف پرائس میں سیکنڈ ہینڈ بکس آسانی سے مل جاتی تھیں۔ پرانی کتابوں سے پڑھنے کے بہت سے فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ بھی تھا۔ اِس میں بہت سی ضروری باتوں کی نشاندہی

پہلے ہی کی گئی ہوتی ہے یا اکثر لکھی بھی ہوتی ہیں جس سے انسان کو پڑھنے میں کافی آسانی ہو جاتی ہے۔ لیکن کچھ کتابوں پہ اتنا گند بھی مارا گیا ہوتا ہے جس سے پڑھنے میں اکثر مشکل ہی ہوتی ہے۔

وہ واپسی پہ روڈ کراس کر رہی تھی۔ جب ایک گاڑی اچانک سے اِس کے سامنے آ کر رکی۔ پہلے تو وہ دونوں ڈر کے پیچھے ہٹ گئیں، لیکن گاڑی کے شیشے میں سے جھانکتے جبریل کو دیکھ کر ہدیٰ کی جان میں جیسے جان آئی تھی۔ جبریل کے بہت اصرار پہ اس کو ماننا ہی پڑا تھا اور وہ فرنٹ سیٹ کی طرف بڑھ گئی حدید کو پچھلی سیٹ پہ یوں سوتا دیکھ کر ہدی کے چہرے پہ مسکراہٹ دور آئی۔ اِس کی بے وقت نیند کی عادت سے سب ہی واقف تھے۔ ثناء کا گھر یہاں سے بہت قریب تھا وہ ہدیٰ کے بہت اصرار کے باوجود رکشہ لے کر اس میں بیٹھ گئی تھی۔

اس گاڑی میں بیٹھتے ایک شخص اس کو بہت شدت سے یاد آیا تھا۔ جب پچھلی بار وہ اِس گاڑی میں بیٹھی تھی تو اس کے ساتھ شایان تھا جو اِس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ بلاوجہ کنفیوژ ہو رہی تھی۔

آج احمد فاروقی کو گئے کافی سال گزر چکے تھے۔ ہر سال کی طرح آج بھی قصرِ فاروقی میں غریبوں کو کھانا اور کپڑے تقسیم کئے گئے تھے۔ حور عین نے گھڑی میں وقت دیکھا اور جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ جہاں وہ جایا کرتی تھی۔ اپنے کمرے کے سائڈ ٹیبل پہ پڑے گفٹس پیک، ظفر سے کہہ کر وہ پہلے ہی گاڑی میں رکھوا چکی تھی۔ اِس کو یہاں آ کر عجیب سا سکون ملتا تھا، ان چھوٹے بچوں سے مل کے جو باہر کی دُنیا کی تلخیوں سے دور اپنی ہی دُنیا بسائے ہوئے تھے اور اِس دُنیا سے بہت خوش بھی تھے۔ آج اس نے معمول سے ہٹ کر بلیک لانگ شرٹ اور ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ قمیض کے گلے پہ خاکی رنگ کے دھاگے کی کڑھائی تھی اور اسی رنگ کا دونوں بازوؤں اور گھیرے پہ بھی ہلکا ہلکا سا بارڈر بنا تھا، اس کے ساتھ اس نے خاکی ہی دوپٹہ لے رکھا تھا۔

آج یہاں خلافِ توقع کافی رش تھا۔ جس پہ اس نے دھیان نہ دیا اور ڈرائیور کو چیزیں نکالنے کا حکم دے کر اندر کی جانب بڑھ گئی، وہ جب سے یہاں آئی تھی اسے عجیب سی وحشت ہو رہی تھی۔ جیسے مسلسل کسی کی نگاہوں کے حصار میں ہو۔ اس نے کئی بار پلٹ کر بھی دیکھا مگر کسی کو نہ پایا پھر اپنا وہم سمجھ کر سر جھٹکتے وہ دوبارہ سے بچوں میں لائے ہوئے تحفے تقسیم کرنے لگی، بچوں کے چہرے پہ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں سے جو خوشی آئی تھی، وہ دیکھ کر جو احساس اسے ہوتا تھا وہ ہر چیز سے بڑھ کر تھا۔ بچوں کے ساتھ کھیلنے اور نئے ٹریکس سکھانے کے بعد وہ واپسی کے لئے پلٹ ہی رہی تھی جب اس کی نظروں کا ٹکراؤ دو آنکھوں سے ہوا تھا۔ ان آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جسے محسوس کر کے حور کے اندر تک خوف طاری ہوا تھا۔ اِس نے جلدی جلدی وہاں سے چلنے کی 'کی تھی۔ اِس بات سے بے خبر کے دو نہیں بلکہ وہ چار آنکھیں تھیں جو اِس پہ نظر رکھے ہوئے تھیں۔

"یس سر۔"

"یس سر۔"

"ہو جائے گا سر۔ "

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ پچھلے دس منٹ سے جی سر جی سر کی گردان کر رہا تھا۔ ہفتہ ہو گیا تھا انہیں ایک نیا کیس ملے۔ اور اسی سلسلے میں اسے آفیسر منہاس علی کی کال آئی تھی۔

جب سے بختیار شاہ سے اِس کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ وہ کافی الرٹ ہو چکا تھا، حسین اور ہادی ایک نئے کیس پہ کام کر رہے ہیں۔ اس بات سے سے اکثر لوگوں کو لاعلم رکھا گیا تھا۔ کالی وردی میں چُھپے کالے بھیڑیوں کی وجہ سے اِس کیس کو

حساس رکھا گیا تھا اور یہ آرڈر آیا بھی اوپر سے تھا، پچھلے کیس کو دیکھتے ہوئے ان دونوں کی کارگردگی سے سب خوش تھے۔ اسی لئے یہ کیس بھی انہی دونوں کو ملا تھا مگر یہ کیس صرف ان کا نہیں تھا بلکہ پاکستان کی چوبیس کڑوڑ عوام کا تھا، حق کی آواز بلند کرنے کا تھا، جس میں ہوشیار رہنا بہت ضروری تھا اور جہاں بہت سے لوگ ان سے خوش تھے وہاں بہت سے لوگ ان کے نئے دشمن بھی بن چکے تھے اور یہ دونوں جانتے تھے کہ دشمن کو کیسے ڈیل کرتے ہیں۔

The Enemy Doesn't Stand a Chance When The Victim Decides To Survive.

Rae smith

"سر میں نے اِس کیس پہ ورکنگ شروع کر دی ہے۔ اِنفیکٹ میں کل خود بھی بھیس بدل کر گیا تھا۔ بہت سے مشکوک لوگوں کو ٹریس کرنا بھی شروع کر دیا ہے اور جگہ جگہ ڈیوائسس بھی لگا دی گئی ہیں۔ اِس کیس میں ہم کسی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اسی لئے جو بھی کرنا ہے ہمیں بہت سوچ سمجھ کر خود کرنا ہو گا۔"

"اور حسین تم؟۔۔۔" اب انہوں نے حسین سے پوچھا جو باادب سا کھڑا اپنی باری کے انتظار میں تھا۔

"سر میں بہت سے وکٹمز اور اُن کی کی فیملی سے ملا ہوں۔ کچھ تو شرمندگی کے باعث کیس ری اوپن کرانے کے حق میں ہی نہیں ہیں مگر بہت سے ایسے بھی ہیں جنہیں ہمارے یقین دلانے پہ انصاف کی امید نظر آئی ہے وہ حق کی لڑائی لڑنا چاہتے ہیں۔" حُسین انویسٹیگیشن کی فائلز اُن کے سامنے رکھتے بولا۔

آج کل ہادی اور حسین دونوں بہت مصروف نظر آتے تھے۔ گھر بھی لیٹ ہی جاتے تھے۔ ایسا تب ہی ہوتا تھا جب انہیں کوئی حساس کام ملتا تھا اِس بار بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ کام بہت حساس تھا۔ جس پہ انہیں بہت باریک بینی سے جائزہ لینا تھا اور کامیاب بھی ہونا تھا۔ چاہے جو بھی ہو جائے، چاہے جان بھی کیوں نہ دینی پر جائے۔ اُن کی کوشش تھی اس کیس کو وہ جلد از جلد کامیابی سے مکمل کریں مگر کون جانتا تھا یہ کیس ان دونوں کی زندگی کا سب سے بڑا کیس ثابت ہونے والا تھا۔

وہ امایہ کے ساتھ روزمرہ کا ضروری سامان لے کر لوٹ رہی تھی۔ روڈ کراس کرتے اس کی نظر بالکل سامنے اشارے پہ کھڑی گاڑی پہ پڑی۔ ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا شخص اس کو شناسا سا لگا تھا۔ اس نے اپنا وہم سمجھ کر نظر پھیر لی لیکن اگلے ہی لمحے اس کے ذہن میں کچھ سپارک ہوا تھا۔ "جبریل۔"

یہ تو جبریل تھا۔ اس نے دوبارہ سے پلٹ کر گاڑی کو دیکھا جو ابھی تک اشارہ پہ کھڑی تھی۔ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ خوبصورت سی لڑکی بیٹھی تھی۔ جو اس کی کسی بات پہ مسکرا رہی تھی۔ اشارہ کُھلا تو ہنستے ہوئے جبریل نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اِس چہرے کو وہ لاکھوں میں بھی پہچان سکتی تھی، یہ وہی تو تھا، اِس کا دشمن جان، اس کا سب کچھ یا شاید کچھ بھی نہیں۔۔۔ جب تک گاڑی نظروں سے اوجھل نہ ہوئی تھی وہ بار بار پلٹ کر دیکھتی رہی تھی۔ امایہ نے بھی اس کے انداز پہ پلٹ کر دیکھا۔

"کس کو دیکھ رہی ہو؟۔۔۔"

"ہاں؟۔۔۔ نہیں کچھ بھی نہیں، بس ایسے ہی۔۔۔" وہ غائب دماغی سے بولی۔

وہ جب سے آئی تھی کھوئی کھوئی سی تھی۔ اس کی سوچ بار بار اُسی لڑکی کی جانب جا رہی تھی۔ وہ لڑکی جبریل کے ساتھ کتنے استحقاق کے ساتھ بیٹھی تھی۔ کہیں اسی لڑکی کی وجہ سے ہی تو جبریل بار بار اِس نکاح سے انکار نہیں کر رہے تھے؟۔۔۔ اگر ایسا تھا تو یہ اُن کے ساتھ واقعی بہت زیادتی کی بات ہے۔۔۔ اور میرے ساتھ؟۔۔۔ کیا میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی؟۔۔۔

یہ سوچتے ہوئے اس کے چہرے پہ ایک تلخ سی مسکراہٹ نے بسیرا کیا تھا۔ اگر جبریل کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی تو شفاء الہیٰ کے ساتھ کون سا نہیں ہوئی تھی۔

ملِ رہا ہے نہ کھو رہا ہے تو

کتنا دلچسپ ہو رہا ہے تو

"یار تمہیں پتہ ہے سر ہارون کی شادی ہو گئی ہے۔ اور وہ چریل مشاء' اس کا تو تم کچھ پوچھو ہی نہ، بڑی بُری حالت ہے بیچاری کی، کیسے مرتی تھی سر پہ۔" امایہ روم کی سیٹنگ کرتے ہوئے کب سے اسے کالج کی باتیں بتا رہی تھی مگر شفاء کا دھیان تو کہیں اور ہی تھا وہ کیسے سنتی۔ وہ اپنی سوچوں میں اتنی گُم تھی کہ امایہ کو اِس کے آگے اپنا ہاتھ ہلا کے متوجہ کرنا پڑا۔

"کدھر غائب ہو شفاء؟۔۔۔ میں کب سے تمہیں بولا رہی ہوں۔ "

" کہیں بھی تو نہیں بس ویسے ہی۔" اس نے بات ٹالی تھی مگر امایہ کی تسلی نہ ہوئی تھی۔

شفاء نے امایہ کو اپنے لئے فکر مند ہوتا دیکھتے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھاما۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جانتی ہو مایا، کل رات میں نے بہت مشکل سے گزاری تھی۔ اِس خوفناک تنہائی میں، پردوں کے بغیر کھڑکیوں پہ گرتے درختوں کے عکس سے عجیب سی وحشت ہو رہی تھی۔ نجانے کتنے زمانوں کے اِس بند پڑے فلیٹ سے عجیب خوفناک آوازوں کا احساس ہو رہا تھا، مگر جانتی ہو جب سے تم آئی ہو مجھے یہ فلیٹ گھر سا لگنے لگا ہے، اگر تم آنے سے منع کر دیتی تو میں نہیں جانتی میرا کیا ہوتا۔ شاید مر جاتی، لیکن میں اللہ کی شکر گزار ہوں جو مجھے تم جیسی دوست دی، ایسے دوست آج کل کے زمانے میں قسمت والوں کو ہی ملتی ہے اور میں اِن قسمت والوں میں سے ایک ہوں تم نہیں جانتی کہ تم میرے لئے کیا ہو۔ "

"اب بس کر پگلی رولائے گی کیا؟۔۔۔ "

شفاء کی بات کو مزاح کا رخ دیتے امایہ نے اِسے گلے سے لگایا۔ مگر در حقیقت وہ اِس کی ذہنی رو سمجھ سکتی تھی۔ جس اچانک سے اس نے اپنا پورا خاندان کھویا تھا۔ اس کے بعد جس ہمت سے وہ دُنیا کا سامنا کر رہی تھی شاید ہی اس کی جگہ کوئی اور کر سکتا تھا۔ اور یہ سچ ہی تھا صرف امایہ ہی شفاء کے لئے خاص نہیں تھی، شفاء بھی امایہ کے لئے بہت خاص تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

جبریل، ہادی، شایان اور زیان۔۔۔ حدید کو نکال کر باقی چاروں بھائی ہی ہادی کے ساتھ ڈنر کے لئے باہر آئے تھے۔ پھر جبریل نے چلے جانا تھا تو نجانے کب موقع ملتا۔ اسی لئے آج کا ڈنر جبریل کی جانب سے تھا۔

اپنے کھانے سے انصاف کرتا جبریل کب سے ان سب کی زو معنی باتوں کو برداشت کر رہا تھا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا اِن کا اشارہ کس جانب ہے مگر وہ جان بوجھ کر نظر انداز کئے ہوئے تھا۔

"ہادی،بس کر دو یار، میں تنگ آ گیا ہوں۔ دن رات سب کی زو معنی نظروں اور باتوں کو برداشت کر کر کے، ایک ہی ٹاپک پہ بات کر کر کے، اور سب کو خاموش کرا کرا کے۔۔۔ اب مجھے وحشت ہوتی ہے چُپ کر جاؤ خدا کا واسطہ ہے، چُپ کر جاؤ۔"

اُس نے ایک دم سے پھٹتے اِن کے آگے ہاتھ جوڑے تو اِن کو بھی چپ کرنا پڑا۔ شایان نے ایک افسوس بھری نگاہ اپنے بھائی پہ ڈالی تھی جو کٹھور پن کی آخری انتہا پہ تھا۔

" ویسے جبریل تم غلط کر رہے ہو، تم پچھتاؤ گے اور بہت زیادہ پچھتاؤ گے۔" ہادی جب سے شفاء سے ملا تھا اسے شفاء سے اور بھی زیادہ ہمدردی ہو رہی تھی۔ ایک طرف وہ چاہتا تھا وہ جبریل کو سب بتا دے، مگر دوسری طرف اُسے زمان مصطفیٰ کی بات یاد آتی تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے اُن کا بیٹا شفاء کو ہمدردی یا ترس کھا کر قبول کرے۔ وہ اور ہادی دونوں جانتے تھے اگر جبریل کو حقیقت پتا ہوتی تو صورتحال اس وقت الگ ہوتی۔ زمان مصطفیٰ پہلی دفعہ میں ہی اسے سب بتانے والے تھے۔ مگر اس کی بدتمیزی بھرا انداز دیکھ کر انہوں نے ارادہ بدل دیا۔ جبریل ابھی تک اپنی اُسی ضد پہ قائم تھا۔ اور اب اپنے باپ کے ساتھ ساتھ اپنے دوست کو بھی ایسی باتیں کرتا دیکھ کر اسے افسوس ہوا تھا۔

" ہادی تم کچھ نہیں جانتے۔ اِس لئے اِس مسئلے سے دور رہو۔"

جبریل نے زمان مصطفی کی دھمکی اور شفاء کے الفاظ یاد کر کے افسوس سے سر جھٹکا تھا۔

" جبریل میں سب جانتا ہوں۔ انکل نے آج مجھے پوری بات بتا دی تھی وہ بھی جو تم جانتے ہو اور وہ بھی جو تم نہیں جانتے اور پہلے جو مجھے لگتا تھا کہ انکل نے کہیں نہ کہیں تمہارے ساتھ ناانصافی کی ہے تو اب سب جان کر میں سمجھتا ہوں، اگر میں بھی انکل کی جگہ ہوتا تو یہی کرتا۔"

ہادی کی بات پہ شایان کے دماغ میں کل دوپہر بابا اور ہادی کی بند کمرا ہونے والی کانفرنس آئی تھی۔ جس میں جانے کی اِجازَت نہ شایان کو تھی اور نہ ہی زیان کو، دوسری جانب اس بات پہ جبریل نے ناسمجھی سے چہرہ اٹھایا اور اپنی سوالیہ نگاہیں ہادی کے اوپر گاڑھ دیں۔

"کیا مطلب؟۔۔۔ کیا جانتے ہو تم؟۔۔۔"

ہادی کو ایک دم سے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا، کہ وہ جلدی میں کیا بول گیا تھا۔

"اب تو مجھے ایسے نہ گھور، میں تو بس تجھے ایموشنل کر رہا تھا۔

ہادی نے ہربڑاہ کے جلدی سے بات بدلی۔ اب باتوں کا رخ واپس ان کی مستی کی جانب چلا گیا تھا۔ جس سے ایک دم ماحول بدل سا گیا تھا۔ ہادی کو حسین کی ضروری کال آئی تو وہ اُٹھ کے قدرے خاموش مقام پہ آکر غور سے اُس کی گفتگو سننے لگا۔ وہ بات کر کے پلٹا ہی تھا جب جلدی میں سامنے سے آتی لڑکی اس سے ٹکرائی۔

"آپ؟۔۔۔" ایک دوسرے کو دیکھ کر دونوں ہی کورس میں بولے تھے۔

" آپ کی تو دماغ کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی خراب ہیں۔ اس لئے اب ضرور یہی کہیں گی میں جان بوجھ کر آپ سے ٹکرایا ہوں۔

اِس شخص کو اپنے سامنے دیکھ کر حور کو غصہ آیا تھا۔

"میری آنکھیں خراب ہونے سے کیا مراد ہے آپ کا؟۔۔۔" اس نے اپنے جانب انگلی کر کے سوالیہ انداز میں پوچھا تھا۔

Safa ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

لوگ پلٹ پلٹ کر ان کی جانب دیکھ رہے تھے۔ جب شایان اور جبریل بھی ان کو لڑتا دیکھ کر پاس چلے آئے۔ ان کے بجائے زیان نے لڑائی دیکھنے کے بجائے سامنے پڑے کھانے کو فوقیت دی تھی۔ اور مزے سے کھانے لگا۔

"اگر آپ نے صحیح سے سُنا ہو تو میں نے صرف آپ کی آنکھوں کو نہیں دماغ کو بھی خراب کہا تھا۔" ہادی نے بھی بدوبدی جواب دیا۔

" کیا ہو رہا ہے یہاں پر؟۔۔۔" اتنے میں جبریل بھی ہادی کو یوں کسی لڑکی سے لڑتا دیکھ کر حیران ہوتا یہیں چلا آیا۔ جِسے حور عین ریسٹورنٹ مینجمنٹ کا کوئی آدمی سمجھ کر بولنے لگی۔

" یہ مسٹر پچھلے ایک ہفتے سے میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ کل تو میں چُپ رہی کیونکہ میں اُس جگہ کوئی تماشا نہیں لگانا چاہتی تھی مگر اب۔۔۔ اب یہاں بھی اِن کو دیکھ کر مجھے یقین ہو چکا ہے کہ۔۔۔" وہ واپس ہادی کی جانب پلٹتے بولی۔

" کہ اُس وقت میری خاموشی کا مطلب شاید آپ نے غلط سمجھا تھا۔۔۔ آپ سمجھے میں آپ سے ڈر گئی ہوں۔۔۔ نہیں مسٹر ایکس، وائے، زیڈ آپ جو کوئی بھی ہیں، میں آپ سے ڈرنے والی نہیں ہوں۔۔۔ اور ہاں اُس دن تو بہت بول رہے تھے ناں، اب بتاؤ کیوں فولو کر رہے تھے مجھے؟۔۔۔ اوہ سوری، میں تو بھول گئی آپ تو بہت نیک کردار کے ہیں۔ شاید اسی لئے لڑکیوں کا پیچھا کرتے رہتے ہیں۔ ایک بات اور آپ صرف دو نمبر میسی ہی نہیں بلکہ ایک انتہائی دو نمبر قسم کے انسان بھی ہیں جو لڑکیوں کو اسٹاک کرنے کے لئے اِس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے اِستعمال کرتے ہیں۔

جبریل اور شایان اس صورتحال کو دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے۔ وہ اپنے منہ کھولے کبھی ہادی کو دیکھتے اور کبھی سامنے کھڑی دوشیزہ کو۔۔۔ اس لڑکی کی باتوں میں اتنا اعتماد تھا کہ اگر ہادی کی جگہ سامنے کوئی اور ہوتا تو جبریل آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتا مگر سامنے کھڑا شخص اور کوئی نہیں ایس-پی عبدل ہادی تھا۔ جو سینے پہ ہاتھ باندھے اس لڑکی کی

فضول باتیں سُن رہا تھا۔ اُس کی لال آنکھیں صاف بتا رہی تھیں کہ وہ کتنی مشکل سے غصہ دبائے ہوئے تھا۔ ہادی کو آنکھ سے ریلیکس کا اشارہ کرتے جبریل نے اپسے پیچھے کیا اور خود حورعین کے سامنے صلح جو انداز میں کھڑا ہوا۔

"اِس کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں مس، میں خود اِس کی اِن حرکتوں سے بہت تنگ ہوں۔ انہی حرکتوں کی وجہ سے اِس کے ماں باپ نے بھی اسے دو دن سے گھر سے باہر نکال دیا ہوا ہے۔" جبریل کی بات پہ حورعین ایک دم چونکی یونی یہ لڑکے اِسی کے ساتھ ہیں۔ جہاں حورعین چونکی تھی وہیں ہادی بھی چونکا تھا۔ اُس نے چونک کر جبریل کا بازو پکڑ کے اس کا رُخ اپنی طرف کیا۔

"جبریل تم کیا۔۔۔" جبریل نے اس کی بات کاٹی۔ "چپ کر کے کھڑے رہو۔ میں کر رہا ہوں ناں بات۔۔۔ اب سنبھالنے دو مجھے تمہارا پھیلایا گند۔" جبریل درشتی سے بولا تھا۔ دُنیا بھر کی سنجیدگی اس نے اپنے چہرے پر جمع کر رکھی تھی اور ہادی بس منہ کھولے اس کو دیکھی گیا۔

" میرا بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے مس' میں بھی چھوٹا ہونے کے باوجود انہیں یہی سمجھانے یہاں آیا تھا مگر یہ یہاں بھی باز نہ آئے۔ اِن کو تو اس بات تک کا لحاظ نہ آیا کہ ان کی اکلوتی بہن کا شوہر سامنے ہے اُسی کے سامنے ہی کچھ لحاظ کر لیتے۔

"سیریسلی؟۔۔۔" ہادی نے ابرو اچکائے۔ جِسے اگنور کرتے شایان نے اپنی بات جاری رکھی۔

"اب میں کیا کہوں اپنی بیوی سے، جس کو لگتا ہے اس کے بھائی سے زیادہ شریف تو دنیا میں کوئی اور مرد ہے ہی نہیں۔۔۔" شایان نے بھی بیچ میں اپنی ٹانگ اڑانا ضروری سمجھا تھا۔

جبکہ ہادی اتنی آکورڈ سچویشن میں کچھ کہنے کے قابل ہی نہ رہا تھا بس منہ کھولے ان دونوں کی شکل دیکھتا رہ گیا۔

" تمہاری بیوی کو تو میں بتاؤں گا وہ بھی بہت اچھے سے۔" اسے پیچھے کرتے ہادی نے اِسے زبردست گھوری سے نوازہ تھا۔

" یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن آئندہ کے بعد اگر یہ دو نمبر میسی مجھے اپنے آس پاس بھی نظر آیا تو زرا اچھا نہیں ہو گا۔"

" کیوں ایسا کیا کر لیں گی آپ؟ جو میرے لئے زرا اچھا نہیں ہو گا۔" ہادی نے چپ کا روزہ توڑا تو جبریل نے اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتے اُسے پیچھے کیا۔

" تو پھر آپ کو میری طرف سے ایسا ہارڈ بال پرے گا ناں کہ آپ کبھی اٹھنے کے قابل ہی نہیں رہیں گے۔" اپنی بات کہتے وہ چلے گئی تھی اور جاتے ہوئے ریسٹورنٹ کا دروازہ زور سے مار کر گئی تھی۔

اس کے جانے کے بَعد جبریل اور شایان نے اپنی کب سے رکی ہنسی کو بَحال کیا تھا اپنی جگہ تک واپس آتے وہ دونوں ہنس ہنس کے لوٹ پٹوٹ ہو چکے تھے۔

ہادی نے بہت مشکل سے اپنے آپ کو کمپوز کیا۔ اس کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا یہ دونوں اِس کے ساتھ ایسے بھی کر سکتے ہیں۔ وہ بے یقینی سے ان دونوں کی جانب دیکھ رہا تھا جو دھاڑیں مار مار کے ہنس رہے تھے جبکہ ہادی کا دِل چاہ رہا تھا کہ وہ دھاڈیں مار مار کے روئے۔۔۔ اتنی بے عزتی اتنی، بے عزتی وہ بھی ایک لڑکی سے۔۔۔ اتنی تو کبھی سکول ٹیچر نے بھی نہیں کی تھی۔

ہادی کے غصے کو دیکھتے ہوئے ان دونوں نے بہت مشکل سے اپنی ہنسی پہ قابو پایا تھا کہ ایک دم بہت کنٹرول کرنے کے بعد پھر شایان کی ہنسی نکلی تھی۔

" دو نمبر میسی، ہاہاہاہاہاہا سیریسلی بھائی اس نے آپ کو دو نمبر میسی کہا؟۔۔۔"

زیان کے پوچھنے پہ شایان نے پوری فلم دہرائی تھی۔ اور اس بار ان کہ ہنسی کا ساتھ ہادی نے بھی دیا تھا۔۔۔ اور اب زیان کھانے کے بجائے اتنی اچھی فلم مس ہونے پہ افسوس کر رہا تھا۔

اِس کو دو نمبر میسی کا نام دینے والی، شاید یہ بات نہیں جانتی تھی کہ عبدل ہادی اپنے کالج اور یونیورسٹی میں فٹبال چیمپئن رہ چکا تھا۔ لوگ اسے میسی پارٹ ٹو کہا کرتے تھے مگر یہاں فرق صرف اتنا تھا کہ یہ لڑکی اسے میسی پارٹ ٹو کے بجائے دو نمبر میسی بنا گئی تھی اور یہی بات تھی جس پہ جبریل اور شایان اتنا ہنس ہنس کہ پاگل ہو رہے تھے۔

جانے سے پہلے، وہ چاہتا تھا کہ کسی بھی طرح بابا جان اور اپنے درمیان حائل اِس برف کی دیوار کو پگھلا لے۔ جب وہ زمان مصطفیٰ کے کمرے میں پہنچا۔ وہ ایزی چیئر پہ بیٹھے کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھے۔ جبریل قدم قدم چلتا ان کے قدموں میں آ کر بیٹھ گیا مگر وہ پھر بھی لاتعلق سے کتاب میں ہی محو رہے، اُنہیں متوجہ کرنے کے لئے جبریل نے اُن کے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھا۔ جس پہ انہوں نے کتاب پر سے نظر اُٹھا کر اپنی جوان اولاد کو دیکھا اور کچھ لمحے یونہی دیکھتے رہے۔ انہوں نے اِسے اپنے پاس پڑی کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا، مگر جبریل وہیں چہرہ جھکائے ان کے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے بیٹھا رہا۔

"کیا بات ہے جبریل مصطفیٰ؟۔۔۔" اندازِ تخاطب پہ جبریل کا دل ڈوبا تھا۔ اُس کا جُھکا سر مزید جُھک گیا۔

یہ جبریل کی بچپن کی عادت تھی، بچپن میں بھی جب کسی بات پہ شرمندہ ہوتا ایسے ہی زمان مصطفیٰ کے پاس آ کر بیٹھ جاتا، آج بھی وہ زمان مصطفیٰ کو اٹھارہ سالہ جبریل ہی لگا تھا، جو اپنی ماں کے چلے جانے پہ اپنے آنسوؤں پہ اپنے باپ کے سامنے بند باندھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

"کیا بات ہے جبریل، یوں کیوں بیٹھے ہو؟۔۔۔" زمان مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس بار تھوڑا نرمی سے پوچھا۔

"آئی ایم سوری بابا جان!۔۔۔ مجھے معاف کر دیں۔ میں یوں آپ کو ناراض چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

اس نے اپنا سر ان کے گھٹنوں پہ ہی رکھ دیا۔ آخر باپ کا دل تھا۔ اسے یوں دیکھ کر زمان مصطفیٰ کے دل کو کچھ ہوا۔

"میں آپ سے ناراض نہیں ہوں بیٹا، بھلا والدین اپنی اولاد سے ناراض رہ سکتے ہیں اور آپ تو میرے سب سے لاڈلے، سب سے بڑے، سب سے سمجھدار اور سب سے بہادر بچے ہو ناں۔۔۔ پھر ایسے کیوں بیٹھے ہو چلو اُٹھ کے میرے ساتھ بیٹھو۔"

زمان مصطفیٰ نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے، بڑے پیار سے اِسے کندھوں سے اٹھا کر اپنے پاس بٹھایا۔

زمان مصطفیٰ کو اِس وقت جبریل پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا۔ مگر وہ اُن ماں باپ میں سے نہ تھے جو لاڈ میں اپنے بچوں کی غلطی نظر انداز کر دیں۔ بچہ چاہے کتنا بھی بڑا کیوں نا ہو جائے۔ والدین کو اُس کی تصیح کرتے رہنے چاہیئے اور یہی زمان مصطفیٰ بھی کر رہے تھے۔

Safa-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پھر کیا سوچا ہے جبریل تم نے؟۔۔۔"

"کس بارے میں بابا جان؟۔۔۔"

"مسز جبریل کے بارے میں میری جان۔" ان کے لہجے میں واضح طنز شامل تھا۔

"برخوردار تم تو جا رہے ہو، تو جاتے جاتے اُس کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ کرتے جاؤ جو اِس بے رحم دُنیا میں ایک تمہارے نام کے آسرے پر ہے، جس کا اب اس دنیا میں صرف ایک ہی رشتہ ہے اور وہ تم سے ہے اور مت بھولو ہم سے بھی تمام تعلقات کی وجہ تم سے جُڑا یہ رشتہ ہی ہے۔"

"بابا میں اِس بارے میں ابھی کچھ نہیں سوچنا چاہتا مجھے کچھ وقت چاہیے ہے۔" اس موضوع نے جبریل کو لب بھینچنے پہ مجبور کیا تھا۔ جو زمان مصطفیٰ سے چُھپا نہ رہ سکا۔

"پھر تم میرے پاس کیا لینے آئے ہو برخودار؟۔۔۔ اگر صرف معافی ہی لینی ہے تو جاو میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ معاف کر چکا ہوں تمہیں۔" اپنی بات کہہ کر وہ واپس مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ زمان مصطفی کے لہجے اور بات پہ جبریل شرمندگی سے چہرہ جھکانے پہ مجبور ہوا تھا۔ وہ واقعی اپنے فعل کی معافی لینے آیا تھا اُسے درست کرنے نہیں۔۔۔

"آئی ایم سوری بابا جان میرا مقصد آپ کو ناراض کرنا بالکل نہیں تھا، میں اس دن آپ سے بہت زیادہ مس بی ہیو کر گیا تھا۔۔" اس کے انداز پہ زمان مصطفیٰ کا دِل پھر سے موم ہوا۔ انہوں نے کتاب بند کر کے میز پہ رکھی۔

"جبریل میں باپ ہوں تمہارا، میں تم سے کبھی ناراض رہ ہی نہیں سکتا، جیسا کہ میں ابھی بتا چکا ہوں میں تم سے ناراض نہیں ہوں کیونکہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔ لیکن یہاں بات ناراضگی کی نہیں ہے بیٹا۔ رشتے نبھانے کی ہے، بس میرا دِل ٹوٹا ہے، میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچی ہے، میں نے شاید تم سے کوئی بہت بڑی چیز مانگ لی تھی، یہ پوچھے اور سوچے بغیر ہی کہ شاید تمہاری بھی شایان کی طرح کوئی اپنی پسند ہو، کوئی مرضی ہو مگر تم نے خود ہی یہ فیصلہ مجھ پہ چھوڑا تھا تو میں نے کر دیا۔۔۔ مگر یقین کرو میں نے تمہارے حق میں بہترین فیصلہ کرنا چاہا تھا مجھے تمہارے مس بی ہیو کا اتنا دکھ نہیں ہے جتنا اُس لڑکی جو کہ اب تمہاری بیوی، تمہاری عزت ہے، اس کی طرف تمہاری لاپرواہی اور سخت دلی دیکھ کر ہوا ہے۔ ہم بڑوں کی غلطی کی سزا تم اُس بیچاری کو کیوں دے رہے ہو، وہ بیچاری تو آگے ہی اپنوں کے جانے کے بعد

بے آسرا ہو چکی ہے۔ اس نے تو ابھی اپنے اپنوں کی تازہ تازہ موت دیکھی ہے۔ اور تم اُس کو کسی اور کی موت کی سزا دے رہو۔ جس کا دور دور تک کسی بھی لحاظ سے اُس قصے سے کوئی تعلق نہیں۔" اب وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی تک گئے اور باہر دیکھنے لگے۔

"مانا کہ آج سے کئی سال پہلے جو فیصلہ کیا گیا وہ غلط تھا۔ مانا کہ اُس فیصلے نے ہم سے بہت کچھ چھین لیا۔ یہ بھی مانا کہ تم آج تک اُس ٹراما کو بھول نہیں پائے۔ مگر یہ کہنا کہ وہ فیصلہ غلط تھا تو آج کا فیصلہ بھی غلط ہے یہ کہیں کی عقل مندی نہیں بیٹا' میں تمہارا باپ ہوں تم میری اور شازیہ کی سب سے پہلی اولاد اور سب سے بڑی خوشی ہو۔ میں تمہیں قربان کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اگر تمہیں کچھ ہو گا تو سب سے پہلے میں مر جاؤنگا۔ میں تمہارے لئے کوئی غلط فیصلہ کیسے کر سکتا ہوں۔" انہوں نے گہرا سانس لیتے اپنے آپ کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

" مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے لئے خود غرضی دکھاتے، اُس بچی کے ساتھ بہت زیادتی کر گیا۔ اور تمہیں پھر بھی آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو۔"

زمان مصطفیٰ نے گہری سانس لی اور کھڑکی سے ہٹتے واپس جبریل کے ساتھ کرسی پہ آکر بیٹھے اب کی بار رُخ اِسی کی جانب رکھا۔ اُس کا چہرہ مسلسل جھکا ہوا تھا۔ جیسے وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا، یا شاید کچھ بھی نہ سوچ رہا تھا۔۔۔

"بیٹا میں اِس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا مگر میں چاہتا ہوں کہ تم گھر والوں کے علاوہ گھر والی کے بارے میں بھی ضرور سوچو، اُس پر بھی تمہارے کچھ فرائض ہیں اور اگر ہو سکے تو تنہائی پا کر اپنے میڈیکل کے ٹاپک کے علاوہ اسلام نے بیوی کے جو حقوق مقرر کر رکھے ہیں اس پہ بھی ریسرچ کر لینا۔ بیوی کے حقوق سے مُنہ موڑنے والے شوہر کے بارے میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور اِس کے رسول ﷺ نے کیا فرمایا ہے اس سب پہ بھی غور کرنا۔ مجھے یقین ہے تم میری بات پہ کچھ نہیں، کچھ نہیں تو سوچو گے تو ضرور۔"

زمان مصطفیٰ جیسے اسی انتظار میں تھے۔ جیسے ہی لوہے کو گرم دیکھا کیل ٹھونکنے میں زرا بھی وقت نہ لگایا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے گرم لوہے کو جس سانچے میں ڈھالو ڈھل جاتا ہے۔

"ماما مجھے حمزہ سے شادی نہیں کرنی۔۔۔"

"اگر تمہیں اس سے شادی نہیں کرنی تو گھنٹے کا وقت ہے تمہارے پاس۔ جس سے بھی کرنی ہے مجھے اس سے ملواؤ ورنہ میرا فیصلہ اٹل ہے۔"

"اُف اللہ!۔۔۔" حور نے سر ہاتھوں میں گرایا۔

"ماما مجھے کوئی پسند نہیں ہے۔" وہ جیسے چیخی تھی۔ جس پہ فاطمہ نے ناگواری سے اِسے دیکھا۔

"تو پھر میری بھی سُن لو حور عین تیمور فاروقی، اگر تمہارے پاس کوئی اوپشن نہیں ہے تو شادی تو تمہیں حمزہ سے کرنی ہی پڑے گی، ہم زُبان دے چکے ہیں، اب تمہاری کوئی مرضی نہیں چلے گی۔ آگے ہی تمھاری فضول کی ضد سے اتنے اچھے رشتے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں مگر اِس بار تمہارا انکار اور دلائل دونوں ہی نہیں چلنے والے۔"

"ماما آپ جانتی ہیں میں شادی کرنا ہی نہیں چاہتی اور حمزہ سے تو ہرگز نہیں۔۔۔ مجھے نہ ہی وہ پسند ہے اور نہ ہی اُس کی فیملی۔ میں کیسے گزارا کروں گی؟۔۔۔"

اس نے جیسے آخری کوشش کی تھی۔

"میں بھی تمہیں بتا رہی ہوں حور کہ ہم زُبان دے چکے ہیں۔ اور مجھے کسی ایک ایسی فیملی یا ایسے لڑکے کا بتا دو جو تمہیں تھوڑا صحیح لگا ہو۔ جس حساب سے تم رشتوں کو ریجیکٹ کرتی ہو مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں کوئی تمہیں ایسے ریجیکٹ نہ کر دے۔۔۔" غصے میں بولتے انہیں الفاظ کی سختی کا احساس ہوا تو نرمی سے بولیں۔

"دیکھو حور، حمزہ کی فیملی انتہائی اچھی ہے۔ نہ وہ تمہیں آگے پڑھنے سے روکیں گے اور نہ ہی جاب سے تم اپنے سب شوق شادی کے بعد بھی پورے کر سکتی ہو۔ مجھے یقین ہے وہ تمہیں زینت کے ساتھ این۔جی۔او میں بھی کام کرنے سے کبھی نہیں روکیں گے اور نا ہی بچوں کو کچھ سکھانے سے روکیں گے۔"

"مگر ماما۔۔" اس نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ فاطمہ کے انداز میں واپس سختی در آئی اور اُسے یہیں روک دیا۔

"اگر مگر کچھ نہیں حور، ہم نے بہت سن لیا اور تم نے بہت کہہ بھی لیا۔ ہم نے ہمیشہ تمہاری بات مانی جیسا تم نے کہا ویسا کیا، تم نے جو بھی سیکھنے کو کہا ہم نے بھرپور ساتھ دیا۔ تم نے جس فیلڈ میں جانے کا کہا ہم نے جانے دیا، تم نے جس رشتے سے بھی انکار کیا ہم نے خاموشی سے منع کر دیا، تم نے جس یونیورسٹی میں کہا ہم نے ایڈمیشن کرایا، تم نے جس گاڑی پہ ہاتھ رکھا وہ تک لے کر دی لیکن اب تمہاری زرا بھی نہیں چلے گی، تم اچھے سے جانتی ہو تمہارا باپ، بابا جان کے جانے کے بَعد اندر سے کتنا کمزور پڑ چکا ہے۔ اُس نے زندگی میں کیا کچھ نہیں برداشت کیا۔۔۔ اگر تمارا باپ تم دونوں بہن بھائیوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھتا ہے، ہر قسم کی آزادی دیتا ہے تو مت بھولو کہ تم لوگوں کے بھی کچھ فرائض ہیں۔ اِس بار تم اپنے بابا کے سامنے ہرگز انکار نہیں کرو گی اور اگر تم نے ایسا کچھ کرنے کی کوشش بھی کی تو یقین کرو حور میں بہت بڑا پیش آؤں گی۔"

"اور ہاں۔" کمرے سے جاتے جاتے وہ پلٹی تھیں۔ "تمہاری الماری میں نیا جوڑا رکھا ہے میں نے، شام میں جب وہ لوگ آئیں تو وہی پہن کر آنا اور اپنے مُنہ پہ مسکراہٹ رکھ کر اپنے ماں باپ کی عزت کی لاج رکھ لینا۔"

فاطمہ کے جانے کے بَعد جتنے آنسو تھے۔ اس نے سب بہا دیئے۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی، وہ روتی نہیں تھی اور اس نے رونا تھا بھی نہیں، مگر اس انسان سے نفرت اور اپنی بے بسی اِسے رونے پہ مجبور کرتی تھی۔ وہ جانتی تھی حمزہ وہ نہیں ہے جو وہ نظر آ رہا ہے۔ اس کی فیملی وہ نہیں ہے جو وہ دکھتی ہے۔ مگر اس بار سب نے اس کے انکار کی وجہ کو اس کی عادت سمجھا تھا اور یہ پہلی بار ہی تھا جب حور عین فاروقی نے رشتے سے انکار کی اصل وجہ بتائی تھی۔ اور کسی نے یقین نہ کیا تھا۔ اسے پھر سے رونا آیا تھا۔ آج اِس کے ساتھ بھی شیر آیا شیر آیا والی کہانی سچ ہو گئی تھی۔

ماما سب جان کر بھی کیسے اس کیساتھ زبردستی کر سکتی تھیں۔ انہوں نے پاپا کا ذکر بھی جان بوجھ کر کیا۔ اور اپنے باپ کے نام پہ حور عین فاروقی ہمیشہ ہار مان لیتی تھی اِس بار بھی مان گئی تھی۔

تیمور فاروقی وہ نام تھا جو اگر آج کی مضبوط حور عین کی بنیاد تھا، تو تیمور فاروقی ہی وہ نام بھی تھا جو آج کی مضبوط حور عین کی کمزوری بھی تھا۔ اس کا باپ جس کی خوشی اُسے سب سے بڑھ کر تھی۔ اپنے خوشی سے بھی زیادہ۔۔۔

کیوں ماں باپ ہر قسم کی آزادی اور آسائش دینے کے بَعد شادی جیسے معاملے میں اولاد سے پوچھنا تک گوارہ نہیں کرتے اور اس کے ہاتھ اپنی عزت کے نام پہ باندھ دیتے ہیں اور اگر غلطی سے اولاد کی مرضی پوچھنا گوارہ کر بھی لیں تو جواب صرف اور صرف اپنی مرضی کا ہی چاہیے ہوتا ہے۔

اچھا خاصا رو لینے کے بَعد جب وہ تھک گئی تو بے دردی سے آنسو صاف کرتے یونیورسٹی جانے کے لئے اُٹھ گئی۔

"کاش کے کسی طرح یہ رشتہ ہونے سے رُک جائے۔۔۔ اے کاش۔"

سارا رستہ اس کی زُبان پہ کوئی معجزہ ہونے کی دعا ہی رہی تھی۔ کیونکہ حور عین فاروقی کو معجزوں کے ہونے کا یقین بچپن سے ہی تھا۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

اور کون بتائے کے اکثر دعائیں سچ ہو جاتی ہیں۔ مگر ہم نہیں جانتے کہ ہم اپنے لئے خوشی مانگ رہے ہیں یا درد۔۔۔

چہرا اُداس، اشک رواں اور دل بے سکوں

کیا قصور ہے میرا، اے دل؟ جواب تو دو

زیان اور شایان نے بہت خاموشی سے اپنے بھائی کا سامان پیک کیا تھا۔ انہوں نے جبریل کے لئے اپنی اپنی پسند کی بہترین چیزیں خرید کر اس کے سامان میں سب سے نیچے کر کے پیک کی تھیں۔ یہ سب ان دونوں نے اتنے نامحسوس انداز سے پیک کیا تھا کہ اگر جبریل جانے سے پہلے خود بھی کھول لیتا تو اس کو نہ پتا چلتا۔

حدید کو ان دونوں نے پہلے ہی سُلا دیا تھا اگر وہ جاگ رہا ہوتا تو رو رو کر پورا گھر سر پہ اٹھا لیتا۔

وہ جانے سے پہلے ایک بار پھر بابا جان کے کمرے میں آیا تھا۔ ان کا بی۔پی ہائی تھا۔ شایان انہیں بی۔پی کی دوا دے کر سلا چکا تھا۔ وہ دبے قدموں آ کر ان کے پاؤں میں کھڑا ہو گیا۔ یونہی چُپ چاپ کھڑا کتنی دیر وہ اِن کو ایسے ہی دیکھتا رہا جب ان کے سوئے ہوئے جسَم میں کوئی جنبش پیدا نہ ہوئی تو دھیرے سے ان کے پیروں پہ اپنے لب رکھ دیئے اور اِن کے سرہانے جا کر کچھ رقم اُن کے تکیے کے پاس رکھ کر متلاشی نظروں سے ارد گرد دیکھنے لگا۔ کتاب کے پاس پڑے نوٹ پیڈ میں سے ایک پرچی اتار کر اس نے جیب میں سے پین نکالا اور اُس پہ پہ کچھ تحریر کرنے لگا۔

"یہ رقم گاؤں بھجوا دیجئے گا۔ آپ کی بہو کو ضرورت پر سکتی ہے۔" پرچی رقم کے اوپر چسپاں کر کے وہ زمان مصطفیٰ کی طرف پلٹا جو اُسی طرح سو رہے تھے۔

"اپنا خیال رکھیئے گا بابا جان، میں آپ کی امیدوں پہ پورا اترنے کی پوری کوشش کروں گا۔

اللہ نگہبان!۔۔۔"

ان کے ماتھے پہ بوسہ دیتے وہ وہاں رُکا نہیں، دھیرے سے دروازہ بند کرتا باہر کو نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد زمان مصطفیٰ نے اپنی کب سے بند آنکھیں کھولیں تھیں اور قدم قدم چلتے کھڑکی سے نیچے دیکھنے لگے۔ جہاں دونوں بھائی تمام ترتیاری کے ساتھ کھڑے جبریل کا انتظار کر رہے تھے۔ جبریل کے گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی ایئرپورٹ کی جانب چل پری اور زمان مصطفیٰ نے اپنی آنکھ کا کونا صاف کرتے ہوئے حفاظتی دعائیں پڑھ کر دور جاتی گاڑی پر پھونک ریں۔

"اللہ تمہارا نگہبان بیٹا' مجھے یقین ہے تم میرا سر کبھی نہیں جھکنے دو گے، مجھے فخر ہے تم پر۔"

انہوں نے بستر کے ساتھ میز پہ پڑی رقم اُٹھا کر الماری میں سنبھالی کل انہیں سب سے پہلا کام شفاء کے اکاؤنٹ میں رقم ٹرانسفر کروانے کا کرنا تھا۔ انہیں خوشی تھی کہ جبریل کہیں نہ کہیں اپنے فرائض سے آشنا ضرور تھا۔

ایئرپورٹ تک کا تمام سفر خاموشی میں گزرا تھا اب اِس سے آگے کا سفر جبریل کو خود اکیلے طے کرنا تھا۔ روانگی میں صرف دس ہی منٹ باقی تھے اور بار بار جبریل کا نام پکارا جا رہا تھا۔

اِس نے شایان کی طرف اپنا رخ کیا اور گھر کی وہ تمام ذمہ داریاں جو پہلے جبریل پہ تھیں، شایان کے کندھے پہ ڈالتے ہوئے اپنی گاڑی کی چابی اس کے حوالے کی۔

"انسانوں کی طرح چلانا اِس کو۔۔۔ جب میں واپس آؤں تو مجھے یہ ویسی ہی چاہیئے' جیسے دے کر جا رہا ہوں۔" اس کی تاکید کو مکمل اگنور کرتے شایان نے اِسے اپنے گلے سے لگایا۔

"وی ول مس یو بھائی۔(We will miss you bhai)"

ہر وقت شرارتوں میں مشغول رہتے ان دونوں بھائیوں کو یوں اداس دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ اپنے اُس بھائی کے دور جانے کے تصور سے ہی اداس ہو رہے تھے جس کو یہ سب سے زیادہ کوستے تھے اور ان کے بقول سب سے زیادہ ظلم بھی ان دونوں پہ یہی بھائی کرتا تھا۔

" ارے پاگل تم دونوں نے ایسی شکل کیوں بنائی ہے جیسے ابھی رو پڑو گے کیا جانتے نہیں مرد روتے نہیں ہیں، اور شانی اگر ہدیٰ کو پتا چلا کہ تم مرد ہو کر روتے ہو تو وہ کیا سوچے گی؟۔۔۔" جبریل نے دونوں کو پیار سے اپنے ساتھ لگاتے شایان کو چھیڑا جس پہ پاس کھڑے ہادی کی زُبان میں کھجلی ہوئی تھی۔

"ہاں سوچو سوچو۔۔۔ تمہاری ہونے والی بیوی کیا سوچے گی کہ میرا ہونے والا شوہر مرد ہی نہیں ہے۔" ہادی نے بھی ریسٹورنٹ والی بات یاد کر کے اس کی ٹانگ کھینچی تھی جس پہ شایان تو جبریل سے الگ ہو گیا مگر زیان اپنی جگہ سے رتی برابر نہ ہلا۔

"ارے پاگل ہو گئے ہو تم دونوں کیا؟۔۔۔ ایسے اداس ہو رہے ہو جیسے تم لوگوں کا بھائی ملک سے نہیں بلکہ دنیا سے رخصت ہو رہا ہو۔ "

"انسان کی کرتوتیں اچھی نہ ہو ناں بات ہی اچھی کر لیتا ہے کم از کم مگر آپ سے کسی اچھی چیز کی توقع نہیں۔" شایان جبریل کی فضول گوئی پہ فوراً بولا۔ وہاں کھڑے چاروں نفوس جانتے تھے شایان نے کونسی کرتوتوں کا حوالہ دیا ہے۔

"چلو اب گھور بَعد میں لینا مجھے بھی مل لینے دو اِس بھگوڑے شوہر سے۔" دونوں بھائیوں کو پیچھے کرتے اس نے جبریل کو چھیڑا۔ ہادی اِس کو چھیڑنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا یہ الگ بات تھی کہ اِس بار جبریل نے جان بوجھ کے ہادی کی بات کو اگنور کیا۔

"اپنا خیال رکھنا اور وہاں پہ گوریوں کو تو بالکل مت گھورنا ورنہ میں اسی وقت تمہیں اریسٹ کرنے پہنچ جاؤں گا اور مجھے روز فون لازماً کرنا۔"

ہادی نے جبریل سے بغلگیر ہوتے ساتھ ہی اُسے دو چار نصیحتیں بھی کر ڈالیں۔

"اچھا اچھا، کر لوں گا فون بھی۔۔۔ تم بھی اپنا خیال رکھنا اور ہاں وہ ریسٹورنٹ والی کا پیچھا کرنے سے بہتر اُسے میری بھابھی بنا دینا۔ کیا پتا پھر تم بھی دو نمبر میسی سے دو نمبر شوہر بن جاؤ، اُس دو نمبر آنکھوں والی حسینہ کے۔"

اِس کی بات پہ ہادی کھل کے ہنسا تھا۔ وہ حور کی موٹی موٹی عینک پہ اُسے دو نمبر کہہ گیا تھا۔

"مجھے چھوڑ تم اپنی بات کرو، اگر گوریوں کو دیکھنے کا زیادہ دِل کرے تو مجھے چُھپکے سے بتا دینا پھر میں اس گوری کی تصویر بھیج دوں گا جسے تو اپنا نام دے کر بھاگ رہا ہے، شاید گوریوں کے دیس میں جا کر ہی تجھے اپنی گوری کی قدر آ جائے۔"

ہادی نے دوبارہ سے جبریل کو جیسے یاد دہانی کرائی تھی۔ جس پہ جبریل کی آنکھوں کے سامنے سجدے میں جُھکی روتی ہوئی شفاء کا عکس آیا۔ دل میں دبی خواہش ایک بار پھر باہر آئی تھی۔ اے کاش وہ اِسے دیکھ لیتا، کوئی دلاسہ ہی دے دیتا یا پھر کھڑی کھڑی ہی سُنا دیت۔ مگر جلد ہی جبریل مصطفیٰ نے خود کو ملامت کرتے اِس خواہش کو تھپکی دے کر سلا دیا۔ اور ہادی سے گویا ہوا۔

Safar ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو نے کیا قسم کھا رکھی ہے کہ تو نے باز نہیں آنا؟۔۔۔"

"بالکل! میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک تو اُسے قبول نہیں کر لیتا میں نے ہر گز باز نہیں آنا۔"

اتنے میں جبریل کا نام دوبارہ پکارا گیا تو وہ ان سب کی دعاؤں کے ساتھ رخصت ہو گیا۔

جہاز میں بیٹھ کر اس کا ذہن واپس زمان مصطفیٰ کی جانب چلا گیا تھا۔ وہ جانتا تھا بابا جان جاگ رہے ہیں مگر انہوں نے اسے خدا حافظ تک نہیں کہا تھا، جو سزا وہ اِسے دے رہے تھے وہ اس کی برداشت سے باہر تھی۔ اپنے باپ کی خاموش ناراضگی کو سوچتے ہوئے اس کی آنکھ سے ایک اشک ٹوٹ کے گرا تھا۔ اُسے اپنا باپ اِس دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھا یہ پہلی بار تھا جب وہ اپنے باپ کے سامنے اپنی انا رکھ چکا تھا۔ وہ جو اپنے بھائیوں کو کہہ رہا تھا کہ مرد روتے نہیں ہیں، خود اِس وقت اتنا بڑا مرد ہو کر سب اپنوں سے چُھپ کر آنسو بہا رہا تھا۔

کون کہتا ہے کہ مرد روتا نہیں ہے؟۔۔۔ کیوں کیا مرد کے جِسَم میں دِل نہیں ہوتا؟۔۔۔ کیا مرد کو زخموں پہ تکلیف نہیں ہوتی؟۔۔۔ کیا مرد کے اندر جان نہیں ہوتی؟۔۔۔ کیا مرد کے کوئی جذبات نہیں ہوتے؟۔۔۔ کیا مرد کے کوئی احساسات، کوئی خواہشات، کوئی خواب نہیں ہوتے؟۔۔۔ ہوتے ہیں یہ سب مرد کا بھی ہوتا ہے، مرد کا بھی دِل ہوتا ہے، اس کے بھی جذبات ہوتے ہیں، خواہشات ہوتی ہیں، خواب ہوتے ہیں اور اس کے اندر بھی احساس ہوتا ہے اور جب یہ سب ٹوٹتا ہے تو درد مرد کو بھی ہوتا ہے۔ آنسو اس کے بھی نکلتے ہیں۔

بس فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ مرد اپنے آنسوؤں کا اشتہار نہیں لگاتے، وہ ضبط کر جاتے ہیں کیونکہ یہ زمانہ مرد کی آنکھوں سے نکلتے آنسوؤں کو دیکھ کر اس کا مذاق اُڑاتا ہے اسے کمزور کہتا ہے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

. . . . . .

"شفاء پکی بات ہے میں صحیح لگ رہی ہوں ناں؟۔۔۔" امایہ نے کوئی پانچویں بار شفاء سے ایک ہی بات پوچھی تھی۔

"تمہیں کون سی زُبان میں سمجھ آتا ہے کہ تم اچھی نہیں بہت اچھی لگ رہی ہو؟۔۔۔ اگر تو تم یہ بار بار اپنی تعریف کروانے کے لئے پوچھ رہی ہو تو سوری ٹو سے میرے پاس اس کا زرا ٹائم نہیں ہے۔"

"اوہ پاگل۔ میں اس لئے پوچھ رہی کہ کہیں میں زیادہ اوور تو نہیں لگ رہی؟۔۔۔ کوئی کچھ کہے گا تو نہیں ناں؟۔۔۔ اس نے اپنے فراک کی فال درست کرتے ہوئے ایک بار پھر بے یقینی سے پوچھا۔

"اگر کسی نے کچھ کہا ناں' تو اُس اندھے کو کھانے کی دیگ میں پھینک دینا۔"

ڈرائیور کے بار بار ہارن دینے پہ اِس نے امایہ کو دروازے کی جانب دھکیلا۔

"اچھا سنو' میں جلدی آنے کی کوشش کروں گی۔ لیکن اگر لیٹ ہو بھی جائے تو تم انتظار مت کرنا سو جانا۔ میرے پاس چابی ہے۔"

"اُف مایا اب تم جاتی ہو یا میں دھکا دوں مجھے پڑھنا بھی ہے آگے اتنا کچھ مِس ہو چکا ہے۔۔۔" اب کہ شفاء زچ ہو کر چیخی تھی۔

آج کل شفاء کالج کے ریگولر کام کے علاوہ چھٹیوں میں رہ جانے والا کام بھی ساتھ ساتھ کر رہی تھی تاکہ آگے کوئی مسئلہ نہ ہو۔ بس کچھ سال پھر اِس کے نام کے ساتھ بھی ڈاکٹر لگ جانا تھا۔ کالج واپس جا کر شفاء کو جس چیز پہ حیرت ہوئی تھی وہ اس کی کالج ڈیٹیلز تھیں۔ اس کا سیکشن، اس کا رولنمبر اس کی کلاسس کا وقت سب ہی کالج کی طرف سے بدلا جا چکا تھا۔ اس نے مارننگ شفٹ میں واپس جانے کی کوشش کی مگر یہ کہہ کر صاف منع کر دیا گیا کہ زیادہ چھٹیوں کی وجہ سے سب ہوا ہے اور اگر اس نے مزید چھٹیاں کیں تو نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔"

"حیرت ہے آج سے پہلے تو یہ رول کسی پہ لاگو نہیں ہوا۔ میرے لئے سپیشل نکل آیا ہے۔" اسے غصہ آیا تھا۔

"ارے تم کیوں فکر کرتی ہو۔ میں آج ہی اپنی شفٹ بھی چینج کرنے کی ایپلیکیشن دے دیتی ہوں۔ ویسے بھی تمہاری شفٹ کے ٹیچرز زیادہ اچھے ہیں۔" وہ کالج میں ہوئی ان سب تبدیلیوں کی وجہ آج تک نا سمجھ سکی تھی سوائے اس کے

کہ یہ سب چھٹیوں کی وجہ سے ہوا ہے اور اب اِسے اس کلاس میں بھی اپنی جگہ واپس بنانی تھی جس کے لئے زیادہ محنت کی ضرورت تھی۔ اور اس وقت امایہ کے بار بار سوالات اس کے پڑھنے میں خلل ڈال رہے تھے۔ اِسے بھیج کر شفاء ابھی پلٹی ہی تھی جب امایہ کی کسی سے بات کرنے کی آواز نے اِسے رُکنے پہ مجبور کیا۔ جو کسی آنے والے سے استفسار کر رہی تھی۔

"جی آپ کون؟۔۔۔" امایہ کی آواز پہ وہ فوراً سے پلٹی اور سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اسے جتنی حیرانی ہوتی اتنی کم تھی۔

"میں ہادی۔ مجھے شفاء بھ۔۔۔" اِس سے پہلے کے ہادی اپنا ادھورا فقرہ مکمل کرتا شفاء کی نظروں ہی نظروں میں کئے جانے والے اشارے نے اِسے وہیں رُکنے پہ مجبور کیا۔

"ارے ہادی بھائی آپ یہاں۔۔۔ مایا یہ ہادی بھائی ہیں زمان انکل سے تم ملی ہو نا؟۔۔۔ یہ اُن کے فیملی ممبر ہیں۔" شفاء نے آگے بڑھ کر جلدی سے بات مکمل کی تاکہ ہادی کے ادھورے فقرے کا اثر زائل ہو سکے۔

جبکہ امایہ زمان انکل کا نام سن کر تسلی سے اِسے خیال رکھنے کا کہہ کر چلے گئی۔ امایہ کے جانے بعد ہادی اس کی طرف پلٹا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اندر آنے کا نہیں کہیں گیں بھابھی؟۔۔۔" ہادی کی بات پہ شفاء تذبذب کا شکار ہوئی تھی کہ یوں اکیلے گھر میں ہادی کو اندر بلائے کہ نہیں۔"

"ڈونٹ وری میرے ساتھ میری بہن بھی ہے۔" ابھی ہادی بولا ہی تھا کہ اِس کے پیچھے سے منظر عام پہ آتے وجود کو دیکھ کر شفاء کو چار سو چالیس والٹ کا کرنٹ لگا۔

"بھائی، میری رنگ گاڑی میں گر گئی ہے کہیں پہ۔ اب مل نہیں رہی آپ دیکھ کر دھیان سے رکھ دیجئے گا۔ اور یہ چاچو کے فلیٹ میں لڑکی کون تھی جو نکل کر گئی؟۔۔۔" ہدیٰ اپنی رو میں بولتی اندر آئی تھی اور سامنے کھڑی شفاء کو دیکھے بغیر بولی جا رہی تھی۔ وہ بولی جا رہی تھی اور شفاء پلک جھپکے بغیر اُس کو دیکھی جا رہی تھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جو اس نے جبریل کے ساتھ گاڑی میں دیکھی تھی۔

" بھائی۔۔۔ کیا یہ ہادی کی بہن تھی۔ تو کیا جبریل ہادی بھائی کی بہن کے ساتھ؟۔۔۔ نہیں نہیں، شفاء ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ اور اگر ایسا ہی ہوا ہے تو۔۔۔ پھر وہ کیا کرے گی؟۔۔۔" وہ متضاد قسم کی سوچوں کا شکار ہو رہی تھی۔ ہادی اپنی بہن کو کیا کہہ رہا تھا کیا نہیں، وہ نہیں جانتی تھی، اس نے بہت مشکل سے اپنے چہرے کے تاثرات کو درست کیا۔ ہدیٰ کو جواب دیتے ہادی کا پورا دیہان شفاء کی طرف تھا۔ وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو واضح نوٹس کر چکا تھا مگر ان کی وجہ جاننے سے وہ قاصر تھا۔

"بھابھی یہ کچھ چیزیں ہیں۔ یہ مجھے کل ہی انکل نے آپ کو دینے کا کہا تھا مگر میں بھول گیا۔ آئی ایم سو سوری۔"

شفاء کی جانب چیزوں کا شاپر بڑھاتے اس نے معذرت کی۔ شفاء نے غائب دماغی کی کیفیت میں وہ شاپر پکڑا تھا۔ ہادی ان دونوں لڑکیوں کے چہرے پہ الجھن صاف دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"سو لیڈیز آئی تھنک اب مجھے آپ کے چہرے پہ موجود سوالیہ نشان کو دیکھتے ہوئے آپ دونوں کا انٹروڈکشن کروا ہی دینا چاہیے۔" تعارف کے ذکر پہ شفاء کی دھڑکن ایک لمحے کے لئے ساکت ہوئی تھی۔ وہ کیا تعارف کرائے گا اپنی بہن کے ساتھ میرا۔ یہ کہ میں نے اس کی بہن سے سب کچھ چھین لیا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی جب ہادی بولا۔

"تو ہدیٰ بی بی یہ ہیں مسز جبریل مصطفیٰ۔"

ہادی کے اِس طرح اپنا تعارف کرانے پہ شفاء کا چہرہ ہدیٰ کے سامنے خفت سے سرخ ہوا تھا۔ اُسے ہدیٰ سے نظر ملانا مشکل لگا۔ ہدیٰ کے چہرے پہ اس تعارف سے آتی حیرانگی دیکھ کر شفاء نے اپنی ذات کا مذاق بنتا محسوس کیا تھا۔

"رئیلی بھائی؟۔۔۔ مسز جبریل مصطفیٰ؟۔۔۔" وہ مسز پہ زور دیتے بولی۔

"یس مائی سسٹر، یہی ہیں مسز شفاء جبریل آپ کی جیٹھانی صاحبہ۔۔۔" ہادی ہدیٰ کو چھیڑے ہوئے بولا تھا جس پہ ہدیٰ نے آنکھیں گول گھما کر اِسے دیکھا۔۔۔

شفاء نے ناسمجھی سے ان دونوں بہن بھائیوں کو دیکھا۔ اس کو ضرور سننے میں غلطی ہوئی تھی۔

"اور بھابھی یہ ہے میری اور جبریل کی اکلوتی اور لاڈلی بہن نورالہدیٰ، یعنی آپ کی نند اور دیورانی دونوں۔"

"اللہ۔۔۔" شفاء نے خود کو ملامت کرتے گہرا سانس لیا۔ "توبہ کس قدر گھٹیا سوچ ہے میری بھی۔۔۔ استغفر اللہ، میں نے کس رشتے کو کیا نام دے دیا۔۔۔ اللہ اللہ میں بھی ناں۔۔۔" اس نے اپنی تصیح کرتے جھرجھری سی لی۔ شفاء کی عقل سے پردے ہٹے تو مہمان نوازی جھاڑنا بھی یاد آیا۔ انہیں اندر آنے کا کہہ کر وہ کتابیں ایک طرف کرتی اِن کے لئے جگہ بنانے لگی۔ انہیں بٹھا کر وہ کچن میں آئی اور ان کے لئے جوس ڈالنے لگی جو ابھی ہادی ہی لے کر آیا تھا۔

"آپ بھی بیٹھیں ناں بھابھی، کھڑی کیوں ہیں؟۔۔۔" ہدیٰ کو شفاء جیسی پیاری لڑکی جبریل کی بیوی کے روپ میں دیکھ کر حیرانی ہوئی تھی۔ اسے جبریل پہ رج کے غصہ اور ترس ایک ساتھ آیا تھا کہ انجانے میں وہ کس ہیرے کو کوئلہ سمجھ کے بھاگا ہے۔ رشتہ یاد کر کے ہدیٰ کو جلدی سے اخلاق جھاڑنا بھی یاد آیا تھا اس نے جوس کا گلاس منہ سے ہٹاتے کتابیں مزید ایک طرف کرتے ہوئے شفاء کی جگہ بنائی اور اِسے اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔

اس کے کانوں میں جیسے کسی کی خاموش سسکیوں کی آواز پڑی تھی۔ اس نے اپنا وہم سمجھ کر آواز کو جھٹکا اور کمبل منہ تک تان کر دوبارہ سو گئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر سے وہی احساس اور آوازیں اِس کی سماعت میں گونجی تھیں مگر اِس بار وہ جھٹک نہ سکی تنہائی اور رات کے اس پہر ان آوازوں سے اس نے اپنی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنی دوڑتی محسوس کی تھی۔ دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے آنکھیں زور سے میچ لیں۔ جب اعصاب نے تھوڑا کام کرنا شروع کیا تو بند آنکھوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے وہ آواز کا تعین کرنے لگی۔ آواز تو اسی کمرے سے آ رہی تھی اور آ بھی اِس کے پاس سے رہی تھی۔ جیسے ہی دماغ نے کام کیا اِس نے فوراً سے آنکھیں کھول کر اپنے پہلو میں لیٹے وجود کو دیکھا جو مکمل سسکیوں کی ذد میں تھا۔

"مایا یہ تم ہو؟۔۔۔" جب کوئی جواب نہ آیا تو شفاء کُہنی کے سہارے اُٹھ کر ہلکے سے اُس کی جانب جُھکی۔

"مایا تم رو رہی ہو؟۔۔۔" شفاء نے صرف کہا ہی نہیں بلکہ اس کا چہرہ بھی اپنی جانب کیا۔ مگر اگلے لمحے اُس چہرے کو دیکھ کر جیسے وہ دنگ رہ گئی تھی۔۔۔"

"مایا، کیا ہوا ہے؟ تم ایسے کیوں رو رہی ہو سب ٹھیک تو ہے نا؟۔۔۔ انکل کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟۔۔۔" شفاء نے اسے اٹھا کر بٹھایا۔

"شفاء یہ دُنیا ہمیں جینے کیوں نہیں دیتی، کیوں ہماری زندگی کو اجیرن بنانے میں لگی رہتی ہے، کیوں ہمیں چین سے جینے نہیں دیتی، ہم جو بھی کرتے ہیں، جیسے بھی رہتے ہیں لوگ ہمارا جینا حرام کیوں کرتے رہتے ہیں؟۔۔۔" اِس نے ہچکیوں کے درمیان کہا تو شفاء پریشان ہو اُٹھی۔

"مایا تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟ کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے۔" مایا کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اِس نے بیچینی سے پوچھا۔

"لوگ ایسے کیوں ہوتے ہیں شفاء؟۔۔۔وہ کیوں ہمیں ہمارے حال پہ نہیں چھوڑ دیتے؟۔۔۔" اس کے ایسے رونے اور عجیب باتوں سے شفاء کے دِل کو کچھ ہوا تھا۔ اس نے امایہ کو کبھی ٹوٹتا اور بکھرتا نہیں دیکھا تھا ہمیشہ مضبوط دیکھا تھا ایک چٹان کی طرح مضبوط ہر چیز سے لڑ جانے والی اور یہ پہلی دفعہ تھا جب وہ بکھری تھی۔ ہمیشہ شفاء اس کے سامنے بکھری تھی اور امایہ نے اِسے سمیٹا تھا۔ اب اِس بار باری شفاء کی تھی۔

اس نے امایہ کو اپنے ساتھ لگا کر اس کے بالوں کو نرمی سے سہلایا۔

"مایا چلو شاباش چُپ کرو، اور مجھے بتاؤ ہوا کیا ہے؟۔۔۔"

"شفاء میں لوگوں کی باتوں اور نکتہ چینی سے تنگ آگئی ہوں۔ لوگوں کو ہر حال میں مجھ سے مسائل ہوتے ہیں۔ چاہے میں جو بھی کروں۔ جب میں خالہ کے پاس انگلینڈ رہتی تھی اس وقت بھی سب مجھے باتیں کرتے تھے۔ باہر رہتی ہے، پتہ نہیں کیسی پرورش کر رہی ہے اِس کی خالہ، جب خالہ کی ڈیتھ ہوئی تو میں پاکستان آگئی، میں نے سوچا تھا مجھے واپس دیکھ کر سب کے مُنہ بند ہو جائیں گے مگر نہیں پھر سب کو میری ڈریسنگ پہ پرو بلم ہوا تھا۔ ان کے مطابق میں جینز شرٹس اس لئے پہنتی ہوں تاکہ ان کے بچوں کی توجہ اپنی جانب کر سکوں۔ ان لوگوں نے ہمیشہ ڈیڈی کو مجھ سے دور کرنا چاہا کبھی کسی طرح تو کبھی کسی طرح مگر ایسا کبھی ممکن نہ ہو سکا ڈیڈی کو میری مما اور مجھ سے بہت بہت محبت تھی۔ شفاء' میں کسی کے گھر نہیں جاتی، میں خاندان میں کسی سے زیادہ ملتی تک نہیں کیونکہ میں جانتی ہوں مجھے اور میری مری ہوئی ماں کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ جب مجھے خالہ بی کی شفقت ملی اُن کے شفقت بھرے سائے میں آہستہ آہستہ میں نے اپنے آپ کو بدَل لیا۔ انہوں نے مجھے معاشرے کی صحیح اور غلط بہت سی چیزوں سے روشناس کروایا۔ مجھے آئینے میں میری اچھائیاں اور خامیاں دکھائیں۔ خالہ نے مجھے بہت کچھ سکھایا، انہوں نے مجھے میری پہچان دلائی، اسلام میں عورت کا مقام بتایا۔ اور مجھ جیسی عورت کی اوقات اصل میں ہے کیا، یہ میں اسی کے بعد ہی جان سکی ہوں اور پھر میں

نے کپڑے کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کو، جس پہ لوگ کیچھر اچھالنے سے پہلے سوچتے تک نہیں اُسی کو میں نے اپنی حفاظت کا زریعہ بنالیا۔ پھر میں تم سے ملی شروع شروع میں تمہارے ساتھ ہاسٹل میں رہنا میرے لئے ایک قسمِ کا فرار تھا اپنے گھر میں آنے جانے والے لوگوں کی نظروں سے فرار۔۔۔ اس لئے جب ڈیڈی نے مجھے بتایا سعدان بھائی تمہارے لئے ہمارے گھر پہ رہنے پہ راضی نہیں ہو رہے تو میں نے فوراً یہ تجویز پیش کی۔ ان دنوں پھوپھو ہمارے گھر رہنے آرہی تھیں اور میں اُن کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میری تھوڑی سی ضد پہ ہی ڈیڈی مان گئے۔ شاید وہ کہیں نا کہیں اپنی بہن کے میرے ساتھ رویے سے واقف تھے۔"

امایہ بول رہی تھی اور شفاء اس کو بولنے کا موقع دے رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی جو کچھ بھی اس کے دل میں ہے آج وہ باہر نکال دے۔ امایہ کی باتوں نے شفاء کو رشتوں کا ایک نیا رُخ دکھایا تھا اذیت ناک رُخ۔۔۔۔۔

"لیکن آج جانتی ہو کیا ہوا؟۔۔۔ آج ان سب لوگوں نے میرے حجاب کو بھی نہیں چھوڑا جن کو میری جینز سے مسئلہ تھا، آج اُن کو میرے حجاب سے بھی مسئلہ ہے۔ انہوں نے میرے حجاب پہ بھی کیچڑ اچھالا، شفاء لوگ کہتے ہیں میں حجاب کی آڑ میں نیک پروین بننے کا ڈرامہ کرتی ہوں کیونکہ میرا اصل کبھی نہیں بدل سکتا اور میرا اصل اُن کے نزدیک ایک ایسی عورت کا ہے جس کا تصور بھی میری روح چھلنی کرتا ہے۔ جانتی ہو شفاء' لفظوں سے کسی کی کھال کھینچنا کیسا ہوتا ہے؟۔۔۔ آج میں نے محسوس کیا ہے کہ کیسا ہوتا ہے، جب پورے پنڈال میں میرے حجاب پہ میری تربیت و کردار پہ کیچڑ اچھالا گیا اور میرے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لئے کچھ نہیں تھا ایک لفظ نہیں، تو مجھے سمجھ آیا بے بسی کہتے کس کو ہیں۔ کہتے ہیں برائی کا راستہ چھوڑ کر سچائی کے راستے کی جانب آنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ راہیں خود ہموار کرتا ہے، پھر کیوں اللہ ہی کے بندے اُن ہموار راستوں پہ ہم جیسے گناہ گاروں کے لئے کانٹے بچھا دیتے ہیں، کیوں وہ ہمارے لئے اچھائی کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ کیوں وہ ہمیں بار بار وہی یاد دلاتے ہیں جسے ہم پیچھے چھوڑنا چاہتے ہیں، کیوں یہ دنیا ہمیں اچھائی کی طرف آگے نہیں بڑھنے دیتی، اور ہمیں ہمارا ماضی یاد دلا کر اُسی دلدل میں واپس دکھیلنے کی

کوشش کرتی رہتی ہے، آخر کیوں کرتی ہے یہ دنیا ایسا؟۔۔۔وہ اللہ کے راستے پہ چلتے لوگوں کو کیوں برداشت نہیں کرتی۔ کیوں وہ ہم جیسے گناہ گاروں کو یہ سوچنے پہ مجبور کرتی ہے کہ برائی کا راستہ آسان اور اچھائی کا مشکل نہیں مشکل ترین ہے۔" وہ شفاء کے ساتھ لگے بُڑی طرح رو دی تھی۔ شفاء کو بھی سمجھ نہیں آرہا تھا وہ تسلی کے کیا الفاظ بولے۔۔۔شفاء مایا کی تکلیف کا اندازہ نہیں لگا سکتی تھی کیونکہ قہ خود کبھی اس تکلیف سے نہ گزری تھی۔ مایا کو اپنے ساتھ لگائے لگائے شفاء نے اس کے آنسو صاف کئے۔

"مایا میں تمہاری تکلیف کو کم تو نہیں کر سکتی کیونکہ میں نہیں جانتی کہ تم تکلیف کے کس مقام سے گزر رہی ہو مگر میں یہ ضرور جانتی ہوں کہ جس تکلیف سے تم گزر رہی ہو وہ تمہیں اندر سے کمزور کر رہی ہے، تم بچپن سے لوگوں کی باتیں سنتی آئی ہو اپنے چہرے پہ مسکراہٹ رکھ کے اپنے غم چھپاتی آئی ہو اور آج اِس مقام پہ ہو کہ تمہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا اور تم اپنے قدموں کو مزید مضبوط کرنے کے بجائے کنفیوژ ہو کہ تم لوگوں کی باتوں کو کیسے روکو، تو سنو!۔۔۔" اپنی بات کو جاری رکھے ہوئے ہی اس نے پاس پڑے جگ میں سے تھوڑا سا پانی انڈیل کے گلاس میں ڈالا اور امایہ کو پلایا، اب وہ کافی حد تک اپنے آپ کو سنبھال چکی تھی۔

"لوگوں کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ کم از کم اُس وقت تک نہیں جب تک کہ تمہارے جسم میں جان باقی ہے۔ لوگوں کی باتوں کو ختم کرنے کے لئے انسان کو مرنا پڑتا ہے۔ لیکن پھر بھی کوئی اس بات کی گارنٹی نہیں دے سکتا کہ آپ کے مرنے کے بعد بھی کوئی آپ کو بڑے لفظوں میں یاد نہیں کرے گا۔ لوگ تو ولیوں جیسے نیک لوگوں تک کی زندگی میں خامیاں تلاشتے پھرتے ہیں تو ہم تو پھر ایک معمولی اور گناہ گار انسان ہیں، تو ہم کیسے ان کی زبانوں کو روک سکتے ہیں۔۔۔ لیکن اگر پھر بھی تم نے کچھ روکنا ہے تو اُس اثر کو روکو جو لوگوں کی تلخ باتوں کا تم پر ہے۔ مایا تمہیں لوگوں کو خاموش کرانا نہیں سیکھنا، تمہیں لوگوں کی تلخ باتوں کو اگنور کرنا سیکھنا ہے اور وہ بھی حُسن اخلاق کے ساتھ کہ دوسرا

ہمارے انداز کو بُرا محسوس نہ کرلے کیونکہ حسنِ اخلاق ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ اور ایک بات مایا۔۔۔" اس نے واپس امایہ کو اپنے ساتھ لگایا۔

"تم لوگوں کو چھوڑ کر بس یہ سوچا کرو کہ تم حجاب کس لئے کرتی ہو، کیا لوگوں کی باتوں سے بچنے کے لئے کہ وہ تمھاری ڈریسنگ یا تربیت پہ کوئی بات نہ کر سکیں؟۔۔۔" امایہ کا سر خود بخود نفی میں ہلا تھا۔

"نہیں ہرگز نہیں، میں نے یہ اللہ کے حکم پہ کیا ہے اپنی اصل پہچان کو تلاش کر۔ میرے حجاب میں دنیا کی غرض کبھی نہیں آئی۔ اگر ایسا ہوتا تو میں حجاب کبھی نہ کرتی شفاء۔"

اِس کی بات پہ شفاء کے چہرے پہ نرم سی مسکراہٹ در آئی۔

"تو میری جان اللہ کے لئے ہی لوگوں کی باتوں کو اپنے دماغ میں سوار کرنا چھوڑ دو۔ لوگوں کا کیا ہے ان کا تو کام ہی ہے باتیں کرنا۔ اس لئے بس یہ سوچو کہ تم یہ سب اللہ کے لئے کر رہی ہو اور ہر اچھے کام میں Hindrance تو ہوتی ہی ہوتی ہے، تمہارے جس کام میں یہ نہ ہو تو سمجھ جاؤ کہ اِس کام میں ضرور کوئی بات ہے جو شیطان سکون سے بیٹھا ہوا ہے، ورنہ وہ شیطان ہی کیا جو ہمارے ہر اُس کام میں رکاوٹ اور تکالیف نہ پیدا کرے جو اللہ کی طرف جاتا ہو اور جس سے اللہ ہم سے خوش ہو سکتا ہو۔ شیطان کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ وہ کسی طرح یہ ثابت کر سکے کہ انسان اشرف المخلوقات کہلانے کے قابل نہیں ہے۔ اس لئے تم شیطانی وسوسوں کو اگنور کر کے بس یہ یاد رکھو کہ تم جس کے لئے حجاب کرتی ہو اُسے بہت خوبصورت لگتی ہو۔"

شفاء کے بات پہ مایا کے چہرے پہ ایک مسکان آئی اور ساتھ ہی ایک خاموش آنسو آنکھ سے ٹپکا، اس کے کانوں میں کسی کی آواز گونجی تھی۔

"سب کی نظروں میں اچھا بننے کے لئے جو نیک پروینی کا ڈھونگ یہ رچا رہی ہے۔ دیکھنا کیسا بھاری پڑنے والا ہے اسے یہ، خاندان میں تو پہلے ہی کسی نے نہیں کرنا اس کے ساتھ رشتہ اور باہر والے بھی جب ریجیکٹ پہ ریجیکٹ کریں گے تو سب سمجھ میں آجائے گا۔ جب کنواری بیٹھی رہے گی۔ پھر دیکھیں گے کب تک جاری رکھے گی اس حجاب کے ڈرامے کو۔۔۔ قد کاٹھ اور شکل وصورت تو پہلے ہی نہیں ہے، اب حجاب لے کر تو اور ہی بے ڈھنگی لگتی ہے۔"

آج جب اِس کا باپ نہ آسکا تو سب نے اپنے چہرے پہ پرے اچھائی کے نقاب کیسے اُتارے تھے۔ وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔ اس نے انگلی کے کنارے سے آنکھ سے بہتا آنسو صاف کیا۔ وہ اللہ کے لئے حجاب کرتی تھی اور اگر اللہ کو وہ پسند تھی تو اسے کسی اور چیز کی چاہ نہیں رہی تھی۔

"مایا تم بہت اچھی اور پیاری ہو اور اللہ کو بھی بہت پیاری لگتی ہو۔ اللہ نے ضرور تمہارے لئے کہیں کوئی ایسا رکھا ہو گا جو تمہیں ایسے ہی قبول کرے گا جیسی تم ہو۔"

نجانے شفاء کو کیسے اس کے دِل کی حالت کی خبر ہوئی تھی، مگر ایک سکون تھا جو شفاء کے سامنے اپنے آپ کو کھول کر امایہ کو اپنے اندر تک اترتا محسوس ہوا تھا۔ اور شفاء کے منہ سے وہ الفاظ سن کر اُسے ملا، جن کی اُسے ضرورت تھی، اور اس کی سماعت سننا چاہتی تھی۔۔۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * * * * * * * * * * *

"ماشاءاللہ! یار تمہاری آواز کس قدر خوبصورت ہے، سکون ساطاری ہوتا ہے تمھاری آواز سے رگوں جاں میں بہت پُر سوز آواز ہے۔"

ہادی حُسین کی تلاوت سن کر اُسے سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ حسین کی تلاوت میں اتنی تاثیر تھی کہ ہادی نے اپنے آپ کو اس کی آواز کے سحر میں کھویا پایا۔ بیشک آواز سے زیادہ وہ الفاظ پُر اثر تھے جن کی تلاوت کی جارہی تھی مگر اِن خوبصورت الفاظ کو ادا کرنے والے نے بھی آواز اور الفاظ کے ساتھ انصاف کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔

یہ دونوں اس وقت دفتر کے قریب ہی ایک مسجد میں منعقد محفلِ میلاد میں موجود تھے جس میں قرات حُسین نے کی تھی۔ ہادی کو حسین کی باتوں سے علم ہو چکا تھا کہ وہ حفظ کے زمانے میں بہترین قاری رہ چکا ہے۔ مگر اتنا اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنا بہترین قاری ہو گا۔

"اب تم مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔ اتنے بڑے بڑے قاریوں سے میرا موازنہ نہ کرو وہ کہاں اور میں کہاں کوئی موازنہ نہیں میرا کسی سے بھی۔"

"یہ تو تم کہتے ہو ناں، کبھی اپنے سننے والوں سے پوچھو، ترجمہ نہ جاننے کے باوجود تمہاری آواز اپنے سننے والوں کے جسم کے رونگٹے تک کیسے کھڑے کر دیتی ہے۔ دل کیسے دھڑکتا ہے اور آنکھیں کیسے نم ہوتی ہیں، حالانکہ ہم تو عربی کے صحیح معانی اور مطلب سے بھی ناآشنا ہیں مگر پھر بھی اتنا اثر اللہ ایویں ہی کسی کے لہجے میں نہیں ڈال دیتا۔"

"اگر تم کہتے ہو تو میں تعریف قبول کر لیتا ہوں۔ مگر یہ رونگٹے کھڑے ہونا، آنکھوں سے آنسو رواں ہونا اور دل کا زور سے دھڑکنا یہ طاقت صرف اور صرف اللہ کے کلام میں ہے جو غیر مسلموں کے اوپر بھی یونہی اثر کرتا ہے تو مسلمان کا دل تو پھر ایمان کے نور سے منور ہوتا ہے۔

وہ انہی باتوں کے دوران واپس دفتر آ چکے تھے۔

"سر۔" ہادی اور حسین اپنی باتوں میں ہی مشغول تھے کہ کسی نے ہادی کو متوجہ کیا۔

"ہاں حیدر، بولو کام ہوا؟۔۔۔"

"یس سر، جو کام آپ نے کہا تھا وہ ہو گیا، اِس فائل میں اُس لڑکی کی سب ڈیٹیلز موجود ہیں۔" اس نے نیلی فائل ہادی کی جانب بڑھائی، جس پہ بڑا بڑا کر کے کیس نمبر 360 لکھا نظر آ رہا تھا۔ فائل تھام کر ہادی نے حیدر کو ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔

"یہ حیدر کس لڑکی کی بات کر رہا تھا اور اس فائل کا کیس نمبر 360 سے کیسے تعلق؟۔۔۔" حسین کی بات پہ ہادی نے نامحسوس انداز میں فائل پیچھے کی تھی۔

"کچھ بھی نہیں، بس ایسے ہی۔۔۔ کسی کا بیک گراؤنڈ چیک کرانا تھا، تم رُکو میں حیدر سے تفصیلات پوچھ آؤں۔ "

حسین کو ٹال کر وہ جلدی سے حیدر کی جانب بڑھا تھا۔ مبادہ حسین کچھ اور ہی نہ پوچھ لے۔

"سر وہاں کے سٹاف کا کہنا ہے وہ لڑکی ہر ماہ دار الایمان کے بچوں کو تحفے وغیرہ دیتی ہے اور اس کے علاوہ اکثر مارشل آرٹس کی کلاسز بھی دیتی ہے اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہمیں پتا وہ اس فائل میں درج ہے۔ لیکن ایک بات بہت عجیب تھی سر۔"

اب حیدر جیسے سوچ سوچ کر بول رہا تھا جبکہ ہادی کی تفتیشی نگاہیں اسی کی جانب اُٹھی تھیں۔

"کیسی بات؟۔۔۔"

"This girl is too much introvert."

"اس میں عجیب کیا ہے بھلا؟۔۔۔اکثر لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

حیدر اور بھی کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ملی ہوئی اطلاع کی تصدیق نہ ہونے کی صورت میں وہ یہ بات ہادی کو نہیں بتا سکتا تھا اس لئے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔ جبکہ اس کی سوچوں سے دور ہادی کا دماغ واپس پہلے ملاقات میں جا چکا تھا۔

"مارشل آرٹس کی ٹیچر؟۔۔۔پینٹر۔۔۔امیزنگ!۔۔۔"اس کے چہرے پہ ستائش بھری محفوظ مسکراہٹ آئی تھی۔ جس پہ حیدر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اُسے ہادی کا انداز عجیب لگا تھا۔

"اور کچھ۔۔۔"اس نے واپس حیدر کی جانب رخ کیا۔

"اور یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی ہے سر۔۔۔اور گلی محلے کے آوارہ لڑکوں کو اپنے مارشل ٹرکس سے سیدھا کرنے میں کافی مشہور بھی ہے۔"حیدر کا انداز تنبیہ لئے تھا جیسے وہ اپنے باس کو پہلے ہی کسی خطرے سے آگاہ کر رہا ہو۔ جبکہ یہ سن کر ہادی بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

"ہاں یہ بات میں بھی میں جانتا ہوں مگر دوسری انفارمیشن میرے لئے بالکل نئی ہے۔اِس کے علاوہ کوئی اور بات؟۔۔۔"وہ بھلا کیسے یہ بات بھول سکتا تھا اُسے تو پہلی ملاقات میں پہلی بات ہی یہ بتائی گئی تھی۔

جبکہ حیدر اپنے باس کو ایک لڑکی میں اتنی دلچسپی لیتا دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"اور سر وہ کچھ سال پہلے ہی اپنی فیملی کیساتھ واپس پاکستان لوٹی ہے اس سے زیادہ جو بھی معلوم ہو سکا وہ سب اِس فائل میں موجود ہے۔"

"اچھا تم جاؤ میں دیکھتا ہوں...اور ہاں۔۔۔"جاتے جاتے وہ ہادی کی پکاڑ پہ ایک دم پلٹا۔

"یہ بات۔۔۔" اس نے بات لفظ پہ زور دیتے فائل کی طرف اشارہ کیا۔ "کانفیڈینشل رہنی چاہیے ہے۔" اور حیدر اپنا سر ہلاتا یہ گیا اور وہ گیا۔

"ایک مارشل آرٹس کی ٹیچر اور گلی محلے کے آوارہ لڑکوں کو سیدھا کرنے والی خاتون کا ایک ہلکی سی فٹبال کِک پہ اتنا تماشا۔۔۔ اسٹرینج۔۔۔"

وہ سوچ کر رہ گیا۔ جبکہ یہ بات وہ اچھے سے جانتا تھا کہ وہ کِک کتنی ہلکی تھی اور کتنے زور کی۔۔۔

فائل کو اسٹڈی کر کے اس کے اوپر سے جیسے کوئی بوجھ اُترا تھا۔ ایک ڈر تھا، جو کب سے اس کے اعصاب پہ سوار تھا اور اب اسے اترتا محسوس ہوا تھا۔

" سو مس حور عین تیمور فاروقی، شکر کریں آپ کا چائلڈ ٹریفکنگ کیس میں کوئی ہاتھ نہیں ورنہ آپ کو ہارڈ بال پڑتی یا ہارڈ کک یہ تو میں بھی نہیں جانتا تھا۔"

کچھ تھا اِس لڑکی میں جو ہادی کو اپنی جانب کھینچتا تھا، کچھ بھولا بسرا یاد دلاتا تھا۔ ہمیشہ اِس لڑکی کو دیکھتے سوچتے اسے کچھ محسوس ہوتا تھا۔ جسے نام دینے سے وہ قاصر تھا اور اِس بات سے وہ خود بھی انجان تھا کہ ہمیشہ یہ لڑکی اس کے چہرے پہ مسکراہٹ کیوں لے آتی تھی۔

Safa Read ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * * * * * * * *

"ارے کن سوچوں میں گم ہو نالائق پانڈی۔۔۔" ہدیٰ ریموٹ پکڑے کسی گہری سوچ میں گم تھی جب ہادی نے آکر اِس سے ریموٹ چھینتے اِس کے سر پہ ایک چپت لگائی۔

"مجھے چھوڑیں آپ اپنا بتائیں یہ آج اتنا مسکرایا کس خوشی میں جارہا ہے اور آج گھر بھی جلدی پائے جارہیں ہیں موصوف، سب خیریت تو ہے ناں؟۔۔۔" ہادی کی بات کو یکسر نظر انداز کر کے الٹا سوال کیا گیا تھا۔

"میں تو ماما کے فون پہ جلدی آیا تم بتاؤ کن سوچوں میں گُم ہو سسٹر؟۔۔۔"

اس نے بڑے موڈ میں چینل سرچنگ کرتے واپس ہدیٰ سے وہی سوال کیا۔ جس پہ ہدیٰ ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

" بھائی میں سوچ رہی تھی کہ شفاء بھابھی کتنی پیاری ہیں ناں، میں کیا سمجھتی تھی اور وہ کیا نکلیں۔۔۔ مجھے تو وہ بالکل پرستان کی کوئی پری لگی ہیں۔"

ہدیٰ کے کھوئے کھوئے سے انداز پہ ہادی ہنس پڑا۔ "ویسے حیرت کی بات ہے۔ پہلی بار کسی دیورانی کے مُنہ سے اپنی جیٹھانی کی تعریف سن رہا ہوں۔ کہیں میں کچھ غلط تو نہیں سن رہا۔" شرارتی انداز میں کہتے اس نے اپنے کان میں انگلی ڈالی اور زور زور سے ہلانے لگا۔

" آپ سے تو نا بات کرنا ہی فضول ہے، کبھی تو سیریئس ہو جایا کریں۔ ہر وقت تنگ ہی کرتے رہتے ہیں۔" وہ اٹھ کے جانے لگی جب ہادی نے اسے ہاتھ سے پکڑ کے واپس بیٹھایا۔

"اچھا اچھا سوری یار' اب بتاؤ کیا کہہ رہی تھی تم۔۔۔"

"میں کہہ نہیں رہی تھی۔ سوچ رہی تھی۔" اس نے خفگی سے اپنے بھائی کو گھورا۔

"ہاں ہاں وہی وہی، ایک ہی بات ہے بتاؤ کیا سوچ رہی تھی۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہی کہ ہم سب تو سمجھتے تھے کہ جبریل بھائی کا نکاح گاؤں کی کسی ان پڑھ، اُجڑ، جاہل سے ہوا ہے مگر شفاء بھابھی تو اِس سب کے بالکل برعکس بہت خوبصورت، تہزیب والی اور پڑھی لکھی ہیں اور تو اور آپ جانتے ہیں۔ وہ ایم۔بی۔بی۔ایس کر رہی ہیں۔"

یہ اطلاع ہادی کے لئے بھی نئی تھی۔ اتنا تو وہ جانتا تھا، وہ کس کالج جاتی ہے۔ لیکن وہ یہی سمجھتا رہا کہ ایف۔اے یا بی.اے کی اسٹوڈنٹ ہو گی مگر یہاں تک تو ہادی کی سوچ بھی نہیں گئی تھی کہ وہ میڈیکل کالج جاتی ہے۔

"اور یہ بات تمہیں کیسے پتا کہ وہ؟۔۔۔" ہادی نے بات ادھوری چھوڑی۔

"پاس ہی تو ان کی ٹکس پڑی تھیں۔ میں نے ٹکس دیکھ کر ان سے پوچھا تو انہوں نے بتا دیا۔" یہ سب کچھ ہادی کو حیران کر دینے کے لئے کافی تھا اور پتا نہیں کون کون سے انکشاف تھے جو ہادی پہ آج کی تاریخ میں ہونا باقی تھے۔

اور کون جانے کے ابھی ایک انکشاف اور بھی تھا جو آج ہی کی تاریخ میں ہونا باقی تھا۔

"اور بھائی پتا ہے مجھے ان کے چہرے کے تاثرات سے ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے وہ پہلے سے ہی اِس بات سے واقف ہوں کہ ہم انہیں گاؤں کی کوئی پینڈو لڑکی سمجھتے ہیں۔"

"ہاں مجھے انکل نے بتایا تھا انہوں نے جبریل کی ساری باتیں سن لی تھیں۔"

"انکل کو کیسے پتا۔" ہدیٰ کو حیرانی ہوئی۔

"مجھے انکل نے بتایا تھا کہ شفاء بھابھی نے خود انکل سے شیئر کیا تھا بعد میں۔"

یہ جان کے ہدیٰ کو نئے سرے سے شفاء سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی وہ جب سے شفاء سے مل کر آئی تھی سب کو بس اسی کے بارے میں بتا رہی تھی۔

* * * * * * * * * * * *

یہ دونوں ابھی کالج سے آئی ہی تھیں کہ شفاء کا موبائل بجنا شروع ہو گیا۔ زمان صاحب کی کال دیکھ کر شفاء بہانے سے ایک طرف ہو گئی۔

"اسلام و علیکم انکل!۔۔۔"

"وعلیکم سلام، مگر بیٹا میں آپ کا انکل نہیں بابا جان ہوں۔" ان کے تصیح کرنے پہ شفاء نے خفیف سی ہوئی۔

"آپ کیسے ہیں بابا جان؟۔۔۔"

"الحمد اللہ۔ اللہ کا کرم ہے میں نے کہا میری بیٹی نے تو اپنے بابا جان کو یاد کرنا نہیں تو بابا جان ہی کر لیتے ہیں۔"

زمان مصطفی کی بات پہ وہ ایک بار پھر شرمندگی کے احساس میں گڑھ گئی تھی۔ یہ واقعی اس کی غلطی تھی اسے فون کر لینا چاہیے تھا بھلا ان سے کیسا شکوہ انہوں نے تو ہر مقام پہ اِس کا ساتھ ہی دیا تھا۔

"آئی ایم سوری بابا جان' بس کام میں یاد ہی نہیں رہا انشاء اللہ آئیندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"

"آئیندہ میں اپنی بیٹی کو اپنے سے دور جانے دوں گا تو موقع ملے گا ناں۔"

"میں کچھ سمجھی نہیں بابا جان۔" شفاء نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"بیٹا آپ کو یہاں آئے ہوئے دو مہینوں سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں اور اب تو جبریل کو گئے بھی اتنا وقت گزر چکا ہے، اِس لئے اب میں چاہتا ہوں آپ بھی اپنے اصل گھر میں آ جائیں۔"

ان کی بات پہ شفاء کے اندر باہر خاموشی سی چھا گئی۔ کھانے کی دوران بھی وہ اسی بات کو لے کر پریشان رہی۔

"کیا بات ہے شفاء، میں کب سے دیکھ رہی ہوں تم پریشان سی لگ رہی ہو۔ کس کا فون تھا؟۔۔۔" اِس کو پریشان دیکھ کر اب امایہ بھی پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"نہیں تو کسی کا بھی فون نہیں تھا۔ میں تو بس ویسے ہی سوچ رہی تھی کہ ہاؤس جاب زیادہ مشکل تو نہیں ہو گی۔" اس نے بہت صفائی سے موضوع ہی بدل دیا تھا جو امایہ کو صاف سمجھ بھی آیا تھا لیکن وہ فی الحال کے لئے خاموش رہی۔ وہ جانتی تھی وقت آنے پہ شفاء خود ہی بتا دے گی۔

* * * * * * * * * *

"دیکھیئے مس، یہ ہم آپ کو نہیں دے سکتے۔ یہ کسی اور کا آرڈر ہے۔ اُنہوں نے اسپیشل ڈیزائن کسٹمزائز کرایا ہے۔"

"میں آپ کو ڈبل پیسے دے دوں گی۔" اس نے اپنے اَزلی ضدی انداز کا مظاہرہ کیا تھا۔

"وی آر ریئلی سوری میم، مگر ہم ایڈوانس بھی لے چکے ہیں اگر آپ کہیں گی تو ہم آپ کو بالکل ایسا ری میک کروا دیں گے مگر یہ پیس نہیں۔"

سیلز مین نے اسے روایتی پیشہ ور انداز میں سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

فاطمہ حور کو زبردستی منگنی کی شاپنگ کرنے لائی تھی۔ اُس نے بہت منع کیا مگر فاطمہ اس بار اِس کی سننے کے لئے تیار ہی نا تھی۔ ایسے میں تنگ آ کر اِس نے جان بوجھ کر فاطمہ کو زِچ کرنا شروع کیا تھا۔ جب فاطمہ اس کی منگنی کا سیٹ پسند کر رہی تھی تو اس کی نظر ایک چھوٹے سے پینڈنٹ پہ پڑی۔ وہ ایک چھوٹا سا بال نما لاکٹ تھا۔ جس کے اندر نامحسوس انداز میں H لکھا تھا اور وہ لکھا بھی ایسے تھا کہ بہت غور کرنے کے بَعد پتا چلتا کہ یہ کوئی ڈیزائن نہیں بلکہ ڈیزائن کے

اندر چھپا H لکھا ہے۔ وہ اتنا خوبصورت اور نفیس لگ رہا تھا کہ حور عین اُس کو دیکھے گئی۔ جب سیلز مین کے کہنے پہ اِسے پتا چلا کہ وہ سیل کرنے کے لئے نہیں تو وہ خریدنے پہ بضد ہوئی تھی۔

"میں آپ سے کہہ رہی ہوں مجھے نیا نہیں بنوانا مجھے یہی چاہیئے ہے۔ اگر آپ یہ سیل نہیں کر سکتے تو ڈسپلے پہ بھی نہ رکھتے۔"

"آئی ایم سوری میم، مگر ہم آپ کی اس معاملے میں کوئی مدد نہیں کر سکتے آپ چاہیں تو آرڈر دے کر۔۔۔ "

شاپ کے اندر داخل ہوتے آدمی کو دیکھ کر اُس نے بات وہیں روکی۔

" لیں میم، جن کا آرڈر ہے وہ بھی آ گئے ہیں آپ ان سے خود ہی بات کر لیں اگر یہ دے دیں تو پاسیبلیٹی ہے۔"

آنے والے شخص کو دیکھ کر حور کا حلق تک کڑوا ہوا تھا، جب کہ اس آنے والے نے مسکراہٹ ایسے اچھالی تھی جیسے بچپن کی سلام دعا ہو۔

"کیوں کیا ہوا؟۔۔۔" جواباً ہادی سیلز مکن سے مخاطب ہوا۔ اُسے کچھ کچھ سمجھ آ گیا تھا۔

"سر، میم یہ لاکٹ کو خریدنے پہ بضد ہیں، جبکہ میں ان کو بتا چکا ہوں کہ یہ آپ نے آرڈر کرایا ہے۔" سیلز مین کے ہادی کو سب بتانے پہ حور عین کو سبکی محسوس ہوئی تھی۔ جس پہ حور عین خوش اخلاقی کے تمام ریکارڈ توڑتے گویا ہوئی۔

"اپنے پاس ہی رکھیں یہ گھٹیا سا پینڈنٹ۔ نہیں چاہیئے مجھے۔" حور عین کے انداز پہ فاطمہ اشتعال میں آتے اس کی طرف پلٹیں۔

"کیا مسئلہ ہے حور؟۔۔۔ کیوں ہر جگہ شور مچا مچا کر اشرہار لگانا چاہ رہی ہو کہ ہم تمہارے ساتھ زبردستی کر رہے ہیں۔"

اس نے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا مگر فاطمہ نے وہیں روک دیا اور دوبارہ بولیں۔

"حور خاموشی سے اپنی منگنی کے لئے سیٹ پسند کرو ورنہ واپس چلی جاؤ۔ وہ بھی میں کر لوں گی۔ ایسی حرکتیں کر کے بس میرے صبر کا مزید امتحان نہ لو۔"

ہادی کے سامنے یہ سب سننے کے بعد حور مزید کچھ کہنے اور سننے کے قابل نہ رہی تھی، جبکہ ہادی نے اس کی شرمندگی کو محسوس کرتے ہوئے فون کان سے لگا کر ایسا تاثر دیا جیسے اُس نے کچھ سُنا ہی نہ ہو۔

سیلز مین سے ڈبے میں بند چین پکڑ کے واپس جاتے کچھ تھا جو ہادی کے اندر بجھا تھا۔ اب وہ کیا بجھا تھا۔ یہ سمجھنے سے ہادی قاصر تھا۔

* * * * * * * * * * *

عجیب سی جگہ تھی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا اور آگ کی سی تپش تھی, جو اسے چاروں اوڑھ سے اپنی جانب بڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ اس نے اُٹھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ اِسے آگ ہی آگ اپنی جانب تیز رفتاری سے بڑھتی محسوس ہوئی، اس نے اپنی دہنی جانب دیکھا، مگر یہ کیا یہاں سے بھی کھولتی ہوئی آگ اِس کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اپنی بے بسی کو دیکھتے اس نے ہاتھ پاؤں چلائے تھے۔ اتنے میں ہی آگ دونوں جانب سے اِس کی طرف ایسے بڑھی جیسے دو دیواریں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔ اِس کا وجود ان آگ کی دیواروں نے آپس میں پسیج کر رکھ دیا تھا۔ وہ آگ خود بخود ہی اس سے دور ہٹتی گئی اور ایک بار پھر سے واپس آ کر اِسے آپس میں پسیج دیا۔ اپنے بچاؤ کے لئے وہ رو رہا تھا، چلا رہا تھا مگر کوئی اس کی نہیں سُن رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو آواز دے رہا تھا مگر نہ تو اِس کوئی اس کی آواز سن رہا تھا اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کو آ رہا تھا۔ اب آگ کے شعلے سامنے سے بھڑکے تھے اس نے پیچھے کی جانب بڑھنا شروع کیا مگر بے سود رہا۔۔۔ جب تپش کے احساس پہ پلٹ کر دیکھا تو پیچھے کی جانب بھی آگ ہی آگ تھی۔ ہر طرف آگ ہی

آگ تھی، وہ جیسے آگ کا دریچہ تھا آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف۔۔۔ وہ جس جانب بڑھتا آگ اس کو اپنی لپیٹ میں لیتی۔۔۔ وہاں کوئی نہیں تھا جو اس کی مدد کر سکتا۔ اس نے اٹھنا چاہا مگر بے سود، وہ اوپر، نیچے، دائیں بائیں ہر طرف سے بند تھا۔ جیسے کوئی قب ہو اوہ قبر کی آگ۔۔۔ اتنے میں اسے آگ کے اس خوفناک دریچے میں روشنی کی کرن نظر آئی تھی۔ نہیں وہ روشنی آگ کی نہیں تھی۔ وہ روشنی آنکھوں کو چندھیا دینے والی روشنی تھی۔ نور جیسی روشنی۔۔۔ شاید وہ نور ہی تھا۔ اس نے غور سے دیکھا تو وہ کوئی لڑکی تھی سفید لباس میں ملبوس لال دوپٹہ اُوڑھے، وہ سر سے پاؤں تک ڈھکی تھی، مسکراتی ہوئی خوبصورت سی، جیسے جنت کی حور ہو، اسے وہ چہرہ کافی شناسا سا لگا، مگر یہ وہ کیسے ہو سکتی تھی وہ تو مر گئی تھی ناں۔۔۔ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے اُسے مارا تھا۔ پھر وہ یہ کیسے ہو سکتی تھی۔۔۔ پھر وہ تو اپاہج بھی تھی، اور یہ لڑکی تو اپنے پاؤں پہ کھڑی تھی۔ مسکرا کر اسے کچھ کہہ رہی تھی مگر اپنے چلانے کے شور میں اسے اس کی آواز نہ سمجھ آئی۔ اس کو یہ چہرہ اچھے سے یاد آ چکا تھا۔ یہ وہی لڑکی تھی وہی۔۔۔ اس کے پیچھے سے ایک اور لڑکی نکلی تھی اب وہ دونوں مل کر اس پر ہنس رہی تھیں۔ اسے وہ دوسری لڑکی بھی یاد آ گئی۔ اتنے میں اسے کسی کے کھیلنے کی آواز آئی۔ اس نے دیکھا تو وہ چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں تھے، وہ سب اِس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اس پہ ہنس رہے تھے۔ اس پہ آگ کے دہکتے ہوئے شعلے پھینک رہے تھے۔ وہ رو رو کے ان سے مدد مانگ رہا تھا کہ اتنے میں دوبارہ ہر طرف سے آگ اِس کی جانب بڑھی۔ وہ صرف آگ نہیں، وہ مضبوط آگ کی دیواریں تھیں جنہوں نے اسے اپنے درمیان ایک بار پھر پیسج کے رکھ دیا تھا۔۔۔

Safar-e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کوئی اِس کو زور زور سے ہلا رہا تھا اور وہ اونچی اونچی چیخ رہا تھا۔ "مجھے مت مارو۔ مجھے مت مارو۔ مجھے اِس آگ سے بچا لو۔ بچوں مت مارو مجھے۔ لڑکی سنو انہیں روکو۔۔۔ مجھے مت"

حارث نے اپنے باس کو حیرت سے دیکھا۔ جو پسینے میں شرابور سوتے ہوئے چِلانے میں مصروف تھا اس نے کسی کے ہلانے پہ ایک دم سے آنکھ کھولی اور اپنے آس پاس دیکھ کر جیسے اس کی جان میں جان آئی۔ یہ صرف ایک خواب تھا۔

"سر آپ ٹھیک ہیں؟۔۔۔"

"کچھ نہیں ہوا، کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے اپنے کانپتے ہاتھوں کو اپنے چہرے پہ پھیرتے، سائڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس لیتے بہت مشکل سے اپنی گھبراہٹ پہ قابو پا کر یہ الفاظ ادا کئے تھے۔ اس نے جیسے حارث سے زیادہ اپنے آپ کو یقین دلایا تھا۔

"تم جاؤ اور آئندہ کے بَعد اجازت کے بغیر میرے کمرے میں آنے کی جُرات بھی مت کرنا۔" اپنی گھبراہٹ پہ قابو پانے کے بعد اس کا کروفر پھر سے واپس آ گیا تھا۔

"جی بہتر۔۔۔" اس کے خاص بندے حارث نے اس کی بات پہ ادب سے سر جھکایا۔ وہ جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ دراب شاہ نے حکم دیا۔

"زُلف خان کو میرے کمرے میں بھیجو۔"

حارث سر ہلاتے زلف خان کو بلانے چلا گیا۔ وہ خاص بندہ تھا مگر کچھ ایسا تھا جو آج کل دراب شاہ اس سے بھی چھپا رہا تھا۔ جو بھی تھا وہ جانتا تھا اس کو جلد پتا چل ہی جانا تھا۔ زُلف خان کے کمرے میں آتے ہی دراب شاہ نے اس سے استفسار کیا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جو کام آپ نے کرنے کو کہا تھا وہ ہو گیا ہے۔ سب تفصیلات میں نے پتہ کرا لی ہیں۔"

زلف خان کی بات سن کر اس کے ہونٹوں پہ شیطانی مسکراہٹ رینگی۔

"بہت خوب اب تم جا سکتے ہو۔" اس کے چہرے پہ اب سے کچھ لمحے پہلے دیکھے جانے والے خواب کا شائبہ تک نہ تھا۔ اور وہ اپنے شیطانی ذہن میں آگے کا لائحہ عمل طے کرنے لگا۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۭ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾

"مگر جو لوگ ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے (ڈمب) اور گونگے ہیں، تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے رستے پہ لگا دیتا ہے۔ "

سورۃ الانعام ۶:۳۹

* * * * * * * * * * *

"مایا مجھے تم سے کچھ بات کرنی تھی۔" شفاء امایہ کی جانب کروٹ کرتے بولی۔

بلآخر شفاء نے زمان مصطفیٰ کے بہت اصرار کرنے پہ ایک فیصلہ کر ہی ڈالا تھا۔

"ہاں تو کرو میں تو دو دن سے اسی انتظار میں تھی کہ تم ابھی بات کرتی ہو، ابھی کرتی ہو۔" جواباً امایہ بھی شفاء کی جانب اپنی کروٹ بدلتے بولی۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا کیسے کہوں۔"

"اب مُنہ سے پھوٹو بھی شفاء، پھر میں نے بھی ایک بات کرنی ہے۔"

"پہلے تم کرو۔" اس نے جلدی سے امایہ پہ بات پھینکنے کی کی تھی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دفعہ ہو جاؤ شفاء' میں نے بھی نہیں کرنی۔ مجھے نیند آ رہی ہے سونے دو۔" شفاء نے اس کی آنکھوں سے بازو ہٹا کر دوبارہ اسے متوجہ کیا۔

"اچھا ناں سنو' وہ زمان انکل چاہتے ہیں کہ میں ان کے گھر شفٹ ہو جاؤں، ان کے گھر کے ہوتے ہوئے میرا فلیٹ میں یوں اکیلے رہنا ان کو صحیح نہیں لگتا۔"

"تو اس میں اتنی پریشانی والی کیا بات ہے۔ اُلٹا یہ تو اچھی بات ہے ناں۔ پھر دادا جان اور سعد ان بھائی کے بَعد انہوں نے ہی تو تمھاری ذمہ داری اُٹھائی ہے۔"

"ہاں مگر۔" وہ اتنا کہہ کر ہی چُپ سی کر گئی تھی۔

"کیا مگر؟۔۔۔"

"مجھے یوں اچھا نہیں لگتا۔ پہلے تم میری وجہ سے ہاسٹل آئی پھر ہاسٹل سے یہاں اور اب۔۔۔ مجھے شرمندگی محسوس ہوتی ہے مایا تم میری وجہ سے کس قدر پریشان ہوتی ہو۔"

شفاء کی پریشانی جان کر مایا ہنس دی۔

"ارے پاگل میں تو خود تمہیں کہنے والی تھی کہ ایگزامز کے بَعد مجھے ماموں کے پاس انگلینڈ جانا تھا۔ بس تھوڑے دنوں کے لئے ماموں کی طبیعت خراب ہے تو وہ چاہتے ہیں میں تھوڑا وقت ان کے ساتھ گزاروں اور وہاں پہ اتنے دن کسی اسپتال میں انٹرنشپ بھی کر لوں۔ لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں تم سے یہ کیسے کہوں لیکن تم نے تو میری پریشانی ہی ختم کر ڈالی۔"

"تم بھی انگلینڈ چلی جاؤ گی مایا؟۔۔۔" امایہ کی بات سن کے وہ مدھم سے لہجے میں گویا ہوئی۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"تم بھی سے کیا مطلب اور کون گیا ہے انگلینڈ؟۔۔۔ "

سوال اتنا اچانک تھا کہ ایک لمحے کے لئے تو شفاء جز بز سی ہو گئی۔

"کوئی بھی نہیں اور کس نے جانا بھلا۔۔۔ اگر تم بھی چلی جاؤ گی تو میں اکیلی کیا کروں گی۔"

"تو تم اکیلی کہاں ہو، تم زمان انکل کے گھر جاؤ گی ناں پاگل۔"

"ہاں، وہ تو جا ہی رہی ہوں۔" امایہ کے جانے کا سوچ کر ہی اس کا دِل ابھی سے اداس ہو گیا تھا۔

"اچھا اب چھوڑ ق یہ بتاؤ' زمان انکل کا کوئی ڈیشنگ سا بیٹا نہیں ہے؟۔۔۔ کیا پتا میرے آنے تک انکل اس سے تمہاری بات ہی پکی کروا دیں وہ جیسے فلموں میں ہوتا ہے۔"

"ہے۔۔۔ مگر شادی شدہ ہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ چلو سوتے ہیں۔ "

امایہ نے اپنی طرف سے مذاق میں بات کی تھی، مگر انجانے میں وہ شفاء کی دُکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ چکی تھی۔ اور اِس رگ پہ کتنی تکلیف شفاء کو ہوتی ہے اس کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا تھا خود شفاء بھی نہیں۔

وہ سونے سونے کا بہانا بنا کر کروٹ بدل چکی تھی۔ مبادہ امایہ کچھ اور ہی نہ پوچھ لے مگر اب نیند کہاں اور کیسے آنی تھی۔ اب صرف آنسو ہی تھے جو بہنے تھے ان آنکھوں سے، اس نے اپنے دل میں ہی اس دشمن جان کی خیریت و عافیت کی دعا مانگی اور آنکھیں بند کر کے سونے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

* * * * * * * * *

وہ امل کے ساتھ یونیورسٹی کیفے ٹیریا میں بیٹھی اپنی قسمت کو رو رہی تھی۔ امل اس کی منگنی پہ نہیں آسکتی تھی، اسے فیملی فنکشن پہ آؤٹ آف سِٹی جانا تھا اور حور کو کوئی شوق بھی نہیں تھا اِسے انچاہی منگنی میں بلانے کا۔ نجانے کیوں فاطمہ اور تیمور کو ان لوگوں کی لالچ کبھی نظر نہ آتی تھی ورنہ حور کو تو اُن کی نظروں اور باتوں سے جھلکتی منافقت اور لالچ واضح نظر آتی تھی۔ کاش آج دادا جان یہاں ہوتے تو وہ یہ شادی کبھی نہ ہونے دیتے۔

امل حور کی حمزہ کو لے کر ناپسندیدگی سے اچھے سے واقف تھی۔ ایک یہی تو دوست تھی اس کی جو اس کو زیادہ نہیں مگر پھر بھی بہت اچھے سے جانتی تھی۔ اور اِس وقت حور عین کی زُبان پہ ایک ہی بات تھی جو وہ بار بار امل سے کہہ رہی تھی۔

" امل دعا کرو یہ شادی ہونے سے رُک جائے۔ کسی بھی طرح کوئی معجزہ ہو جائے اور ماما پاپا خود ہی روک دیں یا وہ لوگ خود ہی انکار کر دیں آمین۔۔۔"

اور امل صرف کاش کہہ کے رہ گئی تھی۔ وہ حور کے آئیڈیل کے بارے میں زیادہ تو نہیں جانتی تھی مگر جتنا جانتی تھی حمزہ ان میں سے ایک بھی چیز پہ پورا نہیں اترتا تھا۔ بلکہ حور کی ڈیفینیشن کے مطابق تو حمزہ مرد کی کیٹیگری میں بھی پورا نہیں اترتا تھا۔ اور اگر کسی چیز میں پورا اترتا تھا تو ٹھرک، اور لالچ تھا۔ جس میں اس نے ماسٹرز کر رکھا تھا اور منافقت میں پی۔ اچ۔ ڈی۔۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

امل حور کو بہلا بہلا کر تھک گئی تھی مگر حور بہل نہیں پا رہی تھی۔

کہنا اور کرنا بہت آسَان ہوتا ہے مگر جانتا وہی ہے جس پہ گزر رہی ہو اور کون انسان آنکھوں دیکھی مکھی نگلنے کے لئے دِل سے رضامند ہوتا ہے اور یہ تو پھر مکھی کی جگہ کوکراچ تھا وہ بھی آوارہ والا کوکراچ۔ وہ کیفے ٹیریا سے اٹھ کر کلاس کی جانب بڑھ رہی تھی جب اِس کو کسی کی نظروں کی تپش اپنی پیٹھ پر محسوس ہوئی اِس نے پلٹ کر اِدھر اُدھر دیکھا مگر

سب ہی اپنے کاموں میں مصروف تھے اِس کی جانب تو کسی کا دھیان نہ تھا، کافی دنوں سے اِس کو لگتا تھا جیسے وہ کسی کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی ہو اور ایسا اس وقت سے تھا جب سے وہ دَارلامان سے واپس آئی تھی۔

ہادی نے اپنے سامنے بیٹھے شخص کی بات پہ سوالیہ ابرو اٹھائی۔ وہ اس وقت ایک مہنگے ریسٹورنٹ میں کی میز پہ بیٹھا اپنے سامنے موجود اجنبی شخص کی بات سن رہا تھا جو اِسے اویس کے توسط سے ملا تھا۔

"آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے جناب کہ میں آپ کی مدد کروں گا؟۔۔۔"

"کیونکہ مجھے یقین ہے تم اتنی سنگین صورتحال میں اپنے آپ کو اُن مظلوم لوگوں اور بچوں کی مدد کرنے سے نہیں روک سکو گے۔"

وہ جیسے سامنے والے کی بات پہ محفوظ ہوتے آرام دہ انداز میں پیچھے کرسی سے ٹیک لگاتے بیٹھ گیا۔ اِس کے امداز پہ سامنے والے نے اپنی بات جاری کی۔

"معاملہ اِنتہائی سنجیدہ ہے۔ اور اسے ہر حال میں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔ میڈیا اور تمہارے ادارے دونوں کو اِس کی کانوں کان خبر بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ اتنے ہاتھ لگنے کے بعد ہمیں تمہارے ادارے پر رتی برابر بھی یقین نہیں رہا۔"

"اتنے ہاتھ لگنے کے بعد بھی ایک پولیس والے پر اتنا یقین، کیا میں اِس کی وجہ جان سکتا ہوں؟۔۔۔" وہ اپنے شیک کا گھونٹ بڑھتے محفوظ سے انداز میں بولا۔

"تم پہ یقین کی وجہ اویس اور آفیسر منہاس کا تم پہ اعتماد ہے۔ پھر تمہارے ماضی کا ریکارڈ بھی قابل ستائش ہے۔"

اِس کے ساتھ ہی ادھیڑ عمر اُس اجنبی شخص نے ایک فائل کھول کر سامنے رکھی۔

"ایک بار تم یہ فائل پڑھ لو۔ "

فائل پڑھ کر ہادی کے ماتھے پہ لاتعداد شکنوں کا جال بچھا تھا۔

"اگر میں کہوں میرا ادارہ پہلے ہی اِس کیس پہ کام کر رہا ہے تو؟۔۔۔"

سامنے والا ایک دم پریشانی سے آگے کو ہوا۔

"نو ویز۔۔۔ لیکن اگر پھر بھی ایسا ہے تو تمہیں اور بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہو گی۔ ایسی صورت میں بہت سی کالی بھیڑیں ہوشیاری سے اپنا کام پہلے ہی کر رہی ہوں گی۔ "

اب ہادی اِدھر اُدھر جانچتی نظروں سے دیکھتا زرا سنبھلا تھا۔۔۔

"اِس کیس کے حوالے سے آپ کی اور میری ملاقات کے بارے میں آپ کے اور میرے علاوہ اور کون کون واقف ہے؟۔۔۔"

"آفیسر منہاس، اویس اور ایک وہ تمھارا ہلکے بھورے بالوں اور داڑھی والا ساتھی یا دوست جو بھی ہے۔"

"حسین؟۔۔۔ "

"ہاں' وہی وہی۔ "

"وہ بھی اِس کیس میں میرے ساتھ ہی کام کرے گا۔ وہ پہلے بھی اس کیس میں میرے ساتھ ہی ہے۔ "

"ہاں ٹھیک ہے۔ آفیسر منہاس بھی تمہارے ساتھ ہی ہوں گے۔ پھر ہم بھی تمہیں مکمل گائیڈ کرتے رہیں گے مگر جو بھی ہو رزلٹ ہمیں اپنے مطلب کا چاہیئے ہے۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

آدمی کی بات پہ فائل پہ دوڑتی ہادی کی نظریں ایک دم ٹھہر سی گئیں، اس نے نظر اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھے اس شخص کو ناپسندیدگی سے دیکھا۔

"مجھے میرا کام مت سکھائیں۔ میں اچھے سے جانتا ہوں مجھے کیا، کب اور کیسے کرنا ہے۔"

"تو پھر ہم ڈیل سمجھیں؟۔۔۔" یہ کہتے آدمی نے اپنا ہاتھ ڈیل کے انداز میں سامنے کیا۔

"ڈیل۔۔۔" جسے تھامتے ہادی نے جیب میں سے پین نکالا اور فائل میں لگے پیپر پہ سائن کرنے لگا۔

سائن کرنے کے بعد وہ رکا نہیں تھا۔ اپنے والٹ سے شیک کے دو گلاسوں کی رقم نکال کر ٹیبل پہ رکھی اور معلومات والی فائل اپنے بازو میں دُبا تاشانِ بے نیازی سے چلتا باہر نکل گیا۔

جبکہ سامنے بیٹھا وہ ادھیڑ عمر آدمی اِس نوجوان کے لہجے اور چال سے ٹپکتی خود اعتمادی دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"منہاس اور آفتاب سر کا اندازہ بالکل درست ہے۔" اس کے جانے کے بعد اُس آدمی نے بے اختیار سوچا تھا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آج مجھے گھر آنے میں تھوڑی لیٹ ہو جائے گی۔ آپ لوگ پریشان مت ہونا۔"

حور نے گاڑی کی چابی اٹھاتے کمرے میں موجود فاطمہ اور تیمور کو اطلاع دی۔

"کدھر جا رہی ہو حور بیٹا؟۔۔۔" سوال تیمور کی جانب سے تھا۔

"بس یونیورسٹی میں تھوڑا سا کام رہتا ہے بابا وہی کرنے۔ اُس کے بعد این۔جی۔او کا بھی ایک کام ہے سوچ رہی ہوں وہ بھی آج ہی کر لوں۔ چائلڈ پروٹیکشن سینٹر کا ایک چکر لگے گا بس۔"

"پیپرز کے بَعد تمھارا یونیورسٹی جانے کا کیا جواز؟۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں ہے جانے کی۔ اور این۔جی۔او کا بھی جو بھی کام ہے منگنی کے بعد کر لینا۔"

فاطمہ اپنی ناپسدیدگی کا اظہار کرتے درشتی سے بولیں۔ وہ ایسی نہیں تھیں مگر اپنی بیٹی کی ہڈ دھرمی دیکھ کر اہسا ہونے کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔

" ماما کچھ تھیسز کا کام رہ گیا تہے وہ جمع کروانا تھا۔ آج فائنل ڈیٹ ہے۔ "

"کہانا۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں ہے جانے کی آرام سے گھر بیٹھو۔ تمہیں شاپنگ پہ لے جانے کے لئے وہ لوگ کبھی بھی آتے ہوں گے۔ اور میں جانتی ہوں، تم اسی لئے بہانہ کر کے پہلے ہے غائب ہونا چاہ رہی ہو۔"

تیمور فاروقی کے سامنے گھڑی اور موبائل رکھتی فاطمہ اپنی بیٹی کی راہِ فرار دیکھتے وہ مزید بولیں۔ وہ ماں تھیں۔ بیٹی کی فطرت سے اچھے سے واقف تھیں۔ وہ اب مزید اس کی یہ فضول کی ضد نہیں مان سکتی تھیں۔

"مگر ماما۔۔۔" حور نے اعتراض کرنا چاہا مگر تیمور کا اشارہ دیکھتے چُپ ہو گئی۔

"فاطمہ، اگر وہ کہہ رہی ہے تو جانے دو۔" انہوں نے پیار سے اپنی بیوی کو ٹالا اور حور کی جانب دیکھتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

"جاؤ بیٹا، مگر جلدی آنے کی کوشش کرنا جانتی ہو ناں حمزہ کی امی اور بہن نے آپ کے ساتھ شاپنگ پہ جانا ہے۔" باپ کا اشارہ ملتے ہی وہ جی پاپا کہتے جلدی سے بھاگی۔ مبادہ فاطمہ روک ہی نہ لے۔

* * * * * * * * * * * * *

اپنااور امل کا تھیسز پراجیکٹ سبمٹ کراتے ہی وہ لائبریری آگئی تھی۔ پیپر ختم ہو جانے کے باعث یونیورسٹی بھی کافی حد تک خالی تھی۔ گھر تو وہ لیٹ کا کہہ آئی تھی، مگر اب جی بھر کر بے زار ہو رہی تھی۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کیا کرے۔ یہ تو طے تھا کہ وہ جلدی گھر جانے والی نہیں تھی۔ امل بھی یہاں نہیں تھی۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ کسی کی شادی اٹینڈ کرنے پشاور گئی تھی ورنہ وہ اس کے گھر ہی چلی جاتی۔ اب رہ سہہ کر لائبریری ہی بچی تھی یا این۔جی۔او، اگر این۔جی۔او بھی جاتی تو جانتی تھی فاطمہ کا زینت آپا سے لمحے لمحے کا رابطہ ہے۔ وہ انہیں کہہ کر اسے لازماً گھر بلا لیتی۔

اِس کا حلقہِ احباب بہت چھوٹا سا تھا چند ایک دوست تھے جن میں سے وہ صرف امل کے ہی زیادہ قریب تھی وجہ بچپن کا ساتھ تھا۔ وہ کہیں جانے کی شوقین پہلے ہی نہ تھی اور اُس واقعہ کے بَعد سے تو وہ ویسے ہی بہت حسّاس ہو چکی تھی، اپنا فارغ وقت وہ کتابوں، لیپ ٹاپ یا کسی پراڈکٹو کام میں ہی گزارتی یا پھر مہینے میں ایک آدھ بار دارلایمان کا چکر لگا لیتی۔ اِس کو ان معصوم بچوں کے ساتھ وقت گزار کر ایک انوکھا سا اطمینان ملتا تھا۔ وہ ان کے لئے تحفے لے کر جاتی اور ان کو سیلف ڈیفنس پہ لیکچرز دیتی اسی مقصد کے لئے وہ ان بچوں کو کراٹے بھی سِکھاتی تھی۔ اس کے خیال میں ہر انسان کو اپنی حفاظت خود کرنی آنی چاہیے ہے، خاص کر لڑکیوں کو۔۔۔

دوسروں کو اپنی حفاظت خود کرنے کا لیکچر دینے والی حور عین فاروقی یہ نہیں جانتی تھی کہ کبھی کبھی انسان کوشش کے باوجود بھی اپنی قسمت میں لکھا نہیں بدل سکتا۔ یا شاید جانتی تھی جان بوجھ کے انجان بنتی تھی۔

اِس کو آخری بار دارلایمان گئے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ نجانے کیا چیز تھی جو اسے دارلایمان جانے سے روکے ہوئے تھی، کوئی خوف، کوئی ڈر، کچھ تو تھا۔ جس نے اس دن سے حور عین فاروقی کو اپنے شکنجے میں لے رکھا تھا۔ آج صبح سے

ہی اِس کا دِل عجیب سے انداز سے دھڑک رہا تھا۔ کچھ ہو جانے کا خوف تھا یا کچھ اور۔۔۔ اپنی لامتناسوچوں سے تنگ آ کر اس نے شیلف سے ایک کتاب نکالی اور پڑھنے لگی۔ کتاب پڑھتے وقت کب گزرا اسے کچھ پتا ہی نہ چلا۔ وہ گھڑی پہ وقت دیکھتے گھر جانے کے ارادے سے اٹھی تھی۔ وہ پارکنگ میں اپنی گاڑی کے پاس پہنچی تو اپنی گاڑی کے آگے والے دونوں ٹائر پنکچر دیکھ کر اِس کو سخت غصہ چڑھا تھا۔ اِس نے غصے کے عالم میں اپنی ٹانگ زور سے پنکچر شدہ ٹائر کو ماری۔

"حور عین کیا ہوا؟۔۔۔"

اپنے نام کی پکار پہ اِس نے پیچھے کی جانب دیکھا۔ یہ انگلش ڈیپارٹمنٹ کی لڑکی تھی۔ جو اکثر اسے لائبریری میں ملتی تھی۔ اس لڑکی نے انہی دنوں یونیورسٹی نئی نئی جوائن کی تھی، اسی لئے دوست نہ بننے کی وجہ سے زیادہ وقت لائبریری میں ہی گزارتی تھی، وہیں پر اِس کی حور عین سے بھی سلام دعا شروع ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں یار بس یہ۔۔۔" اِس نے اپنی گاڑی کے ٹائر کی جانب اشارہ کرتے بات ادھوری چھوڑی۔ مثال اِس کا اشارہ سمجھ کر ہنس دی۔

"یہ ضرور کسی کی شرارت ہے۔ میری گاڑی کے ساتھ بھی پچھلے دنوں کسی نے یہی کیا تھا۔ اگر تمہیں کوئی مسئلہ نہ ہو تو تم میرے ساتھ آسکتی ہو۔ میں تمہیں گھر ڈراپ کر دوں گی۔"

اس نے انکار کرنا چاہا مگر مثال کے پُرزور اصرار پہ بیٹھنا ہی پڑا۔

"گاڑی تو تمھاری کافی اچھی ہے۔" اس نے گاڑی میں بیٹھ کر کُھلے دِل سے گاڑی کی تعریف کی جس پہ لڑکی مسکرا دی۔

"کیوں کیا میں خود نہیں اچھی؟۔۔۔"

"نہیں نہیں، میں نے ایسا کب کہا تم بھی اچھی ہو اور تمہاری گاڑی بھی۔" وہ ہنس دی۔

انہی چھوٹی چھوٹی باتوں کے دوران اس لڑکی نے گاڑی سامنے کی طرف جاتی سیدھی سڑک پہ ڈال دی۔ مثال سے باتوں کی دوران حور عین کے موڈ میں بھی خاصی بہتری آئی تھی۔

* * * * * * * * * * * * * * *

"یہ ہم کس راستے سے جا رہے ہیں مثال؟۔۔۔"

گاڑی کو انجان اور ویران بستی میں داخل ہوتا دیکھ کر حور عین کی حسیات ایک دم چوکنا ہوئی تھیں

"تھوڑا انتظار تو کرو ڈیئر سب پتا چل جائے گا اتنی بھی کیا جلدی ہے۔"

اس نے مکرو مسکراہٹ اچھالتے گاڑی کی سپیڈ مزید بڑھائی تھی۔

یہ لہجہ اور یہ مسکراہٹ اس مثال کی نہیں تھی جس کو حور اتنے دن سے جانتی تھی۔ اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔ اِس کا دماغ اسے صبح سے کچھ غلط ہونے کا الارم دے رہا تھا۔ اِسے یاد آیا آج اِسے گھر بھی جلدی پہنچنا تھا۔ کل رسم تھی اور آج حمزہ کے گھر والوں نے شاپنگ کیلئے آنا تھا اگر یہ رات تک گھر نہ پہنچی تُو۔۔۔

اِس کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم چلی تھی۔ اِس کے کانوں میں سالوں پہلے کسی کے کہے ہوئے الفاظ گونجے تھے۔

"اچھا ہوا مر گئی ورنہ اتنی بدنامی کے بَعد تو ویسے ہی بیٹیاں ماں باپ کے لئے رحمت کے بجائے زحمت بن جاتی ہیں۔"

اب کوئی دوسری عورت بولی تھی۔

"اوپر سے فاطمہ کے لئے کتنا مشکل تھا۔ اس کو تو سنبھالنا بھی آسان نہ تھا۔ اذیت تھی اذیت۔۔۔ فاطمہ کی ہمت تھی کیسے اتنے نکھرے برداشت کر لیتی تھی ورنہ آج کل کے زمانے میں کون کرتا ہے۔"

"ارے بہن اذیت تو پہلے ہی تھی اور اب تو ساتھ ساتھ مرتے مرتے عزت لے بھی گئی اللہ بچائے ایسی عبرتناک موت سے۔ بہت مشکل وقت آیا ہے فارقی خاندان پہ"

اُس دن بھی قصرِ فاروقی پوری شان و شوکت سے سجا تھا اور آج بھی۔ نہیں وہ دوبارہ تاریخ کو اپنا آپ دوہراتے نہیں دیکھ سکتی۔

وہ اپنا امداز نارمل کرتے کرتے نامحسوس انداز میں دروازے کے قریب کھسکی تھی۔ جِسے بھانپتے مثال نے اپنی کلک کی آواز سے گاڑی مکمل لاک کی اور اب کُھل کر سامنے آئی

"تمہارا کوئی حربہ تمہارے کام نہیں آنے والا حور عین تیمور فاروقی تمہاری تمام کوششیں بیکار ہیں۔"

خباثت سے ہنستے اس نے گاڑی ایک خستہ حال بلڈنگ کے باہر روکی۔

یہی وہ وقت تھا جب حور عین نے مثال پہ ایک زعردار وار کرتے اِس کے چہرے پہ پیپر سپرے کیا۔

مثال اس اچانک افتاد پہ ایک دم بن پانی مچھلی کی طرح مچلی تھی۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے حور عین نے اس کی جانب جھک کر گاڑی کا لاک کھولا۔ اسے لمحے کسی نے باہر سے بھی گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔ اس سے پہلے کہ حور بھاگنے میں کامیاب ہوتی اِسے اپنے کندھے پہ ایک نوکیلے چیز چبھتی محسوس ہوئی تھی۔ وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں سمجھ چکی تھی کہ وہ کیا چیز تھی۔

ٹھنڈا اور سُن کر دینے والا مادہ اسے اپنے جسم کی تمام شریانوں سے ہوتا دماغ تک جاتا محسوس ہوا تھا اور اگلے لمحے وہ بے ہوش ہوتے آنکھیں ملتی مثال پہ گِری تھی۔

مثال کی طرف پانی کی بوتل بڑھاتے حور عین کی طرف کھڑے لڑکے نے اِسے پکڑ کے مثال کے اوپر سے ہٹایا۔

آنکھوں پہ پانی کی چھینٹے ڈال کر لمبے لمبے سانس بڑھتی مثال نے حور کے بے ہوش پڑے وجود کو دیکھا اور اپنے سامنے کھڑے لڑکے کو اس کے کام پہ شاباش دینے لگی۔ جو اب سرنج اپنی قمیض سے صاف کرتے واپس جیب میں ڈال رہا تھا جس سے ابھی اس نے حور کو کلوروفوم دیا تھا۔

* * * * * * * * * * * *

اگلے ہفتے سے ان کی ہاؤس جاب شروع تھی۔ وہ صبح سے پورے گھر کی جھاڑ پونچھ میں لگی تھی۔ اب مغرب کی نماز ادا کر کے کچھ فارغ ہوئی تو اِس کا اِرادہ کچھ پیٹ پوجا کرنے کا تھا۔ امایہ کل کی عزیز مینشن جا چکی تھی۔ باہر جانے سے پہلے وہ کچھ دن عزیز نیازی کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی۔ دروازے پہ ہوتی مسلسل دستک نے اِس کا چائے ڈالنا محال کر دیا تھا۔

"ارے آ رہی ہوں۔ صبر رکھو؟۔۔۔" کوفت سے بولتے وہ یہی سمجھی تھی کہ امایہ ہو گی مگر سامنے کھڑے زمان مصطفیٰ کو دیکھ کر اس کی آواز کو بریک لگے تھے۔ وہیں اِن کی حالت نے اسے چونکنے پہ مجبور کیا تھا۔ یہ وہ زمان مصطفیٰ نہیں تھے جو بہت چاق و چوبند اور غالب نظر آتے تھے۔ یہ تو کوئی اور ہی ضعیف العُمر شخص تھا جس کو چلنے تک کے لئے چھڑی کا سہارا لینا پڑتا تھا۔

اس نے سائیڈ پہ ہو کر انہیں اندر آنے کا راستہ دیا اور انہیں اپنے ساتھ لئے اندر چلی آئی۔

"کیسی ہے میری بیٹی؟۔۔۔ کیا ابھی تک اپنے بابا جان سے ناراض ہے؟۔۔۔"

انہوں نے چائے کا گھونٹ لیتے پوچھا۔ جو چائے اِس نے اپنے لئے بنائی تھی اسی میں تھوڑا دودھ اور ڈال کر اِس نے زمان مصطفیٰ کے لئے بھی تیار کر لی اور اب وہ اپنے اپنے چائے کے کپ تھامے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"نہیں بابا جان، کیسی باتیں کرتے ہیں۔ کوئی اولاد کیا اپنے والدین سے ناراض ہو سکتی ہے؟۔۔۔"

شفاء کی بات نے جہاں ان کا سیروں خون بڑھایا تھا وہیں انہیں اپنا لاڈلا بڑی شدت سے یاد آیا تھا۔ جس کی سزا انہوں نے ابھی تک جاری رکھی ہوئی تھی۔ اور کسی پیارے کی طرف سے ملنے والی کوئی بھی سزا خاموشی کی سزا سے بڑھ کر نہیں ہوتی۔

"اگر میرے جیسا باپ ہو تو شاید ناراضگی بنتی بھی ہے۔"

شفاء کے پاس ان کی اس بات کا کوئی جواب نہ تھا اسی لئے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔

"بیٹا میں آج آپ کو بہت مان سے لینے آیا ہوں۔ تقریباً سال ہونے کو آگیا ہے آپ کو ایسے رہتے ہوئے۔ مجھے یقین ہے اِس بار آپ میرا مان نہیں توڑیں گی۔ جیسے پچھلی بار میں نے آپ کا مان نہیں توڑا تھا۔"

زمان صاحب کی بات پہ ایک دم ہی جھجک نے اس کو آن گھیرا تھا۔ وہ واقعی ان کا مان نہیں توڑ سکتی تھی کیونکہ انہوں نے کبھی اس کا مان نہیں توڑا تھا بلکہ ہمیشہ بڑھایا ہی تھا۔

Safa-e-ADAB
BEING THE STRING KITE

* * * * * * * * * * * * * * *

کچھ مہینوں سے زمان صاحب کو گھٹنوں اور کمر کی بہت سخت تکلیف ہوئی تھی جس کی وجہ سے انہیں چلنے پھرنے میں کافی تکلیف کا سامنا تھا۔ انہوں نے یہ بات جبریل کو بتانے سے سب کو سختی سے منع کر رکھا تھا۔ مگر وہ بھائی ہی کیا جو ایک دوسرے سے ایسی باتیں چھپا سکیں۔ ایسے میں جبریل کے سخت آرڈر تھے کہ وہ کہیں اکیلے نہ جائیں گے۔ اور نہ ہی

کوئی کام کریں گے اور دونوں بھائی اُن کی ایکسر سائز کا بھی خیال رکھیں گے۔ آج اب زیان کی ایکسر سائز کی ڈیوٹی تھی اور زمان مصطفیٰ غائب تھے۔

"یار شانی بابا جان کہاں ہیں؟۔۔۔ نظر نہیں آ رہے۔"

شایان جو لیپ ٹاپ پہ مصروف کل کے شو کی تیاری کر رہا تھا، زیان کی بات پہ ایک دم چونکا۔

"ہاں۔۔۔ کیا کہہ رہے؟۔۔۔ اچھا بابا جان؟۔۔۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اپنے کسی دوست کی طرف جا رہے ہیں۔ جلدی ہی آ جائیں گے۔"

"ایک تو نہ مجال ہے کہ بابا جان کبھی ہماری بات مان لیں۔ اِن کا لارڈ گورنر ہی آ کر انہیں قابو میں کرے گا ہماری تو سنتے ہی نہیں۔۔۔" وہ بات کرتے ہوئے شایان کے پاس ہی زمین پہ بیٹھ گیا۔

اتنے میں حدید بھی وہیں چلا آیا۔

"زیان بھائی، پلیز آدھے گھنٹے کے لئے اپنا موبائل دے دیں ناں مجھے گیم کھیلنی ہے۔"

"نا بچہ نا۔۔۔ مجھے تو تم معاف ہی رکھو، آدھے گھنٹے کا کہتے ہو دو گھنٹے بَعد دیتے ہو وہ بھی بیٹری زیرو کر کے۔"

زیان کے صاف انکار پہ اس نے اپنا منہ بسورا، اتنے میں ہی دروازے پہ بیل ہوئی تھی۔

"جاؤ دیکھو بابا جان ہوں گے۔"

"میں بابا جان کو بتاؤں گا بھائی کے جانے کے بعد کوئی میری بات نہیں سنتا۔" منہ بسورتے اس نے بھاگ کر دروازہ کھولا۔ اور بابا جان لے ساتھ موجود شفاء کق دیکھے بغیر ہی اپنے راگ الاپنا شروع ہو گیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب

"باباجان' اس گھر میں کوئی مجھ سے پیار نہیں کرتا۔ صرف جبریل بھائی تھے اُن کو بھی آپ نے بھیج دیا۔"

یہ کہتے ہوئے نجانے کہاں سے دو آنسو بھی اس کی آنکھوں سے پھسلے تھے۔ یہ حدید کا واحد حربہ ہوتا تھا سب کو ایموشنل کرنے کا۔ اس بار بھی باباجان نے اِسے چپ کراتے اپنے ساتھ لگایا تھا جس پہ حدید نے روتے روتے نظر سامنے اُٹھائی۔ جیسے ہی اس نے باباجان سے کچھ پیچھے کو کھڑی شفاء کو دیکھا۔ اِس کے رونے پہ ایک دم بریک لگے تھے۔

"باباجان یہ کون ہیں؟۔۔۔"

"یہ آپ کے جبریل بھیا کی دلہن ہیں۔ آپ کی بھابھی۔"

انہوں نے مسکراتے ہوئے شفاء کو اندر آنے کا راستہ دیا۔

جبکہ شفاء نے جھجکتے ہوئے جھکی نظروں کے ساتھ اپنا سامان اٹھائے اِس گھر میں اپنا پہلا قدم رکھا تھا۔ وہ گھر جو اِس کا اپنا تھا، وہ گھر جس سے اِس کا واحد رشتہ جڑا تھا، بھلے ہی وہ رشتہ تین لفظوں کا کیوں نہ تھا اب جُڑ تو چکا تھا تو نبھانے میں دیر کیسی، کبھی نہ کبھی تو یہاں آنا ہی تھا۔ تو بڑوں کے الفاظ کا مان رکھ کر آج اور ابھی ہی کیوں نہیں۔

وہ آگئی تھی اُسی گھر میں جہاں اِسے ساری زندگی رہنا تھا۔ اندر کی جانب قدم بڑھاتے اِس کی آنکھوں میں بے ساختہ بہت سا پانی اُترا تھا جسے بہت مہارت سے جذب بھی کر لیا گیا۔

* * * * * * * * *

زمان مصطفیٰ کی بات کانوں میں پڑتے ہی وہ دونوں برق رفتاری سے اپنے اپنے کام چھوڑتے دروازے کی طرف بڑھی تھی اور اب منہ کھولے سامنے کھڑے وجود کو حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ شفاء کے اندر کے جانب بڑھتے قدم ان دونوں کو ایسے اپنی جانب تکتا پا کر خود بخود رُکے تھے۔

"آپ ہیں شفاء؟۔۔۔ مطلب کہ ہماری بھابھی؟۔۔۔"

اِس سوال پہ شفاء شدید قِسم کی خجالت کا شکار ہوئی تھی۔ اس کے لال پڑتے گال دیکھ کر زمان مصطفیٰ نے اپنے دونوں بیٹوں کو ٹوکا۔

"ابھی بہن نے گھر کے اندر قدم بھی نہیں رکھا کہ ہو گئے تم دونوں کے ڈرامے شروع ہٹو سامنے سے۔ اور بہن کے ہاتھ سے اس کا سامان پکڑو۔"

یہ کہتے انہوں نے باہر کا دروازہ بند کیا اور شفاء کو لئے اندر داخل ہوئے۔ اند آ کر انہوں نے اپنا رُخ شفاء کی جانب کیا اور باری باری سب کا تعارف کروانے لگے۔

سب سے لمبے والے کا تعارف زمان مصطفیٰ نے شایان کے نام سے کرایا تھا۔ وہ شکل وصورت میں پورا اپنے ساتھ کھڑے بھائی سے ملتا تھا جو کہ مُنہ نیچے کئے مسلسل شایان کے کان میں کُھسر پھسر کرنے میں مصروف تھا۔ اُس کُھسر پُھسر والے کا تعارف زمان مصطفیٰ نے زیان کے نام سے کرایا تھا۔ البتہ حدید ان دونوں بھائیوں سے الگ دِکھتا تھا۔ اسے غور سے دیکھا جائے تو وہ ہو بہو جبریل جیسا تھا یقیناً بڑا ہو کر جبریل کی ہی کاربن کاپی نکلنے والا تھا۔

حدید نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے دوستانہ انداز میں شفاء کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا جسے شفاء نے ہلکی سی مسکراہٹ لبو پہ سجاتے تھاما۔

چند پل ایک عجیب سی خاموشی میں گزرے تھے۔ جس میں سب ایک دوسرے سے نظریں چڑاتے رہے۔ جیسے کرنے کو کوئی بات ڈھونڈ رہے ہوں۔ یہاں بھی ماحول کو معمول پہ لانے کے لئے زمان مصطفیٰ کو ہی بولنا پڑا تھا۔

"زیان جا کر بہن کا سامان بھائی کے کمرے میں رکھو۔ اور شانی بہن کے لئے کچھ کھانے پینے کو لاؤ کیا ہو گیا ہے تم دونوں کو؟۔۔۔ یہ بھی میرے بتانے کی باتیں ہیں بھلا؟۔۔۔۔۔ "

ان دونوں کو اپنی جگہ ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ دیکھ کر زمان مصطفیٰ پھر بولے تھے۔ زمان مصطفیٰ کی بات پہ دونوں ایک دم حرکت میں آئے۔

"ارے باپ رے اتنا بھاری سامان؟۔۔۔ بھابھی آپ کیا لمبے عرصے کے لئے رہنے آئی ہیں۔" زیان کی بات پہ شفاء کا چہرہ ایک دم سرخ ہوا تھا۔ اس کا بس نہیں چلا تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

اس کے برعکس شایان اپنے زہین بھائی کی بات پہ گہرا سانس لے کر رہ گیا تھا کہ اگر زیان نے ایسی بات کرنے سے پہلے اپنے باپ کا چہرہ دیکھ لیا ہوتا تو واپس اپنی شکل دکھانے کی جرات بھی نہ کرتا۔

"بھابھی جوس۔۔۔۔" شایان نے بہت نفاست کے ساتھ اِس کو جوس کا گلاس پیش کیا۔

"آپ رہنے دیتے، اِس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

"ارے پی لیں، پی لیں بھابھی جان' آپ بھی کیا یاد کریں گی شایان مصطفیٰ جیسا دیور ملا ہے۔ "

شفاء نے اس کے دوستانہ انداز پہ دھیمی سی مسکراہٹ سمیت شکریہ کہتے گلاس تھاما تھا۔ وہ اِن سے اتنے دوستانہ انداز کی توقع نہیں کر رہی تھی .

"ارے بھابھی آپ نے بتایا نہیں کیا لمبا پلان ہے یہاں رہنے کا؟۔۔۔" زیان جو ابھی سامان اندر رکھ کر آیا تھا اپنا جواب نہ پا کر دوبارہ وہی سوال کیا۔

اس بار مرتی کیا نہ کرتی کے مصادق شفاء نے زمان مصطفیٰ کی جانب دیکھا تھا جن کی سرد نظریں اپنے بیٹے کی جانب تھیں جو باپ کی نظروں کا مطلب جان کر ایک معزرت خواہ مسکراہٹ اس کی جانب اچھالتا ایک طرف بیٹھ چکا تھا۔ جب سب بیٹھ گئے تو زمان مصطفیٰ بولے تھے۔

"آج سے شفاء بیٹی اسی گھر میں رہے گی۔ یہ آج سے اس کا بھی گھر ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا بھی۔۔۔ اگر اس بات سے کسی کو مسئلہ ہے تو بیشک گھر نہ آئے۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔" اُن کے سنجیدہ لہجے میں کہی گئی بات کا مطلب سب اچھے سے سمجھ چکے تھے۔ سب کی نظریں بے اختیار شفاء کی جانب اٹھیں تھیں جو مجرمانہ انداز میں نظریں جوس پہ ٹکائے ہوئے تھی۔

شایان جو کب سے شفاء کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ پہ نظر رکھے ہوئے تھا۔ فوراً سے ماحول میں چھائی کثافت دور کرنے کے لئے بولا۔

"ویلکم ٹو یور ہوم سویٹ ہوم بھابھی۔" شایان کے بعد زیان نے بھی کھُلے دل سے اُسے خوش آمدید کہا تھا۔

"بالکل، مصطفیٰ سنز کھلے دل سے اس گھر میں آپ کا استقبال کرتے ہیں اس اپنے پن کے ساتھ کہ آپ اپنا اور اپنے بچارے دیوروں کا بہت خیال رکھیں گی۔ انشاءاللہ۔۔۔"

زیان سینے پہ ہاتھ رکھتے شفاء کے سامنے سر خم کرتے ہلکا سا جھکا تھا۔ جس کی پیٹھ پہ اگلے ہی لمحے زیان ایک تھپڑ رسید کر چکا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اگر تمہاری عامر لیاقت بننے کی اداکاری ختم ہو چکی ہو تو میرے پاؤں کے اوپر سے اپنا پہاڑ جیسا پاؤں اٹھاؤ۔"

بہت عرصے بعد شفاء کو فیملی والا احساس ہوا تھا۔ جسے اس نے پورے دل سے محسوس کیا تھا۔

"اہمم۔۔" زمان صاحب نے گلا کھنکار کے ان کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"اِس سے پہلے کے آپ سب شفاء بیٹی کو مزید اپنے جنگلی پن کا مظاہرہ کر کے دکھائیں میں بتادوں۔۔۔۔ زرا تمیز سے بڑی بہن ہے تم لوگوں کی۔ اور اب کھانا لگاؤ سب کو بھوک لگی ہو گی۔"

کھانا کھا کر سب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ شفاء کا سامان بھی جبریل کے کمرے میں ہی سیٹ کر دیا گیا تھا اور شفاء کو کمرادِ کھا کر اب وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پہ لیٹے چھت کو گھور رہے تھے جب زیان بولا۔

"یار کیا تو بھی وہی سوچ رہا ہے جو میں سوچ رہا ہوں۔"

"تیرا تو پتا نہیں مگر میں بہت کچھ سوچ رہا ہوں۔"

"یار ہم بھائی کو یہ کیسے بتائیں گے؟۔۔۔" زیان نے کُہنی کے بل اُٹھ کر اپنا رخ شایان کی جانب کیا۔

"ہم میں سے کوئی بھائی کو کچھ نہیں بتائے گا۔ یہ بابا جان کا حکم ہے۔"

"بابا صحیح کہہ رہے ہیں یار۔ بھائی نے بڑی زیادتی کی ہے بھابھی کے ساتھ۔۔۔ وہ کتنی پیاری اور معصوم سی لگتی ہیں اپنی انا میں ایسا کوئی کسی کے ساتھ کرتا ہے بھلا؟۔۔۔ اور تو اور تو نے بھابھی کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ کیسے بار بار بھیگ رہیں تھیں؟۔۔۔ یہ ظلم ہوا ہے یار بھائی سے۔"

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ویسے ہادی بھائی سچ ہی کہتے ہیں۔ جب حقیقت سامنے آئے گی تو سب سے زیادہ جبریل ہی اپنی غلطی پہ پچھتانے والا ہے۔ اور اب مجھے لگتا ہے وہ دن زیادہ دور بھی نہیں ہے۔"

"مگر اب ہم کیا کریں؟۔۔۔"

"ہم نے کیا کرنا ہے۔ ہم نے اِس گھر میں بہن آنے کی خوشی کو کل سب سے پہلے سیلیبریٹ کرنا ہے اور پھر بھائی کے پِٹھو کا منہ بند کرنا ہے۔ جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔ ان کے اشارہ سامنے سوئے حدید کی جانب تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اب ہماری کچن کی چھُٹی؟۔۔۔" زیان نے شایان کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔۔

"ہاں تو اُن کی کون سا کوئی ساس ہے۔ جو اُن کو سسرال کے طور طریقے سکھائے۔ ظاہر ہے اب یہ بھاری ذمہ داری بھی مجبوراً ہمیں ہی ادا کرنی پڑے گی۔"

اور اپنی اِس پلاننگ کو سوچ کر دونوں ہی ہنس دیئے۔

* * * * * * * * * * *

ہادی نے ابھی ابھی زمان مصطفیٰ سے بات کر کے فون بند کیا تھا۔ اِن سے بات کر کے اسے بہت خوشی ہوئی تھی بے شک یہ ایک بہترین قدم تھا جو شفاء نے اٹھایا تھا۔ اور اِسی میں سب کی بھلائی بھی تھی۔

وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا جب اِس کی جیب میں موجود موبائل تھرتھرایا۔ اسکرین پہ پرائیویٹ نمبر دیکھ کر اِس کے حواس الرٹ ہوئے تھے۔ جس کیس میں وہ ہاتھ ڈال چکا تھا اس میں حکومتی لوگوں کا دباؤ ہونا تو ظاہری سی بات تھی۔ اُس نے گہری سانس لیتے کال یس کی۔

"اسلام و علیکم 'عبدل ہادی اسپیکنگ۔"

اِس نے اپنے مخصوص انداز میں سلام کیا۔ جواباً دوسری جانب کون تھا وہ پہچان نہیں سکا۔

" معاف کیجیے گا سر، مگر میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ "

دوسری جانب سے جو کہا گیا وہ اِسے رتی برابر بھی سمجھ نہیں آیا۔

"ہاں تم مجھے نہیں جانتے۔ جان سکتے بھی نہیں ہو۔ یہ کیس لڑنے والا ہر سپاہی ہی تو روپوش کر دیا جاتا ہے یا مار دیا جاتا ہے، تو پہچان کیسی۔"

"معاف کریئے گا۔ مگر میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"کیونکہ تم سمجھدار ہو مگر سمجھداری کا استعمال کرنا ابھی صحیح سے نہیں جانتے، اچھے بھی ہو مگر تم بچے ہو، تم تیز بھی ہو مگر تم نئے ہو، تم ہوشیار بھی ہو مگر تم بہت جزباتی ہو اور یہی بات تمہاری غلط ہے۔ میرا ایک مشورہ ہے۔ بہت بڑے افسر سے لے کر ایک چھوٹے سے حوالدار تک کسی پہ بھروسہ مت کرنا بچے۔ کون تمہارا دوست ہے کون دشمن کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

"کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟۔۔۔ اور کیا پہیلیاں بجھا رہے ہیں؟ اور میں کیوں اپنے ادارے کو چھوڑ کر کسی غیر پر بھروسہ کروں؟۔۔۔۔"

اِس نے بات کے دوران گاڑی سٹارٹ اور بہت دھیان سے اِدھر اُدھر دیکھتے ایک پر سکون گوشے کی جانب مور لی۔

"میں وہ ہوں جو ان کا ہر راز جانتا ہے۔ میں وہ ہوں جس نے آج سے کئی سال پہلے اِس کیس پہ کام کیا تھا اور وہ کامیابی کی آخری سیڑھی پہ تھا اور پھر۔۔۔" ہادی اِن کی بات وہیں روک کر گویا ہوا۔

"معاف کریے گا محترم، مگر میرے پاس آپ کے ساتھ پہیلی پہیلی کھیلنے کا نہ تو وقت ہے اور نہ تو ایسا کوئی شوق۔۔۔ اگر کوئی کام کی بات ہے تو کریں ورنہ اللہ حافظ۔" کوفت زدہ انداز میں کہتے وہ فون رکھنے ہی والا تھا جب دوسری جانب سے آتی آواز سن کے وہیں ٹھہر گیا۔

"وقت آنے پہ تمہیں سب پتا چل جائے گا کہ میں کون ہوں۔ مگر پہلے تمہیں اُن بچوں کو کسی بھی طرح کل صبح سے پہلے پہلے حفاظت کے ساتھ وہاں سے نکالنا ہے۔ ورنہ وہ جگہ بھی بدل دی جائے گی اور پچھلی بار کی طرح اس بار بھی بچے ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔۔۔ ان بچوں کو محفوظ مقام پہ پہنچانا میری زمہ داری ہے بس تم بچے نکلوا دو۔۔۔ کب، کیسے اور کہاں یہ سب تمہیں اس فائل میں مل جائے گا جو تمہاری گاڑی کے دراز میں ہے۔"

"کون ہو تم؟۔۔" اب کہ ہادی کا لہجہ سرد ہوا تھا۔ پیشانی شکنوں سے آلود ہوئی تھی اور نظر سامنے دراز میں پڑی فائل میں تھی۔ جو اس نے کل اس آدمی سے ملنے کے بعد رکھی تھی۔

"میں نے کہا ناں صحیح وقت آنے پہ پتا چل جائے گا۔ ابھی تم منہا۔۔۔" ہادی نے مزید کچھ سنے بغیر فون بند کیا۔ اب وہ کوئی نمبر ملا رہا تھا۔ بیل جا رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ اس کے ماتھے پہ سلوٹیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ تیسری بیل پہ فون اٹھایا گیا تھا۔

"جب میں نے کل پوچھا تھا کہ کون کون ہماری ڈیل سے واقف ہے تو تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا؟۔۔۔" اُس کی آواز اتنی سرد تھی کہ فون کے دوسری جانب آدمی نے فون کان سے ہٹا کر حیرت سے موبائل کو دیکھا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟۔۔۔ کون سا جھوٹ؟۔۔۔ میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا تم سے۔"

"ایک اور جھوٹ، مجھے دھوکہ دہی کے زریعے کام لینے والے لوگوں سے سخت نفرت ہے۔ میں ابھی اور اسی وقت تمہارے ساتھ ڈیل کینسل کرتا ہوں۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم۔ دماغ تو ٹھیک ہے۔ تم ڈیل سائن کر چکے ہو اب تم ایسے ہی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ یہ کوئی کاروباری ڈیل نہیں ہے مسٹر عبدالہادی یہ ملک کے اندر چلتے ایک بہت گھناؤنے جرم کا پردہ چاک کرنے کی ایک حساس ڈیل ہے جس پہ تم سائن کر چکے ہو۔ اب تم اس سے پیچھے صرف ایک ہی صورت میں ہٹ سکتے ہو یا تو مر کر یا پھر کیس جیت کر۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اوپر بھی اطلاع دی جا چکی ہے اگر تمہارا ردِ عمل آفتاب صاحب کی باتوں کا نتیجہ ہے تو وہ وہی ہیں، جن کی اجازت سے یہ کیس میں نے تمہارے حوالے کیا ہے۔ صحیح کہتے ہیں وہ۔ تم واقعی بہت جذباتی ہو۔"
فون بند کر کے ہادی نے گہرا سانس لیا اور فائل نکال کر ایک بار پھر پڑھنے لگا۔ یہ کیس اِس کے لئے الجھن کا باعث بنتا جا رہا تھا۔ نجانے زندگی اِسے اِس کیس کے زریعے کس امتحان میں ڈالنے والی تھی۔

دوسری جانب آفتاب خیر ہادی سے بات کرنے کے بعد فون کو گھور کر رہ گئے تھے۔

"بابا آپ کو لگتا ہے انسپیکٹر ہادی آپ کی بات مانے گا۔"

"منہاس بیٹے، مجھے صرف لگتا ہی نہیں یقین بھی ہے۔ انسپیکٹر ہادی ہی وہ انسان ہے جو اس کیس میں ہمارا ساتھ دے سکتا ہے۔" انہوں نے عینک اُتارتے اپنی آنکھوں کے نم گوشے صاف کئے۔

"تم پھر بھی ہادی پہ نظر رکھنا۔ ہم اِس بار کوئی غلطی نہیں کر سکتے۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"جی بابا۔" آفتاب خیر کی آنکھوں میں آنسو منہاس علی کو بھی تکلیف دیتے تھے مگر وہ چاہ کر بھی ہر بار انہیں رونے سے روک نہیں سکتے تھے۔ وہ باپ تھے۔ اور ایک باپ کے دِل پہ کیا گزر سکتی ہے منہاس علی اِس سے اچھے سے واقف تھے۔ اِسی لئے خاموش رہے اور ان کو سمجھانے کا ارادہ آئیندہ کے لئے اٹھالیا۔

* * * * * * * * * * * * * *

"سر کام ہو گیا ہے۔ اس لڑکی کو ابھی بچوں کے ساتھ ہی رکھا گیا ہے لیکن جیسے ہی آپ کا حکم آئے گا ہم اُسے وئیر ہاؤس بھیج دیں گے۔"

نوجوان کی اطلاع پر دُراب شاہ نے سُگار کا ایک لمبا کش ہوا میں چھوڑا۔

"شاباش، مگر خیال رہے وہ لڑکی بہت خاص ہے۔ بہت احتیاط سے رکھنا اُسے جب تک میں یہاں کے کام سے فارغ نہیں ہوتا۔ اُس کی خصوصی مہمان نوازی کی جائے تاکہ جب شیخ اُسے دیکھے، کوئی شکایت نہ کر سکے۔"

"جو حکم۔" نوجوان نے مودب سے انداز میں اس کا مطلب سمجھ کے مسکراتے سر ہلایا۔

"مگر سر ایک مسئلہ تھا۔"

Safa Reader ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بولو؟۔۔۔"

"سر وہ لڑکی کسی چھوٹے گھرانے کی نہیں ہے۔ مطلب بہت بڑے باپ کی بیٹی ہے تو آپ سمجھ رہے ہیں ناں۔۔۔ کہیں یہ لڑکی کوئی مسئلہ پیدا نہ کر دے۔۔۔"

"ہاہاہا۔۔۔"

اس کا شیطانی قہقہہ کمرے میں بلند ہوا تھا۔ جس پہ وہ نوجوان خجل سا ہو کر اپنے باس کو دیکھنے لگا۔

"تمہیں میرے ساتھ کام کرتے اتنا وقت ہو گیا ہے زلف خان' مگر ابھی بھی پورے نکمے ہو۔" وہ چلتا ہوا کھڑکی کے قریب پہنچا۔

"اس زمانے کا امیر اور مشہور انسان در حقیقت غریب سے زیادہ کمزور اور ڈرپوک ہوتا ہے۔ جو غریب ہوتے ہیں ان کی پبلسٹی اتنی نہیں ہوتی۔ وہ بدنامی کے بعد کہیں بھی جا کر با آسانی منہ چھپا سکتے ہیں کوئی اُنہیں پہچان نہیں پاتا مگر یہ جو بہت عزت دار امیر اور مشہور لوگ ہوتے ہیں ناں، وہ کہیں بھی چلے جائیں ان کے معاملات اور بدنامی جنگل میں لگی آگ کی طرح ان کا پیچھا کرتی رہتی ہے وہ اپنا مُنہ کہیں بھی نہیں چھپا سکتے۔ یہ دنیا ان کے لئے تنگ پر جاتی ہے۔ وہ زمانے سے جتنا بھاگتے ہیں زمانہ بھی اُن کے پیچھے اتنا ہی بھاگتا ہے۔ اسی لئے امیر روتے رہتے، سہتے رہتے اور آخر مر جاتے ہیں مگر خاموش ہی رہتے ہیں۔ کہتے ہیں امیروں کے لئے بہتری اسی بات میں ہوتی ہے کہ وہ اپنا مُنہ بند رکھیں اور اپنی بدنامی والی باتوں کو اسی طرح دفنا بھی دیں جس طرح سنی ہوں۔ ورنہ سارا زمانہ سن سکتا ہے اور زمانے سے زیادہ بڑا انسان کا دشمن کوئی پیدا نہیں ہوا۔"

اپنی بات کے اختتام پہ اس نے ایک اور زہریلا قہقہہ چھوڑا تھا اور پاس کھڑا شخص اپنے باس کی چالاکی پہ محفوظ سا مسکرا دیا۔

"سر ہمارے آدمیوں کا کہنا ہے کہ لڑکی بہت تیز ہے کسی کے قابو نہیں آ رہی۔ نرمی کا فائدہ اٹھاتے دو دفعہ بچوں کے ساتھ ملا کر چالاکی دکھا چکی ہے اور ہمارے ایک آدمی کو زخمی بھی کر چکی ہے۔ ایسے میں اس کو مزید نرمی دینا مشکل ہو گا۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو وہ جو اتنے نشے تم لوگ کرتے ہو ایک آدھ اُسے بھی لگا دو۔ مگر دھیان رہے زیادہ نہیں۔ ہمیں وہ صحیح حالت میں چاہیے ہے جب تک کہ شیخ آ نہ جائے۔"

"بہت بہتر سر۔" زلف خان سر ہلاتا وہاں سے چل دیا۔

* * * * * * * * * * * *

بہت کوشش کے بَعد بھی اِس کا پورا دن لگ چکا تھا۔ حسین کے ہونے سے اسے کافی حوصلہ رہتا تھا۔ اب وہ چھٹی پہ تھا تو سب کام اُسی کو سنبھالنا تھا۔ اِس نے آخری دفعہ جیب میں سے ایک نقشہ نکالا اور پورے نقشے کو دوبارہ اپنے دماغ میں محفوظ کر کے پیچھے بیٹھی اپنی ٹیم کو ریڈ سگنل دیتا گاڑی سے نیچے اتر گیا۔ اِس کے سگنل دیتے ہی سب ساتھی مختلف مقامات سے بِلڈنگ کے اندر داخل ہوئے تھے۔

یہ دس لوگوں پر مشتمل اس کی اپنی پرسنل ٹیم تھی۔ جس میں سے کچھ لوگوں کا تعلق دور دور سے بھی پولیس سے نہ تھا مگر ٹریننگ اور اعتمار کے معاملے میں وہ باقی لوگوں سے بھی زیادہ اعتباری تھے۔ یہ وہ تھے جنہیں تمام ٹیسٹ پاس کر لینے کے باوجود ذاتی بھرتیوں کے باعث اس سروس میں سلیکٹ نہیں کیا گیا تھا۔ اور اب وہ حساس اداروں کے ساتھ کام کرتے تھے۔ یہ تمام لڑکے اسپیشل ٹریننگ کے باعث اس فیلڈ میں اور بھی ماہر ہو چکے تھے۔ حسین اور ہادی اکثر اِن کے ساتھ مل کر ایک ٹیم کے طور پہ کام کرتے تھے۔ اور ہادی اب بھی یہی کر رہا تھا۔ اِس آپریشن میں منہاس علی نے بھی خصوصاً حصہ لیا تھا وہ بھی اپنی بیک اپ ٹیم کے ساتھ یہاں پہنچ چکے تھے۔

ہادی نے درخت کی آوٹ میں چھپتے باہر کھڑے گارڈز کو نشانے پہ رکھا تھا اور سائلنسر لگے پِسٹل سے ان کا کام تمام کیا۔ اِس نے ہاتھ سے ٹٹول کر چاروں میگزین پورے ہونے کی تصدیق کی۔ جیسے ہی وہ راہداری میں گیا۔ اِسے دو آدمی

ایک دروازے پہ پہرہ دیتے نظر آئے تھے۔ اس نے پہلے رُک کر ان کی کارروائی کا جائزہ لیا۔ اتنے میں ہی دروازہ کھول کر ایک اور آدمی اندر سے باہر نکلا تھا اور ادھ کھلے دروازے سے ہادی اندر کا تمام منظر دیکھ سکتا تھا۔

کمسن بچے بچیاں یرغمال بنے صاف نظر آسکتے تھے۔ بچوں کی حالت دیکھ کر اِس نے بے اختیار جھرجھری لی۔ اور ان تینوں آدمیوں کو وہیں ڈھیر کر دیا۔

اس کی ٹیم کی مزید کاروائی کے بعد تمام بچے بحفاظت چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے حوالے کر دیئے گئے تھے اور باقی سب لوگر فتار کر لیا گیا تھا۔

"ویری گُڈ انسپکٹر، تم واقعی ایک اچھے آفیسر ہو۔ مجھے یقین ہے مستقبل میں تم بہت آگے جاؤ گے۔ انشاءاللہ۔ "

منہاس علی نے کھُلے دل سے تعریف کی تھی۔ جس پہ ہادی ہنس دیا۔

"مستقبل کا تو پتا نہیں سر مگر حال میں انسانیت اور اس وردی کا حق ادا کرنا میرا فرض ہے۔ جب تک زندہ ہوں اور یہ وردی میرے تن پہ موجود ہے اس فرض سے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹنے والا۔"

"انشاءاللہ، اللہ تمہارے حوصلے بلند رکھے۔ اب تم جانتے ہو ناں تمہیں آگے کیا کرنا ہے؟۔۔۔"

"یس سر، پوری بلڈنگ چیک خالی کی جا چکی ہے۔ غیر قانونی طور پر رکھی گئی تمام منشیات ابھی اندر ہی ہیں اور اب اِن کو انہی کے طریقے سے ہینڈل کرنا ہے۔ اس کے بعد جو ہو گا اُس سے کوئی نہیں جان سکے گا کہ یہاں کیا ہوا ہے۔ خود سرغنہ بھی نہیں۔ "

"انشاءاللہ۔ "

منہاس علی کے بعد وہ اپنی ٹیم ممبر کے پاس گیا تھا جس کا تعلق حساس ادارے سے تھا۔

"اویس گرفتار کئے گئے تمام لوگوں کو پہلے فرسٹ ایڈ مہیا کرنا پھر ان کی مزید مہمان نوازی کرنا۔ اور یہ حیدر کہاں رہ گیا ہے؟۔۔۔" منہاس علی کے بعد وہ اپنے ٹیم ممبر کے پاس گیا تھا جس کا تعلق حساس ادارے سے تھا۔

"ڈونٹ وری ہادی۔ ان کا علاج اور مہمان نوازی دونوں میری طرف ہیں۔ تم بالکل فکر نہ کرنا اور ہاں حیدر بلڈنگ میں آگ لگانے کا انتظام کر رہا تھا۔ بس اب آتا ہی ہو گا۔ "

تمام بچوں کی گنتی اور ڈیٹیلز حاصل کر کے انہیں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کی خصوصی گاڑی میں سوار کر کے وہ نیچے اترنے ہی لگا تھا جب ایک بچے نے اسے روکا۔ وہ کافی سہما بیٹھا بچہ تھا اور ہادی کی شرٹ پیچھے سے تھام کر اسے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر ہادی کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ پنجوں کے بل اس بچے کے سامنے بیٹھا۔ اور اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے۔

"اب آپ کو کسی سے بھی ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ سب محفوظ ہو۔ جو آپ کو لے کر جا رہے ہیں۔ وہ آپ سب کا بہت خیال رکھیں گے اور جو آپ مانگو گے۔ وہ بھی آپ کو دیں گے۔" اس کے سہمے ہوئے چہرے کو دیکھ کر ہادی نے اُسے تسلی دی تھی جس پہ بچے نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہمارے ساتھ آپی کیوں نہیں آئیں؟۔۔۔"

"کون سی آپی؟۔۔۔" اُسے اچھنبا ہوا۔

"وہی جن کو یہ لوگ کل لائے تھے۔ اُن آپی کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ "

"کون سی آپی؟۔۔ کون سے لوگ؟۔۔۔ اور کہاں ہیں وہ آپی؟۔۔۔" ہادی جلدی سے بولا۔ بلڈنگ میں آگ بھڑکنا شروع ہو چکی تھی۔ اور ایسے میں یہ خبر مگر بلڈنگ تو پوری خالی تھی۔

اب بچے کے ساتھ بیٹھا ایک دوسرا بچہ بولا جو عمر میں اس سے کافی بڑا تھا۔

"یہ لوگ کل ایک باجی کو بھی بے ہوشی میں لائے تھے اور ہمارے ساتھ ہی رکھا تھا مگر جب انہیں ہوش آیا تو اُن باجی نے سب کو بہت تنگ کیا اور ہمیں بچانے کی بھی کوشش کی تو یہ لوگ انہیں دوبارہ بے ہوش کر کے بیسمنٹ میں لے گئے تھے۔"

"بیسمینٹ؟۔۔۔ یہاں کوئی بیسمینٹ بھی ہے۔"

بچے سے تمام اطلاعات لے کر وہ منہاس علی کی جانب بڑھا جو تمام بات جان کر فکر مند سے نظر آرہے تھے۔

"ہادی اب؟۔۔۔" ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار صاف نمایاں تھے۔

"سر آپ فکر نہ کریں۔ غلطی میری ہے تو لڑکی کو بچانے کی ذمہ داری بھی میری ہے۔ بس آپ بچوں کو اپنی حفاظت میں یہاں سے لے جائیں میں باقی دیکھ لوں گا۔"

"اللہ تمہیں اپنے امان میں رکھے۔" اس کی پیٹھ کو دیکھتے ان کے دل سے دعا نکلی تھی۔

بِلڈنگ کو خالی کرتے ہی وہاں تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی تھی۔ مگر بِلڈنگ کا پچھلا حِصہ ایسا تھا جہاں پہ تیل ختم ہو جانے کے باعث تیل نہیں چِھڑکا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے آگ اس جانب ابھی تک نہ پہنچ سکی تھی۔ پچھلی جانب لگے پائپ کے ذریعے سے وہ سیدھا بِلڈنگ کے سیکنڈ فلور میں پہنچا تھا۔ کھڑکی سے اندر کودتے، اس نے سامنے موجود سیڑھیوں سے نیچے جانے کا راستہ اپنایا۔ نقشہ اس کے ہاتھ میں موجود تھا مگر وہاں پہ بیسمنٹ نام کی کوئی لکیر درج نہ تھی جس سے انہیں بیسمنٹ کا علم ہوتا۔ یہ اس کی اپنی غلطی تھی اسے صرف نقشے پہ نہیں رہنا چاہیئے تھا۔ دھواں ہر سو پھیل چکا تھا۔ وہ ماتھے پہ بندھی ٹارچ کی مدد سے ہر دروازہ کھول کر ہر کمرہ ہر الماری ہر وال فریم ہر چیز کو چھان چھان کر زمین بوس کر چکا تھا۔ ایسی کوئی بھی چیز جو کسی بھی طرح کسی تہہ خانے یا حساس جگہ کا ذریعہ ہو سکتی تھی وہ سب چھان

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

چکا تھا۔ چلتے چلتے اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا تھا جس کی وجہ سے وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا اور سیدھا منہ کے بل زمین پہ گرا۔ فرش پر گرنے سے اس کے سر پہ کوئی چیز لگی تھی جیسے کسی الماری کا ہینڈل ہو۔ فرش پہ الماری کا ہینڈل۔۔۔ لمحہ لگا تھا اِسے سمجھنے میں کہ یہ کیا تھا۔

اس نے اس چھوٹے سے ہینڈل کو اوپر کی طرف کھینچا چاہا مگر وہ سلائڈنگ ڈور کا ہینڈل تھا وہ نہیں اٹھا۔ وہ ہینڈل اتنا چھوٹا تھا کہ بغیر توجہ کہ کسی بھی صورت نظر نہ آتا۔ اس نے ہینڈل پورا زور لگا کر ایک طرف کو کیا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اس سے نیچے سیڑھیاں اترتی تھیں۔ اس نے ماتھے پہ بندھی ٹارچ بند کی اور اپنی پسٹل تانتا' الرٹ سے انداز میں نیچے کی جانب بڑھا۔

نیچے دو آدمی اوپر لگی آگ سے بے خبر آپس میں باتیں کرتے صاف نظر آتے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں نظر آنے والے مشروب کی بوتل ان کے نشے میں ہونے کا پتا صاف دیتی تھی۔

اِس نے دو سیکنڈ کے لئے وہاں کھڑے اِن لڑکوں کی گفتگو سنی۔ اسے اندازہ ہو چکا تھا مطلوبہ لڑکی اندر ہی ہے۔

"لڑکی کو ہوش نہیں آرہا۔ ایک دفعہ اِسے ہوش آجائے پھر اِسے بتاؤں گا ہم چیز کیا ہیں۔ جو حال اس نے ہمارا کیا ہے ناں، اگر باس کا ڈر نہ ہوتا تو اُسی وقت ایسا سبق سکھاتا کہ یاد رکھتی۔ خیر دیر تو ابھی بھی نہیں ہوئی کسی کو کیا پتا ہم نے کیا کِیا ہے۔"

وہ لڑکا خباثت سے مسکرایا تھا۔

"جتنا ہیوی انجکشن دیا ہے ناں' اتنی جلدی تو ہوش میں آنے والی بھی نہیں۔"

اپنی گھٹیا سوچ کو ایک دوسرے تک پہنچاتے وہ ہاتھ پہ ہاتھ مار کے ہنسے تھے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اور فرض کر اگر ہوش آ بھی گیا تو جسم تو اس کا مفلوج ہونا ہے تو ہیل ہجت تو وہ کر نہیں سکے گی۔"

دوسرے لڑکے کی بات سن کر پہلے والے لڑکے نے جارحانہ انداز میں قہقہ بلند کیا اور اپنے ہاتھ میں تھامی بوتل دوسرے ساتھی کو پکڑاتے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ اور نشے کے خمار میں پیچھے والا کیا کہہ رہا ہے یہ سن نہ سکا۔ کیونکہ ہادی کی پسٹل سے نکلنے والی گولیوں نے انہیں کچھ بھی کہنے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔

کمرے کی جانب بڑھتے وہ لمحے بھر کے لئے اس تڑپتے لڑکے کے پاس رکا۔ دھواں اب نیچے کی جانب بھی بڑھنا شروع ہو چکا تھا مگر فکر کسے تھی۔ فکر تو تب ہوتی جب کوئی ہوش میں ہوتا۔ مگر یہاں تو لوگ اپنی موت سے بے خبر کسی کی عزت خراب کرنے کی تیاری میں تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ لڑکی کی طرف بڑھا تھا۔

سامنے بے ہوش پڑی ہستی کو دیکھ کر وہ جتنا حیران ہوتا اتنا کم تھا۔ یہ وہ لڑکی تھی جسے دیکھنے کی چاہ وہ پچھلے کئی ماہ سے اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھا۔ اس لڑکی کے کسی اور کے ساتھ منسوب ہونے کا خیال سے ہی اُس کے دل سے ایک عجیب سی ٹھیس اٹھتی تھی۔ جسے وہ فوراً ہی جھڑک کر اپنی سوچوں کی نفی کرتا رہتا۔ شاید وہ چاہتا ہی نہیں تھا کہ ان سوچوں کو کوئی نام دے۔۔۔ اور اب وہی لڑکی اس کے سامنے آئی بھی تھی تو کیسے۔۔۔ اِس چہرے کو دیکھنے کی تمنا تو اِس نے بہت دِل سے کی تھی مگر اِس حالت میں دیکھنے کی تو مر کر بھی نہ کی تھی۔

وقت کا احساس ہوتے ہی اس نے جلدی سے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی اور پاس پڑا دوپٹہ جو شاید حور ہی کا تھا اس کے اوپر اوڑھایا۔

اس سے پہلے کہ آگ بِلڈنگ کے اِس حصے کو بھی اپنی لپیٹ میں لینا شروع کرتی اس نے مزید وقت ضائع کئے بغیر حور کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور واپس ماتھے پہ بندھی ٹارچ جلاتا اُسی راستے کی طرف آیا۔ جہاں سے اندر آیا تھا۔ وہ چاہ کر بھی دونوں زخمیوں کو وہاں سے نہیں نکال سکتا تھا۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ کسی مجرم کو بھی آگ میں جلنے کے لئے نہ

چھوڑتا۔ مگر اس وقت صورتحال الگ تھی وہ کسی ایک کو بچا سکتا تھا یا حور عین کو یا اندر موجود درندہ صفت انسانوں کو۔۔۔

اس کے بازوؤں میں جھولتے حور عین کو ہوش آیا تھا مگر جسم حرکت کرنے اور دماغ کچھ بھی سمجھنے کی صلاحیت سے مفلوج تھا۔

****

"حور آپ ٹھیک ہیں؟۔۔۔"

اس نے پریشانی سے اس کے آگے پانی کی بوتل کی مگر حور کے ہاتھوں میں اتنی سکت نہ تھی کہ بوتل تھام سکتی۔

"پلیز۔۔مجھے۔۔میرے۔۔گھر بجھوا۔۔۔دیں۔" الفاظ ٹوٹ کر نکلے تھے۔

"میں آپ کو آپ کے گھر ہی لے کر جا رہا ہوں لیکن، پہلے ڈاکٹر سے بینڈیج کروالیں پھر۔۔۔" جواباً حور نے نفی میں سر ہلانے کی سعی کی تھی۔

"مجھے کہیں نہیں جانا۔۔۔مجھے بس اپنے گھر جانا ہے۔پلیز۔۔۔" اتنا کہتے ہی وہ بری طرح رُو دی تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ کبھی یوں کسی کے سامنے کمزور نہ پڑتی اور نہ ہی اُسے سامنے والے شخص پہ کبھی یقین آتا اگر اس نے اپنی نیم بے ہوشی میں اس شخص کی فون پہ ہونے والی گفتگو نہ سنی ہوتی۔۔۔۔

آگے آنے والی قیامت کو سوچتے اس کے آنسوؤں میں روانی آئی تھی۔ اور یہ منظر سامنے بیٹھا شخص کیسے دیکھ سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں آپ کو گھر لے چلتا ہوں مگر پلیز آپ پہلے رونا بند کریں اور دھیان سے میری بات سنیں مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ "

"کیسا تعاون؟۔۔۔"اس کی دھیمی سی آواز پہ ہادی نے گہرا سانس بھرا۔

"پہلے آپ رونا تو بند کریں۔ ایسے میں آپ کو اپنی بات کیسے سمجھا سکوں گا۔"اگر حور مکمل ہوش میں ہوتی تو ضرور چونکتی۔ اِس نے اپنی مفلوج ہوتے بھاری ہاتھوں کو چہرے پہ لے جا کر بہت مشکل سے آنسو صاف کئے تھے۔ اتنے میں ہادی نے ڈیش بورڈ سے اپنا سروس کارڈ پکڑ کر حور کی گود میں رکھا تھا۔

" میرا نام عبدل ہادی ہے، اور میری جاب آپ اِس کارڈ میں دیکھ سکتی ہیں۔ میں ایک پولیس آفیسر ہوں۔ اور آپ اس وقت بالکل محفوظ ہاتھوں میں ہیں لیکن آپ کو آپ کے گھر پہنچانے کے لئے ہمیں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے اگر آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گی تو میں آپ کو یہاں سے سیدھا آپ کے گھر لے کر جاؤں گا۔ ورنہ دوسری صورت میں مجھے آپ کو مجبوراً تھانے لے جا کر پیپر ورک پورا کرنا پڑے گا۔

اِس کا لہجہ مکمل پیشہ ورانہ ہو چکا تھا۔ حور کی طرف سے حوصلہ افزاء جواب پا کر اس نے دوبارہ اپنی بات جاری کی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہمارے آج کی تمام کاروائی کانفیڈنشیل ہے۔ ہم نہیں چاہتے اس کا کسی کو بھی پتا چلے۔"

"تو آپ مجھ سے کیسا تعاون چاہتے ہیں؟۔۔۔"اُس کے انداز کو دیکھ کر ڈرائیونگ کرتے ہادی کے چہرے پہ دھیمی سی مسکراہٹ آئی تھی جو حور عین سے مخفی ہی رہی تھی۔ وہ جانتا تھا اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ کبھی اس کے ساتھ اتنی

عزت سے بات نہ کرتی مگر اب صورتحال کچھ اور تھی۔۔۔اس نے سامنے سڑک سے نظر ہٹا کر حور کو دیکھا جس پہ واپس غنودگی طاری ہونا شروع ہو چکی تھی۔ مگر وہ زبردستی اپنی آنکھیں کھولنے کی سعی جاری رکھے ہوئے تھی۔

"حور آپ ٹھیک ہیں؟۔۔۔"اس نے پانی کی بوتل اس کے سامنے کرتے اسے پکارا۔ جس پہ وہ چونکی اور پھر سیدھی ہوئی۔ بمشکل پانی کی بوتل تھام کر اس میں سے تھوڑا سا پانی اپنی ہتھیلی پہ نکالا اور ہاتھ گیلا کر کے اپنے چہرے پہ پھیرا۔

"آپ بولیں میں سن رہی ہوں۔ "

"اگر آپ ہمارے ساتھ اتنا تعاون کر دیں کہ اپنے اغواء والی کہانی میں تھوڑا سا سینسر لگا دیں یا میری پیش کی ہوئی کہانی پہ ہی اگر صرف ہاں میں ہاں ملا دیں تو میں صرف اِسی صورت میں آپ کو گھر لے جا سکتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر اس نے دوبارہ سامنے سڑک سے نظر ہٹا کر حور کی جانب دیکھا تھا جو وہ واپس غنودگی میں جا چکی تھی۔اس نے بے اختیار گہرا سانس بھرا اور فون پہ مطلوبہ نمبر ڈائل کرنے لگا۔

وہ منہاس علی سے کہہ تو چکا تھا کہ وہ اس لڑکی کے معاملے کو سنبھال لے گا مگر کیسے سنبھالے گا یہ ہادی کو ایک نیا مسئلہ لگا تھا۔ کیونکہ یہاں معاملہ حور عین فاروقی کا تھا۔ اب وہ چاہے مانتا یا نہ مانتا مگر یہ اس کے لئے کوئی عام لڑکی نہ تھی اس لمحے تو ہادی کو اس کی عزت اپنی جان سے زیادہ قیمتی لگ رہی تھی۔۔۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * * *

وہ اِس کمرے میں آ تو گئی تھی مگر عجیب سی ویرانی اِس کے چار سو پھیلی تھی۔ یہ اس انسان کا کمرہ تھا جو اِس کا واحد رشتہ تھا، جو اِسے زندگی کے سب سے مشکل دوراہے پہ اکیلا چھوڑ گیا تھا، جو اِس کا سب کچھ تھا مگر اس کا کچھ بھی نہ تھا۔ آج وہ اسی کے کمرے میں چوروں کی طرح موجود تھی، شفاء کو سمجھ نہ آ رہا تھا وہ کیا کرے۔۔۔

" نہیں۔۔۔میں یوں اِس کمرے میں نہیں رہ سکتی۔ میں صبح ہی بابا جان سے بات کروں گی اگر وہ چاہتے ہیں میں اِس گھر میں رہوں تو مجھے کوئی اور کمرہ دیں بیشک کوئی اسٹور روم ہی کیوں نہیں' مگر میں اس کمرے میں نہیں رہ سکتی۔"

اس کو اپنا آپ اِس کمرے میں کسی اشتہاری مجرم سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے اپنی لامتناسوچوں کو جھٹکنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ اتنے میں اِس کی نظر کمرے میں بنے ایک چھوٹے سے بُک شیلف پہ پڑی تھی۔ جس میں میڈیکل کی بہت سی کتابیں بکھرے ہوئے انداز میں پڑی تھیں۔ اپنے آپ کو نارمل کرتے وہ بُک ریک کی طرف آئی اور کتابیں عنوان کے لحاظ سے سیدھی کر کے لگانے لگی۔ اتنے میں اس کی نظر ایک لال رنگ کی ڈائری پہ پڑی تھی جو کتابوں کے نیچے کر کے پڑی تھی۔ ناچاہتے ہوئے بھی اس نے ڈائری کھول لی۔ پہلے صفحے پہ ہی خوبصورت یعنی ڈاکٹروں والی ٹوٹی پھوٹی لکھائی سے جبریل کا نام اور اس کے نیچے ایک تاریخ رقم تھی۔ وہ اِس تاریخ کو کیسے بھول سکتی تھی۔ یہ ان کے نکاح کی تاریخ تھی، نیا رشتہ بننے کی تاریخ، دادا جان کے چلے جانے کی تاریخ، اِس دنیا میں اس کے اکیلے رہ جانے کی تاریخ، اس تاریخ سے اِسے بہت کچھ یاد آیا تھا۔ اپنی تمام محرومیاں ایک دم سے اس پہ حاوی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنے آنسو صاف کر کے صفحہ پلٹا۔ جہاں پہلے صفحے پہ ہی سب سے پہلا لفظ نکاح کا لکھا تھا شاید اس نے یہ ڈائری نکاح کے بعد ہی پکڑی تھی۔ اُس نے آگے پڑھا۔

Safa Read AD AB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

نکاح :

ایک خوبصورت رشتہ، ایک پاکیزہ رشتہ ایک مضبوط رشتہ یا شاید سب سے کمزور رشتہ ایک خوبصورت عہد یا شاید ایک خوبصورت دھوکہ۔۔۔۔۔

نکاح کیا ہے؟۔۔۔میری نظر میں نکاح ایک وعدہ ہے۔ اپنے شریکِ حیات سے۔۔۔اور اس سے بھی زیادہ اپنے آپ سے، اپنے اللہ سے، جسے پورا کرنا فرض ہے، ثواب ہے، نیکی ہے، انعام ہے اور شاید اس سب سے زیادہ ایک آزمائش

ہے، ایک امتحان ہے اور میرے لئے تو شاید سزا بھی ہے۔۔۔ میں تو اس آزمائش کی پہلی سیڑھی پہ اپنا قدم رکھنے سے پہلے ہی نیچے گر گیا یا یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ جان بوجھ کر گرا اور اس امتحان میں اپنے آپ کو فیل بھی تصور کر لیا۔

میں جتنا بھی چاہوں مگر میرا دل اس سب کو قبول نہیں کر پا رہا۔ شاید کر بھی لیتا اگر میں نے اُس کے دادا جان کو کہے الفاظ نہ سُنے ہوتے۔" شفاء کا ماتھا ایک دم ٹھنکا۔

"بھلا میں نے دادا جان کو کب کچھ ایسا ویسا کہا؟۔۔۔" دماغ پہ زور ڈالنے کے بعد بھی جب اُسے کچھ یاد نہ آیا تو وہ آگے پڑھنے لگی۔

" سب ہی مجھے قصوروار ٹھہراتے ہیں یہاں تک کہ میرے بھائی بھی۔ وہ کچھ کہتے تو نہیں مگر میں جانتا ہوں وہ بھی مجھے قصوروار سمجھتے ہیں۔۔۔ مگر کوئی یہ کیوں نہیں سمجھتا کہ میرے ساتھ بھی زیادتی کی گئی ہے۔ ابھی تو میں اِس وعدے کو اپنے آپ سے بھی کرنے کے اہل نہ تھا کہ میں ایسا وعدہ اپنے آپ سے بھی نبھا سکوں۔ اور بابا جان نے مجھے اس وعدے سے باندھ دیا۔

نکاح ایک بہت بڑی ذمہ داری کو نبھانے کا نام ہے۔ نکاح رضامندی سے ہو، زبردستی سے ہو، خوشی سے ہو مجبوری سے ہو یا کسی بھی طرح سے ہو۔ نکاح' نکاح ہی ہوتا ہے۔ جب یہ ہو جاتا ہے تو بس ہو جاتا ہے۔ نکاح کے بعد ہر انسان کے پاس صرف دو ہی صورتیں بچتی ہیں۔ یا نبھالے یا چھوڑ دے۔ اور میں ایسے مقام پہ کھڑا ہوں جہاں میں خود ہی نہیں جانتا مجھے کرنا کیا ہے۔ مجھے اُس رشتے کو چھوڑنا ہے یا نبھانا ہے۔۔۔ آہ' کیا مشکل مقام ہے جہاں دونوں طرف ہی اندھیرا ہے۔ نہ میں اس کے ساتھ رشتہ بنھانا چاہتا ہوں اور نہ ہی اُسے چھوڑنا چاہتا ہوں۔ چھوڑنے کا تو سوچ کر ہی مجھے کچھ ہوتا ہے۔۔۔ آہ'۔۔۔ یہ نکاح کے سائڈ افیکٹس بھی ناں۔۔۔۔ اے کاش وہ ایک بار پلٹتی اور میں اُسے دیکھ سکتا، اے کاش میں خود ہی ہمت کر کے آگے بڑھ جاتا اور اُس سے بات کر لیتا چاہے تسلی کے دو حرف ہی بول دیتا یا اپنا غصہ

ہی نکال دیتا۔۔۔اے کاش میں اُسے خیر اب کیا ہو سکتا گیا وقت ہاتھ نہیں آسکتا اور پھر جو ہوتا ہے اُس میں اللہ کی کوئی بہتری ہی پوشیدا ہوتی ہے۔اوف ہو! کیا ہو گیا ہے مجھے۔۔۔اُسے نہ دیکھنے اور نہ بات کرنے کا ملال کیوں بار بار محسوس ہوتا ہے مجھے۔واللہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔اور اس کا الزام پکا بابا جان اور اُن کے چہیتے ہادی پہ عائد ہو گا۔یہ ملال انہی دونوں کی ہر وقت کی باتوں کا نتیجہ ہے۔خیر جس بھی چیز کا نتیجہ ہے یہ تو طے ہے کہ میں اُس انجان لڑکی جو کہ اب میری بیوی ہے میں اُس کو نہیں چھوڑ سکتا۔تو پھر ایک ہی راستہ بچتا ہے۔نبھانے کا۔۔۔اور اس کو نبھانے کے لئے مجھے وقت چاہیے ہے تاکہ میں ماضی کے بھنور میں سے نکل سکوں اور مستقبل کا سوچ سکوں۔۔۔

ویسے کہتے ہیں نکاح کے بَعد احساس کا رشتہ اللہ خود دلوں میں ڈالتا ہے، محبت کو خود ہی دلوں میں جگاتا ہے، شریکِ حیات کی ضرورت خود ہی اللہ ہماری زندگی میں ڈالتا ہے۔جب انسان نکاح کے وقت قبول ہے بولتا ہے تو وہ صرف قبول ہے نہیں ہوتا۔۔۔عہد ہوتا ہے۔اپنے شریک حیات کو آخری سانس تک محبت، عزت، تحفظ، بھروسہ اور مان دینے کا عہد۔۔۔جو عہد انسان قبول ہے بولتے وقت قبول کرتا ہے۔

شاید میں یہ نکاح دِل کی رضامندی اور خوشی سے کر لیتا اگر یہ پری پلینڈ ہوتا۔۔۔یا اگر بابا جان مجھے گاؤں بلانے سے پہلے ہی بلانے کا مقصد بتا دیتے۔بابا جان مجھے اِس قابل تو سمجھتے کہ مجھ سے ایک دفعہ بات کر لیتے تو خدا کی قسم میں کبھی اپنے باپ کی بات کو نہ جھٹلاتا بلکہ خوشی خوشی اس لڑکی سے نکاح کر لیتا۔مگر بابا جان یہاں اپنی اولاد کو انڈر ایسٹیمیٹ کر گئے اپنے جبریل کو ہی انڈر ایسٹیمیٹ کر گئے۔انہوں نے مجھے بلا کر جس انداز سے شادی کا کہا وہ مجھے باغی ہونے پر مجبور کر گیا۔بابا جان جانتے تھے میں ابھی شادی نہیں کر سکتا اور ایسے تو بالکل نہیں۔میری نظر میں شادی کو لے کر جو تصور تھا۔مجھے لگا وہ ریزہ ریزہ ہو گیا ہے مجھے اپنی جگہ یاور کھڑا نظر آیا تھا اور یاور کی وہ آخری مسکراہٹ۔۔۔یا شاید بابا نے ٹھیک کیا۔میں اگر بابا کے بلانے کا مقصد جانتا تو کبھی نا جاتا۔

اب تو مجھے لگتا ہے یہ نکاح میرے لئے انا کا مسئلہ بن چکا ہے۔ گاؤں کی کسی لڑکی کو اپنی بیوی کے روپ میں سوچتے ہی میری نظروں کے سامنے یاور کا ہنستا مسکراتا چہرہ آتا ہے۔ وقت کتنا ظالم ہے کل یاور تھا آج میں ہوں۔۔۔ کیا میرا انجام بھی وہی ہو گا جو یاور کا ہوا؟۔۔۔ کیا شفاء بھی ویسی ہی نکلے گی جیسی کہ وہ تھی۔۔۔ اور بس اس سے آگے میں نہیں سوچ سکتا۔ ساری کہانی وہی ہے بس کردار مختلف ہیں اور انجام؟۔۔۔ نجانے یہ غصہ ہے یا خوف۔۔۔ اور جو بھی ہے کب تک قائم ہے؟۔۔۔ مگر اللہ نہ کرے کہ میری کہانی کا انجام بھی یاور جیسا ہو۔ اللہ نہ کرے کہ شفاء بھی اُس جیسی نکلے۔ جس تکلیف کو میں نے سہا ہے میں کبھی نہیں چاہوں گا میرے گھر والے بھی سہیں کبھی بھی نہیں۔۔۔ پتا نہیں کیا ہو گا میرا مقدر۔"

اس سارے قصے میں جو چیز مجھے سب سے زیادہ بے بس کئے ہوئے ہے وہ بابا جان ہیں۔۔۔ بابا جان سب جانتے تھے شروع سے میرے انکار کی وجہ۔۔۔ میرے بھاگنے کی وجہ۔۔۔ لیکن پھر بھی وہ مجھ سے اِس قدر ناراض ہیں میری شکل تک دیکھنا گوارا نہیں کرتے اور یہ چیز میرا دل چیر دیتی ہے۔

اس واقعے سے پہلے میرے دِل و دماغ میں نکاح کے نام سے ایک خوبصورت سا منظر چھپتا تھا۔ لیکن یاور والے واقعہ کے بعد سب ختم ہو گیا۔۔۔

مجھے بس اسی چیز کا خوف ہے کیا میری بیوی بھی ویسی ہی ہو گی۔ جیسے وہ تھی جس نے ہم سے ہمارا بھائی چھین لیا۔۔۔ ایک بے حیا، عیاش، بے باک عورت۔۔۔ کیا شفاء بھی ویسی ہی ہو گی۔ جو اپنی عزت کی حفاظت نہ کرتی ہو، جو پیسوں اور اپنی عیاشیوں کی خاطر مجھے مار کر راستے سے ہٹا دے یا پھر ویسی ہو گی میری دعاؤں کی قبولیت جیسی، میرا سکون۔۔۔ میرا لباس۔۔۔

ڈائری پڑھتے پڑھتے وہ آخری صفحے پہ آ گئی اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر پڑھنے لگی۔

" میری نظر میں خوبصورتی کا مفہوم الگ ہے۔ اللہ کہتا ہے نیک مردوں کے لئے نیک عورتیں ہوتی ہیں، میں نیک تو نہیں ہوں مگر کردار کا پکا ضرور ہوں۔ اور میں بیوی بھی ایسی ہی چاہتا ہوں۔

مجھے خوبصورتی کی چاہ نہیں ہے، بس خوب سیرتی کی ہے، حیا ہونی چاہیئے، وفا ہونی چاہیے، بھروسہ اور محبت ہونی چاہیے۔ اگر یہ سب کچھ ہوا تو شفاء الہیٰ جو کہ اب شفاء جبریل بن چکی ہے۔ اس کو بھی میری نظر میں خوبصورت ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور اگر وہ ایسی نہ ہوئی تھی وہ جتنی بھی خوبصورت کیوں نہ ہو میری نظر میں بدصورت ہی رہے گی۔ اور یہی وہ چیز ہے جو میرے قدم روکے ہوئے ہے۔ جو مجھے فرار ہونے پہ مجبور کئے ہوئے ہے۔

میں یہ سب کیوں سوچ رہا ہوں؟۔۔۔ کیوں لکھ رہا ہوں؟۔۔۔ شاید میرے اندر وعدے کے مطابق اللہ نے احساس پیدا کر دیا ہے، یا شاید احساس اسی وقت پیدا ہو گیا تھا جب میں حویلی سے یہ سوچ کر نکلا تھا وہ اب کس کے ساتھ رہے گی۔ میں چاہ کر بھی بابا کو یہ نہ کہہ سکا کہ اسے گھر ساتھ لے آئیں۔

نہیں، یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ میں اپنے گھر والوں کو اپنے پیچھے سے کسی مصیبت میں نہیں ڈال سکتا۔ میں چاہتا تو ساتھ لے آتا مگر میں پہلے اپنے آپ کو اِس قابل بنانا چاہتا ہوں کہ کسی اور کی ذمہ داری اٹھا سکوں، کسی کو اپنی ذات کا مان بخش سکوں کسی پہ بھروسہ کر سکوں۔۔۔ یا پھر کسی کی بے وفائی کا دُکھ برداشت کر سکوں۔ لیکن اس سب کے باوجود مجھے اُس کی فکر ہے اتنی بڑی حویلی۔۔۔ "

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

آگے بات ادھوری چھوڑی گئی تھی۔ شاید کوئی آ گیا ہو گا یا کوئی کام کرنے چلا گیا ہو گا۔ اِس نے صفحہ آگے کیا۔ جو کہ خالی تھا اِس نے پوری ڈائری چھان ماری مگر آگے کچھ نہ ملا۔

ڈائری پڑھ کر اِس کا دِل عجیب سے اندازِ میں دھڑکا تھا شاید شفاء جبریل کے دِل نے پہلی بار ایسے اپنا نام پڑھ کر اپنی پہلی بیٹ مِس کر دی تھی۔ کس قدر گہرا ہے یہ شخص، کس قدر گہری ہے اِس کی سوچ۔۔۔ کچھ بھی تو غلط نہ تھا یا شاید

سب کچھ ہی غلط تھا۔ کیا تھا یہ شخص، کیا تھی اس کی سوچ، یہ رشتے بنانے سے اتنا خوفزدہ کیوں تھا یا شاید یہ بیوی کے گاؤں کا ہونے سے زیادہ خوف زدہ تھا یا شاید ایک دم سے کسی کو بیوی بنانے سے خوفزدہ تھا۔ کتنی عجیب گرہیں ہیں اس شخص میں یا شاید کتنا مشکل ہے یہ شخص جو اپنے احساسات، جزبات اور ڈر کو ہی صحیح سے بیان نہ کر سکا اتنے جھول کیوں ہیں اس کی ذات میں۔۔۔۔ جو بھی ہو ایک بات تو ظاہر تھی یہ شخص تھا بہت ظالم اور اس کے الفاظ اس سے بھی زیادہ ظالم تھے۔

اب جب شفاء نے جبریل کی جگہ پہ جا کر سوچا تو اسے وہ کہیں نہ کہیں حق بجانب لگا تھا۔ اِس نے ڈائری کو اسی طرح واپس رکھ دیا۔ اب اِس کو انتظار تھا جبریل کی واپسی کا۔۔۔ اس کی جانب سے پہل کا۔۔۔ شفاء الٰہی کا بھی ایک وقار تھا، عزت تھی، وہ اِس کمرے سے چلی جائے گی اور اب اُسی وقت آئے گی جب جبریل اپنے آپ کو اِس کے قابل بنا لے گا۔ جب جبریل کو لگے گا کہ شفاء الٰہی جو کہ اب شفاء جبریل بن چکی ہے جبریل مصطفیٰ کی بیوی بننے کے قابل ہے۔ اور وہ خود بھی شفاء الٰہی کا شوہر بننے کے قابل ہے تو ہی۔۔۔ انہیں سوچوں میں کب اس کی آنکھ لگی اس کو بھی پتا نہ چلا۔ ایک سکون تھا جو آج اس کے چہرے پہ کتنے عرصے بعد آیا تھا۔

ہادی نے ایک نظر ہوش و خرد سے بیگانہ وجود پہ ڈالی اور اِس کی بے خبری سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے گاڑی ایک ویران مقام پہ لے آیا۔ وہ اِنسپیکٹر منہاس سے کہہ چکا تھا کہ اِس معاملے کو خود سنبھالے گا تو اب اسے کچھ بھی کر کے اِس معاملے کو سنبھالنا تھا۔

اِس نے گاڑی ایک ویرانے میں آ کر روکی اور نیچے اُتر آیا۔ کچھ دیر بَعد ایک پولیس موبائل اسے دور سے آتی نظر آئی تھی۔ موبائل میں سے ایک آدمی باہر آیا اور ہادی کے ہاتھ میں ایک بیگ تھمایا۔ جسے تھام کر ہادی موبائل کے اندر چلا گیا اور دوسرا آدمی باہر کھڑا حور والی گاڑی کا پہرہ دیتا رہا۔ جب ہادی باہر آیا تو وہ مکمل پولیس یونیفارم میں ملبوس تھا۔

اس نے بیگ میں سے چادر نکال کر بے ہوش پڑی حور پہ اچھی طرح اُوڑھائی اور اِسے دوسری گاڑی سے نکال کر پولیس موبائل میں ڈال دیا۔ اتنے دیر میں وہ آدمی دوسری گاڑی لے کر وہاں سے نکل چکا تھا۔ ہادی نے وہیں کھڑے کھڑے پانی کی بوتل میں سے پانی نکال کر منہ دھویا اور واپس ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

گاڑی ڈرائیو کرتے اِس کا دماغ اب پہلے سے زیادہ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

جس وقت گاڑی قصرِ فاروقی کے سامنے رُکی کافی رات ہو چکی تھی۔ بہت کوشش کے بَعد وہ حور عین کو ہوش میں لانے کے قابل ہوا تھا۔ اسے ہر سوال پہ خاموش رہنے کی تاکید کرتا وہ اسے مضبوتی سے کندھوں سے تھامے سہارا دیتا قصرِ فاروقی کی جانب بڑھا۔

قصرِ فاروقی کے باہر ڈیوٹی پہ کھڑے گارڈ نے نہایت حیرت سے سامنے کھڑے پولیس وردی میں موجود شخص اور اپنی حور عین بی بی کو دیکھا جو پولیس والے کے سہارے بدِقت کھڑی تھی۔ ماتھے پہ جما خون، ہاتھوں پہ پڑے آبلے اور باقی پورا وجود چادر میں چھپا تھا۔ سامنے کھڑی لڑکی اسے کہیں سے بھی اپنی حور عین بی بی نہ لگی تھی۔ جِسے اگر ہادی کا سہارا نہ ہوتا تو وہ یقیناً زمین بوس ہو چکی ہوتی۔

ہادی نے گلہ کھنکار کر معائنہ کرتے گارڈ کو متوجہ کیا۔

"اگر آپ کو ایکسرے کرنے سے فرصت مل گئی ہو تو دروازہ کھول دیں گے؟۔۔۔" گارڈ نے گڑبڑا کر جلدی سے پورا دروازہ وا کیا۔

ہادی کے سہارے اندر داخل ہوتی حور اِس بات سے بے خبر تھی کہ ابھی ایک اور امتحان تھا جو اِس کا منتظر تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

** * * * * * * * * * *

وہ گہری نیند میں تھی جب اسے اپنے چہرے پہ کسی کا رینگتا ہوا لمس محسوس ہوا، کوئی اِس کے بہت قریب تھا۔ وہ محسوس کر سکتی تھی۔ اس نے بہت کوشش کی وہ اس لمس سے دور بھاگ سکے مگر اس کا جسم حرکت سے انکاری تھا، اِس کا پورا وجود مفلوج ہو چکا تھا لیکن دماغ بہت حد تک بیدار ہو چلا تھا۔ وہ چیخنا چاہتی تھی مگر سب بے سود تھا۔ وہ چاہ کر بھی اپنی آنکھیں نہیں کھول پا رہی تھی، یہ موت کا ایسا عالم تھا جہاں موت کی دعا مانگنا بھی اِسے حلال لگا تھا۔ پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری تھی اس کا ایمان نہیں ڈگمگایا تھا۔ بلکہ اس نے اللہ پہ اپنے توکل کو اور مضبوط کیا تھا۔ اور صرف ایک ہی دعا تھی۔۔۔۔

"اے اللہ میری عزت کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھیں۔ بے شک آپ جِسے چاہیں عزت دے کر نواز دیں اور جسے چاہیں ذلت دے کر رسواء کر دیں۔ آج مجھے اپنے در سے رسوا نہ کریں۔۔ میری مدد فرما دیں۔۔۔ بیشک آپ سمیع علیم ہیں۔۔۔"

اور یہی وہ لمحہ تھا جب اس کو اپنا وجود اس ہولناک لمس سے آزاد ہوتا محسوس ہوا تھا۔

بے شک اللہ کی مدد قریب تھی۔ اللہ نے وسیلہ پیدا کر دیا تھا۔ پاس ہی کسی کی دَرُد سے کراہنے کی آواز بلند ہوئی تھی، کوئی کسی کو چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا یا شاید مار بھی رہا تھا۔ یہ آواز اس کو شناسا سی محسوس ہوئی تھی۔ مگر کس کی تھی۔۔۔ اس نے ایک بار پھر آنکھیں کھولنا چاہیں تھی اور اِس بار وہ کامیاب رہی تھی۔ چاہے لمحے بھر کو ہی صحیح مگر وہ دیکھنے کے قابل ہوئی تھی۔

اُس نے اپنی نیم واہ آنکھوں سے جو منظر دیکھا تھا۔ اس سے اِس کے بے جان جِسَم میں خوف و ہراس کی ایک نئی لہر دوری تھی۔ کمرہ دھوئیں سے بھرا تھا اور ایک آدمی دوسرے آدمی کو زور زور سے پیٹ رہا تھا، یہ تو وہی تھا وہ اسے

پہنچانتی تھی۔ اُس کا شک سچ ثابت ہوا تھا۔ اسے اغواء کرنے والا اور کوئی نہیں یہی شخص تھا۔ اپنے تمام اعصاب اِسے دوبارہ سے جواب دیتے محسوس ہوئے تھے۔ اس کی بند ہوتی آنکھوں میں دارلامان والی شام آسمائی تھی۔ اِس کا دماغ واپس سن ہونا شروع ہو چکا تھا۔

سن ہوتے دماغ کے ساتھ اِس نے اپنے وجود کو کسی کپڑے سے ڈھکتا محسوس کیا تھا۔ جیسے کسے نے اِسے ڈھانپ دیا ہو۔ اور پھر اسی شناسا آواز میں ادا کئے گئے الفاظ اِس کی ڈوبتی سماعت سے ٹکرائے تھے۔

"Yes sir, the Hostage is safe. We are ready to exit."

اِس کے بَعد کیا ہوا وہ کیسے اُس جگہ سے باہر نکلی وہ کچھ نہیں جان سکی۔ جب اس کو ہوش آیا وہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی کم اور لیٹی زیادہ تھی۔ اِس نے ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے اپنی ماں کو پکارا تھا۔ اِس کی آواز سنتے ہی ہادی اِس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ مگر اسے صرف ایک چیز ہی یاد تھی کہ اسے گھر جانا ہے۔ وہ بار بار یہی بولتی رہی۔ ہادی نے بہت کوشش کے بَعد اسے سنبھالا اور کچھ باتیں سمجھائیں۔ جس پہ اِس نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ اِس وقت اسے ہر چیز سے زیادہ صرف اتنا ہی یاد تھا کہ گھر میں سب پریشان ہیں۔ اسے گھر سے باہر دو راتیں گزر چکی تھیں۔ یعنی اِس کی منگنی کی رسم بھی۔ اکثر ہمارے منہ سے نکلی کوئی بات، کوئی دُعا اور کوئی آمین اللہ تعالیٰ اتنی جلدی قبول کرتا ہے کہ اُسے معلوم بھی نہیں ہوتا جو اُسے مل رہا ہے وہ اُسی کی دعاؤں کی قبولیت کا ثمر ہے۔ اور حور کی بھی دُعا قبول ہو گئی تھی اس کی خواہش پوری ہو گئی تھی اس کی منگنی کا دن اس کی موجودگی کے بغیر گزر چکا تھا مگر یہ دن ایسے گزرنے گا، یہ تو اس نے کبھی مر کر بھی نا چاہا تھا۔ اب اسے ہر حال میں گھر پہنچنا تھا۔ وہ جانتی تھی آج بیس سال بعد ایک بار پھر قصر فاروقی سجا تھا اور ایک بار پھر تاریخ اپنا آپ دہرا رہی تھی اور اِس بار بھی وجہ حور عین فاروقی ہی تھی۔ مگر اِس بار وہ اکیلی ہی تھی،

حریم فاروقی نہیں۔۔۔وہ تو اِسے تنہا چھوڑ کر اس کے لئے قربانی دے کر خود بہت دور جا چکی تھی۔۔۔بہت دور جہاں کوئی اس کی ذات کو تکلیف پہنچانے والا نہ تھا۔

* * * * * * * * * *

حور عین کو دیکھ کر فاطمہ بیگم بھاگ کر اِس کی جانب آئیں تھیں۔اپنوں کو دیکھ کر حور کا ضبط بھی ٹوٹا تھا اور وہ اپنی ماں کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رُو دی۔ جبکہ اپنی بیٹی کو ایسی حالت میں دیکھ کر تیمور فاروقی بھی تڑپ اُٹھے تھے۔

حور عین جس کی حالت مزید خراب ہوتی جا رہی تھی اسے صوفے پہ بٹھانے کے بَعد وہ ہادی کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

"حور عین' میری بیٹی تم ٹھیک کو؟۔۔۔" اب وہ ہادی کہ طرف ہوئے۔اسپیکٹر آپ کو یہ کہاں ملی؟۔۔۔اور یہ چوٹیں؟۔۔۔یہ سب کیسے؟۔۔۔"

"اٹس اوکے سر' اب وہ ٹھیک ہیں اور یہ ہمیں۔۔۔"

کچھ کہنے سے پہلے ہادی نے کمرے میں بیٹھے تمام نفوس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا جیسے مزید بولنے کی اجازت طلب کر رہا ہو۔حور کی فیملی کے بارے میں تو وہ کافی کچھ پہلے ہی انویسٹیگیشن کے ذریعے جان چکا تھا مگر یہاں کچھ نئے چہرے بھی تھے جن کا ذکر اس فائل میں نہ تھا۔اسی لئے مزید کچھ بھی کہنے سے پہلے اِس نے اجازت لینا بہتر سمجھا۔وہ موبائل پہ کچھ ٹائپ کرتے ساتھ ساتھ ہی تیمور فاروقی کی بات سننے لگا۔

" آفیسر آپ جو کہنا چاہتے ہیں کہہ سکتے ہیں۔۔۔یہاں سب اپنے ہی ہیں اور یہ میری بیٹی کے سسرال والے ہیں۔"

" اوہ۔"سسرال کے نام پہ اسے کچھ ہوا تھا۔ جہاں دل کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا وہیں وہ جی بھر کے حیران بھی ہوا تھا۔ اس نے سامنے بیٹھے شخص کو بڑے غور سے دیکھا جو چہرے پہ نخوت لئے حور کی جانب ہی تک رہا تھا۔ باقی دونوں افراد کے چہرے بھی پڑھنے کے بعد وہ تیمور سے مخاطب ہوا تھا۔

"آپ کی بیٹی کو کچھ منشیات فروشوں نے تاوان کی خاطر اپنے پاس اغواہ کر رکھا تھا۔ وہ آپ کی بیٹی کے ذریعے آپ کو بلیک میل کر کے اچھا خاصا پیسہ وصول کرنا چاہتے تھے۔"

حور نے ان الفاظ پہ بمشکل آنکھیں کھول کر ہادی کو دیکھا جہاں اُسے سپاٹ تاثرات کے سوائے کچھ نظر نہ آیا۔ وہ اچھے سے جانتی تھی اسے تاوان کے لئے نہیں بلکہ آگے بیچنے کے لئے اغواء کیا گیا تھا۔ یہ شخص اس کی تمام تر بد تمیزیوں کے باوجود اس کی عزت رکھ گیا تھا۔ آنکھ سے نکلنے والے آنسوؤں کو ایک نئی وجہ ملی تھی۔ اس کے احساسات سے بے خبر ہادی نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

" لیکن افسوس!۔۔۔ آپ کی بیٹی نے اغواکاروں کو اُن ارادوں میں کامیاب ہونے نہ دیا۔ بجائے اس کے کہ یہ تاوان کے لئے آپ کا پتہ اُن کو دیتیں۔ انہوں نے اکیلی ہو کر بہت بہادری سے ان کا مقابلہ کیا۔"

ہادی اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔

"اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مِس حور عین کے مظاہرے دیکھ کر انہیں ہائی ڈوز انجیکشن دے کر ان کو ذہنی و جسمانی طور پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا تاکہ یہ انہیں تنگ نہ کریں۔ وہ تو اِن کی قسمت اچھی ہے یا یہ اللہ کی بہت لاڈلی ہیں جو بروقت پولیس کے اچانک پڑنے والے چھاپے نے اغواکاروں کی کوشش ناکام کر ڈالی اور ہم ان کو اور ان جیسی اور بہت سے بچوں اور بچیوں کو بازیاب کرانے میں کامیاب ہو سکے۔"

اس نے جان بوجھ کر حور کو سنانے کے لئے لمبی بات کی تھی۔ وہ اپنی تیار کردہ تمام اسٹوری سنانے کے ساتھ ساتھ حور عین کے تاثرات بھی نوٹ کر تا رہا تھا جو اِس تمام کوَر کو لے کر بالکل نارمل اور کسی حد تک شانت رہے تھے۔ اِس نے اپنی بات پوری کر کے تیمور فاروقی کے تاثرات کو جانچا جو اِس تمام گفتگو میں بالکل خاموش اور سنجیدہ نظر آ رہے تھے اور پھر اس نے اپنی بات دوبارہ سے شروع کی۔

"مِس حور عین کی ناساز طبیعت کو دیکھتے ہوئے ہم ان کو پولیس اسٹیشن کے بجائے سیدھا گھر لائے تھے اور اسی وجہ سے اِن سے گھر کے ایڈریس کے علاوہ اور کچھ بھی نہ پوچھ سکے۔ اس لئے جب ان کی حالت بہتر ہو جائے تو ہمیں ان کا بیان قلم بند کرنا ہو گا۔ آپ کو زحمت نہ ہو اِس لئے ہم خود یہاں آ کر بیان قلم بند کر لیں گے۔"

اپنی بات کی دوران اس کا فوکس حور کے سسرالیوں خصوصاً حمزہ کے اوپر تھا۔ اِن کے بدلتے تیور وہ بہت اچھے سے نوٹ کر چکا تھا۔

اس نے اِجازَت کے لئے اُٹھتے ہوئے اپنا ہاتھ تیمور فاروقی کی جانب کیا۔ اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سوال کر ہی لیا جو کب سے اِس کے دماغ میں چل رہا تھا۔

" میرا آپ سے ایک سوال ہے سر آپ سے۔۔۔" اس کا انداز مکمل مہذبانہ اور پیشہ ورانہ تھا جو اکثر پولیس والوں کا نہ ہوتا تھا۔

"جی پوچھیں؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ اتنے قابل بزنس مین ہیں سر۔ اور آپ کی بیٹی دو دنوں سے گھر سے غائب ہے مگر پھر بھی آپ نے کسی بھی تھانے میں ایف۔ آئی۔ آر درج نہیں کروائی۔۔۔ کیا میں وجہ جان سکتا ہوں۔ کیونکہ وجہ جاننا میری ڈیوٹی ہے بالکل ایسے جیسے لوگوں کی حفاظت میری ڈیوٹی ہے۔"

" وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ بس پریشانی میں ذہن سے نکل گیا۔۔۔"

"حیرت ہے! جبکہ اتنی پریشانی میں آپ کے ذہن میں بات ہی صرف ایک یہی رہنی چاہیے تھی۔ اینی ویز اگر آپ نے رپورٹ درج کرائی ہوتی تو ہم انہیں کب کا وہاں سے نکال چکے ہوتے کیونکہ ہماری زرا سی دیری بھی انہیں کہیں کا کہیں پہنچا سکتی تھی۔ اور ایسے میں نتائج کی ذمہ داری اس معاشرے سے زیادہ ایک باپ پہ آتی جو اپنی بیٹی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرانا بھول گیا اور پھر اپنی بیٹی اپنے ہاتھوں سے کھو بیٹھا۔" ہادی کے سفاک الفاظ پہ تیمور کو دھچکا لگا تھا۔ اور وہ لگنے والا دھچکا ہادی بھی محسوس کر گیا تھا۔ ضرب کاری تھی مگر ضروری تھی۔ کیونکہ ہر معاشرے کو پولیس کے فرائض سے زیادہ اپنے فرائض کا علم ہونا ضروری ہے۔

"تھینک یو بیٹا میں نہیں جانتا میں تمہارا احسان کیسے اتاروں گا۔" وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہادی کے مشکور ہوئے تھے اور اسی میں وہ اس کو آفیسر کے بجائے بیٹا کہہ گئے تھے۔

" ایسے کہہ کر مجھے شرمندہ نہ کریں سر۔ یہ میری جاب ہے اور جہاں تک بات ہے شکریہ کی تو اگر آپ کو کرنا ہی ہے تو اللہ رب العزت کی ذات کا کریں۔ جس نے صحیح وقت پر ان کی مدد کا وسیلہ بنا کر ہماری ٹیم کو بھیجا۔"

****

ہادی کے الفاظ سے حور کے دماغ میں کوئی سپارک ہوا تھا۔ اُسے بے اختیار اپنی کی ہوئی دعا یاد آئی تھی۔ اُسے اپنے اللہ پہ پیار آیا تھا جس کی وہ واقعی میں لاڈلی تھی جو اس کی کوئی دعا رد نہ کرتا تھا۔ اپنے احساسات کے زیر اثر اس نے پاس بیٹھے المان کے ہاتھ پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ اور مضبوط کیا تھا۔ جس پہ وہ پریشان ہوا تھا۔

"آپی آپ ٹھیک ہیں؟۔۔ کہیں زیادہ دَرد تو نہیں ہو رہا؟۔۔۔" چلیں میں آپ کو روم میں لے چلتا ہوں۔ "

حور کے روانگی سے نکلتے آنسو کو دیکھ کر فاطمہ اور مانی اُسے روم میں لے گئے تھے۔ وہ اس کی حالت کو درد کی وجہ کی سمجھے تھے۔

اپنے موبائل پہ لگے ہادی نے بھائی بہن کی اِس انوکھی محبت کو خوشگوار حیرت سے دیکھا تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا یہ وہی بھائی ہے۔ جو اُس دن ایک اجنبی کے سامنے اپنی بہن سے لڑ رہا تھا جبکہ غلطی اس کی بہن کی نہیں ہادی کی ہی تھی۔۔۔ اور آج۔۔۔ آج تکلیف اس کی بہن کو ہو رہی تھی اور آنسو اس بھائی کی آنکھوں سے بھی نکل رہے تھے۔ وہ ان کی محبت کا مظاہرہ دیکھتا تیمور فاروقی سے اجازت مانگتا باہر کی جانب بڑھا تھا۔ جب ایک نسوانی آواز پہ اِسے ٹھہرنا پڑا۔

"ایک منٹ ٹھہرو۔"

"جی؟۔۔۔ آپ نے مجھے بلایا؟۔۔۔" اسے اچنبھا ہوا۔

"ہاں، تمہیں ہی۔۔۔ ہم کیسے مان لیں کہ جو تم کہہ رہے ہو وہ سچ ہے اور یہ تمام کہانی سچ ہے۔ اِس لڑکی کی حالت تو تمہاری بات کے بالکل برعکس کوئی اور ہی کہانی سنا رہی ہے۔"

یہ حور کی ہونے والی ساس تھی اور اس کا اشارہ حور کو ڈھلکتے ڈوپٹے میں سے نظر آتے جلی ہوئی آستین اور اس کے آبلوں پہ تھا۔ کمرے میں موجود تمام نفوس ان کے سوال اور انداز پہ چونکے تھے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ اِسے کوئی کہانی سمجھیں یا سچ۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میری جاب یہیں تک کی تھی جو میں نے پوری کی اور اب آگے آپ جانیں اور آپ کا کام۔۔۔"

اِس سے پہلے کہ ہادی کے قدم دوبارہ باہر کی جانب بڑھتے وہ خاتون دوبارہ بولی تھیں۔

" تو کیا ایک ایس۔ پی جیسے عہدے پہ فائز آفیسر کا کام پورے لاہور کی اغواہ شدہ لڑکیوں کو اُن کے گھروں تک پہنچانا بھی ہے؟۔۔۔ اس کے ساتھ اور بھی تو لڑکیاں اغواء ہوئی تھیں ناں' تو تم صرف اسی کو کیوں چھوڑنے آئے باقیوں کو بھی تو اُن کے گھر تک بحفاظت چھوڑ کر آتے۔ اتنی عنایت صرف اِسی پہ کیوں۔۔۔"

اتنی بکواس سن کر ہادی کا چہرہ اہانت کے مارے سرخ ہو چلا تھا، اب وہ اہانت کے مارے تھا یا غصے کے۔۔۔ یہ اندازہ لگانا تھوڑا مشکل تھا۔

"اب آپ اپنی حد سے بڑھ رہی ہیں خاتون۔" اتنا کہہ کر ہادی نے اپنے کب سے تھرتھراتے فون کو دیکھا تھا جس پہ ایک دم لگاتار حیدر کے کافی میسجز آئے تھے۔ وہ اپنا کام کر چکا تھا۔

"ارے کیسی حد؟۔۔۔ پاگل سمجھ رکھا ہے ہمیں کیا۔۔۔ کہ کوئی بھی کہانی سناؤ گے ہم یقین کر لیں گے۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتے یہ لڑکی دو دن سے تمہارے ساتھ ہی تھی۔ یہ تو شروع سے ہمارے ساتھ رشتہ جوڑنے کے حق میں ہی نہ تھی۔ اسی لئے بھاگ گئی ہو گی تمہارے ساتھ۔۔۔ اغواء ہونے کی تو ویسے ہی اسے بچپن سے عادت ہے۔ اب بھی ڈرامہ کر لیا ہو گا اور اب جب وقت گزر گیا تو آ گئی پاکیزہ بننے۔"

"بھابھی آپ ہوش میں تو ہیں۔ آپ کیا کہہ رہی ہیں اور کس کے بارے میں کہہ رہی ہیں۔ حورعین میری بیٹی ہے اور میں جانتا ہوں وہ۔۔۔"

Safar e ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ارے بھائی صاحب آپ تو چپ ہی رہیں۔ آپ کی تو آنکھوں پہ پیار کی پٹی بندھی پڑی ہے۔ آپ کو یہ تک نظر نہ آیا آپ کی بیٹی رات کے اس پہر ایک غیر مرد کے ساتھ کیسی حالت میں گھر میں داخل ہو رہی ہے۔"

"بس' اب ایک لفظ اور نہیں۔۔۔" اب بولنے والا ہادی تھا۔ اس کی حد بس یہیں تک کی تھی۔ وہ اپنا ہاتھ اُٹھاتے ایک دم گرجدار آواز میں بولا تھا۔

"بس بہت سن لی میں نے آپ کی بکواس۔ مگر اِس سے زیادہ ایک لفظ نہیں۔ اب اگر آپ نے کسی کے کردار کے بارے میں ایک لفظ بھی بولا تو میں بھول جاؤں گا کہ آپ کی اور میری عمر میں کتنا فرق ہے۔"

اس نے بہت مشکل سے اپنے غصے کو قابو کیا تھا۔

" کیوں؟۔۔۔ ہاں، کیوں نہ بولوں؟۔۔۔ سچ سن کر مرچیں لگ رہی ہیں۔ ارے مجھے تو اسی وقت شک ہو گیا تھا دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ جب یہ اُسے اپنی باہوں میں لئے اندر لایا تھا۔ زرا ہمت تو دیکھو کیسے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمارے سامنے فلم چلا رہے ہیں دونوں۔ توبہ توبہ۔" اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے وہ ملامت زدہ انداز میں بولیں تھیں۔ جس پہ ہادی قدم بہ قدم چلتا اپنی شعلہ برساتی آنکھیں ان پہ جمائے ان کے بالکل سامنے آکھڑا ہوا۔ اس کے انداز پہ سب ہی حیران ہوئے تھے۔ خود ان خاتون کے قدم بھی لڑکھڑائے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ ہوتی کون ہیں کسی کے کردار پہ کیچڑ اچھالنے والی۔ آپ کو یہ حق دیا ہی کس نے کہ آپ میرے یا کسی بھی لڑکی کے کردار پہ کیچڑ اچھال کر اُن کے بارے میں فرضی کہانیاں بنا کر مشہور کریں۔" اب کہ اس کا لہجہ سرد اور مکمل آنچ دیتا تھا۔

شکر تھا حور کی طبیعت زیادہ خراب ہوتے دیکھ کر فاطمہ بیگم المان کے ساتھ مل کر پہلے ہی اسے کمرے میں لے جا چکی تھیں، جو ایک طرح سے اچھا ہی تھا۔ لیکن کبریٰ بیگم اور حمزہ کے خیالات جان کر انہیں صدمہ لگا تھا، ایک وقت تھا کہ انہی لوگوں کی زبان حور عین میری بیٹی حور عین میری بیٹی کہتے نہ تھکتی تھی۔ اور اب لفظوں کے جو تیر وہ چلا رہے تھے تیمور فاروقی وہ سہہ نہ پا رہے تھے۔ وہ صوفے پہ بیٹھے ایک طرف ڈھے سے گئے تھے۔ ان کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا، اب یہ کہنا مشکل تھا کہ وہ سفید پریشانی سے پڑے تھے یا حیرانی سے۔۔۔ انہوں نے ماضی میں ہوئے واقعے کے بعد اگر کسی سے تعلق رکھا تھا تو وہ یہی تھے اور انہوں نے ہی اِن کی پیٹھ پیچھے چھُرا گھونپ دیا تھا۔

" میں کوئی کہانی نہیں بنا رہی۔ جو دیکھا بس وہی کہا۔ کہانی تو تم لوگ بنا رہے ہو اگر تم سچے ہوتے تو تم اکیلے اس کو چھوڑنے نہ آتے بلکہ کوئی لیڈی کانسٹیبل ضرور تمہارے ساتھ ہوتی۔"

ہادی اپنے آپ کو تمام سوالات کے لئے پہلے ہی تیار کر کے لایا تھا مگر بات اس کے کردار تک پہنچے گی یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

" ماشاءاللہ سے کافی باریک بین اور سمجھدار خاتون واقعہ ہوئی ہیں۔ جو دوسروں پہ کیچڑ اُچھالنے کے چکر میں اپنے گھر کا کیچڑ ہی فراموش کر چکی ہیں۔ "

اس نے کٹیلی نظروں سے پیچھے کھڑے حمزہ کی جانب دیکھا۔

"کیا مطلب؟۔۔۔ کیسا کیچڑ؟۔۔۔ تمیز سے بات کرو لڑکے۔ ہم عزت دار لوگ ہیں۔" ہادی کے چہرے پہ جتاتی مسکراہٹ رینگی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سیر ئسلی؟۔۔۔ عزت دار؟۔۔۔ چلیں پھر آپ کے اپنے بارے میں روشن خیالات کو تھوڑا اور روشن کئے دیتا ہوں' لیکن پہلے میں تیمور فاروقی صاحب سے کچھ کہنا چاہوں گا۔" اپنی بگڑتی حالت کو سنبھالتے تیمور فاروقی متوجہ ہوئے تھے۔

"نہایت افسوس کے ساتھ کہوں گا سر۔ اتنا پڑھ لکھنے کے بَعد بھی آپ معاشرے سے ڈرتے ہیں، صرف اِس لئے کہ آپ کی بیٹی پہلے بھی اغواء ہو چکی ہے۔ آپ نے اس کے دوبارہ اغواء ہونے کی رپورٹ درج نہیں کرائی اور اُلٹا اس کی شادی ایک اشتہاری سمگلر کے ساتھ کر رہے ہیں۔ پہلے صرف سُنا تھا لیکن آج دیکھ بھی لیا اکثر والدین کے لئے اُن کی بیٹیاں واقعی بوجھ ہوتی ہیں۔"

اس نے جیسے بہت دکھ سے تیمور صاحب سے شکوہ کیا تھا۔ جو حیران نظروں سے اِس کے پیچھے کھڑے حمزہ اور اس کے باپ کو دیکھ رہے تھے جو اس پورے قصے میں کب سے چپ تھے۔ یہ بات ان کے لئے کسی دھماکے سے کم نہ تھی۔ ان کی حیرانگی سے ہادی کو صاف اندازہ ہو گیا تھا وہ اس بات سے لاعلم ہیں۔

"کیا بکواس ہے یہ۔" حمزہ جو کب سے خاموش بیٹھا تھا ایک دم دھاڑا۔

" تم مجھ پہ بغیر کسی ثبوت کے اتنا بڑا الزام کیسے لگا سکتے ہو آفیسر۔"

"ریلکس مسٹر حمزہ یزدانی زرا تمیز کے ساتھ، کیونکہ آپ کی اماں بھی بغیر کسی ثبوت کے ہی دوسروں پہ الزام لگا رہی ہیں۔ پر میں اُن سے بہت بہتر ہوں ثبوت ہیں میرے پاس۔" اس نے جیب تھپک کے اشارہ کیا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اینڈ بائے داوے نائس ٹو میٹ یو ایک زمانے سے بہت اشتیاق رہا ہے مجھے آپ سے ملنے کا۔۔۔ اور دیکھیں اللہ کی کرنی۔۔۔ کبھی نہیں سوچا تھا کہ اتنی اچانک اور جلدی ملاقات ہو بھی جائے گی۔ اور جہاں تک بات ہے ثبوت کی تو۔۔۔"

بڑے دوستانہ انداز میں بولتے اس نے جیب سے موبائل نکالتے سکرین تیمور کے سامنے کی۔ جہاں حیدر سے ابھی دو منٹ پہلے ہی حاصل کی گئی پوری رپورٹ سامنے کُھلی تھی۔

"ٹھیک اگلے لمحے پولیس موبائل کا سائرن گونجتا سنائی دیا تھا تھا اور تھوڑی دیر بعد پولیس وردی میں ملبوس حیدر اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل بھی تھی۔ جو اس نے سلیوٹ مارنے کے بعد ہادی کو تھمائی اور ہادی کے اشارے پہ ہتھکڑی پکڑے حمزہ کی طرف بڑھا۔ اس کی والدہ جو کچھ دیر پہلے کروفر کے ساتھ کھڑی دوسروں پہ کیچڑ اچھال رہی تھی۔ اب پولیش کی منتیں کر رہی تھیں کہ اُن کے بیٹے کو چھوڑ دیا جائے۔

پولیس کے چلے جانے کے بعد تیمور فاروقی اپنے دوست عماریزدانی اور ان کہ زوجہ سے مخاطب ہوئے تھے۔

"وہ رہا دروازہ برائے مہربانی اب آپ جاسکتے ہیں۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

"جس وقت اِس کی آنکھ کُھلی صبح کے دس بج رہے تھے۔ آنکھ کُھلتے ہی اِسے اجنبی جگہ کا احساس بڑی شدت سے ہوا تھا۔ جب دماغ نے کام کرنا شروع کیا تو وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھی۔

"یا اللہ۔۔۔ میں اتنی دیر سوتی رہ گئی۔ سب کیا سوچتے ہوں گے۔"

باہر سے آتی ہلچل کی آوازیں صاف اِس بات کی اطلاع دے رہی تھیں کہ سب جاگ چکے ہیں اور صرف یہی تھی، جو خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔

جب سے وہ گاؤں سے واپس آئی تھی، اتنی لمبی اور پر سکون نیند ایک رات بھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ نئی جگہ پہ تو اس کو ویسے بھی نیند نہ آتی تھی اور یہاں وہ اتنی دیر کیسے سوتی رہی، یہ تو صرف اللہ ہی جانتا تھا۔۔۔

جس وقت وہ باہر آئی سب باتوں میں مصروف تھے۔ اِس کو آتے دیکھ کر سب کی قینچی کی طرح چلتی زبانوں کو ایک دم بریک لگا تھا، صاف پتا چلتا تھا کہ سب اِس کو دیکھ کر ہی چُپ ہوئے ہیں۔

"آپ اٹھ گئیں بھابھی؟۔۔۔ نیند صحیح سے آئی تھی؟۔۔۔" سب سے پہلے شایان نے ہی خاموشی کو توڑ کر بات کا آغاز کیا۔ اتوار ہونے کی وجہ سے سب گھر پہ تھے اور ناشتے کے لئے اسی کا انتظار تھا۔

زمان مصطفیٰ نے خاص اِس کے لئے شایان کو اندرون لاہور (والڈ سٹی لاہور) سے ناشتہ لینے بھیجا تھا۔ یہ علاقہ لاہور کا سب سے قدیم علاقہ جانا جاتا تھا۔ جو ناشتے اور کھانے پینے کے اعتبار سے کافی مشہور تھا، اسے اندروں شہر بھی کہا جاتا تھا۔ زندہ دلانِ لاہور کا اِس کے بارے میں ایک بڑا مشہور مقولہ ہے (جِنے لاہور نہیں ویکھیا او جَمیا ای نہیں)۔ جس کا اندازہ اب ہوسٹل کی زندگی سے نکلنے کے بعد شفاء کو بخوبی ہو رہا تھا۔ واقعی اب اُسے سمجھ آیا تھا لاہوریوں کو زندہ دل کیوں کہا جاتا ہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

سب کاموں سے فارغ ہو کر زیان اور شایان اِسے گھر دکھانے لگ گئے تھے۔

یہ تین منزلوں پہ بنی ایک خوبصورت عمارت تھی۔ گھر کے اندر داخل ہو تو ایک راہداری آتی تھی جس کے ایک طرف چھوٹا سا مگر خوبصورت لان بنایا گیا تھا ساتھ میں پلاسٹک کی کرسیاں اور میز بھی رکھی گئی تھیں۔ آگے آؤ تو سب

سے پہلے ایک بڑا سا ہال کمرا تھا جس کے ایک جانب زمان مصطفیٰ کا کمرا تھا اور دوسری جانب ایک اور کمرا تھا جس میں شایان اور زیان رہتے تھے۔

ہال کے دہنی جانب ایک راہدری سی تھی اس سے اندر جاؤ تو اوپر کی طرف جاتی سیڑھیاں نظر آتی تھیں۔ اوپر دائیں جانب ایک گیسٹ روم تھا اور اِس کے بالکل سامنے ہی جبریل کا کمرا تھا۔ جہاں رات میں شفاء ٹھہری تھی۔ جبریل کے کمرے کے ساتھ ہی ایک کمرا اور بھی تھا جو جبریل کے کمرے سے ہی بھی تھا اور بطور اسٹڈی استعمال کیا جاتا تھا۔ اِس میں بہت سے معروف ادیبوں کی کتابوں کے علاوہ میڈیکل، جرنلیزم اور بزنس کی بھی بہت سی نئی اور پُرانی ایڈیشن کی کتابیں رکھی گئی تھیں۔ تیسری منزل پہ دو کمرے اور بھی تھے جو کسی کے استعمال میں نہ تھے اور غیر ضروری سامان وغیرہ رکھ کر ایسے ہی بند پڑے تھے۔

ناشتے سے فارغ ہوتے ہی وہ زمان صاحب سے بات کر کے اپنا سامان دوسرے کمرے میں شِفٹ کرا چکی تھی جو کہ پہلے کمرے کے سامنے والا ہی تھا اور اب شفاء الہیٰ سب کے ساتھ بیٹھی ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

اِس گھر میں کوئی عورت نہ تھی مگر پھر بھی اِس گھر کا ایک ایک کونا اِس گھر میں رہنے والوں کی سلیقہ مندی کا منہ بولتا ثبوت تھا اور ان کے مطابق کبھی کوئی ماسی بھی کبھی نہیں رکھی گئی تھی۔ (اور یہ حکم بھی ان کے بِگ بی کا تھا نجانے یہ شخص عورت ذات سے اتنا ان سکیور کیوں ہے)

" خیر مجھے کیا۔" اس نے لاپروائی سے اپنے کندھے جھٹکے۔

شفاء کے آنے کی سب سے زیادہ خوشی حدید کو ہوئی تھی۔ ابھی بھی وہ حدید کی کسی بات پہ ہنس رہی تھی جب اسے سعد ان کی یاد شدت سے آئی۔

"دادا جان ہم اپنی شفاء کو کسی ایسے لڑکے سے بیاہیں گے جس کی کوئی بہن ہی نہ ہو، اور کوئی ہماری گڑیا پہ نندوں والا رُعب بھی نہ جھاڑ سکے۔ "

" آمین۔" اس بات پہ شفاء خوشی سے چہکی تھی جسے دیکھتے سعدان نے اس کے سر پہ چپت لگائی تھی۔

اس وقت شفاء نے زیبو کی بہن کا قصہ سعدان کو سنایا تھا۔ جس پہ سعدان نے ہنس کر دادا جان سے کہا تھا جواباً شفاء نے اونچی سی آواز میں آمین بولا تھا۔

اور واقعی اکثر ہمارے منہ سے نکلی ہوئی آمین کو اللہ تعالیٰ کتنی جلدی قبول کرتے ہیں اور ہمیں اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ جو ہمیں مل رہا ہے وہ ہماری ہی دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔

اِس نے اپنی آنکھوں کے نم گوشے صاف کرتے ہوئے حدید کو اپنے بالکل ساتھ لگایا۔

ٹی۔وی پہ ٹاک شو کو سننے میں مصروف شایان کا سارا دھیان شفاء کی جانب تھا۔ وہ شفاء کا کھونا اور پھر چونک کر آنسو صاف کرنا غور کر چکا تھا۔

ٹی۔وی پہ اشتہار آنے کے بعد وہ بھی انہی کے پاس چلا آیا اور اب باتوں باتوں میں بہت نامحسوس انداز میں باتوں کا رُخ شفاء کے ماضی کی جانب کر چکا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اسے سعدان اور دادا کی یاد میں دکھی دیکھ کر شایان اسے کہے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"بھابھی رشتے صرف خون کے نہیں احساس کے بھی ہوتے ہیں اگر احساس ہو تو اجنبی بھی اپنے ہو جاتے ہیں اور اگر احساس نہ ہو تو اپنے بھی اجنبی۔۔۔ ہمارا خون کا نہ سہی مگر احساس کا رشتہ ضرور ہے۔ اور یہ رشتہ خون پہ بھی حاوی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ میرا وعدہ ہے آپ سے کہ آپ ہمیں ہمیشہ اپنی طرف ہی پائیں گی۔ آپ نے اپنے رشتوں کو کھویا

ہے۔ ہَم آپ کو وہ رشتے تو نہیں لوٹا سکتے اور نہ ہی اُن کی جگہ لے سکتے ہیں مگر اتنی کوشش ضرور کر سکتے ہیں کہ آپ کی آنکھوں میں اِس گھر کے مکینوں کی وجہ سے کبھی آنسو نہ آئے اور بے شک وہ مکین ہمارا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ ابھی وہ آپ کی زندگی میں آکر بھی نہیں آیا۔ اس لئے ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن اگر آپ کی زندگی میں آکر اس نے آپ کو آنسو دیئے تو ہمیں آپ ہمیشہ ہمارے بھائی کے نہیں بلکہ اپنے ساتھ پائیں گی۔ اس نے صرف آپ کو ہی نہیں ادھورا رکھا' بلکہ وہ خود بھی ادھورا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے کس مقام پہ کھڑا ہے وہ اس سے ابھی خود بھی ناواقف ہے۔ وہ بہت حساس، گہرا اور اپنی ذات میں اُلجھا انسان ہے۔ بابا جان کہتے ہیں بالکل امی پہ گیا ہے۔ پاگل ہے، ہر بات دل پہ لے لینے والا۔ لیکن آپ فکر نہ کریں وہ جیسا بھی ہے وہ وفا نبھانا جانتا ہے۔ اسی لئے تو آپ سے بے خبر ہو کر بھی اتنا بے خبر نہیں ہے جتنا وہ دوسروں کو ظاہر کراتا ہے۔ مجھے کئی بار کہہ چکا ہے کہ بابا سے کہو اگر شفاء کی مرضی ہے تو اُسے اپنے ساتھ لاہور لے آئیں۔ وہ وہاں گاؤں میں اکیلی کیسے رہیں گی مگر ہم بھی پھر اپنے نام کے پکے ہیں. کسی نے نہیں بتایا اور نہ ہی اتنی جلدی بتانا ہے کہ آپ تو کب کی لاہور آچکی ہیں۔۔۔"

اپنے بھائی کا ذکر کرتے شایان کے چہرے پر الگ ہی رنگ تھے۔ جن میں محبت، عزت اور مان کیا کچھ نہ تھا۔ یہ سب بتا کر شفاء کے لئے وہ ایک نیا باب کھول چکا تھا۔ سوچوں کا ایک نیا بھنور۔۔۔

شایان جس طرح آکر بیٹھا تھا اسی طرح اٹھ کر بھی چلا گیا تھا۔ مگر شفاء کے لئے سوچوں کا نیا بھنور تعمیر کر گیا تھا۔ اب اسے اُس شخص کی واپسی کا شدت سے انتظار تھا۔ وہ ڈر جو پہلے جبریل کے واپس آجانے پہ اکیلے رہ جانے کا سوچ کر اسے لگتا تھا۔ اب وہ کافی حد تک کم ہو گیا تھا۔ اب اسے اپنے سوالوں کے جواب چاہیے تھے۔ اس گھر میں آکر وہ اپنے آپ کو بہت مضبوط سمجھنا شروع ہو چکی تھی۔ یا ایک ہی دم میں اِن رشتوں نے اسے مضبوط بنا دیا تھا۔ وہ یہ سوچنے پہ مجبور ہوئی تھی کہ یہ رشتے ضرور اس کی کسی نیکی کا صلہ ہیں، اس کی کوئی بن مانگی دعا تھی جو اِن رشتوں کی صورت میں قبول ہوئی ہے۔ اگر اس رب نے اِس سے ایک بھائی لیا تھا تو اس کی جگہ کتنے بھائی اور بھی دیئے تھے۔ شایان، زیان، حدید

اور ہادی۔۔۔وہ ہادی کو کیسے بھول سکتی تھی وہی تو تھا جس نے اس کے سر پہ سب سے پہلے بھائیوں کی طرح پیار دیا تھا۔ اس کے لئے اندھیروں میں جلتے دیے کی طرح امید کی کرن بنا تھا،وہ کرن جسے انصاف کہتے ہیں۔

اپنے دکھوں اور تکلیفوں میں وہ بہت سی چیزوں کے ساتھ وہ یہ بھی بھول چکی تھی کہ اس کے بھائی کی موت حادثاتی نہیں بلکہ سوچا سمجھا قتل تھا۔

آخر کون تھے وہ لوگ جنہوں نے میرے بھائی کا قتل کیا تھا؟۔۔۔اور کیوں کیا تھا انہوں نے قتل؟۔۔۔آخر کیا دشمنی تھی اُن کی بھائی کیساتھ؟۔۔۔

یہ سب سوال وہ تھے جو مسلسل اِس کے دماغ میں گردش کر رہے تھے مگر ان کے جواب اِس کے پاس نہیں تھے۔

ایک دم اِس کے دماغ میں جھماکا سا ہوا تھا۔ جیسے کچھ یاد آیا ہو،اب اسے جلد اَز جلد ہادی کو آگاہ کرنا تھا۔

* * * * * * * * * * * *

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم ہوش میں تو ہو؟۔۔۔"

"سوری سر۔"پہلے آدمی نے شرم اور ڈر کی ملی جلی کیفیت کے تحت سر جھکا دیا۔

"سر پوری عمارت آگ کی وجہ سے جل کے راکھ ہو چکی ہے۔ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی پولیس وہاں پہنچ کر کاروائی شروع کر چکی تھی اور اُن کا کہنا ہے کہ آگ شورٹ سرکٹ کے باعث لگی۔"اب کی بار دوسرے آدمی نے سر جھکا کر تفصیل بتائی۔

"پولیس کیا کہتی ہے مجھے یہ نہیں سننا،تم لوگ جو کہہ رہے ہو وہ جانتے بھی ہو کہ کیا کہہ رہے ہو؟۔۔۔کتنا نقصان ہوا ہے ہمارا تمہیں اندازہ بھی ہے؟۔۔۔"

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب

دُراب شاہ نے غصے سے سامنے ٹیبل پہ رکھے تمام شو پیسز جو اس نے باہر سے منگوائے تھے زمین پہ پھینک کر توڑ ڈالے تھے۔

"اور وہ لڑکی؟۔۔۔" اُسے ایک دم سے لڑکی یاد آئی تھی۔ جس پہ سامنے کھڑے شخص نے شرمندگی سے نظریں جھکا کر نفی میں سر ہلایا۔ اس کا مطلب سمجھ کر وہ ایک دم چیخا تھا۔

"میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ اس کا خاص خیال رکھنا مگر تم لوگ ایک کام ڈھنگ سے نہ کر سکے۔"

آدمی کو گریبان سے تھامے وہ ایک دم دھارا تھا۔ اس کے تاثرات اور آنکھوں میں دہکتے شعلوں کو دیکھ کر سامنے کھڑے شخص نے بہت مشکل سے الفاظ ڈھونڈے۔

"س۔۔ر۔۔۔ سر ہم کچھ نہیں کر سکتے پولیس کو پتا لگ گیا ہے۔ یہ عمارت کسی دھندے کے طور پہ اِستعمال کی جاتی رہی ہے اور وہاں سے ملنے والے لوگوں کی جلی ہوئی لاشیں۔۔۔ اُن کو بھی اسی دھندے کا حصہ سمجھا گیا ہے۔ سب بچے جل چکے ہیں اور جو بچے ہیں وہ برن سینٹر میں پولیس کی بھاری نفری کے نگرانی میں ہیں۔ اُس نئے ایس۔ پی نے یہ کیس خصوصاً اپنے ہاتھوں میں لیا ہے اور سب کچھ وہ ذاتی طور پہ دیکھ رہا ہے۔ شام تک ٹی۔ وی پہ بھی خبر نشر کر دی جائے گی۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس آدمی نے تو اپنی بات کہہ دی تھی لیکن دراب شاہ کو دیکھ کر لگتا تھا جیسے اُس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

"میں نے جو پوچھا ہے اُس کا جواب دو۔۔۔ وہ لڑکی کہاں ہے؟۔۔۔" وہ اتنی زور سے دھارا تھا کہ سامنے کھڑے شخص کی آواز ڈر کے مارے گلے میں ہی رہ گئی۔ اس کو جواب نہ دیتا دیکھ کر دُراب شاہ آگے بڑھا اور اب دوسرے آدمی کا گلہ دبانے کے انداز میں پکڑ کر ایک بار پھر دھارا۔

"بتاؤ وہ لڑکی کہاں ہے؟۔۔۔۔"

"جج۔۔۔جج۔۔۔جل گئی۔۔۔"اس آدمی کو وہیں کانچ کے ٹکڑوں پہ دھکیل کر وہ آگے بڑھا تھا۔

"نہیں وہ ایسے نہیں مر سکتی۔پیسہ لگا ہے میرا اس پہ پیسہ۔۔۔وہ ایسے کیسے مر سکتی ہے۔"خود کلامی کے انداز میں بولتے اس نے اپنا سر ہاتھوں میں تھاما تھا۔

****

سیڑیاں اترتا مسلسل وہ کسی سے فون پہ گفتگو کر رہا تھا۔

"مجھے ایک ایک بندے کی ڈیٹیل چاہیے، یہ آگ کیسے لگی، کب لگی، کتنے مرے، کتنے بچے اور کتنے زخمی ہوئے سب کچھ۔۔۔۔"

فون کی دوسری جانب کچھ کہا گیا تھا جس پہ وہ ایک دم بھڑک اٹھا۔

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔۔۔۔ تمہیں پولیس کی وردی اِس لئے نہیں پہنوائی تھی کہ تم اُن کے غلام بن جاؤ، کیسے بھی کر کے مجھے سب ڈیٹیلز پہنچاؤ ورنہ تمھارا خرچہ پانی بند۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کو اصل پریشانی شیخ کا سوچ سوچ کر ہو رہی تھی۔وہ ڈیل فائنل کر چکا تھا۔پچھلی دفعہ ہونے والی غلطی کے بعد وہ شیخ کو راضی کرنے میں بہت مشکل سے کامیاب ہوا تھا۔لیکن شاید خوش نصیبی دراب شاہ کی طرف آتا راستہ بھول چکی تھی، ساری پلاننگ کے باوجود اس بار بھی وہی ہو چکا تھا جو پچھلی بار ہوا تھا۔جب شیخ تک وہ لڑکی نہ پہنچے گی تو کیا ہو گا؟۔۔۔اگر وہ شیخ کو تصویر نہ دکھا چکا ہوتا تو وہ کوئی بھی لڑکی بھیج دیتا، اس کے پاس لڑکیوں کی کمی نہ تھی مگر ان میں سے ایک بھی لڑکی اس جیسی نہ تھی۔

* * * * * * * * * * *

کینیڈا کے موسم کا بھی بے وفا محبوب کی طرح کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ پل میں تولہ تو پل میں ماشہ، ایک پل یہاں دھوپ چمک رہی ہوتی تو اگلے ہی پل بارش کی پُھوار آپ کو بھگونے لگتی۔ اِس وقت بھی یہاں کچھ ایسا ہی منظر تھا۔ ابھی جب وہ کتاب بند کر کے اندر آیا تھا تو باہر دھوپ تھی اور اب رِم جِھم نے اِس کے اندر کی طرح اِس کا باہر بھی بھگو ڈالا تھا۔ اس نے بالکونی پہ پڑے اپنے دُھلے کپڑے اتارے اور اندر چلا آیا۔ اِس وقت اسے اپنے بھائی شدت سے یاد آئے تھے۔ ایک تو وہ اللہ اللہ کر کے کپڑے دھوتا تھا اور جب دھوتا ہی تھا تو ہمیشہ یہی ہوتا تھا۔ اس سے تو اچھا ہے وہ کپڑے دھوئے ہی نا۔۔۔ اس نے کُڑھ کے سوچا۔ اگر اِس وقت وہ پاکستان میں ہوتا تو اپنے بھائیوں کی اِس لاپروائی پہ اُنہیں کھڑی کھڑی سناتا۔ اس کے بھائی اس سے کتنا پیار کرتے ہیں یہ وہ ہمیشہ سے جانتا تھا مگر جب سامان میں سے ان کی دی ہوئی چیزیں نکلیں تو بے اختیار اِس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ اُن کی دی ہوئی یہ کتاب وہ کتنی بار پڑھ چکا تھا۔ ابھی بھی بالکونی میں بیٹھے وہ یہی پڑھ رہا تھا۔ یہ کتاب اسے جس نیت سے دی گئی تھی۔ وہ یہ بھی جانتا تھا۔ ہر بار یہ کتاب پڑھتے ہوئے اِس کا ضمیر اسے نئے سرے سے ملامت کرتا تھا۔ وہ ضمیر کی عدالت میں کھڑا تھا، بحیثیتِ مجرم، جہاں ہارنے کا خوف اسے قدم بڑھانے سے روکتا تھا، وہیں روشنی کی کرن بھی تھی جو اسے قدم بڑھانے پہ مجبور کرتی تھی لیکن اِس کا ڈر و خوف اتنا تھا کہ وہ ڈر و خوف روشنی کی کرن کو بھی ڈھانپ دیتا تھا۔

SafaReadAdab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اور یہاں پہ جبریل مصطفیٰ بھول جاتا تھا کہ مایوسی گناہ ہے۔

یہ بات قرآن میں بھی بار بار بیان فرمائی گئی ہے۔

"کہا، ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے۔ آپ نہ امید نا ہوں۔ "

(سورۃ الحجر:55)

"اور اللہ کی رحمت سے گمراہ لوگوں کے علاوہ کون ناامید ہوتا ہے۔"

(سورۃ الحجر:56)

"بے شک اللہ کی رحمت سے تو کافر قوم ہی مایوس ہوتی ہے۔"

(سورۃ یوسف:216)

شاید ہادی ٹھیک تھا یہ سپیشلائزیشن صرف ایک بہانہ تھی۔ وہ صرف حقیقت سے بھاگ رہا تھا۔

ایک جیتی جاگتی حقیقت سے، جو اِس کی زندگی کا حصہ، اِس کی ذمہ داری اور اِس کی عزت تھی۔ ہادی کہتا تھا۔

" جبریل' پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں ہوتیں ضروری نہیں گاؤں کی ہر عورت مِثال یزدانی جیسی ہی ہو۔۔۔ ضروری نہیں ہر زبردستی کے رشتے کا انجام ایسا ہی ہو۔ ضروری نہیں ایسی شادیاں کبھی پروان نہ چڑھیں۔ ضروری تو یہ ہے آپ نے اپنا کتنا بیسٹ دیا۔ تمہاری نظر میں یاور ایک دردناک مثال ہے۔ اور میری نظر میں میرا بھائی خوبصورت جیت کی مثال ہے۔ اس نے اپنی آخری سانس تک زندگی کو اپنا بیسٹ دیا۔ اسی لئے تو اس کی آخری سانس کسی غیر کے ہاتھوں، اندھیری سڑک پہ گڑے، کربناک صورت میں نہیں نکلی بلکہ کسی اپنے کے بازوؤں میں ایک پرسکون مسکراہٹ کے ساتھ نکلی تھی۔ "

"تم جِسے پرسکون مسکراہٹ کہتے ہو ہادی وہ مسکراہٹ مجھے راتوں میں سونے نہیں دیتی۔ مجھے وحشت ہوتی ہے۔ اپنے آپ سے اپنے ان ہاتھوں سے ان بازوؤں سے۔ جن میں اُسے تھام کر بھی میں اُس کی تکلیف کم نہ کر پایا تھا۔"

وہ کرب سے آنکھیں میچتا واپس حال میں لوٹا تھا۔

مثال یزدانی نے جو یاور خان کے ساتھ کیا۔ وہ جبریل کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ اِس کے بھائیوں جیسے دوست نے اِس کے ہاتھوں میں اپنی جان دی تھی، اور وہ ایک ڈاکٹر ہونے کے باوجود بھی اپنے دوست کو نہ بچا سکا۔ یاور خان کی موت نے صرف یاور خان کو ہی نہیں مارا تھا بلکہ جبریل مصطفیٰ کا دل بھی مار دیا تھا۔ گاؤں کی بے سہارا عورت جس کے سر پہ اس کے دوست نے عزت کی چادر ڈالی تھی۔ اس نے اُسی شخص کی جان و عزت کو اتنی بے دردی سے پامال کر دیا۔ اگر جبریل کے بس میں ہوتا تو وہ مثال یزدانی کا نام صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دیتا۔ وہ جب بھی اپنی زندگی میں آگے بڑھنا چاہتا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے یاور کا مردہ اور مثال کا گھناؤنا چہرہ آ جاتا۔ اس کو اپنا آپ بالکل یاور کے مترادف لگتا۔ جب اس کو بابا جان نے نکاح کا کہا تھا اس کو ایسا لگا وہ جبریل نہیں وہ یاور ہو۔ وہ ان سب سے بھاگ کر بہت دور آ گیا تھا۔ لیکن جب اس کے دماغ میں ہادی کے الفاظ گونجتے۔

"ہم کسے ایک کے کئے کی سزا کسی دوسرے کو نہیں دے سکتے جبریل۔۔۔" تو اس کا تمام غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا اِس لمحے اسے اپنا آپ مجرم لگتا تھا اور یہ کتاب پڑھنے کے بَعد تو وہ صحیح معنوں میں اپنی نظروں سے گر جاتا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی بار بار اسے پڑھتا تھا شاید گرنے کے لئے ہی۔۔۔ یا پھر جھکنے کے لیے۔۔۔

* * * * * * * * * * * * *

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شفاء کا رشتہ ان لوگوں کے ساتھ مزید سے مزید گہرا ہو رہا تھا۔ گھر کا سارا نظام اب اسی کے ہاتھوں میں ہوتا۔ وقت کے ساتھ وہ اِس گھر کی اہم فرد بنتی جا رہی تھی اور بن بھی چکی تھی اور اِس میں سب سے زیادہ ہاتھ اس گھر کے مکینوں کا ہی تھا۔ اِن سب نے مل کر شفاء کو بہت حد تک بدل ڈالا تھا۔ اب شفاء وہ خاموش شفاء نہ رہی تھی بلکہ ہر شرارت میں ان کا بھرپور ساتھ دینے والی واپس وہی چنچل شفاء بن چکی تھی۔ جو کبھی اپنے بھائی اور دادا کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔

وقت نے بھلے ہی اس کی زندگی میں موجود رشتوں کا خلا پر کرنے کی کوشش کی ہو مگر پھر بھی وہ سعد ان کو انصاف دلانے کی کوشش کرنا نہ بھولی تھی۔

ہسپتال میں اس کی ڈیوٹی آج کل دوپہر کی تھی۔ کچن کی ذمہ داری اُس نے اپنے سر اٹھا رکھی تھی اسی لئے جانے سے پہلے وہ سب کے لئے کھانا بنا کر جاتی اور رات اِس کے آتے ہی گرم گرم کھانا ٹیبل پہ سجا ہوتا۔ اگر شفاء ان کا خیال کرتی تھی تو وہ اِس سے بھی بڑھ کر اِس کا خیال کرتے تھے۔ کھانے کے بَعد وہ حدید کی پڑھائی کو فائنل ٹچ دیتی۔ یہ جانے بغیر کہ وہ انجانے میں ہی جبریل کی ڈیوٹی پوری کر رہی تھی۔

اس وقت بھی وہ سب کے ساتھ بیٹھی میچ دیکھ رہی تھی۔ ویسے تو اِسے میچ میں کوئی خاص دلچسپی نہ تھی مگر یہ پاکستان سُپر لیگ تھا، اِس میں تو دلچسپی یقینی سی بات تھی۔

" بھابھی آپ کس ٹیم کو سپورٹ کر رہی ہیں؟۔۔۔" میچ میں محو زیان نے پاپ کارن منہ میں ڈالتے پوچھا تھا۔ جس پہ شفاء نے فخریہ انداز میں اسلام آباد یونائٹڈ کا نام لیا۔ اسلام آباد پہ زیان اور شایان دونوں نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا۔

"مانا کہ آپ کا تعلق اسلام آباد سے ہے مگر اب آپ شادی شُدہ ہیں اور اپنے شوہر کے گھر ہیں تو یہ ثانیہ مرزا والا رول تو نہ پلے کریں ناں۔" اس نے مُنہ کے زاویئے بگاڑ کر جیسے شفاء کی پسند کو مکمل طور پہ ناپسند کیا تھا۔

"اِس میں ثانیہ مرزا والا کیا رول بھلا؟۔۔۔ جب میرا بچپن ہی سارا اسلام آباد کے گاؤں میں گزرا، میں پیدا ہی وہاں ہوئی، تو میں کیوں نہ اپنے شہر کو سپورٹ کروں۔۔۔ ویسے بھی میرے شہر کی ٹیم ہمیشہ فائنلز میں جاتی ہے۔"

اپنے آبائی شہر کا ذکر کرتے اس کے لہجے میں خاصا فخر اترا تھا۔ جو اِس کے دیوروں کو نک بھایا تھا۔

"اچھا چلیں۔۔۔ایک بات تو بتائیں شادی کے بَعد عورت کا اصل گھر کون سا ہوتا ہے؟۔۔۔"سوال کرنے والا شایان تھا۔

"ظاہر ہے شوہر کا گھر۔۔۔"جواب بدو بدی آیا تھا۔

"اچھا۔۔۔اور شادی کے بَعد عورت کا مرنا جینا کس گھر میں ہوتا ہے؟۔۔۔"

"ظاہر ہے وہ بھی شوہر کے۔۔۔"وہ ہونقوں کی طرح منہ کھولے بیٹھی اس کے سوال پر غور کرتی رہی۔سامنے بیٹھے زمان مصطفیٰ ان کی نوک جھونک سے محفوظ ہو رہے تھے۔وہ سب سمجھ رہے تھے کہ اب اُن کے بچے کیا بات کہیں گے۔

"تو اب یہ کہ۔۔۔اسلام آباد آپکا میکہ تھا اور لاہور آپ کا سسرال ہے اور جب شادی کے بَعد لڑکی کا اصل گھر سسرال ہی ہوتا ہے،اس کا جینا مرنا سب سسرال میں ہی ہوتا ہے تو اب آپ کو بھی اپنے اصل گھر کا ہو جانا چاہیئے اور اِسی کا ساتھ دینا چاہیئے نہ کہ پرائے گھر کا۔"

مزید پانچ منٹ کی بحث کے بَعد شفاء کو ہی ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے تھے۔

"اچھا بھئی لاہور ہی جیتے گا اب خوش؟۔۔۔"اس نے جیسے ہار مانی تھی۔وہ انہیں خاموش کرانے کے لئے کہہ تو چکی تھی مگر دِل ہی دل میں وہ ابھی بھی اسلام آباد کی جیت کے لئے دعا گو تھی۔

" ایسے تھوڑی بولتے ہیں صحیح سے بولیں لاہوڑ۔"

تو میں نے بھی تو یہی بولا ہے "لاہور۔۔۔۔"

اس نے ان کے پیچھے پھر دوہرایا۔

اوہو۔۔۔ایسے نہیں پہلے پورے لاہوریوں والے انداز میں بولیں لاہوڑ.... پھر ہی ہمیں یقین آئے گا آپ بھی لاہوری بن گئی ہیں۔

اب کہ حدید بھی میدان میں اترا۔

"چلیں بس اتنا بول دیں۔۔۔لوہور لوہور اے۔۔۔"

"بھلا اب یہ کیا کیا بات ہوئی؟۔۔۔"وہ بدمزہ ہوئی۔

"ارے بولیں ناں لوہوڑ لوہوڑ اے۔ "

"لاہوووور لاہوووور اے۔"

"ارے یار ہو کو لمبا نہیں کرنا بس ر کو ڑ بولنا ہے۔خالص لاہوریوں کے انداز میں زرا۔۔۔اب بولیں لاہور۔زرار کو کڑور کے بولنا۔"

"یہ تو ویسے میں نے پہلی بار سُنا ہے کہ ایسے بولتے ہیں۔"شفاء زچ ہوئی تھی۔

"چلیں کوئی بات نہیں۔سن تو لیا ناں'تو اب شاباش بولیں بولیں۔"وہ بضد تھے۔

پانچ منٹ کی کوششوں کے بعد بالآخر وہ کامیاب ہو ہی گئی تھی۔

"لوہوڑ لوہوڑ اے۔۔۔۔"ان سب نے بھی اس سے بُلوا کے ہی چھوڑا۔

"چلیں اب میچ دیکھیں اور اپنی ٹیم کے لئے دعا کریں کہ جیت قلندرز کی ہو۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بیٹا جو بھی جیتے، چاہے اسلام آباد یا لاہور۔ جیتے گا تو اپنا پاکستان ہی ناں۔" ان لوگوں کو شفاء کو زچ کرتے دیکھ کر زمان مصطفیٰ نے مداخلت کی تھی۔

"یس آف کورس بابا جانی' جو بھی جیتے۔ جیتے گا نیا پاکستان۔۔۔ وہ گانا گانے کے اسٹائل میں گنگنایا تھا جسے چپ کراتے شایان بولا تھا۔

"آپ کی بات اپنی جگہ ٹھیک ہے بابا جان' مگر کمپٹیشن بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور اگر ایسے الگ الگ ٹیمیں نہ ہوں تو گیم کا اصل مزہ ضائع ہو جاتا ہے۔ شایان نے اپنی جگہ سو فیصد درست بات کی تھی۔

اور پھر میچ کے اُخروی لمحات میں وہی ہوا جس کی شفاء کو نکال کر باقی سب نے دعا کی تھی۔ گیم کے آخری دو اوروں میں بالکل اچانک سے قلندرز کا قلندروں والا جلال جاگا تھا اور پھر وہ چھکوں پہ چھکے اور چوکوں پہ چوکے مارے کہ آخر کار جیت لاہور کے حصے ہی آئی۔ اس موقع پہ شفاء ان سب کی خوشی دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ لاسٹ بال پہ جیسے سب سانس روکے زبان پہ زکر رکھے تھے۔ یہ سب اِس کے لئے حیران کن تھا۔ اب اہور کی جیت پہ سب ایک دوسرے کے گلے ایسے مل رہے تھے، جیسے ابھی ابھی عید کی نماز پڑھ کر یا حج و عمرہ کر کے آئے ہوں۔۔۔

یہ سب شفاء کے لئے نیا تھا۔ اسے یہاں آ کر بہت کچھ سیکھنے کو ملا تھا اور اس میں سے ایک چیز چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو دل سے منانا بھی تھا۔ اپنی سب تکلیفوں کو کچھ لمحوں کے لئے بھُلا کر خوشیوں کے اِن خوبصورت لمحات کو کھُل کر دل سے جینا۔ جیسے کہ ابھی لاہور کے جیتنے پہ سب اتنا خوش تھے جبکہ جانتے بھی تھے اگلے میچ میں لاہور کی ہار یقینی ہے۔ اِس بات پر زیان نے کہا تھا۔

"اچھے کی امید رکھ کر اپنے آج پہ خوش تو ہوا جا سکتا ہے ناں' ویسے بھی خوش ہونا اُن چیزوں میں سے ایک ہے۔ جس پہ ابھی تک ہماری حکومت نے ٹیکس نہیں لگایا۔" زیان کی باتیں بھی اُسی کی طرح بے تکی ہوتی تھیں مگر کسی نہ کسی حد تک اس کی باتوں میں وزن بھی ہوتا تھا۔

"اسلام و علیکم !۔۔۔ پروگرام پاکستان کی آواز کے ساتھ میں ہوں آپ کا میزبان شایان مصطفیٰ۔۔۔" ہمیشہ کی طرح آج بھی اِس نے اپنے شو کا آغاز اُسی پُرجوش انداز میں کیا تھا جو اس کی شخصیت کا خاصا تھا۔

" جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ کل پورے پاکستان اور دنیا بھر میں خواتین کا عالمی دن بہت جوش و خروش سے منایا گیا ہے۔ تو ہمارا آج کا پروگرام بھی دنیا کی تمام ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے خراج کے لئے رکھا گیا ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں اُسے ؟۔۔۔ ہاں دیر آید مگر درست آید تو ہمارا شو بھلے ہی تاخیر سے ہے مگر درست ہے۔ آج کے ہمارے شو میں اُن عظیم عورتوں کی عظمت پہ بات کی جائے گی جو اِس دُنیا میں اپنے نام کا لوہا منوانے میں لگی ہوئی ہیں۔

جب ہَم بات کرتے ہیں اپنا نام منوانے کی تو اُن کو تو سب جانتے ہیں۔ جو روز روز اخباروں، نیوز چینلز اور میگزینز کی سرخیوں میں سر فہرست ہوتی ہیں لیکن ایسے میں ہم اُن خواتین کو بھول جاتے ہیں۔ جو اِن کا سپورٹ سسٹم ہوتی ہیں۔ جی بالکل وہی' جو ان سب کی کامیابیوں کہ وجہ ہوتی ہیں۔۔۔ ہر ملک میں کچھ ایسی خواتین بھی ہوتی ہیں جو اپنے گھر کی چار دیواری میں بیٹھے اپنے ملک کے لئے بہت سے کام کر رہی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے دن رات ایک کر کے نامی گرامی کمپنیز اور برانڈز کے لئے کام کرتی ہیں۔ ساری رات سلائی کڑھائی پہ لگی رہتی ہیں۔ ان کے ہاتھ اور انگلیاں انہی کاموں سے

رہ جاتے ہیں۔ کمر ٹوٹ جاتی ہے۔۔۔ اور جانتے ہیں بدلے میں ان کو کیا ملتا ہے؟۔۔۔ نو سے دس ہزار کی ماہانہ اُجرت۔۔۔ پھر اِسی اجرت پہ، جس پہ اُنہیں مہینہ چلانا ہوتا ہے۔ برانڈز اور کمپنیز کے مالک دوسرے ملکوں میں جا کر اپنا نام بناتے ہیں۔ اُن کا کام اور نام دونوں مشہور ہوتا ہے۔ لوگ اُن کی بنی مصنوعات پسند کرتے ہیں، مانگ بڑھتی ہے، چیز مہنگی ہوتی ہے، منافع بڑھتا ہے، گھر بیٹھی اُن عورتوں کا کام بھی بڑھتا ہے مگر نہیں بڑھتی تو اُن کی تنخواہ۔۔۔ اور جو لوگ ان کے کام کو پسند کرتے ہیں کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ در حقیقت یہ کام ہے کس کا۔ کوئی اُس برانڈ یا کمپنی کی اصل وجہ جاننے کی کوشش نہیں کرتا، کیونکہ کوئی اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا اور یہ صرف ہم خریدار ہی نہیں بلکہ کبھی وہ وجہ یعنی وہ عورت خود بھی اپنی اصل پہچان کو جاننے کی کوشش نہیں کرتی۔

کہا یہ جاتا ہے کہ عورت کسی بھی معاشرے یا گھر میں ریڑھ کی ہڈی کا کام سرانجام دیتی ہے۔ ایک عورت سے ہی کامیاب معاشرہ پروان چڑھتا ہے، وہ اپنی جان سے کھیل کر اپنی اولاد کو پیدا کرتی ہے اور اپنی بھوک پیاس بھول کر اُسے کھلاتی ہے، پالتی ہے مگر ایسا کیوں ہے کہ اسی عورت کو اُس کی وہی اولاد جس کے لئے وہ اپنی ذات تک کو فراموش کر دیتی ہے۔ سڑک پہ لا کر پھینک دیتی ہے۔ جب اس کو سب سے زیادہ اپنی اولاد کی ضرورت ہوتی ہے تو وہی اولاد اُسے بے آبرو کر دیتی ہے۔

اسی طرح آج ہم اپنے شو میں عورت کو پیش آنے والے مسائل میں سے کچھ مسائل اور ان کے حل پہ روشنی ڈالیں گے۔ اس سلسلے میں آج ہمارے ساتھ موجود ہیں ملک کی بہت ہی قابل، بہت ہی حمبل اور مایاناز سماجی کارکن میڈم غزالہ ظہور۔۔۔"

اس وقت جبریل کو اپنا بھائی ایک کامیاب نیوز چینل پہ ایک کامیاب شو کی میزبانی کرتا' کہیں سے بھی شرارتی سا شایان نہیں لگ رہا تھا۔ اسے لائیو ٹی وی پہ دیکھتے ہوئے جبریل کی آنکھوں میں اِس کے لئے ڈھیر سارا پیار بھر آیا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اُڑ کے پاکستان پہنچے اور اپنے بھائیوں کو گلے لگا لے۔

اس نے ایک ہاتھ میں پکڑے ریموٹ سے ٹی وی کی آواز اونچی کی اور دوسرے ہاتھ میں موجود کافی کا مگ لبوں سے لگایا۔ آج کا شایان کا شو اپنے معمول کے وقت سے ہٹ کر تھا۔ آگے پیچھے جبریل اُس کے شو کی ٹائمنگ سے واقف ہوتا تھا مگر اس کے پاس دیکھنے کا وقت نہ ہوتا تھا۔ آج وہ ڈیوٹی سے فارغ تھا تو ریموٹ پکڑے چینل سرفنگ کرنے لگا جب اپنے بھائی کی شکل دیکھتا ایک دم سے ٹھہر گیا۔

غزالہ ظہور کوئی پینتالیس سے پچاس سال کی عمر رسیدہ خاتون تھیں۔ جن کے لہجے میں ایک منفرد اثر، ٹھہراؤ اور مٹھاس تھی۔ ایسا اثر جو مقابل کی توجہ اپنی جانب مبذول کرنے کا ہنر جانتا تھا۔ کچھ ایسا ہی جبریل کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ وہ بہت انہماک سے اس خاتون کی بات سننے لگا تھا۔ جو کہہ رہی تھیں۔

"میری نظر میں عورت ہونا بھی ایک بلند درجہ ہے۔ عورت کو سب سے زیادہ عزت دینِ اسلام سے ملی ہے۔ خود اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس کے نام ایک مکمل سورۃ نازل فرما ڈالی اور اِسے رحمت تک قرار دے دیا۔ عورت کا رتبہ اتنا بلند ہے کہ اگر وہ ماں ہے تو اس کے پیروں تلے جنت ہے، بیٹی ہے تو اللہ کی رحمت ہے، بیوی ہے تو عہدِ وفا ہے، بہن ہے تو دوست ہے اور اگر دوست ہے تو راز دار اور زخموں کی دوا ہے۔ لیکن ان سب میں ایک چیز ہے کردار۔۔۔ بعض لوگ عورت کے کردار اور عزت کو ساتھ جوڑ دیتے ہیں مگر نہیں ان کے معنی دو الگ ہیں۔ کردار عورت اپنا خود بناتی ہے اچھی اور بُری راہ کو اپنا کر۔۔۔ جبکہ عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے عزت دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ ایک عورت عزت کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی ہے یہاں تک کہ اس کے لئے ہر رشتے سے زیادہ ضروری ہی

عزت ہوتی ہے۔ عزت کے لئے کوشش عورت کرتی ہے باقی سب اللہ کا کام ہے اور بے شک اللہ محنت رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ کردار اور عزت کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ کردار ہی عورت کی عزت کی اصل کُنجی ہوتی ہے، اس کی عزت کا ستون۔۔۔ کردار کچھ چیزوں سے مل کر بنتا ہے، جس میں سیرت عورت کی خوبصورتی ہوتی ہے، حیا اس کا زیور پوتا ہے اور رہی محبت۔۔۔ تو محبت کو تو اللہ عزوجل نے ویسے ہی عورت کے خمیر میں گوندر کھا ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح رحم کرنا بھی عورت کی فطرت میں ہوتا ہے۔ اور اس سب میں عجز و انکساری عورت کی نشانی ہے۔ یہاں ایک اور چیز ہوتی ہے جو عورت کے کردار کو پختہ کرتی ہے وہ ہے اس کا رویہ ہوتا ہے۔ اس کا رکھ رکھاؤ، اس کا انداز، کس سے کیسے بات کرنی ہے اور کس کو کتنی حدود میں رکھنا ہے۔ کسی نامحرم سے عورت کے رویے کے اعتبار سے قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں کہا ہے۔

"اے نبی کی بیویوں! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو، تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دِل میں روگ ہو وہ کوئی بُرا خیال کرے اور ہاں قائدے کے مطابق کلام کرو۔"

(ال_احزاب:32)

یہاں پہ اللہ نے مخاطب اگرچہ ازواج مطہرات کو کیا ہے۔ جنہیں امہات المومنین قرار دیا گیا ہے۔ مگر اندازِ بیان سے صاف واضح ہے کہ مقصد پوری امتِ مسلمہ کو سمجھانا اور متنبہ کرنا ہے، کہ مردوں سے گفتگو کرتے ہوئے قصداً اپنا لب ولہجہ ایسا اختیار کرو کہ نرمی اور لطافت کی جگہ سختی اور روکھا پن ہو۔ تاکہ تمہارے لہجے کی نرمی کی وجہ سے کوئی تمھاری طرف مائل نہ ہو اور اس کے دِل میں برا خیال آئے۔

یقین جانئے یہ سب چیزیں مل کے عورت کو ایک خوبصورت ترین کردار کی مالکن بنا دیتی ہیں۔ عورت ظاہری طور پر جتنی بھی خوبصورت کیوں نہ ہو لیکن مرد کو بیوی کے طور پر وہی عورت چاہیئے ہوتی ہے جس کا باطن بھی ظاہر کی طرح

ہی خوبصورت ہو۔ مگر افسوس کی آج کی اکثر عورتیں یہ نہیں سمجھتیں۔ اگر ہم آج کی عورتوں کے حقوق و آزادی کی بات کریں تو آج کی عورت کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ ایک حصے میں وہ عورت جو اپنے گھروں میں ہی مقید رہتی ہے جسے اپنی پہچان بنانے کی بھی اِجازَت نہیں ہوتی، اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کسی کے بھی ساتھ کرادی جاتی ہے۔ اس سے اس کی مرضی پوچھنا تک بھی گوارہ نہیں کیا جاتا۔ اگر لڑکی اپنے فیصلے اپنے والدین پر چھوڑ بھی دے تو اس وقت بھی لڑکی کے سرپرست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ایک بار وہ اس کے رضامندی معلوم کرے۔ یہ لڑکی کا حق ہے جو اس کو دین نے دیا ہے، ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دیا ہے۔ جس کی عملی مثال تک انہوں نے خود پیش کی۔

جب حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) نبی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالی عنہ) کے لئے سوالی بن کر آئے تھے تو ان کی آمد کے مقصد کی اطلاع پہلی ہی ہمارے نبی ﷺ کو ہو چکی تھی، اللہ کا حکم آ چکا تھا، فیصلہ ہو چکا تھا مگر پھر بھی ہمارے نبی ﷺ نے کیا کِیا مثال قائم کی، کس کے لئے؟۔۔۔ ہمارے لئے۔ اور کیسے کی؟۔۔۔ انہوں نے حضرت علی کو صرف ان شاء اللہ کہا اور اٹھ گئے۔ رشتے کے لئے ہاں نہیں کی۔ صرف ان شاء اللہ کہا، حکم آنے کے باوجود حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کو صرف ان شاء اللہ کہا اور اُٹھ کر اپنے جگر کے ٹکڑے کے پاس گئے اور پوچھا « اے فاطمہ علی کا رشتہ آیا ہے ہاں کر دوں؟ » اور ان کی رضامندی کے بَعْد انہوں نے حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کو ہاں میں جواب دیا۔ تو جب ہمارے نبی ﷺ نے اپنی بیٹی سے پوچھے بِنا ہاں نہیں کی اور کیوں نہیں کی صرف اِس لئے کہ اُن کی امت اپنی بیٹیوں سے پوچھے بنا یہ فیصلے نہ کرے تو پھر کیوں آج کے والدین اپنی اولاد سے یہ ایک چھوٹا سا سوال کرتے ہوئے اپنی عزت کم ہوتی محسوس کرتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے نبی ہو کر پوچھا، تو ہم لوگ ایک گناہ گار بندہ ہو کر کیوں نہیں پوچھتے کیوں عیب سمجھتے ہیں، جب بیٹیاں اپنے والدین کا مان پورا کرنے کے لئے خوشی سے ہاں کرتی ہیں تو والدین کو بھی چاہیئے کہ اپنے بچوں کے سر پہ محبت بھرا ہاتھ رکھ کے صرف

ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اتنا پوچھ لیں « بیٹا کیا تم اِس رشتے سے خوش ہو؟ » یقین جانیئے ایسے میں آدھی سے زیادہ بیٹیاں تو ماں باپ کا مان پورا کرنے کے لئے ہی ہاں کر دیتی ہیں۔۔۔ اور یہی ہیں وہ عورتیں جو اپنی خواہشات کسی کو بتائے بغیر اسی دُنیا میں چہرے پہ مسکراہٹ رکھ کر جی رہی ہیں۔ پھر عورتوں کی ایک قسم یہ بھی ہے جو گھروں سے روزی کمانے نکلتی ہیں۔ اپنے گھر والوں کے لئے، اپنے چھوٹے بہن بھائیوں اور بچوں کو پالتی ہیں۔ وہ باہر ہر طرح کی صورتحال کو فیس کرتی ہیں اور اُس کا ڈٹ کر مقابلہ بھی کرتی ہیں پھر مرد کے شانہ بشانہ کام بھی کرتی ہیں۔ وہ اس بات کا عملی ثبوت پیش کرتی ہیں کہ عورت کسی سے کم نہیں۔۔۔ اللہ نے اُسے بہت بلند مرتبہ بنایا ہے۔ اُسے ایک وقت میں بہت سی ذمہ داریاں اٹھانے کا ہنر سکھایا ہے۔

عورت ایک وقت میں بہت سی جنگوں کا اکیلے مقابلہ کر رہی ہوتی ہے اور کوئی یہ جان بھی نہیں پا رہا ہوتا کہ وہ ایسا کرتے کیا محسوس کرتی ہے۔ عورت گہری ہوتی ہے' بہت گہری' سمندر سے بھی زیادہ۔۔۔ ایک ورکنگ وومن اپنے کام کی جگہ سے لے کر گھر تک کے تمام مسائل کا مقابلہ خود کرتی ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ اکثر لوگ عورت کے کام کرنے کو اچھا کیوں نہیں سمجھتے۔ اُس کا کھاتے بھی ہیں اور اُسی کو باتیں بھی کرتے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں ایک ورکنگ وومن کو جن مسائل کا سامنا ہے اُس میں سب سے بڑا مسئلہ ہراساں کرنا ہے۔ ہمارے معاشرے میں گھر اور باہر دونوں مقامات پہ عورت کو ذہنی اور جسمانی طور پہ ہراساں کرنا بہت عام سا ہوتا جا رہا ہے۔ پھر جب عورت اپنی آواز اُٹھاتی ہے تو کہا جاتا ہے قصور ہی اس کا ہے۔ یہ گھر سے نکلی ہی کیوں؟۔۔۔ پیسہ کمانا اس کا نہیں مرد کا کام ہے۔ آج میرا ایسی بات کرنے والے ہر انسان سے ایک سوال ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ ہماری اماں خدیجۃ الکبریٰ کا پیشہ کیا تھا؟۔۔۔ اور اُن کا اسلام میں مقام کیا تھا؟۔۔۔ وہ ایک بزنس وومن تھیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے پیارے نبیﷺ تک کو خود ہائر کیا تھا۔ اور پھر خود ہی النا پروپوزل بھی بھجوایا تھا۔ اسلام عورت کو ہر طرح سے مضبوط بناتا ہے۔ اگر آپ اسلام کی تاریخ سے واقف ہیں تو اس قسم کی تنگ نظری کیوں؟۔۔۔

ADAB BEING THE STRING OF YOUR LIFE

پھر آتی ہوں میں عورتیں کی اُس قسم کی جانب جو اپنے ہر فیصلے میں خود مختار ہیں۔ وہ اپنے فیصلوں میں مکمل آزاد ہیں۔ جس کا اندازہ ہمیں کل کی عورت مارچ سے بخوبی ہو چکا ہے۔ کل عورت مارچ میں جو ہوا مجھے اسے خصوصی ہائی لائٹ کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی وہ کوئی بہت ہی خوبصورت فعل تھا جسے ہم بار بار ہیڈ لائنز میں بتائیں۔ وہ مذاق تھا۔ جو ہمارے معاشرے کی سستی فیمینسٹ کمیونٹی نے مل کر عورت کا اڑایا تھا اور مجھے بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ وہ سب کی سب اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئیں۔

آپ نے سنا ہو گا کہ اچھائی برائی کو کور کر لیتی ہے۔ ڈھانپ دیتی ہے مگر یہ معاملہ صرف اللہ کی عدالت میں ہوتا ہے۔ وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔ وہ چاہے تو کسی کی چھوٹی سی نیکی سے اس کے سب گناہ دھو ڈالے اور اگر چاہے تو کسی کے ایک گناہ سے ہی اس کی پکڑ کر لے۔ مگر دُنیا میں اِس کا اُلٹ ہوتا ہے یہاں برائی اچھائی کو کور کر لیتی ہے۔ یعنی اس پہ پردہ ڈال دیتی ہے۔ جب کوئی انسان اچھے کام کرتا ہو اور وہ کوئی بُرا کام کرے تو سب اس کو اس کی بُرائی سے ہی یاد کریں گے اور اچھائیوں کو پسِ پشت ڈال دیں گے۔ اور یہی ہماری بربادی کا علمیہ ہے۔ ہم کسی کو موٹیویٹ کریں نہ کریں ڈی گریڈ لازماً کریں گے۔ اسی طرح یہاں اس عورت مارچ میں بھی ہوا، کچھ لوگوں نے اچھا کام کیا حق کی آواز کو بلند کیا مگر افسوس کے بُرائی نے ان کو چُھپا دیا اور آج پوری دُنیا پاکستانی عورت مارچ میں ہونے والی لبرل قسم کی برائی ریپریزنٹ کر رہی ہے جبکہ اسی مارچ میں اچھائی کرنے والے بہت پیچھے چُھپ گئے ہیں کیونکہ یہی اِس دُنیا کا اصول ہے۔ یہ کسی کی ایک برائی کو پکڑ کے اُس کی تمام اچھائیوں کو بھی برائی میں بدل دیتی ہے جبکہ آخرت میں ایسا نہیں ہو گا وہاں آپ کو ہر عمل کا حساب دینا پڑے گا۔

یہ اتنی لمبی تمہید باندھنے کا مطلب صرف اتنا تھا کہ آج کی عورت نہایت آزاد و خود مختار ہے وہ آج سے پیچھے نوّے کی دہائی والی عورت نہیں رہی۔ جس کے سر پہ اَٹھّارہ سال کے ہوتے ہی، بندوق رکھو اور نکاح پڑھوا کے رخصت کر دو۔

آج کی عورت اپنا حق جانتی ہے اور اِسے منوانا بھی جانتی ہے۔ اُس کے پاس صحیح اور غلط دونوں چوائسس موجود ہوتی ہیں۔ اب یہ اُس پر ہے، وہ کس راہ پہ چل کر سب کو اپنی بات ماننے پہ مجبور کرتی ہے۔ اب چاہے وہ سڑک پہ مارچ کرے یا بھوک ہڑتال۔۔۔"

"تو میم آپ کے خیال میں یہ کیا ہے؟۔۔۔ صحیح یا غلط؟۔۔۔ ایسے سڑک پہ نکل کر اپنے مطالبات منوانا آپ کیا سمجھتی ہیں اِس بارے میں؟۔۔۔" شایان کا انداز نہایت سنجیدہ تھا۔

"نکلیں۔۔۔ ضرور نکلیں وہ باہر، اپنے حق کی آواز بلند کرنے لئے اس زمانے میں آپ کو نکلنا ہی پڑتا ہے ورنہ کوئی آپ کی نہیں سنتا اور نہ آپ کو انصاف ملتا ہے۔ لیکن۔۔۔۔ میں پھر وہی کہوں گی کہ حق کے لئے نکلیں انصاف کے لئے نکلیں۔۔۔ کیونکہ اکیلی عورت کو شاید دنا کمزور سمجھے مگر جب ایک کے ایک مل جائے تو وہ گیارہ کی طاقت رکھتی ہیں۔۔۔ آج اِس نئے پاکستان میں عورت اِس مقولے کو جھٹلا کر جھوٹا ثابت کر دے کہ عورت ہی عورت کی دشمن ہوتی ہے بلکہ اِس نئے پاکستان میں عورت ایک نئی سوچ کو پیدا کرے اور سب پہ ظاہر کر دے کہ عورت ہی عورت کا سہارا ہوتی ہے اور جب عورت مضبوط سہارا بن جائے تو اسے کوئی نہیں ہرا سکتا۔

میرے خیال میں عورت باہر نکلے اور اپنے ساتھ ساتھ اُن لڑکیوں کے لئے بھی آواز اٹھائے جنہیں آج بھی گاؤں کی پنچائیتوں میں ونی کر دیا جاتا ہے۔ ان عورتوں کے لئے آواز اٹھائے جنہیں چھوٹی عمر میں ہی پڑھائی چھڑوا کر لوگوں کے گھروں میں دن رات کام کرنے پہ ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ ابھی پچھلے دنوں ہی کا ایک واقعہ گزرا ہے۔ جس میں گھر کی مالکوں نے مل کر بچی کو اتنا مارا کہ آج وہ بچی ذہنی و جسمانی طور پہ مفلوج ہو چکی ہے۔ تو خدارا اپنی آواز اٹھائیں اور ضرور اٹھائیں آپ کی آواز کو کوئی نہیں دُبائے گا۔ آپ کی اُٹھی ہوئی ایک آواز ہی تو کسی بے سہارا کی امید ہو سکتی ہے۔ مگر پلیز اپنی آواز کو حق کے لئے بلند کریں۔ ان ماؤں کے لئے جو سڑکوں پہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ راتیں

گزارتی ہیں، اُن ماؤں کے لئے جن کے بچے بڑھاپے میں ہی اُنہیں اولڈ ہاؤس چھوڑ آتے ہیں، ان بچیوں کے لئے جو بات بات پہ سسرال والوں کی مار اور زیادتیاں برداشت کرتی ہیں، ان بچیوں کے لئے جو جہیز نہ دینے پر گھروں میں بیٹھی ہیں۔ ان بچیوں کے لئے جنہیں زیادتی کا شکار ہونے کے بَعد بد کردار لڑکی کا ٹیگ لگا کر گھروں سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔ جبکہ عزت و کردار اِن بچیوں کا خراب نہیں ہوتا بلکہ یہ تو اُن بھیڑیوں کا خراب ہوتا ہے جو یہ ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔ اُن بچیوں کو تو انصاف کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے وقت میں آپ کی آواز کی ضرورت ہوتی ہے، آپ کے سہارے کی ضرورت اور ایک عزت دار چھت کی ضرورت اور جیسے کہ میں اس پروگرام کے شروع میں ہی بتا چکی ہوں کہ آج کے اس نئے زمانے میں کردار اور عزت بھی دو الگ معنی رکھتے ہیں مگر افسوس کہ اکثر لوگ یہ بات نہیں سمجھتے۔ آج بڑے بڑے محلوں میں بہت سے بد کردار لوگ عزت کے ساتھ رہ رہے ہیں اور چھوٹے چھوٹے گھروں میں بہت سے اعلیٰ کردار والے انصاف اور عزت کی جنگ لڑنے پہ مجبور ہیں۔" وہ عزت اور کردار میں فرق بھی بہت خوبصورتی سے بیان کر گئی تھیں۔

پروگرام کا وقت ختم ہوتا دیکھ کر بار بار اسے ایئر پیس میں پروگرام کو وائنڈ اپ کرنے کا حکم دیا جا رہا تھا۔

"معاف کیجئیے گا غزالہ جی، مگر مجھے آپ کی بات یہیں پہ روکنا پڑے گی۔ پروگرام کا وقت ختم ہونے والا ہے اور مجھے بار بار پیچھے سے پروگرام وائنڈ اپ کرنے کا کہا جا رہا ہے مگر گفتگو اتنی مفید ہے کہ مجھے روکتے اچھا بھی نہیں لگ رہا۔ خیر کیا، کیا جا سکتا ہے۔"

اس نے اپنے اَزلی معصوم انداز میں سامنے بیٹھی نفیس شخصیت کی مالک خاتون سے معذرت کی۔ جس پہ انہوں نے شفقت سے سر ہلا دیا۔

" پروگرام کے اِختتام پہ اللہ حافظ کہنے سے پہلے عورتوں کے عالمی دن کے موقع پہ میں ایک بات کہنا چاہوں گا ہم چار بھائی ہیں۔ ہماری کوئی بہن نہیں اور نہ ہی ہماری ماں ہے۔ عورت کی انسان کی زندگی میں کیا اہمیت ہے۔ یہ بات ہم بہت اچھے سے جانتے ہیں۔ ہم چھوٹے سے تھے جب ہماری اماں ہم پہ بہت بڑی ذمہ داری ڈال کر چلے گئی تھیں۔ ماں کیا ہوتی کوئی اُن سے پوچھے جس کی نہیں ہے، بہن کی محبت کیا ہوتی کوئی اُن سے پوچھے جن کی نہیں ہے۔ عورت جس بھی رشتے میں ہو انمول ہوتی ہے۔ اُس کی قدر کریں، اس کو عزت دیں۔ میں پاکستان بھر کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو دل سے سلام پیش کرتا ہوں۔ آپ جہاں بھی ہیں، جیسی بھی ہیں اور جو بھی ہیں، جس بھی رشتے میں ہیں۔ آپ انمول ہیں۔۔۔ آپ عظیم ہیں۔ اس لئے میری آپ سے درخواست ہے۔ خدارا آپ بھی اپنی عظمت کا خیال رکھیں اور اپنی اصل پہچان کو پہچانیں۔۔۔ اور بالکل اخیر میں 'میں اپنی زندگی میں موجود اُس واحد اور عظیم عورت کو سلام پیش کرنا چاہوں گا۔ جس نے ہر مشکل اور پریشانی میں صبر کی مثال پیش کی۔ آپ سب حیران ہو رہے ہوں گے میں اپنی ذاتی زندگی کا حوالہ پروگرام میں کیوں کھینچ کر لا رہا ہوں، تو اُس کی وجہ صرف اتنی ہے کہ میں اچھائی کو سراہنے کا قائل ہوں۔ اور میں دوسروں سے بھی یہی چاہتا ہوں کہ آپ بھی دوسروں کو سراہیں جو آپ کے لئے اہمیت رکھتے ہیں انہیں اُن کی اہمیت کا احساس دلائیں۔ اس میں جھجکیں مت۔ جب آپ کسی کی برائی کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتے تو اچھائی کو سراہنے میں بھی محسوس نہ کریں۔ یقین کریں سراہا جانا بہت تقویت بخش ہوتا ہے۔ اس سے اگلے کے حوصلے مزید بلند ہوتے ہیں کہ اس کی محنت رائگاں نہیں جا رہی۔۔۔ اور اپنی زندگی میں موجود اُس عورت کو میں یوں اپنے شو میں اس لئے سلام پیش کر رہا ہوں۔

"Because She deserves this. "

ٹی وی کے سامنے بیٹھے جبریل کی طرح اپنے گھر میں عافیہ کے ساتھ بیٹھی مٹر چیلھتی ہدیٰ بھی حیران ہوتے ایک دم سنجیدگی سے شایان کو سُننے لگی۔

" اور وہ عورت ہے ہماری ماں جیسی بھابھی، اور اُن کے لئے اتنا کرنا تو ہم بھائیوں کا فرض اور اُن کا حق ہے۔۔۔ میں نے سنا تھا جب بھابیاں گھروں میں قدم رکھتی ہیں، رشتے بِکھر جاتے ہیں۔ ہم بھائی کی شادی کے بعد سے اس بات کو سوچ کر بہت ڈرتے تھے مگر جب سے ہماری بھابھی نے ہمارے گھر میں قدم رکھا ہمارے رشتے مزید مضبوط ہو گئے۔ جس سے ہم پہ ظاہر ہوا کہ رشتے خون سے نہیں وفا سے بنتے ہیں۔

شکریہ بھابھی ہمارے گھر میں آنے کا اور آکر ہمارے مکان کو گھر بنانے کا۔ ہماری شرارتوں کو برداشت کرنے کا۔ سلام ہے ہر اُس عورت پہ جس کے سب رشتے ختم ہو گئے مگر اس نے ایک رشتے کی وجہ سے بننے والے سب رشتوں کو دِل سے قبول کیا اور ان کے ساتھ وفا نبھائی اور بدلے میں کچھ مانگا بھی نا۔۔۔" اس نے ماتھے پہ اپنا ہاتھ لے جا کر سلیوٹ کیا اور اجازت مانگی۔

" پروگرام کا وقت کیوں کہ ختم ہوتا ہے تو اب ہم کل ملیں گے اپنے اصل وقت پاکستان کی کچھ اہم سیاسی شخصیات کے ساتھ اور بات کریں گے پاکستان میں بڑھتے مسائل کے بارے میں۔۔۔ اور اگر۔۔۔ آج کے شو میں 'میں نے آپ کو بور کیا ہو یا زیادہ سر کھایا ہو تو اس کے لئے معزرت، اب لیتے ہیں ہم اجازت ملیں گے کل اپنے معمول کے وقت پہ اللہ نگہبان۔۔۔ "

شو کو ختم کرتے ہی اُس نے کان میں موجود آلہ اتارا جس میں اس کا پروڈیوسر اتنا وقت لینے پہ نان سٹاپ لعن تعن کرنے میں مصروف تھا۔ جو چیز شایان کے شو کو سب سے منفرد اور دلچسپ بناتی تھی وہ تھی اس کی چٹکلیاں جو یہ اپنے ہر پروگرام میں اکثر چھوڑتا رہتا تھا چاہے سامنے کوئی سیاست دان بیٹھا ہو یا اپوزیشن کے کارکن۔۔۔ اور اسی چیز نے اس کے شو کو بہت جلد کامیابی کی بلندیوں تک پہنچا دیا تھا۔

پروگرام ختم ہوتے ہی ٹی وی پہ کمرشل آنا شروع ہو چکے تھے۔ شفاء نے اپنی آنکھوں سے نکلنے کو بے تاب تشکر بھرے آنسو واپس اندر اتارے۔ جانے سے پہلے شایان سب کو اِسپیشَل کہہ کر گیا تھا کہ آج کا شو کوئی مِس نہ کرے۔ اسی لئے وہ اور بابا ساتھ بیٹھے شو دیکھ رہے تھے۔ جبکہ زیان یونیورسٹی اور حدید سکول میں تھا۔

زمان مصطفیٰ کا ہاتھ اپنے سر پہ ٹھہرتا محسوس کر کے اس نے اپنے گیلی پلکیں اوپر کو اٹھائیں۔

"He is right Beta you deserve this."

۞۞۞۞۞۞۞۞۞

شایان کی دھماکہ خیز خبر سے سنبھلتے ہی سب سے پہلا کام جبریل نے ہادی کو فون کھڑکانے کا کیا تھا۔

دوسری جانب دوسری بیل پہ ہی فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"زہے نصیب، زہے نصیب۔۔۔ آپ کا فون آیا خدا کی قدرت، ہم کبھی موبائل کو تو کبھی اس کی اسکرین پہ جگمگاتے آپ کے نام کو دیکھتے ہیں۔"

"استغفر اللہ ہادی کچھ شرم کرو۔ تم نے تو بچارے شعر کی مت مار کے رکھ دی ہے۔"

"کچھ یہی حال خوشی کے مارے میرے دِل اور دِل میں موجود شریانوں کا ہے۔۔ اب روز دن میں دس بار تمھارا رضا کے بجائے مجھے فون آئے گا تو کہیں خوشی سے میری شریانیں ہی نہ بند ہو جائیں۔"

اس نے بھی بِھگو کے ٹھنڈی جگت ماری تھی۔

"یہ عورتوں والی جیلیسی اور طعنے مارنے کی عادت تم میں کب سے آ گئی؟۔۔۔"

"جب سے طعنوں والی کے طعنے ختم ہوئے۔"

"اُوہ۔ تو یہ بات ہے۔" اب جیسے جبریل نے دور کی کڑی جوڑی تھی۔

"ہاں بس کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔"

"اوہ کھوتیا۔ پھر تو اسے بتا کیوں نہیں دیتا۔"

"حق ہاہ۔۔۔ کیا بتاؤں اُسے؟۔۔۔" اس نے لمبی آہ بھری۔

"یہی کہ ماہ بدولت اِس دو نمبر میسی کا دو نمبر دِل آپ کی ان دو نمبر آنکھوں پہ آ گیا ہے۔" جبریل کا اشارہ حور کی آنکھوں پہ لگے موٹے موٹے نظر کے چشمے پہ تھا۔ جس پہ ہادی مسکرا دیا۔

"ہاں تا کہ وہ اپنی اُنہی دو نمبر آنکھوں سے مجھے قتل کر دے۔" اس بار لہجہ طنزیہ تھا۔

"ہادی تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟۔۔۔" اس کے ایک سوال میں کئی سوال پوشیدہ تھے۔ جس کی ہادی کو زرا بھی سمجھ نہ آئی۔

"نہیں بھلا میں تم سے کیوں کچھ چھپاؤں گا۔ تم مجھے بتاؤ۔ کسی لڑکی ورکی کے چکر میں تو نہیں پر گئے ناں؟۔۔۔ جو پاکستان آنے کا نام ہی نہیں لے رہے۔" اس نے ایک دم بات پلٹی تھی۔ اس کی بات پہ جبریل نے بھی بات بدلی اور بدو بدی بولا۔

"ہاں کچھ ایسا ہی سمجھو لڑکی ہی ہے۔ لیزہ نام ہے اُس کا، ہے بھی مسلم، اب تو خود ہی سوچ ایک تو گوری اوپر سے مسلمان۔۔۔" وہ جیسے مزے لیتے ہادی کو بتا رہا تھا۔

"واٹ نان سینس۔۔۔" دوسری جانب بستر پہ اُلٹا لیٹا ہادی ایک دم اچھل کے سیدھا ہو بیٹھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے ناں جبریل پتر۔"

جبریل نے بڑی مشکل سے اپنا قہقہ دُبایا تھا۔

"یار میں کیا کروں۔ اُس کو پیار میں دھوکہ ملا ہوا ہے۔ وہ رُوتی ہے تو مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔"

"اور اپنی بیوی کو جو روتا چھوڑ کے گئے ہو وہ؟۔۔۔ اُف جبریل!۔۔۔ ایک کام کرو پہلی فلائٹ پکڑتے ہی پاکستان پہنچو۔ جہنم میں گئے تمہارے ہسپتال کے پروجیکٹ، مجھے اب تم پہ زرا یقین نہیں رہا۔"

اب کے جبریل سے اپنا چھت پھاڑ قہقہ قابو کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو گیا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے یار مزاق کر رہا تھا کوئی لیز اویزا نہیں ہے یہاں۔ میں بس تمہیں تنگ کر رہا تھا دیکھنا چاہ رہا تھا کتنی جلدی بولتے ہو اپنی منہ بولی بہن کے حق میں۔۔۔"

"شرم کر جبریل، وہ بیوی بھی ہے تیری۔۔۔"

"اچھا بتاؤ تم نے میرا کام کیا؟۔۔۔" جبریل نے فوراً بات بدلی۔

"یار وہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ میں نے بہت کوشش کی مگر مثال یزدانی کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ سمجھ نہیں آتی اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا لیکن فکر کی بات نہیں جب تک میں اُسے پکڑ نہیں لیتا میں بھی سکون سے بیٹھنے والا نہیں۔ میں نے اپنے جاننے والے دو، تین ایجنٹس سے بھی بات کر رکھی ہے۔ جیسے ہی کوئی سراغ ملے گا میں اپنا کام شروع کر دوں گا۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کتنی عجیب بات ہے ناں ہادی' میں ایک ڈاکٹر ہو کر اپنے دوست کو بچا نہ سکا، اور تم ایک پولیس آفیسر ہو کر اپنے دوست کے قاتل نہ پکڑ سکے۔"

بات نے ایک دم سنجیدگی کا رُخ موڑا تھا۔

"جبریل؟۔۔۔"

"ہاں؟۔۔۔"

"کیا تم ابھی بھی اپنی زندگی کو یاور کی زندگی سے مماثلت دیتے ہو؟۔۔۔ اتنا وقت گزر گیا تمہارے نکاح کو کیا تمہاری سوچ ابھی بھی اُسی مقام پہ ہے جہاں نکاح کے وقت تھی؟۔۔۔"

"نہیں!۔۔۔" ایک حرفی جواب معصول ہوا تھا۔ جس پہ ہادی نے تشکر بھرا سانس لیا تھا۔

ہادی جانتا تھا جبریل نے یاور کی موت کا گہرا اثر لیا تھا۔ پھر بالکل اُسی طرح اِس کی شادی اور سب۔۔۔ جسے قبول کرنا جبریل کے لئے بہت مشکل تھا۔

"واپس کب آ رہے ہو؟۔۔۔"

"بہت جلد!۔۔۔"

احمد فاروقی کو اللہ نے دو خوبصورت بچوں سے نواز رکھا تھا، جس میں بڑا بیٹا تیمور فاروقی اور چھوٹی بیٹی حریم فاروقی تھے۔ حریم اللہ نے اِن کے ہاں تیمور کے آٹھ سال بَعد عطا کی تھی، یہی وجہ تھی کہ وہ گھر بھر کی لاڈلی تھی، کچھ اسے اللہ نے خوبصورت اور نازک بھی اتنا بنایا تھا کہ ہر کوئی اسے پیار کئے بِنا نہ رہ پاتا۔ وقت گزرتا گیا بچے بڑے ہوتے گئے۔ احمد

فاروقی کا تعلق بزنس کلاس سے تھا اسی لئے وہ چاہتے تھے، ان کے بچے بھی انہی کی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کریں اور پڑھ لکھ کر اپنی خود کی پہچان بنائیں۔۔۔ انہوں نے کبھی اپنی اولاد پہ پڑھائی کے معاملے میں کوئی جبر نہیں کیا۔ جس نے جو فیلڈ رکھنا چاہی۔ احمد فاروقی نے پورے دل سے اس کا ساتھ دیا۔ تیمور کو بزنس میں دلچسپی تھی اسی لئے انہوں نے اُس کی منشاء جانتے ہوئے اسے پڑھنے باہر بھیج دیا۔

تیمور کی شخصیت میں جتنا ٹھہراؤ تھا، حریم اُس سے اتنا ہی مختلف ثابت ہوئی تھی وہ شروع سے ہی شوخ چنچل اور اپنی بات منوانے والی تھی۔ جو عادت اس نے اپنی ماں خدیجہ سے ہی چرائی تھی۔ مگر خدیجہ کی وفات نے اسے بہت حد تک بدل کے رکھ دیا تھا۔ اپنے کاموں میں مصروف ہو کر اس چیز کا احساس نہ تیمور کو ہوا اور نہ ہی احمد فاروقی کو۔۔۔

خدیجہ اسے دیکھ کر ہمیشہ اللہ سے اس کے لئے اسی کی طرح کے خوبصورت نصیب مانگا کرتیں تھیں۔ لیکن داغ تو چاند میں بھی ہوتا ہے تو انسان کیا چیز ہے۔۔۔

حریم کو میڈیکل میں جانے کا جنون تھا وجہ صرف بائیولوجی تھی۔ اس کو مصوّری سے عشق تھا اور سننے، دیکھنے میں یہ بات جتنی بھی عجیب لگتی ہو مگر سچ بھی یہی تھا کہ اسے میڈیکل میں جانے کا جنون بائیو کی ڈایاگرامز کی وجہ سے ہی تھا وہ پہلے ڈایاگرام سے سب سمجھتی اور پھر عنوان کی تفصیل پہ نظر دوڑاتی اس نے میٹرک میں بھی بائیو سائنس رکھی تھی۔ اس کو بائیو جس قدر پسند تھی کیمسٹری اور فیزکس اتنی ہی زہر بھی لگتی تھیں۔

شروع شروع میں تو وہ اپنے آپ کو سمجھا ہی لیتی۔۔۔۔

"کوئی بات نہیں حریم یہ صرف شروع شروع میں مشکل لگتی ہیں کالج میں جا کر سب سمجھ آجائے گی بس ابھی پاس ہو جا۔"

وہ ہمیشہ کیمسٹری اور فزکس کو رٹے مارتے ہوئے اپنے آپ کو جیسے یاد دہانی کراتی رہتی تھی۔

آخر کار اس نے میٹرک کا معرکہ بھی سر انجام دے ہی دیا۔ میٹرک کے بعد کی چھٹیوں میں اِس نے آرٹس کلاسز جوائن کر لیں۔ جس سے اس کی مصوری میں اور بھی نکھار آ گیا۔ ان ہی دنوں میں تیمور بھی واپس آ گیا اور آتے ساتھ ہی باپ کا بزنس بھی سنبھال لیا۔

حریم میں تیمور کی جان بستی تھی، وہ اِس کی چھوٹی اور لاڈلی بہن نہیں بلکہ اس کی بیٹی تھی۔ وہ کام کی زیادتی کے وجہ سے اِس کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار پا رہا تھا اور جانتا بھی تھا وہ اسی وجہ سے چُپ چُپ سی ہے۔

حریم کا رزلٹ آیا وہ پاس ہو گئی۔ سب کے منع کرنے کے باوجود بھی کچھ اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر لگوانے کا شوق اور کچھ بائیو میں دلچسپی کے باعث اس نے میڈیکل رکھ ہی لی، لیکن صحیح طور طے تو اِس کے اس وقت اُڑے جب فزکس اور کیمسٹری پہلے سے بھی زیادہ مشکل نکلیں۔

وہ جو ہمیشہ اپنے آپ کو کالج جا کے سب آسان ہو جائے گا' کہہ کر سمجھاتی رہتی تھی اب نہ یاد ہونے پہ ایسا روتی کہ پورا گھر سر پہ اُٹھا لیتی۔ بائیو کا سب کچھ تو اسے حفظ ما تقدم ہو جاتا لیکن جب باری آتی فیزکس اور کیمسٹری کی تو اِسے دن کے وقت بھی آسمان پہ تارے نظر آتے جو جیڑی کی طرح اسے بھی اپنے سر کے ارد گرد منڈلاتے محسوس ہوتے۔

Safar ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

قصرِ فاروقی میں وقت پر لگا کے گزرتا گیا۔ تیمور کی شادی ہو گئی اور پیاری سی فاطمہ ان کے گھر بہو بن کر آ گئی۔ اِسی دوران حریم کا رزلٹ بھی آ گیا۔ جہاں اس کا بائیو میں 97 فیصد رزلٹ تھا۔ وہیں وہ فزکس اور کیمسٹری میں تیر مارتے مارتے پاس ہو ہی گئی تھی۔ تیمور کے مطابق یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ پیپر چیکر کو اس پہ ترس آ گیا تھا۔ وہ رزلٹ کی وجہ سے سارا سارا دن رونے اور باقی سب اس کی دلجوئی میں لگے رہتے یا یہ کہا جائے کہ مزاق اُڑا اُڑا کے اس کا مزید دل جلاتے رہتے تو بھی درست تھا۔

اس کی فاطمہ سے یعنی تیمور کی بیوی سے کافی گہری دوستی ہو چکی تھی، جس میں 80 فیصد ہاتھ فاطمہ کا ہی تھا، لڑکی جب رخصت ہو کر اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے تو عموماً یہی سوچتی ہے کہ شادی کے بعد کمپرومائز صرف ایک اُسی کے نصیب میں لکھا ہوتا ہے۔ چونکہ ماں باپ کا گھر صرف اُسی ایک نے جو چھوڑنا ہوتا ہے مگر اکثر ایسا نہیں ہوتا، انسان کی زندگی میں کسی کی غیر موجودگی شاید اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنی کسی کی موجودگی رکھتی ہے۔ جب لڑکی اپنے گھر سے رخصت ہوتی ہے تو ایک بات اُس کو ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ کمپرومائز صرف ایک اُسی کے نصیب میں نہیں لکھا ہوتا بلکہ جس گھر میں وہ جا رہی ہوتی ہے وہاں کے مکینوں کو بھی کرنا پڑتا ہے۔۔۔ لڑکی کو یہ سمجھ کو جانا چاہیئے کہ شادی صرف ایک انسان سے نہیں بلکہ پورے خاندان سے ہوتی ہے۔ وہ صرف اپنے شوہر کی نہیں بلکہ اُس گھر کے ہر فرد کی زندگی میں داخل ہونے جا رہی ہوتی ہے۔ اس کا شوہر صرف اُس کا شوہر نہیں' بلکہ اس کا شوہر ہونے سے پہلے وہ کسی کا بیٹا اور کسی کا بھائی بھی ہوتا ہے۔ اس نے اپنے شوہر کو کسی سے شیئر نہیں کرنا ہوتا بلکہ ایک ماں اور باپ نے اپنا بیٹا اور بہن، بھائیوں نے اپنے بھائی کو اِس کے ساتھ شیئر کرنا ہوتا ہے۔ سننے میں یہ حقیقت تلخ اور کڑوی لگتی ہو گی مگر ہوتی یہ حقیقت ہی ہے۔ شادی کو fantasy اور fairy tales صرف رومانوی کہانیوں اور فلموں ڈراموں میں ہی دکھایا جاتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہمارے عمل پہ مبنی ہوتی ہے محبت اور محنت سے ہم چاہیں تو اِس حقیقت کو مزید کڑوا کر لیں اور چاہیں تو شہد کی طرح میٹھا کر لیں جیسے فاطمہ نے کیا تھا۔ اور پھر جب پرانے رشتے بدلتے اور نئے رشتے بنتے ہیں تو اُن کو تھوڑی اسپیس اور مہلت تو دینی ہی پڑتی ہے، تھوڑا دِل تو بڑا کرنا ہی پڑتا ہے، چاہے وہ بہن بھائی ہوں، ماں باپ ہوں یا میاں بیوی۔۔۔ اسپیش تو ہر رشتے میں ہی ضروری ہوتی ہے۔۔۔

کچھ یہی حال حریم اور فاطمہ کا بھی تھا۔ شروع شروع میں حریم فاطمہ سے گھل مل نہ پائی تھی شاید اُس کے لئے اپنے گھر میں کسی اور کو ویسے جگہ دینا جیسے اُس کی ہے آسان نہ تھا۔ وہ فاطمہ سے حسد تو نہیں کرتی تھی مگر کھینچی کھینچی ضرور رہتی۔ اُس کو لگتا تھا جیسے اُس کا بھائی اس سے دور ہو گیا ہو۔ جو وقت پہلے وہ حریم کو دیتا تھا اب اس میں فاطمہ کا

بھی حصہ نکل آیا تھا۔پہلے جو پورے گھر میں حریم کی حکمرانی ہوتی تھی اب اُس میں فاطمہ کی شراکت آگئی تھی۔اِس کی نارمل چلتی زندگی میں فاطمہ کے آنے سے بہت سی تبدیلیاں ہونا شروع ہو چکی تھیں جیسے اُس کا وجود اپنی مکمل آزادی کو کھو چکا ہو۔اِس سب کے باعث حریم ایک خول میں سمٹ سی گئی تھی۔وہ زیادہ وقت اپنے کمرے میں ہی گزارتی، فارغ ہونے کی وجہ سے پینٹنگ بناتی رہتی اور جیسے ہی فاطمہ اس کے پاس آتی وہ واپس ریزروسی خاموش خاموش ہو جاتی۔حریم میں یہ تبدیلی فاطمہ نے بڑی شدت سے نوٹس کی تھی۔فاطمہ کوئی روایتی بیوی ہوتی تو حریم کے رویے پہ بہن کے خلاف شوہر کے کان ضرور بھرتی۔مگر فاطمہ حریم کو سمجھ رہی تھی۔وہ خود بھی اس وقت سے گزر چکی تھی۔وہ حریم کی اپنے سے جڑی ہر چیز اور رشتے میں میں شدت پسندانہ طبیعت سے پہلے روز سے ہی واقف تھی اور کچھ تیمور بھی بتاتا رہتا تھا۔

حریم کو اِس خول سے باہر لانے میں پہل بھی فاطمہ نے ہی کی تھی اور بہت جلد ہی حریم اس کے ساتھ ایسے گُھل مل گئی جیسے شروع سے دونوں ساتھ ہی رہی ہوں۔حریم کا پینٹنگ میں شوق دیکھ کر فاطمہ نے ہی اسے اِس فیلڈ میں آگے بڑھنے کا مشورہ دیا تھا۔جب اِس نے احمد فاروقی سے بات کی تو اِسے ڈر تھا کہ وہ منع کر دیں گے مگر انہوں نے ہمیشہ کی طرح یہاں بھی خوشی سے اِس کا ساتھ دیا۔

سال بھر کے بعد تیمور کے گھر ایک پیاری سی بیٹی نے جنم لیا۔جو ہو بہو حریم کی کاربن کاپی تھی اس کی روشن آنکھوں میں جھانکتے حریم کے منہ سے بے اختیار ایک نام نکلا تھا۔

"حور عین۔۔۔"

"بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی جنت کی حور۔۔بھابھی ہم اس کا نام حور عین رکھیں گے۔"

یہ کہتے ہی وہ اس کے ماتھے پہ جھکی اور نرمی سے اپنے ہونٹ اس کے ماتھے پہ رکھ دیئے۔اِس ادا کو دیکھ کر فاطمہ کے چہرے پہ بے ساختہ مسکراہٹ بکھری تھی۔

"بہت پیارا نام چُنا ہے حریم تم نے۔سب کو بہت پسند آئے گا۔" حریم مسکرا دی۔ پھر کچھ سوچ کر ایک دم شوخ سے انداز میں بولی۔

"واؤ۔۔۔بھابھی میرا اور حورعین دونوں کا نام H سے ہے. آپ اِس کا ہسبینڈ بھی ایسا ڈھونڈنا جس کا نام H سے ہو۔"

اس کی بات پر فاطمہ ایک دم ہنس دی۔

"اور پھر میں اِس سے کہوں گی، اپنے بچوں کا نام بھی H سے ہی رکھے۔" فاطمہ نے حریم کی بات کو مزاح میں لیا تھا مگر وہ تو سنجیدہ ہی ہو گئی۔

"ہائے بھابھی!۔۔۔یو آر سو جینیس پھر ہم اسے H فیملی کہہ کر بلائیں گے۔" فاطمہ اس کے بچپنے پہ ہنس دی۔

"اُف حریم، کچھ نہیں ہو سکتا تمہارا۔۔۔پتا نہیں کب بڑی ہو گی تم؟۔۔۔" فاطمہ نے ہنستے ہنستے جیسے ملال سے کہا تھا مگر حریم پہ کوئی اثر نہ ہوا وہ یونہی حورعین کے ساتھ لگی رہی۔

فاطمہ نے حور کے ساتھ کھیلتی حریم کو جانچتی نظروں سے دیکھا اب وہ سنجیدگی سے کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر آخر ہمت کر کے وہ بات پوچھ ہی لی جو وہ کب سے حریم سے پوچھنا چاہتی تھی۔

"حریم!۔۔۔"

"ہوں؟۔۔۔" وہ یونہی حور کی چھوٹی چھوٹی انگلیوں پہ اپنی انگلی پھنسانے لگی۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"تم خُوش ہو؟۔۔۔" فاطمہ کی آواز میں سنجیدگی کا عنصر ابھی تک نمایاں تھا۔ جسے محسوس کر کے وہ چونکی۔

"کیا مطلب بھابھی؟۔۔۔" وہ الجھی۔

"میرا مطلب تم عثمان کے ساتھ رشتے سے خُوش ہو ناں؟۔۔۔"

"اوہ مائی گاڈ بھابھی!۔۔۔ اتنا سیریئس ہو کر پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں سمجھی پتا نہیں کیا ہوا ہے، خیر۔۔۔ آف کورس میں خُوش ہوں۔ بھلا کوئی لڑکی اپنی شادی پہ کیسے ناخُوش ہو سکتی ہے؟۔۔۔"

"لیکن تمہاری باتوں سے کبھی ایسا محسوس نہیں ہوا اور نہ تم نے کبھی کہا کہ وہ تمہیں پسند ہے؟۔۔۔" فاطمہ کی بات پہ حریم نے ایک گہرا سانس بھرا۔

"بھابھی میری زندگی میں کسی کو پسند کرنا، محبت کرنا اور پیار کرنا جیسے الفاظ کی شادی سے پہلے کوئی گنجائش نہیں۔ میری نظر میں منگنی کچے دھاگے سے بھی کمزور رشتہ ہے جو کبھی بھی ٹوٹ سکتا ہے، اِس لئے میں نے کبھی اُس انسان کے بارے میں ایسے سوچا ہی نہیں کہ میرا دل وقت سے پہلے اُسے کوئی جگہ دے سکے۔۔۔ میں اپنے دِل میں کسی کو لے کر کوئی روگ نہیں پالنا چاہتی اور جہاں تک بات رہی پسند اور محبت؟۔۔۔ تو مجھے سمجھ نہیں آتی، لوگ کسی سے اتنی جلدی کیسے محبت کر لیتے ہَیں؟۔۔۔ جبکہ اُسے جانتے ہی نہیں پہچانتے ہی نہیں۔۔۔ میری ڈکشنری میں یہ دونوں الفاظ اس وقت آتے ہَیں جب انسان ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتا ہے، اس کے ساتھ دن رات رہتا ہے، اُسے جانتا ہے، اس کی اچھی 'بُری عادتیں، اس کی اچھی 'بُری شہرت، اس کا رکھ رکھاؤ اس کے اچھے 'بُرے دن، ہر دکھ اور ہر سُکھ سے جب انسان ایک ساتھ گزارتا ہیں ناں تب جا کر کہیں ہوتی ہے محبت۔۔۔ جب انسان اِن سب چیزوں کو جانتے ہوئے اس کے ہر نیگیٹو اور پازیٹو پوائنٹ کو جانتے ہوئے اُسے اپنا بناتا ہے، اُس کی ہر خامی کو جانتے ہوئے اُسے قبول کرتا ہے اور پھر اُس کے ساتھ رہتا ہے، باخوشی اُسے سنبھالتا ہے، ایک دوسرے پہ ہر طرح سے مکمل عیاں ہونے کے

بعد جب انسان ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ کو اپنا محسوس کر کے شریک ہوتا ہے ایک دوسرے کی برائیوں اور اچھائیوں سے واقف ہوتا ہے۔ پھر جو احساس ہوتا ہے میری ڈکشنری میں اُسے کہتے ہیں محبت ہونا یا جو ہے وہ بھی ختم ہونا۔۔۔ اور اس سارے پراسیس کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنا پڑتا ہے۔ جو شادی کے بعد ہی ممکن ہے۔"

وہ سانس لینے کو رُکی، پھر بولی۔

"جانتی ہیں بھابی، میں نے بہت سی ایسی محبتیں دیکھی ہیں جو شادی سے پہلے آسمانوں کو چھو رہی ہوتی ہیں اور شادی کے بَعد' تو شادی کے بعد ایک دم زمین پہ آ گرتی ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا کہ گرنے سے صرف رشتے ہی نہیں ٹوٹتے' اُن کی ہڈیاں بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔"

فاطمہ اس کی اتنی گہری باتیں سن کے حیران رہ گئی تھی۔

"تم اتنی گہری کب سے ہو گئی حریم؟۔۔۔"

"میں تو تھی ہی گہری بس کسی نے میری قدر ہی نہ سمجھی۔" بتیس دانت نکال کے کہتی وہ واپس اپنے موڈ میں آ چکی تھی۔ اور فاطمہ بس یہی سوچ کر رہ گئی کہ سچ کہتے ہیں لوگ جیسے مصور کی مصوری کی گہرائی کوئی عام شخص نہیں جانچ سکتا' اسی طرح مصور کے دل میں بھی کوئی عام انسان نہیں جھانک سکتا۔

قصرِ فاروقی میں سب کی زندگی نہایت خوبصورت گزر رہی تھی حریم کا لاسٹ سمسٹر تھا۔ اِس کے بَعد اِس کی شادی کی تاریخ رکھی جا چکی تھی۔ وہ خوش تھی۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہ آنے والی زندگی کے خواب دیکھنا شروع ہو چکی تھی۔

جہاں شادی کی تیاریاں عروج پہ تھیں وہیں حریم کے دن اور رات بس حور عین یا کتابوں کے نظر ہوتے، حور عین پورا حریم کا عکس تھی اور وہ خُوش بھی زیادہ حریم کے پاس ہی رہتی تھی۔

آج لاسٹ پیپر تھا۔ اُس نے فون کر کے فاطمہ کو ڈرائیور بھیجنے سے منع کرنے کا سوچا کہ آج وہ خود ہی گھر چلی جائے گی اور خود وہ فون پہ اطلاع دینے کے ساتھ ساتھ حور عین کے لئے کچھ خریدنے کی نیت سے سڑک کے اُس پار شاپنگ مال کی جانب بڑھنے لگی۔ فون اُس کے ہاتھ میں تھا جس پہ دوسری جانب فاطمہ موجود تھی۔

وہ احتیاط سے دیکھتے سڑک پار کرنے لگی۔

جب پیچھے سے آتے ایک ٹرالے نے اسے نہایت بے دردی سے ٹکر ماری تھی ایک دلخراش چیخ حریم کے حلق سے نکلی تھی، اور وہ بے جان سی اُڑ کے دور جا گری۔ فاطمہ نے ابھی تک فون بند نہ کیا تھا۔ وہ کال ڈسکنکٹ کرنے ہی والی تھی۔ جب چیخ کی آواز پہ اُس نے موبائل واپس کان کو لگایا۔ ایک لمحہ لگا تھا اُسے سب سمجھنے میں۔۔۔ وہ اِس کا نام زور زور سے چلاتے احمد فاروقی کے کمرے کی جانب بھاگی۔ رش کے باعث ٹرک ڈرائیور نے بھی فوراً بھاگنے کی 'کی تھی، بجائے اِس کے کہ وہ اس کی مدد کرتا اس نے ٹرک کی سپیڈ بڑھائی اور نشے میں یا نیند میں ہونے کے باعث سامنے لاغر پڑا حریم کا وجود نہ دیکھ سکا اور ایک بار پھر اپنے ٹرک سے حریم کے بے جان وجود کو کچلتا اوپر سے ٹرک گزارتا چلا گیا۔ حریم کی دونوں ٹانگیں بہت بُری طرح کچلی جا چکی تھیں۔ وہاں کھڑے ہر شخص کا دِل اس کی حالت پہ لرز اُٹھا تھا۔

دنیا کی کوئی چیز بھی پرفیکٹ نہیں ہوتی۔ ایک نہ ایک داغ تو ہر چیز میں ہوتا ہے اور وہ داغ آج نمایاں ہو کر حریم فاروقی کے حُسن میں بھی آ گیا تھا تاحیات کیلئے۔۔۔

اپنا رنگ چھوڑنے۔۔۔

آپریشن تھیٹر کے باہر موجود تینوں نفوس کی آنکھوں میں آنسو اور زبان پہ اللہ کا ذکر تھا۔ڈاکٹرز نے کسی بھی قسم کی امید دلانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ان کا کہنا تھا اگر جان بچ بھی گئی تو زندگی بھر کی معذوری ساتھ ہی رہے گی۔

یہ سب دعا میں ہی مشغول تھے،جب دو ڈاکٹرز ایک ٹرے اُٹھائے ان کے پاس آئے اور وہ ٹرے ان کی جانب بڑھا دی،ٹرے میں پڑی چیز دیکھ کر فاطمہ چیخ کے ساتھ پیچھے ہٹی تھی،اور تیمور نے اپنے والد کو کندھوں سے تھام کر پاس پڑی کرسی پہ بٹھا دیا۔

وہ حریم کی ٹانگ تھی جو گھٹنے سے الگ ہو چکی تھی۔وہ ٹانگ ان کے حوالے کی گئی تھی۔اُسے تھام کر تیمور کا حوصلہ بھی ٹوٹ گیا تھا۔وہ جو کب سے اپنے آپ کو اور باقی سب کو سنبھالنے کی کوشش میں تھا اپنی بہن کے جسم کے ٹکڑے کو تھام کے وہیں زمین پہ گر سا گیا۔

کیا کوئی بھائی ایسے وقت کا بھی سوچ سکتا تھا۔

اس ایک ٹانگ کی قبر بناتے اور اُسے لحد میں اتارتے احمد فاروقی کی آنکھوں میں بہت کوشش کے باوجود بھی آنسو آ گئے تھے۔اِس باپ نے کب سوچا تھا کہ وہ ایک دن اپنی زندہ و سالم بیٹی کی قبریوں تیار کرے گا،کب سوچا تھا کہ اُس کی لاڈلی ایک دن معذور ہو جائے گی،جن قدموں کو کبھی وہ اپنے قدموں پہ کھڑا کر کے چلنا سِکھاتا تھا۔آج اُنہی قدموں کو اپنے ہاتھ سے دفنا رہا تھا۔اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا،وہ کیسے سامنا کرے گا اپنی لاڈلی کا۔۔۔یہ ہاتھ کیسے سہارا دیں گے اُسے'جب وہ خود ہار چکے تھے۔

حریم ہسپتال سے گھر آ چکی تھی۔اس کا کمرہ نچلی منزل میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔اس چیز کا مکمل دھیان رکھا گیا تھا کہ اس کے کمرے سے باغ کا پورا منظر واضح ہو سکے اس کے کمرے میں ضرورت کی ہر شے رکھی گئی تھی جس سے اسے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ ہو،اس کے سرہانے کے پاس ایک بیل کا بھی انتظام کر دیا گیا تھا۔اس بڑے سے کمرے کی

ایک جانب جہاں لان کی طرف کھڑکی تھی' وہیں پینٹنگ کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ مختلف رنگ، کینوس اور ایزل ہر چیز کو سلیقے سے سجا کر رکھا گیا تھا۔ محض چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ہر چیز کا دھیان اس بڑے سے کمرے کو تیار کرتے رکھا گیا تھا اور جس کے لئے رکھا گیا تھا وہ اس سب سے بے نیاز ہو چکی تھی، مکمل چُپ سادھ لی تھی۔ شروع شروع میں وہ بہت روتی لیکن جب تھک جاتی تو نیند کی دوائی لے کر سو جاتی، جب اسے اپنے ذاتی کاموں میں دوسروں کا محتاج ہونا پڑتا تو وہ چیختی چنگھاڑتی اور کسی کو اپنے قریب نہ آنے دیتی، ایسے میں صرف فاطمہ ہی تھی جو اسے سمجھا بُجھا کے چُپ کراتی اور اُس کے کام کرتی۔ وہ سخت ذہنی دباؤ اور ڈپریشن کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ اُس کی فرسٹریشن جو پہلے چیخنے، چنگھاڑنے اور شور مچا مچا کر رونے سے باہر نکلتی تھی اب ڈپریشن اور سکوت میں بدل چکی تھی۔ ایسا لگتا تھا اس کے اندر باہر سکوت چھا گیا ہو، اس کی بھوری آنکھوں میں موجود چمک جو ہر کسی کو اپنا اسیر کر لیتی تھی اب ڈھونڈنے سے بھی نہ دِکھتی۔ اگر کچھ دِکھتا تو صرف اداسی اور ڈھیر سارے شکوے۔ اس کا ہر ذاتی کام فاطمہ خود کرتی اور حریم اس وقت آنکھیں بند کئے خاموش آنسو بہاتی رہتی مگر اب تو جیسے وہ آنسو بھی خشک ہو گئے تھے۔ جب اس کو پتا چلا کہ عثمان کے گھر والوں نے رشتے سے انکار کر دیا ہے تو فاطمہ کو امید تھی اب وہ ضرور کوئی تاثر دے گی، وہ ضرور رو دے گی مگر اس کے برعکس اس کی بات نے فاطمہ کو حیران کر ڈالا تھا۔

وہ اِس ایکسڈینٹ کے بَعد پہلی بار مسکرائی تھی پہلی بار۔۔۔ اس کے الفاظ اور وہ مسکراہٹ۔۔۔

"Told you na ..."

ایک عجیب مسکراہٹ کے ساتھ اس نے فاطمہ کی جانب دیکھا اور وہ حیران رہ گئی۔ وہ اسے تسلی یا دلاسہ کچھ دینا چاہتی تھی لیکن حریم نے انہیں اِس کا بھی موقع نہ دیا۔ اس نے تو ایسا تاثر دیا تھا جیسے وہ اسی خبر کو سننا چاہتی ہو یا اُسے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔ وہ کمرے سے جانے لگی تو حریم کی آواز پہ ٹھٹک کہ ایک دم پلٹی۔

"بھابھی جاتے ہوئے حور عین کو میرے پاس بھیج دیجیے گا پلیز۔۔۔" اِس عرصے میں اس نے پہلی بار کوئی نارمل بات کی تھی ورنہ وہ تو بات کرنا ہی چھوڑ چکی تھی۔ اور بات بھی اُس نے ایسے کی تھی' جیسے اُسے ڈر ہو کہ فاطمہ منع کر دے گی۔

فاطمہ کے جانے کے بعد کب سے رُکا آنسو اس کی آنکھوں کے راستے باہر آیا تھا۔ جسے اس نے بے دردی سے صاف کیا۔ اسے اس خبر کا کب سے انتظار تھا، وہ جانتی تھی ایسا ہی ہو گا اور ایسا ہی ہوا مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ روئے گی بھی، نہیں یہ نہیں ہونا چاہیئے تھا۔۔۔ اسے رونا نہیں چاہئے تھا۔۔۔ اس لمحے ایک نئی حریم نے جنم لیا تھا۔ وہ حریم، جو آج سے پہلے کہیں بھی نہ تھی۔ اس تمام عرصے میں حریم نے اللہ سے بے انتہا شکوے شکایات کئے تھے۔ بہت سے جواب مانگے تھے اور اب اسے اپنے ہر سوال کا جواب جیسے اس لمحے مل گیا تھا۔ اس نے کمزور نہیں پڑنا تھا۔ اس نے مضبوط ہونا تھا۔ اس نے اپنی پہچان بنانی تھی۔ وہ پہچان جو اپنی ان دو ٹانگوں کے ساتھ وہ کبھی بھی نہ بنا پاتی۔ اسے جواب مل گیا تھا کہ وہ داغ جو وہ ہمیشہ سے اپنی زندگی میں تلاش کرتی آئی تھی کبھی کسی پریشانی کی صورت، کبھی کردار کی صورت، کبھی پڑھائی میں کمزور ہونے کی صورت تو کبھی آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کی صورت۔۔۔ پر وہ داغ اسے کبھی نہ ملا تھا۔ مگر آج اسے مل گیا تھا۔ اسے لگتا تھا ڈاکٹر نہ بننا ہی اس کی زندگی کا داغ ہے مگر آج اسے اصل داغ مل گیا تھا۔ اس کی معذوری کی صورت۔۔۔ سامنے پڑی ویل چیئر کی صورت۔۔۔ آج آئینے نے اسے حقیقت بتا دی تھی، اور اب اس نے اسی داغ کو اپنی طاقت بنانا تھا۔ کمرے میں گھٹ کر اپنے داغ کو اس نے دوسروں کی زندگی کا داغ نہیں بننے دینا تھا۔

اتنے میں ہی کمرے کا دروازہ کُھلا اور حور عین بھاگ کر اس کی جانب آئی اور آتے ہی اس کے سینے سے لگ گئی۔

ایک لمحہ لگا تھا اسے صرف ایک لمحہ، اپنے اس خود ساختہ خول سے نکلنے میں اور اب وہ حور کو اپنے سینے میں بھینچے زارو قطار رو رہی تھی۔

وہ حور عین کو اپنے سامنے کئے اس کی آنکھوں کی چمک کو دیکھ رہی تھی۔ وہی بھورے بال وہی بھوری آنکھیں اور وہی چمک۔۔۔ ان آنکھوں کی چمک دیکھ کر آج اسے ایک نیا احساس ہوا تھا۔ ٹھنڈک کا احساس یا شاید ممتا کا احساس۔۔ اس نے حور عین کو سینے سے لگا کر ایک بار پھر زور اپنے آپ ساتھ بھینچ لیا۔ دل ہی دل میں حریم نے اس کے لئے دعا کی تھی۔

" اے اللہ۔۔۔ میری حور کے نصیبوں کو بھی اس کی آنکھوں کی چمک جیسے چمکا دینا۔ اس کو میرا جیسا چہرہ تو دیا مگر میری قسمت کا عکس بھی اِس پہ نہ پڑنے دینا۔"

اس نے حور کو اپنے سے الگ کر کے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔ تو وہ جو کب سے اِس کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی پوچھ بیٹھی۔

"Phupooh why are you crying?..."

حور حریم کے آنسو صاف کرتے معصومیت سے بولی۔ جس پہ حریم نے اپنا سر اُس کے سر سے ٹکایا اور اُسی کے انداز میں بولی۔

"Because phupooh missed her Hoor so much... "

"Ohh... Hoor missed her phupooh too...."

حور نے اپنی بات پوری کرنے کے بعد بڑے پیار سے اس کے چہرے سے بال ہٹائے اور اس کے دونوں گال چومے۔ وہ پھوپو لفظ کو کھینچ کے ادا کیا کرتی تھی۔ شروع شروع میں جب فاطمہ نے اس کی تصیح کرنا چاہی تو حریم نے ہی یہ کہہ کر منع کر دیا۔

" رہنے دیں بھابی مجھے اس کا پھوپھوہ کہنا ہی پسند ہے۔"

اب جب حور نے اس کے گال چومے تو حریم اس ادا پہ نہال ہی ہو گئی تھی۔

حریم نے اسے زور زور سے گدگدی کی جس سے وہ بھی جیسے پر جوش ہوئی تھی اور زور زور سے قلقاریاں مارنے لگی۔ وہ اِس کی ماں نہیں تھی مگر ماں سے کم بھی نہیں تھی، حور عین کو دیکھ کر اسے ممتا کا ایسا ہی احساس ہوا تھا شاید اللہ نے عورت کے اندر ممتا کا رشتہ پیدائش سے ہی پیدا کر رکھا ہوتا ہے۔ حریم کو اپنی آنکھوں کی چمک بہت پسند تھی۔ جو اب باقی نہ رہی تھی لیکن حور کی آنکھوں کی چمک کو اِس نے کبھی پھیکا نہیں پڑنے دینا تھا بلکہ مزید گہرا کرنا تھا۔

اس نے آج اپنے آپ سے ایک وعدہ کیا تھا۔ بس اب مزید کوئی آنسو نہیں، کوئی کمزوری نہیں۔۔۔ دُنیا میں وہ واحد نہیں تھی، جو معذور ہو اور بھی بہت سی عورتیں ہَیں جو معذور ہَیں مگر وہ پھر بھی محنت کرتی ہَیں، تو حریم کیوں نہیں۔۔۔ بہت غور و فکر کے بَعد اس نے ایک فیصلہ کیا تھا اور ایک ہفتے کی غور و فکر میں جب اِسے یقین ہو گیا کہ یہ وقتی جزبہ نہیں ہے تو اِس پہ عمل کرنے کے لئے وہ پہلی دفعہ اپنی کیئر ٹیکر کی مدد سے اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ آج وہ ایک عرصے بَعد یوں سب کے بیچ بیٹھی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا آج وہ صوفے پہ ٹانگیں چڑھائے آلتی پالتی مارے نہیں بلکہ وہیل چیئر پہ اپنی اکلوتی اور بے جان ٹانگ کو لٹکائے بیٹھی تھی۔ جس پہ بیٹھنے کے لئے بھی اُسے ذاتی ملازمہ کی مدد لینی پڑی تھی۔

******

سب کسی نا کسی طرح حریم کو نارمل محسوس کرانے میں مصروف تھے۔ ان کے لئے یہی بہت تھا کہ حریم نے کمرے کی دہلیز پار کی لیکن حریم کے لئے یہ بہت نہیں تھا۔۔۔ اس نے بہت کچھ سوچ رکھا تھا جس پہ اسے عمل کرنا تھا۔

"مجھے آپ سب سے کچھ بات کرنی ہے۔"

حریم کی بات پہ سب ایک دم چونکے تھے۔ ان کو ایسے ہی چھوڑ کر حریم نے آگے بات شروع کی۔

"میں اب ایسے بیٹھ کر آپ سب کو پریشان نہیں کرنا چاہتی میں چاہتی ہوں میں کچھ کروں۔"

اس نے نظریں جھکائے جھکائے ہی اپنی بات شروع کی۔

"تم ہمیں ہرگز پریشان نہیں کر رہی گڑیا، لیکن اگر تم کچھ کرنا چاہتی ہو تو ضرور کرو ہَم سب تمہارے ساتھ ہیں۔"

تیمور نے تڑپ کے اس کی بات کاٹی اور تصیح کرتے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

"مگر تم کیا کرنا چاہتی ہو بیٹا؟۔۔۔"

اب کی بار پوچھنے والے احمد فاروقی تھے۔

"بابا میں چاہتی ہوں میں لوگوں کی اُمید بنوں، میں لوگوں کے کام آؤں، میں اپنے جیسے بہت سے لوگوں کی مدد کرنا چاہتی ہوں، ان کا سہارا بننا چاہتی ہوں، خود کا سہارا بننا چاہتی ہوں اپنے جینے کی وجہ تلاش کرنا چاہتی ہوں۔ معزور ہونے کے باوجود جو لوگ امید ہار کر میری طرح بیٹھ جاتے ہیں انہیں احساس دلانا چاہتی ہوں۔ زندگی ابھی ختم نہیں ہوئی دنیا بھلے ہی چھوٹی ہو مگر اللہ نے اِسے ہمارے لئے کافی بنایا ہے۔ میں اس معذوری کے داغ کو اپنی طاقت بنانا چاہتی ہوں مگر اس سب سے پہلے میں خود اپنی ذات کا سہارا بننا چاہتی ہوں۔"

"You mean social work?..."

تیمور نے تصدیق کرنا چاہی جس پہ حریم نے مہر بھی لگا دی۔

اس بات پہ کچھ لمحے کے لئے پورے ہال کمرے میں خاموشی چھائی تھی پھر فاطمہ نے بات کا آغاز کیا۔

" حریم کچھ بھی کرنے سے پہلے اپنے ہُنر کو ضرور یاد رکھنا۔ تمہیں اللہ نے بہترین ہنر سے نوازا ہے۔ تم چاہو تو اس کو بھی اپنی طاقت بنا سکتی ہو۔ لیکن اگر تم چاہتی ہو کہ تم ایک کاؤنسلر یا سوشل ورکر کے طور پہ کام کرو تو ضرور کرو مگر ان سب کے ساتھ تم ایک مصور ہو اور مصور کا رنگوں سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔"

فاطمہ کی بات نے ہمیشہ کی طرح اِس بار بھی حریم کو زندگی کا نیا رخ دکھایا تھا لیکن وہ جس راستے پہ چلنے کا سوچ چکی تھی وہ اس سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی پہچان بنانا چاہتی تھی۔ اپنا نام بنانا چاہتی تھی لوگوں کی امید بننا چاہتی تھی۔

" ٹھیک ہے بیٹا، تم جو کرنا چاہتی ہو تم کرو۔ ہَم سب تمہارا پورا پورا ساتھ دیں گے۔ میں کافی فاؤنڈیشنز اور این۔جی۔اوز۔ والوں کو جانتا ہوں۔ پہلے تم اُن کے ساتھ کام کر کے دیکھو۔ جب تمہیں یقین ہو جائے تم کر سکتی ہو اور تم یہی کرنا چاہتی ہو۔ پھر تمہیں جو بھی کرنا ہوا، تم مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی۔"

ہمیشہ کی طرح اِس بار بھی احمد فاروقی نے اسے اپنا ساتھ اور آگے بڑھنے کی آزادی دونوں چیزیں ہی دی تھیں۔ اُسے ان کی دی ہوئی آزادی کے ساتھ اُن کے ساتھ کی زیادہ ضرورت تھی جب وہ اُسے مل رہا تھا تو وہ خوش تھی اور سب اس کی خوشی میں خوش۔۔۔ بہت عرصے بَعد اس کے چہرے پہ یہ مسکان آئی تھی جسے مزید گہرا تیمور کی بات نے کیا تھا۔

"ٹھیک ہے یار، ہَم تمہاری سب باتیں مانیں گے لیکن صرف ایک شرط پہ۔۔۔"

سب کی سوالیہ نظریں اِس کی شرط پہ اٹھی تھیں۔

" شرط یہ ہے کہ تمہیں اپنے کاموں کے ساتھ ساتھ اپنی اِس لاڈلی کو بھی سنبھالنا پڑے گا جو ہم میں سے تو کسی کے قابو نہیں آتی سوائے تمہارے۔۔۔"

تیمور کی بات پہ جہاں حریم کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی وہیں فاطمہ نے سکھ کا ایک گہرا سانس لیا تھا۔

"سہی کہہ رہے ہیں تمہارے بھائی، توبہ ہے جو یہ لڑکی ماں کی زرا بھی سُنتی ہو۔ اگر یہ کسی کی بات مانتی ہے تو یا تو وہ اس کا باپ ہے اور یا حریم تم۔۔۔ ورنہ یہ لڑکی تو کسی کو کچھ سمجھتی ہی نہ ہے جیسے جیسے بڑی ہوتی جا رہی ہے ویسے ویسے ہی ضدی بھی ہوتی جا رہی ہے۔"

فاطمہ کی روایتی ماؤوں والی صلواتیں سن کر سب ہی مسکرا دیئے تھے۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا حریم میں واضح تبدیلی نظر آنے لگی۔ اس کی بنائی گئی پینٹنگز کی مانگ مارکیٹ میں بڑھنے لگی تو اس نے چھوٹی سی ایک پینٹنگ اکیڈمی کھول لی۔ جہاں وہ پینٹینگ کی اِسپیشل کلاسز دینے لگی۔ صرف یہ ہی نہیں اس کی سوشل ورکنگ کا کام بھی بہت اچھا چلنا شروع ہو گیا تھا۔ کافی بڑے بڑے نام اس کی فاونڈیشن میں فنڈنگ کے لئے بھی پیش پیش رہتے تھے جو کہ تیمور اور احمد فاروقی کے لنکس کی وجہ سے تھا، لیکن اس کے علاوہ لوگوں میں اس کی بھی اپنی ایک پہچان بنا شروع ہو چکی تھی، لوگ اسے اب اس کے کام سے جاننے لگے تھے۔ وہ لوگوں کے لئے ایک انسپائریشن بن چکی تھی۔ اس نے جو عہد اپنے آپ سے کیا تھا وہ اس پہ پوری اتر رہی تھی۔ اس نے اپنی کمزوری کو اپنی زندگی کا داغ نہیں بننے دیا تھا بلکہ اسی کو اپنی طاقت بنا لیا تھا۔ گو کہ یہ سب آسان نہیں تھا مگر جب اللہ مددگار ہو تو کوئی چیز آپ کے پاس آنے والی مدد نہیں چھین سکتی۔ بس اگر کچھ وہ چاہتی تھی تو یہ اسے کبھی ہمت نہیں ہارنی تھی۔

ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اپنے گھر والوں کے چہرے پہ اپنی وجہ سے آئی مسکراہٹ دیکھ کر اس کا سیروں خون بڑھتا تھا مگر ان کی مسکراہٹوں کے پیچھے چُھپی اداسی کو بھی وہ اچھے سے دیکھ سکتی تھی۔ وہ اپنی ذات کے لئے جینا چھوڑ چکی تھی۔ اب اگر وہ اپنے آپ کو جیتی تھی تو صرف پینٹنگ کے دوران۔۔۔ صحیح کہتی ہے فاطمہ، مصور کا اور رنگوں کا تعلق کبھی نہ ٹوٹنے کے لئے بنا ہے۔ اگر مصوّر کا رنگوں سے تعلق ختم ہو جائے تو مصور بھی اندر سے مردہ ہو جاتا ہے' بالکل اسی طرح اِس کو بھی اپنی زندگی اسی وقت سانس لیتی محسوس ہوتی جب وہ کینوس پہ اپنے ہاتھوں سے رنگ بکھیرتی، اپنی زندگی کا ایک حصہ اِس نے حور کے حوالے کر دیا تھا جو اس کی مسکراہٹ کی وجہ تھی، تو دوسرا اس نے اپنی این۔جی۔او کو دے دیا تھا۔ جب وہ گھر میں ہوتی تو اِس کا سارا وقت حور کے ساتھ گزرتا۔۔۔ وہ صرف اِس کی پھوپو ہی نہیں' اس کی بیسٹ فرینڈ، اس کی ٹیچر اور اس کی رول ماڈل بھی تھی۔۔۔

روز کی طرح وہ آج بھی حور کو لئے جلال پارک آئی تھی۔ جلال پارک ان کے گھر کے بالکل نزدیک پانچ منٹ کے فاصلے پہ تھا۔ اسی لئے وہ شروع سے ہی جب وہ چل سکتی تھی' اس وقت بھی اور اب بھی یہیں پر جوگنگ کے لئے آیا کرتی تھی اور اب تو وہ حور کو بھی زبردستی لے کر آتی۔ بیشک وہ جوگنگ نہیں کر سکتی تھی مگر صبح کی تازہ ہوا سے لطف اندوز تو ہو ہی سکتی تھی نہ۔۔۔

سردی کی وجہ سے اس نے کندھوں اور سر پہ خوبصورت کشمیری چادر لے رکھی تھی، اِس کے روئی جیسے سفید گال ٹھنڈ سے لال ہوئے پڑے تھے اور صبح کی تروتازگی سے اِس کی بھوری آنکھیں بھی قدرت کے حسین منظر دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ کچھ یہی حال ویل چیئر کے ساتھ ساتھ چلتی حور کا بھی تھا وہ چھ سالہ لڑکی ٹریک سوٹ میں ملبوس اپنے کندھوں تک آتے بھورے بالوں کو اونچی پونی میں قید کئے دِکھنے میں ویل چیئر والی لڑکی کی کاربن کاپی لگتی تھی مگر جو چیز ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ ظاہر کرتی تھی وہ اِن کی عمر کے علاوہ اِن کی آنکھیں تھیں۔ ایک کی آنکھوں میں کچھ کرنے کا جنون تھا مگر ساتھ میں اداسی کا سمندر بھی موجزن تھا تو دوسری کی آنکھوں میں اتنی چمک اور روشنی

تھی کہ ایک لمحے کے لئے دیکھنے والا مبہوت ہو جاتا۔ ان کی طرف اٹھنے والی ہر آنکھ میں ستائش ہوتی مگر جونہی نظر ساتھ والی لڑکی کی ویل چیئر اور ٹانگوں پہ پرتی وہیں ستائش ہمدردی اور ترس میں تبدیل ہو جاتی۔ حریم اب ان سب چیزوں کی عادی ہو چکی تھی۔ اس نے ٹائمر لگا کر حور کو دوڑ لگانے کا ٹارگٹ دیا اور خود سامنے بیٹھی عمر رسیدہ عورتوں کی طرف چلے گئی یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ تیمور نے اس کے لئے باہر سے سپیشل آٹومیٹِک وہیل چیئر منگوائی تھی تاکہ کسی کی غیر موجودگی میں بھی اسے ویل چیئر چلانے میں کوئی دشواری نہ ہو اِس کے علاوہ تیمور نے اِس پہ شیشے بھی لگوا دیئے تھے۔ جس سے اس کو پیچھے کا سارا منظر بھی دکھتا رہتا تھا۔

آج اِس نے تیمور کے ساتھ ایک سیمینار پہ جانا تھا۔ یہ خصوصاً سوشل ویلفیئر کے لوگوں کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ جس میں مختلف این۔جی۔اوز سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں نے شرکت کرنی تھی۔ اِس سیمینار کو آرگنائز تیمور اور اس کی کمپنی نے ہی کیا تھا۔ اِس لئے ویلکم سپیچ بھی حریم ہی کو دینی تھی۔ جب وہ حور کو پڑھا کے فارغ ہوئی تو حور اِس کی الماری سے اپنی پسند کا سوٹ نکالنے لگی۔

سفید رنگ کا سادہ سوٹ جس کے گلے پہ سفید ہی دھاگے سے کڑھائی تھی، ساتھ میں سفید ہی چوری دَار اور لال رنگ کا دوپٹہ تھا۔ جو اِس سوٹ کو سادگی کے باوجود سب سے یونیک ظاہر کرتا۔ اس کی ڈریسنگ اور اُن کے ساتھ پہننے والی چھوٹی چھوٹی جویلری سب حور ہی سیلیکٹ کرتی تھی۔ وہ اس بار بھی اپنے لئے نکالی گئی ہر چیز کو دیکھ کر حور کی چوائس کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکی اور تیار ہونے چل دی۔

وہ جب سے اِس فیلڈ میں آئی تھی۔ اس نے سب سے زیادہ کیسس جنسی زیادتی کے دیکھے تھے۔ اور یہ واقعات دن بدن گھٹنے کے بجائے بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ پہلے جو کیس ہفتے کی تعداد میں سامنے آتے تھے اب روزانہ کی تعداد میں سامنے آ رہے تھے۔ اِن واقعات کا شکار صرف لڑکیاں ہی نہیں بلکہ نوعمر لڑکے بھی تھے۔ بیس سال تک کے بچوں میں

اِن کیسس کا رجحان زیادہ پایا جاتا تھا یا یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ اب عمر کا تعین ختم ہوتا جا رہا تھا۔ درندوں کی حوس سے ایک نومولد بچے سے لے کر سو سال کے ضعیف تک کوئی محفوظ نہ تھا۔ مگر بچوں کے ساتھ یہ کیس زیادہ رپورٹ ہوتے تھے۔

بچوں کو درندگی کا نشانے بنانے کے بَعد گٹر میں، گلی کے کونوں میں اور کوڑے کے ڈھیروں میں پھینکنے کی خبریں عام تھیں اور کبھی کبھی تو بے حِسی کی انتہا کرتے ہوئے ان بچوں، بچیوں یا بڑوں کو بھی اسی اَبتَر حالت میں ان کے گھروں کے آگے پھینک دیا جاتا۔ اکثر تو اتنا سب کچھ برداشت کرنے کے بَعد مر ہی جاتے اور جو زندہ رہتے اُنہیں یہ دنیا اور اُن کے عزیز و اقارب ہی جیتے جی مار دیتے۔

حریم آج کل ایک ایسی ہی بچی کا کیس ہینڈل کر رہی تھی جِسے اپنی حوَس کا نشانہ بنانے کے بَعد اسی کے گھر کے آگے پھینک دیا گیا تھا۔ کچھ بدنامی کے اور کچھ ان درندوں کی دھمکیوں کے ڈر سے اس کے گھر والوں نے بھی اسے گھر میں رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایسے میں در در کی ٹھوکریں کھانے کے بَعد وہ حریم کے پاس آئی تھی اور اب وہیں شیلٹر ہوم میں رہ رہی تھی۔ مگر ستم تو یہ کہ وہ درندے اسے وہاں بھی چین سے جینے نہیں دے رہے تھے۔ آئے دن اس کے نام سے ڈاک آتی اور ان میں زینت کی تہذیب سے عاری تصویریں بھیج کر اسے دھمکیاں دے کر غلط کاموں کی طرف اکسایا جاتا۔ حریم کی سمجھ سے باہر تھا کہ وہ اِس کیس کو کیسے ہینڈل کرے اس نے ہر طریقہ اپنا لیا تھا پوسٹ آفس تک سے بھیجنے والے کے بارے میں پتا کروایا، مگر سب بے سود تھا۔ نہ ان درندوں کا پتا چلتا تھا اور نہ وہ کوئی ثبوت چھوڑتے تھے۔ ہر خط الگ الگ اور گمنام علاقوں سے بھیجا جاتا تھا۔ اس بچی کی حالت دیکھ دیکھ کر وہ پریشان ہوتی رہتی۔ دن بہ دن پوسٹ کے ذریعے تصویریں آنے کا عمل بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اب ہر پوسٹ کے ساتھ خط ہوتا جس میں کیس واپس نہ لینے کی صورت میں ان تصاویر کو ہر جگہ نشر کرنے کی واضح دھمکی ہوتی۔

****

سیمینار کو گزرے دو ماہ ہو چکے تھے۔اِس عرصے میں اس کا زیادہ وقت شیلٹر ہوم میں گزرتا تھا،اِس لئے وہ گھر میں ہونے والے معاملات سے مکمل بے خبر تھی لیکن گھر میں اپنی موجودگی کے وقت اپنے اوپر پڑنے والی سب کی زومعنی نظریں اور ایک عجیب سی خاموشی وہ واضح محسوس کرتی تھی۔چونکہ وہ خود پیچھے رہ کر ہی زینت کے کیس کو میڈیا میں اچھال چکی تھی۔اس لئے ہر لمحے اِسے اس بات کا دھڑکا لگا رہتا تھا کہ اس کا نام منظر عام پہ نہ آجائے۔اگر گھر میں کسی کو پتا چل جاتا،تو وہ اس کے لئے الگ فکر پال لیتے۔اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

فاطمہ کو کچن میں کام کرتا دیکھ کر اِس نے پکا ارادہ باندھا کہ وہ کچھ نا کچھ جان کر ہی دم لے گی۔وہ وہیل چیئر گھسیٹتے فاطمہ کے پاس کچن میں چلی آئی فاطمہ اسے آتا دیکھ کر مسکرا دی۔

"آج کوئی آیا تھا بھابھی؟۔۔۔"اِس نے سامنے بکھرے چائے کے سامان کو دیکھ کر پوچھا اور ڈرائی فروٹس کی ڈِش میں سے پستہ اٹھا کے منہ میں ڈالا۔

"ہاں تیمور کا دوست اور اُس کی بیوی آئے تھے۔"

"حیرت ہے آج سے پہلے تو بھائی کبھی اپنے دوستوں کو گھر تک نہیں لائے کُجا کے ان کی فیملی۔"وہ حیران ہوئی۔

"ہاں یہ تیمور کے ساتھ انگلینڈ میں ہوتا تھا اب پاکستان میں تیمور سے ملاقات ہوئی تو تیمور نے اسے انوائٹ کر لیا۔"

بات کے دوران اس نے حریم کو گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"خیر میں کمرے میں جا رہی ہوں حور کو بھیج دیجئے گا۔" اپنی تسلی کر کے اس نے ویل چیئر کا رخ کمرے کی جانب موڑ لیا۔ اگر ایسا کچھ ہوتا تو فاطمہ اسے ضرور بتاتی۔ اس نے تسلی بھرا سانس لیا۔ ایک نہ ایک دن تو یہ بات کھلنی ہی تھی مگر ابھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ سب کو پتا چلے اور وہ اِس کے لئے پریشان ہوں۔ جب تک یہ بات چھپی رہتی اتنا ہی اچھا تھا۔

کمرے میں آ کر بھی وہ اپنی سوچوں میں محو تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایسا کیا کرے جس سے یہ معاملہ سلجھ سکے سارا معاملہ زینت کی تصویروں کا تھا اگر وہ تصویریں ہی ختم کر دی جائیں تو کیس کچھ سلجھ سکتا تھا۔ وہ انہی سوچوں میں گم تھی جب اسے پتا بھی نہ چلا تیمور کب سے اس کے کمرے میں آیا کھڑا اسے گھور رہا ہے۔ آخر اس سے نہ رہا گیا تو زور سے بولا۔

"کدھر غائب ہو یار کب سے بلا رہا ہوں۔" تیمور کی آواز اسے سوچوں سے گھسیٹ کر لائی تھی۔

"ارے بھائی آپ کب آئے؟۔۔۔" اس نے خوشگوار احساس کے زیرِ اثر پوچھا۔

"جب تم خیالوں کی دُنیا میں ہی پہاڑوں کی سیر کو نکلی ہوئی تھی۔۔۔ اتنا دروازہ بھی کھٹکھٹایا جب کوئی آواز ہی نہیں آئی تو خود ہی اندر آ گیا۔"

" زہے نصیب مگر آج آپ میرے کمرے کا راستہ کیسے بھول گئے؟۔۔۔"

حریم کی بات پہ اکتاہٹ کا شکار ہوتے تیمور نے بیڈ پہ پڑا کُشن منہ پہ رکھا اور وہیں پہ نیم دراز ہو گیا۔

"ناٹ آ گین حریم، اب تم بھی محلے کی عورتوں کی طرح شروع مت ہو جانا' جب کوئی جواب نہ آن پڑے تو دوسروں کو یہی کہتی ہیں، آپ بڑے لوگوں کو آج ہماری یاد کیسے آ گئی۔" اس نے باقاعدہ ان کی طرح منہ بنا بنا کر کہا تو حریم سر پیچھے پھینک کر ایک دم کھلکھلا اٹھی۔

اس کی کھکھلاہٹ میں ایک لمحے کے لئے تیمور تھم سا گیا تھا اور دِل ہی دِل میں اللہ سے اپنی بہن کی دائمی خوشیوں کی دعا کرنے لگا۔

"حریم میں تم سے آج کچھ مانگنے آیا ہوں؟۔۔۔" وہ سنجیدہ ہوا۔

"بھائی آپ کو کچھ مانگنے کی کیا ضرورت ہے آپ حکم کریں میرے اختیار میں جو ہوا میں وہ آپ کو دوں گی۔"

اِس کے بات پہ وہ بستر سے اٹھا اور دوزانوں ہو کر حریم کے قدموں میں بیٹھتے اس کے ہاتھ تھام لئے۔

اِس کے اِس انداز پہ حریم چونکی تھی یہ کیسا انداز تھا تیمور کا اتنا التجا یہ۔۔۔

"نہیں حریم میں تم پہ کوئی حکم نہیں صادر کر رہا بس تم سے کچھ مانگنا چاہتا ہوں۔ تم اسے میری التجا بھی سمجھ سکتی ہو۔"

اس کے ہاتھوں کا دباؤ حریم کو اپنے ہاتھوں پہ مزید مضبوط ہوا لگا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا بولے، کیا کہے تیمور کے دِل میں کیا چل رہا تھا وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ اس نے بہت ہمت کر کے اپنی بھاری پلکیں اٹھا کے اپنے بھائی کو دیکھا۔ جواب بول رہا تھا

"حریم شادی کر لو۔۔۔ ہَم تمہیں اپنے گھر میں بسا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں گڑیا۔"

"بھائی۔۔۔" حیرت کے زیادتی سے اس کے منہ سے الفاظ بھی بمشکل ادا ہوئے تھے اس نے اپنے ہاتھ ایک دم تیمور کی گرفت سے نکالے۔

"آ۔۔۔ آ۔۔۔ آپ ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں بھائی؟۔۔۔" بہت مشکل سے وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی تھی۔

حریم کے اِس روّیے پہ تیمور کی امید ٹوٹی۔ اس کا چہرہ ایک دم بُجھ سا گیا۔

"آخری فیصلہ تمھارا ہی ہو گا گڑیا، فرحان اچھا لڑکا ہے تم اس سے مل بھی چکی ہو سیمینار میں۔"

"بھائی آپ جانتے ہیں میں شادی نہیں کرنا چاہتی نہ ابھی اور نہ کبھی۔"

تیمور اِس کی بات پہ گہرا سانس لے کر اِس کے قدموں سے اٹھا۔

"تمھارا جو بھی فیصلہ ہو گا گڑیا اس میں تمھارا یہ بھائی تمہارے عکس کی طرح تمہارا ساتھ دے گا، مگر ایک بار میں چاہوں گا تم فرحان کے بارے میں سوچ ضرور لو، تمہارے پاس تِین دن کا وقت ہے سوچنے کیلیئے۔ اس وقت تک تم سوچو، پھر سکون سے اپنا فیصلہ بتا دینا۔ وہ اِس پہ جھکا اور اِس کی پیشانی پہ بوسہ دے کے چلا گیا۔ اس کے پیچھے حریم کی آنکھوں سے خاموش آنسو بہے تھے۔ "یا اللہ ایک اور امتحان!۔۔۔"

وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس کا استقبال فاطمہ کی شکایتی نظروں نے کیا تھا جسے نظر انداز کرتا وہ بیڈ پہ بیٹھ کے شرٹ کے اوپری بٹن کھولنے لگا۔

"میں نے آپ کو کہا تھا ناں تیمور، اتنی جلدی مت کریں وہ نہیں مانے گی۔"

تیمور نے گہرا سانس بھر کے اسے دیکھا۔

"وہ مان جائے گی فاطمہ۔ مجھے یقین ہے وہ مان جائے گی، وہ میری بہن ہے میں جانتا ہوں اُسے لیکن اُسے مناؤں گی تم کیونکہ وہ تمہاری کوئی بات نہیں ٹالتی۔ میرا کام بس یہیں تک کا تھا اب تمھارا کام شروع۔۔۔۔"

"اسے تکلیف ہو گی تیمور۔۔۔"

"مرہم بھی جب زخم پہ لگے تو پہلے تکلیف ہی دیتا ہے فاطمہ، اور اکثر جو مرہم زیادہ تکلیف دیتا ہے، ہیل (heal) بھی وہی تیزی سے کرتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے فرحان حریم کے لئے کیور (cure) ثابت ہو گا۔"

"ان شاء اللہ۔۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

فاطمہ جب حریم کے کمرے میں آئی وہ ویل چیئر سے بیڈ پہ منتقل ہونے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اپنی ذاتی ملازمہ کو وہ چھٹی دے چکی تھی۔ فاطمہ کو یاد تھا حریم ایسا اُس وقت کرتی تھی جب اس کے لئے ایک نرس کا ارینج کیا گیا تھا جس کا لمس اُسے ان کمفرٹیبل کرتا تھا، نرس کو حریم کو ہاتھ نہ لگانا پڑے اس لئے حریم خود سے کوشش کرتی تھی جس کے باعث کافی دفعہ گر کر بُری طرح چوٹ بھی لگوائی تھی۔ وہ خاموشی سے کھڑی اس کو دیکھتی رہی جب اس نے تھک کے سر ویل چیئر کی پشت سے لگا لیا تو فاطمہ قدم اُٹھاتی اس کی جانب بڑھی۔ اسے دیکھ کر حریم کی نظروں میں واضح شکایت آئی تھی۔

فاطمہ نے اُس کی مدد، کر کے اُسے بیڈ پہ منتقل کیا۔ اُسے لٹا کر اُس پہ چادر اوڑھائی اور خود اس کے پاس ہی بیٹھ کر اس کے بالوں میں انگلیاں سہلانے لگی۔ حریم انتظار کر رہی تھی ابھی فاطمہ کچھ بولے گی مگر کتنی دیر وہ خاموشی ہی رہی جب حریم نے آنکھیں موند لیں تو اس کے کانوں میں فاطمہ کی آواز پڑی۔

"جب میں اِس گھر میں آئی تھی تو میں نے تمہیں اپنی دوست کی طرح سمجھا۔ جب دوستی ہوئی تو تم نے میری بہن کی کمی کو پورا کیا اور تم میری بہن بن گئی پھر وقت گزرتا گیا اور حالات نے پلٹا کھایا اور پھر مجھے تم اپنی حور عین کی طرح عزیز ہوتی گئی، سچ بتاؤں تو حور سے بھی زیادہ۔۔۔ کہتے ہیں بھابھی بھی ماں جیسی ہوتی ہے اور وقت نے میرا اِس بات پہ ایمان پختہ کر دیا۔ جب تیمور نے مجھے فرحان کے پروپوزل کے بارے میں بتایا تھا تو میں نے صاف انکار کر دیا تھا اور تمھاری وجہ سے تیمور اور بابا جان نے بھی تم سے پوچھے بغیر ہی انکار کر دیا مگر اُن لوگوں نے ہمارے انکار کو کچھ سمجھا ہی نہیں اور آج فرحان اور اس کے بھائی بھابھی دوبارہ اسی مقصد کے لئے آئے۔ جانتی ہو پہلے تو میں خاموش رہی مگر فرحان سے ملنے اور بات کرنے کے بَعد مجھے لگا کہ قسمت بار بار اتنی مہربان نہیں ہوتی۔

میں نے انکار خود کو تمہاری جگہ پہ رکھ کر کیا تھا، اور ہاں کی خواہش خود کو ایک ماں کی جگہ پہ رکھ کر کی۔ بتاؤ حریم کیا میں نے غلط کیا؟۔۔۔"

حریم کے بالوں میں چلتا اس کا ہاتھ لمحے بھر کے لئے تھما تھا فاطمہ نے اپنا چہرہ حریم کی جانب کیا۔ جس کا چہرہ پورا آنسوؤں سے تر تھا مگر اس بار فاطمہ نے وہ آنسو صاف نہیں کئے، بلکہ اسے رونے دیا تاکہ آنکھوں کے راستے اس کے اندر کا سارا غبار نکل جائے۔ فاطمہ جانتی تھی حریم کسی کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی صرف مضبوط دکھنا چاہتی ہے۔ مگر کبھی کبھی کسی ایک کے سامنے رو کر دل ہلکا کر لینا بہتر ہوتا ہے، مگر صرف کسی ایک سامنے ہر ایک کے سامنے نہیں۔۔۔

"بتاؤ نا حریم کیا میں نے غلط کیا؟۔۔۔۔ کیا ماں اپنی اولاد کے لئے غلط فیصلہ کر سکتی ہے؟۔۔۔"

اب اس نے ایک بار پھر حریم کو بولنے پر اکسایا۔

حریم نے جواب دینے کے بجائے اپنا سر فاطمہ کی گود میں رکھ دیا۔ رونے کی وجہ سے اس کے جِسَم میں لرزش واضح تھی۔

"جانتی ہو حریم، فرحان بہت اچھا لڑکا ہے۔ یہ میں اِس لئے نہیں کہہ رہی کہ تمہیں قائل کر سکوں بلکہ اِس لئے کہہ رہی ہوں تاکہ تمہیں بتا سکوں، اور جانتی ہو سب سے اچھی بات کیا ہے؟۔۔۔ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ وہ بھی تمھاری ہی فیلڈ سے تعلق رکھتا ہے۔ اُس کے خیالات بھی تمہارے جیسے ہیں۔ ایسے میں وہ تمہیں سمجھ سکتا ہے۔ تمھارا ہر وہ خواب پورا کرنے میں تمہاری مدد کر سکتا ہے جن کی تکمیل کے لئے تمہیں کسی کا سہارا چاہیئے اور جانتی ہو وہ کیا کہہ رہا تھا ہے؟۔۔۔ وہ کہہ رہا تھا وہ تمھارا سہارا نہیں بننا چاہتا بلکہ تمہیں اپنا سہارا بنانا چاہتا ہے۔ بتاؤ حریم کیا تم نہیں چاہتی کے تم کُھل کر مسکرا سکو اپنی زندگی جی سکو؟۔۔۔ اپنے اندر کی مثبت لڑکی کو اپنے شریک حیات کے ساتھ شئیر کر سکو۔

تم شادی کے لئے اِس لئے ہاں نہ کرنا کہ تمہیں مکمل ہونا ہے، تم اِس لئے ہاں کرنا کہ تم نے اپنا نصف دین مکمل کرنا ہے، تم نے اپنے نبی پاک (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی سنت کو پورا کرنا ہے۔"

اس نے جھک کر اپنے ہونٹ حریم کے ماتھے پہ رکھ دیئے۔

"بھابھی،" اِس تمام وقت میں حریم پہلی بار بولی تھی۔ آواز اتنی ہلکی تھی اگر فاطمہ اس کے اوپر جھکی نہ ہوتی تو شاید سن بھی نہ پاتی۔

"بھابھی میں مزید کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔ میں اِس قابل نہیں ہوں کہ مکمل ہو سکوں یا کسی کو مکمل کر سکوں، میں ایک ادھوری عورت ہوں۔ جس کی بھی زندگی میں جاؤں گی اس کی زندگی کا داغ بن جاؤں گی اور اُسے بھی ادھورہ کر دوں گی۔"

"حریم ایسے تو مت کہو چندا۔۔۔ اس نے سب کچھ جان کر ہی تمہارے لئے پروپوزل بھجوایا ہے۔ اُس سے کچھ بھی چھپا نہیں ہے۔"

وہ بازو کا سہارا لئے اٹھ کر بیٹھی اس کے آنسو ایک دم سے پھر بحال ہوئے تھے۔

"بھابھی مجھے گِھن آتی ہے اپنے آپ سے، میں محتاج ہوں لوگوں کی، میں محتاج ہوں آپ کی، میری عزت میری ہی نظروں میں گر چکی ہے، میں اپنے ذاتی کاموں کے لئے دوسروں پہ انحصار کرتی ہوں۔ میں اپنے آپ کو اِس قابل نہیں سمجھتی کہ آپ سے نظر ملا سکوں، لیکن میں چاہ کر بھی کسی اور کی نظریں اپنے اوپر برداشت نہیں کر سکتی۔ میں کسی اور کا لمس برداشت نہیں کر سکتی ایسے میں کسی اور کو خود کو دینا کیسے؟ اور وہ بھی تب جب میں جانتی کہ میں سوائے ایک بوجھ کہ کچھ نہیں۔۔۔"

آج اس نے بول دیا تھا جو وہ محسوس کرتی تھی۔ اور فاطمہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"بس اتنی سی بات؟۔۔۔ حریم، مجھے تمہارے کسی کام سے نہ گِھن آتی ہے نہ الجھن ہوتی ہے۔ تمہیں مجھ سے آنکھیں چرانے کی کوئی ضرورت نہیں اور میرے اور اس کے رشتے میں بہت فرق ہو گا، وہ شوہر ہو گا حق رکھتا ہو گا۔ جب رشتے بدلتے ہیں تو نظریئے اور احساسات بھی بدل جاتے ہیں۔ اگر تم میری باتوں کو سمجھ رہی ہو تو مجھے بتاؤ میں کیا جواب دوں؟

فاطمہ نے تھوڑی سے تھام کر اس کا چہرہ اوپر کو اٹھایا۔

"آپ بھائی کو جا کر میرا جواب دے دیں۔"

وہ ہاتھوں کی پشت سے اپنے آنسو صاف کرت بولی۔

"مجھے منگنی جیسے کچے رشتوں پہ کوئی اعتماد نہیں اگر سیدھا نکاح کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے اور سب کام بہت سادگی سے ہونا چاہیئے۔"

فاطمہ اس کی بات سن کر اک دم کِھل سی گئی۔

"اور ایک بات مجھے نکاح سے پہلے اپنے آپکو ذہنی طور پہ تیار کرنے کے لئے کچھ وقت چاہیئے ہے تقریباً ایک مہینہ۔"

اس کی جھکی پلکوں سے پھر ایک آنسو نکلا تھا۔

فاطمہ کو اِس وقت اس پہ ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

* * * * * * * * *

حریم کی ہاں نے قصر فاروقی میں الگ ہی خوشی کا سماں باندھ دیا تھا۔ ہر کوئی خوش تھا۔ فرحان نے ایک بار حریم سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، جسے فاطمہ نے حریم کی ترجیحات بتا کر خوبصورتی سے نکاح تک کے لئے انتظار کا کہا۔ حریم کی خواہش کا پاس رکھتے ہوئے سب کچھ سادگی سے کیا جانا تھا مگر بابا جان یعنی احمد فاروقی کا کہنا تھا سالوں بعد آئی اِس خوشی کا اظہار وہ قصر کو سجا کر کرنا چاہتے ہیں جو کب سے سجنے کے لئے ترس گیا ہے۔

جہاں سادگی سے شادی کی تیاریاں عروج پہ تھی وہیں حور کی خوشی بھی دیکھنے لائق تھی۔ جہاں اسے اپنی پھوپوہ کے دور جانے کا دکھ تھا وہیں پھوپوہ کی شادی دیکھنے کا شوق بھی، مگر اِس کی ساری خوشی اپنے امتحان کی وجہ سے خاک میں مل گئی تھی۔ پیپرز کا مطلب تھا۔ ڈبل پڑھائی حریم نے اِس سے وعدہ کیا تھا اگر وہ اچھے گریڈ سے پاس ہو گئی تو وہ اُسے پارک لے جا کر پارٹی دے گی، بھلا پھوپوہ کی لاڈلی کو اور کیا چاہیئے تھا۔

ہر چیز کے ساتھ ساتھ حریم کی پریشانی بھی عروج پہ تھی۔ زینت کے مجرم اب حریم تک پہنچ چکے تھے لیکن ہلکی پھلکی دھمکیوں کے علاوہ انہوں نے حریم کو کچھ نہ کہا تھا۔ اور یہ دھمکیاں تو وہ ہر کیس میں ہی سننے کی عادی تھی اِس لئے ان دھمکیوں کا بھی کوئی خاص نوٹس نہ لیا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ تول پکڑتا جا رہا تھا میڈیا نے اِس کیس کو اپنی خبریں رنگین کرنے کے لئے سیاسی طور پہ اچھال دیا تھا۔ جس سے کسی کو تو کچھ فرق نہ پڑا۔ بس زینت کی تصویریں آہستہ آہستہ سوشل میڈیا پہ نشر ہونا شروع ہو چکی تھیں۔ شاید، یہ بات چُھپ سکتی مگر میڈیا کی وجہ سے جس کو نہیں بھی پتہ تھا اس کو بھی خبر ہو چکی تھی زینت کے گھر والے پہلے ہی اس کو بے دخل کر چکے تھے مگر اب میڈیا کے بار بار ان کے گھر جانے پر اپنی ہی بیٹی پہ کیچڑ بھی اُچھالنا شروع ہو چکے تھے۔ اور یہی تو اِس کے مجرم چاہتے تھے جو ہو رہا تھا یا وہ کروا رہے تھے۔ حریم حیران تھی کہ ماں باپ ہی کیسے اپنی بیٹی پہ کیچڑ اچھال سکتے ہیں۔ اتنا اندازہ تو اُسے ہو ہی گیا تھا کہ اس کے مجرم کوئی عام مجرم نہیں ہیں وہ ضرور اونچے طبقے کے لوگ ہیں۔

اِس کیس کے سلسلے میں اِس نے کئی پروفیشنل ہیکیرز سے بات کی تھی مگر وہ اتنی مُنہ مانگی رقم مانگتے کہ حریم بذات خود تو کیا کوئی بھی ادارہ اِس کی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیتا۔

حور کو اپنے موبائل کے ساتھ پنگے لیتا دیکھ کے حریم نے اس کی سرزنش کی۔

"حور اپنی توجہ پڑھائی پہ دو۔" حریم اس وقت حور کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ اپنا کام بھی کر رہی تھی۔ اب حور کو اپنے موبائل پہ لگا دیکھ کر ٹوکے بغیر نہ رہ سکی۔

"Mark this phupooh۔۔۔ One day I will smash these lock."

حریم نے موبائل پہ لاک لگا رکھا تھا جسے نہ کھلتا دیکھ کو وہ کوفت کا شکار ہوئی۔

"کیوں بھئی حور کو ایسا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئے گی؟۔۔۔"

"Because I want to become a best hacker to help you and others."

اِس کی بات سن کر حریم ایک دم سنجیدہ ہوئی تھی۔

"حور آپ نے میری باتیں سنی تھیں؟۔۔۔ جانتی ہیں ناں یہ بیڈ ہیبٹ ہے۔" حریم کا مزاج بگڑا۔

"سوری پھوپوہ مگر میں نے سُنی نہیں تھی وہ خود ہی آواز آگئی تھی تو میں نے سن لی۔"

کہہ تو وہ بھی صحیح ہی رہی تھی۔

* * * * * * * *

حریم کی سمجھ سے باہر تھا وہ اِس معاملے کو کیسے سلجھائے مہینہ پورا ہونے کو تھا۔ وہ نکاح سے پہلے اِس مسئلے کو ختم کرنا چاہتی تھی مگر اِس کے علاوہ اِس کے پاس کوئی راستہ نہ تھا کہ اب وہ فرحان سے بات کر کے دیکھتی، شاید بھابھی درست ہی کہتی ہیں۔ مرد کے بغیر عورت واقعی ادھوری ہے۔

آج اِس کے نکاح کا جوڑا آیا تھا۔ جب فاطمہ اِس کا جوڑا لئے کمرے میں آئی تو لمحے بھر کے لئے تو وہ جوڑے کی نفاست کو دیکھتی رہ گئی۔ سفید فراک جس پہ گولڈن رنگ کا نفیس کام کیا گیا تھا ساتھ میں لال رنگ کا ڈوپٹہ تھا۔ دوپٹہ کی چاروں طرف کرن لگی ہوئی تھی۔ اور اندر کہیں کہیں ہلکا سا فراک کے ڈیزائن کا چھٹا ڈالا گیا تھا۔ جوڑا دیکھ کر اس نے کھلے دل سے خریدنے والے کی پسند کو داد دی تھی۔

"جس نے بھی خریدا ہے اُس کی پسند بہت اچھی ہے۔"

"واقعی ساری بات ہی پسند کی ہے، تبھی تو اُس نے تمہیں پسند کیا ہے۔"

فاطمہ کی بات سے اِس کے گال ایک دم لال قندھاری ہوئے تھے۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ اتنا اونچا بولی تھی کہ اِس کی بات فاطمہ کی سماعت تک پہنچی۔

جوڑے کی ڈبے میں سے ایک سفید کاغذ بھی نکلا تھا۔ جو شاید فرحان نے ہی لکھ کر بھیجا تھا فاطمہ وہ کاغذ اِس کی جانب بڑھا کر خود کمرے سے نکل گئی۔

"اسلام و علیکم !۔۔۔"

"وعلیکم اسلام۔۔۔۔۔" حریم نے سلام کا جواب ایسے دیا جیسے وہ حقیقتاً اِس کے سامنے بیٹھا ہو۔

" امید کرتا ہوں آپ اچھی ہوں گی۔ جو کہ آپ ہیں۔ آپ کی ترجیحات کا مجھے بھابھی سے پتہ چلا۔ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی اِس لئے اتنا وقت اپنے آپ کو آپ سے بات کرنے سے روکے رکھا تھا مگر اب کیا کرتا بات کرنا بھی ضروری تھی ورنہ کچھ پتہ نہیں آپ اپنے دِل میں میرے لئے کیا بات بٹھا لیتیں۔ اسی لئے مجھے یہ اوپشن درست لگا۔ مجھے آپ پہلی نظر میں ہی اچھی لگی تھیں۔ آپ کی جس بات نے مجھے سب سے زیادہ متوجہ کیا تھا۔ وہ آپ کی سادگی تھی اور شاید آپ کی آنکھوں کی گہرائی بھی۔۔۔ اس دن میں سامنے بیٹھا جتنی دیر بھی آپ کو سنتا رہا میرے دِل میں آپ کی آنکھوں کی گہرائی جانچنے کی چاہت اتنی ہی بڑھتی گئی، پھر سلیمان بھائی کی بدولت مجھے پتہ چلا آپ تیمور بھائی کی بہن ہیں۔ آپ کی ہمت اور آپ کے عزم کو دیکھ کر مجھے آپ اچھی لگنے لگی تھیں۔ پہلے مجھے آپ میں دلچسپی ہوتی گئی، اِس لئے میں نے آپ کے بارے میں سب باتیں پتہ کروائیں اور پھر آپ مجھے پسند آئیں اور اِس چاہت کا ذکر میں نے بھائی سے کیا جس پہ وہ رشتہ لے کر آپ کے گھر آ گئے لیکن آپ کے گھر سے بار بار انکار ہوتا گیا۔ آخری حل مجھے یہی نظر آیا کہ خود جا کر آپ سے اور آپ کے گھر والوں سے بات کروں اس دن جب میں آیا تھا تو آپ سے ملنے کی تمنا دِل میں رکھ کر آیا تھا لیکن بھابھی نے بتایا کہ آپ گھر نہیں ہیں پھر سوچا چلو کوئی بات نہیں صرف ایک جھلک ہی نظر آ جائے۔ میں اس دن جان بھوج کر کافی دیر بیٹھا رہا۔ پر آپ نہ آئیں مگر حور عین ضرور نظر آ گئی۔ وہ ہو بہو آپ کا عکس ہی ہے صرف ایک چیز کا فرق ہے اور وہ فرق ہے آنکھوں کا۔۔۔ نہیں، نہیں رنگ کا نہیں۔۔۔ رنگ تو ایک جیسا ہی ہے۔ بس آپ کی آنکھوں میں اداسی کی چمک ہے اور اس کی آنکھوں میں روشنی کی کچھ کرد کھانے کی۔ اس بچی سے مل کر جب میں واپس گیا تھا تو مجھے یقین تھا اِس بار بھی انکار ہی ہو گا۔ مگر خوش قسمتی سے ہاں ہو گئی۔ اس وقت میں نے آپ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور جب بھابھی نے مجھے آپ کی ترجیہات کا بتا کر ملنے سے روکا، اس وقت مجھے آپ سے محبت ہوئی تھی۔ ہاں مجھے آپ سے محبت ہے۔ میں یہ سب آپ کو نکاح کے بعد بتانا چاہتا تھا مگر آپ کا وہم دور کرنے کے لئے میرے پاس اِس سے بہتر راستہ نہ تھا۔

حریم میں نے آپ پہ ترس نہیں کھایا یقین مانئے آپ ترس کھانے والی چیز نہیں ہیں۔ آپ جیسے مضبوط لوگوں پہ ترس نہیں کھایا جاتا، نہ ہی سہارا دیا جاتا ہے، بلکہ آپ جیسوں کو تو اپنا سہارا بنایا جاتا ہے اور میں بھی یہی چاہتا ہوں، لیکن ایک چیز کا مجھے بہت افسوس ہے آپ نے مجھے اِس قابل نہیں سمجھا کہ ضرورت کے وقت آپ کے کام آسکوں۔ آپ نے مختلف اداروں سے مدد مانگی مگر ایک بار بھی مجھے پکارنا مناسب نہیں سمجھا۔ جب مجھے دوسروں سے پتہ چلا کہ زینت کا کیس آپ ہینڈل کر رہی ہیں تو مجھے بہت افسوس ہوا تھا۔ حریم آپ ایک بار مجھے پکار کر تو دیکھتیں۔ ہمارے درمیان کے تعلق کو ایک طرف رکھ کر' ایک کولیگ کی حیثیت سے ہی سہی مگر بات تو کرتیں۔۔۔ شاید میں آپ کے کچھ کام آ سکتا۔ خیر مجھے آپ کی پکار کا انتظار رہے گا۔ اگر آپ مجھے کسی قابل سمجھتی ہیں تو بات کر کے ضرور دیکھئے گا۔ مجھے اپنا محسن پائیں گی۔

فرحان افگن۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پورا خط پڑھنے کے بَعد اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور اسے فولڈ کر کے اپنی سائڈ ٹیبل پہ موجود باکس کے نیچے رکھ دیا۔

اِس خط کو پڑھ کر جہاں اس کو شرمندگی ہوئی تھی وہاں اطمینان بھی ہوا تھا۔ اتنے عرصے بَعد اس کے چہرے پہ ایک خوبصورت مسکراہٹ آئی تھی۔ جس کا تعلق خالصتاً اس کی اپنی ذات سے تھا۔ حریم کو اِس وقت فاطمہ پہ ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

جو اپنی بیٹی سے بھی بڑھ کر اِس کا خیال کرتی تھی۔ لیکن اِس کے ساتھ ہی اسے ایک نئی پریشانی نے بھی گھیر لیا بھلا وہ اِس کا سامنا کیسے کرے گی؟۔۔۔ چلو کوئی بات نہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا یہ سوچتے ہوئے اس نے اپنے کمرے کے

اس کونے کا رخ کیا جسے وہ پینٹینگ کے لئے استعمال کرتی تھی۔ اِس کا موڈ اچھا تھا اور ایسے میں وہ آج زمانے بَعد کچھ پر سکون سا منظر قید کرنا چاہتی تھی۔ اس نے باغ کی طرف کُھلتی کھڑکی کھولی اور تازہ ہوا میں ایک گہرہ سانس نکالنے کے بعد مسکراتے ہوئے کینوس پہ رنگ بکھیرنے لگی۔ اس وقت وہ یہ نہ جانتی تھی کہ یہ پینٹنگ کسی کی زندگی بن جائے گی۔

* * * * * * * * * * * *

واک سے آکر اس نے حور کو ایک بار پھر سے سارا سلیبس دہرایا۔ آج اس کا آخری پیپر تھا پھر اِس نے اگلی کلاس میں پروموٹ ہونا تھا۔ اِس کا رزلٹ حریم کے نکاح سے ٹھیک ایک دن قبل تھا۔ حریم ہمیشہ حور کو رزلٹ والے دن پارٹی دیا کرتی تھی، جس میں صرف حور اور حریم ہی ہوتے۔ یہ بھی ان پھوپھی بھتیجی کی سیلیبریشن کا انوکھا انداز تھا۔ جسے وہ پارک میں جا کر سیلیبریٹ کرتے تھے مگر اِس بار ایسا ممکن نا تھا۔ اسی لئے حور نے پہلے ہی ضد باندھ لی تھی پارٹی تو وہ ضرور لے گی اور اگلے نہیں بلکہ رزلٹ والے دن ہی لے' لے گی۔ اصل میں اِس ضد کی وجہ جلال پارک میں ٹھیک رزلٹ والے دن ہونے والا ایک کنسرٹ تھا۔ حریم رش کے مقامات سے دور بھاگتی تھی مگر وہ حور کے آگے بے بس تھی۔ ایسے میں طے یہ پایا گیا پارٹی جو کے صرف دو بندوں پہ مشتمل تھی وہ کینسل کر کے دونوں کنسرٹ میں چلے جائیں گے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ویسے تو حور عین پوری حریم پہ تھی مگر کچھ عادتیں اِس کی حریم سے یکسر مختلف تھیں۔ جن میں فضول چیزوں کی فضول ضد کرنا اور اپنی غلطی کبھی نا ماننا۔ ایسی حالت میں حور صرف ایک ہی شخص کے قابو آتی تھی اور وہ تھی حریم خود۔۔۔ وہ کبھی غصے اور کبھی پیار سے اسے سمجھا ہی لیتی تھی۔ مگر اِس کی غیر موجودگی میں تو وہ فاطمہ کی ناک میں دم کر کے رکھ

دیتی تھی۔ فاطمہ جب بھی اِس کی شکایت لے کر تیمور کے پاس جاتی تھی۔ تیمور بڑی محبت بھرے انداز میں اِس کی تھوڑی تھام کر اتنی الٹی بات کہتا کہ فاطمہ مزید ہی چِڑ جاتی۔

"فاطمہ بیگم آپ کی بیٹی نے ایک ہی انداز تو اپنی ماں سے چُرایا ہے اس پہ بھی آپ کا یہ غصہ زرا سوٹ نہیں کرتا۔"

اور فاطمہ اِس محبت بھری عزت پہ تلملا کے رہ جاتی۔

"جیسا باپ ویسی بیٹی۔۔۔" اور اِس پہ تیمور چھت پہاڑ قہقہ لگاتا۔

"بیگم فقرہ تو درست کر لیں شاید آپ کہنا چاہ رہی تھیں۔ جیسی ماں ویسی بیٹی۔۔۔۔ "

حور کے بعد جب تیمور نے فیملی آگے بڑھانے کا اظہار کیا تو فاطمہ نے بہت سہولت سے حور عین کے چھوٹے ہونے کا بہانا بنا کر ٹال دیا، لیکن اصل وجہ سے کہیں نہ کہیں تیمور بھی واقف تھا۔ اس دوران حریم کی حالت بہت خراب تھی وہ کسی نرس کو بھی اپنے پاس لگنے نہ دیتی تھی۔ جب کوئی نرس اسے ہاتھ لگاتی وہ ہذیانی انداز میں چیخ چیخ کے اپنے آپ کو

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

نقصان پہنچاتی، ایسے میں فاطمہ ہی تھی جو ماتھے پہ بل لائے بغیر اسے سنبھالتی تھی۔ پھر ایسے حالات میں وہ تیمور کی بات کیسے مان سکتی تھی جبکہ حریم کو اس کی سخت ضرورت تھی۔

* * * * * *

اس نے دھڑکتے دِل کے ساتھ اپنی ملازمہ کے ساتھ افگن آرگنائزیشن کا گیٹ پار کیا اور فائلز پہ اپنی گرفت اور مضبوط کرلی۔ باہر موجود آدمی کو فرحان کو بلانے کا کہہ کر خود وہ اپنا رخ دہنی جانب موجود لان کی جانب کر چکی تھی۔ وہاں بیٹھ کر ملازمہ کو اس نے واپس گاڑی میں بھیج دیا تھا۔ لان کے پر سکون ماحول کو محسوس کرتے اِس نے ایک لمبی سانس خارج کی اور بِلڈنگ کو ستائشی نظروں سے دیکھنے لگی یہاں پہ موجود سہولیات کو دیکھ کر اِس نے دِل ہی دِل میں اِس بندے کو سراہا اور لان میں بیٹھے بوڑھے بزرگوں کی جانب متوجہ ہو گئی۔ لان کے عین وسط میں دو بزرگ ڈھیلے ڈھالے صاف ستھرے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس شطرنج کی بازی لگا رہے تھے جبکہ پاس بیٹھے باقی تین بزرگ مسئلہ کشمیر کا حل ڈھونڈنے میں مصروف تھے۔

وہ کام میں مصروف فائلز تلاش کر رہا تھا۔ جب کلرک نے اسے کسی کے آنے کی خبر دی۔ وہ حیران سا سب کچھ چھوڑ کر لان کی جانب آیا تھا۔ جب سامنے بیٹھی حریم کو دیکھ کر اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پہ ہی رک گیا۔ آج بھی حریم نے وہی سوٹ پہن رکھا تھا جس میں فرحان نے اسے پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ وہ چاہ کر بھی حریم کو یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ اسے یہ رنگ کس قدر پسند ہے جس میں اس نے حریم کو پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ اِس کو بتانا چاہتا تھا کہ اِس رنگ میں اسے وہ اتنی حَسِین لگی تھی کہ وہ چاہتا تھا جب وہ اِس کی زندگی میں شامل ہو اِس نے یہی رنگ پہنا ہو اسی لئے اس نے نکاح کے لئے خود اپنی پسند کا اِسپیشل سوٹ تیار کروا کر بھابھی کے ہاتھ بھجوایا تھا۔

اپنی سوچوں کو جھٹک اس نے گلا کھنکار کر حریم کو متوجہ کیا۔ وہ ان عمر رسیدہ لوگوں کی کسی بات پہ ہنس رہی تھی جب اپنے پیچھے کسی کے گلا کھنکارنے پہ ایک دم سیدھی ہوئی۔

وہ جتنی دیر بھی فرحان کے سامنے بیٹھی کیس پہ بات کرتی رہی' فرحان نے اپنی نظر تک اٹھا کر اسے نہ دیکھا تھا اگر دیکھا بھی تھا تو ان آنکھوں میں اپنے لئے موجود عزت اور محبت کو دیکھ کر وہ خود دنگ رہ گئی تھی۔

اب وہ کیا جانتی تھی کہ سامنے والا نظر اٹھا کر اِس لئے نہیں دیکھ رہا کہ ایک بار جو نظر اُٹھ گئی تو ہٹانا مشکل ہو جاتی ہے۔

فرحان نے اِس کی تصویروں کی طرف سے پریشانی ختم کر دی تھی مگر اب جو اصل پریشانی تھی وہ تھی ان ڈیوائسس تک پہنچنا۔

اور اِس کا صرف ایک ہی حل تھا وہ تھا ان لوگوں کو بات کرنے پہ مجبور کرنا حریم کو جب بھی دھمکی بھرے فون آئے تھے ہر دفعہ نمبر چینج ہوتا تھا۔

فرحان نے اِس کے موبائل میں ایک سافٹ ویئر ایکٹیویٹ کر دیا تھا۔ اب اسے کرنا یہ تھا جب اسے کوئی فون آئے تو بجائے اس سے دوٹوک بات کر کے فون بند کرنے کہ بات کو لمبا کھینچنا تھا۔ انہیں ظاہر کرانا تھا کہ حریم ان سے ڈر رہی ہے۔ اتنے میں سافٹ ویئر تمام ضروری انفارمیشن سٹور کر لیتا۔ جس میں سب سے ضروری چیز ان کی لوکیشن تھی ڈیٹا تھا۔ عموماً ایسا مواد ایک ڈیوائسس میں نہیں بلکہ مختلف چیزوں میں محفوظ کر کے رکھا گیا ہوتا تھا۔ اس لئے اگر تصویریں ایک ڈیوائس سے ختم کر بھی دی جاتیں تو دوسری میں باقی رہتیں۔ فرحان خود بھی سافٹ ویئر کا سٹوڈنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھا ہیکر بھی تھا، لیکن یہ کام وہ اپنے ایک جاننے والے کے ساتھ مل کر' کر رہا تھا۔ وہ حریم کے کہنے سے پہلے ہی انٹرنیٹ پہ لیک کی گئی زینت کی تمام تصاویر کو ریموو کر چکا تھا۔

ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

سوفٹ ویئر سے ملنے والی معلومات کے مطابق جو چیزیں حاصل ہوئی تھیں۔ اُسے کام میں لے کر آتے ہوئے فرحان نے دوسری جانب کا سارا سسٹم ایک سکام لنک کے زریعے بلینک کر دیا تھا۔ لیکن جو چیز ان کے لئے مسئلہ بنی تھی۔ وہ تھی ان لوگوں کی لوکیشن وہ لوکیشن تک پہنچ کر بھی ان لوگوں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ فرحان خود جا کر بھی اس جگہ کا چکر لگا چکا تھا مگر اسے وہاں سے کچھ حاصل نا ہوا تھا اِس مسئلے میں وہ پولیس کو شامل نہیں کر سکتے تھے وہ یہ کام پہلے کر کے نتیجہ بھگت چکے تھے۔

وہ جانتی تھی کام ختم نہیں ہوا مگر امید کی کرن اس کے اندر ضرور جاگی تھی۔ وہ خوش تھی کہ اب زینت بھی عام لوگوں کی طرح سکون سے زندگی گزار سکے گی۔ اگر اِس کیس میں کوئی تبدیلی آئی تھی تو وہ یہ تھی کہ پہلے جو دھمکیاں اسے فون پہ ملتی تھیں اب وہ سامنے آ کر دیتے تھے۔ حریم ڈر تو ضرور گئی تھی مگر وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے نکاح کا دن بھی قریب آ ہی گیا۔ کل اِس کا نکاح تھا اور آج حور عین کا رزلٹ وہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی فرسٹ آئی تھی اور اب باری تھی حریم کی پارٹی دینے کی۔ سادگی کے باوجود قصرِ فاروقی میں خوب رونق لگی تھی احمد فاروقی کے تو خوشی کے مارے پاؤں ہی زمین پہ نہ ٹک رہے تھے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ کیا کر دیتے۔ حریم نے سادگی کی شرط نہ رکھی ہوتی تو احمد فاروقی کچھ نا بھی کرتے تو اِس کی تمام رسمیں ضرور کرتے آخر کو ان کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی نے رخصت ہونا تھا۔ وہ مہندی لگے ہاتھوں سمیت بابا جان کے پاس ہی بیٹھی تھی اور وہ اسے اِس کے بچپن کی باتیں بتا بتا کر ہنسا رہے تھے۔ سات بجے اِسے حور کے ساتھ پارک جانا تھا اور ابھی دو گھنٹے باقی تھے اس نے بابا جان سے اِجازت لی تو اسے اپنے سینے میں بھینچتے اُن کی آنکھوں سے پانی نکل آیا۔ کتنی تکلیفوں کے بعد تو ان کی لاڈلی کی زندگی میں خوشیوں نے دستک دی تھی۔ اپنے جذبات پہ قابو پا کر انہوں نے اِس کی پیشانی پہ بوسہ دیا تو وہ بھی اپنے آنسو پیتی فاطمہ کے پاس چلی آئی۔ کل ہی فاطمہ کو پھر سے خوش خبری کی نوید ملی تھی۔ اس خبر سے جہاں باقی سب خوش تھے وہیں قصر فاروقی کی فضا میں بھی مستی سی جھومی تھی۔ حریم خوش تھی کہ وہ ایسے وقت میں فاطمہ کو مزید تنگ

نہیں کر سکے گی۔ جس میں اِسے ریسٹ کی سخت ضرورت تھی۔ اسے پتہ تھا فاطمہ اِس کے کمرے میں اِس کی چیزیں پیک کر رہی ہے، جب وہ کمرے میں آئی تو فاطمہ اِس کے نکاح کا ڈوبٹہ تھامے بیٹھی تھی۔ اسے آتا دیکھ کر اس نے حریم کو آئینے کے سامنے کیا اور وہ لال ڈوبٹہ اِس کے سر پہ اوڑھا دیا۔

"جانتی ہو حریم، میرے دِل میں یہ حسرت کب سے تھی کہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے دلہن بناؤں اور کل میری یہ حسرت پوری ہو جائے گی۔ افففف حریم تم نہیں جانتی میں کتنی خوش ہوں تمہارے لئے۔ "

اس نے آئینے میں نظر آتے حریم کے عکس کو دیکھ کر کہا جو لال ڈوپٹے میں خود بھی لال ہی ہو رہا تھا۔

"یہ دیکھو میں نے یہ جویلری تیمور کے ساتھ جا کر خاص تمہارے نکاح کے لئے پسند کی ہے۔ کیسی لگی؟۔۔۔" وہ لال مخمل کا ڈبہ اِس کے سامنے کرتے بولی۔

اگر حریم کو معلوم ہوتا کہ اِس کے شادی کے لئے ہاں کر دینے سے اِس کے گھر والے اتنے خوش ہوں گے تو وہ اپنے لئے آئے پہلے رشتے پر ہی ہاں کر دیتی۔ مگر ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اسے اپنے مقررہ وقت پہ ہی ہونا ہوتا ہے اب چاہے وہ روح کا جِسَم سے نکلنا ہو یا روح کا جِسَم میں ڈلنا سب کچھ اس ذات نے پہلے ہی مقرر کر رکھا ہوتا ہے۔

نجانے کیوں آج اس کا دل حور کو اپنے ساتھ پارک لے جانے کے لئے راضی نہ تھا۔ شاید وجہ کل اِس کا رخصت ہو جانا تھی۔ وہ حور کو منع کر دیتی مگر آج وہ اِس کا دِل توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ سات بجے تو وہ حور عین کے ساتھ پارک کی طرف چل پڑی۔ گھر سے نکلتے ہوئے وہ عجیب وہمات کا شکار ہو رہی تھی۔ حور عین آج معمول کی نسبت خاموش تھی اس کے مہندی لگے ہاتھ اپنے چھوٹے اور نازک ہاتھوں میں تھامے وہ خاموشی سے ویل چیئر کے ساتھ چل رہی تھی۔ حریم خاموشی کی وجہ جانتی تھی مگر وہ اِس بات کو ظاہر نہیں کرانا چاہتی تھی۔ جانتی تھی، حور عین حریم کی شادی کے بعد اس گھر سے چلے جانے کا سوچ کے چپ چپ سی تھی۔

دھمکیاں ملنے کے بَعد سے وہ اپنے ساتھ حفاظتی طور پہ ایک چھوٹا سا چاقو، مرچ پاؤڈر اور کچھ پتھر ہمیشہ اپنے بیگ میں رکھتی تھی۔ مارشیل آرٹس کی کلاسز میں بچوں کو اپنے ڈیفنس میں سکھائے جانے والے ٹریکس دیکھ کر کچھ کچھ تو اسے بھی آ ہی گئے تھے مگر اِس نے کبھی ٹرائی نہیں کیا تھا شاید وہ کرتی بھی اگر اِس کی معذوری اس کے ساتھ نہ ہوتی۔ مگر وہ حور کو ضرور وہ کلاس دلواتی تھی۔

جلال پارک ان کے گھر کے بہت نزدیک تھا اسی لئے وہ دونوں روز یہاں واک کرنے آیا کرتی تھیں۔ وہ سارا رستہ حور عین کو سمجھاتی آئی تھی۔ فاطمہ کو تنگ نہیں کرنا، ماما پاپا کی بات ماننی ہے اور روز دادا کو مارننگ واک پہ زبردستی لے کر جانا ہے۔

کنسرٹ کی وجہ سے پارک کی ایک سائڈ کافی سنسان تھی کیونکہ سب لوگ کنسرٹ والے حصے میں ہی بھیڑ لگائے ہوئے تھے۔

پارک میں داخل ہوتے اسے اپنی ویل چیئر کے شیشوں سے کچھ لوگ اپنا تعاقب کرتے محسوس ہوئے تھے۔ اِس نے پریشانی سے حور عین کی جانب دیکھا اِس کے ساتھ ہونے والا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا۔ ایسا ہوتا آیا تھا مگر اِس بار حور اِس کے ساتھ تھی اور وہ اس کے چھوٹے سے دماغ میں کسی ایسے واقعے کے نشان نہیں چھوڑنا چاہتی تھی جو اُس کہ ذہنی روپہ اثر ڈالے۔ اس کے اندر ہر گزرتے لمحے کچھ غلط ہونے کا احساس اور خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

اس نے نامحسوس انداز میں اپنی رفتار بڑھا دی تھی۔ جس سے حور بھی ساتھ رہنے کی کوشش میں تیز تیز چلنا شروع ہوئی۔ حریم کی نظریں مستقل شیشے پہ لگی تھیں۔ جب اِس کو یقین ہو گیا کہ یہ اس کا وہم نہیں ہے وہ لوگ اسی کے تعاقب میں ہیں۔ اس نے حور کا ہاتھ مضبوتی سے تھاما اور اپنے پرس میں سے مرچ پاؤڈر اور چاقو نکال کرنا محسوس انداز میں اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں تھما دیا۔ حور نے پریشانی سے اس کی جانب دیکھا تو حریم نے سب اسے پاکٹ

میں چُھپا لینے کا کہا۔ حور کو حریم کے انداز حیرت میں مبتلا کر رہے تھے۔ مگر حریم کے پاس وقت نہیں تھا اس کی حیرانگی دور کرنے کا۔ اُسے جلد اَز جلد حور کو یہاں سے دور کرنا تھا۔

"حور میری بات غور سے سنو۔۔۔ پرامس کرو میں جو کہوں گی تم ویسا ہی کرو گی۔"

حریم کے انداز میں پریشانی دیکھ کر حور کو بھی کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔ اس نے اسی پریشانی میں اپنا سر اثبات میں ہلایا۔

"گڈ!۔۔۔ اب سنو جب میں آپ کو بھاگنے کا کہوں تو آپ نے کچھ بھی پوچھے بغیر بھاگنا ہے۔ بہت تیز بھاگنا ہے اور اس وقت تک بھاگنا ہے جب تک آپ اُس کراوڈ میں نہیں پہنچ جاتی۔"

حور نے اِس کی بات روکنا چاہی لیکن اِس نے اسے چُپ کراتے ہوئے رفتار مزید بڑھا دی جس سے حور بھی اب تقریباً بھاگ رہی تھی۔

"Hoor we are not safe here and you have to run for your life."

"مگر آپ۔۔۔۔ پھوپوہ میں۔۔۔ آپ ایسے۔۔۔۔" حور نے باقاعدہ رونا شروع کر دیا تھا۔

"حور میری جان پلیز اِس وقت مجھ سے کچھ مت پوچھو۔ بس جیسا میں کہہ رہی ہوں سب ویسے ہی کرو۔ کیا آپ کو اپنی پھوپوہ سے پیار ہے؟۔۔۔"

"جی! بہت زیادہ۔۔۔"

تو بس پھر جیسا میں کہوں گی بالکل ویسا ہی کرنا۔ بھاگتے ہوئے آپ نے پیچھے مُڑ کر نہیں دیکھنا اور نہ ہی رکنا ہے۔ اگر آپ کو کسی کی بھی آواز آئے کیسی بھی آواز آئے، چاہے میری ہی کوئی آواز کیوں نہ ہو۔ آپ نے پیچھے نہیں دیکھنا ورنہ

پتھر کی ہو جاؤ گی۔ اور اگر کوئی bad uncle آپ کو ٹچ کرے تو آپ نے یہ ریڈ پاوڈر اس کی آنکھوں میں پھینک دینا ہے۔ بہت تیز تیز بھاگنا ہے، بہت شور مچانا ہے اور اپنے لئے فائٹ کرنی ہے۔" حور مسلسل رو رہی تھی۔ مگر حریم اس کو سب حفاظتی اقدامات سمجھا دینا چاہتی تھی۔

"حور میری طرف دیکھو' میری بات سنو اگر پھر بھی کوئی آپ کا پیچھا کرے تو آپ یہ پتھر بھی مارنا اور بھاگتی رہنا۔ جب تک کہ آپ کراوڈ میں نہ پہنچ جاؤ۔ اور میں پھر کہہ رہی ہوں آپ نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا۔ آپ پھوپوہ کی اچھی بیٹی ہو ناں؟۔۔۔ آپ نے ہر حال میں پھوپوہ کی بات ماننی ہے۔"

حریم نے اپنے آنسوؤں پہ بند باندھتے ہوئے حور کے آنسو صاف کئے اور اس کا ہاتھ ایک آخری دفعہ مضبوطی سے تھام کر اپنے لبوں سے لگایا۔

"Now Run..."

وہ حور کی آنکھوں میں خوف سے امڈتے آنسو دیکھ سکتی تھی مگر یہ وقت نہیں تھا کہ وہ اِس کے آنسو پونچھتی اور ایوری تھنگ اِز فائن' آئی ایم ہیئر کہہ کر گلے لگاتی۔

حور کے بھاگتے ہی ان لوگوں کی سپیڈ بھی تیز ہوئی تھی۔ حریم نے اپنی ویل چیر کو فل سپیڈ پہ کر دیا۔ پر آخر کو وہ بھی ایک ویل چیئر تھی جہاز نہیں، ایک دم اس کا ایک ویل سامنے پڑے بینچ سے ٹکرایا اور حریم ویل چیئر سمیت منہ کے بل اوندھی زمین پہ جا گری۔ تکلیف کی شدت سے اِس کے منہ سے سسکیاں نکل رہی تھی۔ اِس کو اپنے جانب بڑھتے قدموں اور شیطانی قہقہوں کی آواز صاف آ رہی تھی۔ اِس مقام پہ اس نے اپنے آپ کو بالکل بے بس اور بے سہارا معزور عورت محسوس کیا تھا۔ اس نے چہرا اٹھا کر نا محسوس انداز میں حور کو دیکھا جو بھیڑ کی جانب بھاگ رہی تھی اِس کی زُبان پہ مسلسل حور کی حفاظت کی دعا تھی۔

کسی نے اِس کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے سرے پہ پاؤں رکھا تو اِس کے حلق سے بے اختیار آہ نکلی۔ وہ اتنی بری طرح گری تھی کہ اس کی ایک بے جان ٹانگ جس میں وہ ہلکی ہلکی کچھ جان محسوس کر سکتی تھی وہ ویل چیئر کے نیچے پھنسی تھی۔ اس کا چہرہ زمین کے ساتھ لگا تھا اور وہ تکلیف کی وجہ سے اپنی ریڑ کی ہڈی اپنے واحد آسرے کو بھی حرکت دینے سے قاصر تھی۔

اس نے ہلکا سا چہرہ اٹھا کہ دیکھا تو وہ تقریباً چار سے پانچ لوگ تھے جو اسے گھیرے میں لئے ہوئے تھے۔ سب ہی اِس کی تکلیف کو دیکھ کر خباثت سے ہنس رہے تھے۔

"منع کیا تھا ناں تمہیں۔۔۔" ان میں سے ایک آدمی نے ویل چیئر اٹھا کر دوسری طرف پھینکی اور اسے بالوں سے جکڑ کر سیدھا کیا۔ اس کا دوپٹہ ویل چیئر میں ہی پھنس گیا تھا۔

"منع کیا تھا ناں تمہیں، مت اڑاؤ اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پرائے پھڈوں میں ورنہ تمہارے ساتھ بھی وہی ہو گا جو تمہاری اُس پیاری کیساتھ ہوا۔ مگر نہیں تم باز نہیں آئی۔۔ اب بھگتو اپنا نتیجہ۔۔۔ پہلے میں تمہاری موت تمہارے گھر والوں کے لئے عبرتناک بناؤں گا اور پھر وہ تمہارا وفادار کیا نام تھا اس کا فرحان۔۔۔ ہاں فرحان۔۔۔ اس کی تو بوٹیوں تک کیلئے اُس کے گھر والے کتوں کی طرح ترسیں گے۔"

اپنے ہاتھوں میں چھپے چھوٹے سے چاقو سے حریم نے پوری شدت سے اس آدمی پہ وار کرنا چاہا تھا۔ جس پہ وہ آدمی ایک دم درد سے کراہا اور حریم کو بالوں سے جکڑتے زور سے جھٹکا دے کر زمین پہ گرایا۔ گرنے سے اس کے جِسَم میں بچی، بچی کُچی جان بھی اسے نکلتی محسوس ہوئی تھی۔۔۔ چاقو وہ اس چھین کر دور پھینک چکے تھے۔ اس کے پاس چاقو دیکھ کر اُنہیں طیش آیا تھا۔ ان سب کو گندی نظروں سے اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر وہ ایک دم الرٹ ہوئی تھی۔۔۔

حور جو کب سے بھاگے جا رہی تھی حریم کی چیخ پہ ایک دم رُکی تھی اس نے پلٹ کے حریم کو دیکھا اور وہیں ساکت ہو گئی۔

اس کی آنکھوں نے جو منظر دیکھا تھا اس نے چھوٹی سی حور کو اپنی عمر سے کئی سال بڑا کر دیا تھا۔ حریم جو اس کی آنکھوں کی چمک قائم رہنے کی دعا ہمیشہ کرتی تھی نہیں جانتی تھی کہ اِس لمحے اِس کی بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ ہی ان آنکھوں کی چمک بھی بجھ گئی ہے۔

حور بھول گئی تھی کہ اس کی پھوپوہ، اُس کی ٹیچر نے اُسے کیا سبق پڑھایا تھا۔ اس سے نہ مڑنے اور نہ رکنے کا وعدہ لیا تھا۔ اور اِس وقت حور مڑ بھی چکی تھی اور رُک بھی چکی تھی یا شاید اس کی زندگی ہی رک گئی تھی۔

دوپٹہ جو کبھی حریم کے سر کی زینت ہوا کرتا تھا اب ویل چیئر کے ساتھ ہی زمین پر گرا اپنی بے قدری پر رو رہا تھا۔ ویل چیئر ایک جگہ پہ ٹوٹی گری تھی اور اس کی پیاری پھوپوہ ان لوگوں کی پکڑ میں تڑپ رہی تھی۔ مگر آخری دم تک اپنے بچاؤ کیلئے کوشاں تھی۔

حور کے ساکت وجود میں ایک دم ہلچل ہوئی تھی۔ اس نے تڑپ کے دوسری جانب دیکھا تو وہ خبیث شخص جو تھوڑی دیر پہلے اِس کی پھوپوہ کو اپنی حوس کا نشانہ بنا رہا تھا اب اسے دوسروں کے حوالے کئے اِس کے پاس کھڑا سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔ ایک دم سے اس نے حور کی گردن پہ جلتا سگریٹ رکھا تو حور ہوش میں آئی اِس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اسے اپنے بازوؤں میں جکڑے وہ شخص بار بار اِس کی گردن اور بازو کو جلتے سگریٹ سے داغ رہا تھا۔ یہ گرفت تکلیف سے کہیں زیادہ گھن زدہ تھی۔ اس کے چھوٹے سے دماغ میں کہانیوں میں پڑھا ہوا لفظ معجزہ آیا تھا اور اس نے بھی اِس وقت اپنے اللہ سے کسی معجزے کی دعا کی تھی۔ اس کے کانوں میں ایک دم حریم کے الفاظ گونجے تھے۔۔۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRANG OF YOUR KIND

"پیچھے نہیں مڑنا حور، کچھ بھی ہو پیچھے نہیں مڑنا اگر کوئی bad uncle آپ کو ٹچ کرے تو یہ ریڈ پاؤڈر اس کی آنکھوں میں پھینک دینا اور بھاگنا اپنے لئے فائٹ کرنا۔" وہ حریم کے ساتھ کافی دفعہ بچوں کو سیلف ڈیفنس کلاسیس لیتا دیکھ چکی تھی کافی دفعہ تو اس نے بھی وہ کلاس شوقیہ طور پہ لی تھی۔ اور پھر کسی معجزے کی طرح ہی اِس میں اتنی ہمت آئی تھی۔

اِس نے آنکھیں بند کر کے پورا زور لگایا اور ایکا یک دم اپنی کہنی سے اس شخص کے سینے پہ وار کیا۔ وہ اِس سب کے لئے تیار نہ تھا اِس لئے ایک دم لگنے والے جھٹکے سے خود کو سنبھال نہ پایا۔ حور نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر مرچ پاؤڈر اِس کی آنکھوں کی جانب پھینکتے ہی کنسرٹ کی طرف دوڑ لگا دی۔ بادل جو کب سے گرج رہے تھے، ٹھیک اسی لمحے برسنا بھی شروع ہو گئے تھے۔ حور نے ایک آخری بار پلٹ کے پیچھے کی جانب دیکھا۔ وہ شخص جس کی آنکھوں میں اس نے پاؤڈر پھینکا تھا۔ ابھی بھی مچل رہا تھا جبکہ اس کے باقی بندے حریم کے بے جان وجود کو اکلوتی ٹانگ سے گھسیٹتے پارک سے لے جاتے باہر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ اب کراؤڈ والے حصے میں تقریباً پہنچ چکی تھی۔

تیز دوڑنے کی وجہ سے اس کا سانس پھول چکا تھا مگر اس کو کسی چیز کی ہوش نہ تھی وہ مسلسل بھاگے جا رہی تھی جب وہ سامنے آتا درخت دیکھ نہ سکی اور اِس کا سر ایک درخت سے بُری طرح ٹکرایا اُس کے بَعد اسے کچھ ہوش نہ رہی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * * * * * * *

"بیٹا حریم کو فون کر کے کہو جلدی آ جائے اتنی تیز بارش شروع ہو رہی ہے۔ کہیں کل تک بیمار ہی نہ پڑ جائے۔"

احمد فاروقی کا دِل عجیب سے وسوسوں سے کھٹک رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ بہت خوش تھے مگر اب جیسے دِل بجھ سا گیا تھا۔

تیمور صبح سے ہی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ ابھی بھی وہ فون پہ قاضی کو کل کی یاد دہانی کرا رہا تھا جب اپنے کمرے سے نکل کر بابا جان پریشانی سے لاؤنج میں ٹہلنا شروع ہو گئے وہ بار بار حریم کے نمبر پر کال ملا رہا تھا لیکن وہ مسلسل بند جا رہا تھا۔ شاید بارش کی وجہ سے سگنل پرو بلم تھی۔

تیمور نے اپنے باپ کو بے سکونی سے ٹہلتے دیکھا تو تو کہے بنا نہ رہ سکا۔

"بابا جان کیا ہو گیا ہے ایسا پہلی بار تو نہیں ہوا۔"

"مگر تیمور بیٹا میرا دِل بہت گھبرا۔۔۔"

اِس سے پہلے کہ احمد فاروقی اپنا فقرہ مکمل کرتے باہر سے بیل کی آواز آئی۔

"لیں آ گئی ہیں یہ دونوں۔۔ آپ بلاوجہ ہی پریشان ہو رہے تھے۔ میں کھول کے آتا ہوں چوکیدار بارش کی وجہ سے اپنے کمرے میں ہو گا۔"

باب جان کو تسلی دینے کے بعد وہ باہر گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔

"یہاں تو کوئی نہیں ہے تو بیل کس نے دی؟۔۔۔"

وہ کسی کو گیٹ پر نہ پا کر دروازہ بند کرنے ہی لگا تھا جب اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ وہ کسی عورت کا وجود تھا جو اتنی تیز بارش میں نیچے اوندھے مُنہ گرا تھا یا پڑا تھا۔

اس وجود کی ایک ٹانگ کو دیکھ کر اِس کے اندر خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔ اِس نے فوراً جھک کر حریم کو سیدھا کیا۔

اور اس لمحے اس نے شدت سے سوچا تھا کاش اس نے اسے سیدھا نہ کیا ہوتا کم اَز کم اِس کی آنکھیں یہ سب تو نہ دیکھتیں جو دیکھ چکی تھیں۔

اِس کے پیچھے کھڑی فاطمہ کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی تھی۔

کافی دیر تک جب تیمور اندر نہ آیا تو وہ اسی کے پیچھے گیٹ تک آئی تھی۔

قصرِ فاروقی میں جو شام خوشیوں سے بھری اترنی تھی وہ اِن کے لئے قیامت کی گھڑی ثابت ہوئی تھی۔

حریم کی حالت کو دیکھتے ہوئے تیمور اسے ہسپتال لے آیا تھا۔ اس کی نبض آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

ڈاکٹر نے باہر آکر جو خبر انہیں دی تھی۔ اس نے ان کے شک کی تصدیق کر دی تھی۔

احمد فاروقی تو یہ خبر سنتے ہی ڈھے گئے تھے۔ جب کے تیمور وقت ضائعہ کئے بغیر حور عین کی تلاش میں نکل چکا تھا۔ اِس وقت اس کے ساتھ اس کا ایک دوست بھی تھا، جو اسے ہسپتال میں ہی ملا تھا۔ وہ اسپتال اپنے کسی عزیز کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا جب تیمور کو دیکھا تو پریشان ہو گیا اور معاملے کی سنگینی جاننے کے بَعد اِس کے ساتھ ہی حور کی تلاش میں نکل پڑا۔ تیمور اپنی پریشانی میں یہ بھول چکا تھا۔ اکثر دوست آستین کا چھپا سانپ ہوتے ہیں اور عماریزدانی بھی انہی سانپوں میں سے ایک سنپولیہ تھا۔ بظاہر تو وہ تیمور کے ساتھ اس کی بیٹی کی تلاش میں مدد کر رہا تھا مگر حقیقت میں وہ پورے شہر میں ان کو ساتھ پیش آنے والی قیامت کا ڈھنڈورا پیٹ رہا تھا۔

عماریزدانی نے تیمور کے ساتھ ہمدردی جتاتے ہوئے ہر جان پہچان والے میں اِس بات کی منادی کر دی تھی کہ تیمور کی بہن کو زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد تشدد کر کے گھر کے آگے پھینک دیا گیا ہے جبکہ بیٹی کا ابھی تک کچھ اتا پتا نہیں۔

احمد فاروقی کو اظہار افسوس کے لئے کتنی ہی فون کالز آچکی تھیں۔ اور ان میں سے اکثر کے مطابق تو حریم مر بھی چکی تھی۔

فاطمہ کی حالت حور عین کی فکر میں رونے کے باعث بگڑتی ہی جا رہی تھی اس نے رو رو کر اپنا بُرا حال کر لیا تھا۔ اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے۔ ڈاکٹرز نے اس کو سکون آور انجیکشن لگا دیا تھا جس کے زیر اثر وہ تھوڑی دیر بَعد ہی نیند میں چلے گئی تھی۔

حریم کی طرف سے ڈاکٹر نے کوئی امید نہیں دلائی تھی۔ ڈاکٹرز کا کہنا تھا ایسے کیسس میں مریض کے بچنے کے چانسس کم ہی ہوتے ہیں اور حریم جو پہلے ہی معذور تھی۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی سخت متاثر ہو چکی تھی۔ اور جو سلوک اس کے ساتھ کیا گیا تھا اُس کی وجہ سے حریم کے بچنے کے چانسس دس سے ایک فیصد پہ چلے گئے تھے اور بِالفَرض وہ بچ بھی جاتی تو وہ اب بیٹھنے اور ہلنے کے قابل تک نہیں رہی تھی۔ اور اب تو اس کا باپ بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ بچے اور موت سے بھی بدتر زندگی گزارے، احمد فاروقی جانتے تھے کہ اب حریم بھی نہیں چاہے گی کہ وہ زندہ رہے۔ وہ اسپتال کی مسجد میں ہی سجدے میں جھکے رو رو کر اپنی ایک بیٹی کے لئے آسان موت اور ایک بیٹی کے لئے آسان زندگی مانگ رہے تھے۔ بھلا انہیں کون بتاتا کہ ایسی موت میں کیسی آسانی جو عورت کو خود کی نظر میں اپنی عصمت کھونے کے بَعد ملے، اور ایسی زندگی میں کیا آسانی جو عورت کو دوسروں کی نظروں میں اپنی عصمت کھو کر ملے۔ مگر ان کو کون سمجھاتا۔ سمجھ تو وہ سکتا ہے جس پہ گزری ہو۔

حور عین مل گئی تھی۔ وہ ایک پولیس والے کو پارک میں بے ہوش پڑی ملی تھی۔ جب تیمور حور تک پہنچا' وہ ایک چھوٹے سے کلینک کی ایمرجنسی وارڈ میں موجود بخار میں تپ رہی تھی اور پاس ہی اُس پولیس والے کی بیوی بیٹھی اس کے اوپر پڑھ پڑھ کے کچھ پھونک رہی تھی۔ حور عین کو صحیح حالت میں دیکھ کر تیمور نے دِل ہی دِل میں اپنے رب کا اور

اس کے بعد ان لوگوں کا شکر ادا کیا تھا۔ اس کی آنکھیں حور عین کو دیکھ کر لبالب پانی سے بھر گئیں تھیں۔ اسے ہمت ہارتا دیکھ کر فرحان نے اِس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔

"حوصلہ رکھیں بھائی، اگر آپ ہی ایسے ہمت ہار جائیں گے تو باقی سب کو کون سنبھالے گا۔"

جب فرحان تک یہ خبر پہنچی تو وہ سیدھا تیمور کے پاس آیا تھا وہ چاہتا تو تھا کہ پہلے بابا جان کے پاس ہسپتال چلا جائے مگر اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ حریم کو اِس حالت میں دیکھ سکتا۔ اسی لئے وہ تیمور سے فون پہ لوکیشن پوچھتا اسی کے پاس آ گیا۔ فرحان کو دیکھ کر عماریزدانی بہانہ کر کے غائب ہو چکا تھا۔

اس پولیس والے کی بیوی نے بے ہوش حور عین کا بہت اچھے سے خیال رکھا تھا۔ وہ اس وقت اسی کلینک میں موجود تھے جب قریبی مسجد سے اَذان کی آواز آئی۔ حور عین کے ہوش میں آ جانے کے بَعد ہی ڈاکٹرز نے اسے چُھٹی دینا تھی اِس لئے وہ کلینک کے ساتھ ہی بنی چھوٹی سی مسجد میں فجر ادا کرنے چلے آئے۔

ابھی حور عین کو ہوش آیا ہی تھا۔ جب تیمور کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے دھڑکتے دِل سے فون سنا مگر دوسری جانب سے دی گئی خبر سن کے اس نے ضبط کے مارے اپنی آنکھیں زور سے میچ لیں۔ جب واپس آنکھیں کھولیں تو اس میں ڈھیر سارا پانی جمع تھا جو اب باہر نکلنے کے لئے بے تاب تھا۔

Safa ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جسم مٹی کا ہے واپس اسی میں جانا ہے روح اللہ کی ہے واپسی اسی کی طرف جانی ہے"

صبح کی خاموشی میں موبائل اِسپیکر میں سے نکلتی آواز پورے کمرے میں واضح سنائی دی تھی۔ فرحان نے بہت مہارت سے اپنے آنسو پیے تھے۔ سامنے بیٹھی حور جو ہوش میں تو آچکی تھی مگر ابھی بھی بخار کی حدت میں تپ رہی تھی، فون سے نکلتی آواز سن کر حیران ہوئی تھی۔

حیران وہ اس لئے ہوئی تھی کہ اس کی پھوپو ابھی بھی زندہ تھی اس کے لحاظ سے تو وہ اسی وقت مر گئی تھی جب وہ درندے اسے نوچ نوچ کر قہقے لگا رہے تھے۔

قصر فاروقی کی در و دیوار جو ایک عرصے بَعد کل تک روشنیوں میں جگمگا رہی تھیں، آج اپنی روشنیاں چِھن جانے کا سوگ منا رہی تھی، وہ پھول اور پودے جو کل تک کسی کی مصوری پہ جھوم رہے تھے آج اپنے اکیلے رہ جانے کا ماتم کر رہے تھے۔

قصرِ فاروقی جو کل تک دلہن کی طرح سجا تھا آج اپنی سجاوٹ پہ ہی نوحہ کناں تھا۔

فاطمہ جو کل تک حریم کو اپنے ہاتھوں سے دلہن کی طرح سجانے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ آج اُسی حریم کو اپنے ہاتھوں سے آخری غسل دے رہی تھی۔ اس کے جِسَم پہ موجود زخموں کو دیکھ کر اس کا دِل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اس نے ہمیشہ حریم کو اپنے دِل کے بہت قریب پایا تھا مگر حور کی غیر موجودگی میں وہ حریم کی تکلیف کو در گزر کر گئی تھی۔ اسے یاد تھا تو صرف اتنا اس کی بیٹی اس کی حور لا پتا ہے۔ حور عین سے جب اسے پتا چلا کہ حریم نے حور کو پہلے ہی وہاں سے بھگا دیا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ حریم کو اٹھا کر اپنے گلے لگا لیتی اور پوچھتی کہ آخر تم نے اپنی حفاظت بھی کیوں نہ کی؟۔۔۔ شدتِ جذبات سے وہ آگے بڑھی تھی اور لوگوں کے منع کرنے کے باوجود حریم کے بے جان ماتھے پہ اپنے لب رکھ دئے۔

Safar e ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

حریم کو کفن میں تیار کرنے کے بَعد فاطمہ نے اس کے اوپر وہی لال اوڑھنی اُوڑھائی تھی جو فاطمہ نے ہی اسے دلہن بننے کے وقت اُوڑھانی تھی۔

حریم کو تیار کر کے باہر لایا گیا تو فرحان جو تیمور کے ساتھ کسی کام سے اندر آیا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی نگاہ حریم کی جانب اٹھی تھی اور ایسی اٹھی تھی کہ پلٹنا ہی بھول گئی تھی۔ وہ جانتا تھا' وہ نامحرم ہے، وہ اسے نہیں دیکھ سکتا لیکن اِس باردِل نے دماغ کی نفی کی تھی۔ اس پہ وہی لال دوپٹہ اُوڑھایا گیا تھا جو فرحان نے خاص آج کے دن کے لئے آرڈر پہ تیار کرایا تھا۔ اس وقت وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ دلہن کی اوڑھنی نہیں کفن کی اوڑھنی تیار کروا رہا تھا۔ حریم نے وہی رنگ پہنا تھا جس رنگ میں فرحان اُسے دلہن کے روپ میں دیکھنا چاہتا تھا جو آج اِس نے پہننا تھا اور جس میں فرحان نے اسے ہمیشہ دیکھا تھا۔ اِس نے جب پہلی بار حریم کو دیکھا تھا وہ تب بھی سفید اور لال رنگ میں تھی دوسری بار جب دیکھا، تب بھی اور آج جب آخری بار دیکھ رہا تھا تب بھی وہ لال رنگ میں ہی تھی۔ قسمت نے بھی کیا ستم ڈھایا تھا کہ وہ کھُل کو سوگ بھی نا منا سکا۔۔۔ فرحان نے اسے کبھی نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ حق نہیں رکھتا تھا۔ وہ 13 مارچ کے انتظار میں تھا تاکہ وہ اسے پورے استحقاق سے دلہن کے روپ میں نظر بھر کے دیکھ سکے۔۔۔ اور آج 13 مارچ ہی تھی۔ آج وہ اسے نظر بھر کے دیکھ رہا تھا۔ مگر دلہن کے روپ میں نہیں میت کے روپ میں۔۔۔ ایک بات تھی روپ اس پہ اب بھی کسی دلہن کی طرح ہی آیا تھا۔ اس کا خوبصورت چہرہ اِس لال دوپٹے میں خود بھی گلاب کا پھول ہی لگ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پہ اتنی پرسکون مسکراہٹ تھی کہ اتنا حَسین وہ اِس کے خوابوں میں بھی نہیں مسکرائی تھی۔ وہ چاہتا تھا حریم اپنی بند آنکھیں کھولے اور آج وہ ان آنکھوں کی گہرائی بھی جانچ لے۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں الجھا تھا۔ جب بھابھی نے اِس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور اسے تھام کر وہاں سے لے گئیں۔

"فرحان مرد کے لئے عورت کو آخری غسل کے بَعد دیکھنا سختی سے منع ہے۔" اور فرحان بس ہاں میں سر ہلا سکا۔ عافیہ اپنے دیور کے احساس سمجھ رہی تھی۔ اُس کا دُکھ سمجھ سکتی تھی مگر کچھ کر نہیں سکتی تھی۔

فرحان مردوں میں تنہا کھڑا تھا۔ جب عماریزدانی نے اُس کے پاس آتے تسلی دینے والے انداز میں اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"بہت افسوس ہو رہا ہے۔ یقین جانیں دل بہت رو رہا ہے۔ یوں سب کی حالت دیکھ کر۔ تیمور اور احمد انکل تو بچارے کسی سے نظر نہیں ملا پا رہے۔ بہت ہمت چاہیئے ہے آپ سب کو۔۔۔"

وہ افسوس سے کہہ رہے تھے اور فرحان کی سمجھ میں نہ آیا تھا وہ کیا کہہ رہا ہے۔

"کیا مطلب؟۔۔۔"

"مطلب اپنی بہن، بیٹی کی ایسی موت پہ وہ اور کیا کر سکتے ہیں بچارے، اور مجھے اصل افسوس تو آپ کی حالت دیکھ کر ہو رہا ہے۔ کہاں آج آپ کی شادی ہونا تھی، کہاں آج آپ اپنی دلہن کا جنازہ اٹھا رہے ہیں۔ جس کی شادی سے ٹھیک ایک دن پہلے ہی عزت لوٹ لی گئی۔"

عماریزدانی بہت افسوس سے کہہ رہا تھا اور اس کی بات پہ فرحان افگن کا ہاتھ مٹھی کی صورت زور کرتے اپنا ضبط آزما رہا تھا۔ اس نے بہت مشکل سے اپنا غصہ پیا اور ڈھنڈے مگر خشک لہجے میں عماریزدانی کو ٹوکا۔

"اگر آپ کو لگتا ہے احمد انکل یا تیمور بھائی اپنی بہن کی موت پہ شرمندہ ہیں تو آپ کو غلط لگتا ہے، وہ شرمندہ نہیں' وہ دکھی ہیں، وہ تکلیف میں ہیں کہ وہ اس کی ڈولی اٹھانے سے پہلے جنازہ کیسے اٹھائیں گے۔ وہ لڑکی جو اس وقت ابدی نیند سو چکی ہے۔ وہ کسی کا جھکا ہوا سر نہیں بلکہ فخر سے اٹھی ہوئی گردن ہے۔ وہ غرور ہے۔ وہ باعزت ہے اور باعزت تھی اور جو لفظ آپ نے اُس کے لئے بولا ہے ناں، عزت لوٹی گئی۔ تو معاف کریئے گا شاید آپ جانتے نہیں عزت اور ذلت اللہ

کے ہاتھ میں ہے، کسی درندے کے نہیں۔۔۔اُس لڑکی کی عزت کل بھی اُس کی تھی، آج بھی اُس کی ہے۔جو اس کے ساتھ ہوا اُس کو لڑکی کی عزت لٹنا نہیں کہتے۔اُسے مرد کی عزت لٹنا کہتے ہیں۔۔۔

جس نے یہ حرکت کی وہ بھی مرد تھا اور میں اور آپ بھی ایک مرد ہیں۔۔۔یہ ہماری مردانگی پہ گالی ہوتی ہے نہ کہ عورت کی عصمت پہ۔۔۔ایک اور بات وہ عورت جس کا ابھی جنازہ اٹھنے والا ہے، اس کی عزت میری نظر میں پہلے سے کئی زیادہ بڑھ چکی ہے اور رہی اُس کی محبت تو وہ میری حیات ہے۔۔۔" اپنی بات کہہ کر وہ فرحان اُس کے پاس مزید نہیں ٹھہرا تھا بلکہ اُس کا لال بھبوکا چہرہ وہیں چھوڑ کر اپنے بھائی اور تیمور کے پاس چلا گیا تھا۔

حور عین بخار کے باوجود حریم کے سرہانے سے ہلی تک نہ تھی۔اِس کے لاشعور میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ وہ آخری بار اپنی پھوپوہ کو دیکھ رہی ہے۔اس نے اپنی ساکت نظریں حریم کے پر سکون چہرے پہ ٹکا دی تھیں۔نہ تو اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا تھا نا منہ سے ایک حرف۔وہ وہاں بیٹھی بس خاموشی سے سب کی باتیں سن رہی تھی۔کوئی حریم کو بیچاری کہہ کر افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔تو کوئی حور عین کی گمشدگی کو گفتگو کا مرکز بنا رہا تھا۔کوئی بہت بُرا ہوا بیچاری کے ساتھ کہہ کر اِن پہ ترس کھا رہا تھا، تو کوئی کردار پہ انگلی اٹھا رہا تھا۔"چھوڑو بہن سماجی عورتیں کون سا اچھی ہوتی ہیں۔سو قسِم کے لوگوں میں اٹھتی بیٹھتی ہیں اور پھر یہ سب تو ہونا ہی تھا ناں۔۔۔"

Safa-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کہیں سے یہ آوازیں بھی اُٹھ رہی تھیں۔

" اچھا ہوا چلے گئی۔فاطمہ بھی اب سکون میں آجائے گی ورنہ کون کرتا ہے اپنی نند کے اتنے پیچ کام حوصلہ تھا لڑکی کا اپنی اولاد چھوڑ کے معذور نند کو پال رہی تھی۔"جن عورتوں کو کچھ نہیں مل رہا تھا وہ حور عین کی ذات کو ہی نشانہ بنائے ہوئے تھیں۔"پھوپھی کے ساتھ اغواء ہوئی تھی پھوپھی کا یہ حال ہوا ہے چھوڑا تو اِس کو بھی ایسے نہیں ہو گا۔۔۔" وہ ان سب باتوں کو سن کے بھی ان سنا کئے بس یہی سوچ رہی تھی اِس سب کی ذمہ دَار حور خود ہے۔اسی نے اِس وقت

باہر جانے کی ضد کی تھی۔ اگر حریم نے وہ پتھر اور مرچیں اِس کے حوالے نہ کی ہوتیں تو شاید وہ ان کا اِستعمال کر کے خود کو بچا سکتی۔ وقت گزرا اور حریم کی رخصتی کا بھی وقت آ گیا۔

؎ صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے

عمر یونہی تمام ہوتی ہے

حریم کی بھی عمر تمام ہو گئی تھی اس نے اپنی اٹھائس سالا زندگی میں خوشی اور غمی محبت اور نفرت۔۔۔ رشتوں کا ہر روپ دیکھا تھا اس نے باپ کی شفقت بھی دیکھی تھی تو بھائی کا لاڈ بھی، بہن دوست اور ماں جیسی بھابی بھی دیکھی تھی جس نے ایک رشتے میں کئی رشتے نبھائے تھے اور حور عین جیسی بھتیجی یعنی بیٹی جیسی ممتا کا احساس بھی پایا تھا، ایک آخری رشتہ جس کی احساس زندگی کے آخری ایام میں اس کے دِل میں جاگا تھا۔ وہ تھا ہمسفر کے روپ میں چاہے جانے کا احساس۔۔۔ مگر افسوس کے اِس آخری چاہت کے پورا ہونے سے پہلے ہی روح اور جِسَم کا تعلق فنا ہو گیا تھا۔

احمد فاروقی نے آج اپنی لاڈلی کو اِس گھر سے رخصت کر کے دوسرے گھر بھیجنا تھا اور وہ یہی تو کر رہے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا وہ اسے دوسرے گھر نہیں بلکہ ایک دوسری اور ابدی دنیا' اس کی آخری پناہ گاہ کیطرف رخصت کر رہے تھے۔

تیمور نے ٹھیک اسی وقت اپنی لاڈلی بہن جسے ہمیشہ اس نے اپنی ننی سی گڑیا سمجھا تھا اس کی ڈولی کو کندھوں پہ اٹھا کے سہارہ دینا تھا، مگر وہ ٹھیک اُسی وقت اپنی بہن کے جنازے کو سہارا دے رہا تھا۔

آج حریم کا وجود اسی مٹی میں جا سویا تھا، جہاں اس کے وجود کا ایک حصہ نجانے کب سے اس کے انتظار میں تھا۔

دنیا کے اے مسافر

منزل تیری قبر ہے

طے کر رہا ہے جو تو

دو دن کا یہ سفر ہے

دنیا بنی ہے جب سے

لاکھوں کڑوڑوں آئے

باقی رہا نا کوئی

مٹی میں سب سمائے

اِس بات کو نا بھولو

سب کا یہی حشر ہے

دنیا کے اے مسافر۔۔۔۔

~ جنید جمشید

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ پچھلے پندرہ منٹ سے مسلسل لیپ ٹاپ پہ جھکا کچھ کرنے کی کوشش میں لگا تھا۔ اُس کے چہرے پہ چھائی سختی کا اندازہ اُس کی کنپٹی پہ اُبھری رگوں سے صاف لگایا جا سکتا تھا۔ اس پیج کی سکیورٹی کو توڑنا اس کے بس سے باہر تھی۔ جب وہ

اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا تو ٹھیک پندرہ منٹ بَعد لیپ ٹاپ ٹھک سے بند کرتا اٹھا اور شیشے کے سامنے کھڑے ہوتے سائڈ دراز سے نقلی جِلد نکال کر چہرے پہ لگانے لگا۔ اب اُس کا چہرہ یکسر مختلف اور نشانوں سے بھرا ہوا تھا۔ اب وہ میک اپ کی مدد سے نکلی جلد کو مزید حقیقی شکل دکے لگا جس میں اب تک وہ مالر لو چکا تھا۔

"ڈاکٹرز کے مطابق کاشف کب تک ٹھیک ہو گا؟۔۔۔"

اپنے چہرے پہ لگی نقلی جِلد کے اوپر پاؤڈر لگاتے اُس نے حسین سے پوچھا جو اب ہادی والی جگہ پی بیٹھا لیپ ٹاپ پہ جھکا اپنی طرف سے ایک اور کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں لگتا ہمیں کاشف کے انتظار میں مزید وقت ضائع کرنا چاہیئے۔ بلکہ اب کسی اور اعتمادی وائٹ ہیٹ ہیکر کا انتظام کر لینا چاہیئے۔ جو ان تمام مسائل کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہو۔"

وہ لیپ ٹاپ کی کیز دُباتے بولا۔

"ہوں۔۔۔" انگلی سے ماتھے پہ لگی جلی ہوئی جِلد کو برابر کرتے وہ حسین کی جانب پلٹا۔

اب وہ کہیں سے بھی پہلے والا ہادی نہ لگ رہا تھا جو کچھ دیر پہلے حسین کے ساتھ بیٹھے لیپ ٹاپ سے پنگے لے رہا تھا۔

"لیکن اتنی جلدی اعتمادی ہیکر ملے گا کہاں سے؟۔۔۔"

حسین اپنی بات کہتے کہتے اسے دیکھ کر چونکا۔ ہادی کو بھیس بدلے کہیں جانے کے لئے تیار دیکھ کر وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم کہیں جا رہے ہو؟" ...

اس نے سر مثبت انداز میں ہلایا۔

"کہاں؟۔۔۔۔"

"To meet the evil."

ساتھ ہی اُس نے سامنے میز پہ پڑی چھوٹی سے ڈبی میں سے مونگ کے دانے جتنی ایک چِپ ڈھونڈ کر نکالی اور اپنے داہنی گال پہ نکلی داڑھی کے ٹھیک اوپر چپکائی۔ وہ چِپ اِس کے داہنی گال پہ لگی بالکل تِل کا گُمان دے رہی تھی۔ کوئی بھی دیکھتا، یہی سمجھتا یہ اس کا مول ہے۔

اپنی قمیض کی جیب میں ہاتھ مار کر اُس نے ایک سمارٹ فون باہر نکالا اور حسین کی طرف اچھالا جِسے وہ ایک ہی جُست میں کامیابی سے تھام چکا تھا۔

"یہ شاہنواز شاہ کا موبائل ہے۔ تم جانتے ہو ناں کیا کرنا ہے اس کا؟۔۔۔اب باقی کا کام تمھارا۔"

دروازے کی جانب جاتے جاتے وہ کچھ یاد آنے پہ دوبارہ ایک دم پلٹا۔

"سعدان الٰہی کا کیس کہاں تک پہنچا؟۔۔۔"

حسین جو موبائل کو الٹ پلٹ کر کے جائزہ لے رہا تھا اس کی بات پہ زچ ہو کر بولا۔

"عزیز نیازی تو مُلک سے باہر ہیں لیکن اسی ہفتے اُن کی بیٹی باہر سے آئی ہے۔ عجیب مخلوق ہے اللہ کی نکھرے تو ایسے ہیں جیسے ملکہ برطانیہ ہو۔" استہزاء سے کہتے سر جھٹکا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

" نہیں اب ایسی بھی نہیں ہے۔ رسمی سی ملاقات ہوئی تھی میری ایک دفعہ، تم اُسی سے مل لینا مگر یاد رہے جب بھی مِلو، جبریل کا حوالہ درمیان میں نہیں آنا چاہیئے وہ لوگ اس کے نکاح سے لاعلم ہیں۔"

اپنی بات کہہ کر وہ ایک نئی کوشش کی جانب چل دیا تھا۔

* * * * * * * * * * * * *

"بھابھی بھابھی۔۔۔۔" وہ پورے گھر میں بھابھی بھابھی کا شور مچاتا کچن میں داخل ہوا جہاں شفاء چاولوں کو دم دے کر اب دوپٹے کے پلو سے ہاتھ خشک کر رہی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے شایان اِتنا شور کیوں مچا رکھا ہے؟۔۔" دوپٹے سے ہاتھ خشک کرتی وہ شایان کی جانب پلٹی۔ جو اپنے چہرے پہ جہاں بھر کی معصومیت سجائے اِسی کا منتظر تھا۔ اس کی مسکراہٹ سے شفاء کے دماغ میں الارم ہوا۔ وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا جب وہ پہلے ہی بول پڑی۔

"ڈونٹ ٹیل می... تمہیں چُھٹی کے لئے پھر جھوٹی رپورٹس تیار کر دوں۔"

"بھابھی دیکھیں پلیز آخری بار، اِس کے بَعد پکا کبھی بیماری کا بہانہ کر کے چھٹی نہیں لوں گا۔" وہ ملتجی ہوا۔

"جی نہیں مسٹر شایان مصطفیٰ۔۔۔۔ تم نے پچھلی بار بھی یہی کہا تھا۔"

"لیکن شفاء بھابی وہ تو پہلی بار تھا ناں۔"

"تو آخری بار بھی تو تھا نا۔" شفاء نے اُس کے کہے ہوئے الفاظ یاد دلائے۔

"پلیز بھابھی اِس بار کر دیں اگلی بار نہیں کہوں گا پکا والا پرامس پلیز۔"

"لیکن تمہیں اوف لینے کی ضرورت ہی کیا ہے شایان؟۔۔۔" شفاء کو اُس کے آگے ہار ماننا ہی پڑی۔

"وہ ناں اصل میں ناں۔۔۔" اُس نے شرمانے کی بالکل ناکام اداکاری کی۔

"وہ ناں۔۔ اصل میں ناں۔۔۔ اِن کی وہ جو ہیں ناں۔۔۔ ہونے والی بیگم صاحبہ۔۔۔ اُن کا ناں۔۔۔ جنم دن ہے ناں۔۔۔ تو یہ چاہتے ہیں کہ چھُٹی مار کر اُن کو سرپرائز دیں۔ اور آپ اُن پپلو محترمہ کو مزید پپلو بنا کر اِن سے ملانے لائیں۔"

کچن کے دروازے پہ کھڑے زیان نے اِسی کے انداز میں آنکھیں اور الفاظ دونوں مٹکا مٹکا کے بولتے اِس کی بات مکمل کی۔ زیان کی اِس حرکت پہ شایان کا بس نہیں چلا تھا وہ اِس کا سر پھاڑ دیتا۔ جبکہ شفاء منہ کھولے ان دونوں کی شکل دیکھتی رہی۔

"اور تم دونوں کو ایسا کیوں لگتا ہے کے میں ایسا کروں گی۔"

اُس نے تیز نظروں سے دونوں کو گھورا۔

"کیونکہ آپ کو ایسا کرنا ہی پڑے گا۔" یہ کہتے زیان شایان کے تھپڑ سے بچتا شفاء کے پیچھے کھڑا ہوا۔

"اور مجھے ایسا کیوں کرنا پڑے گا؟۔۔۔"

اپنے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے اس نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کیونکہ یہ ہادی بھائی کا پلان ہے۔" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلنے والے الفاظ پہ شفاء حیران ہوئی تھی۔

"کیا مطلب؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مطلب یہ کہ میں نے ملاقات کرنے کے لئے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہادی بھائی سے پرمیشن پلس مدد مانگی تھی لیکن اپنی مصروفیت کے باعث انہیں کہیں جانا پڑا تو انہوں نے ہی یہ آئیڈیا دیا اور پلیز بھابی آپ انکار نہیں کریں گی ورنہ ہادی بھائی کیا سوچیں گے کہ آپ نے ابھی سے دیورانی جھیٹھانی والا سلوک شروع کر دیا ہے اُن کی بہن کے ساتھ۔۔۔" اس کی بات پہ شفاء نے اپنی آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اس کی سرزنش کی۔

" شرم۔۔"

"ڈونٹ وری!۔۔۔ وہ میں اپنی ہونے والی بیوی کے سامنے کر لوں گا لیکن ابھی کے لئے پلیز بھابی نامت کریئے گا۔" اس نے منہ بسور کر التجائیہ انداز میں کہا۔

"لیکن میں یہ کیسے؟۔۔۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں، میں کچھ نہیں سن رہا ہفتے کی رات ٹھیک 8 بجے۔ اور پلان اور وینیو میں آپ کو ٹیکسٹ کر دوں گا۔"

اپنی سنا کر وہ فوراً کچن سے بھاگا تھا۔ اس کے پیچھے کھڑا زیان شفاء کا رخ اپنی جانب ہوتا دیکھ کر چاولوں کی جانب پلٹا۔

"میں زرا چاولوں کو دیکھ لوں کتنی دیر اور لگے گی۔"

اس کی چالاکی سمجھتے ہوئے شفاء نے تاسف سے سر ہلایا۔

* * * * * * * * * * * *

تیمور لان میں بیٹھا کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ جب فاطمہ چائے لئے اس کے پاس آکر بیٹھی۔

"اب کیسی ہے حور؟۔۔۔"

"پہلے سے کافی بہتر ہے اب تو، ابھی سو کر ہی اٹھی تھی کہ زینت کا فون آ گیا۔ اب لیپ ٹاپ لئے بیٹھی این۔جی۔او کا کام کر رہی ہے۔ میں نے منع بھی کیا تھا۔ مت بیٹھو لے کر ابھی یہ کام مگر نہیں 'سُننی ہی کہاں ہے ماں کی۔۔۔"

"اچھا ہے مت تنگ کرو میری بیٹی کو، جو کرتی ہے کرنے دو ایسے اس کا ذہن بھی بٹا رہے گا۔"

تیمور کی بات پہ فاطمہ گہرا سانس لے کر رہ گئی اور تیمور واپس اپنی سوچوں میں گم ہو گیا۔

"کن سوچوں میں گم ہیں تیمور؟۔۔۔ چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

تیمور کو گہری سوچ میں گم دیکھ کر وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"فاطمہ مجھے لگتا ہے میں نا ہی میں اچھا باپ بن سکا اور نا ہی اچھا بھائی اور بیٹا۔"

فاطمہ نے تڑپ کر تیمور کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"ایسا کیوں سوچتے ہیں تیمور؟۔۔۔ آپ تو بہت اچھے ہیں۔ باپ بھی، بیٹے بھی اور بھائی بھی۔"

"نہیں فاطمہ 'میں اچھا نہیں ہوں اگر میں اچھا اور ذمہ دار آدمی ہوتا تو اس گھر کی بیٹیوں کے ساتھ کبھی وہ نہ ہوتا جو ہوا اور ہو رہا ہے۔ حریم کی موت کے بعد جب میں نے حور عین کے جسم پہ وہ سلگائے گئے نشان دیکھے تھے تو میں تڑپ گیا تھا میں ڈر گیا تھا۔ میں نے اپنی بہن کو انصاف دلانے کے بجائے خاموش فرار کو فوقیت دی، اس ڈر سے کہ وہ لوگ کہیں میری بیٹی کے ساتھ بھی وہ کچھ نہ کر دیں جو میری بہن کے ساتھ کیا۔ بجائے اس کے کہ میں مضبوطی سے ڈٹ جاتا میں نے اُسی وقت بابا جان سے بات کر کے پاکستان چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا جانتی ہو؟۔۔۔ یہاں سے جانے پر بابا راضی نہیں تھے۔ وہ اس گھر کو کبھی نہیں چھوڑنا چاہتے تھے جہاں انہوں نے ماما جان اور حریم کے ساتھ وقت گزارا وہ اس مٹی کو

نہیں چھوڑنا چاہتے تھے جہاں میری ماں سو رہی ہے، جہاں ہماری حریم سو رہی ہے مگر میں خود غرض ہو گیا اور بابا جان میری غرض کیلئے نہ چاہتے ہوئے بھی راضی ہو گئے۔ میں اپنے باپ کو ناخوش دیکھنے کے باوجود بھی باہر لے گیا۔ انہوں نے حریم کی طرح اپنی ساری لو حور سے لگالی۔ انہیں حور میں حریم جو نظر آتی تھی۔ جانتی ہو' جب حور عین نے انٹرنیشنل کراٹے کمپٹیشن جیتا تھا تو وہ بہت خوش تھی اور اس دن اپنی بیٹی کی بات سن کر مجھے اندازہ ہوا تھا میری بیٹی میری طرح کمزور نہیں بلکہ اپنی پھوپھی کی طرح مضبوط ہے۔ اُس دن بابا جان نے اس کی خوشی کی وجہ پوچھی تو جانتی ہو اس نے کیا کہا۔ "

"کیا کہا تھا حور نے؟...." فاطمہ پہلے سے ہی سب جانتی تھی۔ وہ تیمور سے واقف تھی وہ دل کہ بات دل میں ہی رکھنے کا عادی تھا۔ اب اگر وہ کچھ بول رہا تھا تو وہ چاہتی تھی وہ اپنا دل ہلکا کر لے۔

تیمور نے آج سے پہلے کبھی فاطمہ کے ساتھ اس بارے میں بات نہ کی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے درد اور تکلیف کو اپنے تک رکھنے اور خوشیوں کو بانٹ کے چلنے والا انسان تھا۔ اس لئے جب آج وہ خول سے باہر آ رہا تھا تو وہ بھی اُس کی پوری مدد کر رہی تھی۔

" اس نے کہا' یہ حریم کا خواب تھا جو آج پورا ہوا۔ حریم چاہتی تھی حور عین ایک دن اسٹرانگ گرل بنے، وہ اپنی حفاظت خود کرنا جانتی ہوں، اپنے لئے اور دوسروں کے لئے لڑنا جانتی ہوں اور یہی خواہش حریم کے آخری وقت میں بھی اُس کی آنکھوں میں تھی کہ کاش وہ اپنے اور حور کے لئے کچھ کر سکے مگر وہ کمزور تھی کچھ نہ کر سکتی تھی لیکن کمزوری کے باوجود وہ اپنے لئے نہ سہی مگر حور عین کے لئے بہت کچھ کر گئی تھی اور اب حور چاہتی تھی کہ وہ ویسی بنے جیسا حریم اُسے بنا دیکھنا چاہتی تھی۔"

تیمور وقت میں بہت پیچھے چلا گیا تھا جہاں حور عین احمد فاروقی سے الگ ہوتے تیمور کے پاس آئی تھی اور اس کے شانے سے لگ گئی۔

"تیمور نہیں جانتا تھا وہ اُس کے ڈر کے بارے میں کیسے جان گئی تھی لیکن اس دن حور کے الفاظ نے تیمور کو ہر ڈر سے آزاد کر دیا تھا جو اُسے حور عین کی ذات کو لے کر تھا۔ حور عین کے الفاظ نے اُسے ہمیشہ کے لئے یہ باور کرا دیا تھا کہ اُس کی بیٹی بہت بہادر ہے بہت مضبوط ہے۔

"حور نے ایسا کیا کہا تھا تیمور جس سے آپ کو اتنی تقویت مل گئی۔"

فاطمہ کی بات پہ وہ واپس اُسی شام میں گیا تھا۔

حور اپنا سر تیمور کے کندھے پر رکھے بہت یقین سے کچھ کہہ رہی تھی اور تیمور اس کی بات پہ کھلے دل سے مسکراتے اس کو اپنے مزید قریب کر رہا تھا۔

Safar-e-ADAB

"Papa.... Now your princess become a brave girl. She knows how to protect herself. So you don't need to worry anymore about myself."

وہ سانس لینے کو رکی تھی۔

"only do one thing more papa.....

trust me, motivate me and appreciate me. whenever I feel down....

Because this is what I really need from my super man."

اس شام کو یاد کرتے وہ ہنسے تھے اور پھر ایک دم سے افسردہ بھی ہو گئے۔

" مگر کل اس نے خود ہی اپنے الفاظ کی نفی کر دی۔ کل جب وہ میرے کندھے سے لگی بلک بلک کر رو رہی تھی تو میں اندر سے بکھر گیا تھا فاطمہ۔ میں ٹوٹ گیا تھا، میری ہمت ختم ہو گئی تھی۔ مجھے ایسا لگا جیسے میری حور عین کبھی اتنی مضبوط تھی ہی نہیں جتنا میں سمجھتا تھا مجھے خود اس کی حفاظت کرنی چاہیئے تھی یہ جانتے بھی کہ زمانہ کبھی ہم پہ رحم نہیں کرتا میں نے ایک بار پھر اپنی بیٹی اس زمانے کے حوالے کر دی۔۔۔"

فاطمہ کو بتاتے تیمور کی آنکھوں کے سامنے کل رات کا منظر کسی فلم کی طرح چلا تھا جب حور اپنا سر تیمور کے کندھے پہ رکھے کسی چھوٹے بچے کی طرح بلک بلک کر روئی تھی۔

"میں ڈر گئی تھی پاپا میں ہار گئی تھی۔ آپ کی حور بے بس ہو گئی تھی۔ جانتے ہیں بابا اگر اُس وقت وہ انسپیکٹر نہ آتا تو میں نہیں جانتی بابا میں زندہ بھی رہتی یا میں بھی پھوپھو کی طرح ہی مر"...

تیمور نے اپنی ہتھیلی اس کے لبوں پر رکھ کر اس کا جملہ مکمل ہونے سے روکا اور اسے اپنے ساتھ لگا کر خود میں بھینچ لیا۔

"شش... شش... نہیں میری جان ایسا نہیں بولتے۔ نہ ایسا کچھ ہوا ہے اور نہ ہی ایسا کچھ ہو گا انشاءاللہ۔۔۔ "

ایسا لگتا تھا تیمور نے حور سے زیادہ خود کو تسلی دی ہو۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

" تم میری حور ہو، میری بیٹی ہو، اور میری بیٹی کبھی کمزور نہیں پر سکتی، میری بیٹی تو بہت مضبوط ہے۔ اسے اللہ پر کامل یقین ہے اس کا اللہ اس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گا، ہمیشہ اس کی حفاظت کرے گا جیسے اُس نے پہلے کی' اور جیسے اب کی۔۔۔ کیونکہ حور عین فاروقی کو ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ اسے حریم فاروقی کا چھوڑا ہوا کام پورا کرنا ہے۔ اسے ادھورے خوابوں کے تکمیل بننا ہے۔"

تیمور فاروقی کو بھی حور عین فاروقی کی طرح آج کمزور نہیں پڑنا تھا اسے مضبوط بننا تھا۔ اپنے باپ احمد فاروقی کی طرح جو اپنی زندگی میں اتنا کچھ برداشت کر کے پھر بھی کمزور نہ پڑے تھے۔

****

دروازہ چڑرر کی آواز سے کھلا تھا۔ اندر بیٹھا شاہنواز ایک دم سیدھا ہوا اور فوراً زمین پہ بچھی چٹائی سیدھی کی۔

حسین نے سیل میں داخل ہوتے ہی گارڈ کو انگلی سے باہر جانے کا اشارہ کیا اور خود جیل کمرے کا مکمل جائزہ لینے لگا۔ شاہنواز کے سلسلے میں آج وہ پہلی بار یہاں آیا تھا پہلے ہمیشہ ہادی آیا کرتا تھا۔

شاہنواز نے بہت غور سے سفید رنگت پر گولڈن بھوری داڑھی اور اُسی رنگ کے بالوں والے جوان کو دیکھا جو اپنی شخصیت سے بالکل پٹھان یا انگریز لگتا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

حُسین نے کمرے میں پڑی واحد کرسی گھسیٹی اور سامنے پڑے بینچ نما اسٹول کے قریب لے آیا۔ جس پہ پانی کا مٹکا رکھا گیا تھا۔ اب کہ وہ چلتا بالکل اس کے قریب آیا اور دوزانوں ہوتے زمین پہ بیٹھا۔

"لگتا ہے بہت آسائشات فراہم کی ہوئی ہیں ہمارے ایس پی صاحب نے تمہیں۔"

اِس نے جھک کر چٹائی کے نیچے چُھپی سگریٹ کی ڈبی نکالی اور اس میں سے ایک سگریٹ نکالتے اس کے منہ میں ڈالا۔

شاہنواز نے حیرت سے اس بندے کی جانب دیکھا جو ٹھاٹ باٹ سے کوئی آفیسر لگتا تھا اور اب لائٹر سے اس کے منہ میں دبے سگریٹ کو جلانے کی سعی کر رہا تھا۔ اس نے ہر بڑا ہ کے سگریٹ اپنے منہ سے نکال کر دور پھینکا۔

"کون ہو تم؟..." وہ ڈر کے پیچھے ہوا مبادہ یہ شخص بھی ہادی کی طرح اسے جلتے سگریٹ سے نہ سلگائے۔

وہ جیسے ڈر کر پیچھے ہوا تھا حسین اس کی حرکت دیکھتے محفوظ سا ہوا اور مسکراتے وہاں سے اٹھا اور اپنی ٹانگیں سٹول پر رکھتے کرسی سے ٹیک لگا کر آرام دہ انداز میں بیٹھ گیا۔

"ریلیکس یار، ڈر کیوں رہے ہو؟۔۔۔"

وہ اپنی مسکراہٹ دباتا اس کے چہرے پر پڑے تشدد کے نشانات اور خوف کو دیکھ کر بولا۔

"لگتا ہے کافی ڈرتے ہو تم ہماری مہمان نوازی سے۔"

"ایک دفعہ مجھے یہاں سے نکلنے دو پھر بتاؤں گا کتنا ڈرتا ہوں میں تم لوگوں سے اور اُس ایس پی سے۔۔۔ اس کا تو میں ایسا حال کروں گا کہ پوری دنیا دیکھے گی اپنی ایک ایک تکلیف کا بدلہ لونگا اس سے۔۔۔"

"یار ڈرانے کے لئے کوئی دھمکی تو مزے کی دو کہ کھیل کا مزہ بھی آئے۔ یہ کیا بچوں والی دھمکی ہے خیر"..... اس نے گہرہ سانس لیا۔ "فکر مت کرو میں ہادی نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے ہادی بننے کا شوق ہے۔ میں حسین ہوں میری الگ پہچان ہے۔۔۔ اور۔۔۔"

وہ لمحے بھر کے لئے رُکا اور اس کا چہرہ جانچا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR

"اور تمہاری اور میری سوچ کافی ملتی بھی ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں، جو تم چاہتے ہو۔ بس زرا انداز الگ ہے تمہارا بھی اور میرا بھی۔ یونو پڑھے لکھے انسان اور ان پڑھ جاہل گوار میں فرق بھی کوئی چیز ہوتا ہے۔ اس لئے میں ہادی کے خلاف ایسے بات نہیں کر سکتا جیسے تم کر سکتے ہو۔"

" لیکن تم۔۔م۔۔ تم تو اس کے ساتھی ہو نا پھر اتنی نفرت کیوں؟"...

اس بات پہ حسین پھر ہنسا تھا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے کوئی مجھ سے پوچھ رہا تھا میں کون ہوں اور اب خود ہی مجھے بتا رہا میں کون ہوں۔۔۔"

"میں نے تو صرف اتنا پوچھا، تمہیں ہادی سے کیا مسئلہ ہے؟۔۔۔ تم تو دوست تھے اُس کے۔" وہ اچنبھے سے کچھ سوچتا سوچتا بولا۔

"دوست؟۔۔۔ اور ہم دونوں؟۔۔۔ یہ وردی والے بھی کبھی کسی کے دوست ہوئے ہیں بھلا۔۔۔ سوائے اپنے۔۔۔"

شاہنواز نے سامنے کھڑے شخص کو غور سے دیکھا۔ جس کے چہرے پہ ایس۔ پی عبدالہادی کے لئے نفرت واضح نظر آ رہی تھی۔ حسین سب کے لئے ایک کٹپتلی تھا مگر یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کٹپتلی کس قدر خطرناک ہے۔

حسین کے چہرے پہ اس وقت ایک عجیب سا تاثر تھا۔ جیسے میلوں سفر طے کرنے والے مسافر کے چہرے پر تھکان ہوتی ہے۔ اس کے چہرے کی جانب دیکھ کر شاہنواز کو یقین سا آیا تھا۔

حسین نے شاہنواز کی جانب دیکھا جو اس کو ہی سن رہا تھا۔

"نکلنا چاہتے ہو یہاں سے؟"...

شاہنواز کا سر خود بخود ہاں میں ہلا تھا۔ اتنے عرصے بعد اِسے پہلی دفعہ کوئی ایسا شخص ملا تھا جو اس کی سن سکے اور وہ یہ موقع کیسے ہاتھ سے جانے دیتا۔

حسین نے ایک موبائل شاہنواز کے سامنے کیا تھا۔

"یہ موبائل پہچانتے ہو؟۔۔۔یہ مجھے ہادی نے دیا ہے۔ اس کا لاک کھلوانے۔۔۔"

شاہنواز نے موبائل جھپٹنے کی کوشش کی تھی مگر حسین اس حرکت کو بھانپتے' برق رفتاری سے موبائل دوسری جانب کر چکا تھا۔

" میں چاہوں تو ابھی اس میں موجود مواد نکال کر ہادی کو دے دوں۔ مگر نہیں۔۔۔میں ایسا نہیں کروں گا بلکہ اِسے اپنے پاس محفوظ رکھوں گا اور بدلے میں تم۔۔۔"

حسین نے اس کے سینے پہ انگلی رکھی۔

"جیسا میں کہوں گا ویسا کرو گے۔"

"مگر میں ایسا کیوں کروں گا۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کے سوال پہ حسین آگے کو ہوا۔

"کیونکہ میں کہہ رہا ہوں۔" حسین نے اس کی آنکھوں کے سامنے موبائل پہ ایک پیٹرن ڈرا کیا' لاک کھلا تھا اور موبائل کی ہوم سکرین اب سامنے تھی۔

"یہ تم سے کیسے کھلا؟۔۔۔" شاہنواز کو حیرت ہوئی۔

"کیونکہ میں اس کا پیٹرن جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس میں ایسے ایسے راز ہیں جو اگر کورٹ میں پیش کر دیئے جائیں تو تمہارا باپ اور اُس کا بھائی دونوں کے دونوں ایک منٹ کے اندر اندر جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوں گے تمہارے ساتھ۔۔۔ اور پھر تمہیں اور انہیں کوئی یہاں سے باہر نہیں نکلوا سکے گا۔"

"کیا چاہیے ہے تمہیں ہم سے؟..." اب وہ سیدھا مدعے پہ آیا تھا۔

"ہاں... اب آئے ہو ناں کام کی بات پہ..." وہ محفوظ ہوا۔

"میں نے سُنا ہے تمہارے باپ کا بھائی یعنی معزز پیر صاحب اپنے عزیز بندوں کو کوالٹی اور سروسز دونوں بہت بے مثال مہیا کرتے ہیں۔" اس نے بات کے دوران موبائل پہ اس کا جی میل کھولا اور اس کے سامنے کیا۔

"اب تم اپنے چچا کو اس کے وہ والے ای میل آئی ڈی پہ میل کرو جو اُس کے پرسنل اور سکیور موبائل میں کھُلا رہتا ہے اور اُسے بتاؤ کہ تمہارا ایک عزیز بندہ آئے گا، اُسے جو چاہیئے وہ اُسے مل جانا چاہیئے۔" وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتا گویا ہوا۔

"مگر میں اُسی پہ میل کیوں کروں دوسری پہ کر کے بتا دیتا ہوں یا فون بھی تو کر سکتا ہوں۔"

"نہیں تم اور کچھ نہیں کر سکتے۔ ایسے ہم پکڑے جا سکتے ہیں۔ اُس کے اور تمہارے تمام نمبر اور تمام اکاؤنٹس انڈر آبزرویشن ہیں، سوائے اس کے جس پہ تم میل کرنے والے ہو اور جس سے میل کرنے والے ہو۔"

مگر مجھے دراب شاہ کا پرسنل ای میل نہیں آتا۔"

حسین نے اسے بالوں سے جکڑ کر پیچھے کو کھینچا۔

"کرتے ہو یا یہ سب مواد کورٹ میں پیش کروں؟۔" اور اگلے لمحے وہ ٹائپ کرنا شروع ہو چکا تھا۔

"لیکن تمہیں چاچو سے ایسا بھی کیا چاہیئے ہے؟۔۔۔" ای میل بھیج کر وہ تجسس سے بولا۔

"اب تم اپنی اوقات سے زیادہ سوال کر رہے ہو۔" وہ موبائل جیب میں ڈالتے گویا ہوا۔

"اوہ۔" کچھ سمجھ کر شاہنواز شاہ معنی خیزی سے بولا۔ "یعنی تمہیں بھی وہی چاہیے جو سب کو چاہیے ہوتا ہے۔ افسوس کہ ہمارے ملک میں قانون کے رکھوالوں اور قانون توڑنے والوں میں زیادہ فرق نہیں رہا۔" نجانے کیوں شاہنواز کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔

اُس کا انداز حسین کو غصہ دلا چکا تھا اُس نے اتنی مضبوطی سے شاہنواز کا جبڑا اپنی مٹھیوں میں بھینچ کر اپنی جانب کھینچا کہ اگر حسین نے اسے پکڑا نہ ہوتا تو وہ ضرور گر جاتا۔

"تم بس اتنا یاد رکھو کہ تمہیں مجھ سے کیا چاہیئے ہے۔ جو مجھے چاہیئے ہو گا وہ میں خود ہی دیکھ لوں گا۔"

"سچ کہتے ہیں دانے لوگ سچ واقعی کڑوا ہوتا ہے۔" حسین اس کی مزید فضول گوئی سنے بغیر سیل سے باہر جا چکا تھا۔

حسین کے جاتے ہیں ایک سپاہی آیا اور دروازے کو تالا لگا کر چلا گیا۔

حسین تو چلا گیا لیکن اپنے پیچھے شاہنواز کے لئے انتظار چھوڑ گیا۔ یہاں سے نکلنے کا انتظار، ایک لمبا انتظار۔۔۔ ایسا انتظار جو بہت بڑی تبدیلی لانے والا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

"ٹھیک ہے، تو پھر تم تیار رہنا ہم کل شام میں ملتے ہیں۔"

شایان کو آتا دیکھ کر فون پر بات کرتی شفاء نے بات ختم کی۔

"کس سے بات کر رہی تھیں؟۔۔۔ہدیٰ سے؟۔۔۔"

"ایک تو تم بھی ناں شایان' ہر وقت تمہارے دماغ میں ہدیٰ ہی سوار رہتی ہے۔"

اس نے جیسے شایان کو شرم دلانا چاہی۔

"لیں بھابھی' آپ اکیلے دماغ کی بات کرتی ہیں۔ میرے تو دل، دماغ، گردے، پھیپھڑے ہر جگہ اور ہر وقت ہی وہ سوار رہتی ہے۔" اُس نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"کچھ تو شرم کر لو زیادہ نہیں بس تھوڑی سے۔"

"چلیں آپ کے کہنے پہ کبھی یہ بھی کر کے دیکھ لوں گا مگر پہلے یہ بتائیں ہدیٰ سے نہیں تو کس سے بات کر رہی تھیں؟۔۔۔" اس کی سوئی ابھی تک ہدیٰ پہ ہی تھی۔

"میری دوست تھی امایہ، بابا جان ملے ہوئے ہیں اِس سے' اسی ہفتے انگلینڈ سے واپس آئی ہے۔"

"لیکن بھابھی آپ کو یاد ہے ناں، آپ نے کل ہدیٰ کے ساتھ جانا ہے؟۔۔۔"

شایان نے ایک بار پھر اسے یاد دہانی کرائی۔

"ہاں ہاں یاد ہے مجھے۔ فکر نہ کرو۔ تمہارا کام ہو جائے گا۔"

بات کے دوران اس کی نظر شایان کے ہاتھ میں پکڑی تصویر پہ پڑی تو پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"یہ کس کی تصویر ہے؟۔"

"اوہ یہ تصویر؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

شایان نے شرارت سے وہ تصویر شفاء کے سامنے کی۔ "بھوجو تو جانو کون۔"

اِس تصویر میں تِین چھوٹے چھوٹے بچے سبزے میں کھڑے ہنس رہے تھے۔ پیچھے سرسبز لہلہاتے کھیت تھے۔ ان میں سے ایک بچہ پورا حدید کی شکل تھا۔ اِس لئے شفاء کو پہچاننے میں زرا مشکل نہ ہوئی کہ یہ جبریل ہے۔

شفاء کے اتنے درست اندازے پہ شایان کے ہاتھ اسے چھیڑنے کا بہترین موقع لگا تھا۔

"واہ بھابھی کیا کہنے آپ کے۔ جس کو کبھی دیکھا نہیں۔ اُس کو لمحے سے پہلے پہچان لیا اور جو دیکھا بھالا ہو اوہ پہچان میں نہیں آیا۔ صحیح کہتے ہیں لوگ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔"

" وہ تم نے ہی تو بتایا تھا حدید جبریل کی کاپی ہے تو بس اس میں مشکل کیا تھا۔ "

شایان کی بات پہ خجالت کے مارے شفاء سے بات بنانا مشکل ہوئی تھی۔

" ہاں ہاں بنالیں اب بہانہ۔۔۔ ویسے ابھی کوئی مجھے ہدیٰ کو لے کر کچھ کہہ رہا تھا۔۔۔ شاید کوئی شرم دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔" وہ دماغ پہ زور ڈالتے بولا۔

" اِسے چھوڑو۔ یہ بتاؤ باقی دونوں کون ہیں؟۔۔۔"

"ہاں ہاں۔۔۔ اب بدل لیں بات۔ مگر میں بھی ایک جرنلسٹ ہوں اور ایک جرنلسٹ کے سوالوں سے بھاگنا کوئی آسَان کام نہیں۔ بڑے بڑے سیاست دان میرے شو پہ بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔ "

"بس ہو گیا؟۔۔۔ یا ابھی اور ہے؟۔۔۔" شفاء کے انداز پہ وہ ڈھٹائی سے مسکرایا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں، آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔۔۔ ویسے آپ اس تصریو کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔ یہ بلیو شرٹ والے ہادی بھائی ہیں اور درمیان میں بگ بی، جنہیں آپ پہلے ہی پہچان چکی ہیں اور ان کے ساتھ ہیں یاور بھائی۔"

"یاور بھائی؟۔۔۔ یہ کون؟۔۔۔"

یاور کے نام پہ شفاء چونکی تھی یہ وہی نام تھا جو جبریل کی ڈائری میں بھی وہ پڑھ چکی تھی۔

" آپ اِن کو نہیں جانتی۔ یہ جبریل بھائی اور ہادی بھائی کے دوست ہوا کرتے تھے۔ اِن تینوں کا سارا بچپن اور جاوانی ایک ساتھ ہی گزرا ہے۔"

" ہوا کرتے تھے مطلب؟۔۔۔ کیا اب یہ دوست نہیں ہیں؟۔۔۔" انداز سرسری سا تھا۔

"نہیں اب یہ ساتھ نہیں ہیں۔ یاور بھائی کو دنیا سے گزرے کافی سال گزر چکے ہیں۔"

" اوہ۔" شفاء کو افسوس ہوا تھا۔ مگر اسی افسوس کے ساتھ بہت سے سوال تھے جو اُس کے ذہن میں اُٹھے تھے۔ شایان جا چکا تھا مگر شفاء کے لئے سوالوں کے ڈھیر چھوڑ چکا تھا۔

تجسس کے مارے وہ شایان کے پیچھے ہال روم میں گئی۔ جہاں زیان اور شایان آڑے ترچھے بیٹھے فٹ بال میچ دیکھ رہے تھے۔

شفاء کو آتا دیکھ کر دونوں سیدھے ہو کر تمیز سے بیٹھے۔ یہ ان کی عادت تھی وہ ہمیشہ شفاء کے سامنے مہذب حلیے میں رہتے چاہے حرکتیں مہذب ہوں یا نہ ہوں، انداز مہزب رکھنے کی پوری کوشش ہوتی۔

" کوئی کام تھا بھابھی تو ہمیں بُلا لیا ہوتا؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ٹی۔وی کی آواز کم کرتے زیان بولا۔

"نہیں وہ۔۔وہ مجھے کچھ پوچھنا تھا؟۔۔۔"

اسے عجیب سی جھجک نے آن گھیرا۔

"جی جی پوچھیں؟۔۔۔" دونوں یک زُبان ہو کر بولے۔

"نہیں کچھ نہیں، پھر کبھی سہی۔" وہ جانے لگی جب شایان نے اُسے واپس بیٹھنے کو کہا۔

"بیٹھ جائیں بھابھی' بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" شایان کی بات پہ اُسے بیٹھنا ہی پڑا۔

"اگر میرا اندازہ درست ہے تو آپ یاور بھائی کی وفات کا تجسس ہے۔" اُس کے اتنے صحیح اندازے پہ شفاء نے حیران ہوتے سر ہلایا۔

"اور اگر میرا یہ اندازہ سہی ہے تو میرا یہ اندازہ بھی سہی ہے کہ آپ نے بھائی کی ڈائری پڑھ رکھی ہے۔" اُس کے بلا توقف بات کہنے پہ جہاں شفاء شرم سے پانی پانی ہوئی تھی وہیں زیان نے اپنے بھائی کو اتنی سیدھی بات کرنے پہ گھورا تھا مگر اس کی گھوری کی پرواہی کس کو تھی۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اچھا ہوا بھابھی نے پڑھ لی۔ بھائی صاحب کو تو ویسے ہی عادت ہے لکھ لکھ کر باتیں کرنے کی۔ دیکھیئے گا بھابھی' ساری زندگی آپ کے ساتھ بھی اُس نے یہی کرنا ہے۔" شفاء کو شرمندہ ہوتے دیکھ کر زیان نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے بات بدلنے کی سعی کی تھی۔ جس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔

" اٹس اوکے بھابھی۔ اگر آپ نے پڑھ رکھی ہے تو یہ اچھی بات ہے۔ ایزی رہیں ہم نے بھی پڑھی ہے۔ اور زینی سہی کہہ رہا ہے، بھائی کی شروع سے عادت ہے جو باتیں اُس کی زبان نہیں کہہ پاتیں، وہ اس کا قلم کہہ دیتا ہے۔ خیر آپ پوچھیں جو پوچھنا چاہ رہی تھیں؟۔۔۔"

کب سے دل میں دبائے سوال کو آج زباں پہ آنے کا موقع ملا تھا۔

"یاور بھائی۔۔۔ اُن کے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا۔ جس کے نتائج آج مجھے دیکھ۔۔۔" شدتِ جزبات کے باعث اس نے بات ادھوری چھوڑتے گہرا سانس لیا۔

"ان کا قتل ہوا تھا۔" اس کی ادھوری بات کا مطلب سمجھتے ایک دم خاموشی چھائی تھی۔

"قتل؟۔۔۔ کس نے۔۔۔ کس نے مارا تھا انہیں؟۔۔۔" وہ چونکی

"اُن کی بیوی نے۔" حیران ہوتے اس کا ہاتھ لبوں تک گیا تھا۔ یہ انکشاف شفاء کے لئے بالکل نیا تھا۔

" مگر کیوں... میرا مطلب ہے، کوئی بھی بیوی اپنے شوہر کو ایسے کیسے مار سکتی ہے۔"

اِس کے سوال پہ دونوں نے خاموشی اختیار کی۔

"بھابھی بیٹھ جائیں" اِن کو جواب نہ دیتے پا کر وہ اٹھنے لگی تھی جبشایان کی آواز پہ واپس بیٹھ گئی۔ غیر مرئی نقطے کو دیکھتے شایان نے بات شروع کی۔

" ہادی بھائی ہمارا اور یاور بھائی کا تعلق ایک ہی گاؤں سے تھا۔ یہ تینوں ہم جماعت اور ہم عمر تھے۔ ساتھ ہونے سے ان تینوں کی آپس میں گہری دوستی تھی صرف اتنا ہی نہیں ان تینوں کے علاوہ ہمارے والد حضرات بھی آپس میں بچپن کے دوست تھے بالکل ویسے ہی جیسے ہادی بھائی اور جبریل بھائی یا بابا جان اور سلیمان انکل ہیں۔۔۔ یاور بھائی کے

والدین کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ جس کے بعد وہ اپنے تایا جان کے ساتھ حویلی میں رہنے لگے۔ اُن کے تایا گاؤں کے سرپنچ تھے۔ انہوں بابا جان اور سلیمان انکل کی زمہ داری پہ یاور بھائی کو شہر کے کالج میں پڑھنے کی اجازت ملی تھی۔ وہ شہر میں ملازموں کے ساتھ الگ گھر میں رہنے کے بجائے ہمارے گھر میں رہتے وجہ تنہائی کا بٹ جانا اور ہمارے گھر میں کسی عورت کا نہ ہونا تھی۔ یاور بھائی بہت اچھے تھے ان دونوں دوستوں سے الگ بالکل نرم اور دھیمی طبیعت کے مالک۔ ان تینوں دوستوں کی دوستی اتنی گہری تھی کہ اکثر میں اور زینی جیلس ہو جایا کرتے کہ ہمیں سکول میں کبھی ایسے دوست کیوں نہ ملے۔۔۔"

وہ یاد کرتے اداسی سے مسکرایا۔

"مجھے اچھے سے یاد ہے۔ ان دنوں بھائی نے نئی نئی ہاؤس جاب شروع کی تھی۔ یاور بھائی اپنے تایا کے پاس گاؤں گئے ہوئے تھے اور ہادی بھائی پڑھائی کے سلسلے میں ملک سے باہر جا چکے تھے۔ جب گاؤں سے بابا کو یاور بھائی کا فون آیا تھا۔ گاؤں میں کسی لڑکی کے لئے پنچائیت بیٹھائی گئی ہے۔ اس کا اپنا کوئی گھر نہ تھا اور خاندان والے رکھنا نہ چاہتے تھے اور اس لڑکی کی بے بسی اور آنسو دیکھ کر یاور کے تایا نے یاور بھائی سے درخواست کی اور اس کے سر پہ عزت کی چھت اور چادر ڈال کر اُسے اپنے نکاح میں لے لیا۔ جب یاور بھائی نے فون کر کے ہمیں خبر دی، تو سلیمان انکل اور بابا خصوصاً گاؤں گئے کہ ہمارے بچے نے زندگی کا سب بڑا فیصلہ کیا ہے۔

تھوڑے عرصے بَعد ہی بھائی اپنی بیوی کو لئے شہر اپنے گھر آ گئے اور شہر آ کر پتا چلا کہ یہ شادی یاور بھائی کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی جو یاور بھائی کی سانس تک کو نگل گئی۔ اُس لڑکی پہ پنچائیت میں لگائے گئے الزام، رشتہ داروں کا گھر سے نکالنا بعد میں ہمیں سب سمجھ میں آ گیا تھا۔

جس دن بھائی کا انتقال ہوا۔ اُس رات جبریل بھائی ہسپتال میں نائٹ ڈیوٹی پہ تھے۔ ایک ایمرجنسی کیس آیا تھا۔ ایک پاکستانی ہسپتال میں اتنی رات میں ہمیشہ کی طرح کوئی سینیئر ڈاکٹر موجود نہ تھا۔ اور جب تک ڈاکٹر کال پہ آتا مریض ہمیشہ کے لئے جا سکتا تھا۔ ایسے میں سارا ٹریٹمنٹ جبریل بھائی کو ہی کرنا پڑا تھا۔ اور وہ مریض کوئی اور نہیں بلکہ یاور بھائی تھے۔ جبریل بھائی کا اپنا دوست، ان کا اپنا بھائی، اُن کا یاور۔۔۔ جس ایمبولینس میں ان کو لایا گیا تھا اُس ایمبولینس کا کہنا تھا کہ کسی راہ گیر کو یہ شخص سڑک پہ گرا ملا تھا۔

بھائی کے مطابق بہت کوششوں کے بعد یاور بھائی کی حالت سنبھلی تھی مگر صرف تھوڑی دیر کے لئے ہی۔۔۔ اور وہ اس تھوڑی سی دیر میں اپنے دوست کو اپنے سامنے دیکھ کر سب حقیقت بتا چکے تھے۔ اور اگر وہ جانتے ہوتے کہ اس تھوڑی سی دیر میں اُن کی ناکام شادی شدہ زندگی کی داستان سن کر اُن کا دوست مستقبل میں اپنی شادی تباہ کر لے گا تو وہ کبھی بھی نہ بتاتے کہ اُن پہ کیا قیامت ٹوٹی تھی۔ ہم جو سمجھتے تھے وہ اپنی شادی میں اتنا خوش ہیں کہ ہمیں بھول بیٹھے ہیں اُس دن یہ راز افشاں ہوا کہ وہ تو اپنے ہی گھر میں قید تھے۔ اور افسوس اُن کی اس حالت کی زمہ دار اور کوئی نہیں اُن کی اپنی بیوی تھی۔ کیس چلا، پوسٹمارٹم کی رپورٹس آئیں تو پتا چلا اُن کے جسم پہ جگہ جگہ تشدد کے نشانات تھے۔ انہیں باندھ کر نجانے کتنے دن تک بھوکی حالت میں نشے کے انجیکشن لگائے گئے تھے۔ پولیس کی تفتیش سے پتا چلا یاور بھائی کے نام جتنی بھی پراپرٹی تھی اُن کی موت سے پہلی ہی بیچی جا چکی تھی۔ ظاہر ہے اُن کی بیوی ہی کی حرکت تھی۔ وہ نشے کی دوائیاں دے کر اب کچھ اپنے نام لگوا چکی تھی۔ سہی کہتے ہیں لوگ دولت اکثر لوگوں کے لئے عذاب ثابت ہوتی ہے اور اس عذاب کو صحیح معنوں میں یاور بھائی نے چکھا تھا۔ بہت عرصہ یہ کیس چلتا رہا۔ اُن کے تایا نے اور ہم سب نے بہت کوشش کی کہ وہ عورت پکڑی جائے مگر نجانے اُسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ "

اُس نے ٹھہر کر شفاء کو دیکھا جو شل ہوئے اِس سب کو سُن رہی تھی۔

ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ اندازہ لگا سکتی ہیں بھابھی اس وقت بھائی پہ کیا گزری ہو گی؟۔"

وہ لمحے بھر کے لئے رُکا تھا۔ جیسے کچھ یاد کر رہا ہو۔

" مجھے اچھے سے یاد ہے۔ ایک دفعہ میں نے یاور بھائی سے پوچھا تھا۔ آپ تینوں اتنے اچھے دوست کیسے ہیں؟۔۔۔ مجھے تو کبھی کوئی اتنا اچھا دوست نہیں ملا۔ بھائی نے کہا ہم اتنے اچھے دوست اِس لئے ہیں کیونکہ ہم دوست کم اور بھائی زیادہ ہیں اور بھائی کم اور دوست زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ ہم رشتوں میں بے وفائی نہیں کرتے۔ میں اس وقت اُن کی بات سمجھ نہیں پایا تھا مگر اب سمجھ چکا ہوں کہ اچھا دوست کون ہوتا ہے۔"

وہ تکلیف سے ہنسا تھا۔

"بس یہی وجہ ہے بھابھی' جو بھائی کے لئے اس رشتے کو قبول کرنا مشکل ہوا تھا۔ وہ گاؤں کی ہر لڑکی کو مِثال یزدانی جیسا سمجھتے ہیں۔ اور جن حالات میں آپ کا نکاح ہوا انہیں اپنے ساتھ وہی فلم چلتی لگی تھی جو یاور بھائی کے ساتھ چلی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا۔ آپ کے ساتھ شادی کا فیصلہ کسی جرگے میں نہیں لوا تھا اور مثال سے شادی کا فیصلہ جرگے میں ہوا تھا۔ یہ مت سمجھئے گا بھابھی' کہ میں آپ کو یہ سب بتا کر اپنے بھائی کی غلطی کو جسٹفائی کر رہا ہوں۔ نہیں، بالکل نہیں، جو غلط ہے وہ غلط ہے۔ اور اِس میں ہم اپنے بھائی کا ہرگز ساتھ نہیں دیں گے۔ مگر ہم اُسے چھوڑ بھی نہیں سکیں گے۔ وہ ہمارا بھائی ہے مگر اُسے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے تھا۔"

ساری گرہیں کُھل چکی تھیں سارے جواب مل چکے تھے۔ اِس نے اپنے آپ کو جبریل کی جگہ پہ رکھ کر سوچا تو تکلیف سے اِس کی روح تک کانپ گئی کیسے برداشت کیا ہو گا اِس شخص نے سب کچھ اکیلے، لیکن اس سب میں اِس کا کیا قصور تھا۔ اِس کو سزا کیوں مل رہی تھی؟۔۔۔ یا یہی اِس کا قصور تھا کہ اس کا تعلق ایک گاؤں سے تھا اور جبریل مصطفیٰ

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کی نظر میں گاؤں سے تعلق رکھنے والی ہر لڑکی مثال یزدانی جیسی حیثیت رکھتی ہے۔ جبکہ یہ شخص خود بھی ایک گاؤں ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ عجیب منطق تھی یا فرار تھا، یہ شخص اس کے لئے نا آشنا تھا۔

* * * * * * * * * * *

وہ کب سے لیپ ٹاپ پہ بیٹھی اپنے کام میں مگن تھی۔ جب المان نے آکر اِسے ہادی کے آنے کی اطلاع دی۔

" کون ہادی؟۔۔۔"

اِس نے اپنا سر اٹھائے بغیر مصروف سا پوچھا۔ جس پہ مانی نے اپنا ہاتھ سر پہ مار کر افسوس کا اظہار کیا۔

"آپی وہی دو نمبر میسی۔ فٹ بال والا' کہہ رہا ہے۔ آپ سے معافی مانگنے آیا ہے۔"

" اچھا وہ!۔۔۔ مانگ ہی نہ لے وہ معافی۔" جواب استہزائیہ تھا۔

"توبہ کرو آپی۔۔۔ اب تو بخش دو بچارے کو' کچھ نہیں کچھ نہیں تو ایک تھینکس ہی بول دو اُسے۔ اتنا اچھا ہیرو ٹائپ آدمی تو ہے۔"

اس نے مفت مشورہ دیا۔

لیپ ٹاپ ایک طرف رکھ کر اِس نے بیڈ سے اپنا دوپٹہ پکڑا اور آئینے کے سامنے آکر کنگی کرنے لگی۔

"اتنا ہی اچھا لگتا ہے وہ تمہیں تو اُسی کے پاس چلے جاؤ ناں میرے پاس کیا کرنے آئے ہو؟..." ول تپ کر بولی۔

"صرف یہی کیوں؟۔۔۔اگر لڑکی ہوتا تو پرپوز بھی کر دیتا۔اتنا ڈیشنگ تو ہے۔"اس کی بات پہ حور نے ہاتھ میں موجود ہیئر برش چلا کر اس کی طرف پھینکا تھا مگر وہ اس سے پہلے ہی بھاگ چکا تھا۔

****

ہادی موبائل پہ جھکا۔اپنی پسندیدہ گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔جب اس کے پیچھے سے گزرتی حور کی نظر اس کے موبائل پہ پڑی۔

"ایسی گیمیں کھیلتا ہے۔اسی لئے تو حرکتیں بھی غنڈوں والی ہیں۔"

اس نے منہ بنا کر سوچا۔

حور کو آتا دیکھ کر ہادی نے گیم بند کی اور سیدھا ہوا۔

"السلام وعلیکم۔اب کیسے مزاج ہیں آپ کے؟۔۔۔"

"وعلیکم سلام کیسے نظر آرہے ہیں آپ کو؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

جواب اُسی کے انداز میں آیا تھا جس پہ ہادی نے مسکراہٹ لبوں پہ روکی۔

المان حور عین کے بگڑے مزاج کی اطلاع پہلے ہی ہادی کو دے چکا تھا۔اب ہادی کو اِسے مزید تپانے میں مزا آرہا تھا۔نجانے کیوں ہادی کو ہمیشہ اسے تنگ کر کے مزا آتا تھا۔

"خیر سے مزاج تو آپ کے بالکل پہلے جیسے لگ رہے ہیں ایک دم خوشگوار ہمیشہ کی طرح۔" حور عین نے بڑے سے چشمے میں مقید اپنی بڑی بڑی آنکھیں سکیڑ کر ہادی کو گھورا۔

اس کے ایسے دیکھنے پہ ہادی کو بے اختیار جبریل کا اِسے دو نمبر آنکھوں والی کہنا یاد آیا تھا۔

"دو نمبر آنکھیں۔۔۔" وہ زیر لب بربرایا۔

ہادی کے چہرے پہ یوں مسکراہٹ پھیلتی دیکھ کر حور مزید تپی تھی۔

"اب اگر آپ منہ میں بربرا چکے ہوں تو کام کی بات کریں کس لئے آئے ہیں یہاں۔"

اس کی مسکراہٹ سے تپ کر وہ اور تپے ہوئے انداز میں بولی۔

"جی تو مس حور عین کیا ہوا تھا آپ کے ساتھ اس دن۔۔۔"

ہادی نے سیدھا ہوتے میز سے فائل اور پین اٹھایا۔

"پوچھ تو ایسے رہے ہیں۔ جیسے خود کچھ جانتے نہیں ظاہر ہے اغواہ ہوا تھا اور کیا ہوا تھا۔" ہادی اس کی بات پہ ہنس دیا۔ جس پہ حور مزید زچ ہوئی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی تو میں نے کب کہا آپ کا اغواء نہیں نکاح ہوا تھا۔ یا آپ واقعی اپنی مرضی سے اغواء ہوئیں تھیں۔"

"مسٹر ہادی پلیز، آپ سنجیدگی سے اپنی تفتیش کی طرف آئیں۔"

"دیکھیں مس، میں تو سنجیدہ ہونا چاہتا ہوں مگر آپ ایسی باتیں کریں گی تو ظاہر ہے ہنسی تو آئے گی ہی ناں۔ ویسے حیرت ہے آج آپ نے مجھے پہلی بار دو نمبر میسی کے بجائے میرے نام سے بلایا ہے۔ وہ بھی مسٹر ہادی کہہ کر۔ اُف اتنی عزت، قسم سے ہضم نہیں ہو رہی۔ "

ہادی کو اچنبھا ہوا۔

"آپ جانتے ہیں۔ آپ صرف دو نمبر میسی ہی نہیں دو نمبر سوچ کے دو نمبر انسان بھی ہیں۔ بلکہ انتہا درجے کہ ٹھرکی بھی ہیں۔ مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی۔ آپ کو ایس پی کی پوسٹ دی کس نے۔"

اب کہ وہ کھل کر ہنسا۔

"چلیں میرے تک تو ٹھیک تھا مگر مجھے پوسٹ دینے والے کا آپ نے کیا کرنا ہے۔ کہیں اُن کو جا کر سلیوٹ تو نہیں کرنا؟۔۔۔" وہ جوس کا گھونٹ بھرتا محفوظ سا بولا۔ آج اُس کو ٹھرکی کا لفظ سن کر غصہ نہیں آیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا حقیقتاً اُس نے حرکت ٹھرکیوں والی ہی کی ہے۔

"نہیں سلیوٹ تو خیر نہیں مگر جوتوں کا ہار ضرور پہناؤں گی۔" جواب بے ساختہ تھا۔

"ویسے اس دن تو بہت کہہ رہی تھیں۔ لاہور اب پہلے والا لاہور نہیں رہا۔ نیا ایس پی جو آ گیا ہے۔ اب اچانک اس فیصلے میں تبدیلی کی وجہ جان سکتا ہوں؟۔۔۔"

"پہلے دماغ خراب ہو گیا تھا میرا جو کہہ دیا، لیکن اب ٹھیک ہو گیا ہے اور اب آپ اپنا کام کریں گے یا پھر جوس پی کر چلتے بنیں۔۔۔"

وہ اٹھ کے جانے لگی تو ہادی نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ویسے مہمان کے ساتھ ایسے پیش نہیں آنا چاہیئے، لیکن خیر اب کام کی بات کی طرف آتے ہیں۔ اب بتائیں۔ یہ سب کچھ کب اور کیسے ہوا؟۔۔۔"

ہادی سنجیدہ ہوا تو حور عین نے بھی الف سے ی تک سب بتانا شروع کیا۔

"ایک منٹ مس فاروقی۔ آپ نے جس لڑکی کا نام لیا ہے مثال یزدانی کا' کیا آپ کے پاس اس لڑکی کی کوئی تصویر، نمبر یا ایڈریس وغیرہ ہو گا۔ آپ کے بقول وہ یونیورسٹی میں ہی زیر تعلیم تھی اور آپ کی اچھی دعا سلام بھی تھی؟۔۔۔"

حورین نے نفی میں سر ہلایا۔

"جی، مگر اتنی زیادہ سلام دعا بھی نہیں تھی۔"

"اچھا تو کیا آپ اُس کے کسی سوشل میڈیا اکاؤنٹ کے بارے میں بھی نہیں جانتیں؟۔۔۔"

"نہیں۔"

"آپ کیسے کسی ایسے انسان سے لفٹ لے سکتی ہیں مس فاروقی جس کے بارے میں آپ کچھ جانتی ہی نہیں۔" جیسے اُسے دکھ ہوا تھا۔

"مائینڈ یو، وہ میری یونیورسٹی فیلو تھی۔ اور لفٹ تو آپ سے بھی لے کر میں اپنے گھر تک آئی تھی۔"

"میری بات الگ ہے۔ میں آپ کو ریسکیو کرتے ساتھ ہی اپنی اصل پہچان بتا چکا تھا اور اُس وقت آپ کے پاس میرے علاوہ کوئی اوپشن بھی نہ تھی۔" اس نے وضاحت دی۔

"ویسی پہچان تو مجھے مثال کی بھی تھی۔ اور اُس سے زیادہ خود پہ یقین تھا کہ میں اپنی حفاظت کر سکتی ہوں۔" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی

"یہ آپ سراسر اپنے آپ کو جسٹفائی کر رہی ہیں۔ بڑا وقت اور بڑا انسان کبھی بتا کر نہیں آتا۔ وہ کسی بھی روپ میں آ جاتا ہے۔ اور اکثر حد سے زیادہ خود سری بھی انسان کو منہ کے بل گرا دیتی ہے۔ اپنے اوپر یقین ہونا اچھی بات ہے مگر اِس یقین میں خود سر ہونا غلط ہے۔ انسان کو پریشانی کو اگنور کرنے سے زیادہ پریشانی کو جھیلنا آنا چاہیئے۔"

"آپ ہوتے کون ہیں مجھے زندگی کا ڈھنگ سیکھانے والے۔" حور کے ماتھے پہ بل پڑے تھے۔

"کہاناں، خود پہ یقین اور خود سری دو الگ چیزیں ہیں خیر۔۔۔ آپ کے کیس اور گرفتار ہوئے لوگوں سے جتنا ابھی معلوم ہوا ہے اُس کے مطابق یہ پری پلینڈ کیڈنیپنگ کیس ہے۔ اور آپ کی وہ یونی فیلو اُس کا بھی پتا کر لیتے ہیں۔ لیکن آپ کو اب پہلے سے بہت ہشیار رہنا ہو گا۔ آپ کے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی آپ کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس لئے اتنی آسانی سے چھوڑنے والے نہیں لگتے وہ لوگ۔"

ہادی صحیح کہہ رہا تھا اس کی بات کو سمجھتے ہوئے اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"ویل..." اس نے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکالتے ہوئے اس کے آگے کیا۔

"یہ میرا کارڈ ہے۔ اس پہ میرا نمبر بھی ہے۔ اگر آپ کو کبھی بھی کچھ غلط محسوس ہو یا کچھ ایسا جو اس کیس میں ہماری مدد کر سکتا ہو۔ تو آپ چوبیس گھنٹوں میں سے کسی بھی وقت بغیر ہچکچاہٹ کے اس نمبر پہ فون کر سکتی ہیں۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی وہ جانے کے لئے کھڑا ہوا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب میں چلتا ہوں آپ کے تعاون کا بہت بہت شکریہ اگر ضرورت پڑی تو میں پھر آپ سے رابطہ کروں گا۔"

"ایک منٹ، ایک بات پوچھنی تھی۔"

"جی پوچھیں؟۔۔۔"

"وہ۔۔۔وہ میں نے نیوز میں اُس بلڈنگ میں لگی آگ کی خبر سُنی تھی۔وہ بچے؟۔۔۔"

"ڈونٹ وری، شاید میں نے پہلے بھی بتایا ہو آپ کو۔ تمام بچوں کو ہم آپ سے پہلے ہی ریسکیو کر چکے تھے۔اور انہی سے ہمیں آپ کا پتا چلا تھا۔اور جہاں تک رہی یہ نیوز اور تمام باتیں تو وہ fabricated تھیں۔اپنے سر سے الزام اتارنے کے لئے یونو ہمیں ایسی خبریں پھیلانی پڑتی ہیں۔"

"تو جو گاڑی میں آپ نے فیور کا ذکر کیا تھا وہ؟۔۔۔"

"جی، وہ یہی فیور تھی۔ آپ کی خاموشی اور ہماری سروسز۔۔۔"

اس سے اجازت لے کر وہ اپنی گاڑی کے پاس پہنچا ہی تھا جب اس کی گاڑی کے ساتھ ہی تیمور کی گاڑی آکر کھڑی ہوئی۔ تیمور ہاتھ میں بریف کیس پکڑے گاڑی سے باہر نکلا تھا۔

ہادی نے وہیں کھڑے سر کے پاس ہاتھ لے جا کر سلیوٹ کے انداز میں سلام کیا تو تیمور گاڑی کا دروازہ بند کرتا اس کی جانب آیا۔

"کیسے ہو ینگ مین۔ کیسے آنا ہوا؟۔۔۔"

"مس حور عین سے کچھ تفتیش کرنی تھی۔بس اسی لئے زحمت دینا پڑی۔"

"اس میں زحمت کیسی۔ اب آ ہی گئے ہو تو چلو کچھ وقت میرے ساتھ بھی بیٹھ کر چائے پی لو مجھے خوشی ہو گی۔"

"ارے ضرور سر، مجھے بھی آپ کے ساتھ چائے پی کر خوشی ہوتی، لیکن آج نہیں پھر کبھی سہی۔ ابھی مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔"

ہادی کے جانے کے بعد تیمور کتنے دیر تک وہیں کھڑا اس کی گاڑی کو دور جاتا دیکھتا رہا۔ آج وہ دوسری بار اس شخص سے ملا تھا اور دونوں بار اس سے مل کر اُسے کسی کی یاد شدت سے آئی تھی۔

"پتا نہیں کیسا ہو گا وہ؟۔۔۔ میں نے تو کسی سے رابطہ بھی نہیں رکھا اور جس سے رکھا اس نے۔۔۔"

کچھ سوچتے عماریز دانی کا خیال آیا وہ سر جھٹکتے اندر چل دیئے۔

******

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ دھوپ میں کھڑا اس پاکستانی ملکہ ایلزبتھ کا انتظار کر رہا تھا۔ جو اسے دو بجے کا ٹائم دے کر خود ابھی تک نہ آئی تھی۔ اور اب تقریباً تین بجنے والے تھے۔

ایک تو اس گھر کے ملازمین بھی اتنے مہذب اور سلجھے ہوئے تھے کسی نے جھوٹے منہ اتنا بھی نہ کہا تھا۔

)سر آپ اندر آ کر بیٹھ جائیں میڈم ابھی آتی ہی ہو نگی۔(

اس گرمی نے تو صحیح معنوں میں اس کے دماغ کو بھی گرمی چڑھا دی تھی۔ اگر اسے ہادی کا خیال نہ ہوتا تو کب کا دو حرف لعنت بھیج کر چلا جاتا۔

کچھ دیر بعد اللہ اللہ کر کے ایک زیرو میٹر دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اور وہ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گارڈ کو اٹھا کر اس کی جگہ پر بیٹھا تھا گاڑی سے نکلتی پاکستانی ملکہ ایلزبتھ کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ نیلے رنگ کے سوٹ کے ساتھ ہم رنگ حجاب نفاست سے لئے ایک ہاتھ میں ہینڈ بیگ اور دوسرے ہاتھ میں ٹھنڈے ٹھار سلش کا گلاس پکڑے وہ واقعی میں اپنی ریاست کی ملکہ لگ رہی تھی۔ مگر حسین کو وہ خون پینے والی ڈائن سے کم نہ لگی تھی جو اسے اتنی گرمی میں کھڑا کر کے خود ٹھنڈے ٹھار سلش کے مزے لوٹ رہی تھی۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد ایک ملازمہ اسے اپنی جانب آتی دکھائی دی تھی۔

"آجائیں صاحب آپ کو امایہ باجی اندر بلا رہی ہیں۔"

انگلینڈ کے دار لحکومت لندن کی سڑکوں پہ گرتی برف اور وہاں کی خون جما دینے والی سردی سے بچنے کے لئے بلیک جینز پر بلیو ہائینک اور اوپر بلیک ہی اور کوٹ پہنے وہ ہاتھوں کو آپس میں مسلتا ابھی ابھی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر ہسپتال سے نکلا تھا۔

سڑک پہ گرے میپل کے سوکھے پتوں کو اپنے پیروں تلے روندتا وہ تیز تیز قدم بڑھا رہا تھا۔ کوٹ کی جیب میں پڑا اس کا موبائل بار بار بج رہا تھا۔ تھرتھراہٹ کو محسوس کرتے اُس نے موبائل باہر نکالا اور سکرین پہ موجود کو نام دیکھ کر بے اختیار اس کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔

"ہاں رضا بولو۔ کیا بنا؟۔۔۔"

فون سنتے اس کی حالت ایسی تھی، جیسے امتحان سینٹر میں داخل ہونے سے پہلے نہم جماعت کے بچے کی ہوتی ہے۔ جس نے امتحانی سینٹر ہی پہلی بار قدم رکھا ہو۔

"پہلے یہ بتاؤ، کہاں تھے تم؟۔۔۔کب سے فون کر رہا ہوں۔"

" یار موبائل سائلنٹ پہ تھا۔ تم بتاؤ جنرل میٹنگ کا کیا بنا؟۔۔۔بورڈ ڈائیریکٹرز کو ہماری کوٹیشن پسند آئی؟۔۔۔"

وہ سیدھا مدعے کی جانب آیا۔

"میں نے تمہیں ایک میل کی ہے۔ جلدی دیکھو۔" مقابل کی آواز میں موجود جوش و خروش کو جبریل اپنی فکر میں بالکل فراموش کر چکا تھا۔

پاکستانیوں کی کچھ مخصوص عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ میل بھیجے والے پہ میل بھیجنے کے ساتھ ساتھ دوسرے کو کال یا میسج پہ مطلع کرنا بھی واجب ہوتا ہے کہ لیں بھائی آپ کو میل بھیجی جا چکی ہے برائے مہربانی جا کر اپنی میل چیک کر لیں۔ شکریہ۔۔۔۔شاید رضا نے بھی اسی مقصد کے لئے جبریل کو فون کیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا پاکستانی دیسی چاہے جتنا بھی گوروں کے ملک میں کیوں نہ رہ لیں۔ وہ اندر سے رہتے وہی دیسی ہیں۔۔۔

مطلع ہونے کے بعد اس نے سب سے پہلا کام موبائل پہ جی میل کھولنے کا کیا تھا۔ ابھی جی میل کھلا ہی تھا کہ اس کے موبائل کی بیٹری ڈاؤن ہوئی اور موبائل پاور آف ہو گیا۔ اس نے کوفت زدہ ہوتے موبائل کو ہتھیلی پہ مارا مگر یہ موبائل فون تھا، ٹی۔وی کا ریموٹ تھوڑی جو تھپڑ کھاتے ہی چل پڑتا۔ اب اس کے اپنے فلیٹ کی جانب بڑھتے قدموں کی رفتار میں مزید تیزی آئی تھی۔

فلیٹ پہ پہنچتے ہی اس نے میز پہ پڑا اپنا لیپ ٹاپ اُٹھایا اور دل ہی دل میں اللہ سے مدد مانگتا اپنا جی میل اکاؤنٹ کھولنے لگا۔

"ایک مصیبت یہ بفرنگ بھی ابھی ہی ہونی تھی۔"

لوڈنگ شروّع ہوئی تو دھندلا دھندلا سا ایک صفحہ سامنے کھلا۔ اس نے فوراً سے اپنی آنکھیں بند کیں اور منہ میں کچھ پڑھنے لگا۔ اور جب آنکھیں کھولیں تو سامنے لکھے الفاظ پہ اسے یقین نہ آیا تھا۔

"سارے ووٹ اس کے حق میں تھے۔ سب ممبرز نے اس کی پیش کی ہوئی تجویز کو سراہا تھا۔ اس کی پیش کی گئی کوٹیشن کو قبولیت کی سند مل گئی تھی۔ اس کے رب نے اس کی سن لی تھی، اس کے رب نے اس کی محنت اس کی دعاؤں اس کی کوششوں کو رائیگاں نہیں جانے دیا تھا اور بیشک وہ رب اپنے بندے کو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔ چاہے وہ بندہ کتنا بھی گناہ گار کیوں نہ ہو' رب کے لئے اس کی محبت میں پھر بھی کوئی کمی نہیں آتی۔ تو ایسا کیسے ممکن ہے کہ وہی ربِ ذوالجلال اپنے بندے کی محنت کا پھل اسے نہ دے۔ اپنے بندے کی یقین اور مان سے مانگی گئی دعاؤں کو اپنی قبولیت کا کُن نہ عطا کرے۔

وہ رب ہے۔ وہ رحیم و کریم ہے۔ وہ اپنے بندے کی ہر خواہش سے واقف ہوتا ہے اور اُسے اُس کی خواہشات اور وہم و گمان سے بھی بھر کر عطا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ذات تو ہے ہی بے نیاز۔

****

ایک چیز کا اندازہ تو حسین کو بہت اچھے سے ہو چکا تھا۔ یہ عورت اول درجے کی عقل سے پیدل اور پھوہڑ تھی۔ پتا نہیں ڈاکٹری کی ڈگری کیسے حاصل کر لی۔ مہمان سے پانی پوچھنا تو آتا نہیں، مریض سے طبیعت خاک پوچھتی ہو گی۔

پہلے تو اتنی گرمی میں اسے اپنے انتظار میں سڑنے کے لئے کھڑا رکھا اور خود ٹھنڈا ٹھار سلش پیتی رہی اور اب جب اللہ اللہ کر کے اندر بلا ہی لیا تو ٹھنڈے پانی کی جگہ گرم گرم چائے کے ساتھ ڈرائے فروٹس کی ٹرے پیش کر دی جیسے یہاں لاہور کی گرمی کے بجائے برطانیہ کی برف پڑ رہی ہو۔ ابھی وہ یہی دیکھ رہا تھا کہ وہی ملازمہ گرم گرم پیٹس کی پلیٹ بھی لے آئی۔

اس نے ملازمہ کو کہا بھی تھا بس سادہ ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس لے آئے مگر اس نے تو جیسے کچھ سنا ہی نہ تھا۔

"بس اب اور کچھ مت لائیے گا۔ صرف ایک گلاس ٹھنڈا پانی لا دیں۔" ملازمہ ایک اور ڈش لے کر آئی تو اس نے فوراً اسے کہا مبادہ وہ اور کچھ نہ لے آئے۔

"میں کچھ اور لینے جا بھی نہیں رہی صاحب۔ میں تو امایہ باجی کو بلانے جا رہی ہوں۔"

مگر جواب ملازمہ کی طرف سے موصول ہونے والے جواب پہ حُسین اس کی شکل دیکھتا رہ گیا تھا۔

اس سے زیادہ عزت شاید ہی حسین کی اور کسی نے کی ہو گی یا اس نے کبھی محسوس کی ہو گی جتنی وہ اس وقت کر گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی امایہ چلی آئی تھی۔

پہلے سے تپا بیٹھا حسین سامنے سے آتی امایہ کو دیکھ کر اور تپا تھا۔ اتنی دیر میں ملازمہ نے آ کر پانی کی بوتل اور گلاس رکھا تو اس نے گُٹر گُٹر پانی پی کر پوری بوتل خالی کر دی۔

امایہ نے اِسے ایسے پانی پیتے حیرت سے دیکھا۔ اور عادت سے مجبور ہو کر جب رہ نہ پائی تو پوچھ بیٹھی۔

"اگر آپ کو اتنی ہی پیاس لگی تھی تو پانی مانگ لیا ہوتا۔" اس کی بات پہ حُسین عش عش ہی کر اٹھا تھا۔

"جی بالکل آپ صحیح کہہ رہی ہیں۔ مجھے واقعی پانی مانگ لینا چاہیئے تھا۔"

"چلیں خیر اب تو پی لیا ناں۔" کیا بے نیازی تھی وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ آپ ملنا چاہتے تھے؟۔۔۔ کس سلسلے میں؟۔۔۔" امایہ نے دوبارہ سلسلہ کلام جوڑا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اپنے تفتیشی انداز میں واپس آتے اُس نے امایہ سے بہت سے سوالات پوچھے تھے جس کا جواب امایہ کو جاننے کے باوجود محتاط انداز میں گول کر کے دینا پڑا۔

"دیکھیئے مس، مہربانی فرما کر پولیس کے ساتھ تعاون کریں اور جو میں پوچھ جا رہا ہوں اِس کا مکمل اور سیدھا جواب دیجیئے۔"

"آپ کے ان مشکوک سوالوں کا میں کیا جواب دوں۔ بھلا ہمارا سعدان بھائی کے قتل سے کیا تعلق۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔"

امایہ کو تعاون نہ کرتا دیکھ کر وہ اپنی ہتھیلی سامنے پڑے میز پہ زوردار انداز میں مارتے آگے کو جُھکا۔

"آپ کا سعدان الٰہی کے قتل سے کوئی تعلق ہے یا نہیں یہ تو میں نہیں جانتا مگر آپ اور آپ کے والد صاحب اِن کے قاتلوں سے اچھے سے واقف ہیں میں یہ ضرور جانتا ہوں۔ اس لئے بہتری اسی میں ہے جو پوچھا جا رہا ہے وہ بتائیں۔"

"آپ میرے ساتھ اس انداز میں کیسے بات کر سکتے ہیں؟۔۔۔"

حسین نے ٹھنڈا سانس لیتے خود کو نارمل کیا۔

"دیکھیئے محترمہ، میں صرف اتنا پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ قتل سے پہلے سعدان جس کیس کو ہینڈل کر رہا تھا اس کی تمام اطلاعات ہماری معلومات کے مطابق آپ کو اور آپ کے والد کو معلوم تھیں۔ وہ کیا تھیں۔ ہمیں وہ سیکنڈ کاپی چاہیئے اور اس سے متعلق بہت سی چیزیں جو آپ جانتی ہیں وہ بھی چاہیئے ہیں۔"

اب کے حسین کے لہجے میں سختی اور نرمی دونوں کا ملاپ تھا۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟۔۔۔" وہ گھبرائی۔

"وہی جو آپ بتانا نہیں چاہ رہیں۔" جواب صاف تھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ آپ کس کاپی کی بات کر رہے ہیں۔" وہ نظر چڑاتے بولی۔

"امایہ بی بی نظریں وہی چراتے ہیں جو کچھ چھپاتے ہیں۔ آپ بتائیں گی یا میں دوسرا طریقہ اختیار کروں؟۔۔۔" وہ اپنے موبائل پر ایک نمبر ڈائل کرتے امایہ سے بولا۔

"کیسا طریقہ؟۔۔۔"

"جو آپ بالکل پسند نہیں کریں گی۔" اس نے اپنے موبائل کی سکرین امایہ کے سامنے کی جس پہ لیڈی کانسٹیبل کے نمبر پہ کال جاتی نظر آ رہی تھی۔

"اگر آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گی تو آپ کے لئے بھی بہتر ہو گا اور ہمارے لئے بھی۔ ورنہ مجبوراً مجھے آپ کو اپنے ساتھ لے کر جانا پڑے گا۔ اور شریف گھروں کی لڑکیاں پولیس سٹیشن جیسی جگہ قدم رکھیں یہ اچھا نہیں لگتا اب چاہے وہ قدم کسی بھی مقصد کے لئے رکھا گیا ہو۔ معاشرے کو بات بنانے کے لئے صرف موقع ہی چاہیئے ہوتا ہے۔ چاہے وجہ کچھ بھی ہو۔ اور بے فکر رہیں مس شفاء کو کچھ معلوم نہیں پڑے گا کہ آپ کچھ جانتی تھیں۔"

حسین کا شک سو فیصد درست تھا۔ ساتھ جانے کے ڈر سے امایہ کی زبان کھلی تھی۔ اور جو کچھ اسے پتا تھا۔ وہ سب بولتی چلے گئی۔

جب وہ بات پوری کر کے چپ ہو چکی تو وہ پھر بولا۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ ابھی بھی کچھ چھپا رہی ہیں۔"

"جتنا جانتی تھی سب بتا دیا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی اب پلیز مجھے مزید پریشان نہ کریں اور جائیں یہاں سے۔"

امایہ غصے میں آتے ایک دم اپنی جگہ سے اٹھی اور ہاتھ کے اشارے سے حسین کو باہر کا راستہ دکھایا۔ اس بار امایہ کا لہجہ بھی اس کے انداز کی طرح کافی سخت تھا جو حسین کو سلگا گیا تھا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے آپ جیسی بد دِماغ لڑکی کیساتھ سر کھپا کر اپنا وقت ضائع کرنے کا۔ میں تو بس اپنی ڈیوٹی کر رہا ہوں اور جو میرا کام ہو وہ میں کر کے رہتا ہوں۔"

"ہاں اتنا ہی رہ گئے ناں رائل فیملی کے پرنس ولیم یا پرنس ہیڑی۔۔۔" اُس کی خود کلامی حسین کے کانوں تک واضح پہنچی تھی۔ جس پہ وہ بھی جواب دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

"پرنس ہیڑی کا تو مجھے پتا نہیں مگر آپ کے ساتھ مزید دو منٹ بھی اور سر کھپایا تو پرنس ولیم ضرور بن جاؤنگا۔"

حسین کی بات کا مطلب سمجھ کر اُسے بے انتہا غصہ آیا تھا۔ اُس کا بس نہیں چلا تھا۔ سامنے میز پہ پڑی ساری ڈشز اٹھا کر اس کے سر پر دے مارتی۔

کوئی اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا تھا۔ ایک تو اس کو بلیک میل کیا اوپر سے اتنی باتیں بھی سنا ڈالیں۔

دوسری جانب حسین بے نیازی سے اپنی یونیفارم کی کیپ اٹھاتا وہاں سے چلتا بنا تھا۔

****

وہ صبح سے جبریل کو کتنے ہی میسجز کر چکا تھا مگر ابھی تک اس نے ایک میسج بھی ریسیو نہیں کیا تھا۔ پریشانی میں آکر اب شایان نے اس کے نمبر پہ کال کی مگر نمبر بھی بند جا رہا تھا اب اسے صحیح معنوں میں پریشانی ہوئی تھی۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"آج سے پہلے تو بھائی نے کبھی ایسے نہیں کیا۔ خیریت ہو سہی۔۔۔"

اب اِس نے ہادی کے نمبر پہ ٹرائی کیا اور سلام دعا کے بَعد جبریل کا پوچھنے لگا۔

"فکر نہ کرو' ابھی میری تھوڑی دیر پہلے ہی جبریل سے بات ہوئی ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ ہاسپٹل میں آج مریض زیادہ تھے تو کافی مصروف تھا۔ بتا رہا تھا برفباری کے باعث کافی بڑا ایکسیڈنٹ ہوا ہے وہاں۔"

ابھی تھوڑی دیر پہلے بات ہوئی۔۔۔ شایان نے تعجب سے سوچا۔ اور ہاتھ میں موجود ٹیب پہ انگلینڈ میں برفباری کے باعث ہونے والی ایکسیڈنٹ کی صورتحال دیکھنے لگا۔

"وٹس ایپ پہ بات ہوئی؟۔۔۔" اُس نے سرسری سا پوچھا۔

اس کے شک کی تصدیق ہادی کے جھوٹ نے کی تھی۔ کوئی بات تو لازماً تھی۔ جو یہ دوست چُھپا رہے تھے۔ اِس نے ہادی سے مزید کچھ بھی پوچھے بغیر فون بند کر دیا تھا۔

"آخر ایسے بھی کون سی بات ہے جو یہ دونوں سب سے چُھپا رہے ہیں۔ اور ہادی بھائی کو جھوٹ بولنا پڑا؟۔۔۔"

****

آج کا دن اس کا سب سے خوشگوار گزرا تھا۔ سب گھر والوں کی طرف سے اِسے سالگرہ کے خوبصورت تحفے ملے تھے۔ سلیمان افگن نے اس کا پسندیدہ ناول جو ابھی شائعہ ہی ہوا تھا وہ گفٹ کیا تھا جبکہ عافیہ نے خوبصورت جوڑا۔۔۔ ہادی نے اِسے نہایت نفیس لاکٹ چین دی تھی۔ اب اس کا پروگرام ثناء اور باقی دوستوں کے ساتھ گرلز ڈے آؤٹ کا تھا۔ جو شفاء کا میسج ملتے ساتھ ہی اِسے ملتوی کرنا پڑا۔ شفاء آگے بھی اکثر ہدیٰ کے ساتھ شاپنگ پر جایا کرتی تھی۔ اس لئے ابھی بھی وہ وہ عافیہ کے دیئے سوٹ میں تیار بیٹھی شفاء کا انتظار کر رہی تھی۔ جب اس کے موبائل پہ میسج کی بِپ بجی۔

"اب یہ بھائی کو کیا کام یاد آ گیا ہے۔ ضرور آج بھی گھر لیٹ آنا ہو گا یا آنا ہی نہیں ہو گا۔" سوچتے اُس نے ہادی کا میسج کھولا۔

"ہدیٰ ایک بات مانو گی؟۔۔۔"

"جی فرمایئے۔" اس نے فوراً ریپلائی بھیجا۔

"شایان اچھا لڑکا ہے۔ میں جانتا ہوں، تم بھی اسے پسند کرتی ہو۔ اس لئے پلیز آج کوئی الٹی حرکت نہ کرنا۔" ہادی کے میسج پڑھ کر اِس کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ اب اُسے شفاء کے میسج کی کچھ نہ کچھ سمجھ آنے لگی تھی۔ اُس نے جواب میں "جو حکم۔" لکھ کر بھیج دیا۔

" ایک بات سنو لڑکی، کبھی کبھی وقت سے پہلے مل لینا، بات چیت کر لینا، رشتوں کو کمزور نہیں بلکہ مضبوط کرتا ہے۔ انسان کو ہر صورتحال کا سامنا کرنا آنا چاہیئے ہے۔"

ہادی کو ہمیشہ کی طرح اپنے سے زیادہ شایان کی حمایت کرتا دیکھ کر اِسے غصہ چڑھا تھا۔

"آج آپ مجھے ایک بات بتا ہی دیں؟۔۔۔ بھائی آپ میرے ہیں یا اُس کے؟۔۔۔ جب دیکھو اُس کے وکیل بنے رہتے ہیں۔" میسج بھیجنے کے ٹھیک لمحے بعد یکے بعد دیگرے ہادی کے دو ریپلائی موصول ہوئے تھے۔ "دونوں کا۔۔۔"

ساتھ میں دو ہنسنے والے ایموجیز بھی۔۔۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ دوسری طرف ویلا بیٹھا موبائل پہ لگا ہے۔ اس کے آگے ایک اور میسج تھا۔

"یار دیکھو۔ بھلے ہی بھائی میں تمہارا ہوں، مگر رائٹ ہینڈ تو وہ ہے ناں میرا۔۔۔ اور یہ جو میڈیا والے ہوتے ہیں ناں، اِن سے بیگارنی نہیں چاہیئے، یہ بہت اوپر کی چیز ہوتے ہیں۔ ہم پولیس والوں کو سو کام نکلوانے پڑتے ہیں ان سے، سمجھا کرو ناں۔۔۔"

"آپ ہیں ہی مطلب پرست انسان۔"

"بہت بہت شکریہ۔۔۔۔"

لمحے کی تاخیر کے بغیر ریپلائی آرہے تھے۔

ایک تو میرا بھائی حد کا کوئی ویلا انسان ہے۔ جب دیکھو موبائل پہ ہی لگا رہتا ہے۔ وہ سر جھٹک کر ہادی کی کہی ہوئی بات پہ غور کرنے لگی۔

ثناء کے گھر سے واپسی والے واقعے کے بعد سے اس کی دوبارہ شایان سے اکیلے میں کوئی ملاقات نہ ہوئی تھی۔ ایک دو بار اس نے ہادی اور شفاء کے ذریعے کوشش کی بھی تھی مگر ہر بار ہدیٰ بہانے سے موقعہ زائل کر دیتی۔ وہ جانتی تھی شایان محسوس کرتا ہے مگر وہ ابھی اس سب کے لئے تیار نہ تھی۔

" اور ایک یہ میرا بھائی ہے۔۔۔ سب جانتی ہوں، شایان جان بوجھ کر ہادی بھائی کا سہارا لیتا ہے تاکہ میں بہانہ نہ کر سکوں۔

****

"کیسی رہی تمہاری میٹنگ کچھ بنا؟۔۔۔" حُسین نے اندر داخل ہوتے سنبھل کر پوچھا۔

"نہیں یار کہاں۔۔۔کچھ بھی نہیں، بننا کیا تھا۔ ملاقات کے انتظار میں دھوپ میں کالا ہونے کے لئے چھوڑ دیا اور پھر گارڈ کے ہاتھ پیغام بھجوا دیا کہ جاؤ پھر آنا آج ملاقات نہیں ہو سکتا۔ ہمارا صاحب بہت مصروف ہے۔" وہ منہ ٹیرا کر کے بولا تو حسین دل کھول کہ ہنس دیا۔

"تمہیں اتنی ہنسی کیوں آ رہی ہے؟۔۔۔ یہاں میرا سارا دن ضائع ہو گیا اور تم ہنس رہے ہو۔" اُس نے بُرا منایا۔

"کیونکہ تم ہو ہی اس قابل۔" آخر کو اس کے ساتب بھی تو ایسا ہی ہوا تھا۔

اس کی بات پر چہرے پہ سنجیدگی سجاتے ہادی نے اِسے غور سے دیکھا۔

" کہیں ایسا تو نہیں مسٹر حُسین۔ کل شاہنواز کے سیل میں آپ نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے؟۔۔۔"

"ہاں ناں' ایک دم سچ ہے۔ میں نے آج سے پہلے کبھی کوئی جھوٹ بولا ہے بھلا' جو اب بولتا۔ "

"خبیث انسان۔" ہادی کے انداز پہ اس کے لبوں پہ مسکراہٹ رینگی۔ اب وہ ہادی کے ساتھ ہی سامنے پڑی فائل سٹڈی کرنے لگا۔ جو ایک علاقے میں بڑھتے ہوئے اسٹریٹ کرائمز کی تھی۔

"پھر کیا سوچا ہے تم نے اس علاقے کے ایس۔ ایچ۔ او کے بارے میں؟۔۔۔"

"رپورٹس تو بہت ملی ہیں زاہد صاحب کے خلاف۔ یہ آخری موقع ہے اِن کے پاس، اگر اس مہینے بھی پچھلے ماہ کی طرح کی رپورٹ ملی تو میں اوپر اِن کے ٹرانسفر کی بات پکی کرا کے ہی دم لوں گا۔" وہ اپنی کیپ اور چھڑی اٹھاتے بولا۔

" اب تم پھر سے کہاں چلے؟۔۔۔" وہ اُسے پھر سے کہیں جانے کے لئے تیار دیکھ کر بولا۔

"اب ہر کوئی تمہاری طرح فارغ تو ہوتا نہیں ہے۔ آج نائٹ ڈیوٹی پہ ہوں تو سوچا ایک دم جا کر تمام تھانوں اور جیولوں کی ریڈ ماری جائے۔"

"یعنی آج کی رات ہمارے حضرات پہ بہت بھاری گزرنے والی ہے۔" حسین محفوظ ہوا۔ جس بھی ہادی سر پہ ٹوپی پہنتے مزید گویا ہوا۔

"صرف جیلر حضرات ہی نہیں بلکہ ایس۔ ایچ۔ او زاہد جیسے حضرات کے لئے بھی۔ جو راتوں کو اپنی چاندی چمکاتے رہتے ہیں۔ آج اِن کی چاندی کو لوہے میں بدلتے ہیں۔ "

****

شفاء کے ساتھ گھومتے اسے کوئی گھنٹہ گزر چکا تھا۔ اس سارے عرصے میں اس کی نظریں شایان کو ہی تلاش کرتی رہیں تھیں۔

بھائی نے تو کہا تھا وہ بھی ہو گا مگر وہ تو کہیں بھی نہیں تھا۔

شفاء نے اسے ایک خوبصورت ہینڈ بیگ گفٹ کیا تھا۔ اس نے بہت منع کرنا چاہا مگر شفاء نے تو جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔ ایک گھنٹا انہیں مزید شاپنگ کرتے ہی لگ گیا۔ انہوں نے جوس بھی پی لیا مگر شایان کا نام و نشان تک کہیں نہ تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسے دل ہی دل میں اسی کا انتظار تھا۔۔۔ جب سے اس نے ثناء کے ساتھ سیمینار پہ جانا شروع کیا تھا اس کے اندر کافی تبدیلی آئی تھی۔ اس کے دل میں لگی گرہیں کھلنا شروع ہوئی تھیں اور وہ خود اذیتی کے اس دلدل سے کافی حد تک باہر آ چکی تھی۔

شفاء کا ارادہ اپنی کسی دوست سے بھی ملنے کا تھا۔ دوست کی کال آئی تو اُس سے ملنے ریسٹورنٹ چلی آئی۔

اسے کہیں نا کہیں امید تھی کہ وہ کال ضرور شایان کی ہی ہو گی مگر نہیں۔۔۔اس کی ساری امید سامنے سے آتی امایہ کو دیکھ کر پانی میں مل گئی۔ یہ وہی دوست تھی جسے اس نے شفاء کے ساتھ فلیٹ میں بھی دیکھا تھا۔

کافی دیر گزر گئی مگر شفاء اور امایہ کی تو باتیں ہی ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھیں۔ پتہ نہیں یہ دونوں کون سے زمانے کی باتیں لے کر بیٹھی تھیں۔ جبکہ ہدیٰ کو جوس ہضم کرنے کے بعد اب بھوک بھی لگ چکی تھی۔

گھڑی پہ وقت دیکھ کر امایہ کو جانے کا احساس ہوا تو یہ دونوں بھی باہر جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ریسٹورنٹ سے اپنے قدم باہر نکالتے شایان سے ملاقات کی ساری امید ختم ہو چکی تھی اور اب اس کی طبیعت پہ عجیب چڑچڑاپن سوار ہونا شروع ہو چکا تھا۔

"اوشٹ۔ اپنا موبائل تو میں اوپر ہی بھول آئی۔ ہدیٰ تم دھر ہی رُکو میں موبائل لے کر آئی۔ کہیں گُم نہ جائے۔" بیگ میں ہاتھ مار کر موبائل ٹٹولتے اُسے یاد آیا تو ہدیٰ کو وہیں رہنے کی تاکید کرتے وہ خود اوپر کی جانب بڑھ گئی۔ جو اِس کے انتظار میں لابی میں ٹہلنے لگی۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میم آپ کا نام ہدیٰ ہے؟۔۔۔"

وہ بے زاری سے شفاء کا انتظار کر رہی تھی۔ جب ریسٹورنٹ عملے کے یونیفارم میں ملبوس ایک لڑکی اس کے پاس آئی۔

"جی میرا نام ہی ہدیٰ ہے۔ خیریت؟۔۔۔" اُسے اچھنبا ہوا۔

"وہ جو آپ کے ساتھ ایک اور میم تھیں ان کا موبائل کھو گیا ہے وہ آپ کو بھی اوپر بلا رہی ہیں۔"

ہدیٰ اُس لڑکی کے ساتھ ہی اوپر کی جانب بڑھی۔

"نہیں میم ادھر نہیں وہ اور اوپر ہیں ایڈمنسٹریشن آفس میں۔" ہدیٰ ناسمجھی سے سر ہلا کر رہ گئی۔

جب وہ اوپر پہنچی تو ہر جانب اندھیرا اور خاموشی چھائی تھی۔ اسے بہت زور سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔ اِس نے پلٹ کر لڑکی کی جانب دیکھا جو اِسے یہاں تک لے کر آئی تھی مگر اب وہ نہ تھی۔ اِس کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ اِسے یقین ہو چلا وہ پھنس چکی ہے۔ اُسے ٹریپ کیا گیا تھا اور وہ اُس کا شکار ہو چکی تھی۔ اس نے ڈر کے مارے جلدی سے اپنے قدم واپسی کی جانب بڑھائے تھے۔ جب آہستہ آہستہ اوپن ایئر روف ٹاپ کی روشنی گُل ہونا شروع ہوئی تھی۔ گٹار پہ ہیپی برتھڈے کی دھُن بجنا شروع ہوئی تھی۔ اِس کے قدم وہیں فریز ہوئے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ لڑکی جو اِسے لئے اوپر آئی تھی۔ اور دو لڑکیوں کے ساتھ مل کر اِدھر اُدھر ڈیکوریٹ کی گئی موم بتیاں جلا رہی تھی۔ روشنی میں اسے اپنے اپنے میز پہ بیٹھے چند لوگ نظر آئے تھے جو اِسے ستائش بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ سامنے ایک طرف وائٹ اور گولڈن رنگ کے امتزاج کا مکمل برتھڈے سیٹ اپ کیا گیا تھا۔

گٹار کی دُھن تیز ہوئی تو اس نے آواز کی جانب دیکھا جہاں شفاء کھڑی تالیوں سے اس کا استقبال کر رہی تھی۔

اگلے ہی لمحے دیوار کے پیچھے سے شایان ہاتھ میں گٹار پکڑے نمودار ہوا تھا۔ تھوڑی دیر مزید دھن بجا کر اِسی کی جانب دیکھتے اُس نے گٹار پاس کھڑے ویٹر کے حوالے کیا۔ اور نرم مسکراہٹ چہرے پہ سجائے عادتاً اپنا بازو سر کی پچھلی جانب پھیرنے لگا۔

Safar-e-AFAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

شفاء ہدیٰ کے پاس آئی اور اسے گلے سے لگا لیا۔

"پھر کیسا لگا میرے دیور کا سرپرائز؟۔۔۔"

جواب میں خوبصورت مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیلی تھی۔ اس نے واپس شایان کی جانب دیکھا جو اِسی کو دیکھ رہا تھا۔

"بہت اچھا۔" کہا تو اُس نے شفاء کو تھا مگر نظریں سامنے کھڑے شایان پہ تھیں۔ یہ پہلا موقع تھا جو یوں نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔

"اور میرا دیور؟۔۔۔وہ کیسا لگا؟۔۔۔" شفاء کی اس بات پہ وہ کُھل کر مسکرا دی۔ پہلی بار کسی ایسی بات پہ وہ کھُل کر مسکرائی تھی۔ اسی لمحے دوبارہ دونوں کی نظریں ملی تھیں اور شایان نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اس کی خاموشی اور مسکراہٹ میں ہی سب جواب پا لئے تھے۔

" اوکے پھر میں تو چلی ہاسپٹل تم دونوں کروانجوائے۔ اللہ حافظ۔"

کیک کٹنگ کے بعد شفاء ان دونوں کو انگوٹھے سے آل دی بیسٹ کہتے ہاسپٹل کے لئے نکل گئی۔ جہاں اس کی قسمت اسے بھی ایک بہت بڑا سرپرائز دینے کے انتظار میں تھی۔

****

وہ ابھی ابھی راؤنڈ لے کر آئی تھی۔ آج صبح سے ہی وہ نکاہت محسوس کر رہی تھی اور اب تھکن اور درد سے اِس کا پورا وجود ٹوٹ رہا تھا۔ عام طور پہ رات کے وقت وہ اکیلی ڈیوٹی پہ نہ ہوتی تھی مگر آج اس کے ساتھ ڈیوٹی پہ موجود ڈاکٹر کو ضروری کام کی وجہ سے جانا پڑ گیا تو وہ اکیلی رہ گئی۔

"ڈاکٹر شفاء آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہے تو آپ چھٹی لے کر گھر چلی جائیں۔ میں اور ہیلن ہیں یہاں پر۔ پھر وہ نئی آئی ڈاکٹر ماریہ بھی تو ہیں' اگر کوئی زیادہ ایمرجنسی کیس ہوا تو آپ کو بلا لیں گے۔"

وہ اپنا سر پکڑے بیٹھی تھی جب نرس شبنم نے آکر اسے مشورہ دیا۔

"نہیں نہیں میں ٹھیک ہوں۔ یہاں رات میں کافی ایمرجنسی کیسس آتے رہتے ہیں۔ کم از کم ایک ڈاکٹر کا تو آن ڈیوٹی ہونا ضروری ہے اور ڈاکٹر ماریہ کی ہاؤس جاب کا ابھی شروع شروع ہے۔ اُن پہ بوجھ ڈالنا سہی نہیں۔" وہ سر پکڑے ہی بولی۔

" چلیں پھر آپ دوا لے کر تھوڑی دیر یہیں آرام کر لیں۔ ضرورت پڑی تو میں بلا لوں گی۔"

"ہوں۔ یہ ٹھیک ہے۔"

ہیلن اور شبنم کو اس ہسپتال میں آئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ مگر اپنی قابلیت کی بناء پہ وہ بہت سے کام خود ہی سنبھال لیتی تھیں۔ اگر کبھی ڈاکٹر موجود نہ بھی ہوتا تو وہ دونوں بہت سلیقے سے مریضوں کو دیکھ بھال لیتی تھیں۔ اسی لئے انتہائی نگہداشت کے مریضوں کے بارے میں خصوصی ہدایات دیتے اپنے اوپر چادر اوڑھتے وہ وہیں لیٹ گئی۔

ابھی اس کی آنکھ لگے پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے جب ہیلن کے اٹھانے پہ وہ ہڑبڑا کے اُٹھی۔

"کیا ہوا؟۔۔۔"

"ڈاکٹر ایمرجینسی کیس ہے۔ تین مریض ہیں اور ایمبولینس بس پہنچنے ہی والی ہے۔" نرس کی بات پہ وہ تیزی سے اٹھی اور باتھروم کی جانب لپکی۔ منہ دھو کر ٹشو سے منہ تھپتھپاتے وہ نرس سے مخاطب ہوئی۔

"آپ نے ڈاکٹر رضا کو فون کر کے ایمرجینسی کال پہ بلایا؟۔۔۔ اور تینوں مریضوں کی کنڈیشن کیا کیا ہے؟۔۔۔"

"دو مریض قتل کے کیس کے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ ایک ایکسیڈنٹ کا بھی۔ پولیس کو اطلاع دے دی ہے بس آنے والی ہی ہو گی۔" وہ دونوں بات کے دوران ہی باہر کی جانب بڑھی تھیں۔

"گڈ!اور مریضوں کی کنڈیشن نہیں پوچھی آپ نے سسٹر ہیلن؟۔۔۔" وہ ہیلن سمیت ابھی لابی میں پہنچی ہی تھی کہ ہسپتال کا عملہ افراتفری کے عالم میں باہر کی جانب بھاگا تھا۔ سائرن بجاتی ایمبولینس سے تین مریضوں کو اسٹریچر پہ منتقل کر کے ہسپتال کے داخلی دروازے سے اندر لایا جا رہا تھا۔ میل نرس پہلے اِسٹریچر کو لئے بھاگ کر اِس کی جانب آیا تھا۔

آکسیجن مریض کو پہلے ہی لگائی جا چکی تھی اس نے ایمبولینس کی عملے سے ملنے والی خبر پہ مریض کی نبض چیک کی جو کب کی رُک چکی تھی اور افسوس سے سر ہلاتے دوسرے میل نرس کو ڈیڈ باڈی کے حوالے سے جلدی جلدی ضروری ہدایات دینے لگی۔ اب وہ تیزی سے دوسرے سٹریچر کی جانب آئی۔ جس پہ بیٹھا آدمی تکلیف کی وجہ سے کراہی جا رہا تھا۔ یہ ایکسیڈنٹ کیس لگتا تھا۔ ابتدائی جائزہ لے کر اُس نے ہیلن اور ڈاکٹر ماریہ کو ضروری ہدایت دیں۔ جس پہ جونیئر ڈاکٹر نے جلدی سے سر ہلایا اور مریض کے ہمراہ ہی ایمرجینسی کی طرف بڑھی۔

"تیسرا مریض دوسری ایمبولینس میں آ رہا ہے۔" ایمرجنسی کی طرف جاتی شبنم نے شفاء کو اطلاع دی تو وہ سر ہلاتے تیسرے مریض کی حالت پوچھنے لگی۔ جسے تین گولیاں لگی تھیں۔ اتنے میں دوسری ایمبولینس بھی باہر آ کر رُکی تھی۔ میل نرس کو اس تیسرے مریض کو بھی ایمرجینسی میں لے جانے کی ہدایات دیتی وہ اپنا اوور آل اور اسٹیتھوسکوپ لینے کمرے کی جانب بڑھی جو وہ جلدی میں وہیں بھول آئی تھی۔ اتنے میں اِس کی نظر تیسرے مریض کے سٹریچر سے لٹکتے بازو پہ پڑی تھی۔ جس میں پہنی گھڑی اسے دیکھی دیکھی لگی تھی۔ مگر کہاں دیکھی تھی یہ جاننے کی اس نے تگ و دو کی نہ ہی اس کا وقت تھا۔ مگر دو قدم چلنے کے بَعد اِس کے ذہن میں کوئی جھماکا ہوا تھا۔ اس قدم وہیں منجمد ہوئے۔

" ہادی بھائی۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔ یہ گھڑی تو اس نے ہمیشہ ہادی کو پہنے دیکھی تھی۔ سر نفی میں ہلاتے وہ تیزی سے پلٹی اور سٹریچر لے جاتے میل نرس کو روکتے اس تک پہنچی۔

وہ کسی خوف کے تحت اس مریض تک پہنچی تھی۔ مریض کو دیکھ کر حلق سے نکلنے والی چیخ کو ہاتھوں سے دباتے وہ بے اختیار پیچھے ہٹی۔ اس کے پیروں تلے سے زمین کھسکی تھی۔ ایسا لگا تھا جیسے ہسپتال کی پوری بِلڈنگ اس پہ گر گئی ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کا سارا منظر ایک دم دھندلایا تھا۔

"جبریل۔۔۔" اُس کے لب کانپے۔

"یہ وہ کیسے ہو سکتا تھا۔ وہ تو یہاں تھا ہی نہیں، اِسے گولیاں کیسے لگ گئیں؟۔۔۔ کوئی اُس کو مارنے کی کوشش کیوں کرے گا۔" وہ آنکھوں دیکھا جھٹلاتے اپنے دل کو تسلی دینے لگی۔

جبکہ میل نرس جبریل کی حالت کے سبب فوری طبی امداد کے لئے اسٹریچر کو ایمرجنسی وارڈ میں لے جا چکا تھا۔ اور شفاء وہیں زمین پہ ڈھے سی گئی۔ جبریل کی حالت اس کے وجود کا سارا خون نچوڑ چکی تھی۔

نرس کے ہلانے پہ وہ ہوش میں آئی۔

"ڈاکٹر شفاء آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہے تو کسی اور ڈاکٹر کو بلا لیں۔ ڈاکٹر رضا آؤٹ آف سِٹی ہیں۔ انہیں آنے میں تین گھنٹے لگ جائیں گے۔ زیادہ ضرورت ہے تو کسی اور کو بلا لیں۔"

اُس نے کھوئے کھوئے انداز میں نرس کی بات سُنی۔ "ہوں۔ ہاں۔"

"آپ کی طبیعت مجھے زیادہ خراب لگ رہی ہے۔ میں ڈاکٹر نزہت کو کال کر دیتی ہوں۔" وہ کوئی بھی جواب دئے بنا ایمرجینسی وارڈ کی طرف لپکی تھی۔

جہاں ہیلن ایکسیڈنٹ والے مریض کو سٹیچز لگانے میں ڈاکٹر ماریہ کی مدد کر رہی تھی۔

اپنے احساسات پہ قابو پاتے وہ پیشہ ورانہ انداز میں جبریل کی طرف بڑھی اور خون سے لال ہوئی جگہ سے قمیض کاٹتے وہ نرس سے بولی۔

" سسٹر شبنم، آپ پلیز جلدی سے سرجری روم تیار کروائیں اور اینستھیزیا کے لئے ڈاکٹر حماد کو فوراً ایمرجینسی کال پہ بلائیں۔" نرس جو جبریل کو ڈرپ لگا رہی تھی وہ چونکی۔ نرس کو ویسے ہی کھڑا دیکھ کر اب وہ چیخی تھی۔ "جلدی کریں۔ انہیں فوری ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔" نرس نے حیرت سے شفاء کو دیکھا۔ جو جہاں جہاں گولی لگی تھی وہاں وہاں زخموں کا تعین کر کے (guaze) کپڑے سے زخم دُبا کر خون روکنے کی سعی کر رہی تھی۔

"مگر ڈاکٹر شفاء یوں اچانک سرجری ہمارے ہسپتال کر رولز کے خلاف ہے۔ ہَم ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟۔۔۔ پھر انہیں گولیاں لگی ہیں۔ یہ پولیس کیس ہے۔ جب تک پولیس اور اس مریض کے گھر والے نہیں آجاتے ہَم نہیں کر سکتے۔"

"ٹو دی ہیل وِد رولز اینڈ پولیس سسٹر۔" وہ ایک بار پھر سے چیخی تھی۔

باقی مریضوں کو دیکھتے نرس اسے لئے باہر چلی آئی۔ اس نے غصے سے اپنا بازو نرس سے چُھڑایا۔

"جب میں آپ سے کہہ رہی ہوں آپ آپریشن تھیٹر تیار کروائیں اور اینستھیا لوجسٹ لو فون کر کے فوری بلائیں تو آپ پولیس کا انتظار کیوں کر رہی ہیں۔ اتنا خون بہہ چکا ہے۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو؟۔۔۔" اُس کے آنسوؤں میں روانی آئی تھی۔

"ڈاکٹر شفاء آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔ پولیس ابھی آتی ہی ہو گی۔ ہم اس سے پہلے کچھ نہیں کر سکتے۔ ہماری جاب جا سکتی ہے۔"

نرس نے روتی ہوئی شفاء کو دُکھ سے دیکھا۔ پہلے اس کا رونا نرس کو سمجھ نہ آیا تھا۔ اب وہ سمجھ چکی تھی یہ مریض ضرور اِن کا کوئی قریبی ہے۔

"پولیس نہیں آتی تو نہ آئے۔ انہیں ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔ اگر اِس عرصے میں انہیں کچھ ہو گیا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گی۔" اُس کا لہجہ ٹوٹ سا گیا تھا۔

"لیکن ڈاکٹر شفاء اگر کوئی مسئلہ ہوا تو آپ کی اور میری دونوں کی جاب۔۔۔ لیں وہ آگئی پولیس بھی۔"

ابھی وہ بول ہی رہی تھی جب سامنے سے پولیس کی وردی میں ملبوس جوان اِن کی جانب آئے تھے۔ خوش قسمتی سے آن ڈیوٹی ہادی بھی اس علاقے کے ایس۔ ایچ۔ او زاہد کے ساتھ یہیں چلا آیا تھا۔ اب یہاں پہنچ کر شفاء کو یوں روتا دیکھ کر اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔

" بھابھی' آپ ٹھیک تو ہیں؟۔۔۔ کیا ہوا ہے؟۔۔۔" ہادی کو جبریل کا بتاتے شفاء کا ضبط ٹوٹا تھا۔ کسی اپنے کو دیکھ کر جہاں اسے حوصلہ ملا تھا، وہیں اپنے واحد رشتے کو کھو دینے کا ڈر پورے زور و شور سے حاوی ہوا تھا۔ ہادی نے جبریل کے لئے یوں روتی شفاء کو حیرت سے دیکھا۔

ہادی جو اس وقت آن ڈیوٹی اسی تھانے میں رائونڈ پہ تھا۔ فون بھی اِسی نے اٹھایا تھا۔ اور اب اس وقت ہسپتال میں موجود تھا۔ جبریل کی واپسی سے وہ پہلے ہی واقف تھا۔ اِس نے کہا بھی تھا وہ اسے لینے ایئرپورٹ خود آجائے گا مگر جبریل نے ہی منع کر دیا۔ اُسے سرپرائز دینے کا بھوت جو چڑھا تھا اور وہ اُس نے دے دیا تھا۔ وہ شفاء کو تسلی دیتے پاس کھڑی نرس سے مخاطب ہوا۔

" آپ کسی اور ڈاکٹر سے کہہ کر پلیز ان کا فوری ٹریٹمنٹ شروع کریں۔ "

"مگر آفیسر' اِس وقت صرف ڈاکٹر شفاء ہی آن ڈیوٹی ہیں۔"

ہادی کو بے اختیار غصہ آیا۔ اُسے یاور کی موت کی یاد رات آئی۔ جبریل کے مطابق اُس رات بھی وہ اکیلا ہی ڈیوٹی پہ تھا۔

"کیسا ہسپتال ہے۔ جہاں صرف ایک ہی ڈاکٹر نائٹ ڈیوٹی پہ موجود ہے۔ اگر خدانا خواستہ کوئی زیادہ ایمرجنسی ہو جائے تو۔۔۔" اس نے مٹھیاں بھینچ کر اپنا غصہ ضبط کیا اور سامنے کھڑی شرمندہ ہوتی نرس کو دیکھا۔

"ڈاکٹر شفاء کیسے کریں گی مریض کا علاج؟۔۔۔ اُن کی حالت ہے ایسی؟۔۔۔"

اس نے سامنے کھڑے شفاء کے روتے کانپتے وجود کو دیکھا۔

"میں کر لوں گی بھائی۔ میں انشاءاللہ انہیں کچھ نہیں ہونے دوں گی۔" اسے شفاء پہ ترس آیا تھا۔

"آر یو شیور بھابھی' آپ یہ سرجری کر لیں گی۔"

اس نے اُمڈ آتے اپنے آنسُوں صاف کر کے ہاں میں سر ہلایا۔

"جی' انشاءاللہ۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

پولیس کے مطابق مشتبہ افراد کی جانب سے آن لائن ہائر کئے گئے ڈرائیور اور اُس کی گاڑی کو اندھا دُھند فائرنگ کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ بدقسمتی سے ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا جبریل بھی فائرنگ کی زد میں آیا تھا۔ ڈرائیور زیادہ گولیاں لگنے کے باعث موقع پہ ہی جاں بحق ہو گیا نتیجتاً گاڑی اس کے ہاتھ سے چھوٹتی سامنے سے آتے موٹر سائیکل سوار سے

جا ٹکرائی تھی۔ تفتیش کے مطابق مشتبہ افراد نے ذاتی دشمنی کی بناء پہ صرف ڈرائیور کو نشانہ بنایا تھا مگر زد میں تین بندے آ گئے تھے۔

زندگی کے اِس سفر میں ایک شفاء الہیٰ بھی تھی جس کی زندگی میں آنے والے دوراہے ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہے تھے۔ وہ ہادی سے کہہ تو چکی تھی کہ وہ یہ کر لے گی مگر آپریشن تھیٹر میں جاتے ہی اِس کے ہاتھ کانپنے تھے۔ اِس کے سامنے بے ہوش پڑا شخص کوئی اور نہیں بلکہ اِس کا شوہر تھا۔ وہ شوہر جو نکاح کرتے ہی اپنی انا کی تسکین کی خاطر اِسے تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ آج وہ پہلی بار اِسے اتنا قریب سے اور غور سے دیکھ رہی تھی۔ اور ساتھ میں اس کا ایک ایک نقش بھی حفظ کرنے میں محو تھی۔ اس کے پیچھے کھڑی دو نرسیں سرجری کے لئے چیزیں پوری کرنے میں مصروف تھیں اور میل نرس جبریل کے جِسَم کے ساتھ مشینیں جوڑ رہا تھا۔ اِن سب کو فراموش کئے بے اختیار اِس کا ہاتھ جبریل کی پٹیوں میں جکڑی پیشانی تک گیا تھا اتنے میں پیچھے سے آتی نرس کی آواز پہ جزبات سے نکلی۔

"ڈاکٹر صاحبہ سرجری کی تمام تیاری پوری ہے اور ڈاکٹر حماد بھی آ چکے ہیں۔"

وہ آواز پہ واپس ہوش میں آئی۔ اسے کمزور نہیں پڑنا تھا۔ وہ ایک بیوی ہونے سے پہلے ایک ڈاکٹر بھی تھی اور ڈاکٹر کبھی کمزور نہیں پڑتے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * * *

ہادی کی بات نے حور عین کو کافی ہوشیار کر دیا تھا۔ وہ کافی دن سے گھر میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ ڈرپھوک تھی۔ بات یہ تھی کہ وہ ایک لڑکی تھی۔ وہ اپنی وجہ سے اپنے ماں باپ کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یہی وجہ تھی جو وہ آج کل سکون سے گھر بیٹھی ہوئی تھی۔ تمام ضروری کام وہ فون پر ہی کر لیتی مگر کچھ کام ایسے تھے

جہاں اِس کا ہونا لازمی تھا اور اس کی وجہ سے وہ لٹکے پڑے تھے۔ اب تو وہ گھر بیٹھ بیٹھ کر بھی تنگ آ چکی تھی۔ جب بہت زیادہ بور ہوتی تو کوئی پینٹنگ بنا لیتی۔ مگر اب تو اس کا دِل پینٹنگ کو بھی نہیں چاہتا تھا۔

اس کا پارسل آیا تو اُسے لئے وہ چھت پہ چلی آئی۔ چھت کی ایک جانب سے باہر مین سڑک تک کا سارا منظر واضح نظر آتا تھا۔ قصر کے آگے اب تیمور نے گارڈز کی تعداد بھی بڑھا دی تھی۔ اُن کا کہنا تھا انسان کو اپنی حفاظت خود کرنی چاہیئے ان کا یہی پڑھایا ہوا سبق تھا جس کی وجہ سے ان کی بیٹی بھی کسی پہ انحصار نہیں کرتی تھی' چاہے وہ خود اپنی ذات کی مدد ہو یا کسی اور کی اس کی یہی کوشش ہوتی کہ وہ اِس کا حل کسی کی بھی مدد کے بغیر خود ہی ڈھونڈ لے۔ یہ عادت تیمور فاروقی کی صرف ایک ہی اولاد میں نہ تھی بلکہ المان بھی اپنے کام خود ہی کرنے کا عادی تھا۔ بھلے ہی اس کے مزاج میں سستی تھی مگر جو کام اس سے ہو سکتا ہو تا وہ کام وہ خود ہی کرتا۔

کُرسی پہ پارسل رکھتے اور پھر کھولتے وہ جانتی تھی اب اُسے آگے کیا کرنا ہے۔ ٹھیک دو گھنٹے کی محنت کے بعد اُس نے ہاتھ جھاڑتے اپنا لیپ ٹاپ کھولا۔ اپنی محنت کا پھل دیکھتے وہ فاتحانہ انداز مسکرائی۔ لیپ ٹاپ کی سکرین پہ چند چھوٹے چھوٹے ڈبے بنے تھے' جن میں قصر فاروقی کے ارد گرد کے سارے منظر دکھنے کے ساتھ ساتھ قید بھی ہوتے جا رہے تھے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * * * * * *

آج کے اِس بہترین دن کے بَعد تھکن بھی بہترین ہی ہوئی تھی۔ لیکن اِس بہترین تھکان کے باوجود ہدیٰ کے چہرے پہ مسکان بھی بہترین ہی تھی' جس کا اندازہ اس کی مسکراہٹ کا ساتھ دیتی آنکھوں کی چمک سے ہی لگایا جا سکتا تھا۔ عافیہ نے ایک عرصے بعد اپنی بیٹی کو ایسے خوش دیکھا تھا۔ جب اِس کی مسکراہٹ کا ساتھ اس کی آنکھیں بھی دے رہی

تھیں۔ ہدیٰ کو یوں مسکراتا دیکھ کر آج پہلی بار ان کا اور سلیمان افگن کا دِل ہدیٰ کی جانب سے مطمئن ہوا تھا ورنہ ہدیٰ کی ویران شکل دیکھ کر یہ دونوں اِس کی جانب سے فکر مند ہی رہتے تھے۔ بہت بار اس سے پوچھا بھی مگر پوچھنے پہ ہمیشہ یہی جواب ملا کہ اسے شایان سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ سلیمان نے کئی بار سوچا کہ وہ زمان سے بات کر کے کوئی بہانہ بنا لیتے ہیں اور سہولت سے رشتے سے انکار کر دیں گے، مگر ہادی ہمیشہ یہی کہہ کر روک لیتا۔

" بابا جان ہماری ہدیٰ کو شایان سے بہتر لڑکا کبھی نہیں ملے گا۔"

دِل تو عافیہ اور سلیمان کا بھی یہی کہتا تھا مگر وہ بیٹی کی صورت دیکھ کر پریشان ہو جاتے کہ کہیں لاعلمی میں وہ اِس کے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کر رہے۔

وہ اپنے بستر میں گُھسی آج کی شام کے سب سے حَسِین تحفے کے بارے میں سوچ رہی تھی اس کے تو خواب و خیال میں بھی نہیں تھا، کوئی اسے اتنا خاص بھی محسوس کروا سکتا ہے۔ وہ بند آنکھوں سے اپنی اور شایان کی ملاقات کو پھِر سے سوچنے لگی، جب شایان کی جگہ اس کی آنکھوں میں کسی کا تمسخر اڑاتا چہرہ آن سمایا۔ اس نے ایک دم اپنی آنکھیں کھولیں۔ وہ آنکھیں جو کچھ دیر پہلے مسکرا رہی تھیں اب وہاں آنسو ہی آنسو تھے۔ وہ ندامت کے آنسو تھے یا پچھتاوے کے؟۔۔۔ یہ کہنا ذرا مشکل تھا۔

کیا کچھ نہ تھا اس وقت ان آنکھوں میں، اگر کوئی دیکھ لیتا تو اِن آنکھوں میں چھپا کرب صاف پڑھ لیتا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے وہ دن ایک بار پھِر آیا تھا۔ جب وہ اپنے ضمیر کو اپنے نفس کے ہاتھوں کچل چکی تھی۔

یہ اِن دنوں کی بات ہے۔ جب ہادی پڑھائی کے سلسلے میں مُلک سے باہر ہوتا تھا۔ سلیمان صاحب کام میں مصروف رہتے اور عافیہ ہدیٰ پہ بے جا روک ٹوک پہ۔ اس کی بڑھتی عمر کو دیکھ کر اس کی ہر چیز پہ سختی کی جاتی اور یہی چیز ہدیٰ کو

باغی کرنے کا باعث بنی وہ پیار بھروسہ اور دوستی جس کی وہ اپنے گھر میں متلاشی تھی۔ گھر سے نہ پا کر اِسے باہر کی دنیا میں تلاشنے لگی۔ عافیہ کی ہر بات پہ سختی اور بے جا تنقید کے معمول نے ہدی کو اپنے گھر سے دور کسی اور ہی جہان میں پہنچا دیا تھا۔ ایسا جہاں جو کشش سے بھرپور اور سکون سے محروم تھا۔ اکثر لوگوں کا نظریہ ہوتا ہے۔ جب بچہ چھوٹا ہو تو اسے بھرپور پیار دو اور جب وہ نوجوانی کی عمر میں پہنچ جائے تو روک ٹوک کے ساتھ سخت نظر رکھو کیونکہ نوجوانی کی عمر میں ہی دنیا کی کشش بچے کو بگارتی ہے۔ مگر اکثر لوگ یہ نہیں جانتے اور اگر جانتے بھی ہیں تو مانتے نہیں کہ نوجوانی کی عمر کا حصہ جتنا کچا ہوتا ہے اتنا نازک بھی ہوتا ہے۔ جب بچہ چھوٹا ہو اس وقت تو وہ سختی یا پیار سے سمجھ ہی جاتا، جو بھی سکھاؤ سیکھ ہی جاتا جبکہ نوجوانی کی عمر جنونی ہوتی ہے اس عمر میں انسان کو ایک سننے والا چاہیئے ہوتا ہے۔ ایک دوست چاہیئے ہوتا ہے۔ ایک ساتھی چاہیئے ہوتا ہے اور اگر وہ ساتھی ماں، باپ، بھائی یا بہن کے روپ میں مل جائے تو کیا ہی بات ہے لیکن جب وہ ساتھی اِسے اپنوں میں نہ ملے تو انسان اسے غیروں میں تلاش کرتا ہے۔ اور پھر وہاں سے اسے رسوائی کا منہ دیکھنا پڑھتا ہے۔ نوجوانوں سے کئے گئے سوالات اور ان کے اعداد و شمار کے مطابق، آج کے معاشرے میں سو میں سے ساٹھ فیصد نوجوان اس لئے گھر سے باہر جائے پناہ ڈھونڈتے ہیں کیونکہ اُنہیں گھر میں کوئی ساتھی نہیں مل پاتا۔ بے جا تنقید و پابندیاں انہیں شجرِ ممنوعہ کی جانب کھینچتی ہے۔ باقی بگڑنے والے تیس فیصد میں اُن بچوں کا شمار ہوتا ہے۔ جنہیں اپنے گھر میں کچھ زیادہ ہی اعتماد، بھروسہ، آزادی اور آسائش ملی ہوتی ہے مگر ماں باپ کا وقت اور ساتھ پھر بھی نہیں ملا ہوتا۔ افسوس کے ہمارے معاشرے کے بیشتر والدین اولاد کو مادیت پرستی کی وہ چیزیں تو دے دیتے ہیں، جو دنیا کی ضرورت ہوں۔ مگر اپنا تھوڑا سا وقت دے کر ان کی سوچ کو سمجھ نہیں پاتے، اُن کی تعلیم و تربیت نہیں کر پاتے۔ جو اُن کے بچوں کی ضروریات کا بنیادی جُز ہے۔ اسی لئے والدین کو چاہیئے پیار اور سختی دونوں کے ساتھ ساتھ اپنا وقت بھی لازماً دیں اور اپنی اولاد کی سوچ کو پرکھنے کی کوشش بھی کریں۔ مگر دوست بن کر، نہ کے تھانے دار بن کر۔۔۔

ہدیٰ بھی ہر وقت کی تنگ نظری اور ڈانٹ ڈپٹ سے اپنے ہی گھر سے باغی ہوئی تھی۔ ہادی جو اس کا دوست پلس بھائی تھا وہ یہاں موجود نہ تھا اور سلیمان صاحب ہمیشہ مصروف ہی رہتے۔ وہ فرسٹ ایئر میں تھی جب ایک لڑکی کے ذریعے اِس کی طلال سے بات چیت شروع ہوئی۔ ممنوعہ چیز کی کشش اور اندر کی باغی لڑکی اس پہ حاوی ہوئی اور سوچ کا انداز بدلنے لگا۔ ان دِنوں ثناء بھی چھٹیوں پہ تھی جب وہ واپس آئی تو اس نے ہدیٰ کو اس سب سے پیچھے ہٹنے کا کہا۔ جس پہ ہدیٰ آہستہ آہستہ ثناء سے بھی دور ہونا شروع ہو گئی۔ ثناء ہدیٰ کو اچھے سے سمجھ گئی تھی۔ وہ جان گئی تھی اِس وقت اسے کچھ بھی سمجھانا فضول ہے یہی وجہ تھی جو ثناء نے اس معاملے میں ظاہری طور پہ تو اِسے کسی بھی چیز سے روکنا چھوڑ دیا مگر دانستہ طور پہ ہدیٰ کو طلال سے بدگمان کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ دوسری جانب ہر بار ثناء کی ساری کوششیں طلال کی چکنی چپڑی باتوں کے سامنے رائیگاں جاتیں۔ کب یہ ہلکی پُھلکی ہیلو ہائے موبائل پہ ہونے والی بات چیت تک پہنچی اور کب گھر والوں سے چُھپ چُھپ کر ملاقات پر، کسی کو کچھ پتا ہی نہ چلا۔ جب ثناء کو کچھ پتا چلتا وہ ہدیٰ کو تو کچھ نہ کہتی کہ ان دونوں کی دوستی کے درمیان پہلے ہی بہت اختلاف آ چکے تھے مگر اُس لڑکی سے ضرور لڑتی جس نے ہدی کو طلال سے ملوایا تھا۔ یہ جانتے بھی کہ اصل اغلطی لڑکی کی نہیں ہدیٰ کی تھی. لڑکی نے تو صرف ملوایا تھا دوستی تو ہدیٰ نے کی تھی۔۔۔ انسان کا ایک غلط کام اپنی غلطی کا الزام دوسروں کے سر ڈالنا بھی ہے۔ انسان کو سمجھ جانا چاہیئے وہ کوئی بھی کام کسی دوسرے کی نہیں بلکہ اپنی منشاء کے مطابق ہی کرتا ہے۔ جب وہ کچھ سوچتا ہے تو ہی اُسے کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور جب ارادہ ہو تو عمل بھی ہو جاتا ہے۔ جب سب کچھ انسان کا خود کا کیا ہو' تو کسی دوسرے پہ کیسا الزام۔۔۔

وقت گزرتا گیا جہاں ہُدی میں بہت سی تبدیلیاں آئیں' وہیں اس کے بدلتے رنگ ڈھنگ دیکھ کر عافیہ بیگم کی سختی اور روک ٹوک میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ جس سے وہ گھر سے مزید دور ہوتی گئی۔ کچھ عرصہ بعد ہادی واپس آ گیا۔ ہادی کے آنے سے اِس کا زیادہ وقت ہادی کے ساتھ ہی گزرنے لگا۔ ہادی نے بھی اِس میں بہت سی تبدیلیاں نوٹس کی تھیں۔ مگر بجائے کسی سوال جواب اور روک ٹوک کے وہ اِس کے مزید سے مزید قریب ہوتا گیا۔ دیکھنے میں ہادی اپنے کاموں

میں بہت مصروف دِکھتا مگر در حقیقت اپنے کاموں کے ساتھ ساتھ اس کی نظر اِس کی مصروفیات کی جانب بھی ہوتی۔ وہ اب اسے اِتنا وقت ہی نہ میسر کرتا کہ وہ کچھ اور کر سکے۔ ہر جگہ اس کے ساتھ جاتا اور خود بھی اسے اپنے ساتھ لے کر گھومتا رہتا۔ ایسے میں ہُدیٰ اور طلال کے درمیان پہلی دڑار آئی تھی۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے دڑاروں میں تبدیل ہوتی گئی اور ہُدیٰ طلال کو اپنی باتوں کا یقین ہی بخشتی رہی۔

اِسی عرصے میں اِن کا زمان مصطفیٰ کی طرف آنا جانا بڑھا تھا۔ ایسے میں شایان کی کچھ اور ہی پیغام دیتی نظروں کو ہدیٰ صاف پڑھ چکی تھی۔ اس بات کا ذکر بعد میں اس نے طلال سے بھی کیا تھا۔ جس پہ وہ اِس کی مصطفیٰ فیملی کے گھر آنے جانے پہ مکمل پابندی لگا چکا تھا اور ہدیٰ کوشش کے باوجود بھی اُس کی بات نہ مان سکی تھی مگر اب وہ شایان کا سامنا کرنے سے احتیاط ہی برتنے لگی تھی یا جب کبھی وہ سامنے آ بھی جاتا تو یہ راستہ بدل لیتی۔

"ہدیٰ تمہیں اب میرا ذرا خیال نہیں رہا۔ اب تم میری کوئی بات نہیں مانتی۔ ضرور تمہیں اپنا وہ کزن شایان پسند آ گیا ہو گا، ہے ناں؟۔۔۔"

فون میں سے طلال کی نروٹھی آواز نکلی۔

اِس کی بات پہ ہدیٰ کو لگا تھا جیسے کسی نے اِس کے جسم سے روح کھینچ لی ہو۔ وہ طلال کی نظروں میں تو صرف محبت دیکھنا چاہتی تھی شک تو ہرگز نہیں۔۔۔

"نہیں طلال، ایسی بات نہیں ہے۔ وہ میرے کزن نہیں ہیں اور میں تو اُن کی طرف آنکھ بھی اُٹھا کر نہیں دیکھتی۔ ٹرسٹ می۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو پھر تم میری بات کیوں نہیں مانتی کیوں جاتی رہتی ہو اُن لوگوں کے گھر' جن سے تمہارا کوئی واسطہ بھی نہیں۔ جانتی ہو ناں تم پہ صرف میرا حق ہے۔ کوئی نظر اُٹھا کر تمہیں دیکھے بھی، مجھے گوارہ نہیں۔" بجائے کھڑی کھڑی سنانے کے، ہدیٰ نے پھر اُسے منانے کی پوری کوشش کی تھی۔

"طلال' میں جانتی ہوں۔ آپ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں مگر مجھے بھی تو سمجھیں۔ میں خود نہیں جاتی، مجھے بھائی لے کر جاتے ہیں اور میں انہیں انکار نہیں کر سکتی۔ وہ صرف شایان کا نہیں پاپا کے دوست کا بھی گھر ہے۔ ہمارے اُن سے بہت اچھے فیملی ٹرمز ہیں۔"

ہدیٰ نے دھیمی آواز میں اُسے سمجھانے کی سعی کی۔

"یعنی اب میں کچھ بھی نہیں رہا' سب کچھ وہی لوگ ہو گئے ہیں تمہارے۔"

"میں نے اب ایسا تو نہیں کہا طلال' آپ جانتے ہیں ناں آپ میرے لئے کیا ہیں۔"

"اگر ایسی بات ہے تو تم کل ہی مجھ سے ملنے آ رہی ہو۔"

"طلال ایسا ممکن نہیں ہے۔ ہادی بھائی مجھے اکیلے کہیں نہیں جانے دیتے۔ ہر جگہ میرے ساتھ ہی جاتے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتا ہدیٰ' میں کوئی بہانہ نہیں سننے والا۔ اگر تمہارے لئے میں زرا بھی اہمیت رکھتا ہوں تو تم کل مجھ سے ملنے آ رہی ہو بس۔"

حتمی انداز میں کہتے وہ فون بند کر چکا تھا۔

ہدیٰ کتنی ہی دیر پریشانی کے عالم میں بند پڑے فون کو تکتی رہی نجانے یہ شخص اِس کے لئے کیسا امتحان بنتا جا رہا تھا۔ اُس کے بغیر وہ خوش رہ نہیں سکتی تھی اور ساتھ وہ رہنے نہیں دیتا تھا۔ اب اِس کے پاس سوائے اُس سے ملنے کے اور کوئی چارا نہ رہا تھا۔

اِس نے ثناء کو بھی اپنے ساتھ چلنے کے لئے بہت ترلے کئے مگر ثناء نے اِس کے ہر ایموشنل بہانے پر صاف انکار کیا۔ اب اسے سب کچھ اکیلے ہی کرنا تھا۔

اگلا سورج چڑھتے ہی وہ سارا وقت گھر سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈتی رہی۔ آخر کار ہادی کو کہیں جاتا دیکھ کر اسے موقع مل ہی گیا تھا۔ اِس نے سلیمان صاحب سے لائبریری جانے کی اِجازَت مانگی کہ اگر عافیہ سے مانگتی تو صاف انکار ہی ہونا تھا۔ اجازت ملنے پہ وہ ڈرائیور کے بجائے رکشہ لے کر طلال کے بتائے ہوئے پتے پہ پہنچی۔

ابھی وہ رکشے سے اتری ہی تھی جب اسے ثناء کا میسج آیا وہ راستے میں تھی اور بس پہنچنے والی ہی تھی۔ اُس نے تاکید کی تھی کہ وہ اِس کے بغیر اندر نہ جائے اور اس کا انتظار کرے۔

یہ ایک خوبصورت ریسٹورنٹ تھا۔ وہ باہر کھڑی ثناء کا انتظار کر رہی تھی جب طلال اسے باہر کھڑا دیکھ کر ہاتھ پکڑ کے اپنے ساتھ اندر لے آیا۔ اسے عجیب سا احساس ہوا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ طلال نے ہاتھ پہلی بار پکڑا تھا۔ وہ اکثر پکڑ لیتا تھا مگر اِس بار کچھ اور تھا۔

ہوٹل کے اندر قدم رکھتے ہی اِسے عجیب سی بے چینی محسوس ہوئی تھی۔ اِس کا دل کیا تھا یہاں سے دور بھاگ جائے مگر پھر وہی طلال کی ناراضگی کا ڈر۔ اس سب کے باوجود اس کا دل اِسے کچھ غلط ہونے کا الارم دے رہا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ اپنا وہم سمجھتے آیۃ الکُرسی پڑھتی طلال کے پشت میں ہو کر اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ کرتی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی ارد گرد سے گزرتے لوگ اسے گھور گھور کر دیکھتے رہے۔اِس ہوٹل کا ماحول بھی اسے کچھ عجیب سا ہی لگا تھا۔

"پتا ہے ہدیٰ' اِس پل کا میں نے کتنی شدت سے انتظار کیا ہے۔"

لفٹ کے اندر جا کر اِس نے فاصلے پہ کھڑی ہُدی کو اپنے سے قریب کیا۔اِس لمحے ہدیٰ کو اِس لمس سے شدید گِھن محسوس ہوئی تھی۔اِس کا لمس، اِس کی نظریں، اِس کا چہرہ اِس کی ہر چیز ایک دم اسے بُری لگی تھی۔خود کو سنبھالتے' اُس نے مضبوطی سے طلال کا ہاتھ جھٹک کر اِسے اپنے سے دور کیا۔

"کیا کر رہے ہو طلال' اپنی لمیٹس میں رہو۔"

اس نے پہلی بار اِس شخص کے ساتھ سرد لہجے میں بات کی تھی۔ نتیجتاً طلال کو تھوڑا جھٹکا لگا تھا مگر جلد ہی سنبھل کر سوری کہتا پیچھے ہٹا۔

اتنی دیر میں لفٹ رُکی۔طلال نے آگے بڑھ کر دوازہ کھولا۔سامنے ایک راہداری سی تھی، جس کے آمنے سامنے دونوں طرف کمرے تھے۔اس نے حیرانگی سے طلال کی طرف دیکھا جو اِس کا ہاتھ پکڑے راہداری کی تیسرے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔

" یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹکے چیخی تھی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

طلال نے اس کا اعتماد بھرا انداز غور سے دیکھا اور طنزیہ مسکراہٹ اچھالتا ایک بار پھر مزید مضبوطی سے ہاتھ پکڑے آگے بڑھنے لگا۔ تیسرے کمرے کے آگے پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور ہدیٰ کو اندر کی جانب دکھیلنے کی کوشش کی۔ جو مسلسل اپنا ہاتھ چھوڑانے کی کوششوں میں تھی۔

"چھوڑو مجھے۔ کہاں لے آئے ہو تم مجھے؟۔۔۔ مجھے نہیں رہنا تمہارے ساتھ۔"

"بہت جلدی نہیں خیال آگیا تمہیں میڈم مگر افسوس کہ اب تو بہت۔۔۔"

اِس سے پہلے کہ اس کا جملہ مکمل ہوتا اس کے داہنی گال پہ زوردار تھپڑ پڑا تھا۔

دروازہ کھُلا ہونے کے باعث باہر سے گزرتے ایک جوڑے نے پلٹ کر انہیں دیکھا۔

" میں تمہیں کیا سمجھتی رہی اور تم کیا نکلے۔ مگر افسوس کہ تم نے مجھے غلط سمجھا مسٹر طلال، تمہیں۔" اس کے اگلے الفاظ وہیں دبے تھے۔

طلال جو اپنی گال پہ ہاتھ رکھے لال انگارہ ہوتی آنکھوں سے اس کی جرأت دیکھ رہا تھا۔ جھٹکے سے کمرے کا دروازہ بند کیا اور ساتھ ہی ہدیٰ کے چہرے پہ تھپڑوں کی برسات کر دی۔

"اچھا اگر ویسی نہیں ہو جیسا میں سمجھتا ہوں تو پھر کیسی ہو؟۔۔۔ بولو پھر کیسی ہو تم؟۔۔۔ بالوں سے جکڑتے اس کا چہرہ سامنے کئے وہ دھاڑا تھا۔

وہ مسلسل اپنے آپ کو چھوڑانے کی کوشش میں تھی۔

"بہت شریف ہو تم ہاں، بہت شریف ہو ناں تم۔ اگر اتنی ہی شریف تھی تو کسی غیر مرد کے بلانے پہ تنہا اُس سے ملنے کیوں چلی آئی؟۔۔۔ اگر اتنی ہی شریف تھی تو کسی غیر مرد سے رات رات بھر جاگ کر باتیں کیوں کرتی تھی، اگر اتنی ہی شریف تھی تو کسی غیر مرد کے ایک دفعہ مانگنے پہ کیوں اپنی گیلری کی ساری تصویریں بھیج دیتی تھی۔"

ہدیٰ کے کانوں میں جیسے کوئی پھگلا ہوا سیسہ انڈیل رہا تھا۔ یہ آج طلال کیا کہہ رہا تھا۔ اِس نے تو ہمیشہ اِس کی، اِس کے کردار کی تعریف ہی کی تھی ناں۔۔۔ پھر آج وہ ایسا کیسے کہہ سکتا تھا۔ یہ تو ہمیشہ ایک دوسرے کو غلط کاموں سے روکتے تھے۔ پھر آج وہ ایسے کیسے یہ سب کہہ سکتا تھا۔ وہ بھی اس کے بارے میں۔۔۔ یہ تو وہی طلال تھا جو کہتا تھا ہدیٰ اگر پوری دنیا بھی تمہارے خلاف ہو جائے تو بھی تمہارا طلال تمہارے ساتھ کھڑا تمہارے کردار کی گواہی دے رہا ہو گا اور آج یہی طلال اس کے سر سے چادر کھینچ رہا تھا۔ یہی طلال اِسے اس کی ہی نظروں سے گرا رہا تھا۔ اسی طلال نے آج اسے اس بے ہودہ جگہ پہ بلایا تھا۔ آج اسی طلال نے اسے زمانے بھر میں رسوا کرنے کا سامان تیار کر رکھا تھا۔

وہ زخمی سی مسکراہٹ ہنسی۔ اس کے اندر سے ایک آواز آئی تھی کسی نے بہت اونچی کہا تھا۔

ہم لڑکیوں کو یہ سمجھ جانا چاہیئے کہ نامحرم کو دل دینے، نماز اور نیکی کا حکم دینے سے وہ آپ کا محرم نہیں بن جاتا۔ نہ ہی راتوں کو جاگ کر باتیں کرنے کی سزا نیکی کا حکم دینے سے جزا میں سکتی ہے۔ حرام رشتوں میں نامحرم کے ساتھ مل کر جتنی بھی نیکیاں کی جائیں وہ حرام کو حلال میں نہیں بدل سکتیں۔ حرام تو حرام ہی کہلاتا ہے۔ لیکن اگر سچے دل سے توبہ کی جائے تو بیشک وہ رب سب معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ ذات تو أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ہے ناں۔۔۔

پے در پے لگنے والے تھپڑ اُسے سوچوں سے کھینچ کر واپس حال میں لائے تھے۔ اُس کا چہرہ سوج کر لال سُرخ ہو چکا تھا۔ جس پہ انگلیوں کے نشان صاف نظر آتے تھے۔

اُسے تکلیف ہوئی تھی، اُس کے منہ سے سسکیاں نکلی تھیں، مگر یہ تکلیف ان تھپڑوں کی نہ تھی بلکہ یہ تکلیف تو آگاہی کی تھی۔ آگاہی کا یہ لمحہ جو اِس کی زندگی میں یوں آیا تھا۔ اتنا تکلیف دہ تھا کہ وہ بیان بھی نہیں کر سکتی تھی۔

اب جب آگاہی کے لمحے نے اسے دلدل سے نکلنے کا راستہ دکھا ہی دیا تھا تو دلدل میں پھنسے رہنے کا فائدہ؟۔۔۔ اس نے سائیڈ ٹیبل پہ پڑی روم ائیر فریشنر سپرے کی بوتل پوری قوت سے طلال کے سر پہ دے ماری۔ اچانک سے کئے گئے وار نے اس کی گرفت کمزور کی تھی۔ درد کی شدت سے وہ ایک دم کراہتا پیچھے ہٹا اور ہدیٰ موقع پاتے ہی وہی سپرے اس کی آنکھوں میں کرتے وہاں سے بھاگی۔ اپنی حالت کی پرواہ کئے بغیر وہ اندھادُھند باہر کی جانب بھاگی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ کسی کی لال انگارہ ہوتی نگاہوں نے اس کا باہر تک تعاقب کیا تھا۔ لابی میں کھڑی ثناء جو کب سے اِس کا فون ٹرائی کر رہی تھی۔ اِسے یوں بھاگتا دیکھ کر پریشانی سے اِس کی جانب لپکی۔ اس کی حالت دیکھ کر کچھ بھی کہے سُنے بغیر وہ اس کا ہاتھ پکڑے باہر چلی آئی تھی۔ جہاں اس کا ڈرائیور پہلے سے ہی گاڑی میں موجود تھا۔ ہدیٰ کے بکھرے بال اور گال پہ پڑے نشانات نے پہلی نظر میں ہی اس پہ سب واضح کر دیا تھا۔ اُس کی حالت نے کچھ بھی پوچھنے کی ضرورت نہ چھوڑی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے اس نے اپنے بیگ میں موجود کاسمیٹکس کی چیزوں میں سے پاکٹ لوشن نکالا اور اس کی گود میں رکھا۔ جسے ہدیٰ نے ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔ دو منٹ تک ہدیٰ کو ایسے ہی بیٹھے دیکھ کر اُس نے ڈرائیور کو قریبی ریسٹورنٹ چلنے کا کہا۔ وہاں پہنچتے ہی وہ اِسے لئے سیدھا لیڈیز ریسٹ روم چلی آئی۔ دِل تو ثناء کا بھی چاہا تھا کہ وہ بھی اِسے رکھ کے دو تین تھپڑ لگا دے مگر اُس کی حالت پہلے ہی اتنی خراب تھی وہ اِسے مزید کیا کہتی۔

ثناء کے بیگ میں ہر وقت موجود رہنے والا میک اپ آج حقیقتاً کسی معجزے سے کم ثابت نہ ہوا تھا۔ ہدیٰ کے منہ دھونے کے بعد ثناء بہت مہارت سے کنسیلر کی مدد سے اس کے چہرے کے نشانات چھپا چکی تھی۔ اپنا چہرہ آئینے میں دیکھ کر طلال کے الفاظ کسی کیسٹ کی طرح اس کے کانوں میں گونجے تھے۔ ایک بار پھر آنسو ابل کر باہر آئے تھے۔ اِسے یوں روتا دیکھ کر ثناء کو غصہ چڑھا تھا۔ اب اس سے مزید خاموش رہنا مشکل ہوا۔

"خبردار! جواب تمہاری آنکھوں سے اُس گھٹیا شخص کے لئے ایک بھی آنسو نکلا۔ ختم کرو اب اپنی یکطرفہ حرام محبت کا سوگ اور ہوش میں آؤ ہدیٰ۔" الفاظ تھے کہ نشتر وہ فرق نہ کر پائی۔ جو بھی تھا وار بہت کاری تھا۔ وہ بھلا کیا بتاتی وہ اِس لئے نہیں رو رہی تھی کہ اُس کے ساتھ بُرا ہوا، اُس کا بھروسہ ٹوٹا۔ وہ رو تو اِس لئے رہی تھی کہ وہ کیا تھی اور کیا بن گئی تھی۔۔۔ اس کے آنسو اِس لئے نہیں نکل رہے تھے کہ اس کے ساتھ محبت کے نام پہ دھوکہ ہوا بلکہ اس کے آنسو تو اس لئے نکل رہے تھے کہ اس نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دھوکہ دیا۔ اُن کی آنکھوں میں دھول جھونک کر، اُن کا اعتماد توڑ کر، اُن کی تربیت کو مٹی میں ملا کر۔۔۔

ثناء اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی مگر ہدیٰ سُن ہی کہاں رہی تھی۔ وہ تو اپنی ہی سوچ میں گُم تھی۔ زندگی کے یہ دو سال اسے کسی فلم کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے گھومتے دکھائی دیئے تھے۔ عافیہ کی ڈانٹ ڈپٹ اور فکر، سلیمان صاحب کا اعتماد اور ہادی کا فخر سب ملیامیٹ ہوا تھا اور صرف یہی نہ تھا۔ اِس سب کے ساتھ اِس کا اپنا ضمیر بھی تھا' جس کے ملامت کرنے پہ وہ اپنے آپ سے نظر ملانے کے قابل نہ رہی تھی۔

وہ گھر آتے ہی سر درد کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ آئینے میں نظر آتے اپنے چہرے کو اِس نے گھِن کھاتی نظروں سے دیکھا۔ آج سے پہلے یہ چہرہ ہمیشہ اِسے خوبصورت ہی لگا تھا مگر آج یہ چہرہ اِسے اپنا نہیں کسی دھوکے باز کا لگا تھا۔ وہ ہزیانی کیفیت میں اپنا منہ زور زور سے نوچنے لگی۔ جب پھر بھی سکون نہ ملا تو اس کی نظر سامنے پڑے اپنے کپڑوں پہ پڑی جو ابھی ہی اس نے اتارے تھے۔ صبح یہ کپڑے پہن کر وہ بہت شوق سے تیار ہوئی تھی یہ رنگ طلال کا پسندیدہ تھا۔ اس نے اسی ہزیانی انداز میں دراز میں سے قینچی نکالی اور سوٹ کاٹ کر بُری طرح برباد کر دیا۔ لیکن سکون تھا کہ پھر بھی نہ ملا تھا۔ ملتا بھی کیسے سکون تو صرف اللہ کی یاد میں ہوتا ہے۔ وہیں سے ملتا ہے۔ نہ کہ اپنی ذات جو کہ خود اللہ کی پسندیدہ تخلیق ہے اسے تکلیف دے کر۔۔۔ یہ بات تو ظاہر ہے اپنے آپ کو تکلیف دے کر انسان سکون نہیں حاصل کرتا بلکہ مزید بد سکون ہو جاتا ہے۔ روح اور جسم کا تعلق بھی کتنا عجیب ہوتا ہے۔ جسم کا تعلق

مٹی سے ہے اس نے اِسی میں جانا ہے لیکن اس وقت تک جسم اپنے سکون کو بھی دنیا کی اسی مٹی میں تلاش کرنے کی کوشش میں ہوتا ہے اس کی رنگینیوں میں کھو کر جو کہ صرف دھوکہ ہے۔ کیونکہ جسم کو سکون اُس وقت تک نہیں ملتا جب تک روح کو نہ ملے۔۔۔ اور روح کا تعلق تو اللہ سے ہے۔ اس نے اُسی کے طرف پلٹ کر جانا ہے اور اِسے سکون بھی صرف اللہ کی یاد سے ہی ملنا ہے۔ چاہے وہ دنیا کے جس مرضی غوشے کی خاک چھان لے روح کا سکون صرف اللہ کی یاد اور زکر میں ہی ہے۔ جیسے کہ اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ؕ

(۲۸ سورۃ الرعد)

» وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ «

ہدیٰ کے ساتھ بھی یوں ہی ہوا تھا جب اپنے آپ کو تکلیف دے کر وہ تھک چکی تو اللہ کے آگے جُھکی تھی۔ اپنی غلطیوں کی معافی کے لئے، تلافی کے لئے اور روح کے سکون کے لئے۔

اِس واقعے کو گزرے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا جب اِس کی زندگی میں ایک نئی تبدیلی آئی تھی، اور وہ تبدیلی شایان مصطفیٰ کے نام کی تھی۔ اسے شک تو پہلے ہی تھا کہ ایک نہ ایک دن ایسا ہو گا مگر اتنی جلدی ہو گا اِس نے سوچا بھی نہ تھا۔ وہ جانتی تھی ایسا اتنی جلدی ہونے کی وجہ کیا تھی۔ اس کی وجہ اِس کی اپنی ذات ہی تھی۔۔۔ اس کے بدلتے انداز دیکھ کر ہی اِس بارے میں سوچا گیا ہو گا۔ مگر یہ سوچ عمل میں کیسے آئی یہ ہدیٰ نہ جانتی تھی اور جانتی بھی کیسے ؟۔۔۔ وہ آج کل ہوش میں ہوتی ہی کہاں تھی۔

اس سوچ کے آتے ہی ایک تلخ مسکراہٹ اِس کے لبوں پر بھی آئی۔

"یعنی سب کو ڈر تھا کہ میں غلط کاموں میں نہ پڑ جاؤں۔۔۔"

ساتھ ہی اِس کی آنکھیں ایک بار پھر نم ہوئی تھیں۔

"اگر ان کو پتہ چلے کہ جس کا انہیں ڈر ہے وہ تو میں پہلی ہی کر چکی ہوں تو؟۔۔۔اور یہ شخص' جو مجھے اتنی چاہت سے دیکھ کر اپنا نام دینا چاہتا ہے۔ کیا یہ کسی ایسی لڑکی کو قبول کرے گا؟۔۔۔اور کیا میں اِس کی محبت کے قابل ہوں؟۔۔۔کیا یہ اس شخص کے ساتھ یہ دھوکہ نہ ہو گا؟۔۔۔"

بہت سے سوال اِس کے دِماغ میں گردش کر رہے تھے۔ جن کے جواب نہ وہ جانتی تھی نہ ہی جاننا چاہتی تھی۔ لیکن وہ جب جب شایان کو اپنے طرف تکتا پاتی، نئے سِرے سے احساسِ ندامت کا شکار ہوتی۔

اسے سارے عرصے میں اگر کوئی تھا جو کچھ نا جانتے ہوئے بھی نامحسوس انداز میں اس کے ساتھ کھڑا تھا تو وہ تھا اِس کا بھائی، اس کا دوست، اس کا سہارا اس کا ہادی بھائی۔۔۔ جس نے نہ کوئی سوال کیا تھا۔ نہ کوئی جواب مانگا تھا۔ بس اِس کی ہر ہاں پہ ہاں اور ہر نہ پہ نہ کہا تھا۔ ہر فیصلے میں اس کا ساتھ دیا تھا۔ سوائے اُس کے جو اِس کے لئے غلط تھے۔ اور پھر بھائی تو ایسے ہی ہوتے ہیں ناں۔۔۔ بہنوں کا سہارا، اِن کا مان، ان کی ہمت، اِن کے سر کی چھت، اِن کی محافظ۔۔۔ بالکل ایسے جیسے نورالہدیٰ افگن کے لئے عبدل ہادی افگن تھا۔۔۔

ہادی ہر وقت ہدیٰ کے ساتھ شایان کی ہی باتیں کرتا رہتا۔ اگر وہ آپس میں دس باتیں کرتت تھے تو ان میں سے آدھی وہ شایان کی ہی کرتا۔

Safar-e-Wafa ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

کچھ یہ ہادی کی باتوں کا ہی اثر تھا جو آہستہ آہستہ شایان اس کے دِل میں گڑھ کرتا جا رہا تھا۔ وہ جو دنیا سے پوری ہی غافل ہو کر اپنے خول میں سمٹ سی گئی تھی اب اِس خول میں کسی اور کے خواب بھی ساتھ لے آئی تھی۔ اب آ کر اسے اندازہ ہوا تھا، وہ جو اِس نے اپنے ماضی میں کی تھی وہ محبت تو نہ تھی۔ وہ تو مخالف جنس کی کشش تھی۔ وہ تو اس کا نفس تھا۔ جو لاء آف ایٹریکشن کے ذریعے انسان کو مخالف صنف کی جانب کھینچتا تھا اور یہ بھی اِسی طرح کھینچی چلی گئی تھی طلال کی جانب، گناہ کی جانب، نفس کی جانب۔۔۔

یہ پاگل لڑکی بھی ہر پاگل لڑکی کی طرح کچی عمر کے گناہ کو محبت کا نام دیتی تھی یا شاید محبت کو ہی گالی دیتی تھی۔ محبت تو نام ہی پاکیزگی کا ہے، وفا کا، خوبصورتی کا، بھروسے کا، دوستی کا اور عزت کا۔۔۔ تو پھر محبت جیسے پاکیزہ جزبے کا حرام شے میں ہونا تو ناممکنات میں سے ایک بات ہوئی ناں۔۔۔

آہ یہ محبت۔۔۔ محبت بھی کیسی عجب چیز ہے۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اپنی عمر کی طرح اپنے حصے کی محبت بھی پہلے ہی لکھوا کے آتا ہے۔ اب یہ انسان پہ منحصر ہے کہ اپنے حصے کی محبت وہ حلال طریقے سے ایک ہی بار حاصل کر کے دُنیا کا خوش قسمت انسان بنتا ہے یا حرام رشتوں میں اپنی محبت کو تقسیم کروا کے دنیا اور آخرت دونوں میں تشنہ رہ جاتا ہے۔۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * * *

وہ سرجری روم سے باہر آئی تو اس کی نظر سامنے کھڑے زیان اور شایان پہ پڑی۔ ان کی حالت سے صاف پتا چلتا تھا وہ سوئے سوئے اٹھ کے آئے تھے۔ بکھرے بال اور نیند سے بھری آنکھوں میں اپنے بھائی کے لئے پریشانی۔

وہ زمان مصطفیٰ کے آگے بہانہ بنا کر آئے تھے کہ ہادی کے کسی دوست کو ایمرجینسی خون کی ضرورت ہے مگر یہ نہ بتایا تھا کہ وہ دوست کون ہے۔

شفاء نے ان کو سامنے پا کر اپنے اندر ہمت پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ آج اسے بار بار شایان کی کہی بات یاد آئی تھی۔ جو اس نے یاور کے حوالے سے کہی تھی۔

"آپ اندازہ کر سکتی ہیں بھابھی' اس وقت بھائی پہ کیا گزری ہو گی جب اُن کی جان سے پیارا شخص ان کے سامنے بے ہوش پڑا ان ہی کے ہاتھوں میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ اُن کی بے بسی کا اندازہ لگا سکتی ہیں کہ وہ اپنے دوست کو یوں مرتا دیکھ کر کچھ کر بھی پا رہے تھے۔"

آج شفاء نے بھی اچھے سے جان لیا تھا کہ اُس پہ کیا گزری ہو گی۔ وہ لڑکی جس کے دل میں اپنے شوہر کے لئے شکووں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ آج اُس نے محبت کو محسوس کیا تھا۔ کھو دینے کے ڈر کو محسوس کیا تھا۔ اس کا ہر انداز اس کے دل میں موجود اپنے شوہر کی محبت کا اعلان سب کے سامنے کر چکا تھا۔

دوسری جانب ان دونوں بھائیوں کی سمجھ سے باہر تھا وہ اپنے بھائی کا حال پوچھیں یا سامنے کھڑی اِس عورت کا' جس کی خود کی حالت قابل رحم تھی۔

"اب وہ ٹھیک ہیں۔ فکر نہ کرو۔ دو تین گھنٹے تک ہوش آ جائے گی۔"

ان سب کو اپنی طرف سوالیہ نگاہوں سے تکتا پا کر وہ بولی۔

"اور آپ؟۔۔۔ کیا آپ ٹھیک ہیں بھابھی؟۔۔۔" زیان کے سوال پہ اِس نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ شدتِ جزبات کے باعث آنکھیں نم ہوئی تھیں مگر اِس نے آنسوؤں کو باہر آنے کا راستہ نہ دیا اور چہرے پہ مسکراہٹ سجائے اثبات میں سر ہلایا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں میں بھی ٹھیک ہوں۔ تم لوگ فکر نہ کرو۔" اس کو لگا تھا شاید اب وہ اکیلی ہو جائے گی مگر نہیں وہ اکیلی نہیں تھی اس کے بھائی اس کے ساتھ تھے۔ آج تقدیر نے ثابت کیا تھا۔ احساس کا رشتہ خون کے رشتے سے زیادہ گہرہ ہوتا ہے۔

شفاء کو کندھوں سے تھام کر شایان کے پاس بٹھاتے زیان خود کہیں چلا گیا۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں بھابھی؟۔۔۔"

وہ اپنی آستین پہ لگے جبریل کے خون کو دیکھ رہی تھی جب شایان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"ہاں۔۔۔" وہ آستین پہ لگے اُسی خون کو ہی دیکھتے بولی۔

"مگر آپ ٹھیک لگ نہیں رہیں۔" اُس کی تسلی نہ ہوئی تھی اور اب کی بار شفاء نے تسلی کرائی بھی نا تھی۔

"جانتے ہو آج میں نے اُس تکلیف کو محسوس کیا ہے جو جبریل نے یاور بھائی کی دفعہ کی تھی۔ لیکن پھر بھی میری تکلیف اُس تکلیف سے بہت زیادہ تھی۔" وہ لمحے بھر کے لئے سانس لینے کو رُکی۔

"جس نے بچپن میں اپنے ماں باپ کو کھو دیا ہو۔ جوانی میں پہنچ کر ایک ہفتے میں دو دو جنازے اپنے گھر سے اٹھتے دیکھے ہوں۔ جس کے پاس کھونے کو کوئی رشتہ باقی نا بچا ہو سوائے شوہر کے' اور ایسے میں اگر اُس کا شوہر بھی ایسی حالت میں اس کے سامنے آئے تو اُس پہ کیا گزرے گی؟۔۔۔ جانتے ہو اس وقت میں نے کیا کِیا تھا؟۔۔۔ شکوہ۔۔ اپنے رب سے پہلی بار اپنے زندہ ہونے کا شکوہ۔۔۔ کہ ہر بار میرے ہی رشتے کیوں؟۔۔۔ میں ہی کیوں زندہ رہتی ہوں آخر۔۔۔ میرا دل شدت سے چاہا تھا کہ مزید کوئی ناگہانی دیکھنے سے پہلے میری ہی زندگی ختم ہو جائے۔ میں نے اپنے اپنوں کی زندگی کو سوکھی ریت کی طرح مُٹھی سے پھسل کر یوں مٹی ہوتے دیکھا ہے کہ اب میرا زندگی سے یقین ہی اٹھ گیا ہے۔ کہتے

ہیں رشتے آپ کی زندگی کا سروائیول ہوتے ہیں۔ پھر جب سروائیل ہی نہ رہے تو زندگی کا مقصد؟۔۔۔اس نے پہلی بار اپنی آستین کے خون سے نظر ہٹا کر شایان دیکھا جو اسے تکتا پا کر بولا۔

" غلط کہتے ہیں لوگ۔ رشتے آپ کی زندگی کا سروائیول نہیں ہوتے بلکہ اپنا سروائیول آپ خود ہوتے ہیں۔ رشتے تو آزمائش ہوتے ہیں، ایسی آزمائش جو یا تو آپ کو بہت مضبوط کر دیتی ہے یا پھر بہت کمزور۔۔۔" شفاء نے اِسے غور سے دیکھا۔ کتنا سچ کہہ رہا تھا وہ۔۔۔واقعی اس سے جڑا ہر رشتہ اس کی آزمائش ہی تو ثابت ہوا تھا۔

شایان نے اپنے بھائی کے لئے پریشان اس عورت کو غور سے دیکھا نجانے اُس کے بھائی کی کون سی نیکی اللہ کو اتنی پسند تھی۔ جو یہ عورت اُس کے نصیب میں لکھی گئی تھی۔

اتنے میں زیان سینڈوچ اور چائے کے کپ ٹرے میں سجائے چلا آیا۔ ایک کپ اور سینڈوچ کے ساتھ اس نے زبردستی دوا بھی اِسے تھمائی۔

"بھابھی اب آپ گھر جا کر تھوڑی دیر آرام کر لیں ہم دونوں ہیں یہاں پر۔" سینڈوچ کے ساتھ دوائی بھی زبردستی کھلا کر وہ بولے۔ جس پہ شفاء نے خاموشی سے سر ہلایا۔

عجیب ماحول تھا سمجھ نہیں آرہی تھی کون کس سے کیا بات کرے۔ شفاء کو یہ خاموشی کسی طوفان کے آنے سے پہلے کی خاموشی لگی تھی۔ جبریل کی حالت کا خوف اترا تو ایک نیا خوف شروع ہوا۔ نجانے جبریل کا شفاء کو دیکھ کر کیا ردِ عمل ہو گا۔

* * * * * * * * * * * *

حرم فاؤنڈیشن جو حریم کے خواب کی تکمیل تھا۔ آج ایک گمنام مقام پہ ضرور تھا مگر اپنی مثال آپ تھا۔ زینت جس کی آزادی کی جنگ لڑتے لڑتے حریم اپنی زندگی کی جنگ ہار چکی تھی۔ آج اسی زینت کو حرم فاؤنڈیشن کی سی۔ ای۔ او ہونے کا شرف حاصل تھا۔ جو لوگ سمجھتے تھے وہ حریم فاروقی کو مار کر سب ختم کر چکے ہیں وہ یہ نہیں جانتے تھے اچھائی کبھی مرتی نہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتی ہے اپنی مثال آپ بن کر اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قصرِ فاروقی میں حریم کا نام باعث شرمندگی نہیں لیا جاتا تو یہ ان کی بھول تھی۔ حریم فاروق شرمنگی نہیں بلکہ فاروقی خاندان کا غرور، ہمت اور فخر تھی۔ حریم کی موت قصرِ فاروقی کے لئے تاحیات کا زخم تھی اور کچھ زخم ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو جتنا چھیڑو اتنا ہی خون رستہ رہتا ہے۔ جتنا کریدو تکلیف اتنی ہی بڑھتی ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے انسان اس تکلیف کو سہہ سہہ کر تھک جاتا ہے اور پھر وہ ان زخموں کو چھیڑنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہی وجہ تھی جو سب اِس تکلیف کو اپنے اندر دبانے کی کوشش میں تنہا ہی آنسو بہاتے تھے۔ کسی کے سامنے اِس غم کا اظہار کر کے اپنی اور دوسرے کی تکلیف کو مزید نہیں بڑھاتے تھے۔

اَحمَد فاروقی نے پاکستان چھوڑ کر جانے سے پہلے ایک فیصلہ کیا تھا اور فاروقی فاؤنڈیشن جو کہ حریم کی این۔ جی۔ او تھی اسے مکمل بند کرا دیا گیا تھا مگر در حقیقت اسے بند نہیں کیا گیا تھا بلکہ حریم کے پینٹینگ سکول والی بلڈنگ میں شفٹ کرا دیا گیا تھا۔ یہ پینٹینگ اسکول وہ جگہ تھی جہاں پہ حریم نے پھر سے چلنا سیکھا تھا۔ صرف چلنا ہی نہیں بلکہ زندگی کی دوڑ میں دوڑنا بھی سیکھا تھا۔ اس کو بیچنے کا تو کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * ***

دوسرے ڈاکٹرز کے ڈیوٹی پہ آتے ہی شایان اور زیان نے اِسے زبردستی گھر بھیج دیا۔ وہ راضی تو نہ تھی مگر زمان مصطفیٰ اور حدید کے پاس بھی کسی کا ہونا ضروری تھا۔

وہ گھر آئی تو زمان صاحب حدید کو اسکول کے لئے تیار کر رہے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ہادی نے زمان صاحب کو بھی جبریل کا بتایا تھا وہ کافی فکر مند ہوئے تھے مگر شفاء کا سن کر ان کی تسلی ہوئی تھی۔ انہیں اپنی بہو پہ پورا یقین تھا۔ بے شک ان کا فیصلہ بہترین تھا۔

رات کی جاگی شفاء کی آنکھوں سے بخار کے باوجود نیند کوسوں دور تھی۔ حدید کو سکول بھیجنے کے بَعْد وہ کچھ دیر آرام کی نیت سے لیٹی۔ زمان صاحب حدید کو سکول چھوڑنے کے ساتھ ہی ہادی کے کسی دوست کے ہمراہ وہاں سے سیدھا ہسپتال چلے گئے تھے۔ سب ہی جبریل کے پاس تھے ایک وہی تھی جو گھر اکیلی تھی۔ اور اس کی فکر میں نہال اپنی خراب طبیعت تک بھول بیٹھی تھی۔

"اب تک تو جبریل کو ہوش بھی آ گیا ہو گا۔ نجانے کتنی تکلیف میں ہوں گے۔"

وہ مصمم ارادہ باندھتے اُٹھی اور فریش ہو کر ہسپتال کے لئے تیار ہونے لگی۔

زمان صاحب جبریل کے سرہانے بیٹھے کب سے کچھ پڑھ پڑھ کر اس پہ پھونک رہے تھے۔ اسے ہوش آ چکا تھا مگر دوائیوں کے زیر اثر بار بار غنودگی میں جا رہا تھا۔

اس کی آنکھ کھُلی تو اپنے باپ کو پاس بیٹھا دیکھ کر وہ تڑپ اٹھا۔

"بابا جان!۔۔۔" آواز دھیمی تھی۔

آنکھیں بند کئے اس پہ پڑھ پڑھ کے پھونکتے زمان مصطفیٰ تک آواز بآسانی پہنچ گئی تھی۔ آواز میں موجود نمی کو جان کر ان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"زیادہ درد ہو رہا ہے بیٹا' تو کسی ڈاکٹر کو بلاؤں؟۔۔۔"

Safar e ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بابا۔۔۔اِن کا بازو تھامتے اُنہیں اٹھنے سے روکا۔

"بابا آئی ایم سوری۔۔۔۔مجھے معاف کر دیں۔ میں بہت گندا بیٹا ہوں آپ کا۔" اپنے ماتھے پہ رکھا زمان مصطفیٰ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں سے لگا تا وہ گویا ہوا۔

"نہیں بیٹا' کیا ہو گیا ہے۔ ایسی باتیں تو نہ کرو۔ آپ تو میرے بہت اچھے اور بہادر بیٹے ہو۔ ایسے تو مت بولو طبیعت بگڑ جائے گی۔"

اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکال کر انہوں نے اس کا ہاتھ لبوں سے لگایا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے پٹیوں سے جکڑے سر میں انگلیاں چلانے لگے۔

"نہیں بابا' اگر میں آپ کا اچھا بیٹا ہوتا تو آپ مجھے اپنی خاموشی کی اتنی بڑی سزا کبھی نہ دیتے۔ جانتے ہیں آپ سے بات کئے بغیر پل پل تڑپا ہوں میں، میرے اندر باہر اس قدر تشنگی تھی کہ آپ کی ناراضگی محسوس کر کے میرا سانس تک لینا محال ہوتا تھا۔ پلیز مجھے معاف کر دیں بابا جان۔ مجھے دوبارہ ایسی سزا مت دیجئے گا۔"

اس کا بس نہیں چلا تھا ایک جھٹکے سے اٹھتا اور خود کو کسی چھوٹے بچے کی طرح اپنے باپ کی آغوش میں چھپا لیتا۔

کتنی دیر تک وہ ایسے ہی کسی چھوٹے بچے کی طرح اپنے باپ کے ساتھ چپکا رہا اور زمان مصطفیٰ اسے اپنے معاف کر دینے کا یقین بخشتے رہے۔

وہ بیٹھا زمان مصطفیٰ سے باتیں ہی کر رہا تھا جب زیان شایان اور ہادی ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے آنے کے بعد وہ کتنی دیر یونہی بند دروازے کو دیکھتا رہا۔

"بار بار دروازے کو کیوں دیکھ رہے ہیں؟۔۔۔ کسی کا انتظار ہے کیا؟۔۔۔ جبریل کو یوں ٹکٹکی باندھے دروازے کی جانب دیکھتے پا کر شایان کو حیرت ہوئی تھی۔

"ہاں۔۔۔ تم دونوں اکیلے ہی آئے ہو؟۔۔۔" اس نے یونہی دروازے کو دیکھ کر آہستہ سی آواز میں پوچھا۔ بولنے پہ اس کے سر میں درد کی ٹھیسیں اٹھتے تھیں۔

"کیوں اور کسی نے بھی آنا تھا کیا؟۔۔۔ اب زیان نے حیرت سے واپس الٹا سوال کیا۔

ہادی اچھے سے جبریل کی بات کا مطلب سمجھ چکا تھا۔ اس لئے جبریل کو جواب ڈھونڈتا پا کر خود ہی بول پڑا۔

"اس وقت حدید سکول ہوتا ہے یار اور ویسے بھی، وہ تمہیں ایسے دیکھ کر پورا ہسپتال سر پہ اٹھا لیتا۔ اور یہ ہم افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔" ہادی کی بات پہ جبریل کی طرف اٹھی سب کی سوالیہ نظروں کو جواب ملے تھے۔ جس پہ جبریل نے ہادی کی جانب تشکر بھری نظروں سے دیکھا۔

****

Safar-e-ADAB
BRING THE STRING OF YOUR

وہ ہسپتال آ تو گئی تھی مگر اب کیا کرے سمجھ سے باہر تھا۔ وہ ہمت کر کے جبریل والے کمرے تک گئی مگر یہ کیا۔ وہ تو خالی تھا۔

"سسٹر وہ جو پیشنٹ اس روم میں تھے وہ کہاں گئے؟۔۔۔"

اِس نے اِنتہائی نگہداشت کی وارڈ میں جبریل والی جگہ خالی دیکھ کر پاس سے گزرتی نرس سے پوچھا۔

"ارے وہ' انہیں تو ڈاکٹر رضا نے آتے ہی وی۔ آئی۔ پی روم میں شفٹ کر دیا تھا۔"

"وی۔ آئی۔ پی روم۔" مزید تفصیل سُنے بغیر وی۔ آئی۔ پی ایریا کی جانب آئی تھی۔ جہاں سامنے ہی ہادی اپنے کسی دوست کے ساتھ کھڑا کوئی بات کر رہا تھا۔ یہ وہی دوست تھا جس کے ساتھ زمان مصطفیٰ صبح اسپتال آئے تھے۔

"ارے بھابھی آپ؟۔۔۔ آپ تھوڑی دیر آرام تو کر لیتیں۔ طبیعت خراب نہ ہو جائے۔" شفاء کو سامنے پا کر ہادی گویا ہوا۔

"وہ۔۔۔ وہ میں آپ لوگوں کے لئے ناشتہ لائی تھی۔ آپ لوگ بھی رات سے یہاں ہیں تو میں نے سوچا ناشتہ لے جاتی ہوں۔" اُس نے جلدی سے بہانا بنایا۔ ہادی نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ روکی۔

"ویسے بہت اچھا کیا آپ نے جو لے آئیں۔ ابھی ہم کچھ کھانے کیفے کی طرف ہی جا رہے تھے۔"

پاس کھڑے حُسین نے پہلی بار شفاء کو یوں سامنے دیکھا تھا۔ غائبانہ تعارف تو اس کا پہلے ہی ہو چکا تھا۔ آخر کو شفاء اِس کے کیس کی اہم کڑی تھی۔ مقتول سعدان الٰہی کی اکلوتی بہن۔۔۔ اب جب اِسے دیکھا تھا تو اسے جبریل کو لے کر حیرت اور رشک ایک ساتھ محسوس ہوا تھا۔

"ارے ڈاکٹر شفاء' آپ اِس وقت؟۔۔۔ آپ کی تو نائٹ ڈیوٹیز چل رہی ہیں ناں؟۔۔۔" ڈاکٹر رضا شفاء کو دیکھتے حیرت سے گویا ہوئے۔

"جی۔ وہ اصل میں مجھے۔۔۔ مجھے کچھ کام تھا۔" اب اُسے واقعی سمجھ نہ آیا تھا وہ کیا بہانہ بنائے۔

"ویسے میں بہت شرمندہ ہوں آپ سے' میں کوشش کے باوجود بھی رات کو وقت پہ نہیں آ سکا لیکن آپ نے جیسے ڈاکٹر جبریل کے کیس کو سنبھالا اُس کے لئے بہت بہت شکریہ۔"

ڈاکٹر جبریل کا لفظ سن کر وہ چونکی تھی۔ اب اُسے سمجھ آیا تھا کہ وہ وی۔ آئی۔ پی روم میں کیسے پہنچا تھا۔

"ویسے آپ کیا اپنے پیشنٹ کو ہی دیکھنے آئی تھیں؟۔۔۔" ان کے خود سے اخز کرنے پہ شفاء نے جلدی سے سر ہلایا۔

"چلیں پھر ساتھ ہی چلتے ہیں۔ میں بھی اُسی کو دیکھنے جا رہا تھا۔ اچھا کیا جو آپ آ گئیں آپ سے بھی ڈیٹیل میں اِس کیس پہ بات ہو جائے گی۔ آفٹر آل آپ نے ہی اٹینڈ کیا تھا انہیں۔ اصل پیشنٹ تو وہ آپ کے ہی ہیں۔"

شفاء نے ڈاکٹر رضا کی ہمراہی میں اندر قدم رکھا تو اندر موجود سب لوگوں نے اسے حیرت سے دیکھا۔ جیسے وہ کوئی انسان نہیں، ماورائی مخلوق ہو۔

اِس سے پہلے کہ زیان کی زُبان ڈاکٹر رضا کے سامنے کوئی کُھجلی کرتی۔ شفاء فوراً سے پیشہ وارانہ انداز میں بولی۔

"پیشنٹ کہاں ہیں؟۔۔۔"

"وہ زرا واشروم گئے ہیں۔" باتھروم کے باہر کھڑے شایان نے فوراً سے سنبھل کر جواب دیا۔

اتنے میں ہی جبریل واشروم سے نکلا تھا۔ جسے فوراً شایان نے سہارا دیا۔ پیلا زرد چہرہ، بڑھی ہوئی شیو اب وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اِس کی شیو بڑھی تھی یا اِس نے داڑھی رکھ لی تھی۔ اوپر سے نقاہت کی وجہ سے ڈھیلا پڑا وجود، بڑی مشکل سے زیان نے شایان کے ساتھ مل کر اسے بستر پہ لٹایا۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟۔۔۔" اب وہ جبریل کے پاس گیا تھا۔

"مل گئی فرصت تمہیں، میری خیریت پوچھنے کی؟۔۔۔" دھیمی آواز میں شکوہ ہوا تھا۔

"چلو اب ناراض محبوبہ بنے بغیر بتا دو اب کیسا محسوس کر رہے ہو؟۔"

"خلاف توقع پہلے سے بہتر۔ "

"ڈیٹس گُڈ!ویسے تمہاری مسز نہیں آئیں ابھی تک ؟۔۔۔"اس کے وائٹلز چیک کرتے وہ مسکراہٹ دباتے گویا ہوا تھا۔ اس کی بات پہ جہاں شفاء نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔وہیں سب کی نظر شفاء کی جانب اُٹھی تھی۔

"شیٹ اپ رضا!۔۔۔اس وقت تمہاری باتوں کا جواب دینے کی مجھ میں زرا ہمت نہیں۔"

"ویسے یار جبریل ایک بات تو ماننے کی ہے۔ تمہیں اِس ہاسپٹل سے محبت بہت ہے۔یہاں تک کہ پاکستان آنے کے بعد پہلا ٹور بھی تم نے یہیں کا رکھا ہے۔"

وائٹل چیک کر کے اس نے فاصلے پہ کھڑی شفاء کو جبریل کے سر پہ موجود ڈریسنگ چینج کرنے کی ہدایات دی۔

" رضا میرا سر بہت سر دہو رہا ہے پلیز تھوڑی دیر کے لئے اپنی فضول باتوں کا پنڈورہ باکس بند رہنے دو۔"

"چلو پھر تم آرام کرو میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد آتا رہوں گا۔"اسے آرام کا کہہ کر وہ شفاء کی طرف پلٹا۔

"آپ ان کی ڈریسنگ چینج کر کے انہیں پین کلر بھی دے دیجئے گا اور اس کے بعد آپ خود بھی گھر جا کر ریسٹ کریئے گا۔سسٹر ہیلن بتا رہیں تھیں آپ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔"شفاء سر ہلا کر رہ گئی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

زمان صاحب سے تھوڑی دیر حال چال پوچھ کر رضا کمرے سے نکل گیا۔

شفاء ڈریسنگ کی نیت سے بیڈ کے قریب گئی تھی۔ٹھیک اِسی لمحے جبریل نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اِسے دیکھا۔لمحے بھر کا عمل تھا دونوں کی آنکھیں ملی تھیں۔شفاء نے جلدی سے نگاہوں کا رُخ بدلہ۔ایک عجیب سا احساس تھا جو دونوں کو ہوا تھا۔جبریل تو اِس احساس کو کوئی نام نہ دے سکا مگر شفاء اِس احساس کو اچھے سے جان چکی تھی یہ احساس اس پاکیزہ

رشتے کا تھا جو ان کے درمیان قائم تھا۔ مگر جبریل اِس بات سے بے خبر شفاء کے چہرے میں کچھ کھوجنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

شفاء نے اِس کی ڈریسنگ کے لئے بیڈ کی ٹیک اونچی کی تو زیان فوراً آگے بڑھا اور اپنے بھائی کو سہارا دے کر بٹھاتے اِس کے پیچھے تکیے رکھے۔

"بھائی کہتے ہی تو میں آپ کے پیچھے بیٹھ جاتا ہوں آپ آرام سے میرے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ جائیں۔" جبریل نے نفی میں سر ہلایا۔

زیان کو اپنے بھائی کی اتنی فکر کرتا دیکھ کر شفاء کے چہرے پہ نرم سی مسکراہٹ آئی تھی۔ جسے جبریل نے تعجب سے دیکھا۔

اُسے یہ چہرہ کافی دیکھا دیکھا لگا تھا۔ اس نے اپنے دماغ پہ زور ڈالتے دوبارہ اپنی نظریں زخم صاف کرتی شفاء پہ ٹکائیں۔

"اہمم۔۔۔" زیان گلا کھنکھارتے اس کی جانب جُھکا۔

"بھائی زرا دھیان سے' یہ مادام شادی شدہ ہیں۔" سرگوشی کے باوجود زیان کی آواز کمرے میں موجود ہر شخص نے سُنی تھی۔ جبریل کا ستا چہرہ خفت سے لال ہوا تھا۔ اُسے شفاء کے سامنے سبکی محسوس ہوئی تھی۔ جسے زائل کرتے وہ بھی اُسی انداز میں گویا ہوا۔

" اور شاید تمہیں یاد نہیں۔ میں بھی شادی شدہ ہوں۔"

جبریل کے منہ سے یہ اعتراف سننا کوئی چھوٹی بات نہ تھی۔ اس کی بات نے سب کو خوش گوار حیرت میں مبتلا کیا تھا۔ زمان مصطفی کی تو سمجھو خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا اور دونوں بھائی تو جیسے شاکی کیفیت میں ہی چلے گئے تھے۔ ایسے میں وہیں

کھڑی شفاء بھی جبریل کے منہ سے یہ الفاظ سن کر اپنی کیفیت میں یہ تک نہ دیکھ سکی کہ وہ جبریل کے ماتھے پہ نہیں بلکہ آنکھوں پہ پٹی باندھ رہی ہے۔

ہوش تو اِسے تب آیا جب جبریل نے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"اگر میری سرجری آپ نے نہ کی ہوتی تو مجھے کبھی یقین نہ آتا کہ آپ ڈاکٹر ہیں۔ اتنا آؤٹ آف مائینڈ ہو کر آپ ایک پیشنٹ کیسے اٹینڈ کر سکتی ہیں؟۔۔۔" ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے جبریل کو کسی دوسرے ڈاکٹر کی اتنی لاپرواہی پہ غصہ آیا تھا۔

"آئم سو سوری وہ میں نے دیکھا نہیں۔" روہانسے انداز میں کہتے اس نے پٹی اُس کی آنکھوں سے ہٹائی۔

"سیر ئیسلی اٹس ٹو مچ۔۔۔ پہلے تو مجھے صرف شک تھا۔ اب تو پورا یقین ہو چکا ہے کہ آپ کو آنکھوں کا اِستعمال واقعی نہیں آتا۔ آج پھر میں آپ کو وہی مشورہ دوں گا اگر آنکھوں کا استعمال نہیں کرنا تو جا کر کسی ضرورت مند کو ڈونیٹ کر دیں۔ کم اَز کم کسی کا بھلا تو ہو گا ناں اور آپ کو مفت کا ثواب بھی مل جائے گا۔"

جبریل جو کب سے شک میں مبتلا تھا کہ اس لڑکی کو کہاں دیکھا ہے ایک دم سے اِسے یاد آیا تھا۔ "ہونا ہو یہ وہی لڑکی ہے۔" جو بھی تھا اسے غصہ آیا تھا اس لڑکی کی جگہ پہ کوئی اور بھی ہوتا تو وہ ایسی لاپرواہی پہ ضرور ڈانٹتا۔

جبریل کے بات پہ شفاء سمیت سب نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"ارے یہ وہ ہیں کیا؟۔۔۔" احساس ہوتے ہی شفاء کو شرمنگی نے آن گھیرا۔ اِس کا تو ہر لحاظ سے جبریل پہ پہلا تاثر منفی گیا تھا۔

"شایان جو کب سے لیپ ٹاپ کھولے اپنے آج کے شو کی تیاری کر رہا تھا فوراً اپنی جگہ سے اٹھتا جبریل کے سر پہ جا کھڑا ہوا۔

"آپ انہیں جانتے ہیں کیا؟۔۔۔" وہ شاکی ہوا۔

"نہیں، اِن کو تو نہیں مگر ان کی آنکھوں کو ضرور جانتا ہوں جو بالکل ہی بیکار ہیں۔ یا پھر ان کے اندر آنکھیں اِستعمال کرنے کی سینس ہی نہیں ہے۔"

"جبریل بی ہیو۔" زمان صاحب اُسے ٹوکے بغیر نہ رہ سکے۔

شفاء نے ڈریسنگ کر کے کھٹاک سے قینچی رکھی۔ اب یہ سب اس کی برداشت سے باہر ہوا تھا۔ اتنا حق اس نے کسی کو نہ دیا تھا کہ کوئی اس کے سامنے اس کی تضحیک کرے۔

"اکسکیوزمی سر' آپ یہاں کے سینئر ڈاکٹر ہوں گے اپنے ورکنگ آورز میں ابھی آپ صرف پیشنٹ ہیں۔ اور ایک ڈاکٹر ہونے کا ناطے میرا آپ کو مشورہ ہے کہ بولیں کم اور آرام زیادہ کریں۔" پر اعتماد انداز میں کہتے وہ جاتے جاتے پلٹی۔

"ایک اور بات۔۔۔ اگر آپ کو اتنا یاد ہے تو یہ بھی یاد ہونا چاہیئے کہ اس دن میں نے آپ کو کیا کہا تھا۔ اور آج پھر سے کہہ رہی ہوں۔ نہ اُس دن میں نے آپ سے کوئی مشورہ مانگا تھا اور نہ ہی آج مانگ رہی ہوں تو اپنے یہ مفت کے مشورے اپنے پاس ہی رکھیں۔ کہیں اور دینے کی ضرورت پر سکتی ہے آپ کو۔۔۔" مزید کچھ کہے بغیر پیچھے سب کو حیران چھوڑ کر وہ کمرے سے نکلتی چلے گئی۔

"بیٹا رکو میں بھی آپ کے ساتھ گھر چلتا ہوں۔ حدید آنے والا ہو گا۔" زمان مصطفیٰ اُس کے پیچھے پیچھے باہر آئے تھے۔

"ٹھیک ہے بابا جتنی دیر میں یہ چیزیں رکھ کے آتی ہوں۔ آپ اتنی دیر اندر بتا دیں۔"

******

" بتائیں ناں بھائی' آپ اِن لیڈی ڈاکٹر کو کب سے جانتے ہیں؟۔۔۔ "

جبریل دوبارہ اپنی آنکھیں موندے لیٹ گیا تھا جب شایان کے ساتھ ساتھ زیان بھی اِس کے سرہانے آیا۔

"ارے یار یہ وہی ہے۔ آئیسکریم والی ہے۔۔ جس نے ایک بار مجھ پہ آئیسکریم گرائی تھی۔ اور آج مجھے اپنی طرح اندھا کرنے کی کوششوں میں تھی۔"

زیان اور شایان ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتے کورس میں بولے۔

"وہ مینگو اور اسٹابری والی؟۔۔۔ "

"ہاں وہی وہی۔" اب وہ واپس آنکھیں موند چکا تھا۔ جبکہ اس کے دونوں بھائی حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"آخر کو میں بھی کہوں میرے بھائی پہ اتنے حَسِین انداز میں آئسکریم گرانے والا کمال کون حسینہ انجام دے سکتی ہے۔" زیان کی بات پہ شایان فوراً بولا۔

"آف کورس ہماری بھابھی جان میں۔۔۔۔ بھلا ہماری شفاء بھابھی کے علاوہ اور ہے کسی میں اتنی ہمت؟۔۔۔" ان کی بات سُن کر آنکھیں موند کر لیٹے جبریل کی آنکھیں فوراً کُھلی تھیں۔

"کیا کہا؟۔۔۔" دونوں کو اپنی غلطی کا احساس ایک ساتھ ہوتے ہوا تھا۔ اب وہ دونوں جانتے تھے آگے کیا ہونے والا ہے۔

* * * * * * * * * * *

وہ ماضی کی قید سے نکلی تو اِس کی آنکھیں پانی سے بھری تھیں۔ اپنی جگہ سے اٹھتے اس نے وضو کیا اور ایک بار پھر اللہ کے آگے سجدہ شکر ادا کرنی لگی کہ اللہ نے اسے صراطِ مستقیم دکھایا۔ بے شک وہ ابھی بھی مکمل اس رستے کو اپنا نہ پائی تھی مگر اب وہ پہلے جیسی بھی نہ رہی تھی۔ سلام پھیر کر اس نے ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے۔ الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر ادا ہوئے تھے۔

"اے اللہ۔۔۔" وہ گر گرائی۔ شدتِ جذبات سے اس کا وجود ہچکیوں کی زد میں تھا اور چہرہ آنسوؤں سے تر۔۔۔۔

"اے اللہ۔۔۔ میرے پیارے اللہ' میں بہک گئی تھی۔ میں بھٹک گئی تھی۔ میری آنکھوں کی بصارت کہیں کھو گئی تھی جو مجھے نبی ﷺ کا دکھایا ہوا راہِ ہدایت نہ دِکھ سکا۔ اے اللہ میں کانوں کی بہری ہو گئی تھی جو آپ کے بھیجے پیارے اور اچھے لوگوں کی آواز مجھ تک نہ پہنچ سکی۔ سب مجھے اِس ذلت ورسوائی کے دلدل میں گرنے سے بچاتے رہے، سب مجھے ٹھوکر کھانے سے بچاتے رہے مگر میں اس اندھے کنویں میں گرنے سے خود کو نہ بچا پائی' ایسا کنواں جس میں اترنے سے آپ نے پاکیزہ عورتوں کو روکا۔ اے اللہ پاک' میں آپ کی یاد سے غافل ہو گئی تھی، میں آپ کا ذکر کرنا بھول گئی تھی، میں نمازوں سے غافل ہو گئی تھی، انہی نمازوں سے جس کی وجہ سے میں مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔ نبی ﷺ نے کہا تھا نماز کافر اور مسلمان میں فرق کرتی ہے اور میں اُسی سے دور ہو گئی۔ میں حاویہ میں جانے کے لئے اپنا راستہ خود تیار کرتی رہی، وہ حاویہ جو آپ نے بے نمازیوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ پیارے اللہ' مجھے معاف کر دے میرے سب گناہوں کو معاف کر دے۔ میرے اللہ میں اتنی گناہ گار ہوں کہ مجھے یہ تک یاد تک نہیں میں نے کون کون سے گناہ کئے ہیں۔ یا اللہ میرے سب گناہ معاف کر دے۔ جن کی میں معافی مانگ چکی وہ بھی، جن کی نہیں مانگی وہ بھی۔ جو مجھے یاد ہیں وہ بھی، جو نہیں یاد وہ بھی۔۔۔ یا اللہ میں جانتی میں ہوں میں معافی کے قابل تو نہیں مگر آپ تو اپنے گناہ گار سے گناہ گار بندے کو بھی معاف کر دیتے ہیں تو مجھے بھی معاف کر دیں ناں۔۔۔"

وہ اور کتنی ہی دیر ایاے ہی گر گراہ گر گراہ کے اپنے رب کو پُکارتی رہی۔ جب اس کے آنسُو خشک ہو گئے تو اٹھی اور واپس اپنے بستر پہ لیٹ گئی۔ اس نے اپنی وہ کلائی نظروں کے سامنے کی جس میں شایان کا دیا ہوا بریسلیٹ موجود تھا۔

عورت کے اندر اللہ نے ایک خاص آنکھ بنائی ہے۔ حسیات کا آنکھ۔۔۔ عورت چاہے عمر کے جس بھی حصے میں ہو۔ چاہے پانچ سال کی کم عمر بچی یا سو سال کی ضعیفہ۔ اپنی جانب پڑنے والی عزت اور حوّس زدا نظر کو فوراً بھانپ لیتی ہے۔ لیکن جب اس کا ضمیر مر کر نفس کے ہاتھوں کھلونا بن چکا ہو تو شاید یہ آنکھ بھی بند ہو جاتی ہے یا عورت خود ہی بند کر لیتی ہے۔

وہ شایان کی نظر میں موجود اپنے لئے عزت کو ہمیشہ محسوس کرتی تھی مگر نظر کا جو دھوکہ وہ ایک بار طلال کی صورت میں کھا چکی تھی۔ اُس نے مرد پر سے اس کا بھروسہ اٹھا دیا تھا۔ اپنی بریسلٹ کو دیکھتی ایک بار پھر وہ آج کی شام میں واپس جا چکی تھی۔

"شایان اِس سب کی کیا ضرورت تھی۔ وہ بھی یوں 'سب کیسے دیکھ رہے ہیں ہمیں۔"

ارد گرد لوگوں کو اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ نظر جھکائے بولی۔

"اگر یہاں اتنے لوگ نہ ہوتے نور الہدیٰ 'تو بھی تنہائی میں مسئلہ آپ کو ہی ہونا تھا۔" وہ مسکراہٹ دباتے گویا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ویٹر پھولوں کا خوبصورت بُکے اور گفٹ پیک لے کر حاضر ہوا۔

تازہ پھولوں کی خوشبو کو اِس نے اپنے اندر اتارا اور شایان کا دیا گفٹ کھولنے لگی۔ یہ ایک خوبصورت اور نفیس سا بریسلیٹ تھا۔ جو پہلی ہی نظر میں ہدیٰ کی نظر کو بھا گیا تھا۔ اِس نے گفٹ باکس اپنی کلائی سمیت شایان کے آگے کیا۔

ہدیٰ کے اتنے بولڈ رد عمل پہ ایک لمحے کے لئے شایان کی نظروں میں حیرت اتری تھی مگر اگلے ہی لمحے اپنی حیرت پہ قابو پا کر بِنا اس کی کلائی چھوئے وہ بریسلیٹ اِس کے ہاتھوں میں پہنا چکا تھا۔ شایان نہیں جانتا تھا یہ ایک امتحان تھا۔ جس میں پورا اتر کر وہ ہُدیٰ کو کیا تھما چکا ہے۔ ایک عورت کے لئے اُس کو دی گئی عزت کسی بھی قیمتی تحفے سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اور ہدیٰ کے ساتھ بھی یہی تھا۔

"تھینک یو۔۔۔۔ اس کی آواز میں کچھ تھا کچھ ایسا جو شایان نے پہلی بار محسوس کیا تھا۔ اب وہ کیا جانتا تھا یہ تھینک یو اسے اِس تحفے پہ نہیں بلکہ اس بات پہ کہا ہے جس کی تلاش میں ہدیٰ نے زندگی کی سب سے بڑھی چوٹ کھائی تھی۔

"Pleasure is all mine and always mine."

وہ اپنے اَزّلی انداز میں شوخ سا ہو کر بولا تو ہدیٰ کُھل کر مسکرا دی۔

شایان نے ناچاہتے ہوئے بھی اپنی نظروں کا زاویہ فوراً بدلہ تھا۔ یہ اتنا حَسِین منظر تھا کہ اس کا دل کیا وہ یونہی مسکراتی رہے اور وہ یونہی دیکھتا رہے۔ مگر نہیں ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔

ہدیٰ کے ساتھ گزرے لمحوں میں یہ پہلا لمحہ تھا۔ اور پہلا ہی سب سے حسین لمحہ تھا۔ جسے وہ اپنی آنکھوں اور یادوں دونوں میں ہمیشہ کے لئے قید کر چکا تھا کبھی نہ بھولنے کے لیے۔

****

انسان بھی کتنا عجیب ہے جب کچھ کرنا چاہے تو کیا کچھ کر جاتا ہے اور جب کچھ نہ کرنا چاہے تو کیا کچھ ادھورا چھوڑ دیتا ہے۔

اس نے بھی ہر دفعہ کی ادھوری چھوڑی ہوئی تصویر کو ایک بار پھر ادھورا چھوڑا اور کینوس پہ واپس کپڑا ڈال کر وہاں سے اُٹھ گئی۔ نجانے کیا ہوتا تھا، جب بھی وہ اس تصویر کو مکمل کرنا چاہتی اس کا سکون فنا ہو جاتا۔ شاید وجہ اس تصویر میں بکھرنے والے رنگ تھے جو اس کی زندگی کے رنگ چھین چکے تھے، اس نے اپنے بیڈ پہ لگی اُس پینٹنگ کو دیکھا جو حریم کا آخری شاہکار تھی۔ وہ چاہ کر بھی اس جیسے آرٹسٹ کبھی نہ بن سکتی تھی۔ حریم کی مصوری میں ہمیشہ اُجالا ہوا کرتا تھا۔ سب کھلا کھلا اور روشن روشن جبکہ حورعین کی مصوری میں تاریکی ہی تاریکی ہوتی۔ دیکھنے والا اس تاریکی کا سبب اور گہرائی ہی جانچتا رہتا مگر مصور کی شخصیت کی طرح کچھ سمجھ نہ پاتا۔

اس نے ریموٹ پکڑ کر پلازمہ ٹی۔وی کو سی۔سی۔ٹی وی کیمرہ سے واپس ٹی وی موڈ پہ کرنا چاہا جب اس کی نظر سکرین پہ نظر آتے تمام کیمرے کے چھوٹے چھوٹے خاکوں میں سے ایک پہ رکی تھی۔ وہ اس انسان کو ضرورت سے زیادہ اپنے گھر کے ارد گرد دیکھ رہی تھی جو اِسے مشکوک کر گیا تھا۔

وہ کچھ دیر کیمرے میں نظر آتے اسی منظر کو دیکھتی رہی اور پھر کچھ سوچتے ہوئے موبائل پکڑ کر ایک میسج ٹائپ کیا اور مطلوبہ نمبر تلاش کرتے اس پہ بھیج دیا۔

اس منظر کو وہ پہلے بھی کئی بار دیکھ چکی تھی۔ مگر اسے انتظار تھا تو صرف اپنے شک کی تصدیق کا جواب ہو چکا تھا۔

حورعین فاروقی بھروسہ پیار اور مان کبھی کسی پر اتنی آسانی سے نہیں کرتی تھی اور جب کرتی تھی تو اپنے دل و جان سے کرتی تھی۔

حورعین فاروقی کے اس چھوٹے سے خاندان میں اب کوئی زیادہ تو نہ بچا تھا مگر جو بچا تھا اُس کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتی تھی۔ تیمور، فاطمہ اور المان ان تینوں میں اس کی جان بستی تھی وہ ان کی خوشی اور حفاظت کے لئے اپنی جان مشکل میں ڈالنے سے بھی کبھی دریغ نہ کرتی اور جہاں تک بات رہی جان دینے اور جان لینے کی تو جان اللہ کی امانت ہے

اسے دینے اور لینے کا حق بھی صرف اور صرف اللہ کے پاس ہی ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کو کبھی بغیر کسی وجہ کے مشکل میں نہیں ڈالتا۔

☆☆☆

جیسے ہی ہادی نے گھر کے اندر قدم رکھا ہدیٰ بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

"اب جبریل بھائی کیسے ہیں؟۔۔۔"

جب سے ہدیٰ کو جبریل کا پتا چلا تھا وہ کافی پریشان تھی اس کے لئے ہادی اور جبریل ہمیشہ ایک سے تھے لیکن جو رشتہ اللہ نے اس کا ہادی کے ساتھ بنایا تھا اُس کی جگہ جبریل بھی کبھی نہیں لے سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی اس ادب اور لحاظ کی جو وہ جبریل کا کرتی تھی، ورنہ ہادی کا تو وہ کوئی لحاظ نہ رکھتی تھی۔

"اب تو ٹھیک ہے وہ محترم۔۔۔ اتنی بھی ویسے کوئی تشویش ناک حالت نہیں تھی اس کی، ہاں اگر وقت پہ علاج نہ ہوتا تو شاید ہو جاتی۔"

ڈھیلے سے انداز میں صوفے پر بیٹھتے اُس نے اپنا سر صوفے کی پشت سے لگایا۔

وہ رات کا جاگا ہوا اب کافی تھکا تھکا لگ رہا تھا۔

"چائے بناؤں؟۔۔۔کافی تھکے تھکے لگ رہے ہیں آپ۔"

"نہیں نہیں، ضرورت نہیں، ابھی بھابھی اور زمان انکل کو گھر چھوڑ کر آرہا ہوں۔ وہیں سے پی لی تھی۔ تم بتاؤ، تمہارا کل کا دن کیسا گزرا؟۔۔۔"

ہدیٰ کو پاس بیٹھنے کا اشارہ کرتے اس کی نظر ہدیٰ کی کلائی میں موجود بریسلیٹ پہ پڑی۔

"ماشاءاللہ پسند تو کافی اچھی ہے تمہارے ہونے والے شوہر کی۔" ہادی کی بات پہ وہ مسکراتے ایک ادا سے بولی۔

"But not more than my brother."

"ہدیٰ تم خوش ہو؟۔۔۔"

ہادی نے ایک دم سنجیدہ ہوتے غیر متعلقہ سوال کیا۔ لمحے بھر کے لئے ہدیٰ کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی لیکن اگلے ہی لمحے واپس بھی آگئی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے بھائی؟۔۔۔" اس نے الٹا وہی سوال دہرایا۔

"مجھے تو لگتا ہے تم خوش نہیں بہت زیادہ خوش ہو۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہدیٰ کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی اور اس کی مسکراہٹ کو دیکھ کر ہادی بھی مسکرا دیا اور دل ہی دل میں اپنی بہن کی خوشیوں کے قائم رہنے کی دعا کرنے لگا۔

" ہدیٰ کو چھوڑو تم اپنا بتاؤ۔ کب تک لٹکاؤ گے اپنی شادی کو؟۔۔۔ اب تو تم بوڑھے بھی لگنا شروع ہو گئے ہو۔"

پیچھے سے آتی عافیہ بیگم کی آواز ان دونوں کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ہادی نے مدد طلب نظروں سے بہن کی جانب دیکھا مگر وہ بھی آرام سے کھسیا گئی۔

"سوری اب تو مجھے بھی بھابھی چاہیئے ہے۔"

شادی کے نام پہ ہادی کی آنکھوں کے سامنے ایک عکس سا آیا تھا۔ جسے ہادی نے جلدی سے جھٹک دیا۔

"آپ میری چھوڑیں اور ہُدیٰ کی شادی کی تیاری کریں۔اب جبریل آ ہی چکا ہے تو میں اس نیک کام میں کسی قسم کی دیری نہیں کرنا چاہتا۔"

کچھ سوچتے وہ دوٹوک لہجے میں بولا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر میں ہدیٰ کے ساتھ ساتھ تمہارے فرضوں سے بھی سبکدوش ہونا چاہتی ہوں۔بیوی آئے گی تو خود ہی تمہارے پاؤں بھی گھر ٹکیں گے' ورنہ تمہیں تو نہ دن کا احساس ہے نہ رات کا لحاظ۔۔۔اگر یہی حرکتیں رہیں ناں تمہاری' تو وہ دن دور نہیں جب مجھے فرحان کے فلیٹ کا کوئی پکا بندوبست کرنا پڑے گا۔"

وہ بھی دوٹوک لہجے میں گویا ہوئیں۔

"امی یار بہت بُری بات' چچا کیا سوچیں گے اگر آپ نے یوں اُن کا فلیٹ۔۔۔"

اُس نے مزید بولنا چاہا مگر عافیہ نے وہیں روک دیا۔

"کیا امی؟۔۔۔ہاں بولو کیا امی؟۔۔۔اور کیا کہے گا تمہارا چچا؟۔۔۔کچھ نہیں کہے گا' اُلٹا وہ تو خوش ہو گا کہ بھابھی بہت اچھا کیا آپ نے۔"

"مگر امی پھر بھی غلط بات ہے۔" اس نے منہ پھلایا۔

"ارے تم تو کچھ نہ ہی بولو' جب تک شفاء وہاں تھی پھر بھی کچھ لحاظ کر لیتے تھے کم از کم راتوں کو ہی صحیح مگر تمہاری شکل تو دیکھنا نصیب ہو جاتی تھی لیکن اب تو تمہارے دن تمہارے تھانے اور راتیں فلیٹ میں گزرتی ہیں۔ سچ سچ بتاؤ کہیں تم نے چھُپ کے شادی تو نہیں کر رکھی ہادی؟۔۔۔"

اس سوچ کے آتے ہی اُن کا لہجہ مشکوک ہوا۔

دوسری طرف ہادی عافیہ کی بات پہ ایک دم اچھل کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"خدا کا کچھ تو خوف کھائیں امی یار' کیوں اتنا بڑا الزام لگا رہی ہیں مجھ معصوم پر۔"

اس نے تڑپ کر کہا۔

"تو پھر کیوں نہیں کر رہے شادی، بتاؤ کس ماں کی ہاں کا انتظار کر رہے ہو؟۔۔۔"

ہادی نے افسوس سے اپنی ماں کے اس روایتی انداز کو دیکھا۔

"توبہ کریں امی۔ ابو سے ایک بیوی تو سنبھالی نہیں جاتی، کہاں ہمارے لئے دوسری ماں لے کر آئیں گے' وہ بھی اس عمر میں۔"

اس نے مزاق میں بات اُڑانی چاہی۔ اتنے میں پیچھے سے سلیمان افگن بھی آ گئے۔

"صحیح کہہ رہا ہے میرا بیٹا۔ اِن کی ایک ماں تو مجھ سے سنبھالی نہیں جاتی دوسری کو لا کر کیا میں اپنی قبر بھاری کرتا پھروں گا۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ تو چپ ہی کر جائیں۔ جب بولیں گے فضول ہی بولیں گے۔"

انہوں نے اپنے مزاجی خدا کو ٹوکا۔

" آج تو مجھے اس سے دوٹوک بات کر ہی لینے دیں زرا۔ اب تو جبریل بھی بیوی والا ہو گیا ہے کل کو اس کے بھی بچے ہوں گے۔ زمان بھائی اس کی خوشی دیکھیں گے مگر ایک یہ ہمارا ہی کھوتا ہے۔ جو ہمیشہ شادی کو لٹکاتا رہتا ہے۔ میں بتا رہی ہوں اگر اس نے مجھے اپنی پسند کے بارے میں نہ بتایا تو میں خود ہی کوئی لڑکی ڈھونڈنا شروع کر دوں گی۔"

ان کی بات پر سلیمان صاحب نے "تم جانو تمہارا کام جانے" والی نظروں سے ہادی کو دیکھا۔ جس پہ ہادی اپنے بالوں میں انگلیاں چلاتا اٹھا اور عافیہ کے قدموں میں جا کر بیٹھ گیا اب وہ سنجیدہ تھا۔ شاید کوئی حتمی فیصلہ کر چکا تھا۔

" امی آپ جب چاہیں، جس سے چاہیں، میری شادی کر سکتی ہیں۔ میری کوئی پسند نہیں ہے۔ جو آپ کی پسند ہو گی وہی میری پسند ہو گی۔ اب خوش ہیں آپ؟۔۔۔"

ہادی کی بات پہ عافیہ بیگم کا چہرہ کِھل سا گیا۔

" ہاں خوش لیکن پھر بھی تمہاری نظر میں کوئی ہو تو بتا دو بعد میں اپنی بہو کے ساتھ میں کوئی زیادتی برداشت نہیں کروں گی۔" ان کی بات پہ پہ ہادی نے ہنستے ہنستے سر جھٹکا۔

"جو حکم، کوئی زیادتی نہیں ہو گی آپ کی بہو کے ساتھ آپ اپنی پسند ڈھونڈیں۔"

ہادی کی بات پہ ہدیٰ نے اِسے اچھنبے سے دیکھا۔ اِس کی نظریں ہادی کے چہرے پر کچھ اور ہی تلاش کر رہی تھیں۔ اگر وہ اپنی بہن کو جان سکتا تھا تو وہ بھی اسی کی بہن تھی، اپنے بھائی کی رگ رگ سے واقف تھی۔ وہ اس سے پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"Are you sure bhai?..."

"Yes, I am hundred percent sure. "

اس کی پورے یقین سے کہنے پہ ہدیٰ نے اپنا سر جھٹکا۔

" شاید میرا وہم ہو۔ اگر وہم نہیں تو بھی میں کیا کر سکتی ہوں۔"

☆☆☆

وہ بیڈ پہ بیٹھی لیپ ٹاپ پہ تیزی سے انگلیاں چلا رہی تھی۔ جب اس کے موبائل پہ میسج ٹون بجی۔ اس نے مصروف سے انداز میں سکرین لاک کھول کر اچھنبے سے میسج پڑھا۔

"Get ready for entertainment."

بھلا اس کا کیا مطلب ہوا۔ یہ سوچتے اگلے ہی لمحے وہ میسج کو نظر انداز کرتے واپس اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

******

سوائے اِکا دکا لوگوں کے پوری سڑک سنسان پڑی تھی۔ ایسے میں ایک شخص اپنا کام بھرپور انداز میں سرانجام دے رہا تھا۔

اس کا فون بجا تو درخت کے پیچھے ہوتے اس نے اپنی قمیض کے اندرونی جیب سے موبائل نکالا اور یس کا بٹن دباتے فون کان سے لگایا۔

"یس سر' ابھی تک کچھ پتا نہیں چلا۔ میرے خیال میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھے مخبری کرتے کافی دن گزر چکے ہیں، میں نے ابھی تک اُس کو نہیں دیکھا آپ بے فکر رہیں بہت جلد تمام تر حقیقت بمع ثبوت آپ کے سامنے ہو گی۔"

اس نے ابھی فون بند کیا ہی تھا جب اسے اپنے کندھے پہ کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔ وہ ایک دم ہوشیار ہو کر پلٹا۔

" اللہ کے نام پہ دے دے بیٹا' اللہ تجھے حج کرائے، عمرہ کرائے، تیری تمام تر مشکلیں آسان کرے۔" ضعیف العمر فقیر کو دیکھ کر اس نے حقارت سے اس کا ہاتھ جھٹک کر اُسے دھکا دیا۔

"دور ہٹو یہاں سے۔۔۔ جہاں دیکھو منہ اٹھا کر آجاتے ہیں۔۔۔"

فقیر کو نہ جاتا دیکھ کر وہ دوبارہ گویا ہوا۔

"جا بابا جا' اللہ بھلا کرے تیرا۔ اپنے پاس کھانے کو کچھ ہے نہیں تجھے کہاں سے دیں۔"

اس نوجوان شخص کی آنکھوں میں فقیر کے لئے حقارت واضح تھی۔ فقیر کی آنکھوں میں نمی سی اتری آئی۔ وہ اپنے آنسو صاف کرتے مسکرایا اور آسمان کی طرف دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے۔

"اے اللہ تو کیسے کیسے ناشکروں کو دیتا ہے۔ ایسوں کو جو تیرے دینے کے باوجود، تیری ہی راہ میں خرچ کرتے ہوئے روتے ہیں اور تیرے ہی بنائے ہونے کے باوجود تیرے ہی بنائے ہوئے بندے کو دھتکارتے ہیں۔"

فقیر نے اپنی نظریں اب آسمان سے ہٹا کر اس نوجوان کی جانب کیں۔ جو اسے کوفت سے دیکھ رہا تھا۔ اور پھر نم سے لہجے میں بولا۔

"بیٹا تم نے مجھے تو کچھ نہ دیا مگر میں تمہیں ضرور کچھ دینا چاہوں گا۔ میں تمہیں دعا دیتا ہوں اللہ تمہارے نیک کاموں میں تمہاری مدد کرے اور برائی کی طرف جاتا تمہارا ہر قدم روک دے۔ تمہارے بیوی بچوں، ماں باپ سب گھر والوں کی حفاظت کرے۔"

یہ کہتے ہی وہ فقیر واپس جانے کے لئے پلٹ گیا۔ مگر اس نوجوان کی آمین کہنے کی آواز اسے دور ہوتے قدموں کے باوجود آئی تھی۔

"رکو بابا۔"

فقیر اس کی آواز سنتے وہیں ٹھہر اگیا۔ نوجوان فقیر کے پاس گیا اور کچھ پیسے موبائل والی اندرونی جیب سے نکال کر فقیر کے ہاتھوں میں رکھے اور مُٹھی بند کر دی۔

"یہ پیسے لو، بس بدلے میں میرا ایک کام کرتے رہنا۔"

اس نوجوان کی آواز میں کچھ تھا۔ جس نے فقیر کو اس کی شکل غور سے دیکھنے پہ مجبور کیا۔

"کیسا کام بچے؟۔۔۔" بوڑھا فقیر اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے بولا

"دُعا کرتے رہنا، میرے گھر والوں کی حفاظت کی کہ میری وجہ سے اُن پہ کوئی آفت نہ آئے وہ میرے بعد بھی جہاں رہیں محفوظ ہاتھوں میں رہیں۔" نوجوان کے انداز میں جہاں بھر کا دُکھ آسمایا تھا جِسے جان کر فقیر نے اور کچھ بھی پوچھنا چاہا مگر نوجوان نے واپس اپنے پرانے خول میں آتے اسے جھڑک دیا۔ جس پہ فقیر اپنی سی شکل بناتا چلتا بنا۔

فقیر کو بھیج کر نوجوان نے جگہ بدلی۔ ایک ہی جگہ ٹھہرنا اس کے لئے صحیح نہ تھا۔ اب وہ پہلی جگہ سے ہٹ کر تھوڑا دور جا کے کھڑا ہو چکا تھا۔ جو دور ضرور تھا مگر مطلوبہ مقام یہاں سے بھی صاف نظر آتا تھا۔

وہ درخت کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا جب کسی نے درخت کے پیچھے سے بازو نکال کر ایک کپڑا اس کے منہ پہ زور سے دُبایا۔ اس نے وار کرنا چاہا مگر ایک تو ابھی وہ اتنا ٹرینڈ نہ تھا دوسرا مقابل کافی مضبوط بھی ثابت ہوا تھا۔ مقابل نے ایک ہاتھ سے اسے جکڑے دوسرے سے اس کی گردن اور چہرے کے درمیانی حصے میں اپنی انگلیوں سے وزن بڑھایا۔ اگلے ہی لمحے وہ اپنا وجود ڈھیلا چھوڑ کر نیچے گرتا چلا گیا۔ بند ہوتی آنکھوں سے اس نے جو چہرا دیکھا تھا وہ اسی فقیر کا تھا۔ جو اب اس پہ جُھکا کچھ کہہ رہا تھا۔ مگر کیا کہہ رہا تھا یہ وہ سمجھ نہ سکا۔ اب اس کی آنکھوں کے سامنے مکمل اندھیرا چھا چکا تھا۔

"لوگ کیسے دوسروں کے گھر اُجاڑ کر اپنے گھر محفوظ رکھنے کی دعائیں کر سکتے ہیں۔ کیا وہ جانتے نہیں دنیا مکافاتِ عمل پہ قائم ہے۔"

بے ہوش پڑے شخص کی اندرونی جیب سے موبائل نکالتے فقیر زیر لب بڑبڑایا۔

پورا موبائل چیک کرنے کے بعد اس نے ایک میسج ٹائپ کیا اور کال لاگ کے آخری نمبر پہ سینڈ کر دیا۔ کھڑے ہوتے ہوئے اس نے اپنے مٹی لگے ہاتھ جھاڑے اور خود سے بولا۔

"Now it's time to give you surprise Mr. Shah."

سیدھا ہوتے اس نے اپنے چہرے سے نقلی سفید دھاڑی اتاری اور قصر کے باہر لگے کیمرے کی جانب دیکھ کر دو انگلیوں سے وکٹری کا نشان بنایا۔

بیڈ پہ بیٹھی حور عین کا منہ کھلا تھا اُس نے حیرانگی سے سکرین کو دیکھا۔ کیا یہ وکٹری کا نشان اِسے دکھایا گیا تھا۔

"دو نمبر فقیر کہیں کا۔"

اب وہ اپنی توجہ واپس سکرین پہ نظر آتے دو نمبر فقیر پہ کر چکی تھی۔

اس کے لگائے ہوئے کیمرا ز ضائع نہ گئے تھے۔ اس مشکوک شخص کو دیکھتے ساتھ وہ مطلوبہ کیمرے کا خاکہ فُل سکرین پہ کر چکی تھی۔ فقیر کو اس شخص کو پکڑتا دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی یہ اسی کا بھیجا گیا بندہ ہو گا۔ مگر یہ وہی ہو گا اس کا حور عین نے خواب وخیال میں بھی نہ سوچا تھا۔

"یہ شخص سر سے لے کر پاؤں تک پورا ہی دو نمبر ہے۔"

بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ ساتھ ہی اس کے موبائل پہ بپ بجی۔

موبائل پہ دو نمبر پھنے خان لکھا جگمگایا تھا۔

اس نے سکرین پہ نظر آتے فقیر کو موبائل پہ کچھ ٹائپ کرتے دیکھا۔ جو اب گاڑی میں بیٹھ رہا تھا مگر انگلیاں موبائل پہ ٹِک ٹِک کرنا نہ رُکیں تھیں۔

"آپ کا کام ہو چکا ہے مادام' وہ بھی مکمل ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ۔ میرا نہیں خیال اب کوئی بھی مشکوک شخص آپ کو اپنے گھر کے ارد گرد نظر آئے گا۔ اور اگر آیا تو آپ جانتی ہی ہیں کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔"

اس نے ریپلائی میں سادہ سا تھینک یو ٹائپ کیا اور بھیج دیا۔

"ویسے آپ کے پاپا کی طرف سے کی گئی سکیورٹی نے مجھے خاصا متاثر کیا ہے۔ اور اب اگر میں آپ کا اتنا بڑا کام بقول آپ کے ایک دو نمبر پولیس والا ہونے کے باوجود کسی فیس اور وصولی کے بغیر ہی کر چکا ہوں تو اب اتنا تو حق میرا بھی بنتا ہے کہ ایک چھوٹا سا کام آپ سے بھی نکلوا سکوں۔"

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

اب کی بار اس نے کوئی جواب دیئے بغیر اگلے میسج کا انتظار کیا اور اس کی اُمید پہ پورا اترتے ہوئے وہ دوسرا میسج بھی کر چکا تھا۔

جس میں ایک مخصوص مدتِ وقت اور اس کے ساتھ ایک سطر تھی۔

"مجھے یقین ہے کل تک اس ٹائم ڈیوریشن کی تمام ویڈیوز کلپز آپ کے گھر کے اگلے پچھلے تمام کیمروں کے ریکارڈ میں سے مِٹ چکی ہوں گی۔"

"کیا مطلب؟۔۔۔ حور جان کہ بھی انجان بنی۔

"مطلب یہ کہ میری سادگی دیکھیں میں کیا چاہتا ہوں، بغیر وصولی کے بس اتنا سا کام چاہتا ہوں۔"

میسج پڑھ کر حور کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی تھی۔ وہ مسکراہٹ دباتے میسج ٹائپ کرنے لگی۔

"اور اگر یہ اتنا سا کام نہ ہو سکا تو۔"

"آپ مجھے بہت لائٹ لے رہی ہیں مس فاروقی' ابھی آپ جانتی نہیں ہیں کہ عبدل ہادی کس بلا کا نام ہے۔"

حور عین نے کونسا اُدھار رکھنا سیکھا تھا فوراً جواب بھیجا۔

"اچھے سے جان چکی ہوں، یہ ایک نہایت ہی دو نمبر بلا کا نام ہے۔"

حور عین کا جواب پڑھ کر اس کے چہرے پہ مخصوص مسکراہٹ آئی جسے گاڑی چلاتے حیدر نے حیرانی سے دیکھا اور پھر ساری توجہ واپس سامنے سڑک پہ ڈال دی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے کل صبح تک اس بندے کی۔" اس نے موبائل جیب میں ڈالتے پچھلی سیٹ پہ بے ہوش پڑے نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔

"تمام معلومات بمع اس کے اہل و عیال، اپنے میز پہ چاہیئے ہیں، اور یاد رہے مکمل معلومات نہ کہ پچھلی بار کی طرح ادھوری۔"

"یس سر۔۔۔" ہادی کا مطلب سمجھتے حیدر نے تابعداری سے ہاں میں سر ہلایا۔

☆☆☆

وہ پریشانی کے عالم میں پورے کمرے میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ ہر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے سامنے نظریں جھکائے کھڑے اپنے بندوں میں سے ایک سے پوچھتا۔

"کہاں رہ گیا ہے وہ حرام خور ابھی تک فون کیوں نہ آیا اس کا؟۔۔۔"

وہ غصے سے غرایا۔

اتنے میں سامنے کھڑے آدمی کا موبائل بجا تھا جو اگلے ہی لمحے وہ اس کے ہاتھ سے چھینا جا چکا تھا۔

"فوراً بکو کیا معلومات ملی ہیں۔" وہ فون پہ چیخا۔"

مگر دوسری جانب سے ملنے والی خبر نے اسے مزید جھنجھلانے پہ مجبور کیا تھا۔

"اس بات کے سچے ہونے کا کیا ثبوت ہے تمہارے پاس، مجھے مفروضے نہیں ثبوت چاہیئے ہیں۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مقابل کی بات سن کر اس نے فون بند کیا اور بے صبری سے اُس کے میسج کا انتظار کرنے لگا۔ جیسے ہی میسج کی ٹون بجی، اس نے جلدی سے اُسے کھول کر ثبوت دیکھنا چاہا۔

اب معلومات کے سچے ہونے میں کوئی شک نہ رہا تھا۔ اس نے ڈھیلا پڑتے تصویر کو غور سے دیکھا۔ جس میں واضح طور پہ تین قبریں نظر آ رہی تھیں۔ درمیانی قبر پہ اس کی نظر سب سے پہلے گئی تھی جو نئی نئی ہی بنی لگتی تھی۔ اور اِسی کی تھی۔

"اب میں شیخ کو کیا جواب دوں گا۔"

وہ قبر پہ لگی تختی دیکھ کر بولا۔ جس پہ بڑے بڑے حروف میں حور عین فاروقی ولد تیمور فاروقی لکھا تھا ساتھ ہی اس کے نیچے جلی حروف میں تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات درج تھی۔ تاریخِ وفات بلڈنگ میں لگنے والی آگ سے اگلے دن کی تھی۔ اس کا بندہ ہسپتال سے بھی اس کی موت کی تصدیق کر چکا تھا۔

اس کا سارا پیسہ ضائع ہو چکا تھا۔ وہ مسلسل شکست کی زد میں تھا۔ یہ دوسری لڑکی تھی جو شیخ کو پسند آئی تھی اور وہ اس کے ساتھ کام کرنے پہ راضی ہوا تھا اور یہ دوسری لڑکی بھی اس کے ہاتھ آنے پہلے ہی ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔ اس بار ملنے والی شکست نے اسے کسی قابل نہ چھوڑا تھا۔ پہلے ہی وہ اپنے ذہنی سکون کے ہاتھوں پریشان تھا۔ اس کو دن بدن اپنی دماغی حالت بگڑتی محسوس ہوتی تھی۔ اوپر سے بزنس میں ملنے والے مسلسل خسارہ۔۔۔ اپنے درد سے پھٹتے ہوئے سر کو نظر انداز کرتے اس نے ایک آخری نظر تصویر پہ ڈالی اور پھر یہ آخری نظر ہٹ نہ سکی۔

ساتھ والی قبر پہ لکھا گیا نام اس کو دہلا دینے کے لئے کافی تھا۔ اسے لگا کہ اب وہ صرف نیند میں ہی نہیں بلکہ ہوش میں بھی وہی خواب دیکھنے لگا ہے۔ اس نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر کے دوبارہ کھولیں۔

نہیں یہ وہی نام تھا۔۔۔ یہ تاریخ۔۔۔ یہ تاریخ بھی وہی تھی۔ یہ تاریخ وہ کیسے بھول سکتا تھا۔ کوئی اپنی فتح کی تاریخ بھی بھولتا ہے بھلا لیکن شاید جب فتح آپ کے دروازے کی لونڈی بن جائے تو بھول بھی جاتا ہے مگر دراب شاہ نہیں بھولا تھا یا شاید بھولنے دیا ہی نہیں گیا تھا۔ اس کے خوابوں میں آتا وہ پُر نور چہرہ اسے کچھ بھولنے نہ دیتا تھا۔ اس نام کے ساتھ اسے اور بھی نام یاد آئے تھے اس نے اپنی بگڑتی حالت اور کانپتے ہاتھوں سے دوسری قبر کو زوم کر کے دیکھا جس پہ لکھا گیا نام احمد فاروقی ہی تھا۔ اسے اور بھی بہت سے چہرے اور نام یاد آئے تھے۔ جس میں سرِ فہرست نام زینت حسین اور فرحان افگن کا تھا۔ اس کے کانوں میں پھر سے وہی قہقے گونجے تھے۔ اس کے ہانپتے ہاتھوں سے موبائل نیچے گرا تھا۔ اس نے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ کر اُن آوازوں کو دبانے کی سعی کرنا چاہی' مگر وہ آوازیں رُکنے کے بجائے مزید بڑھتی چلے گئیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کا منظر بدلا تھا۔ وہ عورت جو کبھی اپاہج تھی۔ اس کے سامنے اپنی دونوں ٹانگوں پہ کھڑی آج بھی وہی کہہ رہی تھی جو ہمیشہ کہتی تھی۔

"تم جتنی مرضی کوشش کر لو، جہاں مرضی چھُپ جاؤ، لیکن یہ قرض تو تمہیں دنیا میں بھی سود سمیت ادا کرنے پڑے گا۔ تمہیں کچھ بھی چھُپانے سے کوئی فائدہ نہیں ملنا دراب شاہ' کائنات کا ایک اصول ہے۔ انسان جو بوتا ہے وہی پاتا ہے۔"

اس کی حالت مزید سے مزید خراب ہوتی چلے گئی تھی۔ اب اس کا وجود باقاعدہ طور پر لرزنے لگا تھا اور وہ اپنے کانوں پہ مضبوطی سے ہاتھ رکھے زور زور سے چیخ رہا تھا۔

"نہیں کوئی اُس تک نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں اس تک پہنچتی اس چیز کو تباہ کر دوں گا۔ کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"

پاس کھڑے اُس کے بندے اُسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے مگر اتنی ہمت کسی میں نہ تھی کہ آگے بڑھ کر کوئی اُسے پکڑتا۔

اس کی آوازیں سن کر ایک نوجوان جو کہ اس کا خصوصی آدمی تھا بھاگتے ہوئے کمرے میں آیا اور فوراً اپنی جیب میں موجود ڈبی میں سے ایک گولی نکال کر اس کے منہ میں رکھی۔ تھوڑی دیر میں ہی وہ اپنی پُرانی کیفیت میں واپس آنا شروع ہو چکا تھا۔

"سر آپ ٹھیک ہیں؟۔۔۔"

اس کا سر اپنی گود میں رکھے اس کے گال تھپتپاتے۔ اس لڑکے نے پوچھا۔

"ہوں۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔

"سنو۔" اُسی آدمی کے سہارے اپنے قیمتی صوفے پہ بیٹھتے وہ بولا۔

"آج کے بعد اس لڑکی کا ذکر کوئی نہیں کرے گا۔"

"مگر سر شیخ کر ساتھ ہونے والی ڈیل۔"

لڑکے نے پریشانی سے اسے یاد دلانا چاہا مگر اس نے وہیں روک دیا۔

"شیخ کو میں دیکھ لوں گا۔" وہ نکاہت بھری آواز میں بولا۔

لڑکے کو اپنے باس کا فیصلہ کچھ خاص پسند نہ آیا تھا مگر وہ کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

"ایک اور بات۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی سر؟۔۔۔"

"میری کل کی فلائٹ کنفرم کراؤ۔ مجھے برازیل جانا ہے۔ "

☆☆☆

"ہیلو جینٹل مین۔"

ہادی کی چہکتی آواز پہ بستر پہ چت لیٹے جبریل نے نظر اُٹھا کر ہادی کو دیکھا۔ اور کوئی بھی جواب دیئے بغیر آنکھیں موند کر اپنا بازو آنکھوں پہ رکھ لیا۔

"اوہیلو مسٹر بھگوڑے' میں تم سے مخاطب ہوں نہ کہ اس ہسپتال کی درودیوار سے۔"

ہادی نے پاس پڑا اسٹول سنبھالا اور سائڈ ٹیبل پہ پڑے فروٹس میں سے سیب اُٹھا کر ایسے ہی کھانے لگا۔

"سوری سر' مگر میرے خیال میں آپ کسی غلط کمرے میں تشریف لائے ہیں۔ اس کمرے میں کوئی یہودی یا عیسائی ایڈمٹ نہیں ہے۔"

ہادی اس کی بات کا مطلب اچھے سے سمجھ چکا تھا۔ اسی لئے مسکراہٹ دباتا پھر بولا۔

"چلو کوئی نہیں، ایک بھگوڑا تو ہے ہی ناں؟۔۔۔ تو ہم اُس سے ہی ہیلو ہائے کر لیتے ہیں۔"

اس کی بات پہ جبریل نے زچ ہو کر بازو اپنی آنکھوں سے ہٹایا۔

"تم اپنا یہ ہیل شوق سے اپنے پاس ہی رکھو، مجھے لینے کا کوئی شوق نہیں۔ جس کو دیکھو سر پہ آکر جہنم واصل کرنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہیل لو، ہیلو، ہائے، بائے۔" جبریل مُنہ ٹیرا کر کے بولا تو ہادی ہنس دیا۔

"اچھا۔۔۔ پھر تمہیں اور کیا لینے کا شوق ہے کیونکہ ہیون (جنت) والے تو تمہارے کرتوت ہیں نہیں۔" وہ سیب چباتے مزے سے بولا۔

"بی سیریس ہادی' بات نہ پلٹو، میں اپنے معصوم بھائی تمہارے حوالے کر کے گیا تھا کہ تم ان پہ نظر رکھو اور وہ میرے پیچھے سے بگڑ نہ جائیں۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے بجائے اس کی کہ آپ جناب اُن کو سمجھاتے تم نے تو خود ہی زیان کی گندی عادت ختیار کر لی ہے۔ دوسروں پہ سلامتی بھیجنے کے بجائے یہود و نصاریٰ کی طرح ہیلو، ہائے کہہ کر دوسروں کو جہنم واصل کرتے رہتے ہو دونوں۔"

"ہاں جیسے تمہارے بھائی تو دودھ پیتے چھُنے کاکے ہیں ناں' جو تمہارے پیچھے سے نشے جیسے ممنوعات پہ لگ جائیں گے۔"

"خبیث۔" زیر لب بربراتے اس نے ہادی کو غصے سے گھورا۔ ہادی اچھے سے جانتا تھا جبریل کو گوروں کی ماڈرن گریٹنگ سے کتنی چڑ ہے۔ اسی لئے جان بوجھ کر اس کے سامنے ایسے بولتا تھا۔

اپنا سیب ختم کر کے ہادی نے دونوں ہاتھ جھاڑتے بزرگانہ انداز میں جبریل کا ہاتھ تھاما اور زور سے دباتے گویا ہوا۔

"اسلام و علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ڈاکٹر صاحب' کیسے ہیں آپ؟۔۔۔" اب وہ شرارت سے بولا۔

جواب میں جبریل نے بھی اُسی شرارتی انداز میں مسکرا کر اسے جواب دیا۔

"وعلیکم السلام، اللہ کا بہت بہت کرم ہے ایس۔ پی صاحب۔"

"پھر دعائیں دیں اُس ڈاکٹر کو جس نے آپ کا بروقت علاج کیا۔"

شرارت سے کہتے ہادی نے ایک اور سیب اٹھایا اور اب کے بار اسے چھُری سے کاٹتے جبریل کے آگے کیا۔

"ویسے جب کوئی مسلمان آپ کو مکمل انداز میں سلام کرے تو آپ کا بھی فرض بنتا ہے مکمل جواب دیں۔ "

اس سے پہلے کہ جبریل کوئی جواب دیتا دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں؟۔۔۔"کمرے میں داخل ہوتے رضا نے پوچھا۔

"رضا صاحب آپ اندر آچکے ہیں۔"

رضا اس کی بات کو نظر انداز کرتا ہادی سے مخاطب ہوا۔

"یار ہادی' ایک بات تو بتاؤ۔"

اس کے انداز پہ ہادی نے اسے اچنبھے سے دیکھا

"ہاں پوچھو۔"

"یار تمہیں کچھ پتا ہے کہ اس کی دفعہ آنٹی نے کیا کیا کھایا تھا تاکہ میں گائنی کی سب ڈاکٹرز کو اس سب کی لسٹ دے دوں کہ ماؤں سے کہیں یہ چیزیں ہرگز نہ کھائیں ورنہ آپ کا بچہ بہت ہی لڑاکا پیدا ہو گا۔"

اس کی بات پہ ہادی کھُل کے ہنس دیا اور اس سے پہلے ہادی کچھ بولتا جبریل بول پڑا۔

"ہادی کو چھوڑو۔ میں خود بابا جان سے پوچھ کر وہ لسٹ تمہیں دوں گا اور وہ تم یاد سے سب گائنی ڈاکٹرز کو دینا اور کہنا، ماؤں سے کہیں یہ سب لازماً کھائیں پھر اُن کا بچہ ڈاکٹر جبریل کی طرح نہایت خوبصورت اور زہین پیدا ہو گا۔ "

"حق ہا۔۔۔ یہ مُنہ اور مصور کی دال۔۔۔"ہادی منہ بناتے بے ساختہ بولا۔

"قسم سے یار جبریل، رسی جل گئی مگر بل نہ گیا۔ تیری ہڈیاں تو ٹوٹ گئیں مگر اکڑ ابھی تک نہ ٹوٹی۔" رضا کی بات پہ جبریل نے ایک ہاتھ جس سے وہ موومنٹ کرتا تھا کالر تک لے جا کر فرضی کالر جھاڑے۔

"ویسے جبریل میں نے تمہیں ایک اور بات کہنی تھی۔"

"ہاں تو کہو تمہید کیوں باندھ رہے ہو۔"

"یار تمہارا رویہ ڈاکٹرز کے ساتھ بہت سخت ہے، اس میں تھوڑی نرمی لے کر آؤ۔ آج کل کی نوجوان نسل زرا تحمل سے بات سنتی ہے۔ تھوڑا سا بھی اکڑ کے بات کرو تو وہ آگے سے زیادہ اکڑتے ہیں۔ اِن سے پیار سے کام لینا پڑتا ہے۔"

"اس بات کا اندازہ تو تمہاری اُن ڈاکٹر صاحبہ کو دیکھ کر بخوبی ہو ہی چکا ہے کہ یہاں کا سٹاف کیسا ہو گا۔ وہ محترمہ اتنی ڈانٹ کھانے کے باوجود دو دن سے لاپتہ ہیں۔ اتنا نہیں کیا کہ کم از کم اپنے پیشنٹ کی فون پہ ہی خیریت پوچھ لیں اور باقی تم فکر نہ کرو، ان نئے نئے بنے ڈاکٹروں کو تو میں اچھے سے سیدھا کر دوں گا۔ وائٹ کوٹ کیا پہن لیا اکڑتے ایسے ہیں جیسے پاکستان کے ٹاپ سرجنوں میں ان کا شمار ہوتا ہو۔"

" شرم کرو جبریل، اور اس دن ڈاکٹر شفاء کے ساتھ بھی تم زیادتی کر گئے تھے۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا اُن کو آئے، مگر بہت جلدی کافی کچھ سیکھ گئی ہیں، کافی قابل ہیں۔ اس دن تمہارا ٹریٹمنٹ بھی انہوں نے بخار میں ہی کیا تھا اور دو دن سے بھی اسی لئے غیر حاضر ہیں اور تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے تمہیں ڈیل کرتے ڈاکٹر کے ساتھ وہ مکمل رابطے میں ہیں۔ ہر تھوڑی دیر بعد تمہارے وائٹلز چیک کر کے نرس ان کو سینڈ کر دیتی ہے۔ اس لئے نئے سٹاف کو لے کر فضول کے مفروضے نہ پالو اور ان کے ساتھ پیار سے چلو۔"

"اچھا اچھا اب مزید لیکچر نہ جھاڑو۔" وہ کوفت زدہ ہوتے بولا۔

رضا ایک مہینے کی چُھٹی پہ جا رہا تھا۔ اس کا اللہ کے گھر سے بلاوا آیا تھا اور وہ اپنے بیوی بچوں سمیت اللہ کے گھر کی زیارت کے لئے عمرہ پہ جا رہا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اسے دو تین کام کرنے تھے جو جبریل کے ٹھیک ہونے پہ ہی ممکن تھے۔

ہادی نے کٹا ہوا سیب کا ٹکڑا جبریل کے آگے کیا۔

"سُنا تم نے رضا کیا کہہ رہا تھا۔۔۔ زرا پیار سے چلو اپنی ڈاکٹر کے ساتھ۔۔" ہادج مسکراہٹ دباتا بولا۔ تو جبریل نے اس کی بات نظر انداز کرتے بات بدلی۔

"ہادی جب تک تم مجھے بات بتا نہیں دیتے یقین جانو نہ تو تمہارے پیٹ کا درد کسی دوائی سے ٹھیک ہونا ہے اور نہ ہی تمہیں یہ سیب ہاجمولہ سے بھی ہضم ہونے والا ہے اس لئے بہتری یہی ہے کہ پھوٹو بات۔"

جبریل نے اس کی خاموشی پہ چوٹ کی۔

"یار جبریل تمہیں کیسے پتا چل جاتا ہے۔"

"کیونکہ محبت میں الہام نہ ہو تو فٹے منہ محبت کا۔" وہ سیب منہ میں ڈالتا ادا سے بولا۔

"مجھے لگتا ہے تم لندن صرف عشق و عاشقی کے ڈرامے دیکھنے ہی گئے تھے"

"اب ایسی بات بھی نہیں ہے اور اب بتا دو کیا بات ہے ورنہ تجسس سے میرا پیٹ بھی درد کرنا شروع کر دے گا۔"

"کچھ خاص نہیں بس امی نے میرے لئے لڑکیاں دیکھنی شروع کر دی ہیں۔"

اس نے جبریل کو پھر سے سیب کا ٹکڑا پکڑایا۔

جسے پکڑتے ہوئے وہ صرف ہوں ہی کر سکا۔

"تو تم نے اس عینک والی کا نہیں بتایا آنٹی کو؟۔۔۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟۔۔۔ تم محبت کرتے ہو اُس سے، تمہیں بتا دینا چاہیئے تھا۔ جہاں تک میں آنٹی کو جانتا ہوں وہ خوشی خوشی ہاں کر دیتیں۔"

جبریل کو اس کی ناپہ حیرت ہوئی۔

"کس نے کہا یہ محبت ہے؟۔۔۔ میں نظروں اور دل کی اس پسندیدگی کو محبت کا نام نہیں دے سکتا۔ ہاں میرا دل اُسے دیکھنے کی چاہ ضرور کرتا ہے مگر یہ محبت تو نہ ہوئی ناں۔ یہ ایٹریکشن بھی تو ہو سکتی ہے اور میں نہیں چاہتا میرے جزبات جان کر وہ میرے بارے میں کچھ غلط اخذ کرے۔ میں نے اب آ کر اُس کی آنکھوں میں اپنے لئے ایک یقین دیکھا ہے میں نہیں چاہتا وہ یقین ٹوٹے۔ اور پھر میں یہ بھی تو نہیں جانتا کہ میرے گھر والے اُس کے بارے میں سب جاننے کے بعد اُس کو قبول کریں گے یا نہیں کیونکہ اکثر ہم بچے اپنے والدین سے ضرورت سے زیادہ توقعات لگا لیتے ہیں یہ بھول کر کہ ہمارے والدین بھی اِسی معاشرے کا حصہ ہیں۔ پھر تم چاہے مجھے بُزدل کہو یا جو بھی، مگر نہ میں اپنی عزت کسی کی نظر میں گرتی دیکھ سکتا ہوں اور نہ ہی حور کی۔۔۔ ویسے بھی حور عین کی شخصیت مجھے پہلی نظر سے ہی بہت مشکوک لگتی ہے۔ میں جتنا اُسے کھوجنے کی کوشش کرتا ہوں اتنا ہی اُلجھتا چلا جاتا ہوں۔"

وہ ہار مان رہا تھا۔

"سچ سچ کیوں نہیں کہتے ہادی، تم نے کبھی اُسے کھوجنے کی کوشش ہی نہیں کی، تم ڈرتے ہو کہ پھر یہ پسندیدگی کہیں محبت میں ہی نہ بدل جائے؟۔۔۔"

جبریل بھی پھر اس کا دوست تھا۔ اس کی رگ رگ سے واقف۔

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں واقعی ڈرتا ہوں۔ کہیں انجانے میں محبت کر بیٹھا تو یہ میری ہونے والی بیوی کے ساتھ زیادتی ہوگی۔" جبریل کو ہادی کی بزدلی پہ غصہ آیا۔

"اور اگر وہ بیوی حور عین فاروقی ہی ہوئی تو؟۔۔۔ ہادی کوشش کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ویسے تم جیسے بہادر مرد سے مجھے اس حد تک بزدلی کی توقع نہ تھی۔"

"اور کوشش کے بعد اگر میں اس سے نظر ملانے کے قابل نہ رہا تو؟۔۔۔ اور پھر نہ ہی کبھی وہ مجھ سے کوئی مدد لے گی، نہ مجھ پہ اعتبار کرے گی۔ پھر وہ مجھے حقیقتاً کوئی دو نمبر ٹھرکی ہی سمجھے گی۔ تو پھر اس سے اچھا یہ نہیں کہ میں کوشش نہ کر کے بزدل ہی رہوں۔"

اس کی بات پہ جبریل خاموش ہوا تھا۔ وہ اس لڑکی کے غصے کا ایک مظاہرہ تو دیکھ ہی چکا تھا۔

"اچھا چھوڑو اِس بات کو تم، یہ بتاؤ تم دو دن سے مجھ سے ملنے کیوں نہیں آرہے تھے؟۔۔۔"

اس نے ماحول کو گھمبیر ہوتا دیکھ کر موضوع بدلا۔

"کچھ ضروری کام تھے جو نپٹانے تھے اور کچھ تمہاری یہ حالت کرنے والوں کو بھی ڈھونڈنا تھا۔"

اتنے میں دروازے پہ ایک بار پھر دستک ہوئی تھی مگر اس بار کوئی اندر نہ آیا۔

ہادی نے یس کہا تو شفاء نے اندر داخل ہوتے آہستگی سے سلام کیا۔

جبریل نے جواب دیتے ایک تفصیلی نگاہ اس کے سراپے پہ ڈالی۔ پہلے دن کی نسبت آج اسے وہ تھکی تھکی لگی تھی۔ ناک بھی زکام کی وجہ سے سُرخ تھا۔ اور آواز بھی بیٹھی بیٹھی سی تھی۔

" اب کیسی طبیعت ہے آپ کی مِس؟۔۔۔ڈاکٹر رضا بتا رہے تھے اپنی طبیعت کی وجہ سے آپ چُھٹی پہ تھیں۔"

ہادی نے خود ہی پوچھ کر جبریل کا کام آسان کیا۔"

"جی اب الحمد للہ بہتر ہے۔"

آگے بڑھ کر جبریل کے وائٹل چیک کرتے وہ پاس پڑی فائل میں موجود اس کی دو دن کی ڈیٹیلز پڑھنے لگی۔

اس تمام وقت میں ہادی کا سارا دھیان جبریل کی جانب تھا جس کا پورا دھیان شفاء کی جانب تھا۔ جبریل کے تاثرات جانچتے اُس نے ایسا سوال کیا تھا جس پہ شفاء پوری طرح بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی۔

"آپ کے ہسبینڈ کیسے ہیں اب ڈاکٹر شفاء۔"

"جی؟۔۔۔" شفاء نے چونک کر فائل سے نظر اٹھاتے ہادی کو دیکھا۔ اُسے لگا ضرور اُس سے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔

جہاں شفاء نے چونکی تھی وہیں جبریل نے بھی چونک کر ہادی کو دیکھا تھا' جو اِسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔ٹھیک ہیں وہ؟۔۔۔"

"ڈیٹس گُڈ! لیکن اب اگر کبھی آپ کو اُس سے کوئی مسئلہ ہو تو بنا کسی ہچکچاہٹ کہ آپ پولیس سے مدد لے سکتی ہیں۔ پھر ہم جانیں ہمارا کام جانے۔" شفاء حیران نظروں سے ہادی کو دیکھ رہی تھی اُس کی سمجھ سے باہر تھا وہ کیا اور کیوں کہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی جبریل بولا تھا۔

"ہادی کیوں پرائے مسئلوں میں ٹانگ اڑاتے رہتے ہو۔ اُن کا جو بھی مسئلہ ہوا، وہ خود ہی سلجھا لیں گے۔ تجھے کیا مسئلہ ہے اُن کے بچارے شوہر سے۔" جبریل شفاء کے کچھ بولنے سے پہلے ہی بولا۔

"بچارا؟۔۔۔ تجھے اِن کے شوہر پہ اتنا ترس کیوں آرہا ہے؟۔۔۔"

"مجھے کوئی ترس نہیں آرہا اور تم یہ اپنے تفتیشی کام اپنے تھانے تک ہی محدود رکھا کرو اور تم جاؤ اپنے تھانے ہی تمہیں لیٹ ہو رہی ہو گی۔" وہ زچ ہوتے بولا۔ وہ ہادی کی بات کا مطلب اچھے سے جان چکا تھا کہ یہ سنائی اِسی کو ہی کی گئی ہے۔

"جی نہیں میں آج کہیں جانے والا نہیں ہوں میں آج رات یہیں رکوں گا تمہارے پاس۔"

وہ صوفے سے اُٹھ کے سامنے پڑے صوفے پہ چوڑا ہو کر بیٹھا۔

اتنے میں شفاء کی زوردار چھینک نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ پہلی والی چھینک کی شرمندگی سے باہر آتی اسے پے در پے تین، چار چھینکیں اور آئیں تھیں۔ جس پہ اس نے شکر الحمد للہ کہتے اپنا رُخ واپس ان کی جانب کیا۔

"سوری وہ۔۔۔"

ابھی اس نے اتنا بولا ہی تھا کہ ایک اور چھینک آئی۔ چھینکوں کے زور کی وجہ سے اس کا دوپٹہ سر سے ڈھلکا تھا۔ کچھ آوارہ لٹیں کیچر کی زد سے آزاد ہوئی تھیں۔ جبریل نے پہلی بار اتنے غور سے دیکھا تھا۔ ہلکے پھلکے میک اپ میں آدھے

بالوں کو کیچ کئے وہ اِس کے سامنے کھڑی تھی۔ جس کو اپنی نظروں سے دور کرنے کے لئے وہ سات سمندر پار گیا تھا آج وہ اس سے سات قدم بھی دور نہ تھی۔ زمان مصطفیٰ صحیح کہتے تھے وہ واقعی حسِین تھی، اور دیہاتن تو دور تک نہ لگتی تھی۔ اس کو اپنے الفاظ یاد آئے تھے۔ وہ غلط شخصیت کے لئے غلط الفاظ استعمال کر گیا تھا۔ اُسے افسوس ہوا۔ دل میں دبی بے وفائی کا خوف باہر آ ابھرا تھا جسے تھپکی دے کر جبریل نے پھر سلا دیا۔ اُسے شایان کی کہی ہوئی باتیں یاد تھی۔ یہ عورت تو وفا کی مثال تھی پھر اگر کوئی بے وفا ٹھہرتا تھا تو وہ جبریل مصطفیٰ ہی تھا۔ شفاء کے سوری کہنے پہ وہ ایک دم متوجہ ہوا۔

"اٹس اوکے، لیکن اگر ایسے ہی آپ دوسرے مریضوں کے منہ پہ جا کر بھی چھینکتی رہیں تو اپنی بیماری کے ساتھ ساتھ آپ کی بیماری بھی پکڑنے میں انہیں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ "

"ویٹ ویٹ، کیا مطلب آپ کا؟۔۔۔ میں کب کسی پہ چھینکی؟۔۔۔"

شفاء کو اس کا نکتا چینی کرتا انداز حد سے زیادہ سلگا تھا۔

"کیا آپ ابھی اس کمرے میں نہیں چھینکیں؟۔۔۔"

"کیوں باہر کے ملک میں لوگ کیا چھینکنے کے لئے بھی ریسٹ روم استعمال کرتے ہیں۔"

وہ چبا چبا کر بولی تھی۔ دوسری جانب جبریل اس کا انداز دیکھ کر رہ گیا۔

" اگر آپ ایک ڈاکٹر ہوتے ہوئے بھی نہیں جانتے تو آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے چھینک کو روکنا بھی انسان کے لئے مُضرِ صحت ہے۔ چھینک بھی اللہ کی بہت سی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ چھینک کے زریعے سے انسانی جسم میں موجود بے شمار بیماریاں جنم لینے سے پہلے ہی باہر نکل جاتی ہیں۔ اسی لئے چھینک کے وقت چہرہ ایک طرف کرتے

منہ پہ کپڑا رکھ لینا چاہیئے جیسے کہ میں نے کیا تھا۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا ٹشو جبریل کے سامنے کیا اور پھر پاس پڑی ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔

شفاء نے اس کو لاجواب کیا تھا۔ جب کوئی جواب نہ بنا تو جبریل نے پینترا بدلا وہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا۔

"میں ہسپتال سے ڈسچارج کب ہو رہا ہوں۔ یہاں لیٹ لیٹ کر تھک چکا ہوں اب۔"

اس کی توقعات پہ پورا اترتے شفاء کے تاثرات لمحے کے لئے بدلے تھے مگر جلد ہی وہ خود کو سنبھال گئی۔ اس نے نظر اُٹھا کر ہادی کی طرف دیکھا۔ جس نے اسے نظروں ہی نظروں میں تسلی دی۔ یہ وہ بات تھی جس پہ بات کرنے کا سوچنے سے بھی سے وہ بھاگتی تھی کہ اس کے ڈسچارج ہونے کے بعد جب اُسے شفاء اور اپنے رشتے کا پتا چلے گا تو اس کا رد عمل کیسا ہو گا۔

"اب بولیں بھی، کب تک کریں گے مجھے ڈسچارج؟۔۔۔" جبریل جاننے کے لئے بضد ہوا تھا۔ ہادی نے اِسے غور سے دیکھا۔

"ڈاکٹرز کو بھی مریض کو ہسپتال میں رکھنے کا شوق نہیں ہوتا سر۔ اور مجھے لگتا ہے اب آپ کافی سے زیادہ ٹھیک ہو چکے ہیں اس لئے اب آپ کو گھر چلے ہی جانا چاہیئے۔"

اِس کے بَعد وہ رکی نہیں تھی تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"یا اللہ۔۔۔" اس نے گہرا سانس بھرا۔ نجانے کہاں سے آئی تھی اس میں اتنی ہمت، کیسے وہ اِسے کھڑے کھڑے جواب دے آئی تھی۔ اور نجانے حقیقت جان کر وہ اس کے ساتھ کیا کرے گا۔

☆☆☆

اِس نے تمام فوٹیج چیک کیں۔تِین فوٹیجز ایسی تھیں۔ جس میں فقیر دیکھا جا سکتا تھا۔

فاطمہ کی آواز پہ وہ باہر آئی۔ وہ اسے ناشتے کے لئے بلا رہی تھی۔

"کہیں جا رہی ہو حور؟۔۔۔" اسے تیار دیکھ کر وہ پوچھے بغیر نی رہ سکی۔

"این۔جی۔او۔۔۔زینت آپا کی کال آئی تھی انہیں کوئی ضروری کام تھا۔"

اِسے باہر بھیجتے فاطمہ کے دِل کو کچھ ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے بیٹا جاؤ، مگر دھیان سے آیت الکرسی پڑھ کر نکلنا۔ اللہ تمہیں اپنے حفظ و ایمان میں رکھے۔"

فاطمہ کی پریشانی کو دیکھ کر حور کے چہرے پہ نرم سی مسکراہٹ آئی۔

"ماما آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں۔ سب صحیح ہے اور وہ صرف ایک ایکسڈینٹ ہی تو تھا۔ آپ کو اللہ پہ یقین رکھنا چاہیئے۔ جب اس کے ایمان میں اپنی اولاد کو گھر سے باہر بھیج رہی ہیں تو یقین رکھیں وہ اِسے کے اِمان میں واپس بھی آئے گی۔ اس دن آپ نے مجھے لڑ کر بھیجا تھا ناں، بس اِسی لئے واپس بھی ایسے ہی آئی تھی۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے فاطمہ کو چھیڑا۔

"اچھا ناں بس کرو، اب اور کتنا شرمندہ کرو گی؟۔۔۔"

اس بات پہ حور عین نے ہنستے ہوئے فاطمہ کو خود سے لگایا۔

"حور مجھے تم سے کچھ کہنا تھا۔"

انہوں نے حور کو اپنے سامنے کیا۔

"آپ حکم کریں ماما، آپ کو اِجازَت لینے کی کیا ضرورت ہے۔"

اس نے کلائی میں پہنی گھڑی کا ٹائم درست کرتے ناشتے کی پلیٹ آگے کرتے کہا۔

"آج ایک فیملی نے آنا ہے کوشش کرنا جلدی آجانا۔"

حور کا ہاتھ وہیں ٹھہر گیا، چہرے پہ ایک دم تناؤ سا چھا گیا۔ مگر وہ خود کو سنبھال گئی۔

"آج پھر؟۔۔۔" یہ سلسلہ حمزہ سے مگنی ٹوٹنے کے بعد سے جاری تھا اور اب وہ اس سے تنگ آچکی تھی مگر اظہار نہ کر سکتی تھی۔

"حور عین رشتے والی کہہ رہی تھی لوگ اچھے ہیں سادہ سے ہیں عزت کرنے والے ہیں۔ لڑکا بھی اچھا ہے پڑھا لکھا ہے اور وہ تمہاری تصویر بھی دیکھ چکے ہیں اب بس تم سے ایک دفعہ ملنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں جلدی آجاؤں گی۔ لیکن آپ اُن کو میرے بارے میں سب بتا چکے ہیں ناں؟۔۔۔"

وہ بمشکل حلق سے نوالہ اتارتے بولی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جب آئیں گے تو بتادوں گی حور۔"

"ہوں۔" وہ بمشکل اتنا ہی کہہ سکی۔

وہ جب سے گھر بیٹھی تھی مسلسل اِس رشتہ پَریڈ کا حصہ بنی ہوئی تھی۔ کبھی کوئی فیملی آتی تو کبھی کوئی فیملی۔۔۔ مگر کسی بھی جگہ بات نہ بنتی تھی۔ ہر ایک کے پاس ایک سے ایک بہانہ ہوتا تھا اغوا شدہ لڑکی کو ریجکٹ کرنے کا۔ وہ اِس

تھوڑے سے عرصے میں اتنا ریجکٹ ہوئی تھی کہ اب اس کے لئے ریجکٹ ہونا ایک عام سی بات بن چکی تھی۔ آج ایسے ایسے لوگ اِسے ریجکٹ کرتے تھے کہ اگر عام حالات ہوتے تو وہ خود ایسوں کو ریجکٹ کرتی مگر اپنے باپ کی طبیعت دیکھتے ہوئے وہ چُپ رہتی تھی۔ پھر یہ وقت تو ہر لڑکی پہ ہی آتا ہے، کون امیر تو کون غریب۔۔۔ انداز بدل کر سب پر ہی آتا ہے۔ یہ وقت اس پہ بھی آیا تھا۔ جس نے اکثر لڑکیوں کی طرح اِس کا بھی غرور توڑ کر پاش پاش کر ڈالا تھا۔ آہ یہ وقت بھی ناں۔۔۔ یہ وقت بھی بہت عجیب شے ہے انسان کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے۔ کیسے عرش سے فرش پہ لا پھینکتا ہے انسان کو پتا بھی نہیں چلنے دیتا۔ حور عین فاروقی کو آج پھِر اپنے آپ کو تیار کرنا تھا ان لوگوں کے لئے جو آج پھِر اِس امیدوں کے دھاگوں کو توڑنے آنے والے تھے۔

حور عین فاروقی اپنے والدین کی پریشانی جانتی تھی مگر یہ کوئی نہ جانتا تھا کہ اِس سارے عرصے میں حور عین تیمور فاروقی پہ کیا گزرتی تھی۔ روز جب غیروں کے سامنے اپنے آپ کو سجا کر پیش کرنا پڑتا تو وہ مضبوط لڑکی بھی ٹوٹ جاتی تھی لوگوں کی نظروں کو سہہ سہہ کر، اُن کے سوالوں کے جواب دے دے کر وہ بھی پتھر بن جاتی تھی لیکن پھر بھی اسے ہر دفعہ اس پتھر میں جان ڈالنی پڑتی تھی پھِر نئے سِرے سے پتھر بننے کے لئے۔۔۔

اب اگر کوئی اسے خوبصورت کہتا تھا تو اسے ہنسی آتی تھی۔ نہیں، وہ خوبصورت تو نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو روز روز اپنے ماں باپ کو اپنے لئے پریشان ہوتے نا دیکھتی۔ کہتے ہیں پیسہ اور خوبصورتی سب کو ہی بھاتے ہیں۔ مگر یہاں ایسا نہیں تھا یہاں پیسہ تو بھا جاتا تھا مگر خوبصورتی نہیں۔۔۔ شاید یہاں خوبصورتی میں لگا داغ کچھ زیادہ ہی نمایاں تھا۔

☆☆☆

"پڑ گئی ٹھنڈ؟۔۔۔"

شفاء کے کمرے سے نکلتے ہی ہادی ہنستے ہوئے جبریل سے مخاطب ہوا۔

"کیوں میں نے کیا کیا ہے؟۔۔۔"

"اِسے چھوڑ یہ بتا تجھے اُس لیڈی ڈاکٹر کو ڈیلے پھاڑ پھاڑ کے گھورتے زرا شرم نہیں آئی۔" اس نے جبریل کو شرمندہ کرنا چاہا۔

"نا۔۔۔ اپنی ہی بیوی کو دیکھنے میں کیسی شرم۔۔۔"

"کون سی بیوی کہاں کی بیوی؟ مسٹر جبریل؟۔۔۔"

ہادی غصے سے بولتا جبریل کے پاس آیا۔

"جب بیوی کو تنہا چھوڑ کر گئے تھے' اس وقت نہیں یاد تھا کہ ایک نظر بیوی کو دیکھ لینا چاہیے۔ اُسے حوصلہ دے دینا چاہیے، اُسے اپنے ہونے کا احساس دے دینا چاہیئے۔ اُسے اس چیز کا اطمینان بخش دینا چاہیئے کہ وہ زندگی کے سفر میں تنہا نہیں ہے تم اُس کے ساتھ ہو۔ نہیں اُس وقت کچھ یاد نہیں تھا یاد تھا تو صرف یہ کہ تمہاری انا کو ضرب لگائی گئی ہے تمہارے ساتھ زبردستی کی گئی ہے۔۔۔ اور اب۔۔۔ اب تم نے اُسے دیکھ لیا ہے دیکھ لیا تو کیا دل قابو نہیں آرہا یا شوہروں والا استحقاق یاد آگیا ہے۔"

" بی ہیو ہادی' آہستہ بولو۔ کچھ شرم کرو یہ ہاسپٹل ہے تمہارا تھانہ نہیں۔ یہ تھانے داروں والے انداز ایٹ لیسٹ میرے سامنے مت جھاڑو۔

وہ دروازے کی جانب دیکھتے بولا مبادا کوئی سن ہی نہ لے۔

"یو نو واٹ جبریل مصطفیٰ' آپ واقعی ہیل ڈیزرو کرتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ تمہاری بیوی ہے تم اس کے ساتھ ایسے پیش آرہے ہو جیسے لوگ غیروں کے ساتھ آتے ہیں۔"

"تو میں کیا کروں غلطی پہ ڈانٹنے کے بجائے سر پہ بٹھالوں؟۔۔۔"

اِس کی بات پہ ہادی کو مزید غصہ آیا۔

"زرا بھی شرمندگی ہے تمہیں جبریل، تم اُن چھوٹی چھوٹی غلطیوں کی بات کر رہے ہو جو بھابھی سے انجانے میں ہوئیں اور اُن غلطیوں کا کیا جو تم نے جان بوجھ کر کیں؟۔۔۔ تمہاری وجہ سے یہ عورت دَر دَر کی ٹھوکریں کھانے پہ مجبور ہوئی تھی، مت بھولو کہ تم نے اُسے عین نکاح کے دن شادی کے تحفے میں رسوائی پیک کر کے دی تھی، مت بھولو کہ تم نے اُسے اس حالت میں اپنایا تھا جب وہ اپنے اکلوتے بھائی کے مرنے کا سوگ منا رہی تھی۔ اور اس حالت میں تنہا و بے آسرا چھوڑ کر گئے تھے جب اس کا واحد خونی رشتہ اس کا سرپرت بھی اُسے تم جیسے بھگوڑے کے حوالے کر کے اس دنیا سے بچھڑ گیا تھا۔ جو اُسے اُس بے رحم دُنیا کے حوالے کر کے اپنا مستقبل سنوارنے گیا تھا جو دنیا پہلے ہی اُسے نوچ کھانے کے انتظار میں تھی اور مت بھولو کے یہ وہی دیہاتن شفا ہے، جس کو تم نے اپنے گلے کا طوق کہہ کر انکار کیا تھا اور جانتے ہو آج تم اُسی گلے کے طوق کی وجہ سے ہم سب کے سامنے اپنی گندی اکڑ میں موجود ہو۔" وہ تیز تیز بولتے تھوڑا اٹھنڈا پڑا۔

"اور جانتے ہو جبریل یہ تمہارے گلے کا وہی طوق ہے جو تمہاری تمام تر بے اعتنائیوں کے باوجود تمہیں خون میں لت پت دیکھ کر اپنے ہوش کھو چکی تھی۔ تم اگر سمجھتے ہو جبریل مصطفیٰ کہ ہر ماہ اُسے پیسے بھیج کر اپنے آپ کو بری الذمہ کر چکے ہو تو تم غلط ہو۔ سب جانتے ہیں کہ وہ تم اُسے پیسے نہیں بھیجتے بلکہ اُس کا ایسا امتحان لیتے ہو جس سے وہ خود تک واقف نہیں۔" جبریل ہادی کے الفاظ پہ شرمندہ ہوا۔

"تمہیں کیا لگا تھا ہم خوش ہو کر یہ سمجھیں گے کہ تمہیں اپنی زمہ داری کا احساس ہے۔ نہیں جبریل مصطفیٰ تمہیں غلط لگا تھا۔ ہم سب تمہاری گندی خصلت سے اچھے سے واقف ہیں۔ تم نے شفاء بھابھی کو مثال کی جگہ پہ رکھ کر پیسہ دکھا کر جج کیا مگر افسوس کہ تم بُری طرح ناکامیاب ٹھہرے۔"

ہادی نے اُسے غلطی کا احساس دلاتے، اُس کے ضمیر کو جھنجوڑ کر جگانے میں کوئی کثر نہ چھوڑی تھی مگر وہ نہیں جانتا تھا یہ ضمیر تو کب کا جاگ چکا تھا اب اگر کچھ باقی بچا تھا تو صرف انا کا بت تھا۔ اور وہ بھی ہادی ابھی اپنے الفاظ سے پاش پاش کر چکا تھا وہ خاموش ہوا تو جبریل بولا۔

" خاموش کیوں ہو گئے ہو ہادی، کچھ رہ گیا ہے تو وہ بھی بول دو مجھے بُرا نہیں لگے گا۔"

"تمہیں لگنا چاہیئے بھی نہیں ہے جبریل۔۔۔ جانتے ہو تمہیں ایک دم یوں خون میں لت پت دیکھا کر ہم بوکھلا گئے تھے مگر پھر جب ہم بھابھی کو دیکھتے تو ہمیں ایسا لگتا ہمارے سامنے کوئی انسان نہیں کوئی اور ہی مخلوق کھڑی ہو۔ اتنے تیز بخار میں تپنے کے باوجود بھی انہیں احساس تھا تو صرف تمھارا۔ تمہارے لئے انہیں اپنی نوکری تک کی پروانہ تھی۔ تم خوش قسمت ہو جو ایسی بیوی ملی۔ اگر تم وفا کی جیتی جاگتی مثال دیکھنا چاہتے ہو تو اپنی بیوی کو دیکھو جو ایک امیر و کبیر خاندان کی بیٹی اور کروڑوں کی تنہا وارث، ایک خوبصورت، پڑھی لکھی اور بہت قابل ڈاکٹر ہے مگر پھر بھی کتنے عرصے سے اپنے اُس شوہر کے گھر کو سنبھال رہی ہے جس نے اُسے ایک نظر دیکھنا تک گوارا نہ کیا۔ میں جب پہلی دفعہ اُن سے ملا تھا اس وقت تو وہ اپنی شخصیت کو ہی مار چکی تھیں۔ یہ تو انکل اور تمہارے بھائیوں کا کمال ہے جو ان میں اِس قدر اعتماد آیا ورنہ شاید اتنے بڑے دکھوں سے گزرنے کے بعد وہ زندہ ہی نہ رہتی۔ اور تم کس حیثیت سے آج اپنے آپ کو اُس کا شوہر کہتے ہو، تم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کون سی اصل وجوہات تھیں جن کی بناء پہ انکل نے تمہاری ترجیحات کو جانتے ہوئے بھی تمہیں نکاح کے لئے زبردستی راضی کرتا۔

جبریل چونکا تھا۔

"کبھی سوچا ہے جبریل' اللہ نہ کرے لیکن اگر تم سے تمہارے والدین اور بھائی سب رشتے چھن لئے جائیں اور جو ایک بیوی کا رشتہ ہو وہ بھی تمہیں چھوڑ کر اپنا مستقبل سنوارنے باہر چلی جائے تو تم پہ کیا گزرے گی؟۔۔۔اگر غور سے دیکھا جائے، تو تم میں اور مثال میں زیادہ فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ ایک عورت اور تم ایک مرد ہو۔ تم نے صرف یاور کی موت کو اتنا قریب سے دیکھا تھا اور تمہاری بیوی نے اپنے سب رشتوں کی میتوں کو ایسے ہی سامنے پڑا دیکھا ہے۔ تم آج تک یاور کے قاتل کو معاف نہیں کر سکے ڈھونڈتے پھرتے ہو اسے بس کہیں سے مل جائے مگر اُس کے کئے کی سزا اپنی بیوی کو دیتے ہو۔۔۔ حقیقت میں تو تم اتنے کمزور ہو کہ کسی اور کے کئے کی سزا اپنی بیوی کو دے رہے ہو مگر جانتے ہو یہ جو تمھاری بیوی ہے ناں بہت مضبوط ہے، سارے رشتے کھو چکی ہے اور جو ایک نام کا رشتہ ہے ناں، اس نے بھی کبھی اپنی ہستی کا مان نہیں بخشا مگر پھر بھی وہ مضبوط ہے۔ اپنے بھائی کو انصاف دلانے کے لئے لڑ بھی رہی ہے اور اپنے آپ کو مضبوط چٹان بنا کر سب کے سامنے کھڑی بھی ہے۔ مگر تمہاری بیوی کتنی کمزور ہے اس کا اندازہ تمہارے بے ہوش وجود کو سامنے دیکھ کے بخوبی لگ گیا تھا۔ کوئی بہت زیادہ نازک حالت نہیں تھی تمہاری۔ میں لوگوں کو روز اِس سے زیادہ بری حالت میں دیکھتا ہوں مگر جانتے ہو وہ لڑکی ایسے رو رو کر تمہارے لئے دعا کر رہی تھی سب سے لڑ رہی تھی۔ جیسے تمہارے نام کا بھی سہارا اس سے چھوٹنے لگا ہو۔ اِسے کہتے ہیں وفا کی مثال جبریل مصطفیٰ' جو تمہارے پیچھے سے بھی تمہارے تمام رشتوں اور گھر کو عزت کے ساتھ سمیت کر بیٹھی ہے۔ وہ رشتے اس کے کچھ نہیں لگتے یہ سب صرف تمہارے ہی نام سے جڑے رہنے کی عنایتیں ہیں۔"

ہادی کی باتیں سیدھا جبریل کے دِل میں لگ رہی تھیں۔

ہادی کو غصہ آیا تھا جبریل کی ہڈ دھرمی پہ وہ اِس سے زیادہ اپنے دوست کو غلطیاں کرتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

بول بول کے جب وہ ٹھنڈا ہو گیا تو اپنا ہاتھ دھیرے سے اس کے ہاتھ پہ رکھا۔

"میری ایک بات مانے گا یار؟۔۔۔"

جبریل نے اس کی بات پہ محض ہاں میں سر ہلایا۔

"اس لڑکی کو مزید انتظار نہ کرانا۔ یہ نہ ہو تو حقوق العباد میں اتنا قصوروار ٹھہرایا جائے کہ نہ رحمن کا بندہ معاف کرے اور نہ ہی رحمن۔"

☆☆☆

وہ اپنے بالوں کو اونچے جوڑے میں قید کئے کچن میں برتن سمیٹنے میں مصروف تھی۔ ہلکا پھلکا تیار ہوئے وہ لڑکی اس وقت حُسن کا مکمل نمونہ لگ رہی تھی۔ ہاں یہی وہ لڑکی تھی جو صرف نام ہی کی حور نہ تھی بلکہ حُسن بھی حوروں جیسا ہی رکھتی تھی۔ ہاں یہی وہ لڑکی تھی، جس کے حُسن نے بڑے بڑوں کو اپنے پیچھے لگایا اور منہ کے بل گرایا تھا اور یہی تو ہے وہ لڑکی جسے کئی لوگ دیکھ کے جانے کے بَعد خاموشی اختیار کر چکے تھے یا یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ خاموشی سے ریجیکٹ کر چکے تھے۔

حُسن جتنا بھی بے مثال ہو نقص نکالنے والے نکال ہی لیتے ہیں۔ ایسا صرف افسانوں ڈراموں اور فلموں میں ہوتا ہے جہاں یہ وقت بھی ایک فینٹسی کی صورت لگتا ہے۔ مگر حقیقت تو اِس کے برعکس ہوتی ہے۔ یہ وقت تو روح کو چھلنی کر دینے والا ہوتا ہے، خوابوں کے دھاگوں کو سرے سے توڑ دینے والا ہوتا ہے اور ہمارے معاشرے کی یہ تلخ حقیقت انسان سے اُس کی شخصیت کا یقین تک چھین لیتی ہے۔ ہاں یہ وہ وقت ہوتا ہے جو حُسن کو مات دینا جانتا ہے۔ کیونکہ یہی تو وقتِ مات ہوتا ہے۔ جب انسان بار بار ٹوٹتا ہے اور ستم تو یہ کہ بار بار ٹوٹ کر بار بار سمٹنا بھی خود ہی پڑتا ہے۔

حور عین بھی اس وقتِ سفر کی مسافر تھی جو اپنا دِل مکمل طور پر مار چکی تھی۔ اس کی بھی تمام خواہشات، تمام خواب ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکے تھے۔ وہ خواب دیکھنے کی عادی تو نہیں تھی مگر کیا کرتی، تھی تو وہ آخر ایک لڑکی ہی ناں۔۔۔ کس حد تک اپنے آپ پہ بند باندھتی۔ کس حد تک مضبوط رہتی۔

ایک اور فیملی حور کو دیکھ کر جا چکی تھی۔ ملازمہ کے چُھٹی پہ ہونے کے باعث کچن کا کام حور کو ہی سمیٹنا پڑ رہا تھا۔ وہ اپنے دھیان میں مگن دُھلی ہوئی پلیٹوں کو کپڑے سے خشک کر کے الماری میں لگا رہی تھی، جب اس کی نظر دروازے میں کھڑی فاطمہ پہ پڑی۔ وہ نجانے کب سے وہاں کھڑی اسے ہی کو غور سے دیکھ رہی تھیں۔

اِس نے اپنا کام جاری رکھتے ہوئے اشارے سے ہی کیا بات ہے پوچھا۔

"کچھ نہیں، بس یونہی اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھی۔" وہ اِس کے قریب چلی آئی اور بڑے پیار سے اِس کے چہرے پہ آئی بالوں کی لٹ کو سائڈ پہ کیا۔

"مجھے لگتا ہے ان لوگوں کو میری بیٹی بہت پسند آئی ہے۔"

فاطمہ کی بات پہ حور عین کا چلتا ہاتھ ایک لمحے کے لئے رُکا اور فاطمہ کی جانب دیکھ کر عجیب سے انداز میں ہنسنے لگی۔

"یہ آپ کو ہر ایک کی دفعہ ہی لگتا ہے اور غلط ہی لگتا ہے اور میں آپ کو ابھی ہی بتا دوں ان لوگوں کو آپ کی ستائیس سالہ بیٹی بوڑھی ہو چکی اور اپنا سینتیس سالہ بیٹا بائیس سالوں کا جوان لگتا ہے۔ اِس لئے نہ تو وہ لوگ دوبارہ آئیں گے اور نہ ہی کوئی رسپانس دیں گے اور نہ ہی آپ اب یہ ذکر مجھ سے کریں گی۔"

اس کی صاف گوئی پہ فاطمہ تڑپ سی اُٹھیں۔

"حور ایسے نہ بولا کرو مجھے ڈر لگتا ہے۔ میرے بیٹی اتنی پیاری ہے بہت مگر یہ سب۔" وہ بولتے بولتے چپ سی ہو گئیں۔

"ایگزیٹلی ماما' میں جانتی ہوں۔ میں بہت خوبصورت ہوں اور مجھے اپنے آپ کو خوبصورت محسوس کرنے کے لئے کسی کے الفاظ یا وقت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بہت خوبصورت ہوں کیونکہ میں اپنی بہت خوبصورت ماں کی بہت خوبصورت بیٹی ہوں۔"

وہ فاطمہ کو خود سے لگاتے بولی تو وہ فاطمہ بھی ہنس دی۔ کس ماں کا دل چاہتا ہے کہ اُس کی بیٹی ایسے وقت سے گزرے۔ مگر افسوس کہ اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہوتا۔

☆☆☆

اس شرط پہ جو لیجئیے خاطر ہے دل ابھی۔

رنجش نہ ہو، فریب نہ ہو، امتحاں نہ ہو کبھی۔۔۔

دھک دھک کرتے دِل کے ساتھ اس نے ڈسچارج پیپرز پہ سائن کئے تھے، جب وہ اِس کے گھر میں آ ہی چکی تھی تو اس سے سامنا تو ایک نہ ایک دن ہونا ہی تھا۔ اِس میں ڈرنا کیسا ایک نہ ایک دن تو اسے اپنی اصل پہچان ظاہر کرنا ہی تھا۔ ایک نہ ایک دن تو ہمت کرنی ہی تھی تو کیوں نہ ابھی سہی۔۔۔ اتنے دن سے جس چیز کا سامنا کرنے کی ہمت وہ اپنے اندر نہ پا رہی تھی، اب وہ ہو رہا تھا۔ کاش کہ آج بھی اس کی نائٹ ڈیوٹی ہوتی۔ کم اَز کم آج رات تو وہ بچ جاتی۔ لیکن پھر وہی بات کبھی نہ کبھی تو اس وقت سے گزرنا ہی تھا تو ابھی ہی کیوں نہیں۔۔۔

جبریل کے کمرے کے باہر راہداری میں لگے صوفے پہ بیٹھی وہ انہی سوچوں میں گم تھی جب وہی پُر شفیق ہاتھ اِس کے سر پہ آ ٹکا تھا جو ہمیشہ اِسے باپ کی شفقت کا احساس دلاتا تھا۔

زمان مصطفیٰ اپنی چھڑی سائڈ پہ رکھتے اِس کے پاس ہی صوفے پہ بیٹھ تھے۔

"جب تک آپ کا باپ زندہ ہے۔ آپ کو کسی بات کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب اعتماد کے ساتھ سر اٹھا کر اٹھو اور میرے ساتھ اندر چلو۔ جبریل انتظار کر رہا ہو گا۔"

جبریل ویسے تو اب کافی بہتر تھا مگر چلنے پھرنے میں ابھی بھی دشواری تھی۔

شفاء بیڈ کے پاس کھڑی اس کی میڈیسنز اور فائل پوری کر رہی تھی جب بیڈ سے اترتے جبریل لڑکھڑایا۔ شفاء نے فوراً اسے سہارا دیا تھا۔

جبریل نے نظر اُٹھا کر اس نازک سی لڑکی کو دیکھا جو نظریں جھکائے اسے سہارہ دیئے کھڑی تھی۔ یہ وہ لڑکی تھی جسے اس کے سہارے کی ضرورت تھی اور آج وہ اسے ہی سہارہ دیئے کھڑی تھی۔

شایان نے اِسے دوسری جانب سے آکر سہارا دیا تو شفاء اس کا ہاتھ چھوڑتے پیچھے کو ہونے لگی۔ جبریل نے اس کا وہی ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے اِسے اپنے ساتھ کیا اور مکمل اس کا سہارا لے کر کھڑا ہوا۔ شفاء نے حیران ہوتے اس کی جانب دیکھا جو اِسی کو دیکھ رہا۔

"جب ساری زندگی کے لئے یہ ساتھ قبول کر چکے ہیں تو یہ ہاتھ کیوں نہیں۔۔۔"

سب کے سب حیرانی کے سمندر میں غوطہ زن تھے۔ کسی کو جبریل سے ایسی توقع نہیں تھی۔ اور وہ جبریل ہی کیا جو کسی کی توقع پہ پورا اتر آئے۔

زمان مصطفیٰ نے اللہ کا شکر ادا کرتے اپنے بیٹے اور بہو کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں ان کی نظر اتاری اور اپنے بیٹے کے بدلے روپ کو دیکھا جو اپنی بیوی کے حیران پریشان چہرے کو محفوظ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"پھر بتائیں مسز جبریل مصطفیٰ، اِن ہاتھوں کو تھام کر کیا زندگی کے اِس مشکل سفر میں میرا ساتھ دیں گی؟۔۔۔"

شفاءاِس سب کے لئے کسی صورت تیار نہ تھی۔اس نے تو خواب میں بھی ایسا کچھ نہ سوچا تھا۔اسے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا یہی وہ جبریل مصطفیٰ ہے جو کل تک اسے چھینک مارنے پر بھی معافی دینے کو تیار نہ تھا اور کہاں اب زندگی ساتھ گزارنے کی گزارش کر رہا تھا۔شفاء کوئی بھی جوب دیئے بغیر یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی یا شاید اس بات کا یقین چاہ رہی تھی یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔

"بھابھی ڈونٹ سے یس۔میک ہم ویٹ۔

"Bhabi don't say yes. make him wait."

پیچھے سے زیان کی آواز آئی تھی۔

"مجھے لگتا ہے لنگڑا شوہر دیکھ کر بھابھی کے ارادے بدل گئے ہیں۔"اب کہ شایان بولا تھا

"نہیں نہیں۔۔وہ۔۔"شایان کی بات پہ وہ جلدی سے بولی۔

"کیا نہیں نہیں؟۔۔۔کیا میرے بھائی کو انکار کر رہی ہیں؟۔۔۔"

"نہیں اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا۔"وہ جلدی سے بولی۔

جبریل کی نظریں اپنے چہرے پہ محسوس کرتے وہ کنفیوژ ہوئی تھی۔اس کا بس نہیں چلا تھا ہاتھ چھوڑ کر بھاگ جائے مگر نہیں اگر آج بھاگ جاتی تو شاید پھر ساری زندگی کے لئے نہ تھام پاتی۔

☆☆☆

آج زمانے بَعد مصطفیٰ ہاؤس میں خوب رونق لگی تھی۔

ہال کمرے میں شفاء اور زیان کے علاوہ سب ہی جمع تھے اور درمیان میں زمان مصطفیٰ اور سلیمان افگن اپنی شطرنج کی بازی لگائے بیٹھے تھے۔

خوب کہا ہے کسی نے خوب جمے گی محفل جب مل بیٹھیں دو یار۔۔۔ یہاں بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

یہ دونوں دوست بھی شطرنج کی محفل جمائے اپنے ارد گرد سب کو جمع کئے بیٹھے تھے۔ جبکہ کچن میں موجود شفاء اور زیان سب کے لئے ریفریشمینٹ کا انتظام کر رہے تھے۔

"میں نے کہا تھا ناں زمان' نہ آج تک تم مجھ سے جیتے ہو اور نہ ہی آج جیت سکو گے۔"

سلیمان افگن شطرنج کی بازی پلٹتے بولے۔

بازی پلٹتی دیکھ کر زمان مصطفیٰ سوچ میں پڑے تھے پھر ہار مانتے ہنس دیئے۔

" شطرنج کے اِس کھیل میں چاہے سلیمان تم مجھ سے ہمیشہ جیت جاؤ مگر حقیقی زندگی میں تم خود مجھے فتح یاب کر چکے ہو۔"

سلیمان نے بھنویں اچکاتے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"کیا مطلب؟۔۔۔ کیسے؟۔۔۔"

"اپنے گھر کی رحمت مجھے دے کر، میں نے اللہ سے ہمیشہ اس گھر کے لئے رحمت مانگی تھی اور اب دیکھو اللہ نے مجھے ایک نہیں دو دو رحمتوں سے نوازہ ہے۔"

وہ چائے کی ٹرے لاتی شفاء کو دیکھ کر بولے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"ہاں یہ تو ہے۔ اس معاملے میں تم واقعی بہت خوش قسمت ثابت ہوئے ہو۔ اللہ نے رحمت دی تو مجھے تھی مگر دی تمہارے گھر کے لئے تھی۔ اب بس دعا کرو میرے اِس کھوتے کو بھی کوئی اچھی لڑکی مل جائے۔"

وہ جبریل سے باتوں میں مصروف ہادی کی جانب اشارہ کرتے بولے جو یوں سب کے سامنے کھوتا کہے جانے پہ منہ بنانے میں مصروف تھا۔

"انشاءاللہ۔ بس اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کی قسمت اچھی کرے۔ پھر تم بتاؤ کب لینے آئیں ہم اپنی رحمت تمہارے گھر سے؟۔۔۔"

"جب تمھارا دِل چاہے۔ چاہو تو ابھی لے جاؤ۔"

ان کی بات پر سب کے چہروں پر تبسّم پھیلا تھا۔ شایان کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔

"تو بس ٹھیک ہے انکل آپ شادی کی تیاریاں کریں ہم بہت جلد بارات لے کر اپنی بہن کو لینے آ رہے ہیں۔"

جبریل نے خوشگوار لہجے میں کہا تو شایان کی بھی زبان پھسلی۔

"اور میں اپنی دلہن لینے۔" اس نے فوراً زبان اپنے دانتوں میں دبائی۔

جبریل نے اسے سپاٹ چہرے بناتے گھورا۔ خوش قسمتی سے آواز صرف انہی تک گئی تھی۔

"تھوڑی شرم دولہے میاں' دولہن کا بھائی ابھی یہیں موجود ہے۔"

"ارے ان کی خیر ہے۔ یہ تو پہلے ہی پارٹی بدل چکے ہیں۔"

ہادی کی طرف شرارتی مسکراہٹ اچھالتا وہ واپس موبائل پہ لگ گیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

☆☆☆

"تیرے اس فیصلے نے مجھے بہت خوش کیا ہے یار۔"

"کس فیصلے نے۔" چینل سرچ کرتے جبریل نے سوالیہ ابرو اُٹھائی۔

"اسی پہ کہ تمہیں اپنے فرائض کا احساس ہوا۔ ورنہ مجھے تو لگتا تھا مجھے جنت میں اپنا کوئی نیا دوست بنانا پڑے گا۔"

ہادی کی بات پہ وہ مسکرا دیا۔

"فکر نہ کر میں اپنی کسی بھی چیز کو اتنی آسانی سے کسی اور کا نہیں ہونے دیتا۔"

"ویسے یار زندگی میں شامل کر لیا ہے تو کمرے میں بھی لے آتے اس میں کس چیز کا انتظار ہے؟۔۔۔"

"نہیں یار یہ فیصلہ کرنے کا حق صرف اور صرف اس کے پاس ہے۔ میں نہیں چاہتا وہ کسی کے دباؤ میں آ کر کوئی فیصلہ کرے۔ میں اُسے فورس نہیں کرنا چاہتا۔"

" مگر جبریل تم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہو۔"

سوٹ کیس سے اسے سادہ سا شلوار سوٹ نکال کر دیتے ہادی بولا۔ وہ جب سے آیا تھا سارا سامان ایسے ہی اس کے کمرے میں پڑا تھا اس کی غیر موجودگی میں کسی نے جرأت بھی نہ کی تھی کہ سامان کو ہاتھ لگاتا۔ اب ضرورت پڑنے پر اس نے ملنے آئے ہادی سے کہہ کر سوٹ نکلوایا تھا۔

" ہاں بالکل ویسے ہی جیسے وہ حق رکھتی ہے۔"

ہادی کی بات پہ وہ بولا۔

"انکل کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟۔۔۔" بابا جان کے نام پہ مسکرا دیا۔

"بابا نے کیا کہنا ہے اُن کا بس چلے تو ابھی اپنی لاڈلی بہو کو اس کمرے میں رخصت کرا دیں۔"

ہادی کو یقین تھا کہ زمان مصطفیٰ بالکل یہی چاہتے ہوں گے۔

"یار میں شفاء کو سوچنے کا وقت دینا چاہتا ہوں۔ ایک لمبا عرصہ صرف میری انا کی وجہ سے ہم نے ایک دوسرے کے نکاح میں ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے کے بغیر گزارا ہے۔ وہ بھی ایک دوسرے کو جانے بغیر دیکھے بغیر، صرف ایک دوسرے کی سوچ کی بارے میں مفروضے ہی قائم کئے ہیں۔ اور اگر اب آکر میں اپنی ذات اس پہ مسلط کر دوں تو یہ غلط بات ہو گی اور اس کے ساتھ ساتھ ناانصافی بھی۔۔۔ میں نہیں جانتا وہ میرے بارے میں کیا رائے رکھتی ہے اتنا یقین ہے جو بھی ہو گی اچھی تو ہر گز نہیں ہو گی۔" وہ ہنسا۔

" اسی لئے میں چاہتا ہوں پہلے وہ مجھے سمجھے، مجھے جانے اور پھر کوئی فیصلہ کرے۔"

"ویسے فیصلہ تو ہو ہی گیا۔" آخری بات اُس نے اپنے دل میں کہی تھی۔

"اور اگر بھابھی نے تمہارے حق میں فیصلہ نہ سنایا تو؟..." اب وہ اوپر سے پڑا تھا۔

"تو میں رشتوں میں زبردستی کا قائل نہیں۔ لیکن انکار کو بھی اپنے قریب آنے نہیں دیتا۔" وہ شرارتی انداز میں مسکرایا۔ بہت لمبے عرصے بعد ہادی نے یہ اپنے دوست کی ایسی مسکراہٹ دیکھی تھی۔

وہ جانتا تھا جبریل رشتوں میں منافقت کا قائل نہیں۔ اگر اس نے شفاء کو قبول کیا تھا تو دل کی مکمل رضامندی سے ہی کیا تھا اور جہاں تک رہی بات محبت کی تو وہ تو ہو ہی جائے گی۔ آخر نکاح کے بعد دلوں میں محبت ڈالنے کا کام تو اللہ کا ہوتا ہے۔

☆~☆~☆~☆

ہادی وہاں ایک ضروری کام سے آیا تھا۔ مشہور برانڈز پہ سیل ہونے کے باعث آج مال میں کافی رش تھا۔ آوٹ لیٹ پہ لگے رش کو دیکھ کر کوئی یہ نہ کہہ سکتا تھا اس ملک کی عوام غریب ہے۔ ہادی سر جھٹکتا آگے کو چل دیا۔

"ارے آپ یہاں خیریت کوئی کام تھا؟۔۔۔" اُس نے حور عین کو حیرت سے دیکھا۔ جو اسے پہلے سے یکسر مختلف لگی تھی۔ جس کا ہیئر کٹ اور ہیئر کلر تک دونوں چیزیں مختلف تھیں۔ اس کے سوال پہ حور عین کو اس کی دماغی حالت پہ شُبہ ہوا۔

"جی میں یہاں۔۔۔ کیوں اب شاپنگ کرنے سے پہلے بھی مجھے آپ سے پرمٹ لیٹر جاری کروانا پڑے گا۔"

اس کے تپے ہوئے انداز میں جواب دینے پر ہادی نے مسکراتے سر جھٹکا۔

"یہ لڑکی ہر وقت مرچیں ہی کیوں چباتی رہتی ہے۔"

مسکرانے کی وجہ سے اس کے دہنی گال پہ پڑتا ڈمپل مزید گہرا ہوا تھا۔ جبکہ حور کی نظر سامنے شاپ پہ کھڑی دو لڑکیوں پہ گئی جنہوں نے یونیفارم پہن رکھا تھا۔ اپنی عمر کے لحاظ سے وہ انٹر کی اسٹوڈنٹس معلوم ہوتی تھیں اور اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کے کانوں میں گھُسی سامنے کھڑی شخصیت کی پرسنالٹی پہ تجزیے و تزکرے کرنے میں مصروف تھیں۔ اب اس میں ان کا بھی کوئی قصور نہ تھا اس شخص کی پرسنالٹی ہی مرعوب کر دینے والی تھی۔ اوپر سے اس کی یہ مخصوص ڈریسنگ اور گال پہ پڑتا ڈمپل۔۔۔ اگر ہادی کے سامنے کھڑی شخصیت بھی حور عین تیمور فاروقی نہ ہوتی تو دل کھو ہی بیٹھتی مگر اس کے پاس دل ہوتا تو پھر ناں۔ آہ یہ دنیا کے رسم و رواج۔۔۔ اس نے اپنی توجہ لڑکیوں سے ہٹا کر ہادی کی جانب کی جو اُسے کچھ کہہ رہا تھا۔

"ویسے ایک بات تو بتائیں آپ جب بھی ملتی ہیں سڑی کیوں ہوتی ہیں؟۔۔۔"

"اب کیا کروں آپ کی شکل ہی اتنی سڑی ہوئی ہے جیسے ہی سامنے آتی ہے۔ تن من دھن میں آگ لگ جاتی ہے۔" اس نے بھی ویسے ہی انداز میں جواب دیا۔ اگر یہ بات سامنے کھڑی وہ لڑکیاں سن لیتیں تو ضرور حور کی آنکھوں پہ شبہ کرتیں جو پہلے ہی کمزور تھیں۔

"ویسے میری بہن کہتی ہے میں کافی ہینڈسم ہوں۔ اس کے کالج کی لڑکیاں فدا ہیں میری پرسنالٹی پر۔"

وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ایک ادا سے بولا۔

"جی جی بالکل' وہ تو مجھے دکھ ہی رہا ہے۔ لیکن وہ کیا ہے ناں'۔۔۔" اُس نے سامنے کھڑی لڑکیوں سے نظر ہٹا کر اس کی جانب کی۔

"ویسے اس میں زیادہ قصور آپ کا بھی نہیں نکلتا۔ جو آج تک آپ اتنی بڑی خوش فہمی کے ساتھ ساتھ غلط فہمی کا بھی شکار ہیں۔ زیادہ قصور انہی لڑکیوں کا نکلتا ہے اگر اُن میں سے کوئی ایک بھی میرے جیسی ہوتی تو آپ کی ساری اکڑ ایک ہی جھٹکے میں نکال دیتی۔"

حور عین نے اُن لڑکیوں کو دیکھتے کہا جو ابھی تک اس کے حسن کے قصیدے پڑھنے میں مصروف تھیں۔

دوسری جانب وہ اس کی بات پہ پھر ہنسا تھا اور حور کو اس کی ہنسی زہر نہیں تو اس سے کم بھی نہ لگی تھی۔ وہ بار بار اُن لڑکیوں کو بھی دیکھ رہی تھی۔ جو اب کسی سفید چیز جو شاید ٹشو تھا اُس پہ کچھ لکھنے میں مصروف تھیں۔

"ویسے ایک بات ماننی پڑے گی۔ آپ واقعی اللہ کا بنایا گیا اکلوتا پیس ہیں، آپ جیسا سڑیل کوئی دوسرا اللہ نے نہیں بنایا۔۔۔ اور میری اکڑ نکالنے والی بھی اللہ نے صرف ایک آپ کی صورت میں ہی پیدا کی ہے۔"

آخری بات اس نے وہ منہ میں بڑبڑایا۔

"سوری میں نے سہی سے سنا نہیں کیا کہا آپ نے؟۔۔۔"

"کچھ خاص نہیں، بس یہی کہہ رہا تھا کہ اچھا ہوا آپ مل گئیں، ورنہ میں آپ کو ہی کال کرنے ہی والا تھا۔"

"مجھے وہ کیوں؟۔۔۔" حور عین نے ابرو اُٹھاتے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"وہ جو میں نے آپ کو کام کہا تھا ہو گیا؟۔۔۔"

"کونسا کام؟۔۔۔" وہ جان بوجھ کر انجان بنی۔

ہادی نے اس کی آنکھوں میں نظر آتی شرارت کو غور سے دیکھا۔

"ویسے اتنا کند ذہن نہیں سمجھتا تھا میں آپ کو۔ جتنی جلدی آپ بھولتی ہیں اس لحاظ سے تو آپ ہر گریڈ میں فیل ہی ہوتی ہوں گیں۔"

وہ افسوس سے بولا۔

"جی نہیں مسٹر میرا ہر کلاس میں اے پلس گریڈ آتا تھا، کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ حور عین فاروقی کو بِیٹ کر سکے۔"

وہ فخر سے بولی۔

"رئیلی!۔۔۔" وہ حیرت کا مظاہرہ کرتے بولا۔ "اگر ایسی بات ہے تو آپ میرا کام کیسے بھول گیئں؟۔۔۔"

"اچھا اچھا وہ۔۔۔" اس نے ذہن پہ زور ڈالا۔

"وہی ناں' وہ جو آپ کا دو نمبر کام تھا۔ جو اتنے بڑے علاقے کے ایس۔ پی نے مجھ جیسی عام عوام سے بغیر کسی وصولی کے فیور مانگی تھی؟۔۔۔"

حور فیور پہ زور دیتے بولی۔

"جی جی وہی کام۔"

"ایکچوئلی۔ آئی ایم ریئلی ریئلی سوری۔۔۔" وہ انگلیاں مرورتے بولی۔

"سکیورٹی کوڈ تو صرف پاپا کو ہی پتا تھا اور وہ بھول گئے۔ یو نو ایج فیکٹر۔" اس نے ایک شرمندہ سی نظر ہادی پہ ڈالی جو منہ کھولے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"سر ئیسلی مس فاروقی" اُسے جیسے یقین نہ آیا۔

"یس۔" اس نے شرمندگی کی اداکاری کرنے کے تمام ریکارڈ توڑے تھے۔ اگلے ہی لمحے ہادی کو دل کھول کر ہنستے دیکھتے حور کے دل ہی دل میں ہوتی خوشی غارت ہوئی تھی۔ جبکہ حور عین کی معصومیت کے اس اعلیٰ ترین مظاہرے پہ ہادی عش عش کر اُٹھا تھا۔

اس کے یوں ہنسنے پہ پاس سے گزرتے کافی لوگوں نے پلٹ کر اس شخص کو دیکھا۔ کتنی بے فکر مسکراہٹ تھی اس شخص کی۔ (واللہ یہ مسکراہٹ تو کسی کا بھی ایمان خراب کر دے اور وہ بچاری بچیوں نے تو پھر نئی نئی جوانی کی ہوا کھائی ہے۔) بلیو جینز کے ساتھ وائٹ شرٹ اور اس کے اوپر ایش گرے واسکٹ پہنے وہ بلا کا وجیہہ لگ رہا تھا۔ اوپر سے اس کا ڈمپل۔۔۔ وہ اپنی ہنسی کو روکتے بولا۔

" میں نے آپ کو کہا تھا ناں مس فاروقی' آپ مجھے بہے ہلکا لے رہی ہیں۔ ابھی آپ جانتی نہیں عبدل ہادی کس بلا کا نام ہے" وہ چیلنجنگ انداز میں مسکرایا۔ حور عین نے "ایکسکیوز می۔" کہتے اِسے اچنبھے سے دیکھا۔

" نو ایکسکیوز۔ آپ گھر جا کر دوبارہ پاسورڈ ٹرائی کیجئے گا مجھے یقین ہے اب کی بار یاد آ جائے گا۔"

حور کو اس کی باتیں اور مسکراہٹ دونوں عجیب لگی تھیں عجیب بہت عجیب۔

☆☆☆

"بھائی آپ میری چیزیں لائے جو میں نے کہا تھا۔"

کتاب پڑھتا حدید موقع ملتے ہی شفاء کے قابو سے نکل کر جبریل کے پہلو میں آ بیٹھا۔

شفاء نے اس کی حرکت دیکھ کر گہرا سانس لیا۔ بہت بھاگتا تھا یہ لڑکا پڑھائی سے اور تو اور اس کی شرارتیں بھی دن بادن عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی جا رہی تھیں۔

"ہاں میں اپنے بیٹے کی سب چیزیں لایا ہوں۔ جاؤ شانی میرے کمرے سے سب سے سوٹ کیس لاؤ۔ میں سب کو ان کی چیزیں دوں۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR LIFE

چیزوں کا نام سن کر زیان بھی ندیدوں کی طرح شایان کے ساتھ ہو لیا۔

"یار یہاں تو دو ہیں۔ ایک کام کرتے ہیں دونوں ہی لے چلتے ہیں۔ ایک تو پکڑ ایک میں پکڑتا۔"

"بھائی ویسے آپ کو اتنا کچھ لانے کی کیا ضرورت تھی اب تو پاکستان میں بھی سب کچھ مل جاتا ہے۔ ایویں آپ نے اتنے پیسے خرچ کیے۔" دونوں بیگ اندر لاتے وہ بولے۔

زیان نے فوراً بیگ کے سامنے نشست سنبھالی تو شایان بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"ہاں وہ تو ہے۔ مگر میں نے سوچا تم لوگوں نے تو کچھ منگوایا ہی نہیں ہے۔ میں خود ہی لے چلتا ہوں۔"

جبریل جتاتے انداز میں بولا۔ مگر وہ زیان ہی کیا جو اثر لے ڈھیٹوں کی طرح دانت نکوستا رہا۔

"چھوڑیں بھائی زیان کو یہ تو شروع سے ہی بہت بھوکا ہے۔"

شایان نے زیان کو ایک طرف کرتے زِپ کھولنے کی کوشش کی۔

"شانی صاحب بول تو آپ ایسے رہیں ہیں۔ جیسے آپ کی اپنی کوئی فرمائش ہی نہ تھی جبکہ آپ کی تو اپنے لئے الگ اور اپنی ہونے والی بیگم صاحبہ کے لئے الگ الگ فرمائشوں کی لِسٹ تھی۔ میں تو کہتا ہوں بابا جان ابھی بھی وقت ہے سوچ لیں ورنہ شادی کے بعد آپ کا بیٹا پورا زن مرید بن کے رہ جائے گا۔"

"نہیں مجھے اپنی نور الہدیٰ بیٹی پہ پورا بھروسہ ہے۔ وہ اسے سُدھار دے گی یا پھر پورا بگاڑ دے گی۔"

زمان مصطفیٰ کی بات پہ پورے ہال کمرے میں زعفران بکھرا تھا جبکہ شایان کی مکمل بولتی بند ہو چکی تھی۔

"اوف ہو! اب آپ لوگ کھول بھی لیں بیگ، بعد میں باتیں کر لینا مجھے اپنی چیزیں لینی ہیں۔" حدید ان کی باتوں سے زِچ ہوا تھا۔

"ہاں ہاں یار بس کھُل گیا ہے چیزیں زیادہ ہیں ناں، تو میرے خیال سے زِپ میں کچھ پھنس گیا تھا اور اب یہ کھُل گیا۔۔۔" وہ پر جوش ہوا۔

اور اگلے ہی لمحے منہ تک چیزوں سے بھرا بیگ دیکھ کر اس کا سارا جوش ہوا ہو کر بیٹھ چکا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ارے دکھائیں بھی بھائی کیا کیا لائے ہیں؟۔۔۔"

حدید سے مزید انتظار مشکل ہوا۔

"ہاں ہاں ضرور۔۔۔ آؤ آؤ تم بھی دیکھو۔"

شایان نے سب سے اوپر پڑی چیز اُٹھا کر سب کے سامنے پیش کی۔

" یہ ہے عطر کی خوشبو سے بھرا برانڈڈ جرابوں کا تحفہ جو ہمارا بھائی خصوصی طور پہ اپنے چھوٹے بھائیوں کے لئے ہی لایا ہے۔" اس کے بعد زیان نے سوٹ کیس میں سے میلی بنیان کو نکال کر دو انگلیوں سے پکڑتے سب کے سامنے لہرایا تھا۔ وہ بنیان اتنی میلی تھی کہ اپنی اصل رنگت تک کھو چکی تھی۔

"اور یہ ہے اسپیشل حدید تمہارے لئے ٹائی اینڈ ڈائی کی برانڈ دلندن پلٹ بنیان۔ کل سے تم اِسی سے ڈسٹنگ کیا کرو گے۔"

سوٹ کیس کُھلنے سے عجیب سی بدبو نے پورے کمرے کے ماحول کو متاثر کیا تھا۔

"اس سوٹ کیس میں ملاحظہ کرنے کے لئے اور ہمارے لئے بھی بہت سے تحفے ہیں، مگر مجھے فکر ہے کہ سب کا رات کا کھانا باہر نہ آجائے۔ اس لئے ہم اپنے بھائی کی وری دکھانے کی رسم کو یہیں پہ برخاست کرتے ہیں۔" اتنا کہہ کر اُس نے سوٹ کیس کی زپ بند کی اور رسکون کا سانس لیا۔

زمان مصطفیٰ نے افسوس سے اپنے سب سے بڑے سپوت کا کارنامہ دیکھا۔ جو شکل سے جتنا تہزیب یافتہ اور پڑھا لکھا نظر آتا تھا حقیقت میں اتنا ہی غیر مہذب واقع ہوا تھا۔ حدید نے بدبو محسوس کر کے اپنے ناک پہ ہاتھ رکھا۔ جبکہ شفاء تو بنا پلکیں جھپکے، منہ کھولے بیگ کو ہی دیکھے جا رہی تھی جو منہ تک دھونے والے کپڑوں سے بھرا ہوا تھا۔

" وہ۔۔وہ۔۔وہ یہ والا بیگ نہیں تھا۔ تم لوگوں نے غلط بیگ کھولا لیا ہے۔ اس میں تم لوگوں کیلئے چیزیں نہیں تھیں۔"

جبریل خجالت سے لال پڑتے چہرے سمیت بولا۔

"نہیں بھائی، یہی تو صحیح والا بیگ تھا جو ہم نے کھولا اور جو آپ صرف اور صرف ہمارے ہی لئے لائے تھے۔"

زیان منہ لٹکاتے منمنایا۔ جو سب نے واضح طور پہ سُنا تھا۔ اب دوسرا سوٹ کوس کھولنے کی ہمت کسی میں نہ بچی تھی۔

☆☆☆☆

آج پھر اسے ہسپتال آنے میں لیٹ ہو چکی تھی۔ ہسپتال پہنچ کر اُس نے جلدی سے ریسیپشن پہ اپنی حاضری لگوائی اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔ جب اپنی جلدی میں وہ سامنے سے آتا نوجوان نہ دیکھ سکی۔ اور اس سے جا ٹکرائی۔ نوجوان بھی فون پہ بات کرنے میں مصروف ہونے کے باعث اِسے سامنے سے آتا نہ دیکھ سکا۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں سامنے والے کا موبائل اُس کے ہاتھ سے چُھٹ کے زمین بوس ہوا تھا۔ اور صرف زمین بوس ہی نہیں ہوا تھا اس کی اِسکرین پہ بھی اچھی خاصی تراشیں آچکی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ۔ آئی ایم سو سوری میں آپ کو دیکھ نہیں سکی۔"

وہ جھک کر مقابل کا موبائل اُٹھاتے بولی۔

"آپ سے ویسے بھی مجھے کسی اچھے کام کی توقع نہ تھی۔"

آواز پہ اس نے حیران ہوتے چہرہ اُٹھا کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

"آپ؟۔۔۔" امایہ کے تیور بھی سامنے والے کی بات پہ بگڑے تھے۔ اسے بے اختیار حسین کے ساتھ اپنی آخری ملاقات یاد آئی۔

"کتنا بدلحاظ شخص ہے یہ۔"

اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

موبائل پکڑتے حسین نے اپنے موبائل کی سکرین کو دیکھا۔ جس کا صرف گلاس پروٹیکٹر ہی نہ ٹوٹا تھا بلکہ زور سے گرنے کی وجہ سے ایل۔ سی۔ ڈی بھی بہت بُری طرح متاثر ہوئی تھی۔

"آپ دیکھ کر نہیں چل سکتیں کیا؟۔۔۔ آپ کی وجہ سے میرا اتنا مہنگا نقصان ہو گیا۔"

دانت پیس کر بولتے اس نے موبائل کی بند سکرین امایہ کے سامنے کی جو بُری طرح برباد ہو چکی تھی۔

"سوری بٹ نوٹ سوری۔۔۔ اگر غلطی میری تھی تو غلطی آپ کی بھی تھی مسٹر۔ اگر فون کان سے ہٹا کر سامنے بھی تھوڑا دھیان دے لیتے تو نہ آپ مجھ سے ٹکراتے نہ آپ کا فون گرتا۔" وہ بھی بدوبدی بولی۔

اس کی بات پہ حسین کو کچھ یاد آیا۔ اس نے فوراً سکرین آن کر کے دیکھا۔ انسپیکٹر منہاس ابھی تک کال پہ تھے۔ او شِٹ کہتے اس نے جلدی سے کال کاٹی اور سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔

"آپ پیدائشی بد دماغ ہیں کیا؟۔۔۔" آج وہ دوسری بار اسے بد دماغ کہہ گیا تھا۔ "آپ کو پتا ہونا چاہیئے یہ ہسپتال ہے۔ یہاں اندھوں کی طرح نہیں بھاگتے۔ آپ کسی مریض سے بھی ٹکرا سکتیں تھیں۔" وہ کوفت سے بولا۔

اس نے کسی مریض سے کیا ٹکرانا اس سے ٹکرا کر تو وہ خود مریض بن گئی تھی۔ ٹکرانے سے اس کے کندھے میں ٹھیس اٹھی تھی۔ آخر کو وہ اتنی مضبوط جسامت کا ہٹا کٹا پولیس والا اور یہ ٹھہری نازک سی لڑکی کوئی عام بات تھوڑی تھی۔

" اگر میں اندھوں کی طرح بھاگ رہی تھی تو آپ بھی تو گدھوں کی طرح ہی بھاگ رہے تھے میں نے نہیں سوچا تو خود سوچ لیتے۔ آپ بھی تو کسی مریض سے ٹکرا سکتے تھے ناں؟۔۔۔"

"Do some behave miss. "

گدھا لفظ پہ اس کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"واؤ! میں نے کہا تو مس بی ہیو ہو گیا۔ اور خود آپ دوسروں کو اندھا کہیں یا بد دماغ اُس کی خیر ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ تو ہمارے ملک کے ویل بی ہیو ڈوردی والوں کے منہ سے ادا ہوئے ہیں ناں۔ اُن کو بھلا کوئی کیا کہہ سکتا ہے اُن سے تو صرف ڈرا ہی جا سکتا ہے۔ ہے ناں؟۔۔۔"

امایہ نے اسے اسے غلطی کا احساس دلایا۔

اتنے میں ہی شفاء ہسپتال کے نیچ وبیچ ان دونوں کو یوں لڑتا دیکھ کر دوڑی چلی آئی۔

"مایا یہ کیا کر رہی ہو چلو یہاں سے سب دیکھ رہے ہیں۔" آہستہ آواز میں امایہ کو ڈپٹنے کے بعد وہ حسین سے مخاطب ہوئی۔

"آئی ایم سوری بھائی اس کی طرف سے میں آپ سے ایکسکیوز کرتی ہوں۔"

"تم کیوں سوری کر رہی ہو میری طرف سے؟۔۔۔ راہ چلتے لوگوں سے بد تمیزی یہ پولیس والے کریں اور معافی ہم عام عوام مانگتی پھرے۔"

شفاء نے اُسے گھور کر چپ کرانے کی کوشش کی۔

"مس نیازی' اب آپ حد سے بڑھ رہی ہیں۔"

وہ انگلی اٹھا کر وارننگ کے سے انداز میں بولا۔

"پلیز بھائی' وہ نہیں تو آپ ہی ہاسپٹل کا خیال کر لیں آخر۔" اب اس نے حسین کو ہی چپ کرانے کا سوچا جو خود بھی باقاعدگی سے تمام جواب دے رہا تھا۔

حسین دو تین دفعہ جبریل کی خیریت معلوم کرنے ہادی کے ساتھ مصطفیٰ ہاؤس جا چکا تھا، خیریت تو ایک بہانہ ہی ہوتی تھی اس کا اصل مقصد شفاء سے کیس پہ بات کرنا ہوتا تھا یہی وجہ تھی جو ان کی اس حد تک سلام دعا بھی بڑھ چکی تھی۔ ابھی بھی وہ کراچی جانے سے کیس کے سلسلے میں شفاء سے کچھ باتیں کرنے ہی ہاسپٹل آیا تھا۔ اور اب شفاء کی بات پہ اس نے گہرا سانس لیتے اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی کوشش کی۔

" میں جا رہا ہوں بھابھی' مگر پلیز تھوڑی سی تمیز آپ اپنی اس دوست کو بھی سکھا دیں۔۔۔ مجال ہے جو یہ کبھی بھی مہذب انداز میں پیش آ جائیں۔"

اپنی بات کہہ کر وہ رُکا نہیں تھا۔ موبائل کی ٹوٹی سکرین پہ کوئی نمبر ڈائل کرتا چلتا بنا۔

شفاء کا سانس ایک دم رُکا تھا۔ اس نے گھبرا کر امایہ کی جانب دیکھا۔ جو منہ ہی میں بڑبڑانے میں مصروف تھی۔

"تو میں کون سا اِسے ویمپائر کی طرح کھانے کو پڑتی ہوں۔ جو اسے بدتہذیب لگتی۔۔۔ ایک منٹ ایک منٹ۔۔۔"

"بھابھی؟۔۔۔ کون بھابھی؟۔۔۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"شفاء تم نے سُنا، کیا یہ پولیس والا تمہیں بھابھی بول کر گیا ہے؟۔۔۔" امایہ شاکی ہوئی۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔۔وہ مایا۔۔۔" وہ ہکلائی۔

وہ پچھلے کئی دن سے امایہ کو بتانا بتانا کر رہی تھی۔ مگر اسے موقع ہی نہ ملتا تھا اسے ایک ہی چیز کا ڈر تھا کہ ایک ہی ہسپتال میں کام کرتے ہوئے مایا کو اس سے پہلے کہیں اور سے نہ پتا چل جائے گو کہ ابھی زیادہ لوگ نہ جانتے تھے مگر ایسی باتیں چھپتی تھوڑی ہیں اور ایسا ہی ہوا تھا جس کا اسے ڈر تھا۔

"شفاء سچ سچ بتاؤ وہ تمہیں بھابھی کیوں کہہ کر گیا ہے؟۔۔۔یہ کیا چکڑ ہے؟۔۔۔"

اب شفاء کے پاس ماسوائے حقیقت بتانے کے کوئی چارہ نہ رہا تھا۔

"مایا میں تمہیں ابھی سب سچ بتاتی ہوں مگر پہلے تم اندر چلو۔"

وہ اسے زبردستی گھسیٹتی اندر لے کر گئی۔

"اوہ میرے خدا۔۔۔شفاء!۔۔۔" وہ بے یقینی سے اپنا سر پکڑتی پیچھے کُرسی پہ بیٹھتی چلے گئی۔

"پچھلے چار سال۔۔۔منہ سے بولنا شفاء پچھلے چار سال۔۔۔" وہ ایک ایک لفظ پہ زور دے کر بولی۔

"اتنے سالوں سے تم نے مجھ سے اتنا بڑا سچ چُھپا کر رکھا۔۔۔کیوں شفاء؟۔۔۔کیا تمہیں کبھی بھی میں اس قابل نہ لگی کہ تم اپنا درد مجھ سے بانٹ سکو۔ میں نے ہمیشہ تمہیں اپنا سمجھا، اپنی ہر مشکل کا اظہار تم سے کیا مگر تم نے تو کبھی مجھے اپنا سمجھا ہی نہیں۔"

اس کا شکوہ حق بجانب تھا۔ شفاء اُس کا ہاتھ تھامتے سامنے پڑی کرسی پہ بیٹھی۔

"ایسی بات نہیں ہے مایا' میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی تھی مگر تمہیں پریشان بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اور میں تمہیں بتاتی بھی تو کیا بتاتی؟۔۔۔ کس نکاح کا بتاتی؟۔۔۔ کس شوہر کا بتاتی؟۔۔۔ اُس نکاح کا جس کا کوئی مطلب ہی نہ تھا۔ یا اُس شوہر کا جو مجھے دیکھے بغیر ہی دھتکار چکا تھا۔ اُس وقت تمہارے پاس مجھ سے پوچھنے کے لئے کئی سوال ہوتے اور میرے پاس تمہیں دینے کو کوئی جواب نہ ہوتا۔"

وہ اسے سب بتاتے واپس اُنہی حالات میں کھو چکی تھی۔ جب اس کے سب اپنے اسے چھوڑ کے جا چکے تھے۔

"اچھا اچھا، چلو اب اس سب کو چھوڑو یہ بتاؤ اب تو تم خوش ہو ناں اور تمہارے وہ' وہ کیسے ہیں؟۔۔۔ ڈیشنگ ویشنگ تو ہیں ناں اور اب تو نہیں کرتے تمہیں تنگ۔۔۔ اگر اب کچھ کیا ناں تو بس مجھے بتا دینا میں اکیلے ہی کافی ہوں گی۔"

باتوں کا رُخ بدلتے وہ اپنی آستین چڑھاتے بولی۔ وہ پرانی باتیں یاد دلاتے شفاء کو دوبارہ دُکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

" نہیں نہیں اب وہ کچھ نہیں کہتے اور مجھے یقین ہے، جب تم انہیں دیکھو گی، تم بھی کچھ کہنے کے قابل نہیں رہو گی۔"

وہ پہلی ملاقات یاد کرتے ایک ادا سے بولی۔

"اوئے ہوئے ماں صدقے۔۔۔ اِن اداؤں پہ کون نہ مر مِٹے۔ مگر میں تو تم سے ناراض ہوں مجھ سے بات مت کرو اور نہ ہی میرا ٹائم ویسٹ کرو جاؤ یہاں سے میری وارڈ میں ڈیوٹی ہے۔"

شفاء کو چھیڑتے چھیڑتے اسے یاد آیا تھا۔ اسے تو شفاء سے ناراض ہونا چاہیئے تھا۔

امایہ کو سب کچھ بتا کر وہ اپنا آپ ہلکا پُھلکا محسوس کرنے لگی تھی۔ اب وہ مکمل سکون محسوس کر رہی تھی۔ ایک بوجھ تھا جو اس کو اپنے کندھوں سے اترتا محسوس ہوا تھا۔ اور جہاں تک بات تھی اس کی ناراضگی کی' تو وہ اسے منا ہی لے گی۔

☆☆☆

"بس بس بس بچو اب میں تھک گئی۔"

ناہموار سانسوں کو سنبھالتے اس نے اپنے پیچھے بھاگتے بچوں کو کہا۔

"نہیں اپیا پلیز تھوڑی دیر اور۔۔۔ آپ اتنی عرصے بعد آئی ہیں، اور ابھی تو ہم نے بس تھوڑا سا ہی کھیلا ہے۔"

بچوں اس کی بات ماننے سے انکاری ہوئے تھے۔

آج وہ کافی عرصے بعد دار الامان آئی تھی۔ اسے دیکھ کر بچوں کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ وہ جاتے ہوئے سب کے لئے گوڈیز بھی لے کر گئی تھی۔ کلاس دینے کے بعد وہ اپنے معمول کے مطابق بچوں کے ساتھ کھیلنے میں مشغول تھی۔ جب وہ بچوں کے ساتھ کھیل کھیل کر تھک گئی تو اس نے بچوں کو ٹالنے کی کوشش کی رہی مگر بچے تھے کہ کسی طور پہ راضی ہی نہ ہوتے تھے۔

"اچھا۔۔۔" وہ اچھا کو لمبا کر کے بولی۔ "مگر میں تو سوچ رہی تھی کہ ہم تھوڑی دیر مل کر پینٹنگ کر لیتے ہیں لیکن اگر آپ لگ نہیں چاہتے تو اٹس اوکے۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یسسس۔۔۔ پینٹنگ، پینٹنگ" !

اس کی بات پہ سب بچے خوشی سے اچھلتے تالیاں بجاتے اندر کی جانب بھاگے

☆☆☆

"افف!۔۔۔"

کمرے میں جاتے سب سے پہلا کام اس نے اپنے نرم بستر پر دھرام سے گرنے کا کیا تھا۔

آج اتنے عرصے بعد دوبارہ سے روٹین میں واپس آکر تھک سی گئی تھی۔ مگر یہ تھکن بھی بہت پر سکون سی تھی۔ لیٹے لیٹے ہی وہ اپنے بازو کی ورزش کرنے لگی۔ یہ کرتے ایک دم سے اِسے ہادی کی بات یاد آئی تھی۔ گو کہ وہ تمام ویڈیوز اِس کے فائدے کی نہیں تھیں۔ مگر کبھی بلیک کرنے کی ضرورت تو پڑ ہی سکتی تھی۔ اسی سوچ نے اُسے کچھ بھی ڈیلیٹ کرنے سے روکا تھا لیکن ہادی کے انداز اسے اُسے دال میں کچھ کالا محسوس ہوا تھا۔

ایک جُست میں اُٹھتے اس نے سائڈ ٹیبل پہ اپنا پڑا لیپ ٹاپ اُٹھایا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے اُس نے وہی فوٹیج کھولی تھی۔ مگر یہ کیا یہاں تو

in correct password error

لکھا نیلا ڈبہ بنا آرہا تھا۔

"ایسا کیسے ممکن ہے۔" ماتھے پہ بل ڈالے وہ زیر لب بڑبڑائی۔

پانچ منٹ لگے تھے اسے پاسورڈ ریکور کرنے میں۔

اور پاسورڈ کھلتے ہی اس کا دماغ بھک سے اُڑا۔ اس کا تمام کا تمام ڈیٹا غائب تھا۔ غصے میں اپنی جگہ سے اٹھتے وہ باہر کو لپکی۔

"ماما میرے پیچھے سے میرے کمرے میں کون آیا تھا۔"

وہ اوپر ریلنگ پہ کھڑی گلہ پھاڑے چلائی۔

"حوصلہ حور یہ کون سا انداز ہے کچھ پوچھنے کا۔۔۔ ہم بہرے نہیں ہیں سن سکتے ہیں۔" فاطمہ نے اس کی سرزنش کی۔

" ماما پلیز ابھی کوئی لیکچر نہیں، مجھے بتائیں میرے کمرے میں کون گیا تھا؟۔۔۔"

"کوئی بھی نہیں گیا بھئی، تمہارے کمرے میں جا کر کسی نے اپنی شامت لانی ہے کیا؟۔۔۔ہاں مگر مانی سے پوچھ لو شاید وہ گیا ہو۔"

"نہیں نہیں اس کے علاوہ، یہ سب مانی کے بس کا کام نہیں۔۔۔"لیکن اگر کمرے میں کوئی نہیں گیا تو۔اس نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا۔

"اچھا پھر کوئی گھر آیا تھا کیا آج؟۔۔۔"

"نہیں حور کوئی بھی نہیں آیا۔ ہوا کیا ہے جو فضول ٹینشن ڈال رہی ہو آگے مجھے تیمور کی فکر ہو رہی ہے ابھی تک نہیں آئے اور نہ ہی فون اُٹھا رہے ہیں۔"

ماں کو فکر مند دیکھ کر وہ ان کے سامنے ڈھیلی پڑی تھی وہ واقعی فضول میں انہیں پریشان کر رہی تھی۔

"کچھ نہیں ماما جان، وہ بس میری ایک بُک نہیں مل رہی تھی شاید کہیں رکھ کے بھول گئی ہوں گی۔اور آپ فکر نہ کریں۔ تھوڑی دیر پہلے بات ہوئی تھی میری ڈیڈی سے، کہہ رہے تھے کوئی میٹنگ اٹینڈ کرنے جا رہے ہیں۔شاید وہیں لیٹ ہو گئے ہوں گے، ریلیکس کریں آپ۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ماں کو ریلیکس کرنے کا کہتی وہ واپس اپنے کمرے میں چلے گئی۔

اگر کمرے میں کوئی نہیں آیا، گھر پہ کوئی نہیں آیا، تو یہ کس کا کام ہو سکتا ہے۔اُس انسپکٹر کا؟۔۔۔ نہیں نہیں وہ کیسے میرے کمرے میں آ سکتا ہے، وہ تو گھر بھی نہیں آیا اور اس کو کیا پتا میرا کمرہ کونسا ہے اور اگر وہ آتا تو ماما کو ضرور پتا ہوتا۔

مگر اس کا وہ انداز۔۔۔"اس نے تنگ آ کر اپنے بال نوچے۔سارے کیمروں کی ریکارڈنگ تک بند تھی۔ کہ وہ کچھ دیکھ ہی لیتی ہونا ہو یہ ضرور اُسی دو نمبر انسپیکٹر کا کام ہے۔

اس نے اپنی دماغ کی رگوں کو انگلیوں سے دبایا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا لیپ ٹاپ ہی باہر اُٹھا کر پھینک دے اور وہ ایسا کر بھی دیتی اگر اس کے سامنے موجود لیپ ٹاپ میں جدید قسم کے سافٹ ویئرز انسٹال نہ ہوتے تو شاید ابھی تک وہ ردی کا ڈھیر بن بھی چکا ہوتا۔

"یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟۔۔۔"اس نے اپنے بالوں کو بینڈ میں جکڑتے دماغ پہ دوبارہ زور ڈالا۔

" اگر یہ کام واقعی اس دو نمبر آفیسر کا ہوا تو اس بار زندہ نہیں بچے گا وہ میرے ہاتھوں۔"

اگلے ہی لمحے وہ فون کان سے لگائے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

مگر مقابل بار بار کال کاٹ دیتا اس کا غصہ کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

اس کو اصل غصہ ان ویڈیوز کے ہاتھ سے جانے کا نہیں تھا مگر ایسے کیسے کوئی اس کے کمرے میں آ کر اپنا ہاتھ صاف کر سکتا ہے۔وہ بھی اس کی چیزوں کے ساتھ۔۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

☆☆☆

"مجھے تو یقین نہیں آتا ایسی دوغلی شخصیت کے لوگ بھی ہوتے ہیں دُنیا میں۔"

"ہم عام عوام کے ساتھ انہی کی طرح سڑکوں پہ نکلیں گے۔نو سکیورٹی نو پرٹوکول۔ہم اپنی عوام کو بتانا چاہتے ہیں ہم بھی آپ سب کی طرح اس ملک کے عام شہری ہیں۔"

پچھلے تین دن سے چلتی بختیار شاہ کی خبر جس میں اپنے کارکنوں کو وہ سڑکوں پہ نکلنے کی کال دے رہا تھا۔ سامنے پڑے ٹی۔وی پہ ایک بات پھر نشر کی گئی جسے دیکھتے حُسین ہادی سے مخاطب ہوا۔

" اب دیکھنا میں بتاؤں گا اِس عام عوام کو کتنا عام شہری ہے ان کا یہ لیڈر۔۔۔ بیٹا جیل کی سلاخوں کے پیچھے سڑ رہا ہے۔ مگر مجال ہے جو اِسے زرا بھی اس کی فکر ہو۔ ایسا باپ میں نے آج تک نہیں دیکھا جو کُرسی کی خاطر اپنی سگی اور اکلوتی اولاد کو ہی قربان کر دے اور کونفیڈنس تو دیکھو کیسے دنیا کو بیوقوف بنا رہا ہے۔"

اِس کی بات پہ کوک کا کین منہ سے لگاتا ہادی کھل کے ہنسا۔

" اور اس نے مجھے دھمکی کیا دی تھی۔ ایک ایک کو دیکھ لوں گا۔ اگر میرے بیٹے کو ایک خراش بھی آئی تو اس سے بڑا کوئی نہ ہو گا م اور دیکھو اتنے سالوں سے اسے بدبخت باپ کو ہوش بھی نہیں ہے کہ اِس کا ایک بیٹا بھی ہے۔ جو پتا نہیں کہاں ہے اور کیسی حالت میں ہے اس سے اچھا تو اس کا بھائی ہی ہے جو کم از کم خبر تو رکھتا ہے بھتیجے کی۔۔۔ مجھے تو کبھی کبھی شک پڑتا ہے کہ شاہنواز اِس کا نہیں اس کے بھائی کا بیٹا ہے۔"

بات کرتے کرتے وہ دور کی کڑی جور کر لایا تھا۔

"خیر اب میں ڈی این اے ٹیسٹ کرانے سے تو رہا۔" حسین اپنا کین منہ سے لگاتے بولا۔

"جس طرح یہ لوگ عام عوام کو بُدھو بناتے ہیں ایسے میں اگر ہم ان کا مکمل کالا چہرہ نہیں عوام کو نہیں دکھا سکتے تو کم از کم ان کے ڈراموں سے تو پردہ اُٹھا کر عوام کی آنکھیں کھول ہی سکتیں ہیں ناں۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہاں مگر تمہیں سب کچھ بہت ہوشیاری اور دھیان سے کرنا پڑے گا۔ اگر اُسے زرا بھی شک ہوا کہ اِس سب کاروائی کے پیچھے تم ہو، تو تم جانتے ہی ہو وہ کیا کیا کر سکتا ہے۔ اُس نے اپنی الیکشن کمپین میرے علاقے سے ہٹا کر تمہارے علاقے میں صرف اس لئے کرائی ہے کیونکہ اس تک تمہاری مجھ سے حسد کی خبر پہنچ چکی ہے۔"

گھونٹ بھرتا ہادی اسے آنے والے خطرے سے ہوشیار کرتا، سامنے میز پہ سکیورٹی ایریاز کی فائل پکڑ کے سٹڈی کرنے لگا۔ ساتھ ہی میز پہ ڈیکوریشن سٹائل میں پڑا پاکستان کا چھوٹا سا جھنڈا پوری شان سے لہرا رہا تھا۔

حسین اس کی بات سنتے ہنسا تھا اور ہنستا ہی گیا۔

"Look Look Look who is saying?"

"آپ وہی مسٹر ہادی ہیں نا جو شیر کی پچھاڑ میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے زرا نہیں سوچتے اور اب مجھے دھیان سے رہنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔"

اتنے میٹھے طنز پہ ہادی ابرو اچکاتے مسکرا دیا۔

"ایس۔ پی صاحب، چیلنج کے بغیر زندگی بھی کوئی زندگی ہے بھلا۔ اور پھر جب چیلنج کسی مثبت تبدیلی کا ہو تو یقین کریں پہلے ہی قدم پہ اللہ کی مدد خود بخود بھرپور طریقے سے آپ کے ساتھ ہوتی ہے۔ بس اللہ کا نام لو اور ڈال لو شیر کی پچھاڑ میں اپنا ہاتھ، کیونکہ یاد رکھو جب نیتیں صاف ہوں تو اللہ راستے خود ہی ہموار کر دیتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہوتا کہ ہم سب کچھ اللہ پہ چھوڑ کر کوئی حفاظتی تدبیر نہ کریں، اللہ بھی کہتا ہے پہلے محنت کرو پھر میں پھل دوں گا۔"

"بالکل۔۔۔ایک دم صحیح کہا آپ نے۔۔۔اب بس ایک دفعہ مجھے پتا چل جائے بیرسٹر سعدان الٰہی نے اُن سب ثبوتوں کی ڈوپلیکیٹ کاپی کس کو دے رکھی ہے۔تو پھر دیکھنا اِس سلطان خاندان کی سر سے سلطانی ٹوپی اترتے ہی کیسے ان کی اصلیت سب کے سامنے کھُلتی ہے۔

حسین اب ہادی کو کراچی کی تمام ڈیٹیلز بتا رہا تھا۔سعدان کے دوستوں سے مل کر حُسین کو اتنا تو اندازہ ہو ہی گیا تھا۔ سعدان اپنے ہر کیس کی ہارڈ کاپیں اپنے پاس رکھتا تھا تو اس کیس کی بھی لازماً ہو گی یا کسی کے پاس رکھوا دی ہو گی۔ مگر کس کے پاس۔۔۔

اور یہ بات تو حسین بھی اچھے سے جانتا تھا کوئی بھی انسان اپنے خلاف جاتا کوئی ثبوت چھوڑتا نہیں اور دوسروں کے خلاف جاتا کوئی ثبوت چھوٹنے دیتا نہیں۔

"سلطان بختیار شاہ اللہ کے فضل و کرم سے تم بھائیوں کی الٹی گنتی شروع۔"

"آمین"

ہادی باواز بلند بولا۔اس کیس میں ان دونوں نے اپنے دن رات ایک کر کے ساری جان لگا دی تھی۔ مگر ابھی بھی کچھ کڑیاں ایسی تھی جو سلجھ نہ رہی تھیں۔اور اس کڑی کو سلجھانے کے لئے دراب شاہ کی پاکستان میں موجودگی ضروری تھی۔

"مجھے ایک بات سمجھ نہیں آتی ہادی آخر دراب شاہ کا ایسا بھی کون سا راز ہے جس کی بھنک وہ اپنے عکس پہ بھی نہیں پڑنے دیتا۔

"Lets see."

دونوں اب آگے کالائحہ عمل ڈسکس کرنے لگے۔

"سر۔" حیدر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ان دونوں کو سلیوٹ کیا۔

"ہاں ہاں آؤ حیدر میں تمہیں ہی یاد کر رہا تھا کیا بنا اُس کام کا جو تمہیں دیا تھا۔"

حیدر پولیس کے محکمے میں ان کا سب سے زیادہ خاص اور اعتمادی بندہ تھا۔

"سر آل ڈن۔"

اس نے فائل ہادی کے سامنے کی۔

"سر آپ کے کہنے پہ اُس کی تمام فیملی کو سیف ہاؤس میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔ مگر سر ایک مسئلہ ہے اُس کی والدہ کی طبیعت بہت خراب ہے، انہیں علاج کی سخت ضرورت ہے۔"

اس نے ہادی کو مطلع کیا۔

"ڈاکٹر والا کام تم مجھ پہ چھوڑ دو۔ ان کے لئے ڈاکٹر میں سیف ہاؤس میں ہی ارینج کر دوں گا۔"

"اور کچھ ؟۔۔۔"

اس نے حیدر کو دیکھا جو کچھ اور بھی کہنا چاہ رہا تھا۔

"وہ سر میں نے بہت کوشش کی مگر وہ کچھ بولنے پہ تیار ہی نہ ہے۔"

اس نے شرمندہ سے انداز میں کہا۔ اس کی بات پہ ہادی سیدھا ہو کر بیٹھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس سے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہے بھی نہیں، وہ کچھ نہیں جانتا۔ تمھارا کام بس اتنا ہے کہ تم اُسے اس کے گھر والوں کی گُمشدگی کا بتا کر اذیت دیتے رہو۔"

"آخر یہ لوگ بھی تو اس احساس سے گزریں جس سے وہ معصوم لوگ گزرتے ہیں جن کی زندگیاں ان لوگوں کے چند پیسوں کی لالچ کی بھیڑ چڑھ کر تباہی کا شکار ہوتی ہے۔"

ہادی کی بات سمجھتے اُس نے ادب سے ہاں میں سر ہلایا۔

"یہ کس کیس کے بارے میں بات کر رہا تھا۔"

حیدر کے جانے کے بعد حسین بولا۔

"ارے کچھ نہیں یار، بس ہراسمنٹ کا ایک کیس تھا۔

"تو اس میں سیف ہاؤس کی کیا ضرورت؟۔۔۔"

اس جواب سے حسین کی تسلی نہ ہوئی تھی۔

"کیونکہ ہراساں کروانے والا کوئی اور نہیں دراب شاہ ہے۔"

"اچھا اچھا یہ اُسی لڑکی کا کیس ہے جو تمہیں سر منہاس والے آپریشن میں بیسمنٹ سے ملی تھی۔"

حسین کو یاد آیا۔

"ہاں یہ وہی لڑکی ہے۔ جس کی وجہ سے دراب دُبئی والی ڈیل سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔" ہادی نے تصدیق کی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیسے بھائی ہیں۔ ایک بھائی عوام کے اعتبار کا سودا کرتا ہے تو دوسرا اُن کی عزتوں کا' اگر اللہ نے اِن کو بھی بیٹی دی ہوتی تو جانتے رحمت اور عزت کسے کہتے ہیں۔"

حسین افسوس سے بولا۔

حسین اتنی ہی بات جانتا تھا جتنی ضروری تھی۔ اب وہ لڑکی کون تھی، کیا تھی، وہ نہیں جانتا تھا۔ اس سے زیادہ اگر وہ کچھ جانتا تھا تو یہی کہ وہ لڑکی دراب شاہ کا نیا شکار تھی جس کا استعمال اس نے دبئی والے کانٹریکٹ میں کرنا تھا۔

بھائی آپ کو نہائے ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں؟۔۔۔

زیان اِس کے قدموں میں بیٹھے ایکسر سائز کراتے بولا۔

پچھلے چند دنوں میں زیادہ واک کرنے کی وجہ سے اس کی ہڈی متاثر ہو کر دوبارہ اپنی جگہ سے ہِل چکی تھی۔ علاج سے اب وہ واپس ٹھیک تو ہو چکا تھا مگر متاثرہ ٹانگ پہ ابھی بھی بالکل وزن نہ پڑتا تھا۔ جس کہ وجہ سے اسے زمان مصطفیٰ کی کواڈ واکنگ سٹک کے سہارے چلنا پڑتا۔ اسے روز دن میں تین سے چار بار ایکسر سائز کرنی ہوتی اور اتنی ہی بار واک۔ ابھی بھی زیان اس کی ایکسر سائز کراتے کچھ سونگھتے بولا۔

"بکواس نہ کرو زیان چُپ کر کے اپنا کام کرو۔"

زیان کی بات پہ وہ چڑ کر بولا سب اس کے پیچھے ہی پڑ گئے تھے۔

"سٹیجز کی وجہ سے وہ صرف سپونج باتھ ہی لے سکا تھا۔ اور برسات کے موسم میں ان کے خراب ہونے کا اندیشہ ویسے بھی زیادہ ہوتا تھا۔

"بھائی بھائی مجھے ایک بہت ضروری کام یاد آ گیا میں ابھی آیا۔"

شفاء کو آتا دیکھ کر اس نے کھسکتے بہانہ بنایا اور اونچی آواز میں اس سے مخاطب ہوا۔

"بھابھی سوری مگر پلیز آپ زرا بھائی کو ایکسر سائز کرا دیں آپ کو زیادہ اچھے سے آتی ہو گی۔ میں بس زرا ابھی ایک ضروری کام کر کے آیا۔" وہ اتنا اونچی بولا تھا کہ شفاء جبریل کے سامنے کوئی بہانا بھی نہ بنا سکی۔

وہ ابھی ابھی ہسپتال سے آئی تھی ایک تو مایا کی ناراضگی افورڈ کرنا پھر اسے منانا اور پھر مریضوں کا ڈھیر دیکھنا اس کے بعد پھر ہادی کے ساتھ اس کی مریضہ کو دیکھنا اس سب کے بعد وہ مکمل تھک چکی تھی۔ مگر یہ تو وہ بھول ہی گئی تھی کہ گھر میں بھی ایک مریض پڑا ہے۔

"تھوڑا اوپر کو موو کریں۔" وہ نظریں جھکائے بولی۔

وہ پوری دلجمعی سے اِس کی ایکسر سائز کرانے میں مصروف تھی۔ اور وہ اس کا ایکسرے کرنے میں۔

کہنے کو تو اِن کے بیچ کھڑی اجنبیت کی دیوار گر چکی تھی مگر کام کے علاوہ ان کی آپس میں کوئی خاص بات بھی نہ ہوتی تھی۔ ایسا لگتا تھا ایک چھت کے نیچے دو اجنبی مسافر پناہ گزیں ہوں۔

"آپ رہنے دیں شفاء، میں خود کر لوں گا۔ آپ ابھی آئیں ہیں، پہلے جا کر کچھ کھا لیں اور تھوڑا ریسٹ کر لیں۔ تھک گئی ہوں گی۔"

" نہیں نہیں میں بلکل ٹھیک ہوں اور کھانا میں نے اپنی دوست کے ساتھ کھا لیا تھا۔ اس لئے بھوک نہیں۔"

وہ ابھی یہ کہہ ہی رہی تھی کہ فل سپیڈ سے بھاگ کر آتے زیان نے اِن کے پاس آ کر بریک ماری اور ہاتھ میں موجود پرفیوم سے جبریل پہ اچھا خاصا سپرے کیا۔

اس حرکت پہ شفاء نے ایک دم پیچھے ہٹی۔ سپرے اس کے منہ پہ بھی پڑا تھا۔

"وہ میں نے کہا بھابھی کو ایکسر سائز کراتے زیادہ مشکل نہ ہو، اس لئے میں پرفیوم لگا دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ جس سپیڈ سے آیا تھا اِس سے ڈبل سپیڈ میں واپس بھی بھاگ چکا تھا۔

اس کی بات کا مطلب سمجھتے شفاء نے اپنی مسکراہٹ چھپائی مبادا جبریل ہی نہ دیکھ لے۔ دونوں سمجھ گئے تھے کہ زیان نے یہ حرکت کیوں کی ہے مگر اب وہ کیا جانتا تھا ڈاکٹروں کا تو کام ہی یہ ہوتا ہے۔ انہیں اتنی سی بات سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

"سب سمجھ رہا ہوں میں، بس ایک دفعہ ٹھیک ہو جاؤں سب کو سیدھا کر دوں گا۔"

"ایک بات کہوں؟۔۔۔" شفاء کے مخاطب کرنے پہ اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"کل آپ سٹیچز کُھلنے کے بعد پراپر باتھ لے سکتے ہیں۔"

"نوازش آپ کی جو بتا دیا ورنہ میں نے تو ڈر کے پورا سیزن نہیں نہانا تھا اب ڈاکٹر تھوڑی نہ ہوں جو مجھے اِن سب باتوں کا پتا ہوتا۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ منہ پھلا کے بولا۔

"چلیں کوئی بات نہیں میں نے بتا دیا ناں، اب یاد رکھیے گا۔۔۔ اور چلیں آئیں اب تھوڑی سی واک بھی کر لیتے ہیں۔"

وہ اپنی مسکراہٹ روکتے عام سے انداز میں بولی۔

واک کرتے ہوئے اسے کافی تکلیف کا سامنا تھا جس کے اثرات اُس کے چہرے سے واضح تھے۔ آخر کو وہ نازک بھی تو بہت تھا۔ کالج کے زمانے میں جب کبھی کسی سے لڑائی ہو جاتی جبریل صاحب گدھے کے سر پہ سینگ کی طرح مقام سے غائب ہوتے تھے۔ ہادی کو جبریل کی اس نازک مزاجی پہ ہمیشہ سے بہت طیش آتا تھا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہے جبریل تمہاری اس باڈی بلڈنگ کا، ایک گھونسہ تو تم کسی کو مار سکتے نہیں ہو۔ بس بھیگی بلی کی طرح اپنے بھائیوں پہ ہی رعب جما سکتے ہو یا ڈاکٹر بن کے آپریشن تھیٹر میں چاقو چھُریاں چلا سکتے ہو، کبھی کسی کے ساتھ لڑتے یہ چاقو چھڑیاں تمہیں استعمال کرنی پڑ گئیں ناں تو یہ سوچ کر ہی تم پہ موت واقع ہو جانی ہے۔ "

وہ دونوں ساتھ میں جِم جایا کرتے تھے اور ہادی اسے فضول میں یہ سب کرتے دیکھ کر ہمیشہ بولتا رہتا تھا۔

"اس اب کا فائدہ تو تب ہو جب تم ہمت بھی سیکھو۔"

"ہادی صاحب، مجھے تمہاری طرح ہر کسی سے کُشتی کر کے گامے پہلوان کا پتر بننے کا کوئی شوق نہیں۔ میں زمان مصطفیٰ کا پتر رہنے میں ہی خوش ہوں۔" اسے تکلیف سے چلتے ہادی کی بات یاد آئی تھی وہ شروع سے بہت درد منانے والا بچہ ثابت ہوا تھا اسے شروع سے ہی چوٹوں سے ڈر لگتا تھا۔ مگر افسوس اس کے اندر کا وہ بچہ آج تک زندہ تھا۔

اپنے بازو پہ کسی کا لمس محسوس کرتے اِس نے اُس جانب دیکھا۔ جہاں شفاء اسے سہارا دیئے کھڑی تھی۔

جبریل نے غور سے اس کے نقوش دیکھتے اپنے قدم آگے کو بڑھائے۔ کچھ یاد آنے پہ ایک دھندلا سا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آیا تھا۔

وہ درد کی شدت اور خون کی کمی کے باعث نیم مدہوشی میں تھا۔ جب کوئی مسلسل اِسے جھنجوڑ کر جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اِس نے لمحے بھر کے لئے اپنی آنکھیں نیم وا کیں تو وہ کسی لڑکی کا دھندلا سا ہیولہ تھا۔ وہ لڑکی کبھی اس کا چہرہ

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

تھپتھپاتی تو کبھی اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتی۔ مگر زیادہ خون بہہ جانے کے باعث وہ چاہ کر بھی اپنے اندر اتنی ہمت نہ پا رہا تھا کہ اُسے صحیح سے دیکھ سکتا یا کوئی رسپانس دیتا۔ وہ جو کوئی بھی تھی اُس کی ہچکیوں کی آواز مدہوشی میں بھی اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بَعد کوئی نوکیلی چیز اسے اپنے اندر جاتی محسوس ہوئی تھی، اور پھر کسی نے نرمی سے اِس کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگایا تھا۔ اِس نے انجیکشن کے زیر اثر کسی نہ کسی حد تک پر سکون اور ڈھیلے پڑتے اعصاب کے ساتھ آنکھیں کھولنے کی ایک بار پھر کوشش کی تھی مگر وہ دوبارہ سوائے ایک دھندلے اور اندھیرے میں ڈوبے عکس کے اور کچھ نہ دیکھ سکا۔ اس دھندلے عکس میں بھی وہ اتنا جانتا تھا یہ کوئی عورت ہے۔ ایک آخری چیز جو اِس نے مکمل مدہوشی میں جاتے محسوس کی تھی وہ اپنے ہاتھوں پہ کسی کے آنسوؤں کی نمی تھی۔

سرجری کے بعد جب اسے ہوش آیا وہ اس سب کو ایک خواب سمجھا تھا۔ مگر زیان اور شایان کے اعتراف پہ کہ ڈاکٹر شفاء ہی اس کی بیوی شفاء الہیٰ ہے وہ یقین نہ کر پایا تھا کہ ایک بھگوڑے شوہر کی اتنی فکر کوئی کیسے کر سکتا تھا پھر ہادی کی وہ بات جو اُس نے شفاء کے بارے میں کہی تھی۔ اسے خواب اور حقیقت کا فرق بتانے کے لئے کافی تھے۔ یہ سب جاننے کے بعد تو شک کی کوئی گنجائش ہی نہ رہتی تھی کہ وہ لڑکی شفاء ہی تھی ایک خواب سی حقیقت۔

"شفاء ایک بات پوچھوں آپ سے؟۔۔۔"

اِس کا بازو تھامے چلتی وہ ایک دم چونکی۔ "جی پوچھیں؟۔۔۔"

"میری سرجری سے پہلے میرے پاس کون کون تھا؟۔۔۔"

اس نے بہت عام سے لہجے میں پوچھا تھا۔

"سرجری سے پہلے تو میں ہی تھی۔ کیوں کیا ہوا؟۔۔۔

وہ ہادی بھائی نے کہا تھا جب تک وہ خون کا انتظام کرتے ہیں میں آپ کے پاس رہوں۔ کیوں کیا ہوا؟۔۔۔"

"نہیں کچھ نہیں، بس یونہی۔"

اُس نے قدم روکتے شفاء کی جانب رخ کیا۔ اس کے چہرے پہ بھرپور مسکراہٹ تھی جو اس کی آنکھوں کا ساتھ بھی دے رہی تھی۔ شفاء نے پہلی بار کسی مرد کی اتنی روشن اور مسکراتی آنکھیں دیکھیں تھیں، وہ بھی اتنے قریب سے تو کیسے ممکن تھا وہ دیکھتے ہی اُن میں نہ کھوتی جس میں اِسے اپنا عکس تک دکھائی دیا تھا۔

"ادھر بیٹھیں؟..." ڈے ڈریمنگ میں کھوئی شفاء کے چہرے کے آگے ہاتھ ہلاتے جبریل نے سامنے پڑی کرسیوں کی جانب اشارہ کیا۔

یہ جگہ بچپن سے جبریل کی پسندیدہ تھی۔ گو کہ گھر کے مکینوں کے حساب سے ان کا گھر چھوٹا اور فیملی بڑی تھی مگر اِس چھوٹے سے گھر کو بھی اُنہوں نے بہت خوبصورتی اور محنت سے سجایا تھا۔ مین گیٹ سے اندر داخل ہو تو ایک راہدری سی تھی جس میں دو گاڑیاں کھڑی کرنے کی جگہ تھی مگر گاڑی ایک ہی تھی تو کھڑی بھی ایک ہی ہوتی تھی۔

راہداری کے داہنی جانب چھوٹی سی کیاری بنی تھی جسے خوبصورت سبزے کے ساتھ گلاب اور موتیے کے پودے لگا کر سجایا گیا تھا۔ اِس کیاری کے اندر گھر کے مکینوں کی تعداد کے مطابق ہی پلاسٹک کی پانچ کرسیاں اور بیچ میں بڑا سا پلاسٹک کا ہی میز رکھا گیا تھا جب کبھی موسم خوشگوار ہوتا تو تمام بھائی مل کے چائے کا انتظام یہیں کرتے اور ساتھ کیرم بھی کھیلا کرتے جبکہ زمان مصطفیٰ اور سلیمان افگن بھی اپنی شترانج کی بازی اکثر یہیں لگایا کرتے تھے۔

آج وہاں جبریل اور شفاء بیٹھے تھے۔ جبریل کے یوں دیکھنے پہ وہ نروس سی ہوئی تھی۔ جب ایک دم اپنے ہاتھوں پہ جبریل کی گرفت محسوس کر قہ چونکی۔

اس کے چونکنے پہ جبریل نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔

"آئی ایم سو سوری مجھے پہلے آپ سے پوچھ لینا چاہیے تھا۔ ایسے آپ کی مرضی۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ نفی میں بولی۔

"نہیں نہیں، اٹس اوکے۔ اس کی ضرورت نہیں۔"

اس کی بات کا مطلب سمجھتے جبریل نے اپنی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی۔

"Then may I?... "

اس کے لہجے میں ایک نرم سا تاثر دیکھ شفاء نے اپنا ہاتھ اس کی ہتھیلی پہ رکھا تھا۔ جبریل نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی اس کے ہاتھ پہ رکھتے نرمی سے ہاتھ پہ دباؤ ڈالا۔ کوئی اَن کہا عہد تھا جو اس نے اِن ہاتھوں کو تھامے اپنے آپ سے، شفاء سے اور اِن کے درمیان موجود رشتے سے کیا تھا۔ وفا نبھانے کا عہد، کبھی ساتھ نہ چھوڑنے کا عہد۔۔۔

" میں اِس قابل تو نہیں تھا لیکن آپ نے اس قابل سمجھا۔

its really honour for me.

میں اپنی زُبان سے کوئی معافی نہیں مانگوں گا شفاء کیونکہ میرے لفظ ان اذیتوں کا ازالہ نہیں کر سکتے جو آپ نے برداشت کیں ہیں۔ میں لفظوں سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے اپنی ندامت کا اظہار کرنا چاہوں گا۔ میں نہیں جانتا آپ کس دکھ سے گزری ہیں اور سچ بتاؤں تو جاننا چاہتا بھی نہیں ہوں کسی انسان کا دُکھ جاننے کے لئے اُس کی جگہ پہ آنا

ضروری ہوتا ہے اور میں اُس مقام پہ اپنے آپ کو کبھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ میرے پاس موجود میرے رشتے ہی میرا کُل اَثاثہ ہیں اور جس دن یہ مجھ سے چھِن گئے اُس دن جبریل مصطفیٰ مٹی ہو جائے گا۔"

آنکھوں میں آنسو لئے شفاء نے اپنی نظریں جھُکا لیں۔ وہ رو رہی تھی اور جبریل اُسے رونے دینا چاہتا تھا۔

"میں آپ سے کوئی وعدے وعید نہیں کروں گا شفاء کیونکہ وعدے تو ہوتے ہی ٹوٹنے کے لئے ہیں لیکن میں آپ کو ایک چیز ضرور کہوں گا میں رشتوں کے معاملے میں بہت کھڑا انسان ہوں۔ رشتوں میں منافقت کا زرا سا بھی قائل نہیں، جو رشتہ قبول کرتا ہوں آخری سانس تک نبھاتا ہوں چاہے اس کے لئے مجھے اپنا آپ کیوں نا قربان کرنا پڑے۔ میں کسی کی چیز لیتا نہیں اور اپنی کسی کو دیتا نہیں اور آپ تو پھر کوئی چیز نہیں بلکہ جیتا جاگتا انسان تھیں۔ انسان بھی وہ جو میرے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو چکی تھیں۔ تو آپ نے اور سب گھر والوں نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ میں آپ سے اتنی آسانی سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ جب میں نے آپ کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا تو کتنے سال تک آپ کی نہ شکل دیکھی تھی نہ آپ کو اپنی دکھائی تھی۔ میں اتنے سال سب سے دور رہا صرف اس لئے کہ آپ کے سامنے نہ آنا پڑے۔ جو میری بہت بڑی غلطی تھی اور ہے بھی بلکہ صرف غلطی ہی نہیں گناہ بھی ہے جس کا کفارہ میں ساری زندگی ادا کرنے کو تیار ہوں۔ مگر اب جب میں آپ کے سامنے آیا ہوں تو یاد رکھیں آپ کو قبول کر کے ہی آیا ہوں۔ چاہے آپ جیسی بھی نکلتیں میں آپ کی وفا شعاری جان کر آپ کو دیکھے بغیر ہی قبول کر چکا تھا۔ لیکن پھر بھی دیکھیں۔ آپ میری سوچ کے بالکل برعکس نکلیں۔ شاید اللہ کو میں کچھ زیادہ ہی پیارا ہوں، جو وہ مجھے ہمیشہ بہتر سے بھی بہترین سے نوازتا ہے۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامے آسمان کی طرف خلا میں دیکھتا بول رہا تھا۔

"میں آپ کے گزرے ماہ و سال واپس تو نہیں لا سکتا مگر اتنا ضرور کہوں گا، آنے والے ماہ و سال میں آپ ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ پائیں گی۔ کبھی مجھے اِس رشتے سے غافل نہیں پائیں گی بشرط یہ کہ آپ میرے ساتھ مخلص رہیں۔"

جبریل کی اس بات سے شفاء اُس کے اندر موجود اندیشے کو اچھی طرح جان گئی تھی جو ابھی بھی کہیں نہ کہیں اس کے اندر موجود تھا لیکن وہ چاہتی تھی آج وہ سب کچھ بول دے جو اس کے دل میں ہے اور جو دماغ میں۔

" آپ اسی گھر میں موجود تھیں یہ بات میں تب سے جانتا ہوں جب شانی نے اپنے شو میں آپ کا ذکر کیا تھا۔ جب ہسپتال میں سب مجھ سے ملنے آئے تھے مجھے امید تھی کہ آپ بھی آئیں گی، اب میں کیا جانتا تھا میں خود ہی سب سے پہلے آپ کے پاس آؤں گا اللہ کی قدرت دیکھیں میں اتنے سال اپنی انا کی تسکین کے لئے جس چیز سے بھاگتا رہا اللہ نے مجھے اُسی کے در پہ لا پھینکا۔ اِسے کہتے ہیں اللہ کا انصاف کیسے اُس نے میری انا کو آپ کے سامنے ریزہ ریزہ کر دیا۔"

وہ اس سب کو یاد کرتے ہنسا۔

"اور اب میں چاہتا ہوں آپ اِس رشتے کے بارے میں ایک بار پھر سوچ لیں آپ پڑھی لکھی ہیں، خوبصورت ہیں، معاشرے میں موو کرنا جانتی ہیں۔ اگر زبردستی میرے ساتھ ہوئی تھی تو آپ کے ساتھ بھی ہوئی تھی۔ آپ کے بھی ہر لڑکی کی طرح بہت سے لائف گولز ہوں گے، کچھ خواب ہوں گے اگر یہ نہیں تو اپنے شریک حیات کے بارے میں تو ضرور کچھ خواہشات ہوں گی۔ میں آپ کو اس معاملے میں آزادی دینا چاہتا ہوں، آپ پہ کچھ امپوز نہیں کرنا چاہتا، آپ کو وقت دینا چاہتا ہوں، جتنا بھی آپ چاہیں۔ میں یہ کبھی نہیں چاہوں گا کہ آپ بابا جان کی باتوں کی وجہ سے میرے ساتھ رہنے پہ راضی ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ وہ کریں جو آپ کا دِل چاہتا ہے۔ اور یقین کریں میں آپ کے ہر فیصلے میں آپ کا ہاتھ یونہی تھامے رکھوں گا جیسے ابھی تھاما ہے، کبھی نہ چھوڑنے کے لئے۔۔۔ انشاءاللہ۔"

اس نے آخری بات کہتے نظر اٹھا کر شفاء کو دیکھا۔ جس کی نظریں وہ کب سے اپنے چہرے پہ محسوس کر رہا تھا۔ اس نے پوری بات اِسے دیکھ بغیر کہی تھی۔ وہ جانتا تھا جیسے ہی اس نے شفاء کی جانب دیکھا وہ فوراً نظر پھیر لے گی۔ اور ایسا ہی ہوا تھا۔ اس کے دیکھتے ہی شفاء نے فوراً نظر چُڑائی تھی۔

اس کی حرکت پہ اُس نے محفوظ سے ہوتے مسکراہٹ دبائی۔

" ویسے ہدیٰ بتا رہی تھی۔ آپ کی شکل کے ساتھ ساتھ مسکراہٹ بھی کافی پیاری ہے۔ لیکن میں نے بھی کہا تصدیق کئے بغیر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کیا وہ سچ کہہ رہی تھی؟۔۔۔"

اس کی بات پہ شفاء کے چہرے پہ دھیمی سی مسکراہٹ آئی تھی۔ جسے جبریل نے گہری نظروں سے دیکھا۔

" اُس نے واقعی سچ کہا تھا۔"

" اہم اہم۔" شایان نے ان دونوں کے پاس آکر اِدھر اُدھر نظریں پھیرتے گلہ کھنکارا۔

جبریل نے بجلی کی سی تیزی سے شفاء کا ہاتھ چھوڑا۔ اِسی تیزی میں جبریل کا بازو متاثر ہوا تو اس کے منہ سے ایک کراہ سی نکلی۔

دھیرج میرے بھائی دھیرج۔۔۔ بوکھلا تو آپ ایسے گئے ہیں جیسے ساتھ والی باجی درخشندہ کا ہاتھ تھامے پکڑے گئے ہوں۔" شفاء خجل سی ہوئی۔

"مگر مزاق کے علاوہ بھائی' ابھی اتنی تیزی بھی نہ دکھائیں کہ دوبارہ بستر پہ پر جائیں۔" وہ فکر مند ہوتے بولا۔

"فکر نہ کرو اگر تم نے بد دعا نہ دی تو یقیناً نہیں پروں گا۔"

" اگر ایسی بات ہے بھائی، تو پھر تیاری پکڑیں چلنے پھرنے دوڑنے اور اپنے کپڑے دھونے کی کیونکہ ہم سب کی نیک تمنائیں ہر پل آپ کے ساتھ ہیں۔ اور جلدی جلدی سے ٹھیک ہو کر اپنے کام پہ جانا شروع کریں کیونکہ بیویوں کو گھر فارغ بیٹھے مرد سخت زہر لگتے ہیں۔" وہ پھر عادت کے مطابق بولا تھا۔

"زیان پِٹو گے تم میرے ہاتھوں۔" اب شفاء نے اُسے آنکھیں دکھائیں۔

"بھابھی یہ شوق بھی آپ بَعد میں پورا کر لیجئے گا ابھی پہلے آ کر کھانا کھا لیں۔ بابا جان آپ کو بولا رہے ہیں۔ وہاں کھانا ٹیبل پہ لگا ٹھنڈا پر رہا ہے اور یہاں آپ دونوں رومینس اوپن ائیر رومینس میں مصروف ہیں۔"

"شایان دفعہ ہو جاؤ میرے سامنے سے۔" اب کہ جبریل گلہ پھاڑتے چیخا تھا اور شایان واقعی دفعہ ہو چکا تھا۔

گیٹ پہ بیل ہوئی تو شفاء لال ہوتے چہرے سمیت دروازہ کی طرف لپکی۔

دروازہ پہ موجود ڈاکٹر رضا کو دیکھ کر وہ انہیں جبریل کے پاس ہی بٹھا کر زمان مصطفیٰ کے پاس چلے گئی۔

"کیسے ہو؟۔۔۔" جُھک کر جبریل سے گلے ملتے رضا نے اس سے اُٹھتی مہک سونگھی۔

" یار تو نے میڈیز پرفیوم لگایا ہے؟۔۔۔ یا پھر۔۔۔"

ذو معنی انداز میں کہتے اس نے اندر جاتی شفاء کو دیکھا۔

"شیٹ اپ رضا۔" وہ خفگی سے بولا۔

"یہ زیان نے پتا نہیں کون سا پرفیوم مجھ پہ سپرے کر دیا ہے۔" وہ مزید گویا ہوا۔

"پھر ضرور آپ کی بیگم صاحبہ کا پرفیوم ہی آپ پہ ہی کر کے ضائع کیا گیا ہے۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

*****

زمان مصطفیٰ ڈرائیونگ کرتے شایان کو ساتھ ساتھ خریداری کی لسٹ گنوا رہے تھے۔ جب شایان نے ایک دم سے بریک ماری مگر پھر بھی وہ سامنے والے کی گاڑی سے ٹکرا چکی تھی۔

"شایان دھیان سے' یہ کیسے ڈرائیور کر رہے ہو۔"

"بابا جان میں نے کچھ نہیں کیا۔ وہ سامنے والے نے ہی غلط وقت پہ غلط جگہ بریک ماری ہے۔ اِن امیر لوگوں کو بھی صرف بڑی بڑی گاڑیاں چلانے کا شوق ہوتا ہے، چلانا سیکھنے کا نہیں۔ ابھی دیکھتا ہوں میں اِسے۔"

وہ غصے سے بڑبڑاتا گاڑی سے اترا اور اگلی گاڑی کی طرف بڑھا۔ جبکہ زمان مصطفیٰ نیچے اتر کر اپنی گاڑی کو ہونے والا نقصان دیکھنے لگے۔

شایان نے ادھ کھلے شیشے سے اندر کی جانب دیکھا۔ ڈرائیونگ سیٹ ہی موجود ادھیڑ عمر شخص کا سر سٹیرنگ ویل پہ ٹکا تھا۔ شایان نے پریشانی سے اُس کو ہلاتے سیدھا کیا تو سر دوسری جانب جا ڈھلکا۔

"بابا جان'۔" اُس نے ہڑبڑا کر زمان مصطفیٰ کو آواز دی۔ زمان مصطفیٰ اللہ خیر کہتے آگے کو آئے۔

شایان نے شیشے سے اندر ہاتھ بڑھا کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر موجود بے ہوش آدمی کو سیدھا کرتے نبض دیکھنے کی کوشش کی۔

"میرے خیال میں یہ بے کوش ہو گئے ہیں۔"

سیدھا کرنے پہ اُس کا چہرہ دیکھتے زمان مصطفیٰ حیران ہوئے۔

"تیمور۔"

"بابا جان آپ جانتے ہیں انہیں؟۔۔۔"

"بیٹا یہ وقت اِن باتوں کا نہیں۔ تم جلدی سے انہیں ہسپتال لے کر چلو میں سلیمان کو اطلاع دے دوں۔"

ہاسپٹل کی راہداری پہ اس وقت سلیمان اور زمان دونوں پریشانی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ شایان ہسپتال کی فارمیلیٹیز پوری کرنے کے بَعد آفس جا چکا تھا اس کے شو کا ٹائم ہو چکا تھا۔

"تیمور پاکستان کب آیا میں تو یہ تک نہیں جانتا تھا۔ اُس واقعے کے بعد سے تیمور نے اپنے آپ کو سوسائٹی سے ایسے کاٹ لیا تھا کہ مجھے کچھ خبر ہی نہ رہی۔" وہ پریشانی سے گویا ہوئے۔

"پھر بھی سلیمان تمہیں ایک دفعہ پھر کوشش تو کرنی چاہیئے تھی۔ اب خیر، فکر نہ کرو۔ ڈاکٹر نے کہا ہے تھوڑی دیر تک ہوش آجائے گا، مائنر سا ہی اٹیک تھا۔"

"انشاء اللہ انشاء اللہ۔"

وہ پریشانی سے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کے ماتھے تک لے جاتے بولے۔

زمان مصطفیٰ نے جب کال آئی۔ سلیمان افگن ضروری میٹنگ میں تھے مگر تیمور کا سنتے ہی وہ سب کچھ چھوڑے بھاگے چلے آئے۔ ڈاکٹر نے مائنر ہارٹ اٹیک بتایا تھا موقعے پہ لے آنے کی وجہ سے زیادہ پریشانی کی بات نہ تھی۔ مگر سلیمان کو رہ رہ کر تیمور کی حالت پہ حیرانی ہو رہی تھی یہ دونوں ہم عمر تھے۔ مگر تیمور ہمیشہ اِس سے زیادہ فریش لگا کرتا تھا۔ اور آج جس تیمور کو وہ دیکھ رہا تھا وہ تو کوئی ضعیف العمر لگ رہا تھا۔

لباس تو آج بھی اس کا ہمیشہ کی طرح بہترین تھا مگر سر پہ موجود کثیر تعداد میں سفید بال اور ڈھلکتا ماس۔

"کیا کر لیا ہے اِس نے اپنے آپ کو۔"

وہ کمرے میں پڑے سٹر میں سے ایک پہ بیٹھتے اِس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ زمان مصطفیٰ کو وہ کب کا گھر بھیج چکے تھے۔

جب تیمور کو ہوش آیا تو اس نے اپنے اوپر موجود سفید چھت کو اجنبی نظروں سے دیکھا۔ دوائیوں کی مہک محسوس کر کے اس نے دوسری جانب دیکھا تو پہلی نظر سامنے بیٹھے سلیمان پہ گئی۔ اس نے بے یقینی سے آنکھیں سکیڑیں تو سلیمان اس کے پاس چلے آئے۔

"کیسے ہو دوست، کہیں بھول تو نہیں گئے ہمیں۔"

تیمور دھیما سا مسکرایا۔ اور نفی میں سر ہلاتے اُٹھنے کی کوشش کی۔

سلیمان اسے منع کرتے اس کے پاس ہی کُرسی گھسیٹتے بیٹھ گئے۔

" ڈاکٹر نے کہا ہے ابھی ریسٹ کرو ورنہ طبیعت بگڑ جائے گی۔"

"میں یہاں کیسے؟ اور تم؟۔۔۔"

"بتا دیتا ہوں یار اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ پہلے میں زرا ڈاکٹر کو بلا کر آتا ہوں۔"

"نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں میں ٹھیک ہوں۔ ابھی رہنے دو۔"

تیمور کی سمجھ سے باہر تھا وہ کیا کہے۔

اتنے میں تیمور کا موبائل پھر بجنا شروع ہوا تھا جو سلیمان کے پاس ہی موجود تھا۔

اس نے فون تیمور کے سامنے کیا۔ جس پہ اس کے پی۔اے کا نام روشن تھا۔اس نے یس کرتے فون کان سے لگایا۔

"نہیں میں نہیں اٹینڈ کر سکوں گا۔"

"نہیں نہیں۔"

"آپ میری آج کی تمام میٹنگز کینسل کر دیں میں تھوڑا بزی ہوں جب فری ہو جاؤں گا، دیکھ لوں گا۔"

"میں نے کہا ناں ابھی پوسیبل نہیں ہے کوئی بہانہ بنا دیں ورنہ انہیں کہہ دیں کسی اور پارٹی سے کنٹریکٹ کر لیں۔"

اس نے گہرا سانس لیتے فون بند کیا۔

جب تم ہوش میں نہ تھے تو فاطمہ بھابھی کی بھی کافی کالز آ رہی تھیں۔میں نے ریسیو کر کے بتانا بہتر نہیں سمجھا اب تم ہوش میں آ چکے ہو تو خود ہی فون کر لو۔"

وہ سکرین پہ جگمگاتا نام دیکھ چکا تھا۔

"اچھا کیا جو نہیں بتایا میں کرتا ہوں۔"

فاطمہ نے پہلی ہی بیل پہ فون ریسیو کیا تھا۔"

"کہاں تھے آپ تیمور کب سے فون کر رہی ہوں اٹھا کیوں نہیں رہے تھے؟۔۔۔"

"حوصلہ فاطمہ حوصلہ' سانس تو لے لو۔میں کانفرنس روم میں تھا بس اسی لئے نہیں اٹھایا۔"

"کب تک آ رہے ہیں آپ گھر۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

" آج مجھے لیٹ ہو جائے گا تم فکر مت کرنا۔"

اس نے فون بند کیا تو سلیمان نے نیوز پیپر فولڈ کر کے سائڈ پہ رکھا۔ جو انہوں نے ابھی ابھی پڑھنے کی نیت سے اٹھایا تھا مگر وہی روز کی خبریں دیکھ کر ایسے ہی رکھ دیا۔

" بھابھی اور احمد انکل کیسے ہیں؟۔۔۔"

"فاطمہ تو ٹھیک ہے اور پاپا کا انتقال ہوئے تو اب کافی سال گزر چکے ہیں۔"

اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون

لمحے بڑھ کے لئے کمرے میں عجیب سی خاموشی چھائی تھی۔

"جھوٹ کیوں بولا بھابھی سے تم نے تیمور؟۔۔۔ تمہیں انہیں اپنی کنڈیشن کے بارے میں انفارم کرنا چاہیئے ہے۔ اپنی زات سے اتنی لاپروائی اچھی نہیں ہوتی۔" وہ ماحول میں چھائی پژمردگی کم کرتے بولا تو اس کی بات پہ تیمور مسکرا دیا۔

"تم ابھی بھی نہیں بدلے سلیمان زرا بھی نہیں بدلے ابھی بھی ویسے کے ویسے ہی ہو وہی اندازِ فکر ہے، وہی لہجے کی نرمی۔"

"میری چھوڑو اپنی بتاؤ۔ تم تو ایسے کبھی نہ تھے۔ تم تو ہم سب سے زیادہ جاوان دکھا کرتے تھے اور اب کیا حالت بنا رکھی ہے۔ 120 سال کے بوڑھے لگ رہے ہو۔"

"جوان بیٹی کا باپ بوڑھا نہیں ہو گا تو اور کیا جوان ہو گا۔" وہ ہنس دیا۔ "بتاؤ بھابھی اور بچے کیسے ہیں اور فرحان؟۔۔۔"

فرحان کا پوچھتے اُسے بہت کچھ یاد آیا تھا اور اس یاد کے ساتھ آنکھوں میں نمی بھی آئی تھی جو اس نے کمال مہارت سے چھپالی۔

آج اگر اس کی حریم اس کی گڑیا زندہ ہوتی تو فرحان کے ساتھ اس کا نام جُڑا ہوتا۔ مگر یہ تو دُنیا کا اصول ہے انسان مٹ جاتا ہے اور اس کے پیچھے یادیں ہی رہ جاتی ہیں۔

" سب ٹھیک ہیں اور عافیہ تو اکثر تم لوگوں کو بھی بہت یاد کرتی ہے۔ اکثر بھابھی، حریم اور حور کا ذکر کرتی رہتی ہے۔"

"کبھی چکر لگانا بھابھی کو لے کر ہمارے گھر۔" وہ خلوصِ دل سے بولے۔

"یہ تو تم نہ بھی کہتے تو میں ضرور لگاتا۔ اب مل گئے ہو تو اب کی بار اتنی آسانی سے بھاگنے نہیں دوں گا۔"

سلیمان کی بات پہ تیمور کی نظریں جھکی تھیں۔ وہ کیا بتاتا۔ وہ کیوں بھاگے تھے؟۔۔۔ سلیمان تو پہلے دن سے ہر چیز سے واقف ہی رہا تھا اب یہ تو اِس کا بڑا پن تھا جو اتنے سالوں کی خاموشی کے بَعد بھی وہ اتنی محبت سے ملا تھا ورنہ تیمور نے تو حریم کی موت کے بَعد سے لوگوں کے ایسے چہرے دیکھے تھے کہ اپنوں پر سے بھی اعتبار اُٹھ گیا تھا۔ ایسے میں وہ کسی سے کیا رابطہ کرتا اور جس پہ اعتبار کیا، جس سے رابطہ کیا اُس نے عمر کے اُس حصے میں لا کر وجود کے اُس حصے پہ ایسی چوٹ پہنچائی جس کا کوئی مداوا ہی نہ تھا مگر یہ بھی اللہ کا کرم تھا وہ چوٹ کوئی بڑا قدم اُٹھانے سے پہلے کھائی تھی نہ کہ بعد میں۔۔۔۔

رات کو ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی وہ تیمور کو ساتھ لئے خود گھر ڈراپ کرنے آیا تھا۔ تیمور نے بہت منع کرنا چاہا مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔

"اچھا ٹھیک ہے مگر تم گھر میں کسی کے سامنے بھی میری طبیعت کا ذکر نہیں کرو گے۔"

"اوکے مگر میری بھی ایک شرط ہے۔ سلیمان نے ڈرائیونگ کے دوران کہا"

"وہ کیا؟۔۔۔"

"وہ یہ کہ تم ابھی دو دن کا آفس سے اوف لو گے اور نیکسٹ ویک میرے ساتھ اپنے ڈیٹیل چیک اپ کے لئے کسی اچھے کارڈیالوجسٹ کے پاس چلو گے۔"

اِس کی بات پہ تیمور مسکرا دیا۔

"تم واقعی بالکل نہیں بدلے۔"

تیمور کو ڈھیلے انداز میں اندر داخل ہوتا دیکھ کر فاطمہ ٹھٹکی۔

" تیمور آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ؟۔۔۔ چہرہ دیکھیں کیسے پیلا پڑ رہا ہے آپ کا اور کافی تھکے تھکے بھی لگ رہے ہیں۔"

"اسلام و علیکم بھابھی۔"

اِس سے پہلے تیمور کچھ کہتا سلیمان نے سلام کر کے فاطمہ کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔

سلیمان کے سلام کا جواب دیتی فاطمہ ایک دم سنبھلی اور تیمور کے ساتھ موجود شخص کو دیکھا جسے وہ تیمور کی حالت کی وجہ سے پہلے نہ دیکھ سکی تھی۔

پہلی نظر میں تو فاطمہ کو سمجھ نہ آیا یہ کون ہے مگر دو تین بار غور سے دیکھنے پہ وہ ایک دم حیران ہوئی۔

"سلیمان بھائی آپ؟۔۔۔""

"جی بھابھی میں سلیمان کیوں۔۔۔ کیا قصر میں میری اینٹری منع ہے؟۔۔۔" تیمور کے ساتھ والی نشست کو سنبھالتے وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"ارے نہیں نہیں بھائی آپ کا اپنا ہی گھر ہے۔ سو دفعہ آئیں۔ بلکہ آپ کو تو چاہیئے تھا عافیہ بھابھی اور بچوں کو بھی لے کر آتے۔"

فاطمہ خوش دلی سے بولی۔

"ہاں ہاں ضرور، اگلی دفعہ اس ہی کے ساتھ آؤں گا۔"

" ارے بیگم کچھ کھانے پینے کا انتظام کرو سلیمان اتنے عرصے بَعد گھر آیا ہے۔"

"جی میں ابھی کرتی ہوں۔" وہ جانے ہی لگی تھی جب پیچھے سے سلیمان نے آواز دے کر روکا۔

"ارے بھابھی کھانا پھر کبھی صحیح، ابھی بس آپ اپنے ہاتھ کی چائے پلا دیں۔"

تیمور سلیمان کا انداز دیکھ کر رہ گیا ایسا لگتا ہی نہ تھا کہ بیس سال بَعد مل رہے ہوں۔ وہی انداز وہی خلوص۔۔۔"

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو شکر مناؤ کہ میں تمہارے گھر میں کسی کو بتا نہیں رہا مگر یاد رکھو اگر تم اپنے وعدے سے پھرے تو میں بھی اپنی بات سے الٹے پیر پھروں گا۔"

وہ دھیمی آواز میں بولا۔

اِس کی دھمکی والے انداز پہ تیمور کُھل کے ہنسا۔ ہنسنے سے اس کے بائیں بازو میں درد سے اٹھی تھی مگر وہ ضبط کر گیا۔

"ماما پلیز کھانے کو کچھ بنا دیں بہت بھوک لگی ہے۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ پھر ریلنگ پہ کھڑی ہو کر چلائی تھی۔ جب سے آئی تھی کمرے میں بند لیپ ٹاپ پہ لگی تھی اور وہ دو نمبر انسان فون ہی نہ اٹھا رہا تھا آگے پیچھے تو ہر وقت فون پہ انگلیاں چلاتا رہتا ہے آج جواب دیتے ہاتھ ٹوٹ رہے ہوں گے۔ ضرور جان بوجھ کے اگنور کر رہا ہو گا۔ غصہ کم ہوا تو اسے بھوک کا بھی احساس ہوا تھا۔

" ماما پلیز آپی کیساتھ مجھے بھی کچھ دے دیں۔ بہت بھوک لگ رہی ہے۔" حور کو دیکھ کر المان کو بھی بھوک کا احساس ہوا تھا۔ وہ اپنے پیٹ پہ ہاتھ پھیرتے فاطمہ سے کہنے لگا۔

"اے موٹے! ابھی تو تم نے اتنے زیادہ فرائز ٹھوسے ہیں۔ اب میرے ساتھ پھر اپنا حصہ ڈالنے آ گئے ہو۔

"کب کھائیں ہیں میں نے۔ ایویں نہ مجھے موٹا بولا کریں۔"

"ہائے اللہ، توبہ استغفار۔۔۔" حور نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ "ابھی تو گھنٹہ پہلے تم نے اتنے زیادہ فرائز کھائے ہیں۔"

"وہ تو مجھے کب کے ہضم بھی ہو گئے۔"

وہ اوپر ریلنگ کی جانب دیکھ کر بولا جہاں حور کھڑی مسلسل اِسے گھور رہی تھی۔

"اللہ کے لئے چُپ ہو جاؤ تم لوگ۔ زیادہ نہیں تو کسی آئے گئے کا ہی لحاظ کر لیا کرو، ہر کسی کے سامنے ہماری ناک کٹوانے پر تلے رہتے ہو اور حور تم، تم تو بڑی ہو، کچھ شرم تم ہی کر لو ہر وقت چھوٹے بھائی کے نوالے گنتی رہتی ہو۔"

اپنے مطلب کی بات پہ المان نے معصوم صورت بنائی جسے حور گھور کر رہ گئی۔

" کتنی دفعہ کہا ہے تمہیں، پہاڑ کی چوٹی پہ کھڑی ہو کر اعلان کرنا مت شروع ہو جایا کرو۔ نیچے آؤ اپنا حُلیہ درست کر کے تمہارے ڈیڈی کے دوست آئے ہیں۔"

ایک نیا حکم صادر ہوا تھا۔

"کیا سوچتے ہوں گے وہ، تم لوگوں کی باتیں سن کر۔ کتنے جاہل ہیں ہمارے بچے۔"

فاطمہ منہ میں بولتے واپس کچن کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ حور منہ پھلاتے باتھروم میں گھس گئی۔

" آخر یہ کون سا دوست ہے ڈیڈی کا جو گھر تک آ گیا۔ حمزہ کی فیملی کے علاوہ آج تک تو کسی اور دوست کو پاپا نے گھر نہ بلایا کہیں پھر وہی تو نہیں آ گئے۔"

اسے نئی فکر نے ستایا۔

"نہیں نہیں وہ کیسے ہو سکتے ہیں وہ تو مُلک سے ہی بھاگ چکے ہیں۔ وہ بھی اس انسپیکٹر کی کرم نوازی سے۔

اِس نے اپنے خیالات کی تردید کی اور اَخیر پہ ہادی کا نام جل کر سوچا آخر کو ایک ہی تو اچھا کام کیا تھا اُس نے۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔ کام تو خیر سے کافی اچھے کر لیتا ہے۔" بالوں میں برش پھیرتے اس نے خود ہی اپنی تردید کی۔

وہ اندر گئی تو تیمور کے ساتھ بیٹھا شخص اسے کافی دیکھا دیکھا سا لگا تھا۔ البتہ تیمور ضرور ڈھیلا ڈھیلا سا لگا تھا۔

اس نے آگے بھر کر دونوں کو سلام کیا۔ اِس کی نظر سامنے بیٹھے المان پہ گئی۔ جو مہمان نوازی کرنے کے بجائے مہمان کو پیش کی گئی چیزوں کا چٹاچٹ صفایا کرنے میں مصروف تھا۔ اِس نے المان کو کاٹ دار نظروں سے دیکھتے ایک گھوری ڈالی مگر اثر کسے تھا۔

" ارے کھانے دو نا بیٹا، بھوک لگی ہوئی ہے بھائی کو۔"

سلیمان کی بات پہ وہ مسکرا کر رک گئی۔ اب وہ ان کو کیا بتاتی یہ تو اِن کے گھر غلطی سے انوکھا پیدائشی بھوکا پیدا ہو گیا تھا۔ جسے ہر وقت ہی بھوک ستاتی رہتی تھی۔

اِسے پہلی نظر میں ہی تیمور کی طبیعت بوجھل بوجھل لگی تھی۔ صبح آفس جاتے وہ کافی فریش تھا اور اب ایسے تھا جیسے صدیوں کی مسافت طے کرنے والا مسافر کسی سایہ دار شجر کے نیچے سکون کی تلاش میں بیٹھا ہو۔ اِس کے علاوہ ایک اور چیز بھی تھی جو اس نے اپنے باپ کے چہرے پہ محسوس کی تھی۔ وہ تھی خوشی۔۔۔ اِس نے اپنے باپ کا پُر مسرت چہرہ دیکھ کر اپنے ذہن سے فضول واہموں کو جھٹکا اور تیمور کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف سلیمان افگن کی باتیں سننے لگی۔

*****

"کل کا وقت ریڈ کے لئے سب سے بہتر ہے۔"

"یہ ریڈ رات کی تاریکی میں نہیں بلکہ دن کی روشنی میں ہونی چاہیئے ہے تاکہ ظالموں کی اپنی شکل چھپانے کا موقع بھی نہ مل سکے۔"

"آپ بلکل ٹھیک کہہ رہے ہیں سر۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔" منہاس علی کی بات پہ ہادی نے تائید کی۔

" اِس کے علاوہ بھی تمہیں ایک کام کرنا ہے ہادی۔"

"آپ بے فکر رہیں سر' میں اپنا شیڈول بنا چکا ہوں۔"

وہ پُر امید تھا۔

"اور حسین تمھاری ٹیم مکمل ریڈی ہے؟ اب وہ حسین کی طرف ہوئے۔

"More than ready sir۔"

وہ شاہنواز کے موبائل سے ملنے والے تمام ثبوتوں کی مختلف کاپیز بنوا کر ایک کاپی بختیار شاہ کی کمپین میں چلنے والی سی۔ڈی سے بدلوا چکا تھا۔"

" ویری گُڈ میں ایسا ہی اسپرٹ تم دونوں میں چاہتا تھا۔ اب ہماری منزل ہمارے بہت قریب ہے۔ بس ہمیں بہت ہوشیاری سے اس منزل کی جانب قدم بڑھانا ہے۔"

انسپکٹر منہاس نے دونوں کے کندھے تھپتھپاتے کہا۔ جو تابعداری سے اپنے ہاتھ پیچھے کو باندھے فخر سے کھڑے اپنے جِسَم پہ موجود وردی کا حق ادا کر رہے تھے۔

" حسین تم کمپین کو کور کرتے ہوئے ہر چیز پہ اپنی کڑی نظر رکھو گے۔ ڈی۔جے سسٹم کے علاوہ کمپین کی سکیورٹی میں کسی چیز کی کمی نہیں ہونی چاہیئے۔

اور ہادی تم بھی اپنی پوری ٹیم کے ساتھ ہم سے رابطے میں رہو گے۔ اور کوشش کرنا کوئی ٹھوس ثبوت ہاتھ لگ جائے۔ ہمارا پلین اے کامیابی ان دونوں بھائیوں کو کافی ہوشیار کر دے گی۔"

" یس سر ہم سب کچھ مکمل ذمہ داری سے کریں گے۔ آپ فکر نہ کریں جیت سچ کی ہی ہو گی۔"

انشاءاللہ۔ "

"مگر سر مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی یہ سلطان دراب برازیل کیا لینے گیا ہے۔"

"بیٹا ہر انسان کی، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ہوتی ہے۔ اِسی طرح ہر ظالم کی ایک ایسی کہانی بھی ضرور ہوتی ہے جہاں وہ ظالم نہیں مظلوم ہوتا ہے۔"

منہاس کسی سوچ میں جاتے بولا۔

"خیر ہوتا ہو گا مگر ان بھائیوں کو مظلوم کی جگہ کھڑے سوچنا بھی میرے لئے گناہ کے مصادق ہے۔ ایک دفعہ اس چھوٹے بھائی کا کام ہو جائے پھر بچے گا یہ بڑا بھائی بھی نہیں۔۔۔ آدھا پاگل تو وہ پہلے ہی ہے۔ پورا پاگل شاہ درویشی کا چوغہ اترتے ہی ہو جائے گا۔"

حسین کی بات پہ منہاس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم لوگ ابھی جانتے نہیں ہو انہیں۔۔۔ اتنا آسان نہیں ہے انہیں زیر کرنا۔ ایک عمر گزاری ہے میں نے ان لوگوں کے راز اکھٹے کرتے۔ اپنا سب کچھ گنوایا ہے میں نے ان کے راز حاصل کرتے کرتے۔ اور دیکھو سب گنوانے کے باوجود میں آج بھی اُن کے سامنے سر جھکا کر اور وہ سر اکڑا کر چلتے ہیں۔۔" ان کے لہجے میں کچھ تھا جسے ہادی اور حسین دونوں غور کئے بغیر نہ رہ سکے۔

"مجھے شروع سے ایسا لگا ہے سر۔ اس کیس کی کامیابی کے پیچھے آپ کا کوئی ذاتی مقصد رہا ہے۔ ہم دونوں تو صرف اس کامیابی کو حاصل کرنے کی لئے مہرے ہیں۔ ہماری ایک ایک بات، ایک ایک راز آپ کو معلوم ہونا کوئی عام بات نہیں ہے۔ آپ شروع سے سب جانتے تھے۔ آپ نے ہی کسی دوسرے بندے کے ذریعے ہم تک یہ کیس پہنچایا اور آپ نے ہی بیک پہ رہ کر اِن کی پرانی فائلیں کھلوائیں۔ میں کبھی بھی اس کی وجہ نہ سمجھ سکا۔ ٹھیک ہے ہم سب برائیوں کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ مگر آپ کچھ اور بھی چاہتے ہیں۔"

یہ وہ بات تھی جو حسین اور ہادی اکثر آپس میں کیا کرتے تھے مگر آج حسین سے رہا نہ گیا تو پوچھ بیٹھا۔ اس کی بات پہ منہاس علی ہلکے سے مسکرائے۔ کیا کچھ نہ تھا اس مسکراہٹ میں۔

" یہ بات تم دونوں کو مجھ سے بہت پہلے پوچھ لینی چاہیئے تھی۔ میں ابھی بھی تم لوگوں کے بارے میں ایسی بہت سی باتیں جانتا ہوں جو تم لوگ خود بھی نہیں جانتے۔ کل کا دن گزر جانے دو پھر آہستہ آہستہ خود ہی جان جاؤ گے۔"

میز سے اپنا فون پکڑتے وہ جانے کے لئے اٹھے۔ وہ دونوں بھی ان کے ساتھ ہی اٹھے تھے۔"

"حسین وہ تم نے کاشف کی جگہ کسی اور کو رکھنے کا بتایا تھا کب آنا ہے اُس نے؟۔۔۔"

"جی سر، پہلے آج آنا تھا مگر مصروفیت کی وجہ سے ملتوی کر دیا۔"

"چلو ٹھیک ہے جب آئے تو پہلے مجھ لازماً ملوانا۔ میں کسی لیڈی کو یہ ذمہ داری دینے کے حق میں نہیں اور نہ ہی مجھے اُن پہ اتنا یقین ہے۔"

*****

آج کا دن بہت مصروف گزرا تھا اور کل کا دن اس سے بھی زیادہ مصروف اور اہم تھا۔

کل کا سورج ایک نئی کرن کے ساتھ طلوع ہونا تھا جس کی روشنی میں چرند پرند نے ایک نہیں اُڑان بڑھنی تھی۔ گو کہ سورج وہی پُرانا تھا مگر اس کی روشنی میں بہت سے نقاب اترنے والے تھے۔

نہا کر نکلنے کے بَعد اس نے رموٹ پکڑا اور اے۔ سی کی کولنگ کم کرتے ایک ہی جُست میں بیڈ پہ چھلانگ لگائی۔

واٹس ایپ کھولتے اس کے چہرے پہ مخصوص شرارتی مسکراہٹ آئی۔ مصروفیت کے باعث اس نے دانستہ اس کا فون نہ سنا تھا۔ خیر مصروفیت تو صرف بہانہ تھی اس کا اصل مقصد تو اُسے تنگ کرنا تھا۔ بستر پہ دراز ہوتے اس نے کال ملائی تھی، جو پہلی ہی بیل پہ ریسیو کر لی گئی تھی۔

"آپ کی ہمت بھی کیسے ہوئی میرے کمرے میں گُھس کر میری چیزوں سے چھیڑ اکھانی کرنے کی۔"

فون سنتے ہی اُسے کافی پیاری پیاری باتیں سننے کو ملی تھیں۔ جس کا اِس نے زرا بھی بُرا نہ منایا۔ اپنی تعریفیں سنتے وہ مسکرا تو ایسے رہا تھا جیسے کسی لڑکی سے لعنتیں نہیں بلکہ حکومت کی طرف سے تمغہ جُرات سے نوازا جا رہا ہو۔

اچانک گلہ کھنکارتے وہ ایک دم سریئس ہوا۔

"دیکھیئے مس! اب آپ حد سے بڑھ رہی ہیں۔ آپ ہمیشہ غصے میں آتے یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ آپ کس سے بات کر رہی ہیں؟۔۔۔" اس نے انداز سنجیدہ رکھنے کی پوری کوشش کی تھی۔ جبکہ دوسری جانب سے کافی بھُنا ہوا جواب ملا تھا۔

"میں غصے میں کچھ بھولتی نہیں ہوں بلکہ مجھے یاد آجاتا ہے آپ کس قدر دو نمبر انسان ہیں۔" وہ لمبے لمبے سانس لیتی غصہ کنٹرول کرتے بولی۔

"دیکھیئے مس فاروقی میں نے آپ کو پہلے ہی کہا تھا آپ مجھے ہلکا لے رہی ہیں اور اگر آپ خود ہی میرا کام کر دیتیں تو مجھے کیا ضرورت تھی کہ آپ کے کمرے میں آکر اپنا ٹائم ویسٹ کرتا۔"

"جب میں نے کہا تھا میں کر دوں گی تو صبر نہیں تھا آپ میں؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دیکھیئے مِس! ہم پولیس والے ہوتے ہیں زرا اور ٹائپ کے۔۔۔ ہم چیزوں کے لئے صبر نہیں کرتے بلکہ چیزوں کو اپنے لئے صبر کراتے ہیں۔"

"اور گھروں کے تالے توڑ کر کسی کی پرسنل پراپرٹی میں جھانکنا بھی آپ کی ڈیوٹی کا حصہ ہے کیا؟۔۔۔"

" ایگزیکٹلی۔۔۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھتے اس نے فون دوسرے کان پہ منتقل کیا۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے مس فاروقی! یہی تو ہے ہماری جاب۔ اب نہ کوئی ایسا کام کرے جس سے ہمیں کسی کی پرسنل پراپرٹی میں جھانکنا پڑے تو ہمیں کیا ضرورت۔"

مجھے آپ کی کوئی فضول بات نہیں سُننی۔ مجھے بس اتنا بتائیں آپ نے میرا پاسورڈ کیوں بریک کیا؟۔"

"ہائے کاش!۔۔۔ میں اِس قابل ہوتا تو بات ہی کیا تھی۔ اور میں نے تو بس اپنا کام کیا تھا۔ اور اپنا کام کرنے میں زحمت کیسی۔" وہ پرسکون سے انداز میں بولتا اسے زہر سے بھی زیادہ زہر لگ رہا تھا۔

" یہی۔۔۔۔ بس یہی کیا ہے آپ نے؟۔" وہ دُکھ سے بولی۔

"ایک لڑکی کے کمرے میں گُھس کر اس کی پرسنل چیزوں کے ساتھ چھیڑ اکھانی کرنا بس یہی ہوتا ہے آپ کی نظر میں ایس۔ پی۔ صاحب؟۔۔۔"

اس کے چیخنے پہ ہادی نے فون کان سے دور کیا۔

وہ اور بھی کچھ کہہ رہی تھی۔

"کیا آپ کے اِس دو نمبر قانون میں ایسی حرکت کرنے والے پہ کوئی سزا عائد نہیں ہوتی؟" ...

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ٹرسٹ می، جس دو نمبر قانون سے میں واقف ہوں اس میں تو بالکل نہیں ہوتی لیکن اگر آپ کے ایک نمبر قانون میں ہوتی ہے تو مجھے ضرور بتائیں۔"

وہ معصومیت کی انتہا کرتے بولا۔

"شٹ اپ مسٹر ہادی۔" دوسری طرف سے تڑخ کے جواب آیا تھا۔

"مجھے شٹ اپ کرانے سے بہتر ہے مس' کہ آپ فون ہی رکھ دیں۔ اتنی دیر سے آپ کی سریلی آواز سن سن کر میرے کان میں درد شروع ہو گئی ہے اور اگر کل تک یہ ٹھیک نہ ہوئی تو میرے لئے کام کرنا مشکل ہو گا۔ اس لئے اللہ حافظ۔"

" لعنت ہے۔" دوسری جانب سے چیخ کے بولا گیا۔

"یہ بندہ کس قدر ڈھیٹ ہے ایک دفعہ میرے سامنے آجائے ایسی ایسی کِک ماروں گی کہ ساری زندگی یاد رکھے گا۔ کہ کبھی کسی لڑکی سے مار کھائی تھی۔

*****

فون بند کرتے ابھی اس نے آنکھیں بند کی ہی تھیں جب عافیہ ہاتھوں میں چند تصویریں تھامے چلی آئی۔ اِس کا اِرادہ فجر سے پہلے پہلے اپنی اچھی خاصی نیند پوری کرنے کا تھا۔ اور پھر فجر پڑھتے ہی اپنے مشن پہ نکل جانا تھا لیکن عافیہ کو دیکھ کر اسے اپنے تمام منصوبہ بندی پہ پانی پھرتا محسوس ہوا تھا۔

چند ادھر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد انہوں نے وہ تصویریں ہادی کے آگے کیں۔

" ان میں سے کوئی پسند کرو۔" تصویروں کو دو حصوں میں کرتے وہ مزید بولیں۔ "یہ وہ لڑکیاں ہیں جو ہم دیکھ کر آئے ہیں اور یہ وہ ہیں جو ہم نے ابھی دیکھنے جانی ہیں۔ تمہیں اگر کوئی پسند آجاتی ہے تو بتادو' تاکہ پھر ہم صرف اُسی کے گھر جائیں۔"

"امی یار آپ نے ابھی کل ہی تو اتنی تصویریں دکھائیں تھیں۔ اب یہ اور کیوں؟۔۔۔" وہ زچ ہوا تھا۔

"پہلی بات تو میں تمہاری کوئی یار نہیں ہوں۔

اور دوسری بات، ابھی تم تصویریں دیکھ لو۔ پھر جس جس لڑکی کو تم پسند کروگے اینڈ پہ ہم اُن میں سے کوئی فائنل کر لیں گے۔"

وہ اس کے کمرے کی چیزیں سمیٹتی بولیں۔

" عجیب بات ہے۔ یہ لڑکیاں ہیں یا بازار میں بکنے والا سامان۔" وہ کوفت کا شکار ہوا تھا۔ اُسے عافیہ کی بات قطعاً نہ بھائی تھی۔ ساری تصویروں کو آپس میں ملاتے اس نے بِن دیکھے چار تصویریں باہر نکالیں اور ماں کی طرف بڑھادیں۔

"یہ لیں۔"

"ان میں سے کون سی؟۔۔۔ یہ تو چار ہیں۔" عافیہ چاروں تصویریں بغور دیکھتی گویا ہوئیں۔

"ہاں جی' تو مجھے ان چاروں سے ہی شادی کرنی ہے۔" اس کا انداز عام سا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا ہادی؟۔۔۔"

"جی امی جان' اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے تو میں انہی چاروں سے شادی کروں گا۔"

"شاباش میرے بیٹے، شاباش! بس یہی سننے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے مگر فرض صرف ایک ہی ہے۔"

عافیہ کے ماتھے پہ تیوری چڑھی تھی۔

"تو کیا ہوا امی یار اجازت تو ہے نا۔" وہ بھی آخر انہی کا بیٹا تھا۔

"کل کو اگر تمہاری بہن کا شوہر بھی ایسی بات کہے تو تم کیا کرو گے؟۔۔۔"

"کروں گا کیا۔۔۔ ظاہری سی بات ہے۔ اُس کے ساتھ جا کر لڑکی پسند کروں گا۔ اور کیا کروں گا۔"

وہ مزے سے بولا تھا جب باہر سے گزرتی ہدیٰ اس کی بات سنتے تڑپ کر اندر آئی۔

" دیکھ رہی ہیں امی آپ انہیں۔ جو اِن کی حرکتیں ہیں مجھے پکا یقین ہے یہ ایسا کر بھی گزریں گے۔ "

وہ روہانسی ہوئی تھی۔ اور ہادی اُسے زبان دکھا کر مزید تنگ کرنے پہ تُلا تھا۔

"ہاں تو ظاہر ہے جس کی تم جیسی بیوی ہو گی۔ اُس آدمی کی مدد کرنے پہ تو ویسے ہی بہت ثواب ملے گا۔"

"امی دیکھ رہی ہیں اپنے بیٹے کو یہ کیا کہہ رہے ہیں۔"

وہ چیخی تو عافیہ نے اُسے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ اُسے باہر بھیج کر وہ واپس ہادی کی طرف متوجہ ہوئیں۔

" ہادی مجھے سمجھ نہیں آتی۔ تم سنجیدہ ہو کر میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے آخر؟۔۔۔"

ان کی بات پہ ہادی سیدھا ہو کر بیٹھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF THE KITE

"امی نہیں سمجھ آتا کیا کرنا ہے تو چپ کر کے اِن پِن سیفٹی پِن کریں اور جس پہ آئے اس لڑکی سے بات فائنل کر دیں مگر اللہ کے واسطے یہ روز روز لڑکیاں دیکھنے جانے والا قصہ ختم کریں۔" وہ سنجیدہ ہوتے بولا تو عافیہ کو اس کی بات خاص اچھی نہ لگی۔

"مگر ہادی یہ معاملات ایسے طے نہیں ہوتے۔" اس نے ان کی بات یہیں روکی۔

"تو امی جیسے آپ چاہ رہی ہیں ویسے بھی نہیں ہوتے۔ وہ جیتی جاگتی لڑکیاں ہیں، بازار میں لگایا گیا کوئی شو پیس نہیں' رشتوں کے نام پہ جن کی یوں مارکیٹنگ کی جا رہی ہے۔" اس نے رُک کر گہرا سانس لیا۔ اور پھر قدرے سکون سے بولا۔ "دیکھیں امی! میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب بھی کہہ رہا ہوں جو جی چاہتا ہے لڑکی پسند کریں مگر مزید کوئی لڑکی اب آپ دیکھنے نہیں جائیں گی۔" تمام تصویریں عافیہ کو تھماتے فائینل وارننگ دینے کے انداز میں بولا۔

"معاشرے کی جن برائیوں کو ختم کرنے کے لئے میں دن رات کوشاں ہوں، وہ چیزیں اگر میرے گھر میں ہی ہوتی رہیں تو لعنت ہے مجھ پہ۔"

گو کہ ہادی کی باتوں نے انہیں کچھ اچھی نہ لگی تھیں مگر وہ خوش بھی تھیں اپنے لختِ جگر کی سوچ جان کر، انہیں فخر تھا انہوں نے ایسی اولاد کو پیدا کیا جو حق اور باطل کا فرق ان سے بہتر سمجھتی تھی۔ اس وقت انہیں کوئی بہت شدت سے یاد آیا تھا۔

" مگر فرحان شادی ساری زندگی کا سفر ہوتی ہے۔ جب ہمسفر آپ کے ہمقدم نہ چل سکے تو انسان تھک جاتا ہے اور مجھے یہی ڈر ہے کہ کہیں تنہا چلتے چلتے تم اس سفر میں تھک نہ جاؤ۔"

"میں تنہا کہاں ہوں بھابھی' میرے قدم میرے ہمسفر کے ساتھ ہی تو ہوں گے، اور فکر نہ کریں۔ ایسے سفر میں تھکان نہیں ہوتی جس میں پُر سکون سایہ دار شجر آپ کے ہمراہ ہو۔" وہ ٹھہرے اور اٹل لہجے میں بولا تھا۔

اب وہ کیسے بھول سکتیں تھی ہادی بھی تو اسی فرحان کا خون تھا تو کیسے اُسی کی راہ پہ نہ چلتا۔

وہ واپس جاتے جاتے پلٹیں۔

ہادی کل تم جلدی گھر آجانا۔"

"کیوں خیریت؟۔۔۔" اس نے واپس بیڈ پہ لیٹتے پوچھا۔

"ہاں وہ کل تمہارے بابا کے دوست اور ان کی فیملی نے ہم سب کو کھانے پہ بلایا ہے۔ "

"آپ سب چلے جایئے گا میرا ممکن نہیں، پولیٹیکل کمپین کی وجہ سے کام کا لوڈ کافی ہے۔ ویسے یہ دوست کونسا ہے؟ زمان انکل کے گھر کے علاوہ تو بابا فیملی کو کسی کے گھر نہیں لے کر جاتے۔" اُسے حیرانگی ہوئی تھی۔

"یہ دوست حریم فاروقی کا بھائی ہے۔" ایک جملے میں جواب آیا تھا۔ جس کے بعد اُسے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حریم کون تھی اور اُس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ یہ سب ہی جانتے تھے۔ حریم کے ساتھ ہونے والے اس واقعے سے افگن خاندان کی بھی ایک کہانی جُڑی تھی۔ افگن ویلا کے مکینوں کے لئے حریم ایک ایسا نام تھا جو ہمیشہ فرحان افگن کے نام کے ساتھ زندہ رہا تھا۔ اور پھر یہ تو اصولِ دنیا ہے انسان رہے نہ رہے اُس کی یادیں رہ جاتی ہیں۔

☆☆☆

اللہ اللہ کر کے اس کے سٹیچز کُھلے تھے وہ نہا کر نکلا تو کو ادواکنگ اسٹک کی مدد سے چلتا زمان مصطفیٰ کے پاس جا بیٹھا اور شادی کی تیاریوں کے حوالے سے باتیں کرنے لگا۔

شایان اور شفاء سامنے آ کر کھڑے ہوئے تو دونوں نے انہیں حیرت سے دیکھا۔

"کیا ہوا؟۔۔۔" پہل جبریل کی طرف سے ہوئی تھی۔

"ہوا تو کچھ بھی نہیں، بس آپ کے کپڑے دھل گئے۔ جو دھل سکتے تھے۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ ویسے اِس کی کیا ضرورت تھی میں ٹھیک ہو کر خود ہی دھو لیتا۔" وہ ہلکا پھلکا ہو کر بولا۔

"اگر آپ نے دھونے ہوتے تو یہاں لانے سے پہلے ہی دھو چکے ہوتے۔"

جواب شفاء کی طرف سے موصول ہوا تھا۔ شفاء کی طرف سے اِس کو ایسے جواب کی ہرگز توقع نہیں تھی۔ اسے ہمیشہ جبریل نے خاموش طبع ہی جانا تھا۔

اتنے میں شایان بھی اِس کے واشروم سے تھوڑی دیر پہلے اتارے گئے کپڑے بھی لے آیا تھا۔

"بھائی کیا اِن سب سالوں میں ایک دفعہ بھی آپ نے کپڑے نہیں دھوئے۔ اگر خود نہیں دھو سکتے تھے تو لانڈری میں بھیج دیئے ہوتے۔"

شایان اتنے کپڑے دیکھ کر پہلے ہی تپا بیٹھا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"اب ایسی بات نہیں ہے میں باقاعدہ لانڈری کراتا تھا یہ صرف لاسٹ ویک کے تھوڑے سے تھے۔ اس لئے میں نے بھیجے نہیں، جانتے ہو کتنا پیسا لگتا ہے لانڈری سے دھلوانے میں؟۔۔۔"

" اور وہ جو پرانے نہ دھونے کے مارے نئے کپڑے خریدتے تھے وہ پیسوں کے نہیں آتے تھے؟" ...

شفاء کے سوال نے اسے لاجواب کیا تھا۔

"یہ لڑکی بھی منہ میں اچھی خاصی زبان رکھتی ہے۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"چلیں خیر۔" شفاء نے ہاتھ جھاڑتے ایک خالی باسکٹ اپنے پیچھے سے پکڑ کر شایان کو دی۔ جو وہ جبریل کے واشروم میں رکھ آیا۔

"اس باسکٹ میں آپ اب اپنے تمام دھونے والے کپڑے ڈالا کریں گے اور جب ٹائم ملے دھویا بھی کریں گے۔" شفاء باسکٹ کی طرف اشارہ کرتے بولی

"اور یہ آرڈر بابا کا ہے۔"

شایان واپس آتے زمان مصطفیٰ کو دیکھ کر مزید بولا۔ جنہوں نے سر ہلاتے شایان کی بات کی تائید کی۔

"بابا جان کا یہ بھی کہنا ہے یہ پہلی اور آخری بار تھا۔ جو اُن کی بہو اور باقی سب نے مل کر آپ کے کپڑوں کا ٹبر دھویا۔ اگلی دفعہ آپ ان شاء اللہ تندرست ہوں گے اور خود ہی دھوئیں گے۔" اپنی بات کہہ کر وہ چپ ہوا ہی تھا کہ زمان صاحب بولے۔

کیونکہ اِس گھر کے سب مرد ایک ہی برابر ہیں۔ اگر زیان اور شایان کام کرتے ہیں تو تم بھی کرو گے۔ کیونکہ شفاء آئندہ تمہارا ایسا کوئی کام نہیں کرے گی۔"

شایان باپ کی بات پہ تھمبز اپ کرتا ایک اور باسکٹ آگے لاتا بولا۔

"اور یہ باسکٹ آپ کے اُن کپڑوں کی ہے۔ جو دُھلنے کے بَعد بھی ایسی حالت میں نہیں رہے کہ آپ خود پہن کے ہسپتال جائیں یا میں آفس اور زیان یونی۔ اِس لئے ہم سب کی مشترکہ رائے یہ ہے کہ سب کپڑے کل کچڑے والے کو جائیں گے۔"

جبریل کا منہ کھُلا تھا مگر کپڑوں کی حالت دیکھ کر کچھ کہہ نہ سکا۔

"جی بالکل۔" اتنے میں پیچھے سے زیان نے بھی ایک اور باسکٹ لاتے شانی کی تائید کی۔

زیان نے اِس کے سامنے ایک اور باسکٹ کی جس میں اِس کے وہ سب کپڑے تھے جو یہاں کے موسم کے حساب سے سردیوں کے تھے مگر باہر وہ روز پہنا کرتا تھا۔

" اور یہ باسکٹ آپ کے ان کپڑوں کی ہے جو آپ اپنے پیسوں سے لانڈری کرائیں گے اور خود ہی اٹھا کر سردیوں کے کپڑوں میں سنبھالیں گے۔ اب اتنا کپڑا دھونے کے بَعد تو ہم میں کھانا بنانے کی بھی ہمت نہیں رہی۔"

وہ کمر پہ ہاتھ رکھتا بولا۔ اس کہ تو حالت بھی اس کی تھکن کا پتا دیتی تھی مکمل پانی سے بھیگا صاف بتا رہا تھا کہ وہ دھوبی گھاٹ میں ڈیوٹی دے کر آیا ہے۔ ان سب نے مل کر کام کیا تھا۔ مشین اور سپنر کا کام شایان کا تھا، پانی سے کپڑے نکالنے کا کام زیان کا اور کپڑے پھیلانے کا کام شفاء اور حدید کا تھا۔ اس کام سے شفاء کو شروع سے جتنی موت پڑتی تھی آج اتنے ہی کپڑے اسے تاروں پہ ڈالنے پڑے تھے۔ اوپر سے جگہ کم پڑنا ایک الگ مسئلہ تھا۔

اِس سارے عرصے میں جبریل کچھ کہنے کے قابل نہ بچا تھا۔ ان سب کی حالت دیکھ کر اسے اندازہ ہو سکتا تھا یہ لوگ کتنا تھک گئے ہوں گے۔

حدید نے بھی آ کر اپنا حصہ ڈَالا تھا اور جو کپڑے کوڑے والے کو دینے کے لئے رکھے تھے۔اِن میں سے ایک بنیان باہر نکالتے بولا۔

بھابھی اِس کو ڈَسٹنگ کے لئے رکھ لیتے ہیں۔اِس سے ڈسٹنگ اچھی ہو جائے گی۔

واؤ حدید تم تو بڑے ٹیلینٹڈ نکلے۔پھر ہم اس کو درمیان سے کٹ کر لیتے ہیں تاکہ پڑا بُرا نہ لگے۔"شایان کی بات پہ زیان کو بھی آئیڈیا آیا تھا۔

"یار شانی اِن موٹے کپڑوں میں بھی کچھ دیکھ لے،شاید کوئی ٹاکی مارنے کے لئے بھی بہترین کپڑا نکل آئے۔"

"نہیں"جبریل ایک دم چیخا۔

" پاگل ہو گئے ہو تم،یہ سب میرے برانڈڈ کپڑے ہیں۔"شایان کے ہاتھ میں اپنا پسندیدہ گرم لانگ کوٹ دیکھ کر وہ چیخا جبکہ شفاء اور زیان کو زوردار ہنسی آئی تھی۔

"اب بھائی آپ ہمارے لئے یہ سب لائے تھے تو ہمیں ہی طے کر لینے دیں ناں کہ ان کا ساتھ کیا معاملات کرنے چاہیے ہیں۔"

"نکلو۔۔۔نکلو تم سب یہاں سے اور یہ باسکٹس میرے کمرے میں رکھ دو میں خود ہی دیکھ لوں گا۔ان کا کیا کرنا ہے۔"

اس کا ضبط ختم ہوا تھا۔

"سوری ٹو سے،مگر ہم ایسا نہیں کر سکتے۔"شایان نے ہاتھ کھڑے کئے تو زیان بھی اپنی کمر پکڑ تا بابا جان کے ساتھ ہی جڑنے کے انداز میں بیٹھا۔

"آپ کے پیچھے سے ہم نے کمرہ اتنا صاف رکھا اور اب آپ چاہتے ہیں یہ کبار ہم واپس آپ کے کمرے میں رکھ دیں اور آپ ہمارے لئے پھر سے الماریاں بھر دیں۔"

"دیکھو جبریل' سب بچے بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں اب تم بھی تہذیب کا دامن تھامو اور اپنے کام خود کرنا سیکھو۔ اب بیوی آنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ انسان اپنے کام اُس پہ اور چھوٹے بھائیوں پہ لاد کر اپنے کام خود نہ کرے۔ ہمارے دین نے کبھی ہمیں یہ سبق نہیں دیا۔ اور اگر میری تربیت بھی یہ ہوتی تو میں تم لوگوں کی ماں کے جاتے ہی کام والی رکھوا دیتا۔" خاموش بیٹھے زمان مصطفیٰ نے اُس کی سرزنش کی۔

"جی بابا اس نے اچھے بچوں کی طرح جی کہتے سر جھکایا۔

***

عزیز نیازی کی غیر موجودگی میں اُن کی بہن امایہ کا خیال رکھنے اپنی تین عدد بیٹیوں کے ساتھ عزیز مینشن آچکی تھی۔ اب یہ گھر امایہ کا تھا یا اُن کا اس میں فرق کرنا ذرا مشکل تھا۔ اس کے پہننے، اُوڑھنے کھانے، پینے سے لے کر کہاں جاتی ہے، کس کے ساتھ جاتی ہے، کب جاتی ہے اور کب آتی ہے ہر چیز پہ نظر رکھی جاتی تھی۔ اس سب پہ نہلے پہ دہلا اُن کی زبان تھی جو امایہ کو دیکھتے ہی خود بخود طنزوں کے تیر چھوڑنا شروع کر دیتی تھی۔

Safareadab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مگر کل کی رات تو انہوں نے انتہا ہی کر دی تھی۔ اس بار نشانہ اس کے کے کردار کو بنایا گیا تھا اور یہاں امایہ کا ضبط ختم ہوا تھا۔

پھر جو اس کے منہ میں آیا غصے میں وہ اس نے بھی بولا۔

اور اب کمرے میں آ کر اسے ایک نئی فکر نے آن گھیرا تھا نجانے پھپو اب ڈیڈی کو کیا بتانے والی تھیں۔ کچھ بھی تھا، اتنا تو امایہ جانتی ہی تھی کہ اگر اس کا باپ اس کے کردار کے حوالے سے کسی کی بات پہ یقین نہیں کرے گا تو اپنی بہن کے ساتھ کی گئی زبان درازی بھی برداشت نہیں کرے گا۔

فجر پڑھ کر وہ کمرے سے نکلی تو سامنے ہی اس کی ایک ہونہال پھوپھی زاد بہن پورے جوش و خروش سے اس کے کردار میں موجود وہ وہ باتیں دوسروں کو بتانے میں مصروف تھی۔ جن کی موجودگی کا علم خود امایہ تک کو نہ تھا۔

اب بُری تو وہ بن ہی چکی تھی تو اپنے آپ کو ان لوگوں کا پابند کرنے کا فائدہ۔ بُری تھی تو بُری ہی سہی۔۔۔

سورج کی کرن نکلتے ہی وہ ملازمہ کو لے کر حجاب اوڑھتی واک پہ نکل گئی۔

امایہ باجی آپ زیادہ نہ سوچا کریں ایسے لوگوں کی باتوں کو، بڑے صاحب کبھی اُن کی باتوں پہ یقین نہیں کریں گے وہ اچھے سے جانتے ہیں آپ کو بھی اور اُن کو بھی۔"

ملازمہ کی بات پہ وہ ٹرانس سے باہر نکلی۔

"وہ بڑی ہیں کہہ سکتی ہیں۔ تم اُس کو چھوڑو واک پہ آئی ہو تو فائدہ اُٹھاؤ اور اُس لڑکی کو دیکھو جیسے وہ ایکسر سائز کر رہی ہے تم بھی کرو۔" اس نے اپنا لہجہ نارمل کرتے ملازمہ کا دھیان دوسری طرف لگایا۔ امایہ جانتی تھی اُسے اپنا وزن کم کرنے کا کتنا شوق تھا۔ اس لئے اسے بھیج کر وہ واکنگ ٹریک پہ چلنے لگی۔

اس کی آنکھوں کے سامنے رات کا پورا واقعہ ایک بار پھر کسی فلم کی طرح چلا تو آنکھوں کے راستے نمی نے باہر نکلنا کا راستہ خود ہی بنا لیا۔ وہ تکلیف زدہ سا ہنسی۔

"لو امایہ نیازی اب تمہاری شخصیت میں ایک بھی ایسی چیز نہ بچی جو لوگوں کے گوسپس سے بچی ہو۔"

اگنور کرنے کا مشورہ دینا بہت آسان ہوتا ہے، مگر عمل کرنا بہت مشکل۔ لوگوں کے طنز و تیر کا مرکز بننا انسان کو اندر سے جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ ایسا اس کے ساتھ بھی تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کمپلیکس کا شکار تھی۔ دنیا کے سامنے تو وہ امیر باپ کی اکلوتی اور بے فکر بیٹی تھی مگر اسی امیر باپ کے رشتے داروں کی نظر میں وہ کچھ نہ تھی۔ حوصلہ کر کے وہ زبان کھول تو چکی تھی مگر اس کے نتائج سے خود بھی ناواقف تھی۔ چلتی چلتی وہ ایک بینچ پہ جا بیٹھی۔ اور آنے والی قیامت کے بارے میں سوچنے لگی۔

"اباجی تو آپ کہ یہاں ہیں نہیں۔ ملازم بھی سب آپ کے کافی تابعدار ہیں، تو کس سے لڑ کر یا ڈر کر گھر سے بھاگی ہیں۔"

آواز پہ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ بینچ کی پچھلی طرف موجود بینچ پہ بیٹھا شخص اس وقت اِسے پھوپھی کی کمی پوری کرتا محسوس ہوا تھا۔

"جس سے بھی لڑی یا ڈری ہوں۔ آپ کو اس سے مطلب؟۔۔۔"

اس کی بات کو اگنور کرتا وہ پھر بولا تھا۔

"اگر جنوں چوڑیلوں سے ڈر کر بھاگی ہیں تو بہت غلط کیا۔ ایک دفعہ اپنی زبان کی تیر تو کھولتیں، مقابل نے خود ہی آپ سے ڈر کر بھاگ جانا تھا۔"

""""لیکن یہ والی چڑیل ان تیروں سے نہیں ڈرتی۔"

وہ ٹرانس میں بولی اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا وہ کس کو چڑیل کہہ گئی ہے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوہ تو اس کا مطلب ہے وہ جن نہیں چڑیل ہے لیکن اگر اس پہ آپ کی زبان کی تیر بھی نہیں چلے تو وہ چڑیل بھی نہیں ڈائن ہے۔ جس پہ آپ کا اثر نہیں ہوا لیکن آپ پہ اُس کا اثر ضرور ہو گیا ہے' جو یوں دریا بہائے جا رہے ہیں۔"

اس کی بات پہ وہ آنسو صاف کرتی بے ساختہ دھیما سا مسکرائی۔ شاید ہی کسی میں اتنی ہمت تھی جو پھوپھی کو ڈائن کہہ لے اور سامنے بیٹھا کیسے کہہ گیا تھا۔

"مس نیازی' اگر آپ برا نہ منائیں تو ایک بات کہوں؟۔۔۔"

"جی۔" اتنے مہذب انداز میں وہ اس سے پہلی بار گفتگو کر رہا تھا۔ وہ حیران ہوئی۔

"ہمارے معاشرے میں کئی ایسے درندے ہیں جو سرِ عام انسانی کھال میں گھوم رہے ہوتے ہیں۔ انہیں آپ ہی کی طرح کسی کمزور لمحے کا شکار ہوئی کمزور عورت کا انتظار ہوتا ہے جو ایسے ہی گھر سے نکلے اور وہ اس کو اپنا شکار بنائیں۔ اس لئے آئندہ کبھی یوں کای کمزور لمحے میں گھر سے مت نکلئیے گا۔" اس کا لہجہ عام مگر بات گہری تھی امایہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"پھر کہیں آپ بھی انسانی کھال میں چھُپے وہی درندے تو نہیں؟۔۔۔"

اس نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا تو وہ بھی ہنس پڑا۔

"نہیں بلکہ ہمارا تعلق ان درندوں کو پکڑنے والے ڈپارٹمنٹ سے ہے۔ اور اگر آپ اجازت دیں تو ایک اور بات بتاؤں؟۔۔۔"

"جی بتائیں؟۔۔۔" آج امایہ کو یہ شخص بُرا نہ لگا تھا۔ اس نے حسین کی بات کو غور سے سُنا جو کہہ رہا تھا۔

"آج تک انسان کو سکون کبھی سڑکوں کی خاک چھان کر نہیں ملا۔ سکون صرف اللہ کی یاد میں ہے۔ اس لئے اگر کبھی بے سکون ہوں تو گھر سے نکلنے کے بجائے قرآن پاک کھول لیں۔ سکون خود بخود مل جائے گا۔"

امایہ نے حیران ہوتے اسے دیکھا اسے حسین سے اس بات کی توقع نہیں تھی جو مزید کہہ رہا تھا۔

"اور اگر پھر بھی دل کو تسلی نہ ملے تو قرآن مجید کو بمع ترجمہ پڑھیں۔ ٹرسٹ می سکون کے سارے راستے خود بخود کھُلتے جائیں گے۔ جب جواب نظروں کے سامنے آئے گا تو اللہ پریشانیوں سے نکلنے کا راستہ بھی خود ہی بتا دے گا۔

انشاءاللہ۔۔۔۔"

"شفاء مجھے لگتا ہے آج ہسپتال میں کچھ ہے۔"

چائے کا کپ اسے تھماتے امایہ شفاء سے مخاطب ہوئی۔

اس وقت وہ دونوں راؤنڈ سے فارغ ہو کر کیفیٹیریا میں بیٹھی سستا رہی تھیں۔ کیفے کی کھڑکی سے ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ کی طرف کو جاتا راستہ واضح دکھائی دیتا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کی بات پہ شفاء نے بھی اس کے تائید میں سر ہلاتے اس جانب دیکھا جہاں آج معمول سے زیادہ چہل قدمی تھی۔ سوٹ بوٹ میں تیار سب سینیئر ڈاکٹرز وہیں کا رُخ کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہی ایک اناؤنسمنٹ ہوئی جس میں تمام سینئر اور جونئیر ڈاکٹرز کو آٹھ بجے تک کانفرنس ہال میں جمع ہونے کا کہا گیا تھا۔

"لو آ گیا آرڈر۔۔۔ اللہ خیر اب کوئی نیا حکم نہ صادر کر دیں یہ لوگ۔" شفاء تلملائی۔

"ایک تو اس ہاسپٹل میں آئے دن ہی کوئی نہ کوئی نیا رول لاگو ہوتا رہتا ہے۔ جس پہ عمل شاذ و نادر ہی کوئی کرتا ہے۔" امایہ بھنائی۔

کانفرنس روم آج عجیب ہی منظر پیش کر رہا تھا۔ آج یہاں وہ وہ شکلیں موجود تھیں۔ جو آج سے پہلے شاید ہی ان میں سے کسی نے دیکھی ہوں گی۔ سینئر ڈاکٹرز اور ہسپتال انتظامیہ کے علاوہ کئی غیر ملکی چہرے بھی یہیں مہمانِ خصوصی کے طور پہ موجود تھے اور ان کی موجودگی کسی خاص بات کی نشاندہی کر رہی تھی۔

وہ دونوں اپنی اپنی نشستیں سنبھال چکی تو امایہ نے پورے ہال میں ایک طائرانہ نظر دوڑائی۔

"اوئے شفاء! اُس پائی کو دیکھ، وہ کہیں دیکھا دیکھا نہیں لگ رہا؟۔۔۔"

امایہ کے کُہنی مارنے پہ شفاء نے نظروں کا رُخ سامنے سٹیج کی جانب کیا جس جانب امایہ کا اشارہ تھا۔

لمحے بھر کے لئے اس کی نظروں میں حیرانی آئی تھی۔ نیوی بلیو پینٹ کوٹ میں ملبوس، شایان کی ایش گرے ٹائی لگائے، وہ کوئی اور نہیں بلکہ جبریل مصطفیٰ ہی تھا۔ جو اپنے ساتھ بیٹھی غیر ملکی خاتون کی بات پہ بہت خوش دلی سے ہنستا دکھائی دے رہا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بڑے دانت نکل رہیں ہیں نواب صاحب کے اس گوری کی باتوں پر تو۔" وہ دل ہی دل میں تلملائی۔

"یار یاد کرناں، کہاں دیکھا ہوا ہے یہ پائی؟۔۔۔" امایہ کو اس کا فطری تجسس کھائے جا رہا تھا۔

"مایا ڈارلنگ، میرے خیال میں وہ کوئی پائی نہیں بلکہ اچھا خاصا جوان جہان اور ڈیشنگ سا بندہ ہے۔"

وہ سامنے کا منظر دیکھتے امایا کی جانب جھکی۔

"میری بلا سے وہ چھُنا کا کا ہو یا پرانے زمانے کا حسِین ترین شہزادہ گلفام۔ مجھے تو بس یہ ہے کہ میں نے اس پائی کو دیکھا کہاں ہے آخر؟۔۔۔" وہ ذہن پہ زور ڈالتے بولی۔

"اونہوں! پائی نہیں لڑکا۔" شفاء نے دوبارہ تصیح کی۔

"اور یہ وہی ہے جو ایک دفعہ ہمیں آئس کریم پارلر میں ملا تھا۔ یاد ہے جس پہ میں نے آئس کریم بھی گرائی تھی۔"

شفاء لہجے کو نارمل رکھتے گویا ہوئی تو امایہ کو کرنٹ لگا۔

"وہ ہینڈسم؟۔۔۔" وہ "وہ" کو لمبا کرتے بولی تو شفاء نے مسکراہٹ دباتے ہاں میں سر ہلایا۔

"ویسے شفاء تمہیں کتنی اچھی طرح یاد ہے اس کا چہرہ؟۔۔۔" امایہ کا لہجہ شریر تھا۔ اس سے پہلے وہ اور کچھ کہتی سیمینار شروع ہو چکا تھا۔

جس کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے کیا گیا اور پھر وہی گھسی پِٹی تقریریں کرتے مہمانِ خصوصی کا شکر ادا کیا۔ بعد میں کچھ غیر ملکیوں نے مائک سنبھالا اور ہیلتھ ایشوز پہ سب کو ایڈریس کرنے لگے۔ سب کی طرح شفاء اور امایہ بھی اپنے اپنے بیگ میں موجود چھوٹے چھوٹے جرنلز نکالتے، سب کچھ نوٹ ڈاؤن کرنے لگیں۔

بالکل اختتام پہ ہسپتال کے اونر کے بھی بعد، جبریل نے مائک سنبھالا تھا۔ جس پہ امایہ شاکی سی ہوئی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ شفاء! اب کیا ہو گا؟۔۔۔"

امایہ افسوس اور حیرت کی ملی جلی کیفیت کا اظہار کرتے شفاء کی جانب جھکی۔

"کیوں کیا ہوا؟۔۔۔" شفاء کو تعجب ہوا۔

"سنا نہیں تم نے' یہ پائی تو یہاں کا سینئر ترین ڈاکٹر نکل آیا ہے۔ ڈاکٹر جبریل مصطفٰی نام ہے اس کا۔" اس نے دو منٹ پہلے کا سنا نام دہرایا۔

سیمینار ختم ہوتے ہی وہ کچھ سوچتے ڈرامائی انداز میں بولی تھی۔

"اگر شفاء اِس نے تمہیں پہچان لیا ناں' تو مجھے نہیں لگتا تمہاری خیر ہونے والی ہے بچو' جتنا سڑو وہ اپنی اتنی لمبی تقریر سے لگا ہے ناں، پکا چن چن کر بدلے لے گا۔" اس نے اپنی طرف سے شفاء کو بڑے پتے کی بات بتائی تھی۔ اور پھر اگلے ہی لمحے جبریل کو اپنی طرف آتا دیکھ کر امایہ کے تاثرات بدلے تھے۔

"اوہ مائی گاڈ شفاء! وہ تو اِدھر ہی آ رہا ہے۔ میرے خیال میں وہ تمہیں پہچان چکا ہے۔ چلو جلدی جلدی نکلتے یہاں سے۔" وہ شفاء کا ہاتھ تھامے اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے باہر کی طرف بڑھنے لگی تھی، جبکہ شفاء کا دل چاہ رہا تھا وہ زور زور سے ہنسے۔

اتنے میں جبریل ان کے راستے میں آ کر کھڑا ہوا تو انہیں بھی رُکنا پڑا۔ پہلے جبریل نے اِن کے ہاتھ اور پھر اِن کی جانب اچنبھے سے دیکھا۔

"شفاء' جب آپ فری ہو جائیں تو بتا دیجیئے گا۔ میں آفس میں آپ کا ویٹ کر رہا ہوں۔ ایک ہی دفعہ ساتھ ہی گھر چلیں گے۔"

سامنے والے کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نے امایہ کو چار سو چالیس والٹ کا کرنٹ لگایا تھا۔ اُس نے حیران نظروں سے منہ کھولے پہلے جبریل اور پھر شفاء کی جانب دیکھا۔ جو اُس پائی سے بھی زیادہ نرم تاثر لئے اُسے جواب دے رہی تھی۔

"یہ کیا تھا؟۔۔۔"

جبریل کے جاتے ہی وہ شفاء سے مخاطب ہوئی تو اب کی بار شفاء سے بھی مسکراہٹ روکنا مشکل ہوا۔ اسی لئے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ملتوی کرتے اس نے اپنا ہاتھ امایہ کے سامنے کیا۔

"Its Mrs. Jibreel Mustafa. Nice to meet you Miss Niazi."

امایہ کا منہ کھُلا تھا اور پھر کھلا کا کھُلا ہی رہ گیا تھا۔ شفاء سے ہاتھ ملانے کے بجائے اس کا دل کیا تھا اس کے گال پہ ہی ایک ہاتھ جڑ دے۔

****

ارد گرد کے ماحول کو پورا فوکس میں لیتے سادے کپڑوں میں ملبوس حُسین نے موبائل پہ ایک میسج ٹائپ کیا اور مطلوبہ نمبر کو تلاش کر کے سینڈ کر دیا۔

ڈریسنگ روم میں بڑے سے آئینے کے سامنے تیار ہوتے شایان نے وائبریشن پہ سامنے اوندھے پڑے موبائل کی جانب دیکھا۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنا کام مستعدی سے کرتے میک اَپ آرٹِسٹ کو ٹھہرنے کو کہا اور سیدھا ہو کر موبائل چیک کرنے لگا۔

میسج دیکھتے ہی اُس نے نیوز روم میں موجود اپنے دوست کے سیل پہ وہی میسج فارورڈ کر دیا۔ جو کب سے اِسی میسج کے انتظار میں تھا۔ میسج سینڈ کرنے کے بَعد وہ دوبارہ کُرسی کی پُشت سے ٹیک لگا چکا تھا، جبکہ میک اَپ آرٹِسٹ واپس اس کے چہرے پہ جھکا اپنے کام میں محو ہو گیا۔

****

اسلام و علیکم ناظرین 'نیوز بریک کے بَعد ہم واپس آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ ایم۔این۔اے سید سلطان بختیار شاہ نے اپنی کانفرنس میں بڑے بڑے دعوے کئے تھے تو آئیں آپ کو لے چلتے ہیں اُن کے جلسے کی جانب جہاں سے ہمارا نمائندہ آپ کو براہ راست وہاں کی صورتحال سے آگاہ کرے گا۔

"اسلام و علیکم فیصل کیا آپ ہمیں سن سکتے ہیں؟۔۔۔"

نیوز روم میں موجود نیوز اینکر نے اپنے چینل کے نمائندے سے رابطہ بَحال کرتے اُسے مخاطب کیا۔ جس کا جواب فوراً موصول ہوا تھا۔

"جی فیصل آپ ہمیں آگاہ کریں گے جلسے کی صورت حال سے؟۔۔۔ کہ جلسہ کتنا بڑا ہے؟۔۔۔ وہاں کے انتظامات اور صورتحال کیسی ہے اور سب سے بڑھ کر ایم۔این۔اے صاحب کے جو دعوے تھے وہ کس حد تک درست ثابت ہو رہے ہیں یا اُن کے دعوے بھی باقی سب کی طرح دھرے کے دھرے ہی رہ گئے۔۔۔"

نیوز روم میں موجود نیوز اینکر نے پیشہ وارانہ انداز میں پوچھا۔

"جی بالکل عابد میں آپ کو بتاتا چلوں کہ جلسہ کافی کامیاب جارہا ہے اور کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ شاہ صاحب کی خود کی سوچ سے بھی زیادہ کامیاب جارہا ہے کیونکہ یہاں موجود لوگوں کی تعداد انتظامات سے زیادہ بڑھ چکی ہے۔ پاکستان کے مختلف شہروں سے کارکنوں کی بہت بڑی تعداد کا آنا ابھی تک جاری ہے۔"

حسین نے بڑی رازداری سے چلتے ہوئے آنکھوں سے سامنے کھڑے کیمرہ مین کو اشارہ کیا اور خود چلتا ہوا بختیار شاہ کے لئے بنائی گئی کا جائزہ لینے کی جانب بڑھ گیا۔

جی فیصل انتظامات کا تو آپ نے بتا دیا اب یہ بھی بتا دیں ایم۔ ان۔ اے صاحب کے دعوے کس حد تک درست ثابت ہو رہے ہیں؟۔۔۔"

"جی بالکل! میں آپ کو بتاتا چلوں میں اِس وقت جلسے میں شریک ہونے والے لوگوں کے لئے بنائے گئے واک تھرو گیٹ کے سامنے کھڑا ہوں اور جیسا کہ آپ میرے پیچھے دیکھ سکتے ہیں کہ یہاں پہ کس قدر رش ہے۔ اور جو ایم۔ این۔ اے صاحب نے کہا تھا کہ وہ بغیر کسی پرٹوکول کے عام عوام کی طرح آتے جاتے ہیں تو آپ بلکل ویسے ہی دیکھ سکتے ہیں کہ یہاں پہ کسی بھی قسِم کی شاہ صاحب کے لئے کوئی سرکاری اور نجی سکیورٹی موجود نہیں ہے بس کہیں کہیں پر آپ کو ٹولیوں کی صورت میں سول کپڑوں میں موجود کچھ پولیس اہلکار نظر آئیں گے جن میں اے۔ ایس۔ پی حسین احمد کو بھی آپ دیکھ سکتے ہیں اگر وہ ہمارے کیمرے کی آنکھ میں آسکیں ورنہ یہاں موجود ہر پولیس اہلکار اور سکیورٹی گارڈ کی یہی کوشش ہے کہ وہ میڈیا کی نظر میں نہ آسکے۔ ہمارے کیمرے کی آنکھ اگر آپ کو دکھا سکے تو اکثر سکیورٹی اور پولیس کے اہلکار آپ کو اسلحہ پکڑے نظر آئیں گے تاکہ اگر خدانخواستہ کوئی ہنگامی صورتحال ہو تو وہ فوری طور پہ اس سے نمٹ سکیں، اور کچھ گارڈز آپ کو دیگر پارٹی رہنماؤں کے پیچھے بھی سول کپڑوں میں کھڑے نظر آسکتے ہیں۔"

"لیکن فیصل، اگر آپ ہمیں سن سکتے ہیں تو یہ بتایئے گا شاہ صاحب نے تو کہا تھا وہ کوئی پرٹوکول نہیں لیں گے اور نہ ہی سکیورٹی تو یہ سب کیا ہے؟۔۔۔"

"جی بالکل، جیسا انہوں نے کہا تھا ویسا ہی ہے۔ اور یہ سب سکیورٹی تو عوام کی حفاظت کے لئے جلسوں کی ڈیمانڈ ہوتے ہیں۔"

ایک دم سے ہل چل ہوئی تھی۔

"عابد ہمیں لگتا ہے بختیار شاہ صاحب یہاں تشریف لے آچکے ہیں۔ اور جیسے انہوں نے کہا تھا بالکل ویسے ہی عام شہری کی طرح سرکاری لینڈ کروزر میں تشریف لائے ہیں جیسا آپ کو ہمارا کیمرہ مین دکھا رہا ہے کہ ان کی لینڈ کروزر کے آگے پیچھے سے آتے تین تین ویگو ڈالوں میں سے بھی شاہ صاحب کے ذاتی سکیورٹی گارڈ اتر رہے ہیں۔"

ہلچل پیدا ہونے پہ کیمرہ مین نے دوسری جانب کیمرے کا رُخ کیا جہاں سے بختیار شاہ کی گاڑی جلسے کی حدود میں داخل ہو رہی تھی۔

نمائندہ جیسے جیسے بتا رہا تھا ویسے ویسے ہی سارے مناظر ٹی۔وی اسکرین پہ بھی پیش کئے جا رہے تھے۔ جس میں سکیورٹی اہلکاروں اور سول لباس میں موجود اہلکاروں کو مکمل فوکس میں لیا گیا تھا۔

نیوز روم میں بیٹھا نیوز کاسٹر اپنی استہزایہ امڈتی مسکراہٹ کو دُباتے سنجیدہ چہرہ بنا کر مزید سوالات پوچھنے لگا۔

حسین بختیار شاہ کے پاس گیا جو کروفر سے باقی پارٹی رہنماؤں کے ساتھ قطار میں لگی سیٹوں پہ براجمان تھا۔ اس نے جُھک کر اِس کے کان میں کچھ کہا جس پہ وہ ایک دم سنبھلا اور اس کے ہاتھ سے موبائل پکڑ کر سکرین پہ چلتی نیوز دیکھنے لگا۔

موبائل سے نظر ہٹا کر اس نے اپنے ارد گرد کیمرہ مینز کی بوچھاڑ دیکھی اور بظاہر مسکراتے ہلکی آواز میں حسین کے کان میں گڑایا۔

"جب میں نے کہا تھا کہ سکیورٹی کسی کی نظر میں نہیں آنی چاہیے تو یہ اتنا دکھاوا کیوں؟۔۔۔"

"سوری سر مگر یہ ہماری نہیں آپ کی اپنی بلائی گئی پرسنل سکیورٹی کی کوتاہیوں کے سبب ہوا ہے۔" وہ نظریں جھکائے عزت کے ساتھ بولا۔

"ان سب کو کہو ابھی کے ابھی جہاں سے آئیں ہیں وہیں واپس دفعہ ہو جائیں اور تم لوگ بھی تھوڑی دیر کے لئے منظر سے غائب ہو جاؤ۔ سب کے سب پوری طرح میڈیا کی نظروں میں آ چکے ہو۔ ایک کام تو ڈھنگ کا ہوتا نہیں ہے تم لوگوں سے پتا نہیں پولیس میں بھرتی کیسے ہو گئے تھے۔"

وہ دبا دبا گرایا۔

حسین کا خون تو بہت کھولا مگر ضبط کر گیا۔

"مگر سر اتنی پبلک میں ہم آپ کو چھوڑ کے کیسے جا سکتے ہیں۔"

"منظر سے غائب ہونے کا کہا ہے الو کے پٹھے پنڈال سے دفعہ ہونے کا نہیں۔"

حسین کو تنبیہہ کرنے کے بَعد وہ چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجاتے سامنے بیٹھے لوگوں کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلانے لگا۔

"منظر سے غائب تو ہَم تب ہوں گے مسٹر دراب شاہ جب ہم منظر میں قائم ہوں گے۔ حسین دِل ہی دِل میں سوچتا واپس اپنی ٹیم کی جانب بڑھ گیا جو اسلحے کی بھرپور نمائش کرتے کیمروں میں اپنی تصویریں قید کرانے میں مصروف تھی۔ اور محسوس یوں ہوتا تھا جیسے سب کیمرے کی آنکھ سے چھپنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

* * * * * * * * * *

بِلڈنگ کو بچوں سے خالی کرا کے وہ تمام بچے چلڈرن پروٹیکشن بیورو کے سپرد کر چکا تھا۔ اب اُس کا رُخ دراب شاہ کی رہائش گاہ کی جانب تھا۔ گھڑی پہ ٹائم دیکھتے ہادی نے سامنے کھڑے گارڈ کو آنکھ کا اشارہ کیا جس پہ وہ اپنے ساتھ کھڑے دوسرے گارڈ کا رخ باتوں میں مصروف کر کے دوسری جانب کر چکا تھا۔

مخبر کی بتائی گئی لوکیشنز کے مطابق وہ سیدھا دراب شاہ کے کمرے کے باہر کھڑا تھا۔

جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر اس نے ایک چابی تلاش کی اور بغیر کسی آواز کے دروازہ کھولتا اندر داخل ہو گیا۔

اندھیرے کمرے میں ٹارچ کی لائٹ آن کرتے اس نے ارد گرد کا جائزہ لیا اور اپنا کام شروع کیا۔

"سر ٹائم کم ہے انفارمیشن کے مطابق اُس کے آدمی واپس آ رہے ہیں۔"

ایئر پیس میں سے کسی سرگوشی کی طرح حسیب کی آواز اُبھری تھی۔ جو اس وقت دراب شاہ کے ساتھ کمپین میں ہی موجود تھا۔

"تمہیں پکا یقین ہے تمام راز اسی کمرے میں موجود ہیں۔"

اس کی بات کو نظر انداز کرتے وہ دھیمی آواز میں بولا۔

100٪ "شیور سر۔"

حسیب کی بات پہ اس نے ایک آخری کوشش کے طور پر تمام کپڑے الماری سے نکالے اور کوئی خفیہ لا کر تلاش کرنے لگا۔ اِسے کوئی خفیہ لا کر تو نہ ملا مگر دراب شاہ کے خلاف بہت سے ثبوت ضرور مل گئے۔ اس نے تمام فائلوں کے اندر سے صفحات نکال کر اپنی جیکٹ کے اندر بہت احتیاط سے رکھے اور ان فائلوں میں غیر ضروری صفحات ڈال کر واپس رکھ دیا۔ تمام کپڑے واپس اپنی جگہ نفاست سے لگاتے ایک جگہ وہ ٹھٹکا تھا۔ اس نے ہاتھ پھیر کے لکڑی کی سطح کو

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

جانچا۔ اس کی توقع کے عین مطابق یہ خفیہ لاکر ہی تھا۔ تھوڑی بہت مغزماری کے بعد وہ لاکر کھولنے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔ لاکر کے اندر ایک چھوٹا سا بہت پرانے زمانے کا بنا لکڑی کا ڈبہ تھا۔ اس نے بہت احتیاط سے وہ ڈبہ کھولا جس میں ایک نیلے رنگ کا پاؤچ پڑا تھا، اس پاؤچ میں موجود یو ایس بی ڈرائیوز کے ذخیرے کو وہ لمحہ ضائع کئے بغیر وہاں سے نکال کر اپنے پاس محفوظ کر چکا تھا۔ کمرے کی ہر چیز کو پہلے کی طرح ترتیب دیتے وہ ایئر پیس میں بولا تھا۔

"میرے نکلنے کا راستہ صاف کراؤ۔"

دوسری طرف سے سگنل ملتے ہی اِدھر اُدھر دیکھتا وہ احتیاط سے نکل گیا۔

* * * * * * *

جلسہ پورے جوش و خروش سے جاری تھا میڈیا کی کھوجتی نظروں اور بختیار شاہ کی سخت ہدایات کے باعث سکیورٹی کے لئے نافذ کئے گئے اہلکار اِدھر اُدھر ہو چکے تھے۔ مگر جیسے ہی بختیار شاہ کی تقریر کا وقت آیا۔ حسین اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ یہی وہ وقت تھا جب ٹیپ چلنی تھی۔ وہ سارا سیٹ اپ پہلے ہی کر چکا تھا اپنی تقریر کے لئے بختیار شاہ نے اپنی پارٹی کی طرف سے کئے گئے فلاحی کاموں پہ ایک ویڈیو تیار کروائی تھی۔ حُسین نے ویڈیو کی کیسٹ شاہنواز کے موبائل سے ملنے والے کالے کرتوتوں کے ثبوتوں سے بدل ڈالی تھی۔ اب جیسے ہی وہ ویڈیو جاری ہونی تھی افراتفری مچنی تھی۔ جلسے میں موجود کرائے پہ بلائے گئی عوام کے علاوہ موجود باقی عوام نے اشتعال میں آنا تھا۔ صورتحال گھمبیر ہونی تھی، اور ایسے میں حُسین نے اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے ہوئے بختیار شاہ کو باحفاظت یہاں سے نِکالنا تھا۔ ساری پلاننگ وہ پہلے سے ہی کر چکا تھا مگر بھول گیا تھا اس سے بڑا بھی ایک پلینر ہے، جو اس دنیا کا سارا سسٹم پلین کر کے اس نظام ہستی کو چلا رہا ہے۔ اور ہونا بھی وہی تھا جو اس پلینر نے چاہنا تھا۔

سٹیج چھوٹا بنایا گیا تھا جبکہ اس پہ لوگوں کا ہجوم ضرورت سے زیادہ تھا۔ شاید بختیار شاہ خود بھی نہیں جانتا تھا اِس کا جلسہ اتنا کامیاب ہو جائے گا۔ لوگوں کے اتنے بڑے ہجوم کو بختیار شاہ جیسے انسان کا ساتھ دیتا دیکھ کر حسین کو افسوس آیا تھا۔ دیکھا جائے ایک حساب سے اچھا ہی تھا۔ جتنا جلسہ بڑا ہو گا اتنے ہی لوگ اپنی آنکھوں سے اِس کی سچائی کو دیکھیں گے۔

رش کی وجہ سے وہ بہت مشکل سے جگہ بنا کر اس کے ساتھ ترچھا کھڑا تھا۔ ایسے میں حسین کا ایک کندھا بختیار شاہ کے بائیں کندھے کو چھپائے اس کے آگے تھا اور اس کا دوسرا کندھا ساتھ کھڑے بندے کے پیچھے۔ بختیار شاہ نے اسے دور ہٹنے کا اشارہ کیا مگر پیچھے سے پڑنے والے دھکوں کے باعث یہ ناممکن تھا۔ وہ بہت مشکل سے پارٹی ممبران کو بختیار شاہ سے مناسب فاصلے پہ کرنے کے قابل ہوا تھا لیکن پھر بھی یہ کام زیادہ دیر تک کے لئے نہ ہو سکا۔ ایسے میں یہی بہتر تھا کہ حسین اس کے ساتھ کھڑا ہو کر اسے پڑنے والے دھکوں سے محفوظ رکھتا۔ دوسرا بختیار شاہ کی ہدایت پہ غائب ہونے کے باعث سکیورٹی کا مسئلہ بھی بن سکتا تھا اور ایسے میں حسین رسک نہیں لے سکتا تھا جو بھی تھا یہ اس کا فرض تھا جو ہر حالت میں ہر دل کے ساتھ اُسے پورا کرنا تھا۔

مائیک پکڑتے بختیار شاہ نے بسم اللہ پڑھ کر اپنی تقریر شروع کی۔

افسوس کے ہمارے مُلک کے سیاستدانوں کو اللہ کا نام لے کر بھی جھوٹ بولنے سے خوف نہیں آتا۔ خوف تو دور کی بات یوں لگتا تھا جیسے شرم بھی کبھی اُن کو چھو کر نہ گزری ہو۔

وہ اپنی تقریر کر رہا تھا جب حسین کے ائر پیس میں اس کے کسی بندے کی آواز پڑی تو اس نے فوراً اپنا سپیکر اپنے کان کے پاس سیٹ کیا۔

"Speak loud shamsha I can't understand you."

وہ اِسپیکر کو مُنہ کے پاس کرتا بولا۔

مُقابل کی بات سمجھتے وہ ٹھٹکا تھا۔اِس سے پہلے کہ حُسین احتیاطی تدابیر اختیار کرتا۔پلک جھپکنے کی دیر تھی۔مجمعے سے بھرے پنڈال میں شور سا گونجا تھا

اپنے اپنے گھونسلوں میں سوئے پرندے جاگ کر اِدھر اُدھر شور مچاتے اُڑے تھے۔

لیکن یہ صرف ایک آواز نہیں تھی اس کے ساتھ ایک اور آواز تھی بختیار شاہ کے کراہنے کی آواز۔مائک چہرے کے پاس ہونے کی وجہ اُس کی کراہ پورے پنڈال نے سنی تھی۔گرتے ہوئے بختیار شاہ کو حسین نے جلدی سے سنبھالا۔ اتنے میں ایک اور آواز گونجی تھی. اس بار شاید مارنے والے کا نشانہ چوکا تھا اور وہ گولی بختیار شاہ کا کچھ نہ بگار سکی مگر بختار شاہ کو تھامے حسین کو جا لگی۔

ایک دم افراتفری مچی تھی سب کو اپنی جان کے لالے پڑے تھے۔سب لوگ باہر کو بھاگے تھے۔لوگوں کے نیچے لوگ آرہے تھے مگر پرواہ کسے تھی اگر تھی بھی تو صرف اپنی۔۔۔لوگوں سے بھرا پڑا اسٹیج ایک دم خالی ہوا تھا۔پارٹی کے کسی کارکن، کسی ممبر کسی ورکر کو پروا نہیں تھی اِن کی پارٹی کا صدر زندہ بھی ہے یا مر گیا۔

میڈیا کے بندے جو پہلے سنسنی خیز خبریں ریکارڈ کرنے میں مصروف تھے اب اس سنسنی خیز خبر کو چھوڑے اپنی جان بچانے کو بھاگے تھے۔

بختیار شاہ کے ساتھ گرے حسین نے تکلیف کی شدت کو محسوس کرتے کرب سے آنکھیں بند کیں اور پوری جان لگا کر اپنا بازو بختیار شاہ کے نیچے سے نکالا۔دوسرے بازو سے اس نے اپنے ساتھ پڑے بختیار شاہ کا کندھا ہلانے کی کوشش

کی۔ مگر اُس کے وجود میں کوئی جنبش پیدا نہ ہوئی۔ اس نے اپنے کان پہ لگے ایئر پیس میں کچھ بولنا چاہا مگر وہ اب اس کے کان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا۔

بہت کوشش کر کے ترچھا ہو کر اس نے بیٹھنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ اس نے تکلیف سے آنکھیں پوری واہ کیں اور سامنے دیکھا جہاں اس کے ٹیم ممبر بھاگتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

******

"سر آپ ٹھیک ہیں۔"

اِس کی آنکھ کھلی تو وہ ایمبولینس میں موجود تھا۔ اِس کے منہ پہ آکسیجن ماسک لگا تھا۔

اپنے اوپر جھکے اہلکار کو سر ہلا کر جواب دیتے اس نے آنکھیں موندے ہوئے ہی پوچھا۔

"فائرنگ کرنے والا پکڑا گیا؟۔۔۔"

سامنے بیٹھے اہلکار نے سر ہلاتے تفصیلات دینا شروع کی ہی تھیں جب اگلے ہی لمحے ایمبولینس میں موجود فزیشین کے گھورنے پہ اُسے خاموش ہونا پڑا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سر سب ٹھیک ہے ابھی آپ آرام کریں۔"

* * * * * * *

منہاس علی اور ہادی فلیش ڈرائیوز کا ذخیرہ اپنے سامنے کھولے باری باری سب ڈرائیوز لیپ ٹاپ پہ لگا کر دیکھتے اور پھر سر جھٹک کر اتار دیتے۔ وہ دونوں ابھی تک کتنی ہی فیلش ڈرائیو لیپ ٹاپ پہ لگا کر دیکھ چکے تھے مگر افسوس ایک بھی فائل ڈی کریپ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

"سر ان میں ایک بھی ایسی نہیں جو ہم نکے ڈی کریپٹ کر سکیں۔"

ہادی کی بات پہ منہاس علی ہنس پڑے۔

"کوئی بات نہیں بیٹا' کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہوتا ہے۔ اب بس یہ دعا کرو کُھلنے پہ ان فائلز کے اندر فلم یا ڈرامے نہ نکل آئیں۔ ورنہ ہمارا بھی ڈرامہ ہی بن جائے گا۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکراتے بولے تو ہادی بھی مسکرا دیا۔

منہاس علی کی سب سے خوبصورت بات جو ہادی کو لگا کرتی تھی وہ یہی تھی۔ وہ ہمیشہ ان دونوں کو دوستوں کی طرح ہی ٹریٹ کیا کرتے تھے، کبھی کوئی کام اِن سے غلط بھی ہو جاتا تو ان پہ غصہ ہونے کے بجائے مل کر سلجھاتے اور سب سے بڑھ کر انہوں نے اوپر کے بندوں کو جیسے سنبھالا ہوا تھا یہ بات ہادی اور حسین کو حیران کر دینے کے لئے کافی تھی۔

وہ ان ڈرائیوز کو چھوڑتے اب دراب شاہ کی الماری سے نکلنے والی فائل ڈسکس کر رہے تھے جب منہاس علی اور ہادی دونوں کے موبائل ایک ساتھ بجے تھے۔

حادثے کے اطلاع ملتے ہی دونوں پریشانی سے سامنے پڑی چیزیں سمیٹنے لگے۔ انہیں فوری نکلنا تھا۔ انہوں نے کیا پلان کیا تھا اور کیا ہو چکا تھا۔

"فائرنگ کرنے والا پکڑا گیا کے نہیں؟۔۔۔"

منہاس علی فون کان پہ لگائے درشت لہجے میں بولے۔

"اُسے سیل میں بند کرو اور یاد رہے جب تک میں نہیں آتا اس آدمی سے کسی کو بھی ملنے کی اجازت نہیں۔ کسی کو بھی مطلب کسی کو بھی نہیں۔۔۔ تمہیں خود بھی نہیں۔۔۔" فون پہ بات کرتے منہاس علی کے قدموں میں تیزی آئی تھی۔ انہوں نے علاقے کے ایس۔ ایچ۔ او کو سختی سے ہدایت دی اور ہادی کو ہسپتال بھیجتے خود جلسہ گاہ کی طرف بڑھ گئے۔

ہسپتال کے باہر میڈیا کے نمائندوں کا جمِ غفیر آباد تھا۔ فُل یونیفارم میں ملبوس ہادی نے پولیس موبائل سے قدم باہر نکالا تو طرح طرح کے سوال کرتے رپورٹرز اِس کی جانب بڑھے تھے، اُن کو کوئی بھی جواب دیئے بغیر وہ بڑی مشکل سے راستہ بناتا سیدھا بختیار شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔ ڈاکٹر نے جو خبر اسے دی وہ خبر کسی نئے آنے والے طوفان کی ترجمانی کرتی لگی تھی۔

فون پہ آفیسر منہاس کو بختیار کی موت کی خبر دیتا وہ حسین کے کمرے کی جانب بڑھا۔

باہر ہی اُس کے ماں باپ اور چھوٹی بہن پریشانی سے بیٹھے تھے۔

"حسین کیسا ہے اب انکل؟۔۔۔"

اِس سے پہلے کہ اس کے والد کوئی جواب دیتے ڈاکٹر نے آکر اِنہیں مطلع کیا۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں گولی نکال دی گئی ہے تھوڑی دیر تک پیشنٹ کو ہوش آجائے گا۔"

ڈاکٹر کی بات پہ ہادی اور حسین کے والد نے سکون کا سانس لیا۔

"ہم اس سے مل سکتے ہیں ڈاکٹر صاحب؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی ضرور! آپ مل سکتے ہیں بلکہ انہیں ہوش آجائے تو صبح تک گھر بھی لے جاسکتے ہیں۔"

ڈاکٹر اس کے والد کے کندھے پہ ہاتھ رکھے پیشہ وارانہ انداز میں بولا۔

وہ جانے لگا تو ہادی بھی ضروری بات کرنے اس ہی کے پیچھے ہو لیا۔

* * * * * * *

"مانی یہ سب تم یہاں کیوں رکھ رہے ہو؟۔۔۔اٹھاؤ انہیں یہاں سے وہ لوگ بس آتے ہی ہوں گے اور جاؤ بہن کو بلاؤ۔اس سے پوچھو میں نے جو اُسے کام کہا تھا اس نے کیا کہ نہیں؟۔۔۔"

فاطمہ نے المان کو ڈرائینگ روم میں اِدھر سے اُدھر چیزیں بکھیرتا دیکھ کر فوراً ٹوکا۔

"کیا ہو گیا ہے فاطمہ؟۔۔۔وہ لوگ پہلی بار تو نہیں آرہے۔"

تیمور صبح سے فاطمہ کو کسی نہ کسی کام میں لگا دیکھ رہا تھا۔اب رہا نہ گیا تو کہہ بیٹھا۔

"ہاں پہلی دفعہ تو نہیں آرہے مگر اتنے سالوں بعد وہ پہلی دفعہ ہی آرہے ہیں۔وہ بھی اپنی پوری فیملی کے ساتھ۔"

ابھی وہ کہہ ہی رہی تھیں کہ باہر سے گاڑی کے ہارن کی آواز آئے۔

"لو لگتا ہے وہ آگئے۔"

* * * * * * * *

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

عافیہ کو سلیمان کی سنگت میں اتنے عرصے بَعد اِس گھر میں قدم رکھتے بہت کچھ یاد آیا تھا۔

آخری بار انہوں نے اِس گھر میں قدم تب رکھا تھا جب حریم اِس دُنیا سے رخصت ہوئی تھی، عین اپنے نکاح کے دن جس دن اُس نے اِس گھر سے رخصت ہو کر اپنی نئی زندگی میں قدم رکھنا تھا۔

گاڑی سے اترتے ہی عافیہ کی نظر سامنے لان کی جانب اٹھی۔ جس میں آج بھی حریم کے لگائے گئے پودے شاداب نظر آرہے تھے۔

اس کے قدم خود بخود باغ کے وسط میں جارُکے۔ وقت واپس کئی سال پیچھے چلا گیا۔

وہ شاپنگ سے واپسی پہ حریم کو چیزیں دکھانے آئی تھی۔ یہ اس کا معمول تھا۔ وہ جب بھی شادی کی شاپنگ کر کے آتی تو حریم کو اس کے لئے لی گئی چیزیں ضرور دکھاتی۔ ابھی بھی وہ حریم کو چیزیں دکھانے ہی آئی تھی۔ جب اُس کی نظر باغ میں مالی کے ساتھ بات کرتی حریم پہ پڑی تو وہیں چلی آئی۔

"ارے حریم تمہیں گارڈننگ کا شوق بھی ہے۔"

ویل چیئر پہ بیٹھی حریم نے آواز پہ چونک کر عافیہ کو دیکھا۔

"بھابھی، آپ کب آئیں؟۔۔۔" اسے خوش گوار حیرت ہوئی تھی۔

"بس ابھی، جب تم مالی بابا کو پودوں کے بارے میں ہدایت دے رہی تھی۔ تم نے بتایا نہیں تمہیں گارڈننگ کا بھی شوق ہے۔" اِن کی بات پہ حریم ہنس دی۔

"گارڈننگ کا شوق تو ہمیں ورثے میں ملا ہے بھابھی۔ جانتی ہیں، یہ لان میرے اور تیمور بھائی کے ہاتھوں سے لگے پودوں سے بھرا پڑا ہے۔ اور جب میں چھوٹی ہوتی تھی تو یہ والا پودا میں نے اور بھائی نے شرط لگا کر لگایا تھا کہ دیکھتے ہیں کس کا پودا زیادہ جلدی بڑھے گا۔"

وہ عافیہ کی بات پہ پرجوش سی بتانے لگی۔ جس پہ عافیہ بھی اس سے ہر پودے کے بارے میں پوچھنے لگی۔ اور وہ اسے پودوں کی اُن اُن نسلوں کے بارے میں بتانے لگی جس کا شاید ہی عافیہ نے اپنی آج تک کی زندگی میں نام سُنا ہو۔

"حریم تم نے کہیں بوٹانی تو نہیں پڑھ رکھی؟۔۔۔"

جواباً وہ کھُل کے ہنس دی۔

"ارے نہیں بھابھی، کسی زمانے میں میڈیکل میرا جنون ضرور رہا ہے مگر وہ بوٹانی کی فیلڈ میں ہرگز نہیں تھا۔"

"کیا یہ پودا بھی تم نے لگایا ہے؟۔۔۔" عافیہ نے ایک پودے کی طرف اشارہ کرتے پوچھا تو وہ بھی ویل چیئر گھسیٹے اس پودے کے جانب بڑھ گئی جس کے بارے میں عافیہ نے پوچھا تھا۔

"جی' یہ پودا میں نے ایکسڈینٹ سے ٹھیک ایک دن پہلے لگایا تھا۔ اس وقت میں نہیں جانتی تھی کہ اس کیکٹس کی طرح میری زندگی کو بھی اگلا سورج کیکٹس بنانے والا ہے۔"

بڑے پُرجوش انداز میں بتاتے اخیر میں اس کی آواز مدھم پڑی تھی مگر اگلے ہی لمحے وہ اپنا لہجہ واپس بشاش کر چکی تھی۔

"جانتی ہیں بھابھی' جیسمین میرا فیورٹ اور سب سے فیورٹ پھول ہے۔"

اب وہ کیکٹس کے ساتھ ہی پڑے سفید پھولوں والے پودے کی طرف متوجہ ہوئی۔

"اس کا سفید رنگ ہمیشہ مجھے اپنے ارادوں میں ثابت قدم رہنے کی یاد دلاتا ہے۔ اس نئی حریم کو زندہ رکھنے کی یاد دلاتا ہے جس کے دم سے بہت سے لوگوں کے چہروں پہ مسکان ہے اطمینان ہے۔"

اس نے سفید پھول کے قریب چہرہ کر کے لمبا سانس اندر کو کھینچا۔ جیسے پھولوں کی خوشبو اپنے اندر اتاری ہو۔

"کیوں؟۔۔۔اِس میں ایسی کون سی خاص بات ہے جو جیسمین کا پودا تمہارے لئے باقیوں سے مختلف ہے، ورنہ میرے خیال میں تو سب سے خوبصورت لال گلاب ہوتا ہے۔"

عافیہ کو اس کی منتق سمجھ نہ آئی تو پوچھ بیٹھی۔

"کیونکہ جیسمین پاکیزگی کی علامت ہوتا ہے۔ جانتی ہیں بھابھی چینی نوروز فیسٹیول یعنی اپنے نئے سال کا آغاز کیسے کرتے ہے؟۔۔۔"

عافیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"چلیں میں بتاتی ہوں۔ نوروز کے موقع پہ جہاں وہ اور بہت سے کام کرتے ہیں وہیں اُن کا ایک کام اپنی ہر چیز کو سفید پھولوں سے سجانا بھی ہے۔ اور تو اور جب وہ نوروز پہ اپنے خاندان کے بزرگوں سے ملنے جاتے ہیں تب بھی اُن کے لئے سفید پھول لے جا کر ان کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ جانتی ہیں کیوں؟۔۔۔ کیونکہ اُن کے نزدیک سفید رنگ سیکسیسفل بیگِننگ (کامیاب آغاز) کی علامت ہوتا ہے، پُرخلوص محبت کے خالص احساس کا رنگ ہوتا ہے، یہی وجہ ہوتی ہے جو وہ شادیوں پر بھی سفید جوڑا پہنتے ہیں اور سفید ہی پھولوں سے سجاوٹ کرتے ہیں، تاکہ نیا شادی شدہ جوڑا ایک بہترین اور کامیاب زندگی گزار سکے۔ اور میں نے بھی یہ سفید جیسمین کا پھول اس وقت لگایا تھا جب میرے ان نئے قدموں نے نئے سفر کا آغاز کیا تھا جب میرے اندر ایک نئی حریم نے جنم لیا تھا۔"

حریم بتا رہی تھی اور عافیہ سن رہی تھی۔ ان تھوڑے سے دنوں میں حریم نے عافیہ کے دل میں اپنا ایک مخصوص مقام بنالیا تھا۔ جس میں عزت بھی تھی، دوستی بھی اور محبت بھی۔۔۔ فرحان اور حریم کو لے کر جن ابہام کا شکار عافیہ شروع شروع میں ہوئی تھی حریم کو جان کر وہ کہیں کھو سے گئے تھے۔

"عافیہ اندر چلیں ناں۔۔۔" فاطمہ کی آواز اِسے ایک دم ماضی سے حال میں واپس لائی تھی۔

"جی ضرور، بس میں آپ کا لان دیکھنا شروع ہو گئی تھی۔ زرا نہیں بدلا بالکل ویسے کا ویسا ہی ہے بس پودوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔"

"ہاں' یہ المان اور حور عین کو بہت شوق ہے تو وہ آئے روز کوئی نہ کوئی بیج لا کر لان میں پودا اگا دیتے ہیں۔ یہ ان کا خاندانی شوق ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ اپ گریڈ ہوتا جا رہا ہے۔"

فاطمہ کی بات پہ مسکراتے انہوں نے گھر کے اندر قدم رکھا تو بیس سال پرانی بہت سی یادوں کا دروازہ کھلا تھا۔ انہوں نے اندر قدم رکھا۔ سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا آج سے کئی سال پہلے تھا۔ جن وہ فرحان کے ساتھ یہاں حریم کا ہاتھ مانگنے آئی تھیں۔ وقت نے کیسا کھیل کھیلا تھا ان کے ساتھ کیا سوچا تھا اور کیا ہوا تھا۔

"ایسا لگتا ہی نہیں ہے میں آج اتنے سالوں بَعد یہاں آئی ہوں۔ یہاں تو سب ویسے کا ویسا ہی ہے جیسا آج سے کئی سال پہلے تھا۔" عافیہ بے ساختہ بولی۔

"ہاں ٹھیک رہی ہیں۔ اِس گھر کی ہر چیز واقعی ویسی ہی ہے جیسے کئی سال پہلے تھی۔ بس لوگ ویسے نہیں رہے۔" آخری بات انہوں نے دل میں کہی۔ فاطمہ اب ہدیٰ سے باتوں میں مصروف تھی۔ جب آخری بار انہوں نے ہدیٰ کو دیکھا تھا تو وہ عافیہ کی گود میں تھی ایک یا دو ماہ کی بچی اور آج وہ جوان ہو کر خوبصورت لڑکی کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

"سلیمان تمھارا ایک بیٹا بھی تو تھا۔ اُسے بھی لے آتے یا پہلے کی طرح آج بھی اُس کی میرے گھر نہ آنے کی قسم قائم ہے۔"

تیمور کی بات پہ سلیمان ہنس پڑا۔

"ارے نہیں یار' اُس نے کبھی ایسی کوئی قسم نہیں کھائی۔ آج تو وہ خود بھی آنا چاہ رہا تھا بس عین وقت پہ ایک ضروری کام آ گیا تو جانا پڑا گیا۔ مگر کہہ رہا تھا میری طرف سے انکل سے ایکسیوز کر لیجے گا۔ اگلی دفعہ لازماً آؤں گا۔"

حور عین نے اندر آتے سب کو ایک ساتھ سلام کیا اور آگے بڑھ کر عافیہ اور ہدیٰ سے ملنے لگی۔ اس نے فیروزی کرتہ اور فیروزی ہی پجامہ زیب تن کر رکھا تھا۔ قمیض گھٹنوں سے تھوڑا اوپر تک تھی جس کے گلے پہ فیروزی ہی دھاگے کی کڑھائی تھی۔ ساتھ میں ہم رنگ شفون کا دوپٹہ تھا جسے حور نے ایک کندھے پہ کھول کے ڈال رکھا تھا۔ ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ اپنے بھورے بالوں کو کھلے چھوڑے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ عافیہ نے بھرپور نظروں سے ہدیٰ کے ساتھ باتیں کرتی حور عین کا جائزہ لیا۔ اُسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے تو انہیں لگا تھا اِن کہ سامنے حور عین نہیں بلکہ حریم اپنی قدموں سے چل کر آئی ہو۔ وہی چہرہ، وہی آنکھیں، وہی بال اور بالکل وہی مسکراہٹ۔ وہ دیکھتی رہ گئیں۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حور عین بھائی کو بھی بلاؤ وہ کدھر رہ گیا ہے۔"

"بس وہ آتا ہی ہو گا۔" ہدیٰ سے باتیں کرتی حور ماں کی طرف دیکھ کر بولی۔

"فرحان کیسا ہے سلیمان؟۔۔۔ کہاں ہوتا ہے آج کل؟۔۔۔" تیمور کے پوچھنے پہ فاطمہ کو بھی فرحان کا خیال آیا تھا۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"ابھی بھی کیا وہ سوشل ورک ہی کرتا ہے یا کچھ اور اب تو ماشاءاللہ اُس کے بچے بھی ہوں گے۔۔۔" وہ دونوں میاں بیوی اُن کے جواب دینے سے پہلے ہی خوشگوار انداز میں بولے تھے۔ یہ دیکھے بغیر کہ اس ذکر پہ سلیمان اور عافیہ ایک دم خاموش ہوئے تھے پہلے والی بشاشیت اب کہیں نہ تھی۔ ان کے تاثرات دیکھ کر تیمور چونکا۔

"فرحان ٹھیک ہے نا سلیمان؟۔۔۔" سلیمان اس کی بات پہ سوگواریت سے مسکرایا۔

"کاش کہ میں کہہ سکتا کہ ہاں وہ ٹھیک ہے۔ مگر وہ تو ہے ہی نہیں۔۔۔"

فاطمہ اور تیمور کو لگا وہ سانس نہیں لے سکیں گے کچھ یہی حال حورعین کا بھی تھا۔

"مطلب؟۔۔۔ میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"مطلب یہ کہ حریم کے جانے کے کچھ ماہ بعد فرحان بھی چلا گیا تھا۔"

سلیمان کی آنکھوں میں اداسی واضح تھی۔ جبکہ تیمور ابھی تک ان الفاظ پہ یقین کرنے کی کوشش میں تھا۔

"اُسے کیا ہوا تھا؟۔۔۔" ہمت کر کے فاطمہ نے پوچھا۔

"قتل ہوا تھا۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کس نے کیا تھا؟۔۔۔" اب سلیمان نے پوچھا۔ وہ جانتے تھے کہ قتل کس نے کیا ہو گا۔ بیس سال قبل اُن ظالموں سے اپنی بیٹی بچا کر ملک سے بھاگتے شاید خود غرضی میں وہ یہ بھول گئے تھے کہ اس جنگ میں وہ اکیلے نہیں کھڑے تھے کوئی اور بھی اُن کے ساتھ کھڑا تھا۔ اپنی بات کا جواب جاننے کے باوجود اُن کو امید تھی کہ یہ صرف ان کا وہم نکلے فرحان کی موت اس حادثے کے بعد نہ ہوئی ہو۔۔۔ مگر ابھی قسمت ان پہ اتنی مہربان نہ ہوئی تھی۔ سلیمان نے بولنا شروع کیا تھا اور تیمور نے شرمندگی کے تاثرات چھپاتے انہیں سننا شروع کیا تھا۔

یہ حریم کی وفات کے کچھ ماہ بَعد کی بات تھی جب سلیمان کو فرحان کے کسی ہمسائے کی کال آئی۔ کسی نے فرحان کو بُری طرح مار کر فلیٹ کے آگے پھینک دیا تھا۔ آس پاس کے لوگوں نے سلیمان کو فون کر کے بلایا تھا۔ سلیمان کے پہنچنے سے پہلے ہی اُسے ہسپتال پہنچا دیا گیا تھا۔ مگر اُس کی شکل اتنی بڑی طرح بگڑی پڑی تھی کہ پہلی نظر میں تو سلیمان اُسے پہچان ہی نہ سکا تھا۔ اُسے لگا تھا کسی نے اُس کے ساتھ مزاق کیا ہے۔ یہ فرحان تو نہیں ہو سکتا تھا مگر جلد ہی اُسے احساس ہوا یہ کوئی اور نہیں بلکہ اُس کا بھائی فرحان ہی ہے۔

سلیمان کہ زبانی سب سنتے فاطمہ کی نظروں کے سامنے وہ منظر آیا تھا۔ جب ایک بھیگی اور اندھیری شام میں حریم کو بھی گھر کے دروازے کے آگے پھینکا گیا تھا۔ اُس نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ یہ سب سننا اور یاد کرنا بہت تکلیف دہ تھا۔ اور یہ تکلیف آخری سانس تک اِن کی ساتھی تھی۔

تیمور فاروقی کو اپنا آپ کسی مجرم سے کم نہ لگا تھا۔ بے قصور ہونے کے باوجود وہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھ رہا تھا اِسے پاکستان سے ایسے نہیں جانا چاہیئے تھا۔ اِس نے بہت غلط کیا۔

"اِٹس اوکے تیمور، اُس کا جانا یوں ہی لکھا تھا اِس میں نہ تم کچھ کر سکتے تھے نہ میں۔۔۔ اس میں ہم میں سے کسی کا کوئی قصور نہیں۔۔۔ ہونی کو آج تک کوئی ٹال سکا ہے بھلا؟۔۔۔"

سلیمان جیسے اپنے دوست کے جھکے سر کی وجہ جان گیا تھا۔ اسے لئے ٹوکے بغیر نہ رہ سکا۔

"کھانا لگ گیا ہے سب لوگ آ جائیں۔"

تھوڑی دیر بعد ملازمہ نے آ کر کھانا لگنے کی اطلاع دی تو ماحول میں چھائی کثافت بھی کچھ کم ہوئی۔

ڈائینگ ٹیبل پہ ایک کُرسی پہ پہلے سے ہی

المان براجمان تھا۔ اُسے ایسے بیٹھا دیکھ کر فاطمہ اور حور عین کے درمیان نظروں کا تبادلہ ہوا تھا جس پہ حور نے ماں سے نظر چرائی۔

"اسلام و علیکم ایوری ون! میں آپ سب کا ہی ویٹ کر رہا تھا۔ آپ لوگ آئیں تو میں کھانا شروع کروں۔"

وہ ان سب کو آ چکا دیکھ کر ایسے بولا جیسے شروع سے ہی جانتا ہو۔ جبکہ باقی سب اس کو حیران نظروں سے دیکھتے رہ گئے۔

وہیں ہدیٰ کی نظر اُس کے سامنے پڑی خالی پلیٹ پہ گئی۔ جس پہ کیچپ لگی صاف نظر آ رہی تھی۔

"اور ابھی یہ کھانے کے لئے ہمارا انتظار کر رہا تھا۔" اس نے مسکراہٹ دباتے دل ہی دل میں سوچا۔

اِس کو مسکراہٹ دُباتا دیکھ کر حور نے معذرت خوا نظروں سے اِس کی جانب دیکھا۔

"آئی ایم سو سوری مگر ہم کیا کریں یہ ہمارے گھر کا سب سے بھوکا، پلس لاڈلا، پلس چھوٹا، پلس ندیدہ پیس ہے۔ جو ہر جگہ ہماری ناک کٹوانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتا۔"

"اِٹس اوکے حور عین مجھے تو ویسے یہ بہت انٹرٹینگ لگ رہا ہے۔"

ہدیٰ نے اِس کی بات پہ ہنس کر کہا جبکہ حور صرف "ہاں بہت" ہی کہہ سکی۔

ان سب کو حیران نظروں سے اپنی جانب تکتا پا کر مانی مزید بولا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوہ سوری میں اپنا انٹروڈکشن تو کرانا ہی بھول گیا۔۔۔میرا نام المان تیمور فاروقی ہے، مجھے پیار سے سب مانی کہتے ہیں۔ اور میں قصرِ فاروقی کا سب سے چھوٹا اور ڈیسنٹ بندہ ہوں۔ سب کا سب سے لاڈلا۔۔۔اب آپ بیٹھیں بھی ناں، کھانا شروع کریں۔"

"بی ہیو المان!۔۔۔"

فاطمہ نے بیٹے کے تعارف پہ شرمندگی سے اُسے گھورا جبکہ باقی سب اُس کی بات پہ ہنستے اُس سے باتوں میں مصروف ہوئے تھے۔

"فاطمہ حور کے تین چار سال بعد بھی تو تمہاری ایک اولاد تھی نا'وہ نظر نہیں آرہی؟۔۔۔"

کھانے کے دوران عافیہ کی بات پہ حور کا منہ تک جاتا چمچ ہوا میں ہی رکا تھا۔ اس نے اپنی ماں اور پھر باپ کی جانب دیکھا جو ایک دوسرے کی جانب ہی دیکھنے میں مصروف تھے۔ پھر فاطمہ ہلکے سے بولی۔

"وہ مردہ پیدا ہوا تھا۔"

ایک لمحے کے لئے سب ساکن ہوئے تھے۔ بیس سالوں بعد ہونے والی اس ملاقات میں بہت سی خوشی اور بہت سی غم والی باتیں تھیں۔ جو آہستگی سے ہی کھُل رہی تھیں۔

"پھر اس کے دس سال بَعد یہ پیدا ہو تھا ہمیں تِگنی کا ناچ نچانے کے لئے۔"

آخر میں وہ ماحول کو بشاش کرتے بولی۔ جس پہ المان کی زبان بے ساختہ چلی تھی۔

"لیکن اس کے باوجود بھی ہمارے گھر میں کوئی اچھا ڈانس نہیں کر سکتا۔"

اور پھر فاطمہ اور حور کے علاوہ سب کُھل کے ہنسے تھے کیونکہ وہ دونوں ہنسنے کے بجائے اُسے گھورنے میں مصروف تھیں اور المان اُن سے نظریں چُرائے کھانا ٹھونسنے میں مصروف تھا۔

* * * * * * *

"شاہنواز کا کیا بنا؟۔۔۔"

حسین نے گلاس میں پانی ڈالنے کی کوشش کرتے ہادی سے پوچھا۔

"چار دن کے لئے پیرول پہ ضمانت مل چکی ہے۔"

ہادی اُسے مشکل میں دیکھتے خود ہی گلاس میں پانی بڑھنے لگا۔

"اور دوراب شاہ؟۔۔۔"

"وہ بھی کل کی فلائٹ سے واپس آچکا ہے۔ میں نے حسیب کو چوکنا رہنے کا کہا ہے۔"

"اچھا کیا اور اس آدمی نے کچھ بتایا، کیوں مارا اُس نے بختیار شاہ کو؟۔۔۔وہ بھی اتنا کھُلے عام۔"

"ہاں بتا دیا۔" ہادی اس سوال پہ کوفت کا شکار ہوا۔

"کیوں مارا تھا؟۔۔۔"

"کیوں مارا تھا، کیا مطلب، کیوں مارا تھا۔ کوئی بہت اچھا کریکٹر تو تھا نہیں اُس کا۔ بختیار شاہ نے پہلے اِس آدمی کا گھر تباہ کیا پھر اُس کی عزت کو رولا۔۔۔ پھر یہ تو ہونا ہی تھا ناں۔۔۔ اُس آدمی نے انتقام میں آکر گولی مار دی۔ پتا نہیں کب کا وہ اس انتظار میں تھا۔ موقع ملا تو مار ڈالا، ایسے لوگوں کا اختتام ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور ایک یہ ہماری پاگل عوام ہے۔ ایسوں

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

کی موت پر لوگوں کی زندگی بھر کی جمع پونجی کو جلا کر راستے بلاک کر کے دھنگا فساد کرنے کو احتجاج کا نام دے رہی ہے۔ اور ہم صرف ہاتھ پہ ہاتھ باندھے یہ سب ہوتا دیکھ رہے ہیں۔" وہ غصے میں لگتا تھا۔ وہ ابھی ابھی آئی۔جی کے پاس سے ہو کر آیا تھا۔ ایسے میں یہ سب سننا حسین کے لئے نارمل تھا۔

"پھر بھی ہادی اُس آدمی گولی نہیں مارنی چاہیے تھی، پولیس سے مدد لینی چاہیے تھی۔ بہت غلط کیا اس نے۔ جو بھی تھا اُسے قانون ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے تھا۔" حُسین افسوس سے بولا تو ہادی ایک دم بھڑک اُٹھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے وہ پولیس کے پاس نہیں گیا تھا؟۔۔۔ نہیں میرے بھائی نہیں! یہ غلط سوچ ہے تمھاری کہ پولیس اُسے انصاف دلاتی۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ کیا تم نے دلایا آج تک اُن لوگوں کو انصاف جو تمہارے پاس اُس شخص کے خلاف ایف۔ آئی۔ آڑ کٹوانے آئے؟۔۔۔ کیا میں نے دلایا ہے اُنہیں انصاف جو میرے پاس آئے؟۔۔۔ نہیں، نہیں دِلا سکے ہم انہیں انصاف، ہم اتنے سالوں سے اِن کے خلاف پکے اور ٹھوس ثبوت ہی نہ تلاش کر سکے تو سزا کیا خاک دلائیں گے۔ اور تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے گیا تھا وہ پولیس کے پاس۔۔۔ اور علاقے کے ایس۔ ایچ۔ او نے وہی کیا جو کوئی بھی پولیس والا کسی عام بندے کی طرف سے کسی ایم۔ این۔ اے کے خلاف ایسے جرم کی کہانی سن کر کرتا ہے۔ یعنی دھمکیاں دے کر گھر بھیج دیا۔۔۔"

حسین نے حیرت سے ہادی کو اتنا طیش میں آتے دیکھا۔ ورنہ وہ بہت پولائٹ بندہ تھا۔ اپنے غصے پہ قابو پانا اچھے سے جانتا تھا۔

"کیا بات ہے ہادی ہوا کیا ہے؟۔۔۔ ایسے چیخ کیوں رہے ہو؟۔۔۔" وہ اسے ٹھنڈا کرتے بولا۔

"کچھ نہیں ہوا، کیونکہ کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ پتا نہیں کیا ضرورت پڑی تھی تمہیں پھنے خان بن کر اِس کے آگے آنے کی۔ کیا تمھارے گولی کھا لینے سے وہ بچ گیا یا بن گئے تم ہیرو؟۔۔۔ اُلٹا دو دن کے لئے پڑ گئے بستر پہ۔" اس نے غصے میں پاس پڑا اخبار اٹھا کے ایک طرف پھینکا جہاں بختیار شاہ کی موت کو شاہ سرخیوں کی شکل دی گئی تھی۔

"جانتے ہو یہ سارا میڈیا جو اس کر مرنے سے پہلے اُس کے دعوؤں اور وعدوں پہ باتیں اُچھال رہا تھا۔ اُسکے مرنے کے بعد تمہاری ناقص سیکیورٹی پہ باتیں اچھال رہا ہے۔ اِن اندھوں کو یہ نظر نہیں آتا اُس نے تو کوئی سکیورٹی کرنی ہی نہیں تھی۔ اور جب سکیورٹی نہ کرنے کا شور مچائے گا تو دشمن تو موقعے کا فائدہ اُٹھائیں گے ہی۔"

"ہادی ریلکس یار غلطی کہیں نہ کہیں ہماری ہی ہے۔ ہمیں میڈیا میں انفارم نہیں کرنا چاہیئے تھا نہ ہم میڈیا کو بتاتے نہ خبر عام نشر ہوتی نہ بختیار شاہ سکیورٹی کو انڈر گراونڈ ہونے کا کہتا اور نہ ہی کوئی ریوالور لے کر اس سارے ارینجمنٹ میں داخل ہوتا۔"

حسین نے اپنی ناقص کارگردگی کی طرف اِس کی دھیان کرایا مگر ہادی اس طرف آنے کو راضی نہ تھا۔

"Don't assume foolish things Mr. Hussain.

اگر آپ کو لگتا ہے آپ کے بتائے بغیر میڈیا کی نظر میں یہ سب سکیورٹی نہ آتی تو آپ غلطی پہ ہیں وہ میڈیا ہے میڈیا۔ ان کے انویسٹی گیٹرز پولیس والوں کے انویسٹی گیٹرز سے بھی دو قدم آگے ہوتے ہیں۔ اور یہ جو ایک گولی کھانے کے بَعد بھی تمہارے اندر کا گِلٹ زندہ ہے نا اس گلٹ کو مار دو ورنہ دوسری گولی تمہیں میری پسٹل سے نکلی لگے گی۔"

"نا ہادی نا، نا میرے بھائی ایسے نہ کرنا ورنہ تمہیں اس ایک گولی کا گورنمنٹ کو بڑا لمبا حساب دینا پڑنا ہے۔"

حسین نے ماحول کی کثافت کم کرنے کے لئے مزاق میں بات اُڑائی مگر اس کا بھی کوئی فرق نہ پڑا۔

"ہوا کیا ہے ہادی اصل غصہ کس بات پہ ہے تمہیں؟۔۔۔"

حسین کی بات پہ اِس نے فرش سے نظریں ہٹا کر اِسے دیکھا۔

"اِس وقت میں اپنے آپ کو بہت لاچار محسوس کر رہا ہوں یار۔ "

اب وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

"چار سال۔۔۔ مُنہ سے کہنا چار سال ہو چکے ہیں ہمیں اِن کے خلاف ثبوت ڈھونڈتے۔ جب بھی کھیل کلائمیکس تک پہنچنے لگتا ہے۔ راستے میں کوئی نا کوئی نئی مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے اور سارا پلین اُلٹا پر جاتا ہے۔ اُن لوگوں کو اور کیا چاہیئے ہوتا ہے۔ یہی کہ اِنہیں دنیا والوں کی نظر میں معتبر ہونے کا موقع مل جائے اور وہ مل جاتا ہے۔"

"ریلیکس ہادی ریلیکس۔۔۔ شکر کرو ایٹ لیسٹ ایک درندہ تو کم ہوا۔"

حسین نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"کیسے ریلیکس کرنا یار جب ہمارے ہاتھ ہی بندھ گئے ہوں۔"

"کیا مطلب؟۔۔۔" حسین نے اِسے اچنبھے سے دیکھا۔

"آئی۔جی نے یہ کیس سر منہاس سے لے کر اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اور سخت ہدایت دی ہے کہ نیچے کا کوئی بھی بندہ اس کیس کے سلسلے میں میڈیا میں کوئی بات نہیں کرے گا۔ اور میں چاہ کر بھی ایک مُردہ انسان کے کالے کرتوت دُنیا کے سامنے نہیں کھول سکتا مگر اس مظلوم باپ کو سولی چڑھتا ضرور دیکھ سکتا ہوں۔ جس نے آج اتنے بڑے مجمعے میں وہ ہمت دکھائی ہے، جو بہت پہلے ہمیں دکھا دینی چاہیے تھی۔۔۔ اور تم کہتے ہو ریلیکس کروں، جانتے ہو مجھے دکھ اِس چیز کا نہیں کہ اتنی آرام سے یہ مر گیا۔ دکھ تو مجھے اِس چیز کا ہے کہ اِس کے مرنے کے بَعد بھی قانون خاموش

ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ انسان خود اچھا ہو تو سب بدل سکتا ہے مگر یہاں تو قانان ہی اپنے بنائے گئے قانون کو بدلنے کے دَر پہ ہے۔ جانتے ہو اوپر سے آرڈر آیا ہے اِس بندے پہ جتنے بھی مقدمات درج ہو سکتے ہیں کر دیئے جائیں اور دنیا کے سامنے اِسے دہشت گرد ثابت کر دیا جائے اور ہم سب۔۔۔ ہم سب چُپ چاپ یس سر کہہ کر سب باتیں سن کر آ گئے۔ یہ ہے ہم پولیس والوں کی اوقات، جس سے عوام انصاف کی امید رکھتی ہے۔"

وہ دُکھ سے بولا۔

ہادی جب اللہ ایک دَر بند کرتا ہے ناں تو کئی دَر کھول بھی دیتا ہے فکر نہ کرو صبح تک اللہ ضرور کوئی نا کوئی در کھول دے گا۔

منہاس علی نے آئی۔جی کو پیش کی جانے والی رپورٹ میں حسین کی کنڈیشن سیریس بتائی تھی جس کی وجہ سے فی الحال حسین کو اِس ساری صورت حال سے باہر رکھا گیا تھا۔ یہ سب انہوں نے ہر زاویے سے سوچ کر کیا تھا۔ وہ جانتے تھے سب سے پہلا سوال حُسین کی مینیجمنٹ پہ آئے گا اگر دوسری گولی بختیار کے بجائے حُسین کو نہ لگی ہوتی تو اب تک حُسین کے لئے اوپر سے کیا حکم صادر ہو چکا ہوتا۔ اس سے ڈیپارٹمنٹ کے سب ہی لوگ اچھے سے واقف تھے۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * *

شایان بھی اکثر باقی لوگوں کی طرح ابھی تک ٹی۔وی پہ نشر ہونے والی خبروں سے مطمئن نہ ہوا تھا۔ باقی سب تو روٹین کا ڈرامہ سمجھ کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے تھے مگر شایان کے لئے یہ ممکن نہ تھا۔

اُس نے کئی بار ہادی سے بھی سچ اگلوانے کی کوشش کی مگر ہادی بھی پھر عبد الہادی تھا اِس کی باتوں میں کیسے آ سکتا تھا۔

انویسٹیگیٹر کی طرف سے ملنے والی فائل نے اِس کے شک کو یقین میں بدل ڈالا تھا۔ واقعی ہادی نے اِس سے سچ چھپایا تھا۔

اِسے دُکھ ہوا۔

اپنے دل میں مصمم اِرادہ باندھتے چلتا ہوا وہ اپنے ہیڈ کے آفس میں گیا تھا۔ بہت ترلے منتوں کے بَعد اسے اجازت مل ہی گئی تھی۔ اب اِسے شو کی تیاری کرنی تھی۔

* * * * * * * * * *

"سُنیں آپ کو حور کیسی لگی؟۔۔۔"

ہاتھوں پہ کریم لگاتی عافیہ نے اپنے شوہر سے پوچھا جو بستر پہ ٹیک لگائے بیٹھے کوئی کتاب پڑھنے میں مشغول تھے۔

"اچھی بچی ہے۔" مصروف سا جوب آیا۔

"اوف ہو ایک تو آپ بھی نا۔ میں آپ سے اپنے ہادی کے لئے پوچھ رہی ہوں۔"

سامنے آکر بیٹھتے عافیہ نے کتاب پکڑ کر ایک طرف رکھی۔

"ایک منٹ بیگم صاحبہ 'کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ کے دماغ میں کیا چل رہا ہے؟۔۔۔"

عینک اُتار کر ایک طرف رکھتے سلیمان بولا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہی جو میں کہہ رہی ہوں۔"

عافیہ کے ارادے جان کر ایک دم وہ ڈھیلے سے پڑے۔

"کچھ بھی سوچنے سے پہلے ایک بار اپنے بیٹے کے بارے میں ضرور سوچ لینا۔ کیا وہ حور کو ماضی سمیت قبول کر لے گا؟۔۔۔ لڑکے اپنے بیویوں کے بارے میں بہت کچی ہوتے ہیں۔ جبریل کو دیکھ کر مجھے ویسے ہی ایک نصیحت ہو چکی ہے پھر ہادی بھی ہے تو اُسی کے جیسا۔۔۔ اس لئے میں نہیں چاہتا تیمور کی بیٹی کو ہماری وجہ سے کوئی تکلیف ہو اور یوں بھی آپ ایک لڑکی آل ریڈی ہادی کے لئے پسند کر چکیں ہیں۔"

انہوں نے یاد دہانی کرائی۔

"ہاں تو ابھی لڑکی صرف پسند ہی کی ہے وہ بھی تصویر میں، ابھی اُس کے گھر تو نہیں گئے۔۔۔ اور جہاں تک بات رہی آپ کے بیٹے کی، تو مت بھولیں وہ بھی فرحان کا ہی بھتیجا ہے۔ اور خدانخواستہ کچھ غلط نہیں ہوا تھا حور کے ساتھ جو ہادی کو کوئی مسئلہ ہو۔ پھر آپ یقین رکھیں اتنی گھٹیا سوچ نہ تو آپ کے بیٹے کی ہے اور نہ ہی آپ کی بیوی کی جو اتنی چھوٹی سی بات کو ایشو بنا کر اُس بچی کو جج کریں۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سلیمان نے ڈھیلا سانس لیا۔

"اگر ایسا ہو جاتا ہے تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔ سچ کہوں تو حور عین کو دیکھ کر میرے دل میں بھی پہلا خیال ہادی کا ہی آیا تھا مگر تمہارا اور ہادی کا سوچ کر اس خیال کو جھٹک دیا لیکن اگر تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے تو تم ایک بار ہادی سے بات کر لینا بغیر کوئی بات چُھپائے تفصیل سے۔"

سلیمان کے جواب پہ عافیہ کِھل سی گئی۔ "بس پھر ٹھیک ہے۔ اب جس دِن ہادی فارغ ہوا آپ تیمور بھائی کو فیملی سمیت ڈنر پہ بلا لیجئیے گا۔ اِسی بہانے وہ ہادی سے بھی مل لیں گے۔"

عافیہ کی جلد بازی پہ سلیمان سر جھٹک کر رہ گئے۔

"ایک تو یہ عورتیں بھی ناں۔"

* * * * * * * * * *

ہادی اور منہاس علی کو پریس کو کوئی بھی خبر دینے سے سختی سے منع کیا گیا تھا۔ میڈیا کو جو بھی خبر دی جاتی وہ آئی۔جی پنجاب کے زریعے ہی پہنچتی۔ صاف لفظوں میں ان کو اس کیس سے فارغ کرا دیا گیا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا یہ دُراب شاہ کو ایک دم ہوا کیا ہے۔ برازیل سے پلٹنے کے بعد سے اِس کے رنگ ڈھنگ واپس پہلے جیسے ہو گئے ہیں بے خوف اور کروفر زدہ۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہادی حسیب کی جانب سے ملنے والی رپورٹ سن کر بولا۔

"کیا پتہ وہاں علاج کرانے ہی گیا ہو۔ اور اب سہی ہو کر آ گیا۔"

"ہاں یہ پوسیبلٹی ہو سکتی ہے۔" حسین کی بات معقول تھی۔

منہاس علی جو اِن دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کے سامنے آ کر بیٹھے۔

"مگر مجھے نہیں لگتا۔" اُن کا لہجہ پُر اعتماد تھا۔

"تو پھر؟۔۔۔" جواباً منہاس اِن دونوں کی جانب جُھکے۔

"جانتے ہو انسان کی بزدلی کی سب سے بڑی وجہ کیا ہوتی ہے؟۔۔۔ اُس کا کوئی راز۔۔۔ اور راز انسان کی کمزوری ہوتے ہیں۔"

انہوں نے خود ہی سوال کر کے خود ہی جواب دیا۔

"اور جانتے ہو انسان اتنا پُر اعتماد کب ہوتا ہے؟۔۔۔ جب وہ اپنی کمزوری کو بہت دور چھپا دے یا سرے سے مِٹا ہی دے۔" ان کی بات پہ دونوں چونکے۔

"تو آپ کا مطلب ہے کہ۔۔۔"

"بالکل' میرا مطلب یہی ہے کہ برازیل وہ کسی کام سے یا اپنے دماغ کا علاج کرانے نہیں بلکہ اپنی کمزوری کا علاج ڈھونڈنے گیا تھا۔ وہاں دراب شاہ کی کوئی ایسی چیز ہے۔ جس نے پہلے اِسے کمزور کر ڈالا تھا اور اب جب وہ واپس لوٹا ہے تو اس کمزوری کا پکا انتظام کرنے کے بَعد ہی لوٹا ہے۔"

اب وہ حسین کی طرف بڑھے اور اُس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"برازیل جیسے ملک میں اگر پاگلوں کا علاج ہوتا ہو تو دُنیا کے سب سائیکاٹرسٹ وہاں ہی تعلیم حاصل کرنے جائیں امریکہ، کینیڈا اور انگلینڈ جیسے ملکوں کا کوئی رخ بھی نہ کرے۔

"لیکن کیا ہو گی اِس کی کمزوری سر۔" ہادی پر سوچ اندازِ میں بولا۔

"جو بھی ہو گی جلد سامنے آئے گی۔ بس دعا کرو ہماری زندگی میں ہی سامنے آجائے۔"

حسین کی بات پہ منہاس علی کرب سے بولے ان کی آواز میں کُچھ تھا۔

"انشاءاللہ سر ضرور سامنے آئے گی اور اِسے سزا بھی ملے گی۔ اور وہ کمزوری سامنے لائے گا شاہنواز۔۔۔"

ہادی نے حسین کی جانب دیکھ کر کہا۔ ہادی کی نظروں کا مفہوم سمجھنے میں اُسے دیر نہیں لگی تھی۔ اب اسے کل کا انتظار تھا۔

"اور ہاں۔۔۔ حسین تم نے کہا تھا تم نے اُس لڑکی کو آج بلایا ہے کب تک آئے گی؟۔۔۔"

"جی سر وہ بس آتی ہی ہو گی مگر سر مجھے اُس کے بارے میں آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔"

وہ زرا جھجک کر بولا۔

"ہاں بولو۔"

"ایکچولی سر۔"

"حسین یہ تمہید بازی بند کرو اور صاف صاف بولو۔"

"ایکچولی سر وہ لڑکی ہے اور ہم لڑکے۔ ہم میں سے صرف آپ ہی ہیں جو کہ پھر بھی اُس کے فادر کی ایج کے ہیں۔ مگر آپ بھی فلیٹ پہ بہت ریئر جاتے ہیں۔ ایسے میں ہم لڑکے اور وہ اکیلی لڑکی۔" منہاس علی اور ہادی کے تاثرات بگڑے تھے جسے دیکھ کر وہ فوراً بولا۔

"میرا مطلب ہے سر وہ سمجھ رہی ہے میں نے اُسے کسی کمپنی کی طرف ریفر کیا ہے تو۔۔۔"

وہ اتنا کہہ کر چپ سا ہو گیا۔

"تو اب اِس کا کیا حل ہے؟۔۔۔ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔ یہ تو اس لڑکی کو کام کرنے کی ہامی بھرنے سے پہلے سوچنا چاہیئے تھا۔ کیا تم نے اُسے بتایا نہیں تھا کہ یہ کوئی آفس نہیں ہے۔ اُسے ایک سماجی کارکن کے طور پہ کام کرنا ہو گا جس کا ہم اُسے پے کریں گے۔"

"نہیں۔"

حسین کی بات پہ منہاس علی اور ہادی نے جواباً ٹھنڈا سانس بھرا۔

"نجانے کیوں حُسین مجھے تمہاری یہ ہیکر آپا دیکھے بغیر ہی زہر لگنا شروع ہو گئی ہیں۔"

ہادی کو سخت کوفت ہوئی۔ کیس کی سب ڈیٹیلز کسی اجنبی سے ڈسکس کرنا بہت اہمیت رکھتا تھا اور اِن خاتونِ خانہ کے مسائل تو ابھی سے شروع ہیں۔

حسین ہادی کو اگنور کرتا منہاس علی کی جانب بڑھا۔

"سر آپ کے سامنے کہیں سے بھی کسی اعتمادی بندے کا بندوبست نہیں ہو رہا ایسے میں مجھے یہی نظر آئی۔ اس کی گارنٹی میں آپ کو دیتا ہوں آپ اس پہ آنکھیں بند کر کے یقین کر سکتے ہیں۔ شی از لائک اے لٹل سسٹر ٹو می۔"

"بیٹا آج کے دور میں آنکھیں بند کر کے تو انسان اپنے آپ پہ بھی یقین نہیں کر سکتا اور تم کسی اور کی گارنٹی دے رہے ہو۔"

انہوں نے اس کی بات کی تردید کی۔

"لیکن سر میں نہ تو آنکھیں کھول کر یقین کر سکتا ہوں نہ ہی آنکھیں بند کر کے۔ اس لئے ہم رسک نہیں لے سکتے۔"

"ابھی حسین کی بات ختم نہیں ہوئی ہادی' اور اگر تمہیں اتنا ہی مسئلہ ہے تو تم خود کیوں نہیں تمام لٹکے ہوئے کام مکمل کر لیتے۔" ہادی کو خاموش کرا کے وہ واپس حسین کے طرف پلٹے جو انہیں پُر اُمید نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اگر وہ تمہاری جاننے والی ہے تو تمہیں اِس بات کا بھی علم ہو گا کہ اِس کام میں کتنا رِسک ہے۔ ہم آگے ہی ایک بیوقوفی کی وجہ سے کاشف کو کھو بیٹھے ہیں اور یہاں ایک لڑکی کی زندگی اور عزت دونوں کا معاملہ آجاتا ہے۔ ایسے میں جب تک میں اُس لڑکی سے مل کر اُس کی کریڈیبلٹی جانچ نہیں لیتا اُس وقت تک ہم کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ اُس لڑکی کو رکھنا بھی ہے کہ نہیں۔۔۔"

* * * * * *

Safar-e-ADAB

حور عین نے چلڈرن پروٹیکشن بیورو سینٹر سے نکل کر امل کو کال ملائی اور تیار رہنے کا کہہ کر فون بند کر دیا۔

BRING THE STRING OF YOUR

"آپ کو کیا لگتا ہے زینت آپا، یہ لوگ ہمارا ساتھ دیں گے؟۔۔۔" وہ کار ڈرائیو کرتے زینت سے بولی۔ اب اس کا رخ امل کی سوسائٹی کی جانب تھا۔

"اُمید تو بہت ہے حور عین' اب دیکھو کیا کہتے ہیں وہ۔۔۔" وہ پر امید تھیں۔

"انشاءاللہ! انسان کو امید اچھی ہی رکھنی چاہیئے باقی جو اللہ کو منظور۔"

امل کو پِک کر اُس نے زینت کو حُرم فاؤنڈیشن اُتارا اور خود کسی ضروری کام سے امل کے ساتھ ہی چل پڑی۔

* * * * * * * * *

"بھابھی یہ دیکھیں میرا بھائی کتنا ڈیشنگ لگ رہا ہے۔"

زیان نے لیپ ٹاپ کی سکرین پاس بیٹھی شفاء کی طرف گھمائی، جو صوفے پہ بیٹھی شایان کی شادی پہ بلانے والے لوگوں کی لِسٹ بنا رہی تھی۔

اُس نے مصروف سے نظر اٹھا کر سکرین پہ دیکھا۔ جہاں جبریل کی لندن کی تصویریں کُھلی پڑی تھیں۔ یہ بھی انہی تصویروں میں سے ایک تصویر تھی۔ جو زیان اِسے دکھا رہا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا۔ جبریل واقعی بہت وجیہ لگ رہا تھا مگر یہ بات وہ زیان کو نہیں کہہ سکتی تھی۔

"پھِر بتائیں ناں بھابھی کیسا لگ رہا ہے میرا بھائی؟۔۔۔لگ رہا ہے نا ایک دم ہیرو۔۔۔"

اس کی بات پہ شفاء نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"ہاں بالکل! ایک دم ملمع ناول کے ہیرو"

مسکراہٹ دباتے کہتے وہ واپس اپنے کام میں مہو ہو گئی تھی۔ اُس نے جبریل کے برانڈڈ اور کوٹ کے نیچے موجود کپڑوں پہ چوٹ کی تھی۔

اس کی بات کی پہلے تو زیان کو سمجھ نہ آئی اور جب آئی تو اُس کا چھت پھاڑ قہقہ بلند ہوا تھا۔

"اوہ بھابھی آپ نے تو میرے بھائی کو ایک لمحے میں ہیرو سے زیرو کر دیا۔" اس کی بات پہ جواباً اپنا کام کرتی شفاء بھی ہنس دی۔

دروازے میں کھڑا جبریل جو زمان مصطفیٰ کے مانگنے پہ شفاء سے لِسٹ لینے آیا تھا۔ زیان کا سوال سن کر وہ وہیں ٹھہر گیا۔ وہ شفاء کے منہ سے تعریف کی توقع کر رہا تھا۔ مگر اتنی زیادہ تعریف شاید اُسے ہضم نہ ہوئی تھی اسی لئے لِسٹ لئے بغیر ہی وہاں سے پلٹ گیا۔

*****

"بھابھی آپ کو بھائی بابا کے کمرے میں بلا رہے ہیں۔"

حدید کی بات پہ شفاء لسٹ تھامے زمان مصطفیٰ کے کمرے کی جانب بڑھی۔ مگر کمرے میں سوائے جبریل کے کوئی بھی نہ تھا۔

"آپ نے بلوایا؟۔۔۔"

"ہاں آؤ۔ بیٹھو۔" تھوڑا آگے کو سرکتے اس نے اپنے بالکل ساتھ شفاء کے لئے جگہ بنائی۔ شفاء نے بیٹھتے اِسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو اس نے ایک خالی لفافہ شفاء کی طرف بڑھایا۔

"یہ کیا ہے؟" اسے اچنبھا ہوا۔

"آپ کا حق مہر۔"

"مگر۔۔۔" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر جبریل نے وہیں روک دیا۔

"دیکھو شفاء زندگی اور پیسہ ایسی چیزیں ہیں جس کا ہمیں کچھ علم نہیں ہوتا۔ ایک لمحہ ہے تو دوسرا لمحہ نہیں۔ ابھی میرے پاس پیسے بھی ہے اور زندگی بھی تو میں نے یہ حق ادا کر دیا۔ کل کو اگر میرے پاس پیسے بھی ختم ہو گئے اور زندگی نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تو میں قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دوں گا۔" اُس کا انداز قطعی تھا۔

"اور میں نہیں چاہتا، جب مرنے کے بعد میں اللہ کے سامنے پیش کیا جاؤں تو یہ پنالٹی مفت میں میرے سر چڑھی ہو۔" وپ مضائقہ خیز انداز میں بولا تو اُس نے غور سے جبریل کو دیکھا۔ وہ کیا سمجھی تھی اِس شخص کو اور یہ کیا نکل رہا تھا۔

اس کے ایسے دیکھنے پہ وہ مشکوک انداز میں بولا۔

"ایک منٹ، ایک منٹ!۔۔۔ یہ ہرگز مت سمجھنا کہ میرے ابھی حق مہر دینے کا مقصد یہ ہے کہ میرے شاپنگ کے پیسے بچ جائیں۔ ناٹ ایٹ آل مسز۔۔۔ میں ہرگز بھی آپ کو یہ نہیں کہوں گا کہ آپ اب انہی پیسوں میں اپنی ساری شاپنگ ایڈجسٹ کریں۔ میں کنجوس ضرور ہوں مگر اتنا بھی نہیں کہ بیوی کے مہر پہ نظر رکھوں۔"

اس کے انداز پہ وہ مسکرا دی۔

اسے یوں مسکراتے دیکھ کر وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ وہ پکار اٹھی۔

"جبریل۔"

آج پہلی بار اس نے اتنا نزدیک بیٹھ کر وہ بھی نظریں ملا کر اتنے استحقاق سے اُسے پکارا تھا۔ جبریل کے لئے نظر ہٹانا مشکل ہوا تھا۔ اس لمحے اُسے اپنا آپ بقول ہادی کے بالکل اُس الو کے پٹھے کا سا ہی محسوس ہوا تھا۔ جس نے روشنی کی جگہ اندھیروں میں رہنا اپنے لئے خود منتخب کیا تھا اور زندگی کا اتنا خوبصورت وقت صرف اپنی ضد میں ضائع کیا تھا۔

اپنی سوچوں کو جھٹکتے وہ شفاء کی طرف متوجہ ہوا۔

"جی جی؟۔۔۔"

"تھینک یو۔" وہ دھیما سا مسکرائی۔

"فور واٹ؟۔۔۔"

"فور ایوری تھنگ۔" دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کراتے وہ اس کے پاس سے اُٹھی اور دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ لمحے بھر کے لئے ایک فسوں سا جبریل کو اپنے گرد پھیلتا محسوس ہوا تھا۔

"شفاء؟۔۔۔" کمرے سے جاتی شفاء کے قدم وہیں ٹھہر سے گئے۔

"جی؟" وہ پلٹی

"کچھ نہیں۔۔۔" وہ ابھی تک اُسی فسوں کے حصار میں تھا، جو شفاء کے جاتے ہی یکدم ٹوٹا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

Oh man! This women gonna drive you crazy.

سر پہ چپت لگاتے اس نے اپنا سر جھٹکا۔

* * * * * * * * * *

حور نے نظر اٹھا کر سامنے بیٹھے دونوں بندوں کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر امل کی جانب جو کب سے اِسے ملتجی نظروں سے دیکھتے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کر رہی تھی۔

زیرو کیئرز کی لُک پاس کرتے حور نے زمین پہ پڑا اپنا بیگ اٹھایا اور کُرسی گھسیٹتے اُٹھی۔

"آئی ایم سو سوری مگر میں کسی قسم کے الیگل کام میں اپنے آپ کو انوالو نہیں کرنا چاہتی اور کام بھی ایسا جہاں پہ میری اپنی عزت و جان دونوں رِسک میں ہوں۔"

پر اعتماد انداز میں کہتے وہ حسین کو معزرت خواہ نظروں سے دیکھتے مخاطب ہوئی

"سوری بھائی مگر آپ کو مجھے پہلے ہی بتا دینا چاہیئے تھا کہ یہاں کوئی آفس ٹائپ نہیں بلکہ دو سے تین بندوں پہ مشتمل حساس ٹائپ سسٹم ہے۔ وہ بھی کسی آفس میں نہیں بلکہ اس فلیٹ نما سیف ہاؤس میں۔"

جتاتے انداز میں کہتے وہ جس دروازے سے آئی تھی واپس اسی طرف پلٹ چکی تھی، جبکہ امل اِسے روکتی ہی رہ گئی۔

"ایک منٹ مس فاروقی رُکیں۔" آواز پہ وہ ٹھٹک کر رُکی ضرور مگر پلٹی نہیں۔ وہ اس آواز کو اچھے سے پہچانتی تھی۔

ہادی جب اندر آیا تو ایک لمحے کے لئے دھک سا رہ گیا تھا پھر اگلے ہی لمحے اِن کے درمیان ہوتی گفتگو سن کے جیسے ساری گُتھی سُلجھ سی گئی تھی۔ حور عین کو رکتا دیکھ کر وہ چلتا ہوا حسین کے ساتھ پڑی کرسی پہ آ بیٹھا۔

"مس فاروقی کیا آپ بتا سکتی ہیں، ہیکنگ کا کام کبھی لیگل بھی ہوا ہے؟۔۔۔ کون سا قانون ہے جو اِس کام کو کُھلے عام کرنے کی اِجازت دیتا ہے، یا کون سا ایسا ہیکر ہے جو کسی کے پرسنل سسٹم میں گُھسنے سے پہلے مقابل سے اِجازت مانگتا ہے؟۔۔۔"

حور عین لاجواب ہو کر پلٹی تھی وہ سوال کرنے والے کو جانتی تھی مگر اُس کو جیسے ہادی کی یہاں موجودگی پہ یقین نہ آیا تھا۔

(اوہ وہ کیسے بھول سکتی تھی حُسین بھی تو اس آدمی کی طرح پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہی ہے۔)

ہادی نے اپنا جواب نہ پا کر اَبرو اٹھا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا جس کی نظروں میں اسے دیکھ کر حیرانگی واضح تھی۔

"کیا ہوا مس فاروقی کوئی جواب نہیں آرہا آپ کے زہن میں؟۔۔۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ زیادہ تر یہ کام انسان اپنی سیفٹی کے لئے کرتا ہے۔"

کمزور سا بہانا تھا۔ جسے بنانے کے بَعد وہ خود بھی پچھتائی تھی۔

"اِس بات کو تو رہنے ہی دیں مس فاروقی۔" اس نے جیسے ناک پر سے مکھی اُڑائی۔

"یہ بات آپ بھی اچھے سے جانتی ہیں اور ہم بھی کہ کون کتنی سیفٹی کے لئے کیا کرتا ہے۔"

"تو آپ کسی اور کو ہائر کر لیں ناں۔" وہ اپنا اعتماد بَحال کرتے بولی تھی۔

"کسی اور ہی کو تو نہیں کر سکتے۔"

اب کی بار جواب منہاس علی کی طرف سے آیا تھا۔ "کسی اور ہی کو تو ہم نے نہیں کرنا کیونکہ اِس کام کے لئے اللہ پہلے ہی حور عین تیمور فاروقی کو منتخب کر چکا ہے۔"

حسین نے چونک کر منہاس علی کو دیکھا وہ اس کا سر نیم کیسے جانتے تھے۔

"آپ نے ابھی خود کہا نا بیٹا' کہ اکثر یہ کا کام اپنی سیفٹی کے لئے کیا جاتا ہے۔ تو اگر اس کام کو اپنی قوم کی سیفٹی کے لئے کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

"میں کچھ سمجھی نہیں۔"

"آپ بیٹھیں میں سمجھاتا ہوں۔"

وہ واپس جگہ پہ بیٹھی تو انہوں نے بات شروع کی۔

"دیکھیں بیٹا' آپ کی تھوڑی سی مدد ایسی بے شمار لڑکیوں کی مدد کر سکتی ہے جو اپنی یا کسی اور کی کوتاہیوں کے سبب آج زمانے بھر میں رسوا ہوئی پھر رہی ہیں، آپ کی تھوڑی سی مدد ایسے بہت سے بچوں کی زندگیاں بچا سکتی ہے جو روز کسی نہ کسی ہوس پرست بھیڑیئے کی درندگی کے بھینٹ چڑھتے ہیں، آپ کی تھوڑی سی مدد ایسی بہت سی بیٹیوں کی زندگیاں اور رشتے بچا سکتی ہے جو کسی بلیک میلر کی بلیک میلینگ کا شکار ہو کر تباہی کے دہانوں پر چلنے پہ مجبور ہیں۔ آپ کی تھوڑی سی مدد ایسی بہت سی ماؤں کو انصاف دلا سکتی ہے اور اکثر ماؤں کی گود مزید اجڑنے سے بچا سکتی ہے جن کی اولاد کو قتل و غارت کا شکار بنایا جاتا ہے۔ اور پھر آپ کی تھوڑی سی مدد ہماری عوام کی آنکھیں کھول کر انہیں برائی کا ساتھ دینے سے بچا سکتی۔ ہمیں شاید آپ کی مدد سے کوئی خاص فرق نہ پڑے مگر اس ملک اور اس کی عوام کو بہت فرق پڑے گا۔ یہ کبھی مت سوچیں کہ ایک اکیلا بندہ کیا اور کتنا کر سکتا ہے۔ کیونکہ شروعات ہمیشہ کسی ایک سے ہی ہوتی۔ پہلا قدم کسی ایک کو ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ ملک کا نظام صرف قانون ہی کو نہیں ٹھیک کرنا ہوتا کچھ حصہ اس میں آپ جیسے جوانوں کا بھی نکلتا ہے۔"

زرا دیر کو ٹھہر کر انہوں نے حور عین کے تاثرات جانچے اور پھر بولے۔

"بتائیں بیٹا' اگر اللہ انسان کو ہزاروں زندگیاں بچانے کا موقع دے کر آزمائے تو انسان کو کیا کرنا چاہیئے؟۔۔۔یہ کہ سب جانتے ہوئے بھی اپنی آنکھیں بند کر لے اور ہونے دے سب کو برباد؟۔۔۔یا پھر یہ کہ اپنا ہُنر استعمال کر کے دوسروں کو تباہ ہونے سے بچا لے۔ اللہ کسی بھی انسان کو کوئی ہنر صرف اُسے کیش کرنے کے لئے نہیں عطا کرتا بلکہ وہ چاہتا ہے اُس کا بندہ اپنے ہنر سے اُس کی مخلوق کو فائدہ بھی پہنچائے اور بھلائی بھی پھیلائے۔ ایک اور بات میری یاد رکھیے گا بیٹا! انسان کے اندر موجود اُس کا ہر ہُنر اُس کی ذات پہ قرض ہوتا ہے، انسانیت کا بھی اور دین و دنیا کا بھی، انسان اپنے ہر ہُنر اور عِلم کا بھی اللہ کو اِسی طرح جوابدہ ہوتا ہے، جیسے وہ اپنے عمل کا ہوتا ہے۔

"اتنا کہہ کر انہوں نے فیصلہ حور کے اوپر چھوڑ دیا تھا۔ وہ جانتے تھے وہ اُس کی دُکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ چکے تھے۔

دوسری طرف حور کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا کرے۔ مان لے ان کی بات اور کر لے اپنے ضمیر کو سرخرو یا بند کر لے اپنی آنکھیں، رکھے کانوں پہ ہاتھ اور اِن آوازوں کو جھٹک کر بھاگ جائے یہاں سے۔

ایک بار اپنی کُھلی آنکھوں کے سامنے وہ کسی کو برباد ہوتا دیکھ چکی تھی۔ چکھ چکی تھی وہ اس تکلیف کو، جانتی تھی اس درد کی شدت کو، اور جانتی کیسے نا' آج تک وہ اُسی تکلیف کے زیر اثر تو رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں اس کام کے لئے تیار ہوں۔ مگر میری ایک شرط ہے۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ فیصلہ کرتے بولی۔

"کیسی شرط؟۔۔۔" استفسار حسین کی طرف سے کیا گیا تھا۔

"سیفٹی اور سیلری مجھے دونوں پرفیکٹ چاہیئے ہیں اور۔۔۔"

"اور؟۔۔۔" منہاس علی ابرو اٹھاتے بولے۔

"اور یہی کہ میں اکیلی نہیں بلکہ امل بھی میرے ساتھ آیا کرے گی۔ وہ کیا ہے ناں کہ مجھے دو نمبر لوگوں پہ کچھ خاص بھروسہ نہیں ہے۔ اب آگے آپ کی مرضی۔۔۔" اس کی بات کا مفہوم کوئی سمجھا تھا یا نہ سمجھا تھا ہادی ضرور سمجھا آخر اُسی کو تو کہی گئی تھی۔ کرسی سے ٹیک لگاتے اُس نے سر جھٹک کر مسکراہٹ ضبط کی، جبکہ اس کی شرط پہ حُسین اور امل نے چونک کے ایک دوسرے کو دیکھا تھا پھر حسین بولا۔

"حور عین ایسا پوسیبل نہیں ہے۔ ماما ڈیڈی کبھی۔۔۔"

وہ ابھی کچھ کہہ ہی رہا تھا کہ منہاس علی نے اِس کی بات کاٹی۔

"اوکے ڈن! ہمیں امل کی موجودگی سے کوئی مسئلہ نہیں۔ آفٹر آل وہ حسین کی بہن ہے۔ ہم اُس پہ ٹرسٹ کر سکتے ہیں۔"

"اگزیکٹلی! آپ اُس پہ ٹرسٹ کر سکتے ہیں اور انکل اور آنٹی کو منانا حسین بھائی اب آپ کا کام ہے۔ آخر آپ ہی کے توسط سے تو میں یہاں موجود ہوں۔"

منہاس علی کی بات پہ حسین کو دیکھتے وہ جتاتے انداز میں بولی۔

"Always so wicked."

حسین زیر لب بڑبڑایا تھا اور یہ بڑبڑانا ساتھ بیٹھے ہادی نے واضح سُنا تھا۔ حور پہ کیا گیا تبصرہ سن کر اس نے بڑی مشکل اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔

* * * * * * * * * *

منہاس علی چھوٹے موٹے کیسس کی تمام فائلز اس کے حوالے کر چکے تھے۔

کوئی اہم اور رسکی کیس اسے دینے سے پہلے وہ حور عین کے tactics دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے اصل کیس میں کوئی بھی گڑبڑ ہو۔ امل اور حور دونوں کا ایک ہی میجر تھا۔ امل بھی اِس کی پوری مدد کرنا چاہ رہی تھی مگر کیس کی نوعیت دیکھ کر حور نے اِسے روک دیا۔ اس طرح کے کافی کیس وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی۔ ان کی این۔جی۔او میں آنے والے اکثر کیس اِسی نوعیت کے ہوتے تھے۔ کسی کی تصویریں لیک کر گئی ہوتی تھیں یا کسی کو تصویروں کے زریعے بلیک میل کیا جارہا ہوتا تھا۔ کام تو یہ پی۔ٹی۔اے کا تھا مگر جتنی دیر میں محکمہ کوئی رسپانس ظاہر کرتا تھا اس وقت تک وکٹم کافی نقصانات اٹھا چکا ہوتا تھا۔ حور عین ابھی تک نجانے ایسی کتنی ہی ویب سائٹس تھیں جن تک رسائی حاصل کر کے تہزیب سے عاری مواد کو نہ صرف ضائع کر چکی تھی بلکہ اصل مجرم تک پہنچنے میں مدد بھی کر چکی تھی۔ اگر اس طرح کے کیسس میں امل اس کے ساتھ کام کرتی تو وہ کسی صورت بھی کنفرٹیبل فیل نہ کرتی۔ وہ امل کے کام کرنے کے انداز سے اچھی طرح واقف تھی۔ حور اس فیلڈ میں سکول کے زمانے سے ہی انوالو تھی۔ سکول میں اس کی ایک دوست تھی انجلینا۔ اُس کے پاپا کسی حساس ایجنسی کے سرٹیفائیڈ ایتھیکل ہیکر تھے۔ ایک کامیاب اور نامی گرامی وائٹ ہیٹ ہیکر۔۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مسٹر اینڈریو کسی یونیورسٹی میں پروگرامنگ اور کوڈنگ کے ڈپلومہ بھی کرایا کرتے تھے۔ جب مسٹر اینڈریو کو انجلینا کے زریعے حور عین کی اس کورس میں دلچسپی کا پتا چلا تو انہوں نے اِس کا ہلکا پھلکا تجزیہ کرنے کے بعد اسے یہ کام سیکھنے کی پیشکش کی اور حور عین فاروقی یہی تو چاہتی تھی۔ اس نے بڑے طریقے سے مسٹر انڈریو تک یہ بات پہنچائی تھی اور آخر کار نئے شروع ہونے والے بیچ میں تیمور اور احمد فاروقی سے چھپ کر شمولیت حاصل کر لی تھی۔ پہلے سے آتی ٹوٹی

پھوٹی کوڈنگ میں نکھار مسٹر انڈریو کی شاگردی نے ڈالا تھا۔ یہی وجہ تھی جب اس نے پاکستان آکر کمپیوٹر سائنس کی فیلڈ میں باقاعدہ طور پہ قدم رکھا تو اس کی توجیہات سب سے الگ اور سب سے نکھری ہوتی تھیں۔ یہ اپنے ڈیپارٹمنٹ اور پروفیسرز میں سب سے زیادہ مشہور تھی۔ لیکچر کے دوران سب سے زیادہ گہرے سوال بھی اسی کی جانب سے ہوتے جس کے جواب کچھ ٹیچرز بھی نہ دے پاتے تھے۔ اور اکثر استاد تو اس کے سوالات سے خائف رہتے تھے۔

اس کے اور امل کے کام کرنے کے انداز میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اگر امل اس کے ساتھ کام کرتی تو اسے یقین تھا کام بننے کے بجائے بگڑ ضرور جاتا کیونکہ امل ان سب کاموں میں خاصی کمزور تھی البتہ رٹا اس کا بیسٹ ہوتا تھا۔ مگر پریکٹیکل لائف میں رٹے کب کام آئے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ایک چیز جو اس نے محسوس کی تھی وہ منہاس علی کا انداز تھا وہ جتنے سخت اور بارعب اِسے شروع میں لگے تھے۔ اب وقت کے ساتھ ساتھ اتنے ہی نرم دِل محسوس ہو رہے تھے۔ عاجزی اُن کے انداز کا خاصا تھی۔ اور لہجہ ان کا عجیب ہی شیریں ہوتا۔ اُسے لگتا تھا جیسے یہ انداز وہ پہلے بھی کہیں دیکھ چکی ہے۔

املل کی موجودگی کی شرط حور نے ضد میں آکر رکھی تھی ورنہ وہ کوئی اتنی بچی نہ تھی کہ دو لڑکوں کیساتھ کام کرنے سے ڈر جائے۔ وہ لندن جیسے شہر کی پلی بڑھی لڑکی تھی۔ اور اپنا بچاؤ کرنا بھی خوب جانتی تھی۔ اور اس سب کے ساتھ ساتھ وہ حسین کو بھی اچھے سے جانتی تھی اور جہاں تک بات تھی ہادی کی وہ اسے اچھے سے نہ سہی مگر اتنا ضرور جانتی تھی کہ بھروسہ کر سکتی تھی جو کہ وہ کرتی تھی بھی۔

اس کے کام کو اچھی طرح جانچنے کے بعد آج سے اِسے آفیشلی طور پر اپائنٹ کر لیا گیا تھا۔ سیف ہاؤس نما آفس کا سارا وزٹ کرانے کے بعد وہ اس کے کام کرنے کی جگہ پہ چلے آئے۔

"یہ جگہ سو فیصد سکیورٹی پروف ہے۔ نا یہاں کوئی آسکتا ہے اور نا ہی کوئی اندر موجود لوگوں کو ٹریس کر سکتا ہے۔ سو فیل فری اِن یور ورک۔" کام کے پہلے دن جو بات منہاس علی نے اس سے کہی تھی وہ یہی تھی۔ ابھی بھی وہ اِسے ایک کیس پہ بریف کر رہے تھے۔ جس کے بعد جاتے جاتے انہوں نے ایک اور فائل اسے تھمائی۔

"حور عین جانے سے پہلے ایک دفعہ یہ فائل بھی سٹڈی کر لینا۔ یہ کافی حساس کیس ہے اور آپ کا اگلہ ٹاسک بھی یہی ہے جس پہ آپ ہم سب کے ساتھ مل کر کام کریں گی۔" حور عین کو سب سمجھانے کے بعد وہ ہادی اور حسین کی طرف گئے تھے جو اندر بیٹھے انہی کا انتظار کر رہے تھے۔

حور عین کی موجودگی سے پہلے اُن دونوں کے دن میں کئی چکر سیف ہاؤس کے لگ جاتے تھے مگر حور عین کے آنے کے بعد وہ یہاں کم ہی آتے تھے زیادہ منہاس علی ہی رہتے۔ اس وقت بھی وہ دونوں منہاس علی سے کوئی کیس ڈسکس کر رہے تھے جب نئے کیس کی فائل لے کر حور ان کے سر پہ پہنچی۔ اس کے تاثرات اور لال پڑتے چہرے سے لگتا تھا وہ فائل پڑھ چکی تھی۔ فائل ان لوگوں کے درمیان میز پہ رکھتے اس نے وہ سوال کیا تھا جس پہ تینوں نفوس کے درمیان نظروں کا تبادلہ ہوا۔ "بیٹھ جائیں حور عین بیٹا۔" منہاس علی نے پرسکون انداز سے اِسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اسے بیٹھتا دیکھ کر وہ خود بھی عینک اتارتے آرام دہ حالت میں ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

"بختیار شاہ کو جانتی ہیں آپ؟۔۔۔" لمحے کی خاموشی کے بعد وہ کچھ سوچتے گویا ہوئے۔

"جی جانتی ہوں۔ یہ وہی ہیں ناں؟۔۔۔ ممبر آف نیشنل اسمبلی جن کا ریسینٹلی ایک کنونشن میں مرڈر ہوا ہے۔"

وہ حسین کو دیکھتے بولی۔ اس مرڈر کے حوالے سے حسین بھی ہیڈ لائنز کا خاص حصہ رہا تھا۔

"جی بالکل وہی۔۔۔" انہوں نے تائیدی انداز میں سر ہلایا اور سیدھے ہوئے۔

"یہ کیس اُنہی کا چھوٹے بھائی سید سلطان دوراب شاہ سے منسلک ہے۔ اس لئے بی کیئر فل۔"

ایک لمحے کے لئے وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ یہ فائل اُن کے چھوٹے بھائی کے اوپر ہے۔" وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتے بولی۔

"جبکہ یہ ہیومین ٹریفکنگ کیس ہے۔"

بے یقینی سے کہتے اُس نے اپنی سوچ کی نفی کی۔

مگر ایسا کیسے ممکن ہے؟۔۔۔ آپ ایسے کسی نیک انسان پر اتنا گھٹیا الزام کیسے لگا سکتے ہیں۔ سلطان دراب شاہ تو بہت بڑے سکالر ہیں۔ کتنے گھروں کا چولہا اُن کے دم سے چل رہا ہے۔ نجانے کتنے مستحق لوگ ہیں جن کو اللہ اُن کے وسیلے سے روزی دیتا ہے۔ وہ تو اتنے سادہ اور ریا سے پاک ہیں کہ کبھی کسی کے سامنے تک نہیں آئے، وہ تو لوگوں کی مدد تک سامنے آئے بغیر پردے کے پیچھے سے کرتے ہیں۔ آپ لوگ ایسے کیسے کسی پہ اتنی بڑی تہمت کیسے لگا سکتے ہیں سر۔"

بے یقینی کے عالم میں جو اُس کے منہ میں آیا وہ بولتی چلے گئی۔ اس کی عقل اس بات کو قبول کرنے سے انکاری تھی۔ اتنے نیک بندے کے بارے میں وہ ایسا سوچ کر اپنے آپ کو گناہ گار کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

دوسری جانب دراب شاہ کی تعریف میں اتنے کلمات سُن کر حسین اور ہادی کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔ جبکہ منہاس علی اُسی طرح تسلی سے یہ سب سنتے یہ سوچ کر رہ گئے۔ (جب ہمارے ملک کے پڑھے لکھے جوانوں کا یہ حال ہے تو کسی اور سے کیا توقع کی جائے۔) جب وہ بولی چکی تو وہ تلخی سے ہنسے اور بولنا شروع کیا۔

"جی بالکل یہ وہی دراب شاہ ہے جو پیری فقیری کے نام پہ صرف چائلڈ ٹریفکنگ کا ہی نہیں بلکہ ہیومن ٹریفکنگ کا بھی کاروبار کرتے ہیں۔ یہ وہی ہیں جو دن کے اجالے میں لوگوں کا راہبر بن کر نیک اور پارسا ہونے کا ڈرامہ کرتے ہیں اور

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

رات کی تاریکی میں اپنے کالے کرتوتوں کو بھی رات کی کالک میں چُھپا دیتے ہیں۔ یہی ہیں وہ جو اسلام جیسے خوبصورت مذہب کے نام پہ لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔ اپنے ایجنٹس گلی محلوں میں جعلی عالم بابا بنا کے چھوڑے دیتے ہیں اور ہماری آپ جیسی پاگل عوام بھی اپنے مسئلے لے کر ان کے پاس جوق در جوق جاتی ہے۔ پھر جب ٹریپ ہو جاتی ہے تو بَعد میں سب روتے پھرتے ہیں۔ روز اخبارات میں کتنی خبریں چلتی ہیں فلاں محلے کا فلاں عالم بچے اغواء کر کے فرار۔ مگر مجال ہے جو کبھی کسی نے یہ جاننے کی کوشش کی ہو کہ اِن سب کام کرنے والے عالموں کا ماسٹر مائنڈ کون ہے؟ آخر کیا وجہ ہے اس سب کی جو آج کل کے پڑھے لکھے زمانے میں بھی یہ سب رُکنے کے بجائے بڑھتا جا رہا ہے۔ تو جانتی ہیں بیٹا وجہ کون ہیں؟۔۔۔ وجہ آپ جیسے لوگ ہیں۔"

حور عین کے منہ سے جیسے کسی نے زبان کھینچ لی تھی۔ وہ کنگ سی ہو کر رہ گئی۔ وہ ایسی نہ تھی جیسا منہاس علی کہہ رہے تھے۔ بلکہ وہ تو اپنے مسئلے لوگوں کے پاس لے کر جانے کے بھی خلاف تھی۔ مگر پھر بھی سید سلطان دراب شاہ ایک ایسی متاثر کن شخصیت تھی جس کے بارے میں اتنے انکشاف اُسے ہلا کر رکھ گئے تھے۔ وہ اکثر لوگوں سے ان کی تنظیم کی کافی تعریفیں سن چکی تھی۔ جس میں اِسے ان کی سب سے اچھی بات پردے کے پیچھے رہ کر نیکی کرنا اور لوگوں میں خیر پھیلانا لگی تھی بالکل ریاکاری سے پاک۔۔۔ مگر وہ کیا جانتی تھی مستقبل میں اس پردے کی جو وجہ وہ دیکھنے والی ہے وہ اتنی بھیانک ہو گی۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

******

وہ اپنے کام میں محو سامنے موجود مختلف اسکرینوں کو دیکھتے کی بورڈ پپ تیزی سے انگلیاں چلا رہی تھی جب ہادی نے اس کے ساتھ پڑی کرسی پہ بیٹھتے کافی کا مگ اِس کے سامنے کیا۔ اُس نے سامنے سکرین کو دیکھتے اپنے ہاتھ روکے اور ایک بٹن سبا کر کرسی ہلکی سی پیچھی کی اور ساتھ والی کرسی پہ بیٹھے ہادی کو دیکھا۔

"ہاٹ اینڈ کریمی کافی۔ اسپیشل مس حور عین فاروقی کے لئے۔ ویسے کیا یاد کریں گی مس فاروقی' انسپیکٹر ہادی نے اپنے نازک مردانہ ہاتھوں کو تھکا کر آپ کے لئے کافی بنائی تھی۔"

اس کی بات پہ مسکراہٹ روکتے اس نے کافی کا مگ تھاما اور لبوں کو لگایا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کافی واقعی اچھی تھی۔

"hmm not bad but also not too good

"چلیں کوئی بات نہیں میں جانتا ہوں آپ کے ٹیسٹ بڈز کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے۔" اُس نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

ہادی کی بات پہ مسکراہٹ چھپاتے اس نے مگ پھر لبوں سے لگایا۔

"دراب شاہ کی حقیقت سن کر آپ اتنا شاکڈ کیوں ہوئی تھیں؟۔۔۔" اپنی بلیک کافی کا گھونٹ بھرتے وہ عام سے لہجے میں بولا تھا مگر حور عین کا مگ راستے میں ہی رُک گیا تھا۔

"میں شاکڈ ہوئی نہیں تھی۔ میں شاکڈ ہوں بھی۔ میں نے سنا ضرور تھا کہ لوگ پارسائی کا ڈھونگ رچا کر بہت غلط کام کر لیتے ہیں مگر اتنا بڑا عالم اور اتنا بڑا گناہ۔۔۔ اور وہ بھی دین کے نام پہ۔" اُس نے جھرجھری سی لی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

بھانپ چھوڑتی کافی اب وہ سامنے رکھ چکی تھی۔

جبکہ ہادی نے آدھا پیالہ اپنا کافی کا کپ خالی کیا اور نیچے زمین پہ رکھ دیا۔

"جانتی ہیں مس فاروقی' ایسا صرف ہمارے ملک میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر ملک اور معاشرے میں ہوتا ہے۔ آپ دنیا کے سب سے ویل ڈیویلپ ملک کو دیکھ لیں یا دنیا کے سب سے انڈر ڈیویلپ ملک کو۔۔۔ ہر جگہ ہی مزہب کارڈ استعمال کیا جاتا ہے۔ پادری ہو یا پنڈت، مولوی ہو یا راہب ایسے کاموں میں سب سے زیادہ آسان مذہب کارڈ ہی ہوتا ہے۔

بلکہ صرف اِسی کام میں کیوں آپ اپنے ارد گرد بھی دیکھیں تو آپ کو ایسے بہت سے لوگ نظر آئیں گے جن کی وجہ سے سنت کے مطابق داڑھی رکھنے، سُرمہ لگانے اور حجاب کرنے والوں کو معاشرہ تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ جبکہ یہ ہمارے پیارے نبیؐ کی سنت ہے مگر کچھ لوگوں کی وجہ سے سب کو شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

اب ہادی نے ایک اور فائل اس کے سامنے رکھی۔

"اب یہ کیا ہے؟۔۔۔"

اپنی باقی بچی ٹھینڈی ہو چکی کافی کو ایک گھونٹ میں ختم کرتے اس نے کپ ایک طرف رکھا اور ہادی کی دی گئی فائل سامنے کی۔

"خود ہی دیکھ لیں۔"

اس نے فائل کو غور سے پڑھا اور ہادی کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"اس وقت اس کا کیا مقصد؟۔۔۔"

"آپ کو کیا لگتا ہے مس فاروقی، آپ کے اغواء والی خبر کو مخفی کیوں رکھا گیا تھا؟۔۔۔"

"کیونکہ آپ کے سینیئرز نے پرمٹ نہیں کیا تھا۔" حور عین نے ہادی کی اُس وقت کی بتائی گئی بات دہرائی۔

"اچھا مگر کیوں؟۔۔۔" اس نے مسکراتے سوال پوچھا تو حور کو اچنبھا ہوا۔

"کیونکہ ہم جانتے تھے اگر ہم نے اوپر کسی کو بھی اس آپریشن کے بارے میں کچھ بتایا تو دراب شاہ کا نام سنتے ہی ہمیں یہ آپریشن کرنے سے روک دیا جائے گا۔ بغیر پرمیشن فُل پروف پلاننگ اور مکمل زمہ داری کے ساتھ یہ کام کیا گیا تھا۔

مگر وہاں آپ بھی نکل آئیں گی اس کا اندازہ ہمیں ہر گز نہ تھا اگر وہ بچہ اُس وقت ہمیں نہ بتاتا کہ کوئی لڑکی بھی اندر لائی گئی ہے تو شاید آپ اور آپ کی نگرانی پہ لگائے گئے وہ لڑکے ہماری لگائی گئی آگ میں جل چکے ہوتے۔"

اس کو دراب شاہ نے کڈنیپ کرایا تھا یہ خبر اس کے لئے ایک نیا انکشاف تھی۔

"مگر مجھے ہی کیوں؟۔۔۔"اُس کو اپنی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"کچھ راز 'راز ہی رہنے دینے چاہیئے ہیں کیونکہ اُن کی کھوج انسان کو تکلیف کے علاوہ کچھ نہیں دیتی۔"

"اگر آپ لوگ اُس بہروپیہ کے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہیں تو اُسے جیل میں کیوں نہیں ڈالتے؟۔۔۔کیوں چھوڑا ہوا ہے اُسے یوں آزاد؟۔۔۔"

وہ افسوس سے بولی۔

"قانونی اور عدالتی نظام مفروضات پہ نہیں چلتے مس فارقی۔۔۔یہ نظام دو چیزیں مانگتے ہیں۔"وہ ہاتھوں کی دو انگلیاں نکال کر اشارے سے بولا۔

"ایک پیسہ اور دوسرا ٹھوس ثبوت۔۔۔ٹھوس ثبوت ہمارے پاس کوئی ہے نہیں اور پیسہ اُس کے پاس بہت زیادہ ہے۔ باقی بچہ مفروضہ تو مفروضے ایف۔آئی۔آر درج کرتے تو استعمال ہو سکتے ہیں مگر عدالت میں ان کی کوئی حیثیت نہیں، اور اصل کام کرنا ہی عدالت نے ہوتا ہے۔"

ہادی سے بات کرنے کے بعد وہ ایک مصمم ارادہ باندھ چکی تھی اور اب اسے اس کام کو اپنے انجام تک پہنچانا تھا۔

****

وہ آج اپنا لیپ ٹاپ اپنے ساتھ ہی اس فلیٹ نما آفس لے آئی تھی۔ اپنی چیز کو انسان زیادہ پر سکون انداز میں استعمال کرتا ہے پھر آفس کے مانیٹرز خاصے پرانے زمانے کے بھی تھے مگر فنکشنز اور سافٹ ویئر ایک سے بڑھ کر ایک انسٹال کیا گیا تھا۔ خیر جو بھی تھا ابھی وہ مانیٹر استعمال کرنے کی عادی نہ ہوئی تھی اس لئے اسے کام کرتے دقت ہوتی۔

اس نے ابھی اپنا لیپ ٹوپ کھولا ہی تھا کہ حسین کی نظر اس کے لیپ ٹاپ پہ پڑی۔ اس نے تیزی سے اس تک پہنچتے لیپ ٹاپ کی سکرین گرائی تو حور عین تحیر زدہ سی رہ گئی۔ اپنی حرکت کا خیال کرتے وہ بھی خفیف سا ہوا تھا۔

"سوری حور عین مگر اِس بِلڈنگ سے باہر یا پھر اس بلڈنگ کے اندر کہیں بھی تم اپنا لیپ ٹاپ، موبائل یا کوئی گیجٹ اس کام کے لئے استعمال نہیں کر سکتی۔ یہ کتنا رسکی ہے یہ تم ہم سے بہتر جانتی ہو۔ اور یہ سب مانیٹرز بہت پرانے ضرور ہیں مگر پروفیشنلی بہت سیکیورڈ ہیں۔ ان کی سکیورٹی پہ حملہ کرنا آسان نہیں ہے اور باقی تم نے خود بھی کہا ہے تم بہت دھیان سے چلو گی۔ ہم پہلے ایک بار اس چھوٹی سی غلطی کے باعث ٹریس ہو چکے ہیں اور اُس کا خمیازہ آج تک بُھگت رہے ہیں۔ اس لئے ایسا سوچنا بھی مت۔"

حسین نے اِسے اچھے سے اور صاف صاف الفاظ میں سمجھا دیا تھا۔ جسے سمجھتے اِس نے اوکے کے انداز میں سر ہلایا اور اپنا رُخ اِن دیوار گیر مانیٹرز کی جانب کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایسے اپنے کام میں مگن تھی جیسے اس کی زندگی کا مقصد ہی یہی ہو اور سچ بھی یہی تھا۔ اس کی زندگی کا واقعی یہی مقصد تو تھا۔

حور عین کو سمجھانے کے بَعد حسین ٹی۔وی آن کر کے نیوز چینل سرچ کرنے لگا جبکہ بظاہر کسی کیس کی سٹڈی کرتے منہاس علی کی نظر کب سے حور کے چہرے پہ ٹکی تھی۔ وہ ماضی کی یاد میں دور کہیں بہت پیچھے چلے گئے تھے۔ جہاں اِن

کی زندگی میں ایک چیز کا آغاز ہوا تھا تو ایک چیز کا اختتام۔۔۔ انتظار کا اختتام اور خوشیوں کا آغاز۔۔۔ یا پھر کچھ اور۔۔۔۔

"منہاس کچھ پتا کریں ناں، اِس بچی کے گھر والوں کے بارے میں؟۔۔۔ کہاں ہیں اس کے ماں باپ؟۔۔۔ دیکھیں کیسے بخار میں تڑپتے ہوئے اپنی پھپو اور ماں باپ کو پکار رہی ہے۔"

وہ بخار کی مدہوشی میں بِلک بِلک کے روتی بچی کو اپنی آغوش میں لیتے بولیں۔ جو ہچکیوں کے درمیان اپنے گھر والوں کو پکار رہی تھی۔

"رقیہ میں پتا کر رہا ہوں ناں، میں بچی کو پولیس سٹیشن لے کر نہیں جانا چاہتا۔ اِس بچی کی حالت بھی ایسی نہیں ہے کہ اِسے پولیس سٹیشن لے کر جاؤں اور اگر رپورٹ درج کرائی تو اِس کو پولیس اپنی کسٹڈی میں ہی رکھ لے گی اور یہی میں نہیں چاہتا۔"

انہوں نے اپنی بیوی کو تسلی دی۔

"پھر بھی منہاس جلدی کچھ کریں ناں۔" بچی کے ہاتھ پاؤں ملتے وہ ملتجی ہوئیں۔

"میں نے ایک بندے کو فون کیا ہے۔ وہ پتا کراتا ہے۔ تم بس دعا کرو۔"

وہ کمرے میں ٹہلتے بولے۔ اتنے میں بچی کی حالت زیادہ خراب ہوئی تھی۔

"منہاس جلدی سے گاڑی نکالیں۔ ہم اِسے ہسپتال لے جاتے ہیں۔ اِس کی طبیعت زیادہ خراب ہو رہی۔"

بچی کی طبیعت زیادہ بگڑتے دیکھ کر انہوں نے فوراً چابی پکڑی اور موسلا دھار بارش کی پروا کئے بغیر تیزی سے ڈرائیو کرتے اِسے گھر کے قریب ہی ایک چھوٹے سے کلینک میں لے آئے۔

ڈاکٹر کی بات سن کر اِن دونوں کے ہاتھ پیر پھولے تھے۔

"ہم نے بچی کو ٹریٹمنٹ دے تو دی ہے مگر یہ پولیس کیس ہے۔ بچی پہ تشدد کیا گیا ہے۔ اس کی گردن اور بازوؤں پہ سگریٹ سے داغے گئے نشان ہیں۔"

رقیہ اور منہاس علی دونوں کے اُڑتے رنگ دیکھ کر ڈاکٹر مشکوک سا ہوا۔

"کیا آپ لوگوں کو بچی کی حالت کا نہیں پتا تھا؟۔۔۔ ایک منٹ کیا آپ بچی کے اصل پیرنٹس ہیں بھی یا نہیں؟۔۔۔"

"بیٹی ہے یہ میری، ہم ماں باپ ہیں اس کے اور میں خود بھی پولیس والا ہوں۔"

وہ اپنا کارڈ دکھا کر معاملے کی سنجیدگی کو جانچتے فوراً بولے۔

"پھر کیسے ماں باپ ہیں آپ دونوں۔ بچی آپ کی بخار میں تپ رہی ہے، بارش کے پانی سے وہ مکمل بھیگی ہے، تشدد اس پہ کیا گیا ہے، سر سے اس کے خون بہہ رہا ہے اور بجائے ڈاکٹر کے پاس لے کر جانے کے آپ لوگ گھر میں ہی نیم حکیم بن کے اس کا علاج کرتے رہے، مجھے تو ابھی بھی شک ہے آپ لوگ بچی کے اصل ماں باپ ہیں بھی کہ نہیں۔"

منہاس علی کو اچھا خاصا سُنا کر وہ رقیہ کی طرف ہوئے۔

"چلیں وہ تو باپ ہیں۔ آپ تو ماں ہیں۔ آپ ہی کچھ احساس کر لیتیں۔"

حورعین کے لمبے بالوں اور کالر والے فراک کی وجہ سے وہ تشدد کے نشان نہ دیکھ سکے تھے۔ ان کو یہی لگا تھا کونسرٹ میں افراتفری پڑنے کے باعث بچی ماں باپ سے جدا ہو کر کھو گئی اور سر پہ پتھر لگنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہو گی۔ اور اب ڈاکٹر کے یہ الفاظ۔

"کیسی ماں ہیں آپ؟۔۔۔"

یہ الفاظ رقیہ کے کانوں میں گونجے تھے۔ اولاد کے لئے ترستی اس عورت کو اپنی خالی گود کا احساس شدت سے ہوا تھا اس نے اپنے شوہر کی جانب دیکھا جو اسی کو دیکھ رہے تھے۔ منہاس علی نے بیوی کی حالت دیکھتے فوراً بولے۔

"ہماری بیٹی پارک میں کھو گئی تھی۔ جیسے ہی ملی ہم اِسے سیدھا یہیں لے آئے۔ آپ اس کا علاج کریں۔ اس کے علاج میں کوئی کمی نہیں آنی چاہیئے۔"

وہ اپنی بیوی کی آنکھوں میں امڈتی ممتا کی پیاس دیکھ چکے تھے۔ اس لئے اُس کے کچھ بھی بولنے سے پہلے خود ہی بول اُٹھے۔

"سنیں اگر اِس بچی کے ماں باپ نہ ملے تو میں آپ کو بتا رہی ہوں میں یہ بچی اپنے سے دور نہیں ہونے دوں گی اور اِس بارے میں آپ کی ایک نہیں چلے گی۔"

انہوں نے اپنی بیوی کو دیکھا جو بچی کے سرہانے بیٹھے کچھ پڑھ پڑھ کر پھونک رہی تھی۔ وہ پہلے ہی جان چکے تھے اُن کی بیوی کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔ آخر کو اُن کی بھی تو باپ بننے کی کتنی خواہش تھی۔

بخار اور نیم بے ہوشی میں جب جب اُس بچی نے انہیں بابا ماما پکارا تھا تب تب ان کے دِل کو بھی کچھ ہوا تھا۔ مگر یہ بات وہ اپنی بیوی کو نہیں کہہ سکتے تھے۔ وہ اس کے احساسات سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اسی لئے رقیہ کو سمجھاتے بولے۔

"رقیہ بچی اتنی بھی چھوٹی نہیں ہے۔ انشاءاللہ ہوش میں آنے کے بَعد خود اپنے گھر والوں کے بارے میں بتا دے گی اور اگر نہیں بھی بتایا تو میں اس کے والدین کو ڈھونڈ لوں گا ورنہ بابا جان سے مدد لے لوں گا۔ تم زرا اُن کے بارے میں بھی تو سوچو، نجانے اس کے والدین اس کی تلاش میں کتنا تڑپ رہے ہوں گے۔ "

اپنی زندگی کی ایک شام کو یاد کرتے وہ بہت دور نکل چکے تھے۔ جب ہادی کی آواز انہیں حال میں کھینچ کر لائی۔

"یہ کیا حرکت کی ہے اس پاگل نے۔ "

انہوں ہادی کی جانب دیکھا جو موبائل پہ کسی کا نمبر ملاتے اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ جبکہ حسین صوفے پہ اپنا سر پکڑے بیٹھا تھا۔ اگلے ہی لمحے اُن کی نظر ٹی۔وی کی جانب اُٹھی تھی۔ جہاں بختیار شاہ کے قاتل کے گھر سے لائیو ٹرانسمیشن نشر کی جارہی تھی۔ اور نشر کرنے والا اور کوئی نہیں اینکر پرسن شایان مصطفیٰ تھا۔

اس پوری صورتحال سے بے خبر حور عین مُنہ کھولے ٹی۔وی پہ چلتا پروگرام دیکھ رہی تھی۔ اس قاتل کی بوڑھی ماں رو رو کر اُن کے ساتھ کیا گیا ظلم بیان کر رہی تھی۔ ایک طرف تو اچھا تھا کہ کسی نے پردے کے پیچھے کی کہانی دنیا کے سامنے ظاہر کی تھی مگر دوسری طرف فکر تھی تو اسے ظاہر کرنے والے کی۔

نجانے کیا سوچ کر اُس نے انتہائی قدم اُٹھایا تھا۔

ہادی مسلسل شایان کو فون ٹرائی کر رہا تھا مگر وہ تھا کہ سن ہی نہ رہا تھا۔

"اس کو فون کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہادی۔ وہ اِس وقت فون ریسیو نہیں کرے گا۔ ٹرانسمیشن لائیو ہے بلکہ سچ جاننے کے بعد وہ ہمیں بھی جھوٹا اور مطلب پرست سمجھ رہا ہو گا۔"

"سر بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ہادی' اس وقت اس سے رابطے کی نہیں بلکہ آگے کی سوچنی چاہیئے۔"

حسین نے بھی اپنی رائے پیش کی۔

"وہ ہمیں جو بھی سمجھے مجھے اُس کی رتی بھر پروا نہیں، مگر اِس قدم کے بَعد اِس کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے اُسے یہ پروگرام کرنے سے پہلے ان سب چیزوں پہ نظر مار لینی چاہیئے تھی۔ شادی سر پہ ہے اِس کمبخت کی اور یہ صاحب بہادر بارات کے بجائے جنازہ نکلوانے کے چکر میں ہے۔"

غصے کی زیادتی کے باعث جو منہ میں آتا وہ بکتا جا رہا تھا۔

"اللہ رحم کرے ہادی' الفاظ کا چناؤ تو دیکھ بھال کر کرو۔ کچھ پتا نہیں کونسا وقت قبولیت کا ہو۔" منہاس علی اُسے ٹوکے بغیر نہ رہ سکے۔

شایان کے بعد اب وہ جبریل کا فون ٹرائی کر رہا تھا مگر اون ڈیوٹی ہونے کی وجہ سے اس نے بھی کال ریسیو نہ کی۔ جھنجھلا کر موبائل اس نے صوفے پہ پھینکا۔

"جب فون سننے نہیں ہوتے تو اُٹھا کر باہر کیوں نہیں پھینک دیتے۔"

غصے کے باعث اُس کی اُبھری رگیں صاف نمایاں تھیں لیکن اس وقت اُسے غصے سے زیادہ فکر تھی پوری مصطفیٰ فیملی کی۔ شایان انجانے میں بہت بڑا قدم اُٹھا چکا تھا۔ یہ سوچے بغیر کہ اُس کے کئے کا خمیازہ صرف اُسی کو نہیں اُس کے گھر والوں کو بھی دینا پڑ سکتا ہے۔

Safa-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کول ڈاؤن ہادی' کچھ نہیں ہو گا۔ ریلیکس ہو جاؤ۔۔۔

بس اللہ پہ یقین رکھو، اللہ سچ کا ساتھ دینے والوں کو اکیلا نہیں چھوڑتا، کوئی نا کوئی راستہ وہ نکال ہی دیں گے۔"

حسین نے اُسے ریلیکس کرنے کے کوشش کی۔

حور عین ان سب کو ہونقوں کی طرح دیکھتی صورتحال سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سکرین پہ نظر آتے اینکر کا چہرہ اِسے دیکھا دیکھا لگا تھا۔ دماغ پہ تھوڑا سا زور ڈالتے ہی اِسے وہ شخص یاد بھی آ گیا تھا۔ اوپر سے ہادی کی مبہم سی باتیں اِسے پہچاننے میں زیادہ دیر نہ لگی تھی کہ یہ وہی ریسٹورنٹ والا لڑکا ہے۔

"میرا بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے مس' میں بھی چھوٹا ہونے کے باوجود انہیں یہی سمجھانے یہاں آیا تھا مگر یہ یہاں بھی باز نہ آئے۔ اِن کو تو اس بات تک کا لحاظ نہ آیا کہ ان کی اکلوتی بہن کا شوہر سامنے ہے"

حور عین نے کچھ سوچتے سامنے میز پہ پڑے جگ میں سے پانی گلاس میں انڈیلا۔ اور گلاس جا کے ہادی کے سامنے کیا۔ ہادی اپنے سامنے گلاس پا کے ایک دم چونکا تھا۔

"پی لیں' مسٹر ہادی۔" ناچاہتے ہوئے بھی اس نے گلاس لبوں سے لگایا۔ جب وہ پانی پی چکا تھا حور عین نے ایک بار پھر اُسے مخاطب کیا۔ لیکن اب کی بار جو بات اُس نے کہی تھی ہادی کو لگا اُسے سننے میں غلطی لگی ہے۔

"اتنی سی بات کا اتنا بتنگڑ کیوں بنا رہے ہیں ایس۔ پی صاحب؟۔۔۔"

"سوری، کیا کہا آپ نے؟۔۔۔"

"یہی کہ اِس چھوٹی سی بات پہ یہ جو آپ اپنا سو کالڈ غصہ دکھا کر اتنا بتنگڑ بنا رہے ہیں اس کی وجہ پوچھ سکتی ہوں؟۔۔۔"
جواباً ہادی بس اس کی شکل دیکھے گیا وہ جس بات کو چھوٹی سی کہہ رہی تھی وہ کسی کی زندگی کا سوال تھی۔

"نیور مائینڈ مسٹر ہادی' مگر مجھے اس میں قابلِ فکر کوئی بات نہیں لگی۔ یہ آپ کا رشتہ دار اینکر پرسن کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہے۔ وہ ایک مشہور نیوز چینل کا پرائم اینکر ہے۔ مجھے یقین ہے اُس نے جو بھی قدم اٹھایا ہو گا اُس کے نتائج پہ نظر ڈال کر ہی اٹھایا ہو گا۔ بجائے اس کے کہ آپ لوگ اُس کی بہادری پہ اُسے شاباش دیں۔ الٹا ڈی گریڈ کرنے کی تیاری میں

ہیں۔ یہ کام آپ لوگوں کا تھا جو آج وہ اینکر کر رہا ہے۔ اِس لئے اپنی بزدلی کو چھپانے کے چکر میں اُسے بھی بزدل مت بناؤ انسپیکٹر بلکہ جو ہو چکا ہے اُس میں اُس کا ساتھ دو۔" اخیر میں اُس کا لہجہ سخت ہوا تھا۔ اور اُس کے لہجے کی سختی کمرے میں بیٹھے تینوں نفوس نے محسوس کی تھی۔

*****

"مجھے سول کپڑوں میں کچھ بندے چاہیئے ہیں۔ ہاں ٹھیک ہے مگر گاڑیوں کی نمبر پلیٹس بدلی ہونی چاہیئے ہیں۔"

"ایک بات اور۔۔۔" فون بند کرتے کرتے وہ پھر بولا۔

"لڑکے کے گھر کے باہر بھی کچھ بندے لگا دو۔ جو اُن کے گھر میں موجود ہر بندے پہ نظر رکھیں۔ اور میری بات دھیان سے سنو، کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی اِس بات کی کسی کو خبر ہونی چاہیئے ہے۔ خود اس لڑکے کو بھی نہیں۔" فون بند کرتے وہ پر سکون انداز میں اپنی آرام دہ کرسی پہ بیٹھا اب آگے کی سوچ رہا تھا بہت آگے کی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

سیمینار سے واپسی پہ ثناء ہدیٰ کو اپنے ساتھ لئے ایک کیفے چلی آئی۔ جو ابھی نیا نیا ہی کھلا تھا۔

"وہاں کی کافی سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ وہ دونوں اچھی دوستوں کی طرح وہاں بیٹھے ہر دوسرے بندے پہ تبصرے کرنے میں مصروف تھیں۔ جس کو اِن کی زبان میں اظہارِ رائے اور دوسروں کی زبان میں غیبت کہا جاتا ہے۔

اتنے میں ہدی کے موبائل پہ نوٹیفکیشن ٹون بجی تو آواز پہ اُس نے ہاتھ میں پکڑا موبائل دیکھا جس کی سکرین پہ واٹس ایپ نوٹیفیکیشن نظر آرہا تھا۔

"ہائے ثناء!۔۔۔"جوش میں آتے دونوں ہاتھوں سے تالی بجاتے وہ آگے کو ہوئی۔

"یہ دیکھو یہاں کا وائی فائی فری ہے۔"وہ اُسے نوٹیفیکشن دکھاتے بولی۔

ایکسائٹمنٹ میں اس کی آواز تھوڑی زیادہ ہی اونچی ہو گئی تھی۔ جس پہ اکثر لوگوں نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ جبکہ ہدی کے اس بچپنے پہ ثناء شرمندگی سے اِدھر اُدھر دیکھتے اس سے مخاطب ہوئی۔

"ہدی یہ کالج کا نہیں ایم۔ایم۔عالم روڈ کا کیفے ہے۔ ایسے پینڈوؤں والی حرکتیں نا کرو لوگ گھور گھور کے دیکھ رہے ہیں۔"

"میں تو کروں گی اگر تمہیں زیادہ مسئلہ ہے تو مت گھسیٹا کرو ہر جگہ مجھے اپنے ساتھ۔"وہ بڑا مناتے بولی۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا؟۔۔۔کیا سمجھتے ہوں گے لوگ جیسے زندگی میں کبھی اِس نے وائی فائی ہی استعمال نہیں کیا ہے۔"

آہستگی سے بولتی وہ آگے کو ہوئی۔

"تو کیا ہوا سمجھتے رہیں۔ میری زات کو کونسا فرق پڑنا ہے۔"وہ اپنے موبائل پہ لگی ڈھیٹوں کی طرح بولی۔

ثناء اب اِس کو اور کیا کہتی۔ اِس لئے خاموشی سے اپنی کافی کے ساتھ انصاف کرنے لگی۔

"ہائے اللہ ثناء۔۔۔" ایک بار پھر ہدیٰ کی آواز بلند ہوئی تھی مگر اب کی بار آواز میں سے جوش غائب تھا۔

"یہ دیکھو میرا سارا بیلنس اُڑ گیا۔ یہ وائی فائی نہیں میرا موبائل ڈیٹا تھا اور ان خبیثوں نے میرا سارا بیلنس ہتھیا لیا۔"

وہ اپنے موبائل پہ آیا نیٹ ورک کمپنی والوں کا میسج دیکھتے بولی جس پہ لوگ جو پہلے حیران کن نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے اب دبا دبا سا ہنس دیے۔

اس نے میسج پڑھتے نیٹ ورک والوں کو ڈھیروں گالیوں سے نوازا تھا اور یہ دیکھتے ثناء ایسے بن گئی تھی جیسے وہ اسے جانتی تک نہ ہو۔

اُس نے روتی صورت بناتے واٹس ایپ پہ آئے میسجز کھولے اب پیسے تو اُڑ ہی گئے تھے تو میسجز پڑھنے میں بھلا کیسی قباحت۔

زیان کی طرف سے موصول ہوئی ویڈیو دیکھ کر اِس کے چہرے پہ بھرپور مسکراہٹ آئی تھی جس میں الگ ہی شادابی واضح تھی۔ ثناء اس کی مسکراہٹ دیکھتے فوراً آگے کو ہوئی۔

"کس کا میسج ہے؟۔۔۔ مسٹر شایان مصطفیٰ کا تو نہیں جو یوں مسکرایا جا رہا ہے۔"

اس نے اپنی مسکراہٹ دباتے ثناء کے سامنے سکرین کی۔

جس پہ زیان کی بھیجی ویڈیو چل رہی تھی۔ ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس، مکمل گھریلو عورتوں کو طرح کپڑوں کو مل مل کے برش سے دھوتا وہ معروف اینکر پرسن شایان مصطفیٰ ہی تھا۔ جس کے اب تک فیس بک اور انسٹاگرام پہ نجانے کتنے فین پیجز بن چکے تھے۔ مگر یہاں اس شایان مصطفیٰ کی حالت فین پیجز والے شایان مصطفیٰ سے یکسر مختلف تھی۔ وہ

کپڑے دھونے کے ساتھ ساتھ سب کو کوسنے میں بھی مصروف تھا۔ اور ہر تھوڑی دیر بعد زیان پہ گندا پانی پھینک کر اُسے کیمرہ بند کرنے کا حکم دیتا۔

ویڈیو دیکھ کر ثناء بھی بے اختیار ہنسی تو ہنستی ہی چلے گئی۔

"اوہ مائی گاڈ! ہدیٰ' شایان بھائی کے ارادے تو بہت ہی خطرناک ہیں۔ ایسا لگ رہا ہے ان سب کے بدلے وہ شادی کے بَعد تم سے لینے والے ہیں۔ تم پہلے ہی ان سب کا انتظام کر کے آٹومیٹِک مشین لے جانا۔"

"میں کیوں لے کے جاؤں؟۔۔۔وہ خود لے لیں ناں۔"

سامنے سکرین کو دیکھتی ثناء ہدیٰ کی بات سہی سے نہ سُن سکی کیونکہ اُس کا سارا دھیان سامنے لگی سکرین کی طرف لگ چکا تھا۔

"ہدیٰ یہ اپنے شایان بھائی ہیں ناں؟۔۔۔"

اشارے پہ ہدیٰ نے بھی سامنے دیوار پہ لگے پلازمہ ٹی۔وی کی جانب دیکھا جہاں شایان کا ہی شو چل رہا تھا۔

"ہاں ہاں شایان ہی ہے۔ نیوز چینل پہ ہیرو اور گھر میں زیرو۔"

ہدیٰ کو اور زیادہ ہنسی آئی تھی۔ کون کہہ سکتا تھا۔ ٹی۔وی پہ نظر آتی یہ سنجیدہ اور متاثر کُن شخصیت اصل زندگی میں کتنا برا نمونہ تھی۔ اِس کی ہنسی بھی تھوڑی دیر بعد ثناء کی طرح ہی غائب ہوئی تھی۔ اب اس کا پورا دھیان نیچے نمایاں چلتی شاہ سرخیوں کی طرف تھا۔

"شایان بھائی کو اِس معاملے میں نہیں پڑھنا چاہیئے تھا۔ یہ سچ کسی اور کے ذریعے بھی سامنے لے کر آیا جا سکتا تھا مگر یوں انہیں اپنے آپ کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہیے تھا۔" ثناء افسوس سے بولی۔

ہدیٰ جانتی تھی یہ کیس وہی تھا جس کے باعث اُس کے بھائی کی نیندیں حرام ہوئی پڑی تھیں۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں۔ ثناء کی بات پہ اُس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں ثناء! شایان نے بالکل ٹھیک کیا۔ جب سب خاموش ہو جائیں تو کسی نہ کسی کو تو اللہ سچ پر سے پردہ اُٹھانے کے لئے منتخب کرتا ہی ہے ناں اور مجھے فخر ہے یہ کام شایان نے کیا، یہ سچ شایان سامنے لائے۔ جو کام میرا بھائی پولیس والا ہو کر نہ کر سکا، وہ شایان ایک جرنلسٹ ہو کے کر گئے۔ مجھے فخر ہے، میرا ہمسفر ایک ایسا انسان بننے جا رہا ہے، جو بزدل نہیں بلکہ سچ کا ساتھ دینے والا ہے جو طاقتور کے سامنے کمزور کی آواز دبانے والا نہیں ہے۔ اور پھر جب اللہ نے شایان کو اس کام کے لئے منتخب کیا ہے تو انشاء اللہ حفاظت بھی وہ خود ہی کریں گے۔"

وہ مضبوط لہجے میں بولی اور اپنا بیگ پکڑ کے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو اب چلیں دیر ہو رہی ہے۔ ابھی ماما جان کی کال بھی آ جائے گی۔"

کچھ دیر پہلے والا جوش و خروش ایک دم زائل ہو چکا تھا۔ جس کی جگہ اب بے چینی لے چکی تھی۔

Safar-e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * *

"بہت تھک جاتا ہے نا میرا بیٹا آج کل۔"

عافیہ ہادی کا سر گود میں رکھے تیل کی مالش کرتے بولیں۔

وہ آدھی رات کو پانی لینے کچن میں آئی تھیں۔ جب رات کے اس پہر ہادی کو کچن میں میڈیسن باکس کے ساتھ لگے دیکھ کر پریشان ہو اٹھیں۔

"کیا بات ہے میری جان طبیعت تو ٹھیک ہے؟۔۔۔"

انہوں نے پریشانی سے اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا۔ بکھرے بالوں کے ساتھ وہ انہیں مرجھایا مرجھایا سا لگا تھا۔

ہادی جس کا سر درد نے بُرا حال کر رکھا تھا ماں کو دیکھ کر فوراً بولا۔

"ماما پلیز تھوڑی دیر میرا سر دبا دیں گی۔ بہت درد کر رہا ہے۔"

اتنے سالوں میں ہادی نے پہلی بار یہ فرمائش کی تھی۔ عافیہ نے دراز سے تیل کی بوتل نکالی اور صوفے پہ بیٹھ کر اسے قدموں میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

اسے ایک دم سکون ملا تھا اس نے آنکھیں بند کرتے اپنا سر وہیں عافیہ کی گود میں رکھ دیا اور وہ نرمی سے اس کے سر کی مالش کے ساتھ ساتھ دباتی بھی رہیں۔

"بہت تھک جاتا ہے ناں میرا بیٹا آج کل۔"

وہ محبت سے اس کے سر میں انگلیاں چلاتے بولی۔

"بس آپ دعا کریں یہ کیس جلدی سے حل ہو جائے۔ میری ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی اماں۔ جب تک یہ حل نہیں ہو جاتا میرا سکون ایسے ہی برباد رہنا ہے۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ ویسے ہی آنکھیں بند کئے بولا۔ وہ ایسا ہی تھا کبھی ماما جان، کبھی اموں جان کبھی اماں کبھی موم تو کبھی ممی۔۔۔وہ کبھی عافیہ کو ایک طرح سے نہیں بلاتا تھا جو دل میں آئے بول دیتا تھا۔ مگر اس وقت اس کی بات سے عافیہ کا دل عجیب سے انداز میں بے چین ہوا تھا۔

"ایسے نہ کہو چندا' انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا ہر ظالم کی ایک دن پکڑ لازماً ہوتی ہے۔ اِن ظالموں کی بھی ہو گی۔ تم یوں اپنے آپ کو نہ تھکاؤ۔ مجھے خوف آتا ہے تمہیں یوں اپنی عمر اور اپنا آپ ختم کرتا دیکھ کر ہادی۔ خدا کے لئے ہم پہ رحم کرو ہمیں بھی خوشیاں دیکھنے کا موقع دو۔" وہ ماں تھیں اپنی جوان اولاد کو یوں تھکتا نہیں دیکھ سکتی تھیں اِسی لئے گھوم پھر کر ایک بار پھر اُسی بات پہ آجاتیں۔

"ماں مت کیا کریں ایسی باتیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ نہیں چھوڑ سکتا ہوں میں اس جاب کو۔ یہ میرا جنون ہے اور شاید میری زندگی کا مقصد بھی۔ پلیز آپ مجھے بار بار ایک ہی بات کہہ کر شرمندہ مت کیا کریں۔ مت کہا کریں مجھے وہ کام جو میرے بس میں نہ ہو۔" ان ماں بیٹے کی بحث ایک بار پھر اُسی جانب جا چکی تھی جس سے ہادی ڈرتا تھا یعنی کہ عافیہ کے آنسو۔ مامتا بھرے آنسو۔ اور ہادی اس وقت یہ آنسو بالکل افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اٹھ کر عافیہ کے برابر بیٹھا اور ماں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے جسے عافیہ نے فوراً سے جھٹکا۔

"اتنا نہیں کر سکتے تو کم از کم شادی ہی کر لو، اتنی خوشی ہی دے دو ہمیں۔ مگر نہیں، تم چاہتے ہی نہیں ہو ہم بھی اپنے گھر میں کوئی خوشی دیکھ سکیں۔" ہادی نے بات کا رُخ دوسری جانب جاتے دیکھ کر سکون کا سانس لیا اور سیدھا ہوتے واپس عافیہ کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گیا۔

"ہاں تو کر دیں۔ کہہ تو چکا ہوں ڈھونڈیں لڑکی اور کر دیں شادی۔ مگر اب آپ خود ہی میرے انتظار میں دیر کر رہی ہیں کہ مجھے کوئی لڑکی پسند آ جائے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اس میں تو پھر وقت لگے گا ناں۔۔۔ جب تل کوئی لڑکی مانے گی تب تک میں بوڑھا ہو چکا ہوں گا۔ "

وہ جو بہت طریقے سے آگے کا کچھ پلان کر رہا تھا۔ اس بات سے قطعی بے خبر تھا کہ اُس کی ماں بہت پیار سے اُس کی پلاننگ بننے سے پہلے ہی اُس پہ پانی پھیر چکی ہے۔

"اس کی بھی اب کوئی ضرورت نہیں ہے ہادی۔ میں اور تمہارے پاپا کچھ دنوں سے تم سے یہ بات کرنا بھی چاہ رہے ہیں۔ ہم نے لڑکی پسند کر لی ہے۔"

وہ چونک کر آنکھیں کھولتا سیدھا ہو بیٹھا مگر عافیہ واپس اس کا سر اپنی گود میں گراتے اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں چلانے لگیں۔

"کیا مطلب؟۔۔۔ اتنی جلدی؟۔۔۔" وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"میں جانتی ہوں تم اس وقت پریشان ہو مجھے یہ بات نہیں پوچھنی چاہیئے۔ مگر اب یہ موضوع چھڑ ہی چکا ہے تو ابھی بات کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔"

"آگے بولیں موم کیا بات ہے؟۔۔۔" اس کا دل بجھ سا گیا۔

"تمہارے بابا اور میں چاہتے ہیں تم ان کے دوست تیمور کی بیٹی سے شادی کر لو۔"

"امی میں یہ کام پہلے سے آپ پہ چھوڑ چکا ہوں۔ پھر آپ بار بار کیوں پوچھتی ہیں جب میں آپ لوگوں کی مرضی پہ راضی ہوں۔ تو کر دیں جہاں دل کرتا ہے پوچھنے کی کیا ضرورت۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی چڑچڑا ہوا تھا۔

"میں جانتی ہوں ہادی تم یہ معاملہ ہم پر چھوڑ چکے ہو۔ مگر یہ تیمور کی وہی بیٹی ہے جو ماضی میں حریم کے ساتھ غائب ہوئی تھی۔ حریم تو مل گئی تھی مگر یہ بچی۔۔۔ یہ کئی گھنٹوں تک نہ ملی تھی۔"

ہادی لمحے بڑھ کے لئے چپ سا ہو گیا۔ اِس کی خاموشی کو دیکھتے عافیہ کی پریشانی میں اضافہ ہوا۔ پھر وہ اپنا لہجہ حتی المقدور نارمل کرتے گویا ہوا۔

"امی بچپن میں اکثر بچے کھو جاتے ہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"ہاں مگر جن لوگوں نے حریم کے ساتھ بُرا کیا تھا وہی اس بچی کے پیچھے بھی تھے۔ یہاں تک کہ تیمور بھائی اُن لوگوں کی دھمکیوں کے باعث خاموشی سے اپنی فیملی لے کر ملک سے چلے گئے۔"

ماں کی بات پہ وہ سر اُٹھاتا سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"امی آپ کا بیٹا اتنی سطحی سوچ کا مالک ہر گز نہیں کہ کسی لڑکی کو محض اغواہ شدہ کا لیبل دے کر ٹھکرا دے۔" اس کی ذہن میں ایک لمحے کے لئے وہ رات آئی تھی جب حمزہ کے گھر والوں نے حور عین پہ اغواء کا لیبل لگا کر رشتہ توڑا تھا۔ عبدل ہادی اور حمزہ میں بہت فرق تھا۔ وہ کسی لڑکی کو ایسے کیسے ٹھکرا سکتا تھا۔

اُس کا ذہن نا چاہتے ہوئے بھی حور عین کی طرف گیا۔ یہ اس کی بزدلی تھی یا اپنی محبت پہ غیر اعتمادی وک جان نہ سکا۔ مگر جو عزت اور احساس کا رشتہ اِس کا حور عین کے ساتھ تھا وہ اِسے اپنے جزبات کی بھینٹ چڑھا کر ختم نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے ذہن کو جھٹکنا چاہا۔ یعنی اب فیصلہ ہو چکا تھا۔ حور عین فاروقی اس کا مقدر نہیں تھی بلکہ بابا کے دوست کی بیٹی اس کا مقدر تھی۔ اب حور عین نہیں تو کوئی بھی صحیح کیا فرق پڑتا تھا۔ اس نے ماں کی نظر میں موجود وسوسے کو دیکھ کر گہرا سانس لیا اور گویا ہوا۔

"ایک بات ہمیشہ یاد رکھئے گا امی' آپ کے بیٹے کے اندر کسی بے ضمیر انسان کا خون نہیں ہے۔ یہ سلیمان افگن کا بیٹا اور فرحان افگن کا بھتیجا ہے۔ جو عورت کو عزت اور اس کا مقام دونوں دینا اچھے سے جانتے ہیں۔ اس لئے میری طرف سے بے فکر ہو جائیں آپ کو اور بابا جان کو وہ پسند ہے تو ٹھیک ہے۔" اتنا کہہ کر وہ جگہ سے اٹھ گیا۔

"اب بہتر ہے میرا سر۔ میں سونے جا رہا ہوں پھر صبح آنکھ نہیں کُھلتی۔ آپ بھی جا کر سو جائیں۔" عافیہ کو سونے کا کہہ کر وہ بھی اپنے کمرے میں سونے کا چکا تھا۔ مگر اب نیند کسے آنی تھی۔ اب تو بس سوچیں آنی تھیں ساری رات اِسے جگانے اور سر مزید درد کرانے کے لئے۔

* * * * * *

منہاس علی تمہیں چاہیئے اب تم ریٹائرمنٹ لے ہی لو ورنہ اِس عمر میں اگر تمہارا لائسنس معطل کیا گیا تو کہیں مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔"

منہاس علی کے انکار پہ آئی۔جی نے غصے سے بولتے فائل سامنے ٹیبل پہ پھینکی۔ اس وقت ایس۔ایس۔پی منہاس اور ایس۔پی عبد الہادی کو آئی۔جی نے اپنے دفتر طلب کیا ہوا تھا۔ اور آئی۔جی کے اس نئے نوٹس پہ صاف انکار کرتے منہاس علی اپنی بات پہ ڈٹ چکے تھے۔

"آئی ایم سوری سر بے شک آپ پولیس ڈیپارٹمنٹ سے میری پکی چُھٹی ہی کیوں نہ کرا دیں مگر میں اپنی بات سے نہ خود پیچھے ہٹوں گا اور نہ ہی اپنے انڈر ٹیم کو ہٹنے دوں گا۔"

وہ سامنے بیٹھے آئی۔جی کے بجائے دیوار کو دیکھتے کمر پہ ہاتھ باندھے اٹل لہجے میں بولے۔ جس پہ آئی جی آگ بگولہ ہوا۔

"یو باسٹرڈ!۔۔۔بہت پر لگ گئے ہیں تمہیں بھی ایک بات تم یاد رکھنا اگر یہ ثابت ہوا کہ یہ سب اندر کی خبریں پریس تک تم یا تمہاری ٹیم کے ذریعے جاتی ہیں تو دراب شاہ سے تم لوگوں کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔ مجھے تو اُس جرنلسٹ پہ بھی ترس آرہا ہے۔"

وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتے بولے۔

ہادی کچھ بولنے لگا مگر منہاس علی نے فوراً اشارے سے اِسے روک دیا۔

"اب یہ خبر میڈیا میں پھیل چکی ہے سر اور بے فکر رہیں۔ اب دراب شاہ اس بچے کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اتنا وہ بھی جانتا ہے کہ اگر اُس صحافی یا اس سے منسلک کسی بھی رشتے کو کوئی نقصان پہنچا تو میڈیا اس پہ کتنا مرچ مصالحہ لگا کر پھیلائے گی۔ اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ دراب شاہ میڈیا سے پنگا نہ ہی لے۔"

آئی۔جی آگے سے کچھ بولنے ہی لگا تھا جب منہاس علی نے اُسے خاموش کرا دیا۔

"ایک منٹ سر ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔ آپ نے کہا تھا کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اندر کی باتیں میڈیا تک کیسے پہنچ رہی ہیں تو سر اتنا تو آپ بھی اچھے سے جانتے ہیں کہ میڈیا کے انویسٹیگیٹرز ہمارے نیٹ ورک انویسٹیگیٹرز سے سو ہاتھ آگے ہیں۔ ہم اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتے اور اگر آپ نے بھی اس کیس میں میڈیا والوں کو اپنی کوئی اختلافِ رائے دی، تو آپ کی جاب کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔ حکومت میڈیا کے پریشر میں آکر کچھ بھی کر سکتی ہے اور اب کیس کو میں نہیں آپ ہینڈل کر رہے ہیں۔ معطلی کا خوف مجھے نہیں رہا۔"

ان کی بات پہ ہادی نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"اور ایک بہت ضروری بات سر' یہ بات کسی صورت مت بھولئے گا۔ میڈیا سے زیادہ مضبوط اب سوشل میڈیا ہے جتنا انصاف پہلے سوشل میڈیا پہ بختیار شاہ کے لئے مانگا جارہا تھا۔ اس سے کئی گناہ زیادہ اب جیل میں بند بختیار شاہ کے قاتل اور اس کی مرحوم بیوی اور بیٹی کے لئے مانگا جارہا ہے۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے لیکر اب تک پاکستان بھر میں ہینگ دا ریپیسٹ ٹاپ ٹرینڈ چل رہا ہے۔ سستی اور مہنگی تمام فیمینسٹ کمیونیٹیز اور این۔جی۔اوز سڑک کا رُخ کر چکی ہیں ایسے میں دراب شاہ کا ایک الٹا قدم اُٹھا اور یہ اُس کی پھانسی کا نوٹیفیکیشن پاس ہوا۔۔۔ پھر نہ اُسے آپ روک سکیں گے نہ دراب شاہ کا قہر سوائے اللہ کے۔۔۔"

منہاس علی نے اپنی بات کہہ کر آئی۔جی کا چہرہ دیکھا۔ اتنے میں باہر سے کوئی آواز آئی تھی۔

"کون ہے باہر؟۔۔۔"

آئی۔جی ایک دم الارم ہوا۔

"دیکھو کون تھا باہر۔ یہ بات اس کمرے سے باہر نہیں نکلنی چاہیئے۔" ان کے ساتھ وہ خود بھی باہر کو نکلا تھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ تیز ہوا سے کھڑکیاں آپس میں بار بار بند ہو رہی تھیں۔ ہادی نے آگے بڑھ کر وہ کھڑکیاں بند کر کے بولٹ چڑھایا تو آئی۔جی نے سکون کا سانس لیا۔

* * * * * * * * * *

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

سلیمان افگن تیمور کو لئے آج ڈاکٹر کے پاس آئے تھے۔ آج تیمور کا ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ تھا۔ اُسے ایکو کارڈیو گرافی کے لئے اندر لے کر جایا گیا تو سلیمان باہر بیٹھا اُس کا انتظار کرنے لگا۔

کارڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے باہر سے گزرتے جبریل کے ساتھ موجود ہادی کو شک سا پڑا تھا۔ جب پاس جا کہ دیکھا تو وہ سلیمان افگن ہی تھے۔

"بابا آپ یہاں خیریت۔۔۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

اس نے پریشانی سے اپنے باپ سے پوچھا، تو وہ اس کی فکر پہ محبت سے ہنس دیئے۔

"انکل آپ کی طبیعت خراب تھی تو مجھے بتا دیتے یا آنے سے پہلے ایک کال کر دیتے۔" جبریل بھی فکر مند ہوا۔

"ارے نہیں بیٹا! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس اپنے دوست تیمور کو لے کر آیا تھا۔ اس کا اپائنٹمنٹ تھا آج ڈاکٹر ذوالفقار کے پاس۔"

"اوہ۔" تیمور کے نام پہ ہادی کو عافیہ کی رات والی بات یاد آئی۔ اتنے میں ہی تیمور بھی باہر آیا تھا۔ سلیمان کے ساتھ کھڑے ہادی کو دیکھ کر وہ ایک دم چونکا۔

اور چونکا تو ہادی بھی تھا۔ اس کے ذہن و گمان میں بھی نا تھا کہ جس تیمور کا نام وہ آج کل اپنے گھر میں بہت سُن رہا تھا وہ اور کوئی نہیں بلکہ حور عین کے والد تیمور فاروقی ہیں۔

"جینٹل مین، تم یہاں؟۔۔۔" وہ ہادی سے مصافحہ کرتے بولے۔

"ارے تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو۔ یہی تو میرا بیٹا ہے ہادی۔ وہی جس نے تمہارے مطابق قصر نہ آنے کی قسم کھا رکھی ہے۔"

سلیمان کی بات پہ تیمور خوشگوار حیرت کا شکار ہوا۔ اب اُسے سمجھ آیا وہ جب بھی اِسے دیکھتا تھا اُسے فرحان کیوں یاد آتا تھا جِسے کبھی وہ سمجھ ہی نہ سکا تھا۔

"پھر تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے۔ ایس۔ پی عبد الہادی تم سے پہلے ہی میرے گھر تشریف لا چکے ہیں۔"

"اچھا؟... کب؟۔۔۔ سب خیریت تھی؟۔۔۔"

اس سوال پہ تیمور فاروقی گڑبڑائے تو ہادی نے ہی اِن کا کام آسان کیا۔

"جی بابا! وہ بس ایک چھوٹا سا آفیشل کام پر گیا تھا انکل سے۔"

اس خوشگوار اتفاق نے تو ہادی کو ساتویں آسمان پہ پہنچا دیا تھا۔ جس چیز کے وہ خواب دیکھنے سے بھی ڈرتا تھا۔ آج وہ خواب تعبیر بن کر اس کے سامنے موجود تھا۔ جبریل نے اس کے کھلتے چہرے کو حیرت سے دیکھا۔ جو کچھ لمحے پہلے کوئی اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔ اور اب ایسے کھل سا گیا تھا جیسے قارون کا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہو۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

"یہی سمجھ میرے یار جیسے قارون کا خزانہ لگ گیا ہے تیرے دوست کے ہاتھ۔۔۔" جبریل کی بات پہ وہ کھُل کر مسکرا دیا۔ اتنے میں اِن کے سینڈوچ اور جوس آ گئے۔ وہ دونوں اس وقت جبریل کے ساتھ ہاسپٹل کے کیفیٹیریا میں موجود تھے۔

"ایسا کونسا خزانہ ہے جسے مل کر تم آنٹی کی پسند کردہ لڑکی اور دراب شاہ والی پریشانی ہی بھول گئے۔" جبریل کو حیرت ہوئی۔ "ابھی سلیمان انکل سے ملنے سے پہلے تو تم اپنے رونے سناسنا کر میرا سر کھانے میں مصروف تھے اور اب ایسے چہک رہے ہو جیسے دراب شاہ کو پھانسی کی سزا سنادی گئی ہو۔"

"بے فکر رہو۔ انشاءاللہ سزا بھی سنادی جائے گی مجھے اللہ پہ پورا بھروسہ ہے۔ وہ بیسٹ پلانر ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر اب تم یہ فضول قسم کی مسٹری سولو کروگے یا میں جاؤں یہاں سے، وہ کیا ہے ناں میں خاصا مصروف ڈاکٹر ہوں۔ بغیر اپائنٹمنٹ آپ جیسے دو نمبر لوگوں کی کاؤنسلنگ نہیں کر سکتا۔" اس کی بات ہادی نے ناک سے مکھی اڑا کر نظر انداز کی تھی لیکن پھر جلد ہی پوری روداد سُنادی۔

"ہادی مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے۔ جیسے تم مجھے سٹار پلس کے کسی ڈرامے کی سٹوری سنا رہے ہو۔" جبریل کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"شرم کر شرم۔۔۔ یہ کسی انڈین ڈرامے کی نہیں بلکہ تیرے دوست کی زندگی کی کہانی جو دنیا کے بیسٹ رائٹر نے لکھی ہے۔" ہادی کی بات سے جبریل سو فیصد متفق ہوا تھا۔ اُس نے دل ہی دل میں اپنے دوست کی خوشیوں کی نظر اتاری۔ بے شک جو لوگ اللہ کی چاہت اُس کی رضا کے لئے اپناتے ہیں اللہ انہیں اپنی چاہت کے ساتھ ساتھ اُن کی چاہت سے بھی نوازتا ہے۔

Safa ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

*****

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ سلیمان گاڑی ڈرائیو کرتے ہر تھوڑی دیر بعد تیمور کے پریشان چہرے پہ بھی نظر دوڑاتا۔ جب سے وہ ڈاکٹر کے کمرے سے نکلنے تھے اُس وقت سے تیمور خاموش خاموش سا تھا۔ آخر میں سلیمان ہی کو چپ کا روزہ توڑنا پڑا۔

"اب تمہیں بھابی اور بچوں کو بتا دینا چاہیئے تیمور' انہیں تمہاری کنڈیشن کی خبر ہونی چاہیئے ہے۔" جواباً تیمور نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں سلیمان میں حور کو اپنے ہاتھوں سے رخصت کرنے سے پہلے بائی پاس جیسی چیز کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ تم نے سنا تھا ناں ڈاکٹر نے کیا کہا۔۔۔ میرے شریانیں کھُلنا مشکل ہیں اور ایسے میں دورانِ سرجری کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اور میں ابھی یہ رسک نہیں لینا چاہتا۔ کم از کم اُس وقت تک نہیں جب تک کہ حور عین اپنے گھر کی نہیں ہو جاتی۔ اور المان تھوڑا مزید بڑا نہیں ہو جاتا کہ اپنی ماں، بہن کو سنبھال لے۔"

سلیمان کا دل کیا وہ تیمور سے ہادی کے لئے بات کر دیں اب تو تیمور ہادی کو دیکھ بھی چکا تھا مگر کچھ سوچ کر وہ رُک گئے۔

"اللہ سب بہتر کرے گا تیمور' حور عین کی شادی بھی ہو جائے گی اور المان بھی بڑا ہو جائے گا۔ تم فکر نا کرو۔"

سلیمان اُس کو گھر چھوڑ کر جانے لگا تو تیمور نے اُسے روک لیا۔

"تھوڑی دیر تو بیٹھو سلیمان۔ آرام سے چلے جانا۔ تھوڑی دیر بیٹھ جانے سے تمہاری فلائٹ نہیں چھوٹ جائے گی۔"

سلیمان خود بھی یہی چاہتا تھا۔ اس لئے ٹھہر گیا۔

"تیمور ایک بات کہوں؟۔۔۔ بُرا تو نہیں مناؤ گے؟۔۔۔"

تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد سلیمان نے بات چھیڑی۔

"کیسی بات؟۔۔۔" تیمور چونکا۔

"مجھے حور عین اپنے ہادی کے لئے بہت پسند ہے۔ یہ صرف میری ہی نہیں عافیہ کی بھی رائے ہے۔ اگر ہو سکے تو اِس بارے میں ایک بار ضرور سوچنا۔"

وہ تیمور کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے بولے۔ دوسری طرف تیمور اس کی خواہش پہ بھونچکا رہ گیا تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو سلیمان؟۔۔۔" وہ ہکا بکا ہوتے بولے۔

اسی لمحے حور عین کے قدم کمرے میں داخل ہوتے ہوتے رُکے تھے اپنے باپ کے تاثرات دیکھتے وہ وہیں ٹھہر کر صورتحال سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں تیمور، پھر عافیہ کی بھی یہی خواہش ہے۔ میں اور عافیہ تو خاص طور پہ اسی مقصد کے لئے آنا بھی چاہتے تھے مگر تمہارے بائی پاس ملتوی کرنے کی وجہ جان کر مجھ سے رہا نہ گیا۔ اسی لئے میں نے اُس کے بغیر ہی تم سے پوچھ لیا۔"

ہینڈل پہ رکھا حور عین کا ہاتھ ڈھیلا پڑا تھا۔ "بائی پاس" اس کا باپ دل کی تکلیف سے گزر رہا تھا اور وہ اتنی بڑی بات جان بھی نہ سکی۔۔۔ اندر سلیمان اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا مگر اس کی سماعت بائی پاس سے آگے جا ہی نہ سکی۔

"تم میرے بیٹے سے مل چکے ہو تیمور، کیا وہ تمہیں حور کے لئے اچھا نہیں لگا؟۔۔۔"

حور عین نے بھیگے چہرے سمیت اندر ہونے والی گفتگو سُننے کی کوشش کی۔ جہاں اس کا باپ سلیمان سے کہہ رہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے سلیمان، وہ تو بہت اچھا ہے، بلکہ ہر بیٹی کے باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ اُسے تمہارے بیٹے جیسا داماد ملے مگر تم اس بچے سے پوچھے بِنا ایسی بات کے بارے میں سوچو بھی مت۔"

تیمور نے جس منتق پہ یہ بات کی تھی وہ سلیمان نہیں جانتا تھا مگر دروازے میں سُن ہوئی کھڑی حور عین فاروقی اپنے باپ کی پریشانی ضرور سمجھ گئی تھی۔

سلیمان کو کمرے سے باہر نکلتا دیکھ کر وہ دبے پاؤں اپنے کمرے میں بھاگی۔

"ارے بھائی! آپ کہاں چلے کچھ دیر بیٹھیں تو سہی۔"

کچن سے نکلتی فاطمہ اس کو جاتے دیکھ کر بولی۔

"نہیں بھابھی آج نہیں کل پھر آؤں گا۔ عافیہ کو لے کر۔ اس گھر سے ایک پُرانا حساب نکلتا ہے وہ پورا کرنے۔ پھر آپ جتنی دیر کہیں گی ہم بیٹھیں گے۔"

اتنا کہہ کر وہ نکلتے بنے۔ اور پیچھے کھڑی فاطمہ اس کی بات کا مفہوم سمجھنے میں اپنے دِماغ کو الجھاتی رہی۔

رات کے اس پہر ہر جانب گھپ اندھیرے کا بسیرا تھا۔ فضہ میں پھیلی رات کی رانی کی خوشبو اپنے ہونے کا پتا دیتی تھی۔ ہر زی روح ٹھنڈی رات کے اس پہر اپنے نرم گرم بستر میں چھُپا خوابِ غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ ایسی نیند جو انسان کو دنیا کی ہر پریشانی سے کچھ لمحوں کے لئے نجات دلا دیتی ہے۔

ایسے میں قصرِ فاروقی کی جانب جاؤ تو وہاں کے سب مکین بھی نیند کی وادی میں کھوئے تھے باہر بیٹھا گارڈ بھی اپنے سامنے لکڑیوں پہ آگ جلائے کرسی پہ ہی سر ٹکا کے سو رہا تھا۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

اس قصر کے اندر جاؤ تو اس کا ایک کمرہ ایسا بھی تھا۔ جہاں خلافِ توقع اندھیرے کے بجائے دھیمی روشنی تھی۔ کمرے میں موجود بستر کی چادر ایسے تھی جیسے رات سے کوئی اس پہ بیٹھا تک نہ ہو۔ ہر دو سیکنڈ کے بعد باتھ روم سے آتی پانی کے قطروں کے گرنے کی آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کرتی تھی۔ غور سے سنو تو یہاں صرف پانی کے قطرے گرنے کی آواز نہ تھی بلکہ کسی کی ہچکیوں کی آواز بھی تھی جو رات کے اس پہر خاموشی میں خلل پیدا کرتی تھی۔ آگے بڑھو تو کمرے کے ایک کونے میں لیمپ کی دھیمی روشنی میں ایک وجود نظر آرہا تھا۔ لگتا تھا اس کونے کو شاید خاص نماز و قرآن پڑھنے کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ ایسے میں کمرے کے اس پر سکون گوشے میں ایک وجود ایسا بھی موجود تھا جو رات کے اس پہر جب سب اپنے نرم گرم بستروں میں خوابوں کی دنیا میں مدہوش تھے۔ تو وہ سفید ماربل کے ٹھنڈے فرش پہ جانماز بچھائے اپنے رب کے آگے سجدہ ریز شکوے شکایتیں اور صلح صفائی کرنے میں مصروف تھا۔ ہر تھوڑی دیر بعد اس کا وجود رونے کی باعث لرزش کرتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حور عین فاروقی کی اپنے رب سے بہت لمبی اور پرسنل گفتگو چل رہی ہے۔ جس کے لئے اس نے سب سے چھپ کر اس پہر اپنے رب سے باتیں کرنے کا انتخاب کیا تھا۔ اور کیفیت دیکھ کر تو یوں لگتا تھا جیسے اس کے رب کی بھی ساری توجہ اسی کی جانب ہو۔

وہ رب بھی کتنا بے نیاز ہے۔ جو اکیلا ہو کر اتنی بڑی مخلوق کی ہر بات سنتا ہے مگر اس کی مخلوق اتنی بڑی ہو کر اس کی ایک نہیں سنتی، پھر بھی چاہتی یہی ہے کہ جب وہ رب سے مخاطب ہو تو اس کا رب العالمین صرف اُسی کی سنے۔ اور بے شک وہ رب سمیع علیم ہے۔ وہ سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔

دور کہیں مسجد سے ازکار کی دھیمی دھیمی سی آوازیں آنا شروع ہوئیں تو اِس نے سجدے سے سر اُٹھایا اور اپنی سوجی ہوئی آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کرتے اٹھ کر قرآنِ پاک کی طرف بڑھی۔

آج کا سورج اس کی زندگی میں نئی روشنی لے کے آنے والا تھا۔ وہ اپنا معاملہ اللہ کی عدالت میں پیش کر چکی تھی۔ نوافلِ استخارہ ادا کرنے کے بعد اس نے صدقِ دل سے اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے دعا مانگی۔ وہ اپنی قسمت کا فیصلہ اللہ کے آگے رکھ چکی تھی اب چاہے فیصلہ جو بھی ہوتا اِسے قبول کرنا تھا۔ قرآنِ پاک کھولتے ہی اِس کی پلکیں ایک بار پھر پوری شدت سے بھیگی تھیں۔ ایک پکار اس کی زبان سے بے ساختہ نکلی تھی اور وہ تھی۔ "اللہ۔۔۔" اُسے اللہ پہ ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔ اُسے لگا وہ جیسے دنیا کی خوش قسمت ترین انسان ہو۔ اور ایسا ہی تو لگتا ہے جب انسان اپنے رب کو پوری شدت سے پکارے اور اس کا رب اتنی ہی شدت سے اُسے جواب دے۔ اس کے ساتھ بھی یونہی ہوا تھا۔ اس کے رب نے اِسے اس قابل سمجھا تھا کہ اس سے بات کرے اِسے اور کیا چاہئے تھا۔ اور پھر جب انسان دنیا سے دلاسہ لینا چھوڑ دیتا ہے تو اُس کا رب یونہی اپنی باتوں کے زریعے اُسے خود دلاسے دیا کرتا ہے۔ جیسے ابھی حور عین تیمور فاروقی اللہ نے دیا تھا۔ اس نے شدتِ جزبات کو قابو کرتے ایک بار اپنی بھیگی لرزتی آواز میں وہ آیت پڑھی۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ (88) سورۃ الانبیاء۔

» تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں۔ «

اِس سے آگے پڑھنا اس کے لئے مشکل ہوا تھا۔ کنز الایمان کو بند کر کے اُس کی جگہ پہ رکھتے وہ واپس جانماز پہ گئی اور سجدے میں جھک گئی۔ بے شک وہ رب سمیع علیم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت شرم اور حیا والا بھی ہے۔ اُسے اس بات سے بھی حیا آتی ہے کہ اُس کا بندہ اُس سے مانگے اور وہ اُسے خالی لوٹا دے۔ تو ایسا کیسے ممکن تھا حور عین فاروقی رات کے اِس پہر تنہائی میں اُس سے بضد ہو کر مانگتی اور وہ حور عین فاروقی کو خالی ہاتھ لوٹا دیتا۔

******

موبائل پہ نظر آتا نام دیکھ کر حسین ایکسیوز کرتا ہادی سے فاصلے پہ ہوا۔ جہاں سے ہادی اِن کی گفتگو نہ سن سکے۔

کال کو یس کہتے بھی اِس کی نظریں نامحسوس انداز میں ہادی کی جانِب ہی تھیں۔

دوسری جانِب شایان کا پریشان سا ہیلو سُن کر حسین ایک دم فکر مند ہوا۔

"کیا بات ہے شانی؟۔۔۔ خیریت ہے ناں؟۔۔۔"

"نہیں بھائی کچھ بھی خیریت نہیں۔ تِین دن سے ایک گاڑی مجھے فولو کر رہی ہے اور اب میں واقعی ڈر گیا ہوں کیونکہ صبح بھابھی کو ہاسپٹل ڈراپ کرتے میں نے اس گاڑی کو اُن کے ہاسپٹل کے باہر بھی دیکھا ہے۔"

وہ سائڈ مِرر سے تعاقب میں لگی گاڑی کو دیکھتے بولا۔ اسے ایک ماہ ہی ہوا تھا بَینک سے نئی گاڑی نکلوائے ہوئے۔ اور اب اِسے اِس گاڑی کے ساتھ ساتھ اپنی بھی زیادہ زندگی نظر نہ آ رہی تھی۔

"میری بات دھیان سے سنو۔ سب سے پہلے تو ریلیکس ہو۔ اور پھر بتاؤ یہ لوگ کیسے ہیں؟۔۔۔" حُسین بھی فکر مند سا ہوا۔

"مجھے کیا پتا، وہ میرے رشتے دار تھوڑی ہیں۔" وہ روہانسا ہوتے بولا۔

"الو کے پٹھے میں اُن کا حال احوال نہیں اُن کا حلیہ اور ارادے پوچھ رہا ہوں۔" حسین کا دل کیا ایک رکھ کے لگائے پتا نہیں یہ لڑکا صحافی کیسے بن گیا تھا۔

"جہاں تک بات رہی ارادوں کی، تو وہ مجھے نیک نہیں لگتے اور حلیے کی ویڈیو بنا کے میں نے آپ کو واٹس ایپ کر دی ہے۔" اس کی بات پہ حسین نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا سمارٹ فون نکالا ویڈیو دیکھ کر اُس کے تاثرات ڈھیلے پڑے تھے۔

"اب بچا جو بویا ہے بھگتو بھی۔ تمہاری حرکتیں ہی ایسی تھیں۔ کچھ نا کچھ تو ہونا ہی تھا ناں۔ جِن لوگوں کے خلاف تم نے شو کیا تھا۔ وہ پارٹی چُپ کر کے تو بیٹھنے سے رہی۔ یہ تو کرنا ہی تھا انہوں نے۔"

وہ اِس کی حالَت سے محفوظ ہوتا بولا۔

"پلیز بھائی ایسا تو نا کہیں۔ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو میری بیوی تو میری بیوی بننے سے پہلے ہی بیوہ ہو جائے گی ناں۔"

"اَچھا تو پِھر کیا چاہتے ہو؟۔۔۔ بتاؤں تمہارے ہونے والی بیوی کے بھائی کو یہ سب پِھر؟۔۔۔" انداز دھمکی زدہ تھا۔

"نہ نہ نہ پلیز ہادی بھائی کو نہیں۔۔۔ وہ تو آگے ہی مجھ سے بہت ناراض ہیں۔ انہیں پتہ چلا تو وہ مجھے ان لوگوں سے پہلے خود ہی مار ڈالیں گے۔ اور اگر آپ نے میری مدد نہ کی ناں، تو میں بھی ہادی بھائی کو بتا دوں گا۔ اُس شو کو کرنے کا مشورہ مجھے آپ نے دیا تھا۔"

اِس کی بات پہ محفوظ ہوتا حسین اس کی ناکام دھمکی پہ ہنس دیا۔

"بے فکر رہیں پِھر مسٹر شایان۔ وہ تعاقب کرتے لوگ اور کوئی نہیں بلکہ آپ کے انہی ہادی بھائی کی طرف سے کرائی گئی آپ کی سکیورٹی کے لوگ ہیں۔"

اس بات پہ شایان کا پاؤں ایک دم بریک پہ گیا اور گاڑی جھٹکے سے رُکی۔

"سچی؟۔۔۔" وہ شاکی ہوا۔

"مُچی۔" حسین بھی اُسی کے انداز میں بولا۔

"ہائے میرا پیارا بھائی، ماں صدقے جائے۔ مجھے پتا تھا ہادی بھائی کبھی اپنی بہن کو شادی سے پہلے بیوہ نہیں ہونے دیں گے۔ دیکھا کتنی فکر کرتے ہیں میری۔ مجھے تو پہلے ہی پتہ تھا میرا بھائی کبھی مجھے بیچ راستے تنہا چھوڑ کر جا ہی نہیں سکتا۔" بات کرنے کے ساتھ ساتھ شیشہ نیچے کرتے اُس نے پچھلی گاڑی میں موجود نظر آتے آدمیوں کو سلیوٹ مار کر سلام کیا۔

اور اگلے ہی لمحے فون پہ حسین کی جگہ کوئی دوسری آواز ابھری تھی۔

"اب اگر تمہارا ڈرامہ ختم ہو گیا ہو تو سیدھی طرح گاڑی چلاؤ ورنہ جو لوگ میرے کہنے پہ تمہاری سکیورٹی کا کام کر رہے ہیں میرے ہی کہنے پہ تمہاری ٹانگیں توڑنے کا کام بھی کر سکتے ہیں۔"

فون سے نکلتی ہادی کی آواز پہ اُس نے فوراً فون کان سے ہٹا کر سکرین آنکھوں کے سامنے کی اور اگلے ہی لمحے وہ فون بند کر کے گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

وہ اندر داخل ہوا تو پہلی نظر سامنے بیٹھی حور عین پہ پڑی جو کسی بہت گہری سوچ میں گم نظر آتی تھی۔ کتنے لمحے وہ اسے یونہی سوچوں میں گم دیکھتا رہا۔

کل بھی ساری رات وہ سو نہیں سکا تھا۔ نہیں ٹینشن نہیں، بلکہ حیرت سے، خوشی سے، اور یہ پہلی رات تھی جب کسی فکر نے نہیں بلکہ خوشی میں اس کی نیند اُڑی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا قسمت اس پہ اتنی مہربان کیسے ہو سکتی ہے۔ اس کا کونسا ایسا کارنامہ تھا جس کی بدولت اسے بن مانگے ہی سب مل رہا تھا۔

حور کو اپنی سوچوں میں محو دیکھ کر پہلے اس نے بات کرنے کا سوچا مگر پھر کچھ یاد آنے پر وہیں سے واپس پلٹ گیا۔ ابھی اسے عافیہ سے اپنے سوالوں کے جواب لینے تھے۔ ایسے سوال جن کی تلاش سے وہ ہمیشہ ڈرتا رہا تھا۔

****

اسے جلدی گھر جانا تھا وہ یہی بات بتانے منہاس علی کے پاس آئی تھی۔ کچھ ضروری فائلز سامنے میز پر رکھتے منہاس علی نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔

"کوئی بات ہے بیٹا جو آپ کو تنگ کر رہی ہے؟۔۔۔"

اس نے سر نفی میں ہلایا تو انہوں نے گہرا سانس لیا۔ جیسے اسی جواب کی توقع ہو۔

"اگر کوئی بات ہے تو آپ مجھ سے کر سکتی ہیں بیٹا' شاید میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔"

انہوں نے ایک اور کوشش کی مگر یہاں بتانے لائق کوئی بات ہی نہ تھی اگر ہوتی بھی تو سامنے حور عین فاروقی تھی جو اپنے کام خود کرنا اچھی طرح جانتی تھی اور اپنے مسائل اپنے تک رکھنا بھی۔

یہاں سے فارغ ہو کر وہ سیدھا ڈاکٹر ذوالفقار کے پاس آئی تھی۔ یہ وہی ڈاکٹر تھے۔ جو تیمور کا علاج کر رہے تھے۔ تیمور کے لاکر میں سے ڈاکٹر کی تمام فائلز اور رپورٹس کی تصویر وہ پہلے ہی اپنے موبائل میں لے چکی تھی اور اب وہ ڈاکٹر ذوالفقار کے سامنے موجود تھی۔ انہوں نے اس کی کافی حد تک تسلی و تشفی کی تھی مگر ایک بیٹی کے لئے باپ کی بیماری کے بارے میں جان کر بے فکر ہونا کیسے ممکن تھا بھلا۔

*****

وہ کب سے بیٹھا اپنی ماں کی تیاریوں کو دیکھ رہا تھا جو کہیں جانے کے لئے تیار تھیں۔ وہ تیاری کہاں جانے کی تھی یہ بات وہ اچھے سے جانتا تھا۔

وہ خوش تھا۔ اور خوش ہوتا بھی کیسے نہ جسے خاموشی سے دل میں چاہا تھا اللہ اسے وہی عطا کر رہا تھا مگر اس خوشی میں ایک کسک سی تھی۔ ایک ڈر سا تھا۔ ایک نہیں بلکہ کافی زیادہ ڈر تھے۔ اس کے اندر ایک کے بجائے بہت سے خوف پنپ رہے تھے اور شاید سب سے بڑا خوف ٹھکرائے جانے کا تھا۔ بہت سے سوال تھے۔ اس کے اندر اپنی ذات کے حوالے سے۔ جب حور عین کو اس کے پروپوزل کا پتا چلے گا وہ کیا ردِ عمل دے گی؟ فون کر کے اِسے گالیاں دے گی، آفس آنا چھوڑ دے گی، اِسے بُرا بھلا اور واقعی کا دو نمبر ٹھر کی انسان کہے گی۔ اسے یقین تھا وہ کچھ بھی کرے گی مگر اِسے قبول ہر گز نہیں کرے گی۔ یہ خوف ہر چیز پہ بھاری تھا۔ خیر جو بھی ہو اُسے اللہ پہ یقین تھا اگر یہاں تک کا راستہ اللہ نے خود بنا دیا تھا تو آگے بھی بنا ہی دے گا۔ اور بالفرض حور عین نے انکار کر بھی دیا تو بھی اللہ نے اُس کے لئے کچھ بہترین پلان کر رکھا ہو گا جس میں حور عین اور اِس کے دونوں کے لئے خیر ہو گی۔

"ہادی میں کب سے دیکھ رہی ہوں تم کوئی بات کرنا چاہ رہے ہو بولو کیا بات ہے؟۔۔۔" عافیہ کی بات اسے سوچوں سے گھسیٹ کر باہر لائی۔

وہ اپنی تمام سوچوں کو ایک طرف کرتا اٹھ کر ان کے پہلو میں بیٹھا اور اپنی ماں کے ہاتھ تھام لئے۔

"امی جس لڑکی کا ذکر آپ نے مجھ سے کیا تھا اس کے ساتھ ماضی میں کیا ہوا تھا؟۔۔۔"

"ہادی۔۔۔" اس کے سوال پہ کنگن کلائی میں ڈالتا عافیہ کا ہاتھ وہیں ٹھہر سا گیا۔ اُس نے عجیب سی نظروں سے ہادی کو دیکھا۔ جیسے اپنے بیٹے کی سوچ پہ یقین نہ آیا ہو۔

"اس سب کو جاننے کا کیا فائدہ ہادی؟۔۔۔ کیا سب سن کر تمہارا جواب بدل جائے گا؟۔۔۔ رات تو تم بہت بڑی بڑی باتیں کر رہے تھے، تمہیں تو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا، پھر اب؟۔۔۔"

ان کی آنکھوں میں موجود بے یقینی دیکھ کر ہادی نے ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی روک دی۔

"امی امی امی۔۔۔ میری پیاری اماں جان!۔۔۔ جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسا کچھ نہیں ہے۔"

وہ ان کے گرد لاڈ سے اپنے بازو حمائل کرتے بولا۔

"بات صرف اتنی ہے کہ میں حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔ اور میری زبان پہ یقین رکھیں ماما جانی، میرے جسم میں کسی بے ضمیر انسان کا نہیں سلیمان افگن اور فرحان افگن کا لہو دوڑ رہا ہے۔ عورت کی عزت کرنا اور اسے تحفظ دینا اچھے سے جانتا ہوں۔ اینڈ ٹرسٹ می، حقیقت جاننے کے بعد بھی میرا شادی کے اس فیصلے پہ کوئی اثر نہیں پڑے گا نہ ہی اس عورت کے مقام پر، جو بیوی بن کر میری زندگی میں آنے والی ہے۔"

ساری تسلی کرنے کے بعد عافیہ نے کئی سال پہلے کی تمام فلم بغیر کچھ چھپائے ہادی کے سامنے رکھ دی تھی۔ سب سننے کے بعد اُس نے بہت مشکل سے اپنے آپ کو ماں کے سامنے کمپوز کیا تھا۔ پہلے وہ چپ تھا۔ کسی صحیح وقت کے انتظار میں تھا مگر اب ایسا ممکن نہ تھا کہ وہ چپ رہتا۔

عافیہ نے ہادی کے تاثرات جانچنے کی کوشش کی مگر کچھ اندازہ نہ لگا سکی۔

"صحیح کہتے ہیں تمہارے پاپا مرد اپنے سے منسوب عورت کے معاملے میں بہت ٹچی ہوتا ہے۔ خود چاہے جیسا بھی ہو، عورت اُس کو سات پردوں میں چھپی ہوئی ہی چاہیئے ہے۔ وہ میں ہی تھی جو سمجھی میرا بیٹا الگ ہے وہ فرحان کا بھتیجا ہے مگر میں بھول گئی تھی کہ میرا بیٹا بھی ہے تو آخر مرد ہی نا اور ضروری تو نہیں کہ تم بھی فرحان جیسے ہو۔ خیر جو بھی ہے یہ سب جاننا تمہارا حق تھا اس کے بعد اگر تمہارا فیصلہ بدل بھی جاتا ہے تو کوئی بات نہیں بیٹا زندگی تم نے گزارنی ہے۔ ہم ساری زندگی ساتھ نہیں رہیں گے۔ لیکن میں تمہیں اتنا ضرور کہوں گی ہادی' کہ حورعین بہت اچھی لڑکی ہے اور خدانخواستہ وہ کسی بُڑے حادثے کا شکار نہیں ہوئی تھی لیکن اگر ہوئی بھی ہوتی تو بھی میرا فیصلہ یہی ہوتا اور میں یہی چاہتی کہ وہی میرے گھر کی بہو بنے۔"

عافیہ کے لہجے میں افسوس نمایاں تھا۔ اب ہادی انہیں کیسے بتاتا کہ وہ کیا سوچتا تھا اور صرف عافیہ ہی نہیں بلکہ اِن کا بیٹا بھی یہی چاہتا ہے کہ صرف وہی لڑکی اِن کے گھر کی بہو بنے مگر یہ تو تب ممکن تھا ناں جب ہونے والی بہو مانتی۔۔۔

" ماں' یہ سب جاننے کے بعد بھی میرے فیصلے پہ زرا فرق نہیں پڑا بلکہ حورعین کی عزت میری نظر میں مزید بڑھ گئی ہے۔ مجھے خوشی ہوگی اگر اللہ میرا نصیب یہاں جوڑے گا آگے جو اللہ کو منظور۔۔۔

"تمہیں کیسے پتا اُس کا نام حورعین ہے؟۔۔"

"ہیں؟۔۔۔ کیا مطلب؟۔۔۔ آپ نے ابھی خود ہی تو کہا تھا کہ ہادی' حور عین بہت اچھی لڑکی ہے۔" وہ جیسے بہت سوچ کر بولا تھا۔

"کیا بات ہے ہادی' ہر بات کا جواب مضبوطی سے دینے والے کی زبان میں یہ بے ربطی کیسی؟۔۔۔"

انہوں نے ہادی کو آرے ہاتھوں لیا۔

"ارے کچھ نہیں اماں بس آپ بے فکر رہیں۔ آپ کا بیٹا اس رشتے سے دل سے رضامندی دے رہا ہے۔ مگر بہتری اسی میں ہے آپ ایک دفعہ حور عین سے بھی پوچھ لیں کیا وہ ایسا چاہتی ہے بھی یا نہیں؟۔۔۔" وہ بہت آرام سے بات بدل گیا تھا۔

"بے فکر رہو ہادی' اس کی رضامندی کے بغیر وہ لوگ کوئی فیصلہ نہیں کریں گے اور سلیمان بتا رہے تھے تیمور بھائی تم سے مل بھی چکے ہیں انہیں تم پسند بھی ہو آگے فاطمہ اور حور عین کا پتا نہیں مگر مجھے اللہ پہ پورا بھروسہ ہے میرا بیٹا کسی سے کم ہے کیا؟۔۔۔"

"خیر مل تو آپ کا بیٹا سب سے ہی چکا ہے۔ مگر سب کو پسند بھی ہے یا نہیں اس کا پتا نہیں۔"

یہ سب وہ کہہ نہیں سکا بس سوچ ہی سکا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

*****

"ہاں بول ہادی کیسے یاد کیا؟۔۔۔"

ایک ہاتھ سے فون کان کو لگائے دوسرے سے ایکسرے کو جانچتا وہ مصروف سا بولا۔

"دماغ خراب ہو گیا تھا اس لئے۔ سوچا ڈاکٹر صاحب سے پوچھتا ہوں شاید کوئی اچھی دوا دے دیں۔"

اس کے جواب پہ جبریل ہنس دیا۔

"اوہو یہ تو بہت سیریئس مسئلہ ہے اس کے لئے تو آپ کو دوا کے ساتھ دُعا کی بھی ضرورت ہے جو آپ کو مل کر ہی دینی پڑے گی۔"

"چلیں بتائیں پھر اس مریض کو دوا اور دعا کس وقت دیں گے۔ وقت زرا جلدی کا دیجئے گا۔ وہ کیا ہے ناں مریض کا دماغ کچھ زیادہ ہی خراب ہے۔"

"پھر ٹھیک ایک گھنٹے بعد مریض میرے گھر میں ہونا چاہیئے ہے۔"

اپنی چیزیں سمیٹتے وہ ہادی سے بولا۔

"جی بہتر۔ زرا اپنی بیگم صاحبہ کو بھی ساتھ لایئے گا مجھے اُن سے بھی کام ہے۔"

"ہاں میں بھی بس اسی کے فری ہونے کا انتظار کر رہا ہوں پھر ساتھ ہی نکلیں گے۔ لیکن سب خیریت؟۔۔۔"

وہ وارڈ میں موجود شفاء کے پاس جاتا اچنبھے سے بولا۔

"ہاں یار اب ایکشن کا وقت آ گیا ہے۔ اور سعد ان الٰہی کے ورثاء میں سے کسی کا ہونا ضروری ہے۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہادی اگر شفاء پہ پھر۔۔۔" وہ چلتے چلتے رُکا اور دور کھڑی شفاء کو دیکھنے لگا۔ جو کسی بوڑھی عورت کو چیک کرتے اس کے بچوں کی کہانیاں یوں سن رہی تھی جیسے بچپن کی جان پہچان ہو۔ اُس کو اتنے انہماک سے باتیں سنتا دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔ دوسری طرف ہادی بولا تھا۔

"بے فکر رہو جبریل' ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ بھابھی بالکل محفوظ ہاتھوں میں ہیں۔ بس کچھ قانونی کارروائی رہتی ہے۔ جس میں ان کے سائن کی ضرورت ہے۔ باقی سب میں خود دیکھ لوں گا۔"

سعد ان کا قتل، دراب شاہ کا ابراہیم الہیٰ کے پاس آنا، اُن کی طبیعت کا بگڑنا، زمان مصطفیٰ کا شارٹ نوٹس پہ جبریل کو بُلانا اور پھر یوں ایک دم شفاء سے نکاح کرانا۔ جبریل اِن سب کے پیچھے چھپی تمام حقیقت زمان مصطفیٰ اور ہادی سے جان چکا تھا۔

وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کے باپ نے شفاء سے نکاح پہ اتنی جلدی کیوں کی اور اب ایسی صورتحال میں اتنے سالوں بعد یہ قصہ دوبارہ کُھلنا۔ فکر تو لازماً سی بات تھی۔ دوراب شاہ جیسے انسان سے کچھ بعید نہ تھا۔ پھر شفاء کا یوں ایک دم منظرِ عام پہ آکر اپنے بھائی کے لئے انصاف مانگنا کسی خطرے سے خالی نہ تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

"مت بھولو مسٹر ہادی تم اِس وقت اپنی اکلوتی بہن کے سسرال میں بیٹھے ہو۔ اور بھائی بہنوں کے سسرال میں یوں منہ بھر بھر کے ندیدوں کی طرح ٹھوستے زرا اچھے نہیں لگتے۔" ہادی کو کھانے سے مکمل انصاف کرتا دیکھ کر جبریل نے چوٹ کی۔

"بہت ہی ویسے کوئی گندی بات کی ہے آپ نے ڈاکٹر صاحب،لیکن خیر میں اس وقت اپنی اکلوتی نہیں دو دو بہنوں کے سسرال میں بیٹھا ٹھوس رہا ہوں اور ہمیشہ ٹھوستا رہوں گا اس لئے مسٹر بھگوڑے آئندہ تم اپنے اکلوتے سالے کے ساتھ کوئی گندی بات کرنے کی کوشش نہ کرنا اور سالا بھی وہ جو ایس۔پی ہو۔"

پانی کا گھونٹ بھرتا ہادی جواباً بولا۔

"ارے کونسا سالہ کون سی بہن؟۔۔۔"جبریل کو بات کچھ ہضم نہ ہوئی تھی۔

"یہ رہی میری بہن، میں اس کا بھائی اور تو میرا بھگوڑ بہنوئی۔"وہ کمرے میں داخل ہوتی شفاء کی طرف اشارہ کرتے بولا۔

"بھابھی پلیز زرا اس میں آئس کیوبز ڈال دیں گی۔اور اگر لیموں ہوا تو وہ بھی اس میں نچوڑ دیجئے گا۔"اُس نے کولڈ رنک گلاس میں ڈال کر گلاس ابھی ابھی کمرے میں آئی شفاء کی طرف بڑھایا جو اِس سے گلاس تھام کر واپس چلے گئی۔

"کیا مطلب، یہ بھائی چارہ کب قائم ہوا؟۔۔۔"

"یہ آپ جیسے بھگوڑے شوہر سے نکاح کے ٹھیک ہفتے بعد قائم ہوا۔"اتنے میں شفاء گلاس میں برف اور لیموں نچوڑ کر لے آئی اور گلاس اِس کے سامنے رکھا۔جسے وہ تھینک یو کہتا تھام چکا تھا۔جبکہ جبریل ابھی تک اس نئی اطلاع کو ہضم کرنے کی کوشش میں تھا۔جب سمجھ آئی تو ایک دم بولا۔

"ایک ہفتے بعد کا کیا مطلب؟۔۔۔کیا شفاء میرے باہر جانے سے پہلے ہی لاہور آچکی تھی اور تم اس سے مل بھی چکے تھے۔گھٹیا انسان تو مجھے اُسی وقت نہیں بتا سکتا تھا؟۔۔۔"

"یاد کر میں نے تجھے کتنی دفعہ ہنٹ دی تھی مگر تجھے تو باہر جا کر اُن گوریوں سے ملنے کی جلدی تھی ناتواب کاہے کا رونا؟۔۔۔"

ہادی کے ہاتھ جبریل سے بدلہ لینے کا گولڈن چانس لگا تھا اور اب وہ اِسے کیسے ہاتھ سے جانے دیتا۔

"توبہ کرو ہادی میں تمہیں ایسا لگتا ہوں۔"

ہادی کی بات پہ جبریل حیرانی سے بولا۔

"ہاں بالکل توبہ کرو جبریل تمہیں کرنی بھی چاہیئے ہے ورنہ جو تمہاری کرتوتیں رہی ہیں ناں، توبہ ہمیں تو امید ہی نہیں تھی تم کسی ایک کے ساتھ لائف گزار سکو گے۔"

ہادی کی فضول گوئی پہ جبریل نے پاس بیٹھی شفاء کو دیکھا جو حیران نظروں سے جبریل کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"Believe me shifa' he is just messing with me."

اس نے شفاء کو سمجھانے کی سعی کی۔

"بھابھی اس کی باتوں میں ہرگز مت آیئے گا۔ آپ جانتی نہیں اس دو نمبر انسان کو بہت دل پھینک قسم کا انسان ہے۔ زمان انکل بھی بہت تنگ تھے اس کی حرکتوں سے۔ اسی لئے تو آپ کے ملتے فوراً ہی نکاح پڑھا دیا اس کا، مگر اتنی خوبصورت بیوی ملنے کے بعد بھی چین نہ آیا اور باہر دفعہ ہو گیا مگر آپ ہرگز فکر نہ کریں۔ آپ کا بھائی ہے ناں' سب دیکھ لے گا۔"

وہ اپنی طرف اشارہ کرتے بولا تو شفاء ہنس دی۔

"ہاں بہن کے بھائی میں تو بہت ہی دل پھینک قسم کا انسان ہوں اور تم تو اتنے اچھے ہو کہ دنیا بھر کی حسیناؤں کو اپنی بہن بنائے پھرتے ہو۔ مزہ تو تب ہے جب اس دو نمبر قاتلانہ آنکھوں والی حسینہ کو بھی اپنی بہن بناؤ۔"

اس کی بات پہ ہادی نے چوڑا ہوتے ٹانگ پہ ٹانگ رکھی۔ اور نفی میں سر ہلاتے بولا۔

نہیں ہر گز نہیں! وہ تو دنیا کی پہلی اور آخری لڑکی ہے جسے میں مر کر بھی اپنی بہن نہیں بنانے والا۔ خیر یہاں بات میری نہیں آپ کی ہو رہی ہے جناب۔ آپ کی زوجہ محترمہ کو بتاؤں پھر میں آپ کے کارنامے؟۔۔۔"

وہ پھر اپنی لائن میں واپس آتے بولا تو شفاء نے اُسے وہیں روک دیا۔

"ایک منٹ بھائی پہلے مجھے تو اپنے شوہر سے پوچھ لینے دیں کہ اُس لڑکی کی آنکھیں کتنی قاتلانہ ہیں؟۔۔۔" اِس بات پہ جہاں جبریل چونکا تھا وہیں ہادی کا قہقہ بلند ہوا تھا۔

"جی پوچھیں پوچھیں اور یہ بھی پوچھیں کہ دو نمبر ہیں یہ بھی کیسے پتا چلا؟۔۔۔"

"شرم کر ہادی کیوں شیطان کے چیلے کی ڈیوٹی نبھا رہا ہے۔ میاں بیوی میں لڑائی کرانے والا عمل شیطان کا ہوتا ہے۔"

ہادی کے علم میں اضافہ کرتے اس نے شفاء کی جانب دیکھا جو اپنے چہرے پہ مسکراہٹ چھپانے کی کوشش میں تھی۔

ہادی کی اگلی بات پہ وہ اچھے سے سمجھ گیا تھا یہ کس بات کا بدلہ لے رہا ہے۔

"ارے چھوڑیں اس کو بھابھی۔ اب تو اسے ساری حدیثیں اور احکام ایک ساتھ یاد آنے ہیں اس کی باتوں پہ کان نہ دھریں یہ ہے ہی ٹھرکی۔"

وہ بہت دکھ سے بولا۔

"تھینک یو سو مچ بھائی۔ اچھا ہوا آپ نے مجھے بتا دیا۔ اب میں ان کی ہر ایکٹیویٹی پہ نظر رکھوں گی۔"

وہ مشکور لہجے میں بولی تو جبریل بھی ہنس دیا۔

"چلو یار، اس بات پہ تو میں بھی تمہارا شکریہ ادا کروں گا۔ کم از کم اسی بہانے میری مسز مجھ پہ نظر تو رکھیں گی۔"

وہ ٹھنڈی آہ بھرتا بولا تو شفاء نے جلدی سے موضوع بدلا۔

"اچھا بھائی چلیں اب یہ بتائیں آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا۔ کوئی کام تھا مجھ سے؟۔۔۔"

ہادی نے فوراً جبریل کی جانب دیکھا۔ جس نے نظروں ہی نظروں میں کوئی اشارہ کیا۔

"جی بھابھی کام تو ہے وہ بھی بس چھوٹا سا۔۔۔ بس ایک جگہ آپ کے سائن کی ضرورت آن پڑی تھی۔

اس نے فائل کھول کر شفاء کے سامنے کی۔ اور ایک جگہ انگلی رکھ کر دستخط کا اشارہ کیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر یہ کس چیز کے پیپرز ہیں؟۔۔۔"

"یہ سعدان قتل کیس فائل ہے۔ کیس آفیشلی ری اوپن کرنے کے لئے اس چھوٹی سی کاروائی کی ضرورت تھی۔ آپ تسلی سے یہ فائل پڑھ لیں اور پھر اپنے سائن کر دیں۔"

شفاء نے ہاں میں سر ہلاتے فائل ہاتھ میں تھامی اور اوپر اوپر نظر مارنے لگی۔

"ویسے اسے پڑھنے کی خاص ضرورت نہیں ہے شفاء۔ میں اسے پڑھ چکا ہوں۔ آپ بس یہاں اپنے سائن کر دیں۔"

جبریل نے بہت ہوشیاری سے اس کے ہاتھ میں پین تھما کر اسے سائن کرنے کا اشارہ کیا۔ جس پہ سر ہلاتے اُس نے دستخط کر دیئے۔ اسے سائن کرتا دیکھ کر جبریل نے شکر کا سانس بھرا تھا۔ اس کے مطابق جو پوشیدہ تھا وہ پوشیدہ ہی رہنا

بہتر تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ شفاء کے سامنے اس کے دادا اور بھائی کے آخری وقت میں اس کی جانب فکر مندی کی حقیقت سامنے آئے اور شفاء اپنے آپ کو نئی فکر میں مبتلا کرے۔

دستخط ہوتے ہی ہادی جانے کے لئے اُٹھا تھا۔ اور جاتے ہوئے شفاء کے پاس ٹھہرا۔

"جانتی ہیں بھابھی جب آپ نے جبریل کی بیوی بننے کے بعد پہلی بار لاہور میں قدم رکھا تھا اور انکل نے آپ کا تعارف کرایا تھا تو میں نے آپ کے سر پر بھائی بن کر ہاتھ رکھا تھا اور کہا تھا کہ آپ مجھے ہمیشہ اپنے بھائی کی ہی جگہ پر پائیں گی۔" وہ اپنے لفظوں پہ زور دے کر بولا۔

"میں نے آپ کو صرف بہن کہا نہیں ہے بہن سمجھا بھی ہے۔ یقین کریں اُس دن کے بعد سے میں نے کبھی بھی آپ میں اور ہدیٰ میں فرق نہیں کیا اور نہ ہی کروں گا۔ یہ وعدہ رہا۔ ایک بھائی کا اپنی بہن سے۔"

اور اس بات کا اعتراف تو پاس کھڑے جبریل نے بھی دل میں کیا تھا۔ جس طرح ہادی نے جبریل کی برین واشنگ کی تھی، اسے شفاء کے وجود کا احساس دلایا تھا، ان کے رشتے کو مضبوط کرنے کی کوشش کی تھی شاید اتنا کوئی سگا بھائی بھی نہ کرتا بلکہ جبریل کی حرکات دیکھ کر تو کب کا اپنی بہن کو اس جیسے شخص سے نجات دلا چکا ہوتا۔

ہادی کی بات پہ شفاء نے مشکور مسکراہٹ سجائی۔

" بھائی جتنا کچھ آپ نے میرے لئے کیا ہے میں اُسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ میری دُعا ہے کہ اللہ میرے صرف ایک نہیں بلکہ سچائی کا ساتھ دیتے میرے ہر بھائی کو ہر مشکل سے بچا کر رکھے۔ تاکہ میرا یہ بھائی جلدی سے مجھے اپنی اس اکلوتی کبھی نہ بننے والی بہن سے ملائے۔"

اس کی بات سے محفوظ ہوتے ہادی اور جبریل دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دئے۔

"اب تو بھابھی اس ایک کو میں اپنی بہن کے علاوہ کچھ اور بنا کر ہی آپ سے ملواؤں گا۔"

"پھر اللہ آپ کو اس عظیم کام میں کامیاب کرے۔"

"کام تو اللہ نے میرے مریض کا آسان کر ہی دیا ہے۔ اب تو بس قبول ہے بولنے کا انتظار ہے۔" شفاء کی بات کا جواب اب کی بار جبریل کی طرف سے آیا تھا جس پہ ہادی کا آمین بے ساختہ نکلا تھا۔

****

ایک گھنٹے سے نجانے کتنی فون کالز تھیں جو منہاس علی اور ہادی بھگتا چکے تھے۔ ان میں اکثر فون کالز نیوز چینلز کی طرف سے تھیں۔ ہر نیوز چینل پہ اِس وقت ایک ہی بریکنگ نیوز تھی جس میں آئی۔جی سے منہاس علی اور ہادی کی ملاقات کی لیک شدہ ویڈیوز چل رہی تھی۔

جس کا بھی تھا، کام تو بہت نیک تھا۔ جو ہو چکا تھا مگر حیرانگی کی بات یہ تھی کہ یہ کام ہوا کیسے تھا؟۔۔۔ انہیں یقین ہو چلا تھا وہ آواز کھڑکیاں کھٹکنے کی نہیں بلکہ کسی کی موجودگی کی تھی مگر آخر وہ بندہ تھا کون؟۔۔۔ یہ سوچ سوچ کر ہادی پریشان ہوا جا رہا تھا۔ اگر کوئی اتنی چالاکی دکھا کر خفیہ رکھنے والی بات سب کے سامنے لا چکا تھا تو وہ اور کیا کیا اور کس کس کے ساتھ کر سکتا تھا؟۔۔۔

"ہادی تم سچ کہہ رہے ہو ناں اِس کام میں تمہارا کوئی ہاتھ نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں شایان کے اوپر سے سلطان دُراب شاہ کی توجہ ہٹانے کے لئے تم نے یہ کام کیا ہو؟۔۔۔"

منہاس علی مشکوک سے انداز میں ہادی سے گویا ہوئے۔ جس پہ وہ زچ سا ہوا۔

"کیسی بات کر رہے ہیں سر، بیلیو می، اِس سب میں میرا کوئی ہاتھ نہیں۔ اگر میں خود آپ کے ساتھ موجود نہ ہوتا وہاں، تو شاید یہ نیک کام کرنے کا سوچ بھی لیتا۔ مگر شانی کی سکیورٹی کی لئے تو پھر بھی ایسا ہرگز نہیں سوچتا۔"

بات پوری کر کے اس کے دماغ میں ایک دم کچھ سپارک ہوا۔ اُس نے اپنی نظروں کا رخ منہاس علی کی جانب کیا۔ انہوں نے بھی اُسی وقت اس کی جانب دیکھا تھا۔ دونوں کی نظریں ملی اور اگلے لمحے دونوں یک زبان ہو کر بولے۔

"حسین۔"

یہ انہوں نے پہلے کیوں نہ سوچا تھا

****

اب وہ حسین کے سامنے موجود تھا۔ شروع میں تو اُس نے ٹال مٹول سے کام لیا مگر اخیر میں ماننا ہی پڑا۔

"ہاں بابا کی ہے میں نے یہ ویڈیو لیک اور بنائی بھی میں نے ہی ہے۔ پھر کیا کر لو گے؟۔۔۔ پریس کانفرنس کر کے سب کو بتاؤ گے؟۔۔۔ نہیں ناں؟۔۔۔ تو چپ رہو! اور بس خاموشی سے تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔"

وہ ہادی کو ٹھنڈا کرتا واپس اپنی چیئر پہ بیٹھا جبکہ ہادی کا دماغ کسی اور ہی طرف تھا۔

"حسین تم نے اچھا نہیں کیا۔"

وہ افسوس سے بولا۔

"او میرے یار! کبھی کہتا ہے۔ میں نے بختیار شاہ کے حصے کی گولی کھا کر اچھا نہیں کیا۔ کبھی کہتا ہے دنیا کے سامنے اِن کا مکروہ چہرہ لا کر اچھا نہیں کیا۔ بس تو ایک دفعہ مجھے اتنا بتا دے میں ایسا کیا کروں جو اچھا ہو؟۔۔۔"

اس نے بات مذاق میں اُڑائی۔

"مسئلہ یہ نہیں ہے حسین کہ تم نے کیا وائرل کرایا۔ مسئلہ یہ ہے کہ کس سے کرایا۔ تم جانتے ہو یہ بات کوئی چھوٹی سی نہیں ہے۔ یہ کیس بڑی بڑی عدالتوں میں جائے گا۔ عدالتوں میں جانے کے بَعد اِس ویڈیو کا فرانزک ہو گا۔ تمام تر انویسٹی گیشن ہو گی ویڈیو کہاں سے بنائی گئی، کس سے بنائی گئی سے لے کر کہاں سے اپلوڈ کی گئی اور کس سے اپ لوڈ کی گئی تک۔۔۔ اور خدانخواستہ اگر اِس سب میں حور عین کا نام آ گیا تو تم جانتے ہو نا کیا ہو گا۔"

اِس بات پہ حسین نے گہری نظروں سے ہادی کو دیکھا جیسے نظروں ہی نظروں میں اتنی فکر کی وجہ پوچھ رہا ہو۔

"میں اپنے کام پکے کرنے کا عادی ہوں ایس۔ پی صاحب، اور جہاں تک بات ہے حور عین کی تو بے فکر رہو اس کا نام اس وقت آئے گا جب اس نے کچھ کیا ہو گا۔ جب اسے کچھ پتا ہی نہیں اس نے کچھ کیا ہی نہیں تو نام کیسا؟۔۔۔ اور جہاں تک بات رہی فرانزک کی تو یہی تو میں چاہتا ہوں کہ فرانزک ہو انویسٹیگیشن ہو اور اِس بات کی تصدیق بھی ہو کہ یہ سچ ہے۔"

Safa ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہادی حسین کا چہرہ دیکھتا رہ گیا تھا۔ وہ واقعی حسین کو انڈر ایسٹیمیٹ کر گیا تھا۔ جبکہ حسین تو اس چیز کا نام ہی نہیں تھا جو اپنے کام میں کوئی جھول چھوڑ دیتا۔ وہ کیسے بھول گیا تھا۔ حسین تو وہ ہستی ہے جو مافیا کے بڑے بڑے ناموں کو بھی ہنس کر اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑی مارنے پہ مجبور کر دیتا تھا اور وہ جان بھی نہ پاتے تھے کہ اُن کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔

*****

"کیا بات کرنی تھی تم نے مجھ سے؟۔۔۔"

بہت ہی روکھے انداز میں کہتا وہ سامنے پڑی کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ جما کر بیٹھا۔

سامنے بیٹھے شاہنواز نے بہت غور سے اِس کے چہرے پہ پھیلے تناؤ کو دیکھا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم دونوں دوستوں نے میرے ساتھ کھیل کھیلا تھا۔ آزادی کی لالچ دے کر صرف مجھے اِستِعمال کیا تھا۔" اُس کے لہجے میں کافی ٹھہراؤ تھا۔ جسے نوٹس کئے بغیر ہادی بھی نہ رہ سکا تھا۔

یہ وہ دبنگ قسِم کا شاہنواز نہ تھا۔ یہ تو کوئی اور ہی شکست خوردہ انسان لگتا تھا۔ کچھ تو تھا جو بدلا تھا یا شاید یہ باپ کی موت کا اثر تھا۔ آخر باپ تو باپ ہوتا ہے نا۔

"تم نے کیا صرف یہ بتانے کے لئے مجھے یہاں بلایا ہے؟۔۔۔" اُس کے ہر انداز کو نوٹس کرنے کے بَعد ہادی کوفت سے گویا ہوا۔

"نہیں۔۔۔ مگر میں جانتا ہوں اے۔ ایس۔ پی حسین احمد اس دن تمہارے کہنے پہ ہی میرے پاس آیا تھا۔ تم لوگوں کا مقصد ایک ہی تھا کسی طرح سید سلطان دوراب شاہ تک پہنچنا اور اُس کے خلاف ثبوت اکھٹے کرنا۔"

اپنے چچا کا نام لیتے اس کے لہجے اور آنکھوں میں عجیب سی سختی دَر آئی تھی ہتھکڑی میں بندھے ہاتھ اس نے مضبوتی سے باہم دبائے۔ جیسے اپنے اندر اٹھتا ابال ضبط کرنے کی سعی کی ہو۔

"اب بول چکے ہو تو میں جاؤں یا کچھ اور ابھی باقی ہے؟۔۔۔"

ہادی بے زار سے انداز میں بولتا اپنی جگہ سے جانے کے لئے اٹھا۔

"رکو ایس۔پی، سنو۔۔۔ابھی میری بات پوری نہیں ہوئی۔" اِسے اٹھتا دیکھ کر وہ جلدی سے بولا۔ "تم لوگ قانون کے رکھوالے ہو ناں۔ لوگوں کو انصاف دلانا چاہتے ہو۔ تو مجھے بھی دلاؤ انصاف۔ میں بھی دیکھوں اِس ملک کا قانون واقعی انصاف پہ چلتا ہے کہ نہیں۔ آخر ہم قیدیوں کو بھی تو انصاف مانگنے کا کوئی حق ہے۔"

جواباً ہادی کُھل کر ہنسا تھا۔ یونہی ہنستے ہنستے وہ اِس کی جانب جھکا اور اگلے لمحے اُسے گریبان سے دبوچتے وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔

"یو نو واٹ شاہنواز شاہ؟۔۔۔بختیار شاہ کے بیٹے اور دراب شاہ کے بھتیجے کی زبان سے قانون اور انصاف کی باتیں زرا اچھی نہیں لگتی ہیں۔"

"نہیں!۔۔۔" ہتھکڑی میں بندھے ہاتھ زور سے میز پہ مارتا شاہنواز بھی اُسی انداز میں دھاڑا۔

"نہیں ہوں میں اُس کا خون، نہیں ہے میری رگوں میں شاہوں کا خون، نہیں ہے میرا سلطان خاندان سے کوئی تعلق۔ میں تو بس اُن کا وہ شکار تھا جِسے وہ صرف نام اور کام کے لئے استعمال کرتے رہے ہیں۔ صرف دکھاوے کے لئے۔"

کہتے کہتے اُس کا لہجہ رنجیدہ سا ہوا تھا۔ ہادی نے جھٹکے سے اُسے چھوڑا۔

"جاننا چاہتے ہو میں کون ہوں تو سنو۔ میں بختیار شاہ کی دوسری بیوی کی وہ اولاد ہوں جس کے باپ کو بختیار شاہ نے اُس کی اولاد کے پیدا ہونے سے پہلے ہی مار دیا تھا۔ تمہیں تجسس ہے ناں کہ دراب شاہ برازیل کیوں گیا تھا؟۔۔۔تو میں بتاؤں گا تمہیں بلکہ اور بھی بہت کچھ بتاؤں گا بس بدلے میں تمہیں میرا ایک کام کرنا ہو گا۔"

"ویری ویل!۔۔۔اچھی تقریر کر لیتے ہو تم۔ایک لمحے کو تو میں بھی سب حقیقت سمجھ بیٹھا تھا مگر میں یہ کیسے بھول سکتا ہوں میرے سامنے ایک ایسا شخص ہے جس نے نجانے کتنے خاندانوں کو بے گھر کیا ہے، نجانے کتنی ماؤں کے سپوتوں کو نشے جیسی حرام لت پہ لگا کر انسانیت سے دور کیا ہے۔چوری، جوا، نشا، قتل۔۔۔کون سا ایسا جرم رہ گیا ہے جو تم نے نہیں کیا۔۔۔اور تم چلے ہو قانون سے انصاف مانگنے؟۔۔۔"

"میں نے کبھی کسی کی عزت کے ساتھ نہیں کھیلا۔اور شاید یہی چاہتا ہوں کہ کوئی کھیلے بھی ناں، اور شاید اِسی لئے آج تمہیں یہاں بلایا ہے۔"

"اتنے ہی اچھے کردار کے تھے تم تو آج تک خاموش کیوں تھے۔تم ہمیشہ سے جانتے تھے اِن بھائیوں کا بزنس کیا ہے مگر پھر بھی خاموش رہے۔تمہاری نظر میں شاید یہ جرم نہیں ہے مگر شاہنواز صاحب میری نظر میں جرم پہ خاموش رہنا بھی جرم ہی ہے۔"

"ہاں ٹھیک کہہ رہے ہو تم شاید اِسی خاموشی کی سزا مجھے مل رہی ہے۔"

"ہاہ۔۔۔ہادی تلخی سے ہنسا۔"ڈونٹ ٹیل می۔۔۔شاہنواز شاہ کہ یہ اتنی بڑی فلم تم نے مجھے پاگل بنانے کے لئے چلائی ہے اور اگر تمہیں لگتا ہے میں تمہاری باتوں میں آ گیا تو نہیں۔۔۔ہرگز نہیں۔عبدالہادی اُس بلا کا نام نہیں جو آسانی سے باتوں میں آ سکے۔اینی وے پھر بھی مزہ آیا تمہاری فلمی کہانی سن کر۔۔۔"اتنا کہہ کر اُس نے گھڑی پہ وقت دیکھا۔"باقی پھر کبھی سہی، ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے۔"اپنی بات کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔جب شاہنواز شاہ کی آواز پہ اُس کے پاؤں زنجیر ہوئے۔

"دراب شاہ برازیل اپنی بیٹی سے ملنے گیا تھا۔اپنی بیٹی اور میری بیوی قندیل سے ملنے۔۔۔"

ہادی اِس نئے انکشاف پہ ایک دم پلٹا تھا۔ اور اُسے پلٹتے دیکھ کر شاہنواز شاہ کو حوصلہ ملا تھا۔

"مجھے یہاں سے رہائی نہیں چاہیے ہادی صاحب' بلکہ مجھے اپنی بیوی کی اُس کے باپ سے رہائی چاہیئے ہے۔"

"تم کیا کہنا چاہ رہے ہو اور میں کیسے یقین کر لوں کہ تم سچ بول رہے ہو۔"

"اپنی ایک ایک بات کا ثبوت ہے میرے پاس ایس۔ پی صاحب۔" کہنے کے ساتھ ساتھ اُس نے اپنے ہتھکڑی بندھے ہاتھوں کے زریعے قمیض کی جیب سے کاغذ نکالے اور ہادی کے سامنے رکھتے اُس پہ اپنا ہاتھ تھپتھپایا۔

"اس کے بدلے مجھے یقین ہے تم میری بیوی کو ڈھونڈنے میں میری مدد ضرور کرو گے۔"

اس کا انداز شکستہ اور لہجہ التجائیہ تھا۔ ہادی اُسے دیکھ کہ رہ گیا۔ اِس نے ہاتھ بڑھا کر میز پہ پڑے تہہ شدہ کاغذ کھولے جو شاہنواز شاہ کی ایک ایک بات کو سچ ثابت کر رہے تھے۔

****

"میں اور قندیل شروع سے ہی ایک دوسرے کو بہت پسند کرتے تھے۔ امی کی وفات کے بعد میں صرف شاہوں کا ملازم بن کر رہ گیا تھا۔ لیکن جیسے ہی موقع ملتا قندیل کی امی مجھے اپنے پاس بلا لیتیں۔ ہم بڑے ہوتے گئے اور ایک دوسرے کے لئے پسندیدگی وقت کے ساتھ بڑھتی چلے گئی۔ جب دُراب شاہ کو پتا چلا تو اُس نے مجھ پہ تشدد کرنے کے بعد گھر سے نکال دیا۔ اُسے اپنی بیٹی سے بہت پیار تھا۔ پوری دنیا میں واحد ایک قندیل ہی تھی جسے دراب شاہ پیار کرتا تھا۔ ورنہ بیوی کو تو جوتے کی نوک پہ رکھا ہوا تھا۔ قندیل کے جوان ہوتے ہی خالہ یعنی دراب شاہ کی بیوی نے بھی ہمت کر کے اُسے اپنے حقوق یاد دلانا شروع کئے تھے۔ وہ عورت جو ہمیشہ فرائض نبھانا ہی جانتی تھی اب اپنے حقوق گنوا رہی تھی یہ بات دراب کس صورت قبول کر سکتا تھا۔ خالہ اور دُراب میں لڑائیاں بھرتی گئیں اور ایک دن خالہ اپنے کمرے

میں بے جان ملیں۔ ان کی موت سب کے لئے ایک معمہ بنی گئی تھی۔ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ کوئی نہیں جانتا تھا۔ یا شاید جان کر بھی انجان بنتا تھا۔ خالہ کی موت کے بات قندیل اپنے باپ سے دور ہوتی گئی تھی۔ کہیں نا کہیں وہ جانتی تھی اُس کی ماں کی موت کا ذمہ دار اس کا باپ ہی ہے۔ قندیل کا دراب شاہ سے بد گمان ہونا دراب شاہ کو کسی صورت منظور نہ تھا۔ ایسے میں اُسے ایک ہی حل نظر آیا تھا۔ اُس نے دنیا کے سامنے مجھے بختیار شاہ کا بیٹا ظاہر کیا اور قندیل کی نظر میں ایک اچھا باپ بننے کے لئے میرا نکاح اُس سے کرا دیا۔ قندیل کے طفیل میں ایک بار پھر اِسی گھر میں واپس آ گیا تھا۔ مگر اس بار ملازم بن کے نہیں بلکہ بیٹا بن کر اب وہ بیٹا بھلے ہی صرف نام کا تھا۔ میرے سپرد انہوں نے اپنے کئی کام لگا دیئے تھے جسے کرنے کی مجھے میری سوچ سے زیادہ رقم ملتی تھی۔ پیسہ اور شہرت کس کو بڑی لگی ہے بھلا۔۔۔ میں بھی خوش تھا بلکہ بہت خوش بختیار شاہ کو میں جتنا بھی بڑا لگتا تھا مگر اُس کو مجھ سے بہت سے فائدے مل رہے تھے۔ اور مجھے بھی بختیار شاہ جتنا بھی بڑا لگتا مگر اُس کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے مجھے شہرت اور آسائش مل رہی تھی۔ اِس نے مجھے اپنے آفس میں رکھ لیا تھا۔ شہر سے باہر کاروبار کے تمام مسائل میں دیکھتا تھا۔ میں اُن دِنوں دراب شاہ کے کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا جب دراب شاہ کے کوئی خاص مکمان گھر آئے تھے۔ انہوں نے قندیل کو کمرے سے نکلتے دیکھ لیا تھا اور دُراب شاہ سے اپنی گندی سوچ کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ اُس کا وہ دوست یہ بات اچھے سے جانتا تھا کہ قندیل میری بیوی ہے۔ ملازمہ کے مطابق دراب شاہ نے اُس رات قندیل کو کمرے سے باہر نکلنے پہ بہت مارا تھا۔ اور پھر راتوں رات ہی قندیل غائب ہو گئی تھی۔ جب میں آیا تو مجھے یہ بتایا گیا میری قندیل کا قتل ہو گیا ہے۔ اُس رات میں نے پہلی بار زندگی میں کسی کا قتل کیا تھا اور وہ دُراب شاہ کا وہی مہمان دوست تھا جس نے اُس کی بیٹی اور میری بیوی پہ گندی نظر رکھی تھی۔ سب یہی سمجھتے رہے تھے کہ قندیل مر چکی ہے۔ اُس کو دراب کے اُسی دوست نے مروا دیا ہے مگر ایسا نہیں تھا۔ دُراب کو اپنی واحد اولاد اور اکلوتی بیٹی بہت پیاری تھی اور بیٹی بھی وہ تھی جسے اُس نے دُنیا کی ہوا بھی نہ لگنے دی تھی۔ در حقیقت دُراب شاہ اُس دن کے بعد سے ڈر گیا تھا اُسے اپنے گناہ اپنی بیٹی کی صورت بوجھ لگنے لگے تھے۔ اِسی

لئے اُس نے قندیل کو سب سے چُھپا کے رکھا تا کہ کبھی وہ کسی کی نظر میں نہ آئے۔ اور اِس کے کاموں کا حساب اُسے نہ چُکانا پڑے۔ میں یہ حقیقت کبھی نہ جانتا اگر بختیار شاہ کے گھر کی ماسی اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے مجھے یہ حقیقت نہ بتاتی۔"

ہادی نے اپنے سامنے پڑے صفحات کو ایک فائل میں لگا کر بند کیا اور سر بیڈ کے کراؤن سے لگا لیا۔ وہ جب سے شاہنواز ولد محمد علی سے مل کر آیا تھا اُس کی کہی ہوئی باتیں کسی فلم کی طرح اُس کے زہن میں چل رہی تھیں۔ اُس نے سائیڈ میز پہ پڑا اپنا موبائل اٹھایا اور ایک نمبر ڈائل کیا۔ پہلی بیل پہ ہی فون مسترد کر دیا گیا تھا۔ اس نے موبائل آرام سے اپنے پاس رکھا اور دوسری جانب سے فون آنے کا انتظار کرنے لگا۔ ٹھیک دس منٹ کے بعد اُسی نمبر سے فون آیا تھا۔ جسے ہادی نے پہلی بیل پہ ہی ریسیو کیا۔

"وہاں سب کیسا چل رہا ہے؟۔۔۔"

"گڈ۔۔" دسری جانب سے کچھ کہا گیا تھا جس پہ ہادی نے صرف اتنا ہی کہا۔

"میں تمہیں ایک فائل میل کر رہا ہوں حسیب، تم نے اِس بارے میں مجھے جتنی جلد ہو سکے مزید تفصیلات معلوم کر کے بتانی ہیں۔ مگر خیال رہے سب کچھ بہت ہوشیاری سے ہونا چاہیئے کسی کو کچھ خبر نہ ہو۔"

حسیب سے بات کرنے کے بعد وہ اب ایک اور نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ جو فوراً ہی دوسری جانب سے اٹھا لیا گیا۔

"آج ماہ بدولت اویس کی یاد کیسے آئی ایس۔ پی صاحب کو۔" فون سے نکلتی آواز سن کر ہادی مسکرا دیا۔

"کیا کریں، ضرورت پڑنے پہ اکثر دوستوں کے ساتھ ساتھ دشمن کو بھی یاد کرنا پڑتا ہے۔"

"اور آپ بتانا پسند کریں گے کہ ہمیں کس میں شمار کرتے ہیں۔" دوسری طرف سے مسکراتی آواز آئی تھی۔

"بدترین دشمنوں میں۔" ہادی بھی اُسی لہجے میں بولا۔

"تو پھر کیا کام پر گیا ہے اس بدترین دشمن سے؟۔۔۔"

جواب میں ہادی نے سنجیدہ ہوتے تمام تفصیلات اُس کے آگے رکھیں۔

"یہ کام اتنا سیدھا نہیں ہے ہادی جتنا کہ نظر آتا ہے۔ پاکستان میں موجود انسان کی کھوج اور برازیل جیسے ملک میں موجود انسان کی کھوج لگانے میں بہت فرق ہوتا ہے مگر میں پھر بھی کوشش کروں گا کہ کسی بھی طرح قندیل شاہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں۔"

"صرف کوشش نہیں کرنی اویس، اس مسئلے کو حل بھی کرنا ہے۔"

فون بند کرنے کے بعد اب وہ کافی حد تک پر سکون ہو چکا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * *

پھر وہی خواب، وہی خوفناک چیخیں، وہی آگ وہی شعلے اور وہی آوازیں۔۔۔ اِس نے آنکھیں کھولنے کی سعی کی مگر بے سود۔۔۔ نیند کی گولیاں اپنا پورا اثر دکھا رہی تھیں۔ دور کہیں سے بابا جان بابا جان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ وہ اُس آواز کی جانب دیکھنا چاہتا تھا مگر دیکھ نہیں پا رہا تھا۔ اِس آواز کو وہ اچھے سے پہچانتا تھا۔ یہ اِس کی بیٹی کی آواز تھی اِس کی قندیل کی آواز۔۔۔ اِس نے ایک اور دفعہ اُس جانب دیکھنے کی کوشش کی اور اس بار کامیاب بھی ہو گیا۔ وہ اِسی کی بیٹی تھی، اِسی کی قندیل، اسی کی جان۔۔۔ کوئی اُس کی جان سے پیاری کو بہت بُری طرح پیٹ رہا تھا۔ اِس نے آگے بڑھ کر اُس آدمی سے اپنے بیٹی کو بچانے کی کوشش کی مگر آگے نہ بڑھ سکا۔ جب کوشش کر کر کے تھک گیا تو زور زور

سے چیخنے لگا۔اِس کی آواز پہ وہ آدمی لمحے بھر کے لئے رُکا تھا اور پھر چہرہ اُٹھا کر اِس کی جانب دیکھا۔یہ کیا۔۔۔یہ آدمی تو وہ خود تھا۔نہیں نہیں۔۔وہ ایسا نہیں کر سکتا۔۔۔وہ اپنی بیٹی کو کیسے مار سکتا ہے۔مارتا تو وہ تھا ہر بار غصے میں اُس کے عتاب کا نشانہ اِس کی بیوی اور اِس کی بیٹی ہی تو بنتی تھیں۔لیکن اس کی بیٹی تو پھر بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی۔محبت تو وہ بھی اپنی بیٹی سے بہت کرتا تھا اسی لئے تو دنیا سے چھپا کر رکھا تھا۔اُس نے ایک بار پھر اپنی بیٹی کی جانب دیکھا جو اسے مدد کے لئے چیخ چیخ کر بلا رہی تھی۔مگر اِس کی بیٹی اِسے مدد کے لئے نہیں بلا رہی تھی کہ اِس کا باپ آکر اُسے بچائے بلکہ وہ تو اپنے باپ سے بچنے کے لئے چیخ رہی تھی۔نہیں نہیں۔۔۔وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا۔یہ اپنے ہاتھوں سے اپنی ہی بیٹی کو کیسے مار سکتا تھا۔وہ روتے ہوئے اپنے بال کھینچے لگا۔اِس کے ارد گرد کہیں سے قہقہوں کی آواز گونجی تھی۔اِس نے دیکھا تو وہ کوئی نور تھا۔وہ نُور پاس آتا گیا۔چہرہ واضح ہوتا گیا۔یہ وہی تھی۔سر سے پاؤں تک سفید لبادے میں ڈھکی۔یہ وہی تھی۔اب وہ کچھ کہہ رہی تھی کیا کہہ رہی تھی۔یہ وہ سمجھ نہ سکا۔

اِس کی آنکھ ایک دُم کُھلی۔وہ پسینے میں شرابور تھا۔یہ خواب وہ اکثر دیکھا کرتا تھا۔مگر اِس بار سب سے بھیانک تھا۔وہ جب سے برازیل سے آیا تھا۔اِس کے خوابوں میں کافی حد تک کمی آچکی تھی۔

سائیکاٹرسٹ کے مطابق یہ خواب اِس کے ذہنی دباؤ کا نتیجہ تھے مگر دُراب شاہ پھر بھی کوئی رِسک نہیں لے سکتا تھا۔اِسی لئے وہ برازیل گیا تھا اور قندیل کی نرس بھی بدل ڈالی تھی۔پہلی عورت جو عمر رسیدہ ہو چکی تھی اس کی جگہ اب نئی اور چاق و چوبند نرس رکھی تھی۔جو اس کو اچھے سے سنبھال سکے۔

اِس نے پاس پڑے جگ سے پانی پینے کے بَعد ایک نمبر ڈائل کیا۔دوسری بیل پہ ہی فون اٹھا لیا گیا تھا۔دوسری جانب کوئی عورَت تھی۔

"اِز شی فائن؟۔۔۔"

"یس سر شی اِز ایبسولوٹلی فائن۔"

جو ب ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں دیا گیا تھا۔

مزید چند سوالوں کے بعد اب وہ فون بند کر چکا تھا۔ اب وہ پہلے کی نسبت بہتر نظر آ رہا تھا۔

“Quem é?...”

(کَون تھا؟۔۔)

کارڈ کا پتہ پھینکتے لڑکی کے سامنے بیٹھے لڑکوں میں سے ایک لڑکا غلیظ مشروب سے بھری بوتل مُنہ کو لگاتے بولا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

“O pai deste destino.”

"(اِس عذاب کا باپ۔)"

وہ سامنے پڑے قندیل کے لاغر وجود کی طرف اشارہ کرتے نخوت سے بولی۔

اپنے مشروب کا گھونٹ بڑھتے اُس نرس نے سب کے آگے پڑے کارڈ بکھیرے گویا وہ باقی تینوں لڑکوں کا بھی کھیل خراب کر چکی تھی۔ اب وہ اپنا پرس پکڑ کے کھڑی ہوئی۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"Vou conhecer Tom. Vocês cuidam dela. Se ela acorda. Injete-a"

"(میں ٹام سے ملنے جا رہی ہوں۔ تم لوگ اِس کا خیال رکھنا اگر جاگے تو نیند کا انجیکشن دے دینا۔)"

سرنج اور اُس میں بھرنے والے محلول کی ڈبیہ اپنے دوستوں کی جانب پھینکتی کمرے سے نکل گئی۔

"Com certeza"

"(ضرور ضرور)"

مشروب کی بوتل مُنہ سے لگاتا تیسرا لڑکا خباثت سے ہنسا۔ اُس کی بات پہ تینوں کی گندی نظریں پہلے لڑکے کی اور پھر قندیل کے بے ہوش پڑے وجود کی جانب اُٹھی تھی۔

اگلے ہی لمحے تینوں کا شیطانی قہقہہ کمرے میں ایک ساتھ گونجا تھا۔

عزتاں تے کسے دی، نظر نہ رکھیو

اے ہوندیاں سب دیاں سانجھیاں وے۔

تو کسے دی نال کھیلے، تے کوئی تیری دے نال کھیلے۔

اے قرض لتھدا دنیا وچ ای وے !

اے تیاں نے، اے عزتاں نے

اے رحمتاں نے کوئی کھلونا نہیں۔۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * *

کھانے کے بَعد چائے کا دور چلا تو عافیہ کا اشارہ پاتے ہی سلیمان افگن نے بات شروع کی۔

"یاد ہے بھابھی، کل میں جانے سے پہلے آپ سے کچھ کہہ کر گیا تھا؟۔۔۔"

فاطمہ نے یاد کرتے اثبات میں سر ہلایا۔

"آج میں اور عافیہ اسی مقصد کے لئے آئے ہیں یہاں۔"

فاطمہ نے سلیمان کی بات پہ حیران ہوتے تیمور کی جانب دیکھا جو اُسی طرح پر سکون ہو کر چائے پینے میں مشغول تھا۔

"بھائی آپ کا اپنا گھر ہے جب چاہیں آئیں۔ اس میں ایسی کونسی بات۔"

کچھ سمجھ نہ آیا تو وہ اپنا لہجہ نارمل رکھتے بولی۔

"یاد ہے فاطمہ آج سے کئی سال پہلے بھی اِسی دَر پہ ہم سوالی بن کر آئے تھے۔ اور آج بھی ہم آپ سے کچھ مانگنے آئیں ہیں۔" اب عافیہ بولی تھیں۔

"میں کچھ سمجھی نہیں عافیہ بھابھی۔" اس نے اچنبھے سے عافیہ کی جانب دیکھا۔

"بھابھی ہم آج ایک بار پھر آپ سے اِس گھر کا ہیرا مانگنے آئے ہیں اور ہمیں یقین ہے پچھلی بار کی طرح اِس بار بھی ہم خالی ہاتھ نہیں لوٹائے جائیں گے۔"

فاطمہ نے حیرانی سے تیمور کی جانب دیکھا۔ اس کے نارمل انداز سے صاف پتا چل رہا تھا وہ اِن کی آمد کی وجہ پہلے سے جانتا ہے۔

"بھابھی ہم آپ سے آپ کی حور اپنے ہادی کے لئے مانگنا چاہتے ہیں۔"

اب کہ تیمور نے چائے کا کپ خالی کر کے سامنے میز پہ رکھا اور فاطمہ کی جانب دیکھا جو کچھ کہنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ مگر اس کے چہرے پہ چھایا تشکر اس کے اندر چھائے سکون کی کہانی صاف سنا رہا تھا۔

اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی تیمور نے خود بولنا بہتر سمجھا۔

"اور اس بار بھی ہمارا جواب پچھلی بار کی طرح وہی ہے سلیمان' کہ ہم اپنی بیٹی سے پوچھے بغیر تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔"

اِس کی بات پہ سلیمان بھی ہنس دیا۔

"میں اور عافیہ پہلے ہی جانتے تھے پچھلی بار کی طرح اِس بار بھی ہمیں یہی سننا ہو گا۔ اور میں بھی پچھلی بار کی طرح اِس بار بھی یہی بات دہراؤں گا کہ چاہے جواب ہاں میں ہو یا نہ میں ہماری دوستی میں کبھی کوئی فرق نہیں آئے گا۔"

کمرے کے باہر کھڑی حور کو اپنے باپ کے جواب پہ غرور سا محسوس ہوا تھا۔ اُسے کل کی باتوں کے بعد سلیمان کی یہ بات کہنے کی توقع نہیں تھی۔ اس کے باپ نے ایسی صورت حال میں بھی اپنی بیٹی کی مرضی کو پہلی فوقیت دی تھی۔ وہ ایک عظیم باپ کی بیٹی تھی تو ایسا کیسے ممکن تھا۔ عظیم باپ کی یہ بیٹی اپنے ماں باپ کے چہرے پہ چھایا سکون نہ دیکھ سکتی۔

اس نے کمرے میں داخل ہوتے سب کو سلام کیا تو سب ایک دم خاموش ہو گئے۔

"کیا کوئی سیریس بات چل رہی تھی جو میرے آتے ہی سب چُپ ہو گئے۔ یا سب میری پِیٹ پیچھے میری برائیاں کرنے میں مصروف تھے۔"

خوش اخلاقی سے کہتے وہ اپنی ماں کے ساتھ براجمان ہو چکی تھی۔

"نہیں نہیں بیٹا جی، ہم تو بس اپنی بیٹی کی تعریفیں کر رہے تھے۔"

سلیمان کے جواب پر وہ کُھل کے ہنس دی۔

* * * * * * * * *

حورعین کی مرضی جانتے ہی فاطمہ نے تیمور کو ہاں کے لئے فون کرنے پہ مجبور کر دیا تھا۔ مگر تیمور چاہتا تھا حور ایک بار ہادی سے مل لیتی مگر حور اس کے لئے راضی ہی نہ تھی۔

"مگر ہم چاہتے ہیں بیٹا' آپ ایک بار اُس کے بارے میں جان لو، اس سے مل لو، اسے دیکھ لو اور پھر کوئی جواب دو ہو سکتا ہے ملنے کے بعد آپ کا جواب بدل جائے۔"

تیمور کی بات پہ مُٹھی میں پکڑے ڈرائے فروٹس کو کھاتی حور نے گہرا سانس لیا اور ایک کا جو مُنہ میں ڈالا۔

"بابا آپ ملے ہیں اُس لڑکے سے؟۔۔۔"

تیمور نے ہاں میں سر ہلایا۔

"آپ کو پسند ہے وہ؟۔۔۔"

"بہت۔۔۔" جواب بے اختیار تھا۔

"تو پھر بس ٹھیک ہے اگر اس کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔ ناک کان آنکھ بھی صحیح کام کرتے ہیں تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔ آخر آپ لوگ کسی گئے گزرے کو تو پکڑ کر مجھے دان نہیں کر دیں گے نا اب۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے بات مذاق میں اڑائی تھی۔ لیکن تیمور کی اگلی بات پہ منہ میں موجود کا جو اس کے حلق میں اٹکا تھا۔

"حمزہ بھی ہماری پسند تھا بیٹا مگر وہ کیا نکلا اِس لئے اِس بار میں چاہتا ہوں۔ اپنی زندگی کا کوئی بھی فیصلہ تم ہادی سے مل کر اور اُسے جانچ کر کرو۔ "

ہادی وہ زیر لب بربرائی۔ اِس نام پہ کوئی اُسے شدت سے یاد آیا تھا۔

"اللہ۔۔۔ پوری دُنیا کے ناموں میں سے ایک یہی نام ملا تھا اس بندے کے ماں باپ کو اپنے بیٹے کا رکھنے کے لئے۔" وہ صرف سوچ ہی سکی تھی۔

"کیا ہوا بیٹا؟۔۔۔"

بیٹی کو سوچ میں گم دیکھ کر تیمور فکر مندی سے بولا۔

"بابا یہ افگنز ہیں اور میرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ لیکن بہتر یہی ہو گا آپ ایک بار کیا نام ہے اُس کا ہاں ہادی۔۔۔ اُس سے بھی پوچھ لیں۔ کیا وہ میرے بارے میں سب جاننے کے باوجود دل سے راضی ہے بھی کہ نہیں؟۔۔۔"

اس نے بات ہی ختم کر ڈالی تھی۔ وہ تو اُٹھ کر چلے گئی مگر اپنا باپ کے لئے سوچوں کا انبار لگا گئی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * *

"حدید بیٹا جاؤ جا کر اپنی بھابی سے کہو جلدی آئیں۔ بھائی کب سے آپ کا ویٹ کر رہے ہیں۔"

جبریل اور شفاء دونوں اپنے ساتھی ڈاکٹر کی جانب سے شادی پہ مدعو تھے۔ دونوں دولہا دولہن ہی ڈاکٹر تھے اور ان ہی کے ہسپتال میں جاب بھی کرتے تھے۔

جبریل کو تیار ہوئے آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ اس نے شفاء کو چھ بجے تک تیار ہونے کا ٹارگٹ دیا تھا اور اب ساڑھے چھ ہو رہے تھے۔ اُس نے اُکتاہٹ کا شکار ہو کر حدید کو شفاء کو بلانے بھیجا۔

"نجانے عورتیں تیار ہونے میں اتنا وقت کیوں لگاتی ہیں۔ جبکہ لگنا اِنہوں نے پھر بھی عجیب ہی ہوتا ہے۔" زیر لب بربراتے اس کے اگلے الفاظ مُنہ میں ہی دفن ہوئے تھے۔

ٹخنوں تک آتے فُل گھیرے دار سفید فراک، ساتھ میں ہلکی سی جیولری پہنے، نیچرل میک اپ کے ساتھ اپنے لمبے اور خوبصورت بالوں کو کُھلا چھوڑے نیچے سے لوز کرلز ڈالے وہ آج معمول سے بالکل مختلف اور نہایت حَسین لگ رہی تھی۔ اور جبریل کے تو سیدھا دِل میں اتر رہی تھی۔ وہ جو ابھی دل ہی دل میں عجیب کا لفظ ادا کر رہا تھا اب اپنی ہی بات پہ شرمندہ ہوا تھا۔

"چلیں؟۔۔۔" جبریل کو اپنی طرف یوں تکتا پا کر شفاء نے اُس کا دھیان بھٹکایا۔

"ہاں؟۔۔۔ ہاں ہاں چلو۔"

وہ ایک دم گڑبڑا کر سیدھا ہوا جبکہ ٹی۔وی کے سامنے براجمان زیان اور زمان مصطفیٰ نے ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی اُمڈتی مسکراہٹ کو روکا۔

انہیں یوں مسکراتا دیکھ کر شفاء کنفیوژ ہوئی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اِن کو اللہ حافظ کہتے وہ دونوں آگے پیچھے باہر کو نکلے۔ زمان مصطفیٰ نے ایک نظر بلیک تھری پیس میں ملبوس بھرپور وجاہت لئے اپنے بیٹے اور اس کے ساتھ چلتی اپنی بہو کو دیکھا۔ کس قدر مکمل لگ رہے تھے دونوں ساتھ میں۔ وہ دِل ہی دِل میں ان کی نظر اتارتے اِن کی دائمی خوشیوں کی دعا کرنے لگے۔ آج اِنہیں یوں ایک دوسرے کے ساتھ خوش دیکھ کر زمان مصطفیٰ کو ایک بار پھر اپنے فیصلے پہ فخر ہوا تھا۔ بے شک یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے بہترین تھے۔ اور اللہ جو کرتا ہے اپنے بندے کے بھلے کے لئے ہی کرتا۔

باہر جاتے ان دونوں کے قدم زیان کی آواز پہ تھمے تھے۔

"بھائی جان ڈرائیو آرام سے ہو جائے گا یا میں ڈرائیور کی ڈیوٹی نبھا دوں۔ وہ کیا ہے ناں آج آپ کی نظریں مجھے کچھ قابو سے باہر معلوم ہوتی ہیں۔"

اِس کی بات کا مفہوم سمجھتے جبریل نے اسے بھرپور گھوری سے نوازا تھا جبکہ شفاء کے باہر کو بڑھتے قدموں میں تیزی آئی تھی۔

ڈرائیونگ کے دوران بھی اس کی نظر بار بار شفاء کی جانب اٹھتی رہی تھی۔ اس نے راستے میں ایک جگہ گاڑی روک کر پھولوں کا بُکے لیا اور بیک سیٹ پہ رکھ دیا۔ جب وہ واپس اپنی جگہ پہ بیٹھنے لگا تو اس کے ہاتھ میں پھولوں کے گجرے موجود تھے۔

"آج آپ کافی اچھی لگ رہی ہیں۔"

واپسی اپنی جگہ پہ بیٹھتے اس نے خاموش بیٹھی شفاء کو مخاطب کیا۔ جس نے صرف "تھیک یو" کہنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

"مگر ایک کمی پھر بھی ہے۔" وہ اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے بولا۔ "یہ خالی خالی نہیں لگ رہے۔"

اس کے اشارے پہ شفاء کی نظر اپنی کلائیوں اور جبریل کے ہاتھوں میں موجود گجروں پہ گئی۔

"اگر اِجازَت ہو تو۔۔۔" اتنا کہہ کر اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ جواباً شفاء نے اپنی کلائی آگے کی۔

"ویسے یہ کلر آپ پہ بہت زیادہ سوٹ کر رہا ہے مگر مجھے ریڈ کلر زیادہ پسند ہے۔" گجرے پہناتے وہ بہت سکون سے اِس تک اپنی پسند پہنچا چکا تھا۔ جس پہ شفاء صرف مسکرا کر رہ گئی۔

وہاں پہنچنے پر سب نے ان کی بہت تَعرِیف کی تھی۔ جب سے سٹاف کو شفاء اور جبریل کے رشتے کے بارے میں پتا چلا تھا۔ سب شفاء کو اسپیشل ٹریٹمنٹ دیا کرتے تھے۔ شفاء نے بہت بار خفگی کا اظہار بھی کیا مگر اس کا کسی پہ زیادہ اثر نہ ہوا تھا۔

"آج تو لوگوں نے بڑے بناؤ سِنگھار کئے ہوئے ہیں۔"

امایہ کے چھیڑنے پہ وہ اسے گھور کے رہ گئی۔

"سٹاپ اِٹ مایا! میں پہلے بھی کہیں آتے جاتے ایسے ہی تیار ہوا کرتی تھی۔" اس نے بات بنائی۔

"ہاں! مگر پہلے ہاتھوں میں یوں گجرے اور ساتھ میں گجرے دلانے اور پہنانے والا تو نہیں ہوتا تھا نا۔"

اب کی بار شفاء کا چہرہ لال ہوا تھا اور امایہ فوراً اِس بات کو پکڑ چکی تھی۔

"لُک لُک لُک سم ون اِز بلشنگ۔"

"نہیں جی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اور تم چُپ ہوتی ہو یا میں جاؤں یہاں سے؟۔۔۔"

"نہیں نہیں تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ مجھے یہاں سے چلنا چاہیے ہے کیونکہ تمہارے سر تاج اب تشریف لا رہے ہیں۔"

وہ جبریل کو اس طرف آتا دیکھ کر بولی۔

"خبردار یہیں کھڑی رہو۔ کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے یہاں سے۔" شفاء اُس کا ہاتھ پکڑتے دبا دبا سا بولی۔ اتنے میں جبریل اِن کے پاس چلا آیا تھا۔

حال چال پوچھنے کے بعد وہ امایہ سے مخاطب ہوا تھا۔

"ڈاکٹر امایہ' آپ کا حجاب لینے کا انداز ماشاءاللہ بہت اچھا ہے۔ کافی سوٹ کرتا ہے آپ پہ۔"

شادی جیسے موقع پر بھی امایہ کے نفاست سے لئے حجاب کو دیکھ کر وہ متاثر ہوا تھا۔ اور پھر تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ عموماً ایسا بہت کم دیکھنے کو ملتا تھا ورنہ روزمرہ کی زندگی میں اچھے سے دوپٹے اور سکارف اوڑھنے والی لڑکیاں بھی اکثر شادی بیاہ جیسے موقعوں پر اِسے فراموش کئے ہوتی تھیں۔ اب ء

اپنی تعریف پہ امایہ ایک دم چونکی تھی پھر ایک دم ہنس دی۔

"تھینک یو سر! مگر میرا نہیں خیال آج کی پوری محفل میں آپ کی مسز سے زیادہ اور کوئی خوبصورت لگ رہا ہو؟۔۔۔"

اِس کی بات پہ جبریل کُھل کے ہنسا اور بھرپور نظر شفاء کے سراپے پہ ڈالی۔

"اگر میری نظر سے دیکھیں تو صرف آج ہی کیا۔ ہر روز آپ کو ان سے زیادہ خوبصورت کوئی اور نہیں لگے گا۔"

جبریل کی شوخی سے کی جانے والی تَعْرِیف پہ امایہ کا "اوہ" بلند ہوا تھا۔ جبکہ شفاء اپنی مسکراہٹ چُھپانے کے لئے جوس کا گلاس مُنہ کو لگا چکی تھی۔

جبریل کا ایسا انداز اس نے پہلی دفعہ دیکھا تھا، ورنہ زیادہ تر وہ سنجیدگی کا روپ دھاڑے ہی رہتا تھا۔

****

وہ گھر آئی تو ایک الگ ہی قیامت اس کی منتظر کھڑی تھی۔

سامنے کھڑی پھپو کو سلام کے بَعْد اس نے اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھائے تھے جب پھپو کی گرجدار آواز پہ اس کے قدم وہیں تھم گئے۔

"رُکو لڑکی۔۔۔ کہاں سے آرہی ہو رات کے اس وقت؟۔۔۔"

"کیا مطلب پھپو میں سمجھی نہیں۔" وہ الجھن کا شکار ہوئی۔

"کیوں سیدھا سا سوال سمجھ میں نہیں آتا تمہیں؟۔۔۔ کہاں سے آرہی ہو رات کے اِس پہر، وہ بھی اتنا بھن ٹھن کر بغیر میرے بھائی کی عزت کی پرواہ کئے؟۔۔۔" وہ اِسے بازو سے جھنجھوڑتے جیسے چلائی تھیں۔

اس تماشے کی آواز سن کے عزیز نیازی بھی اپنے کمرے سے باہر آئے تھے۔ اُن کو باہر سے آئے ابھی دو دن ہی ہوئے تھے۔ طبیعت کی خرابی کے باعث اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے جب باہر سے چلانے کی آواز پہ باہر کو نکلے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پھپو میں اپنی کولیگ کی شادی پہ تھی اور ڈیڈی جانتے ہیں۔" اس سوال نے امایہ کا دماغ سہی معنوں میں جھنجھلا کر رکھ دیا تھا۔ اس نے بہت حوصلے سے پھپو کو جواب دیا۔ جس پہ وہ ایک بار پھر بھڑکی تھیں۔

"جھوٹ بولتی ہو میرے ساتھ، میرے معصوم بھائی کو تو بیمار سمجھ کر پاگل بناتی رہتی ہو اب مجھے بھی بنا رہی ہو۔ اچھے سے جان گئی ہوں میں تمہیں، تم اُسی لڑکے کے ساتھ گئی کوئی تھی جو دوپہر میں تم سے ملنے آیا تھا۔"

باپ کو سامنے دیکھ کر ایسے الزام پہ امایہ کے قدموں تلے سے جان نکلی تھی۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے اپنے باپ کی جانب دیکھا۔

"آپ یہ کس قسم کا الزام لگا رہی ہیں پھپو۔۔۔ میں نہیں جانتی، آپ کس کی بات کر رہی ہیں۔ میں تو دوپہر میں گھر ہی نہیں تھی۔" اس کی آواز رندھ سی گئی۔ اُس نے عزیز نیازی کے پاس جاتے اُن کے بازو پکڑے۔

"ڈیڈی، میرا یقین کریں۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں کسی کے ساتھ نہیں تھی اور میں کسی سے بھی نہیں ملی۔ آپ چاہیں تو شفاء سے پوچھ لیں۔ وہ بھی وہیں تھی۔ ہم سب ساتھ ہی تھے۔" عزیز نیازی نے اس کی بات پہ کسی ردِ عمل کا اظہار نہ کیا تھا۔ اپنی باپ کا سپاٹ انداز دیکھ کر وہ بڑی طرح رو دی۔

"میرا یقین کریں ڈیڈی، میں ایسی بالکل نہیں ہوں۔"

اس نے روتے ہوئے باپ کو سچ بتانے کی کوشش کی مگر عزیز نیازی نے اِسے سختی سے چُپ کرا دیا۔

"بس امایہ! خاموش ہو جاؤ۔" بیٹی کو خاموش کرا کر وہ بہن کی طرف پلٹے تھے۔ "بتائیں آپا، آپ کیا کہہ رہی تھیں؟۔۔۔"

امایہ نے بے یقین نظروں سے باپ کو دیکھا۔ جس پہ اُسے پورا یقین تھا کہ پوری دُنیا بھی اُس کے خلاف ہو جائے مگر اُس کا باپ کبھی اُسے غلط نہیں سمجھے گا۔ کچن میں کھڑی ملازمہ نے ہمدردی سے امایہ کی جانب دیکھا۔ وہ جانتی تھی پھپو جھوٹ بول رہی تھی۔ وہ یہ بھی جانتی تھی اُنہیں امایہ کا وجود کسی صورت برداشت نہیں مگر یہ سب وہ اپنے صاحب کو نہیں بتا سکتی تھی کیونکہ آخر تھی تو وہ ایک ملازمہ ہی۔ کچن میں پھپو کے زور زور سے چیخنے کی آواز صاف آ رہی تھی جو کہہ رہی تھیں۔

"میں تو کب سے سمجھا رہی ہوں میرے بھائی تمہیں۔ مگر تم ہی نے کبھی میرا یقین نا کیا۔ جب پہلی دفعہ سب کی غیر موجودگی میں وہ پولیس والا اِس گھر میں آیا تھا۔ میرے کہنے پہ اُسی وقت تم نے کوئی قدم اٹھا لیا ہوتا تو آج تمہیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا اور نہ ہی یوں پانی سر کے اوپر سے گزرتا۔"

امایہ نے بے یقینی سے چہرہ اٹھایا اور جا کر پھُپو کے سامنے کھڑی ہوئی۔

"کون سا پولیس والا پھپو؟۔۔۔ اور کس کی غیر موجودگی؟۔۔۔ کچھ تو شرم کریں، کیوں مجھ پہ اتنے گھٹیا اور بے بنیاد الزام لگا رہی ہَیں۔ جب آپ جانتی ہَیں ایسا کچھ نہیں ہے تو پِھر کیوں مجھے ڈیڈی کی نظر میں گرا رہی ہیں؟۔۔۔" امایہ کا انداز انہیں ایک آنکھ نہ بھایا تھا فوراً سے بول اٹھیں۔

"بکواس کرتی ہو لڑکی! میں کتنی دفعہ پہلے بھی تمہیں تنبیہ کر چکی ہوں مگر تمہارے رنگ ڈھنگ بدلتے ہی نہیں اچھا ہوا اب میرے بھائی نے اپنی نظروں سے ہی دیکھ لیا سب کچھ۔ اب کوئی یہ تو نہیں کہے گا کہ میں جھوٹ بولتی ہوں۔"

انہوں نے عزیز نیازی کو دیکھ کر ایک اور تیر چھوڑا۔

"خدا کے لئے پھپو بس کر دیں۔ کچھ تو خدا کا خوف کریں اپنی عمر ہی کا کچھ لحاظ کر لیں۔ ایک عورت پہ جھوٹا بہتان باندھتے آپ کو خدا کا زرا خوف نہیں آ رہا۔ کیا مرنا بھول گئی ہیں آپ؟۔۔۔ قیامت کے دن اللہ کو کیا۔۔۔" اپنے کردار کو یوں سر عام تماشا بنتا دیکھ کر امایہ کا بھی صبر جواب دے گیا تھا اُس کے منہ میں جو آ رہا تھا وہ بولتی جا رہی تھی کہ عزیز نیازی کی تیز آواز نے اِسے رکنے پہ مجبور کیا۔

"بس امایہ بہت ہوا۔ اب ایک لفظ اور نہیں۔ تمہیں ایک بار سمجھ نہیں آیا تھا میں نے کیا کہا ہے۔" عزیز نیازی کی بات پہ جہاں اِن کی بہن نے اِسے دیکھ کر ہنکارا ابھرا تھا وہیں امایہ کا دل کیا تھا کہ بس اب زندگی ختم ہو جائے۔ وہ مر جائے۔ اس کی شکوہ کرتی نظروں کے نظر انداز کرتے عزیز نیازی نے کچن میں کھڑی ملازمہ کو آواز دی تھی۔

"خدیجہ! خدیجہ!۔۔۔"

ملازمہ اپنے آنسو صاف کرتے بھاگتی ہوئی باہر کو آئی۔

"جی صاحب"

"آپا کے کمرے میں جاؤ اور اُن کا سارا سامان پیک کرو۔ وہ ابھی اپنے گھر واپس جا رہی ہیں۔"

اِن کی بات پہ روتی ہوئی امایہ اور پھپو دونوں چونکی تھیں۔

اپنی بات کہہ کر عزیز نیازی آگے بڑھے اور امایہ کے سر پہ اپنا ہاتھ رکھتے اِسے اپنے ساتھ لگایا اور اپنی بہن سے نہایت مضبوط انداز میں مخاطب ہوئے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"امایہ میری۔۔۔" انہوں نے اپنے سینے پہ انگلی بجائی۔ "بیرسٹر عزیز نیازی کی بیٹی ہے۔ ابھی اِس کا باپ مر نہیں گیا جو اپنی بیٹی اِسے کسی اور کے آسرے پہ چھوڑنی پڑے۔" نہایت مضبوط اور سخت لہجے میں بولتے انہوں نے امایہ کے آنسو صاف کئے اور اس کے سر پہ بوسہ دیتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولے۔

"میری بیٹی میرا فخر ہے، میرا غرور ہے۔ میرے جینے کا سہارا ہے۔ میرا جو کچھ بھی ہے وہ سب میری بیٹی کا ہے۔ پھر میرے ہی گھر میں کھڑے ہو کر کوئی میری بیٹی پہ کیچڑ اچھالے یہ مجھے ہرگز برداشت نہیں۔"

ایک ایک لفظ پہ زور دیتے جیسے وہ آپا سے زیادہ امایہ کو اس بات کی یقین دہانی کرا رہے تھے۔ پھر وہ اپنی بہن کو دیکھتے مضبوط لہجے میں بولے۔

"جہاں تک بات ہے اُس پولیس والے کی تو ویسے تو میں آپ کو وضاحت دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا مگر آپ کہیں اور جا کر میری بیٹی پہ کیچڑ نہ اچھال سکیں اس لئے بتاتا چلوں۔ وہ پولیس والا مجھ سے ملنے آیا تھا اور میری غیر موجودگی میں بھی وہ مجھ سے ملنے ہی آیا تھا۔ ایسا ایک دفعہ ہی ہوا تھا۔ اور اس ایک دفعہ بھی امایہ نے اُس سے ملاقات میرے کہنے پہ ہی کی تھی۔"

یہ سب سن کر امایہ کو سمجھ آیا تھا کہ پھپو حسین کی بات کر رہی تھیں۔ جبکہ پھپو کا یہ سب سن کر موڈ بگڑا تھا وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی مگر عزیز نیازی نے وہیں روک دیا۔۔۔

"بس آپا! اب ایک لفظ اور نہیں، میرے پیچھے سے میری بیٹی کے ساتھ اُسی کے اپنے گھر میں جو ہوتا رہا ہے۔ میں اُس سے بھی بخوبی واقف ہوں۔ آج تک میں نے آپ کا لحاظ کیا کہ آپ میری بڑی بہن ہیں مگر شاید آپ یہ لحاظ بھول گئی تھیں۔ اِس لئے مجھے بھی اپنا لحاظ بھولنا پڑ رہا ہے۔ میری یہ بات یاد رکھیئے گا آپا۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ امایہ کو ساتھ لگائے بولے۔ جس کے آنسوؤں سے اُن کی قمیض تر ہو چکی تھی۔

"امایہ میری بیٹی ہے، میرا خون ہے، میں اِس پہ اور اپنی تربیت پہ خود سے زیادہ بھروسہ کرتا ہوں۔ میں اُن والدین جیسا ہرگز نہیں ہوں۔ جن کی اولاد کو سر بازار الزام لگا لگا کر داغدار کیا جائے اور وہ لوگوں اور خاندان والوں کی شکلیں دیکھ کر اپنی بیٹیاں قربان کر دیں یا خاموشی سادھ لیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے اگر آپ نے مجھے ایسا سمجھا تھا تو نہایت غلط سمجھا تھا۔ میں ہمیشہ سے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر مجھے انتظار تھا تو صرف اتنا کہ میری بیٹی خود کوئی سٹینڈ لے یا مجھ سے ہی شیئر کرلے مگر اِس نے کبھی آپ لوگوں کی کوئی شکایت مجھ سے نہیں لگائی نہ خود آپ لوگوں کا منہ روکا۔ اور آج اِسی وجہ سے نوبت یہاں تک آئی ہے۔" عزیز نیازی کے اتنے صاف لفظوں میں بات کرنے پہ وہ کچھ کہنے کے قابل نہ رہی تھیں۔

"اور ایک آخری بات آپا گیارہ بجے لاہور سے کراچی آخری ٹرین جاتی ہے۔ خدیجہ بیٹی آپ کی پیکنگ کر چکی ہو گی۔ پندرہ منٹ کا راستہ ہے اسٹیشن تک کا۔ وقت پر نکلیے گا تاکہ وقت پر پہنچ جائیں اگر ٹرین نکل گئی تو آپ کو بس کے دِھکے کھانے پڑیں گے۔"

ان کو پوری بات کہہ کر انہوں نے امایہ کو دیکھا۔

"چلو بیٹا کمرے میں جا کر ریسٹ کر لو فنکشن پہ تھک گئی ہو گی۔۔۔"

اونچی آواز میں اپنی حیران کھڑی بہن کو اللہ حافظ کہتے وہ امایہ کا ہاتھ تھامے کمرے کی طرف روانہ ہو گئے تھے اور جاتے ہوئے ایک آخری نظر بھی اپنی بہن پر ڈالنا گوارا نہ سمجھا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

"کتنا اور ٹائم لگے گا بیٹا؟۔۔۔"

منہاس علی حور کے پاس آئے جو اپنے کام میں مگن تھی۔

"بس تھوڑی دیر اور سر۔۔۔"

"اللہ ہمارے کام میں آسانی پیدا کرے۔"

یہ کہتے وہ جانے کے لئے پلٹے تھے جب حور کی پکار پہ ٹھہر سے گئے۔

"جی؟۔۔۔"

"وہ۔۔۔وہ کچھ نہیں۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رُکی تھی۔

"حور عین بیٹا' میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ آپ ہر بات مجھ سے کہہ سکتی ہیں۔ کسی بھی قسم کا آکورڈ فیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب بولئے آپ کیا بات ہے؟۔۔۔"

ان کی بات پہ وہ ایک دم مسکرا دی۔

"سر میرے پیرینٹس نے میری شادی فکس کر دی ہے۔"

"اوہ' تو یہ بات ہے۔" وہ مسکرا دیئے۔

"تو میں چاہ رہی تھی، میرا کام جلد از جلد ختم ہو جائے تو میں۔۔۔"

Safa-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو پھر آپ اِس سب کام کو چھوڑ سکیں۔" منہاس علی نے اُس کے آگے کے الفاظ ادا کئے۔

"جی۔۔۔ نہیں۔۔۔ میرا مطلب ہے جی۔۔۔ مگر جب تک ممکن ہوا۔ آپ لوگوں کو جب بھی میری ہیلپ کی ضرورت ہو گی میں انشاءاللہ حاضر ہو جایا کروں گی۔ مگر ابھی میں اپنے پیڑینٹس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ٹائم گزارنا چاہتی ہوں یہی وجہ ہے جو میں اِس سارے پروسیس کو جلد از جلد وائنڈ اَپ کرنا چاہ رہی ہوں۔"

حورعین کی سوچوں کی تمام گرہیں تیمور کی بیماری سے بندھی تھیں۔ یہی وجہ تھی جو ہر چیز کو جلد از جلد مکمل کرنا چاہتی تھی۔ اِس کی بات پہ منہاس علی نے اپنا ہاتھ حور کے سر پہ رکھ کر اُسے دعا دی۔

"ہمیشہ خوش رہیں اور ایک کامیاب ازدواجی زندگی بسر کریں۔"

وہ ان کی دعاؤں کی دِل سے مشکور ہوئی تھی۔

منہاس علی کا موبائل بجا تو وہ فون سنتے واپس چل گئے اور حور واپس کام میں محو ہو گئی۔

"آر یو شیور حسیب؟۔۔۔ وہ اسی مہینے کی پندرہ تاریخ کی بات کر رہا تھا۔" وہ کوئی ضروری بات کرنے لگے۔ فون بند کرنے کے بعد اب وہ ایک اور نمبر ملانے لگے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

ٹھیک ایک گھنٹے بَعد حور اُن کے پاس واپس موجود تھی۔

"کام ہو گیا؟۔۔۔"

وہ مصروف سے انداز میں اپنا کام کرتے عینک کے پیچھے سے اِسے دیکھتے بولے۔

"یس سر۔" اُس کا لہجہ کھویا کھویا سا تھا۔

"کچھ ملا کوئی ایسی چیز جو ہمارے لئے ضروری ہو۔"

اِس سوال پہ حور فوراً سے متوجہ ہوئی۔

"جی سر۔۔۔"

اُس نے ڈبی میں بند ایک ڈرائیو منہاس علی کے سامنے رکھی۔

"اس میں کچھ ایسی فائلز ہیں جو میرے خیال میں آپ کے کام آسکتی تھیں۔ انہیں میں نے اِس ڈرائیو میں کر کے باقی سب ڈرائیوز کو اچھے سے جانچ کر ڈسٹرائے کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے حسین بھائی نے بھی کچھ لنک بھیجے تھے۔ میں نے اُن لڑکیوں کا تمام پرسنل ڈیٹا انٹرنیٹ سے ختم کر دیا ہے۔ مگر یہ اب یہیں رکنے والا نہیں ہے۔ جب تک کہ لڑکا پکڑا نہیں جائیگا۔ عین ممکن ہے کہ وہ پھر سے ایسی شر پسند حرکت کرے۔"

اب اُس کا لہجہ پہلے کی نسبت مضبوط تھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بیٹا۔ ایسے کیسس میں یونہی ہوتا ہے۔ ہمارا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا ایسی بلیک میلنگ کی لامحدود شکایات سے بھرا پڑا ہے۔ مگر اس سب کے باوجود آج کی نوجوان نسل سبق حاصل نہیں کرتی اور پھر وہی غلطیاں کرتی رہتی ہے جو اس کے لئے عذاب بن جائے۔" وہ جیسے دُکھ سے بولے تھے۔ پھر اپنی عینک اتارتے اِسے پرکھتی نظروں سے دیکھتے بولے۔

"کوئی اور بات بھی ہے کیا؟۔۔۔"

"نو سر! کوئی بات بھی نہیں، جو تھی وہ میں آپ کو بتا چکی ہوں۔"

وہ اپنا لہجہ نارمل کرتے بولی۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔" انہوں نے گہرا سانس لیا۔ "اب آپ جائیں اور اپنے پیڑینٹس کو ٹائم دیں۔ مگر کل کوشش کر کے جلدی آجایئے گا کل کچھ کیسس وائنڈ اپ کرنے کا دن ہے۔"

انہوں نے اُس کے لہجے سے جو اخذ کیا اُس کا مطابق حل ڈھونڈ لیا تھا۔ اب وہ کیا جانتے تھے اِس ایک کام کو پورا کرتے کرتے حور عین تیمور فاروقی کس طوفان سے گزر کر آئی تھی۔ طوفان بھی ایسا جو آگ کا تھا۔

وہ یہاں سے سیدھا حرم فاونڈیشن آئی تھی اپنے اندر لگی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے شاید یہی ایک بہترین جگہ تھی جہاں آپس میں کھیلتے بچوں کی کھلکلاہٹیں اِس کے کانوں میں گونجتی کسی کی چیخوں اور سسکیوں کے شور کو دبا سا دیتی تھیں۔ اِس نے اپنے پھٹتے ہوئے سر کو اگنور کیا۔

اور اُس کمرے کا رخ کیا جو کبھی حریم کا آفس ہوا کرتا تھا۔ اس نے حریم کی جگہ پر بیٹھتے آنکھیں بند کیں اور سر پیچھے کو پھینک دیا۔ آج اس نے جو کچھ دیکھا تھا وہ اس کے سب پرانے زخموں کو کرید کر ہرا کر چکا تھا۔ اُس ویڈیو کو دیکھ کر اس پر کیا بیتی تھی۔ وہ صرف یہ اور اِس کا رب ہی جانتا تھا۔ کسی دوسرے پہ ٹوٹے ظلم کی داستان اور کسی بہت اپنے پہ ٹوٹے ظلم کے پہاڑ کو دیکھنے اور صفحہ ہستی سے مٹانے میں بہت فرق ہوتا ہے اور یہی فرق آج حور عین فاروقی نے جانا تھا۔

Safar ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

جس وقت سلیمان کے نمبر پہ فون آیا۔ وہ زمان مصطفیٰ کے پاس بیٹھے شایان اور ہدیٰ کی شادی کے ارینجمنٹس کے حوالے سے گفتگو کر رہے تھے۔

جیسے ہی قصرِ فاروقی سے ہاں کی خوشخبری ملی۔ سلیمان نے سب سے پہلے زمان کو یہ خوش خبری سنائی۔اِس خوشی پہ زمان بھی خوشی سے اپنے دوست کے بغلگیر ہوا اور کچن سے آتی عافیہ بیگم کو دیکھ کر مخاطب ہوئے۔

"بہت بہت مبارک ہو بھابھی جی آپ کو اور اب تو منہ میٹھا کروائیں۔ تیمور نے ہمارے ہادی کے لئے ہاں کر دی ہے۔"

کمرے میں داخل ہوتا ہادی جو ابھی ابھی گھر آیا تھا۔اِس بات کو سنتے ہی ایک لمحے کے لیے سکتے میں آیا تھا۔اُسے حور جیسی لڑکی سے اتنی جلدی ہاں کرنے کی توقع نہیں تھی۔وہ سب جانتے ایسا کیسے کر سکتی تھی بھلا۔۔۔

جہاں اس خبر نے ہر کسی کو بہت خوش کیا تھا وہاں ہدیٰ کی بھی خوشی دیکھنے لائق تھی۔ہادی کو دروازے میں ایستادہ دیکھ کر وہ گزرتے گزرتے بڑے رازدارانہ انداز میں اُس کے علم میں اضافہ کر گئی تھی۔

"بے فکر رہیں بھائی،لڑکی کہس نمبر 360 والی ہی ہے۔ آپ کی بہن نے اچھے سے کنفرم کر کے ہی ماما کے دماغ میں یہ بہترین آئیڈیا ڈالا تھا۔بس اب میری بہترین ٹریٹ مت بھولئے گا۔"

وہ شرارت سے کہتی کچن میں واپس بھاگ چکی تھی اور پیچھے کھڑا ہادی اِس کے بات کا مفہوم سمجھ کر وہیں جم کر رہ گیا۔

وہ تو بھول ہی گیا تھا۔اس گھر میں ایک جاسوس بھی آباد ہے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

وہ تیار ہو کر باہر نکلا تو زمان مصطفیٰ معمول کے مطابق ہال کمرے میں بیٹھے نیوز سن رہے تھے۔

اِدھر اُدھر کسی کی تلاش کرتے اُس نے اپنا رُخ کچن کی جانب کیا مگر کچن بھی خالی تھا۔

"مائکروویو میں تمہارے لئے ناشتہ رکھا ہے۔ گرم کر کے کھالو۔"

اندر سے آتی بابا جان کی آواز پہ وہ اون کی جانب لپکا۔

یہ ناشتہ زیان کے ہاتھوں کا تھا۔ وہ ایک نظر ڈالتے ہی بتا سکتا تھا۔ ٹرے لئے وہ باہر زمان مصطفیٰ کے پاس ہی چلا آیا۔

"آپ نے کر لیا ناشتہ بابا جان؟۔۔۔"

اکڑے ہوئے پراٹھے کا نوالہ بنا کر منہ میں ڈالتے اُس نے پوچھا۔

"ہاں زیان نے جانے سے پہلے ناشتہ کروا کر دوائی دے دی تھی۔"

ناشتے کے دوران بھی اُسے اِدھر اُدھر کچھ تلاش کرتا دیکھ کر بابا جان خود ہی بول اُٹھے۔

"اپنے کمرے میں ہے۔ رات دیر سے سوئی تھی شاید اسی لئے آنکھ نہیں کھلی میں نے بھی اٹھانا بہتر نہیں سمجھا۔ تم پہلے ناشتا کر لو پھر خود ہی دیکھ لینا۔"

"جی بابا جان، کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟۔۔۔" وہ فوراً انجان بنا۔ جس پہ زمان مصطفیٰ ٹی وی کی آواز بند کرتے اِس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"باپ ہوں بیٹا تمھارا۔ یہ فلمیں کسی اور کے ساتھ چلانا۔ اپنی ہر اولاد کی ہر ہر جنبش کو پہچانتا ہوں۔"

"وہ بابا جان میں تو بس ایسے ہی۔۔۔" وہ شرمندہ سا ہوا۔ جسے دیکھ کر زمان مصطفیٰ مزید بولے۔

"ہاں ہاں تم تو بس ایسے ہی اِدھر اُدھر اپنی ماں کی بھٹکتی روح کو تلاش کر رہے تھے۔" وہ بھی پھر زمان مصطفیٰ تھے ایسے کیسے معاف کرتے۔

"بابا آپ بھی ناں۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ خجل سا ہوا۔

"میں تو بس اسی لئے دیکھ رہا تھا کہیں ہاسپٹل سے لیٹ نہ ہو جائے۔" وہ کلائی میں بندھی گھڑی دیکھتے بولا۔

"پھر مانتے ہو ناں۔ تمہاری نظریں اپنی بیوی کو ہی ڈھونڈ رہی تھیں۔"

زمان مصطفیٰ بھی اِسے ایسے ہی چھوڑ دینے کے موڈ میں نہ تھے۔

"بابا جان مت کریں ناں تنگ یار۔"

"اچھا چلو ناشتہ کر چکے تو جاؤ اور دیکھو وہ تیار ہوئی کہ نہیں، اور اُسے یہ اکڑا ہوا پڑا اٹھا مت دینا اس کی جگہ بریڈ دے دینا۔

اُسے جانے کا کہہ کر انہوں نے واپس ٹی وی کی آواز کھولی اور خبریں سننے لگے۔

"مگر میں کیسے جاؤں؟۔۔۔"

وہ عجیب سی کشمکش کا شکار ہوتے خود سے بڑبڑایا تو زمان مصطفیٰ نے باقاعدہ چھری پکڑ لی۔

"اپنے پاؤں سے چل کر جاتے ہو یا لگاؤں تمہیں اپنی چھری۔"

ان کی بات پہ جبریل کے قدم خود بخود شفاء کے کمرے کی جانب بڑھے مگر پیچھے سے زمان مصطفیٰ کی آواز واضح اس کے کانوں میں آئی تھی۔

"باپ کے سامنے تو ایسے معصوم بنتے ہیں جیسے ابھی پیدا ہی ہوئے ہوں، جیسے باپ نہیں ان کو، کہ اندر سے کتنے پورے ہیں سب کے سب۔۔۔"

کمرے کی طرف جاتے جبریل کے چہرے پہ باپ کی بات سن کر مسکراہٹ رینگ تھی وہ اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتا دروازے کے آگے رکا۔

کھٹکھٹانے پر بھی جب اندر سے کوئی جواب موصول نا ہوا تو اُس نے ڈور ناب گھمایا جس پہ دروازہ خود بخود کھل گیا۔

یہ پہلی دفعہ تھا۔ جب وہ اس کے کمرے میں یوں آیا تھا۔ اُس نے ہچکچاتے اندر قدم رکھا۔ پورا کمرا اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ اس نے شفاء کو آواز دیتے سوئچ بورڈ کی جانب ہاتھ بڑھا کر کمرے کی لائٹ آن کی تو پورا کمرہ ایک دم روشن ہوا۔ اِس نے بیڈ کی جانب دیکھا جہاں وہ پوری بے فکری سے رضائی میں دبکی نیند کے مزے لوٹ رہی تھی جبکہ اس کے بال رضائی سے باہر نکلتے تکیے پہ پھیلے تھے۔ اُس نے گھڑی پہ وقت دیکھا۔ عموماً اِس وقت یہ دونوں ہاسپٹل کے لئے نکل چکے ہوتے تھے۔ اُسے بے فکری سے سوتا دیکھ کر اُس کا دِل کیا۔ اسے یونہی سونے دے، نہ اٹھائے، پھر دِل تو یہ بھی کیا تھا۔ چہرے سے رضائی ہٹا کر اسے نظر بھر کر دیکھ لے۔ اپنی تمام سوچوں کو ذہن سے جھٹکتے وہ اس کے سر پہ کھڑے ہوا اور اُسے آواز دی۔ ایک آواز۔۔۔ پھر دو۔۔۔ پھر تین۔۔۔ مگر اُس نے کوئی جنبش نہ کی۔ اُس نے یہی کوشش دو سے تین بار دہرائی مگر رسپانس کوئی نہ ملا۔ "توبہ یہ تو جیسے تمام گدھے گھوڑے بیچ کہ سوئی ہوئی ہو۔۔۔" زیر لب بڑبڑاتے اُس نے اب کی بار اِسے باقاعدہ طور پہ ہلا ڈالا تھا۔ جس سے رضائی کے اندر ہلکی سی حرکت ہوئی تھی اور اگلے ہی لمحے شفاء کا ٹماٹر کی طرح لال پڑتا چہرہ رضائی سے باہر نمودار ہوا۔

"شفاء اٹھ جائیں ہمیں دیر ہو چکی ہے۔" وہ فوراً سے بولا تھا مگر وہ واپس آنکھیں بند کئے سو چکی تھی۔ اب کی بار اِس کا چہرہ دیکھتے وہ چونکا تھا۔ اُس نے رضائی اُس کے چہرے سے مکمل ہٹائی۔

"شک کے عین مطابق اُس کا جِسم بخار کی شدت سے تپ رہا تھا۔ اسے سیدھا کرتے جبریل نے بخار کی حدت سے لال پڑتے اُس کے گال تھپتھپائے۔ جس پہ نڈھال سے انداز میں شفاء نے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں کھولیں۔

"ویک اَپ شفاء ویک اَپ۔" اُس نے پاس بیٹھتے شفاء کے چہرے سے بال ہٹائے جو نم تھے۔ شاید وہ رات نہا کے سوئی تھی۔ جو بال ابھی تک گیلے تھے۔ اس نے پاس پڑے پانی کی جگ سے اپنا رومال گیلا کیا اور اُس کے ماتھے پہ رکھا۔ لمحے بَعد ہی وہ رومال بُخار کی حدت سے گرم پر چکا تھا۔ گھر میں بابا جان اور شایان تھے مگر وہ انہیں تنگ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لئے اُس نے ہسپتال فون کر کے اپنے دیر سے آنے کا کہا اور شفاء کی چھٹی کا بتا کر اُس کی جگہ کسی اور ڈاکٹر کو بلانے کا کہا۔

تھوڑی دیر اور اِسی کوشش کے بعد وہ جاگی تھی۔ اسے

جاگتے رہنے کی ہدایت کرتا وہ کچن کی طرف گیا۔ جب واپس آیا تو اُس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں گرم دودھ کا گلاس اور دو سلائس پڑے تھے۔

شفاء نے زبردستی ایک سلائس کھایا تو جبریل نے اس کے آگے دودھ کا گلاس کیر دیا۔ جسے تھوڑا سا ہی پی کر اُس نے بس کر دیا تو جبریل نے بھی زیادہ زبردستی نہیں کی۔ اُس کا اصل مقصد شفاء کے معدے میں کچھ ڈالنا تھا تاکہ وہ اِسے دوائی کھلا سکے۔ دوائی کھانے کے بَعد وہ نڈھال سی ہو کر واپس لیٹ چکی تھی۔ جبکہ جبریل اِس کا مکمل جائزہ لینے لگا۔

"رات کو نہا کر سوئی تھی؟۔۔۔"

"ہوں۔۔۔" ہلکی سی آواز نکلی .

"تو صبح نہیں ہونی تھی کیا۔ جو آدھی رات کو نہانے کا شوق چڑھ گیا تھا۔" وہ زرا سا سخت ہوا۔ "بھلا اتنی سخت سردی میں رات کو نہانے کی کیا ضرورت تھی؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"رات کو نہاتی تو پھر صبح صبح نہا کر ٹھنڈ میں باہر نکل کر ہسپتال جانا پڑنا تھا۔" وہ بمشکل بولی۔ جسے جبریل نے مکمل نظر انداز کیا۔

"ایک تو رات اتنی ٹھنڈ میں نہائی پھر گیلے بالوں کو ڈرائی کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا اور اوپر سے نہلے پہ دہلا کھڑکی بھی کُھلی چھوڑ ہوئی ہے جناب نے تو پِھر یہ تو ہونا ہی تھا۔"

اب شفاء کیا کہتی اِس لئے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔

کھڑکی بند کرنے کے بَعد وہ واپس اُسی جگہ آ کر بیٹھا تھا۔ اِس کے اوپر اچھے سے رضائی دینے کے بَعد اپنا یخ بستا ہاتھ اُس کی تپتی پیشانی پہ رکھا۔

اتنے ٹھنڈے ہاتھ لگنے سے وہ کسمسائی پر کچھ کہہ نہ سکی۔ اگلے ہی لمحے وہ جھنجھلاہٹ سکون میں بدلی تھی۔

وہ واقعی اس وقت اسی چیز کی ضرورت محسوس کر رہی تھی۔ نرمی سے اس کا سر دُباتے جبریل اور شفاء دونوں کو اس چیز کو اندازہ نہ تھا کہ ایک دوسرے کو دیا یہ وقت کیسے ان کے بیچ حائل خلیج کی دیوار زائل کر چکا تھا۔ شفاء سو چکی تو اسے سوتا دیکھ کر جبریل رضائی اِس کے چہرے پر بھی اچھے سے دیتا بابا جان کو اطلاع دینے اُٹھ گیا۔ اسے ہسپتال سے دیر ہو رہی تھی۔ اِس کا جانا ضروری تھا۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * * * * * * *

"آپ لوگ کہیں جا رہے ہَیں؟۔۔۔"

وہ گھر آئی تو تیمور اور فاطمہ کو کہیں جانے کے لئے تیار دیکھ کر پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"ہاں۔۔۔ تمہیں نہیں پتا کیا؟۔۔۔" فاطمہ کو تعجب ہوا۔

"ہم لوگ سلیمان بھائی کی طرف جا رہے ہَیں۔ اُن کے بیٹے سے ملنے، رات تمہارے سامنے ہی تو بات ہوئی تھی۔"

"اچھا۔۔۔ ہوئی ہو گی، پر میں نے دھیان نہیں دیا۔"

ان سب کو تیاریوں پہ آخری نظر ڈالتی وہ کچن کی جانب بھر گئی۔

"ارے آپی آپ نہیں جائیں گی ہمارے ساتھ؟۔۔۔" وہ پانی پی رہی تھی جب مانی کچن میں آتے ہی بولا۔ "سننے میں آیا ہے۔ آپ کے ہونے والے جیجا جی کافی ہینڈسم ہَیں۔"

پانی پیتے پیتے حور کو اچھو لگا۔

"میرے جیجا جی؟۔۔۔" اپنے سینے پہ انگلی رکھتے اس نے مانی سے تصدیق چاہی۔ پھر گلاس سنک میں رکھتی وہ مانی کے پاس چلی آئی۔ اور قریب آ کر اس کے کان کھینچے۔

"پہلی بات تو یہ موٹے! کہ وہ میرے نہیں تمہارے ہونے والے جیجا ہَیں۔ اور دوسری بات یہ کہ ابھی وہ بنا نہیں ہے، اور تیسری بات یہ کہ اگر وہ ہینڈسم ہَے تو تمھاری بہن بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ حور عین نام ہے اس کا اور وہ ہے بھی بالکل حور جیسی ہی۔"

ایک ادا سے کہتی وہ کچن سے باہر نکل گئی۔ جبکہ پیچھے کھڑا مانی اسکی نکل اتارتے ہوئے اسے پیچھے سے زبان ہی چڑھا سکا۔

"بیلا پور کی ڈائن جیسی حور۔ ہونہہ۔"

* * * * * * *

سلیمان افگن کے گھر آج بہت عرصے بَعد رونق لگی تھی۔ زمان مصطفیٰ اور ان کے سب بچے بھی وہیں پائے گئے تھے۔ شفاء کی طبیعت اب پہلے کی نسبت کافی بہتر تھی۔ مگر عافیہ کا سخت دباؤ تھا کہ وہ کچن میں قدم بھی نہ رکھے۔ اِس لئے وہ سب کے ساتھ ہی لِونگ روم میں بیٹھی رہی۔ تیمور کی بہت نہ کے باوجود بھی سب کے بہت اصرار پہ ڈائریکٹ شادی کی ہی تاریخ رکھی گئی اور دِل ہی دل میں تو تیمور بھی یہی چاہتا تھا۔ انکار تو بس ایک فارمیلیٹی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اِس کی طبیعت کے پیشِ نظر ہی سلیمان نے جلدی کی تاریخ پہ زور دیا ہے۔ دونوں بہن بھائیوں کی شادی ایک ساتھ ہی رکھی گئی تھی۔

ہادی باپ کی بہت ضد پہ تھوڑی دیر کے لئے مصروفیات سے وقت نکال کر گھر آیا تھا مگر سامنے کا منظر دیکھ کر اُسے خوشگوار حیرت ہوئی۔ وہ اِن سب کی آمد سے یکسر لاعلم تھا۔

فاطمہ اپنے سامنے ہادی کو دیکھ کر ایک دم چونکی تھی جو کہ ہادی سے مخفی نہ رہ سکا۔ فاطمہ نے پریشانی سے فوراً تیمور کی جانب دیکھا۔ جو اِسی طرح پر سکون انداز میں اُس سے گلے مل رہے تھے۔

"یقین رکھو فاطمہ اِس بار ہمارا فیصلہ بہترین ہے۔" وہ فاطمہ کے پوچھنے پہ اُس کی جانب جھکتے بولے تھے

اور فاطمہ اس بات پہ کیسے نہ کہہ سکتی تھی۔

* * * * * * *

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سب سے نظر بچاتے شایان بہانہ کرتا کچن کی جانب گیا اور باہر کھڑے ہو کر اُس نے گلا کھنکارنے لگا۔ مقصد کچن میں کام کرتی ہدیٰ کو اپنی موجودگی کے بارے میں مطلع کرنا تھا۔ آواز پہ متوجہ ہوتے وہ پلٹی تھی اور اُسے دیکھتے ہی کُرسی پہ پڑا اپنا دوپٹہ اُٹھا کر اوڑھا۔

"وہ پانی چاہیئے تھا۔"

اندر داخل ہو کر اُس نے آنے کی وجہ بتائی تھی۔ ہدیٰ نے پر سکون سی ہو کر کر گلاس میں پانی ڈال کر اسے تھما دیا۔

وہ گلاس لے کر وہیں کچن میں پڑی کرسی پہ بیٹھ گیا اور پانی کا گلاس سامنے بنے میز نما شیلف پہ رکھ دیا۔

"مجھے ایک بات کرنی تھی آپ سے۔"

"جی کریں۔" وہ پلٹے بغیر ہی اپنا کام کرتے کرتے بولی۔

"Do you trust me?..."

شایان کے اِس عجیب سے سوال پہ وہ کنفیوز سی ہو کر پلٹی۔

"کیا مطلب؟۔۔۔"

"Answer huda..."

اُس نے اپنی بات پہ زور دیا۔ جس پہ ہدیٰ ہانڈی کو ڈھکتے پر سکون سی اس کی طرف پلٹی۔

"More than anything."

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اتنے واضح اور مضبوط جواب کی توقع شایان کو ہر گز نہ تھی۔ اُس نے غور سے ہدیٰ کو دیکھا جس پہ وہ واپس ہانڈی کی طرف پلٹ گئی۔

"لیکن پھر مجھے کبھی ایسا کیوں نہیں لگا؟۔۔۔"

"کیا مطلب؟۔۔۔ میں کچھ سمجھی نہیں۔" شایان کے سوال پہ ہدیٰ کا دِل چوڑی پکڑی جانے کے خوف سے دھڑکا تھا۔

"آج اتنے سال ہو گئے ہَیں ہمارے رشتے کو ہدیٰ، مگر مجھے چند ایک بار کے علاوہ ہمیشہ ہی ایسا لگا ہے کہ آپ اس رشتے سے نہ خوش ہَیں یا اس سب میں آپ کی اپنی مرضی شامل نہیں ہے۔"

ہدیٰ کو خاموش دیکھ کر وہ زرا نرمی سے گویا ہوا۔

"ہدیٰ، میں نہیں چاہتا آپ پہ کسی بھی قسِم کی زبردستی ہو۔ اس لئے آپ مجھ پہ بھروسہ کر کے مجھ سے بات کر سکتی ہیں۔" وہ چپ ہوا تو ہدیٰ کی خاموشی بھی ٹوٹی۔

"آپ ایسی بات کر کے میری انسلٹ کر رہے ہیں شایان، اور جہاں تک مجھے یاد ہے آپ یہ بات پہلے بھی مجھ سے پوچھ چکے ہَیں۔" لہجے میں شکوہ واضح تھا۔

"ہر گز نہیں، میں آپ کی انسلٹ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اور جی، میں پہلے بھی آپ سے یہ پوچھ چکا ہوں مگر آپ نے پہلے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا تھا۔ جس سے میری تسلی ہو سکتی۔۔۔"

"شایان پلیز۔" وہ اِس کی بات پہ احتجاجاً بولی۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"میں نہیں جانتی آپ کیا چاہتے ہیں یا آپ کی اس رشتے سے کیا توقعات وابستہ ہیں۔ مگر یہ رشتہ میری پوری دِلی رضامندی سے ہوا ہے اور ایک بات آپ بھی اپنے دل سے بتائیں کیا ان ماہ و سال میں آپ کو کبھی بھی ایسا محسوس نہیں ہوا کیا کہ میں اس رشتے سے بہت خوش ہوں؟۔۔۔" اس نے الٹا سوال کیا جس پہ وہ مسکرا دیا۔

"ہوا تھا، بہت بار ایسا محسوس ہوا تھا مگر پھر دوبارہ آپ کا انداز و رویہ پہلے جیسا ہو جاتا۔ اِن سب سوچوں نے مجھے الجھا کر رکھ دیا ہے۔ اسی لئے میں نے آج آپ سے تسلی سے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔"

وہ آج اِس موضوع پہ کُھل کے بات کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے کسی کو کچن کی طرف نہ آنے دینے کی ذمہ داری وہ زیان پہ لگا چکا تھا جو اب اپنی ذمہ داری کو مکمل فارموش کئے باتھروم میں بسیرا کئے ہوئے تھا۔ اور یہاں وہ ہدیٰ سے صاف صاف بات کرنے کے موڈ میں

"شایان۔۔۔" اُس کی بات کا مفہوم سمجھتے ہدیٰ نے گہرا سانس لیتے نرمی سے اِسے مخاطب کیا۔

"آپ آج تسلی بخش جواب سننا چاہتے ہیں تو سنیں۔ بے شک ہمارے رشتے کو لیکر آپ کے سب شکوے بجا ہیں مگر ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے اور ہر رشتے کا ایک لحاظ ہوتا ہے۔۔۔ ابھی تک ہم صرف ایک دوسرے سے منسوب رہے ہیں۔ اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے کسی مضبوط رشتے کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ یہ نسبت اور منگنی کوئی مضبوط رشتہ نہیں ہوتے۔ مضبوط رشتہ تو صرف ایک ہی ہوتا ہے ناں نکاح کا۔۔۔"

وہ لمحے بھر کے لئے رُکی اور چولہے پہ رکھی چائے کو نظر مارتے برنر ہلکا کرتے مزید بولی۔

Safar e ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابھی آپ کی تسلی کے لئے میں صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں شایان' کہ جب آپ مجھے محرم بن کر ملیں گے تو آپ کے سارے گلے شکوے اور تحفظات دور ہو جائیں گے مگر ابھی اِس سب کی اِجازت نہ میری تربیت مجھے دیتی ہے، نہ میرا ضمیر اور نہ ہی میرا اللہ۔۔۔"

اب وہ کھُلے الفاظ میں اپنے جزبات کا اظہار کر چکی تھی جیسے وہ اس کے زہن کو پڑھ گئی ہو۔ شایان لاجواب ہوا تھا۔ بھلا اب اُس کے کہنے کے لئے بچا ہی کیا تھا۔ اس نے دل سے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ اُسے لگا تھا جیسے اللہ نے بِن مانگے اور بن خواہش کے ہی اِس کی ہر خواہش پوری کر دی ہو۔ ایک نیک کردار بیوی کی شکل میں۔ اسے اپنے آپ پہ ایک دم ہی فخر محسوس ہوا تھا۔ وہ اپنی بات کہہ کر چولہے پہ رکھی چائے کپوں میں انڈیلنے لگی۔ جب اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا وہ بولا تھا۔

"دعا کیا کریں۔"

"کس چیز کی؟۔۔" جواب فوراً آیا تھا۔ مگر وہ پلٹی نہیں تھی اپنے کام میں مصروف رہی۔

"یہی کہ اللہ مجھے اپنے ارادوں میں مضبوط رکھے اور مجھے اتنی زندگی دے کہ میں اپنے وہ سارے خواب پورے کر سکوں جن کی تعبیر آپ کے سنگ ہی ممکن ہے۔"

اپنی بات کہتے وہ کچن سے جا چکا تھا۔ اس کے جانے کے بعد دل ہی دل میں آمین بولتے وہ پلٹی اور پھر اپنے کام میں محو ہو گئی اِس بات سے بے خبر کہ اِس دعا پہ آمین کہنے والی وہ اکیلی نہیں تھی بلکہ کوئی اور بھی تھا جو ہمیشہ ان دونوں کے لئے دعا گو رہتا تھا۔ اور جو ابھی بھی اوٹ میں چھپا اِن کی گفتگو سن رہا تھا۔

* * * * * * * * *

منہاس علی کو سینٹرل تھانے میں قدم رکھتا دیکھ کر حسین چونکتے ہوئے ادب سے اپنی جگہ پہ کھڑا ہوا۔

"سر آپ یہاں خیریت؟۔۔۔" وہ باعزت انداز میں کھڑے ہوتے بولا۔

"ارے بیٹھے رہو بیٹھے رہو۔ اور کیا میں یہاں نہیں آسکتا؟۔۔۔ اور ویسے بھی آج میں یہاں کسی آفیسر نہیں بلکہ ایک عام شہری کے طور پہ آیا ہوں۔"

منہاس علی سنجیدگی سے کہتے سامنے پڑی کُرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے اور حسین کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا جو اپنی جگہ اِن کے لئے خالی کئے کھڑا تھا۔

"مجھے تمہاری موجودگی میں ایک ایف۔ آئی۔ آر کٹوانی ہے انسپیکٹر۔" میز پہ پڑے ڈائس کو گھماتے وہ حسین سے بولے۔

"سر بھلا آپ کو کسی سے کٹوانے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" آفس بوائے سے دو کپ چائے منگواتے وہ اُن کی بات پہ ہنسا۔

"میں سنجیدہ ہوں بچے! مجھے قتل کی ایف۔ آئی۔ آر کٹوانی ہے۔ وہ بھی تمہاری موجودگی میں۔"

وہ ایک ایک لفظ پہ زور دے کر سنجیدگی سے بولے تو حسین نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کس کے قتل کی سر؟۔۔۔

"اپنی بیوی اور بیٹی کے قتل کی۔" منہاس علی کے جواب پہ وہ چونکا تھا۔ مگر منہاس علی کے تیور دیکھتے کچھ پوچھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اور پاس پڑے جرنل میں سے ایک صفحہ نکالا اور پیشہ وارانہ انداز میں بولنے۔

"مقتولین کا نام؟۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میری زوجہ رقیہ منہاس اور میری بیٹی حور عین منہاس۔" منہاس علی کا انداز سپاٹ تھا۔

"کیا آپ کو کسی پہ شک ہے۔"

"شک نہیں یقین ہے۔ میں اپنی بیوی اور بیٹی کے قتل کا مقدمہ سلطان دراب شاہ کے خلاف درج کرانا چاہتا ہوں۔"

حسین کو اس جواب کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ وہ حیران ہوا تھا اور اپنی حیرانگی چھپانے کی اس نے کوئی کوشش نہ کی تھی۔ لیکن اس جواب کے بعد وہ کچھ بول بھی نہ پایا بولتا بھی تو آخر کیا؟۔۔۔اِس لئے خاموشی سے اُن کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا اے۔ ایس۔ پی حسین احمد' میرا بیان نہیں ریکارڈ کرو گے؟۔۔۔یا اتنی بڑی پارٹی کے خلاف ایف۔ آئی۔ آر کاٹنے کا حوصلہ تم بھی نہیں رکھتے؟۔۔۔"

"نہیں۔۔۔میرا مطلب ہے۔ میں رپورٹ درج کر رہا ہوں۔"

اُس نے قلم رگڑتے لکھنا شروع کیا۔ وہ اپنی کہانی سناتے گئے وہ قلمبند کرتا گیا۔

جیسے جیسے وہ لکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں واضح حیرانی بھرتی جا رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا سامنے بیٹھے شخص کو کیا کہے۔

اُس کے ساتھ ہوئے واقعے پہ افسوس کرے یا اُس کے صبر کو سلام پیش کرے۔

* * * * * *

تیمور اور فاطمہ جانے لگے تو ہادی انہیں باہر گاڑی تک چھوڑنے آیا تھا۔ جب تیمور اِس سے مخاطب ہوئے۔

"تم خوش ہو جینٹل مین؟۔۔۔"

"الحمد اللہ سر!۔۔۔ میں خوش ہوں۔" اس نے بھی جواب اُنہی کے اندازِ میں دیا۔ تیمور کچھ لمحے تو اُس کی شکل دیکھتے رہے پھر کچھ سوچ کر بولے۔

"جب تم نے اِس رشتے کے لئے رضامندی دی تھی۔ کیا تم سب جانتے تھے؟۔۔۔"

"نہیں۔۔۔" ایک لفظی جواب تھا مگر چہرے پہ مسکراہٹ اور لہجے میں سکون واضح تھا۔

"ایک بات کہوں سر۔" جب وہ گاڑی کے پاس پہنچ گئے تو اُن کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولتے اُس نے اجازت مانگی۔ جس پہ تیمور نے ہاں میں سر ہلایا۔

"شاید میں اتنا رضامند سب جاننے سے پہلے نہیں تھا جتنا رضامند سب جاننے کے بعد ہوں۔" اس بات پہ فاطمہ اور تیمور اُس کی شکل دیکھتے رہ گئے۔ کوئی شک نہ تھا کہ وہ فرحان ہی کا خون تھا۔

"لیکن سر، پھر بھی اچھا رہے گا اگر آپ لوگ مس حور عین سے ایک بار پھر پوچھ لیں۔ کیونکہ جیسے آنٹی مجھے دیکھ کر چونکی تھیں مجھے یقین ہے آنٹی کے ساتھ ساتھ مس حور عین بھی اس بات سے لاعلم ہوں گی کہ اُن کی نسبت مجھ سے طے کی گئی ہے۔"

اس کی صاف گوئی پہ سلیمان ہنس دیا۔

"بے فکر رہو برخوردار' حور عین نے بھی تمہاری طرح دل سے ہی رضامندی دی ہے۔"

اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر کہتے وہ گاڑی میں بیٹھے۔

جبکہ ہادی شانت سا ہوتا تیمور کے کہنے پہ اندر حدید کے ساتھ موجود المان کو بلانے چلا گیا۔ہادی کے بلانے پہ المان فوراً باہر کی جانب بھاگا تھا جب کچھ یاد آنے پہ ٹھہر گیا۔

"انکل!۔۔۔"اُس کی پکار پہ ہادی نے اپنا سر پکڑا تھا۔

"اوہ میرے بھائی۔تم مجھے بھائی کیوں نہیں بول سکتے؟۔۔۔پہلے بھی تمہیں کہہ چکا ہوں ابھی تو میں جوان ہوں۔اس لئے پلیز یار بھائی بول دیا کرو یا سیدھا میرا نام ہی لے لو وہ بھی چلے گا۔"

"اوکے جینٹل مین!۔۔۔"

اُس کے سمجھداری سے کہنے پہ ہادی نے پھر سے سر پکڑ لیا۔

"اب یہ کیا ہے؟۔۔۔"

"بابا بھی تو آپ کو جینٹل مین ہی کہتے ہیں ناں۔تو میں نے سوچا میں بھی کہہ دیتا ہوں۔"

اب کی بار وہ اس کی بات پہ ہنس دیا۔

"چلو پھر اُنہیں بھی میں منع کر دوں گا کیونکہ میں gentleman نہیں ruthless man ہوں۔"

"خیر آپ جو بھی ہوں۔میں تو صرف آپ کو وارن کرنا چاہتا ہوں۔"وہ بے زاری سے بولا۔

"کس سے؟۔۔۔"جواباً ہادی ایک دم چونکا تھا۔

"اپنی بہن سے۔۔۔ کیونکہ اگر آپ روتھ لیس ہیں تو کم میری بہن بھی نہیں ہے۔ اس لئے زرا دھیان سے، اُسے غصہ مت چڑھانا۔ سر پھری سی ہے، غصہ آجائے تو جان سینا کافی میل ورژن بننے میں زرا دیر نہیں لگاتی۔"

ہادی اُس کی بات پہ ایسا ہنسا کہ ہنستا ہی رہ گیا۔ اُسے بہت شدت سے اِن دونوں بہن بھائیوں سے ہونے والی اپنی پہلی ملاقات یاد آئی تھی۔

"اچھا میں اب چلتا ہوں۔ میرا کام تھا آپ کو خبردار کرنا سو کر دیا۔ ویسے آپی دِل کی بُری نہیں ہے، اچھی ہے مگر آپ کو کوئی شروع سے خاص اچھا نہیں سمجھتی اس لئے سوچا وارن کر دوں۔ آگے آپ کی مرضی۔"

وہ اپنی بات ختم کر کے کندھے اچکاتا وہاں سے چلا گیا۔

وہ چلا تو گیا مگر ہادی کتنی ہی دیر اُسے جاتا دیکھتا رہا۔۔۔

"دونوں بہن بھائی ہی انسانوں کی عجیب قسم میں سے ہیں۔" وہ زیر لب بربرایا۔

*****

"ویسے ہادی تو بڑی ہی کوئی بڑی والی چیز ہے۔ بتا کون سا منتر پڑھ پڑھ کے انکل آنٹی پہ پھونکتا رہا ہے جو ایک دم سے پوری بازی ہی پلٹ گئی اور کسی کو کچھ پتا بھی نہیں چلا۔ کہاں تیرا رشتہ کہیں اور ہونے والا تھا اور کہاں سے ایک دم اصل ہیروئن نے اینٹری ماری۔ اور تجھ میسنے کا کسی کو کچھ پتا بھی نہ چلا۔ سب کی نظروں میں تو شریف الگ ثابت ہو گیا۔"

جبریل ہاسپٹل سے سیدھا یہاں ہی آیا تھا اور اب دونوں آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے جس کا وقت ہادی کی مصروفیات کے باعث انہیں کم ہی ملتا تھا۔

"جبریل یار سچ بتاؤں ناں تو مجھے خود ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ یہ سب سچ ہے۔ جِسے پانے کی تمنا کرنے سے بھی میرا دِل ڈرتا تھا۔ اللہ نے کیسے اس کو میرے لئے منتخب کر دیا۔ کہیں نا کہیں میرے اندر ابھی بھی یہ خوف پنپ رہا ہے جیسے یہ سب کوئی خواب ہو مجھے ڈر لگتا ہے کہ جب میں اس سے جاگوں گا تو خود کو خالی ہاتھ پاؤں گا۔"

وہ کشن گود میں رکھتے عجیب کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"ایسا نہیں سوچتے ہادی بلکہ اللہ سے بہترین گمان کرو۔ کیونکہ جیسا تم اللہ سے گمان کرو گے اُس کو اپنے حق میں ویسا ہی پاؤ گے۔"

"ہاں مجھے اللہ پہ پورا یقین ہے جو اللہ معجزے پیدا کر کے میری چاہت یوں پوری کر سکتا ہے۔ وہی اللہ میری چاہت کا دل بھی میری طرف کروا سکتا ہے۔" اس کی بات پہ جبریل مسکرا دیا۔

"جانتے ہو ہادی' اللہ اپنے بندے کے سامنے اُس کی طلب، خواہش اور قسمت رکھ کر اُسے آزماتا ہے۔ کہ اُس کا بندہ اپنی طلب اور خواہش کو حاصل کرنے کے لئے کس حد تک جائے گا؟۔۔۔ کیونکہ ہماری وہ طلب اور خواہش ہی دراصل ہماری قسمت ہوتی ہے۔ مگر یہ ہم نہیں جانتے اور اُسے حاصل کرنے کے لئے ہم حرام اور حلال کی تمیز بھول جاتے ہیں۔ جبکہ جو قسمت میں ہوتا ہے وہ مل تو جانا ہی ہوتا ہے چاہے جائز طریقہ استعمال کرو یا ناجائز۔۔۔ اللہ نے بھی یونہی تمہاری محبت کی پاکیزگی کو آزمایا ہے۔ تمہاری محبت کو تمہارے بالکل سامنے رکھ کر۔۔۔"

جبریل یہاں بہت گہری بات کر گیا تھا مگر کہہ سچ گیا تھا۔ اور بے شک اللہ اِس کے جذبوں اور نظر کی پاکیزگی سے خوب واقف تھا۔ تبھی تو اسے اس کی محبت اتنی آسانی سے عطا کر رہا تھا اب یہ محبت آسان تھی یا مشکل یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا تھا کیونکہ سب سے بڑی اور مشکل چیز جہاد بالنفس ہوتا ہے اور یہ تبھی ممکن ہوتا ہے جب انسان اپنی نظر میں حیا رکھے۔

انسان بھی بہت عجیب شے ہے جب جانتا ہے قسمت میں جو، جب، جیسے، اور جہاں لکھا ہے ویسی ہی اور اُس ہی وقت میں ملنا ہے۔ پھر بھی وہ خواہشات کے پیچھے بھاگتے ہوئے جائز و ناجائز کی حدود بھول جاتا ہے اب چاہے وہ خواہشات دنیاوی ہوں یا نفسی۔

****

25 سال پہلے:

"منہاس اب تو بابا جان کی ریٹائرمنٹ ہونے والی ہے۔ اِس کے بَعد تو آپ کو کوئی مسئلہ نہیں نا؟۔۔۔ اگر بابا جان سب کے سامنے آپ کا اپنے داماد کی حیثیت سے تعارف کروا بھی دیں تو؟۔۔۔"

رقیہ اسے بال بناتا دیکھ کر اس کے پاس چلی آئی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سہارے کھڑی ہو کر شکوہ کُناں لہجے میں بولی تو وہ ہنس دیئے۔

"یقین کرو یانہ کرو مائی ڈیئر وائف! مگر مجھے اُن کا اپنے داماد کے بجائے ایک معمولی افسر کے طور پہ بھی تعارف کرانا بُرا نہیں لگتا اور پھر یہ سب وہ میرے کہنے پہ ہی تو کر رہے ہیں پھر تمہیں بُرا نہیں ماننا چاہیے نا۔ اور ویسے بھی میں چاہتا ہوں کہ جب وہ میرا تعارف تمہارے شوہر کے حوالے سے کرائیں تو کوئی میری ترقی کو اس رشتے کے حوالے سے نہ دیکھے کہ منہاس علی نے ترقی کے لئے آئی۔جی آفتاب خیر کی اکلوتی بیٹی سے شادی کر لی کیونکہ میری محبت کو کوئی سودے کا نام دے یہ مجھے گوارہ نہیں۔۔۔ آج کل تو ویسے بھی بابا جان کا لاسٹ اور سب سے اہم کیس چل رہا ہے۔ اور کیا پتا اگر تمہارہ شوہر بھی اپنے آپرِیشَن میں کامیاب ہو جائے تو اس کی بھی پروموشن ہو جائے۔"

وہ اپنے کف لنکس بند کرتے بولے۔ تو رقیہ ناچاہتے ہوئے بھی راضی ہو گئی۔

"بڑی جلدی سمجھ گئی میری سمجھدار بیوی۔"

انہوں نے پیار سے اپنی بیوی کی گال تھپتھپائے تو وہ منہ بنا کر رہ گئی۔ پندرہ سال ہو گئے تھے ان کی شادی کو مگر منہاس کی سوچ بدلنے کا نام ہی نا لیتی تھی۔

منہاس علی اور رقیہ کالج کے زمانے ہی سے ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ پھر منہاس نے پولیس اکیڈمی جوائن کر لی اور ایسے ہی وہ پولیس فورس میں آ گیا۔ رقیہ کے والد آفتاب خیر آئی۔جی کے عہدے پہ فائض تھے۔ جب بات شادی تک آئی تو منہاس نے اُس کے والد سے ایک ریکوئسٹ کی۔ جس پہ پہلے تو آفتاب خیر راضی نہ ہوئے مگر منہاس کی خودداری کو دیکھتے اس بات کو قبول کر لیا۔ منہاس نہیں چاہتا تھا کہ اِس کی اور آفتاب خیر کی رشتہ داری کو لیکر کوئی اُلٹی سیدھی بات کرے۔ اس لئے یہ خبر اکثر لوگوں کے سامنے مخفی رکھی گئی. اور پھر ایک چھوٹی سی تقریب میں نہایت سادگی سے اِن کا نکاح پڑھا دیا گیا۔ جس میں دونوں خاندانوں کے چند دوست احباب شریک ہوئے۔ رقیہ کو رخصت کرا کے منہاس اپنے گھر لے آئے۔ ان کی شادی کو چودہ سال ہو گئے تھے مگر اِن کے گھر اولاد نہ ہوئی تھی بہت جگہ سے علاج بھی کرایا مگر سب کا یہی کہنا تھا جب اللہ کو منظور۔۔۔۔ رقیہ بچہ ایڈاپٹ کرنا چاہتی تھی مگر منہاس کا کہنا تھا جب اللہ نے اِن کو اپنی اولاد دی اور وہ اِن میں برابری نہ کر سکے تو گنہگار ٹھہرائے جائیں گے۔ وہ جانتے تھے کہنا تو آسان ہوتا ہے مگر اپنے اور پرائے میں عدل کرنا بہت مشکل۔ اور پھر ایک دن ایسا بھی آیا جب بہت سی دعاؤں اور منتوں کے بَعد اللہ نے انہیں یہ خوشخبری دے ہی دی تھی۔ منہاس اور آفتاب خیر کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ وہ دونوں پوری کوشش کرتے کے رقیہ ہر لحاظ سے خوش رہے مگر اِن پندرہ سالوں میں ایک ایسی بات بھی تھی جس پہ ہمیشہ رقیہ اور اِن کی بحث چلتی رہتی تھی اور ابھی بھی وہ اِسی بات پہ بحث کرنے کے موڈ میں تھی۔ یہ اُن کے روز کا

معمول ہوتا تھا۔ کبھی کبھی تو یہ بحث رقیہ کی جانب سے ضد بن جاتی مگر جب منہاس مناتا تو مان بھی جاتی۔ مگر یہ طے تھا کہ منہاس نے اپنی بات سے ایک انچ نہیں ہلنا ہوتا تھا۔ ابھی بھی ایسا ہی چلنا تھا مگر کچھ سوچ کر رقیہ نے بات ختم کر دی۔

"اچھا چھوڑیں یہ بتائیں آپ کی واپسی کب تک ہو گی؟۔۔۔"

"ہفتے دو ہفتے تو مجھے لگ ہی جائیں گی مگر وعدہ کرو تم اپنا بہت بہت بہت زیادہ خیال رکھو گی۔ مجھے جب بھی موقع مِلا میں ضرور فون کیا کروں گا۔ بس تم فون اپنے پاس رکھنا۔"

وہ تاکید کرتے کرتے پلٹے اور بیڈ سے اپنی ضروری چیزیں اٹھا کر بیگ میں رکھنے لگے۔

"منہاس پلیز مت جائیں ناں۔۔۔ مجھے عجیب سا خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

وہ منہاس کی شرٹ کے اوپری بٹن بند کرتے بولی۔

"ایسے نہ کہو رقیہ! اللہ نے ہمیں اتنے سالوں بَعد اور کتنی دعاؤں کے بَعد جا کر اِس خوشی سے نوازا ہے۔ بس دعا کرو خیر وعافیت کا وقت آئے۔

انہوں نے پیار سے سمجھاتے اُسے بیڈ کی پائنتی پہ بیٹھایا۔ دِل تو ان کا بھی نہیں تھا۔ ایسے میں اپنی بیوی کو چھوڑ کر جاتے مگر ڈیوٹی تو ڈیوٹی تھی۔ اور یہ آپریشن ضروری بھی بہت تھا۔

نکلنے سے پہلے انہوں نے ملازمہ کو بلایا اور رقیہ کی صحت کو لے کر سختی سے تاکید کی۔ پِھر رقیہ کی طرف پلٹے، جو اپنی طبیعت کے باعث مختلف قسِم کے وہمات کو اپنے دِل میں جگہ دیتی رہتی تھی۔

"بابا جان کو میں نے فون کر دیا تھا۔ آفس سے واپسی پہ وہ تمہیں اپنے ساتھ ہی گھر لے جائیں گے۔ ملازمہ بھی تمہارے ساتھ ہی وہاں جائے گی۔ مگر پھر بھی تم وعدہ کرو اپنی خوراک اور صحت کا اچھے سے خیال رکھو گی۔"

رقیہ کو نا چاہتے ہوئے بھی اُن کے لئے مسکرانا پڑا تھا۔ وہ انہیں گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی۔

"چلو شاباش! اب میں چلتا ہوں فی ایمان اللہ۔"

جب وہ باہر نکلنے لگے تو رقیہ نے اُن کا ہاتھ تھام لیا۔

"منہاس جلدی آیئے گا۔ ایسا نہ ہو ہماری یہ ملاقات آخری رہ جائے۔"

رقیہ کی بات پہ ایک دم اُن کے دِل کو کچھ ہوا تھا اور انہوں نے فوراً اِسے اپنے ساتھ لگایا۔

"کبھی تو اچھی بات مُنہ سے نکال لیا کرو بیگم۔ ہمیشہ دِل دہلانے والی باتیں ہی کرتی ہو۔ کیا کبھی کسی نے بتایا نہیں شوہر کو رخصت کرتے ہوئے ایسی باتیں نہیں کرتے بلکہ دل خوش کرنے والی کرتے ہیں۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں اُس کو حوصلہ دیتے بولے۔ وہ جانتے تھے رقیہ بس رونے کے قریب ہی تھی۔

" اچھا چلیں، خیر سے جائیں اور خیر سے آئیں فی ایمان اللہ!۔۔۔"

وہ پلکوں کی بار جھکائے بولی تا کہ وہ اس کے آنکھوں میں امڈتے آنسو نہ دیکھ سکیں۔

"فی ایمان اللہ۔"

جاتے جاتے ایک بار پھر انہوں نے رقیہ کو اپنے ساتھ لگایا اور ماتھے پہ بوسہ دے کر باہر نکل گئے۔ وہ جان چکے تھے اس کے انسو کب سے نکلنے کو تیار ہیں اور بس اِن کے کہنے کی دیر ہے کہ مت رو رقیہ اور پھر رقیہ کی آنکھیں کبھی نہ

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

رُکنے والا دریا گیٹ کے آگے ہی بہا دیتیں۔ وسوسے تو اِن کے دِل میں بھی بہت تھے اور شاید یہ رقیہ ہی کی فضول باتوں کا اثر تھا۔

وزیرستان آئے انہیں تین ہفتوں سے اوپر ہو چکا تھا۔ یہاں آ کر اِن کا رقیہ سے تو رابطہ نہ ہو سکتا تھا مگر بابا جان سے جب بھی ممکن ہو پاتا وہ رابطہ کر لیتے۔

پورے مہینے بَعد اُن کی واپسی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے اِنہیں پورے آپریشن کی رپورٹ اوپر جمع کرانی تھی۔ وہ کرانے کے بعد ان کا اِرادہ سیدھا رقیہ کے پاس جا کر اُسے سرپرائز دینے کا تھا۔

وہ واپسی کے سارے راستے رقیہ کو ٹرائی کرتے رہے تھے مگر فون مسلسل بند جا رہا تھا۔ اب انہوں نے بابا جان کو ملایا۔ جو دوسری ہی بیل پہ اٹھا لیا گیا۔

سلام کے فوراً بَعد اُس نے رقیہ کا حال پوچھا تو وہ ہنس دیئے۔

"مبارک ہو برخودار' اللہ نے تمہیں بیٹی کی رحمت سے نوازا ہے۔ اور رقیہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔ تین دن ہو گئے ہیں رقیہ تمہیں یہ خوشی سنانے کے لئے مچل رہی ہے۔ تم جلدی سے آ جاؤ اب۔ ہم لوگ بھی گھر کے لئے نکلنے لگے ہیں۔"

اتنی بڑی خوش خبری سُن کر اِنہیں سمجھ نہ آیا تھا وہ کیا کریں۔ کس کو زور سے گلے سے لگائے، خوشی سے رَو دے یا پھر خوشی سے جھوم اُٹھے۔ اور پھر کچھ یوں ہوا کہ اپنی انتہا کو پہنچتی خوشی پہ وہ ارد گرد کی پرواہ کئے بغیر اُسی جگہ اپنے رب کے حضور سجدہ شکر میں جُھک گئے۔

آخر خوشی کا اظہار کرنے اور خوشی کو منانے کا اس سے زیادہ بہترین طریقہ بھی کوئی اور ہوا ہے بھلا۔ جب اُس نے سجدے سے سر اُٹھایا تو اُس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ مگر خوشی و مسرت آنسوؤں سے بھیگے چہرے پہ بھی صاف واضح تھی۔

اس نے اور رقیہ نے اپنی بیٹی کا نام حور عین سوچ رکھا تھا اور اب اِسے بس ایک ہی چیز کی جلدی تھی کہ کسی طرح وہ اپنی بیوی اور اپنی ننھی سی حوروں جیسی حور عین کے پاس پہنچ جائے اور اسے اپنی بانہوں میں بھر کے خود میں بھینچ لے۔ اِس پل کا انتظار اس نے کتنی شدت سے کیا تھا۔ جب وہ اپنی بیٹی کو اپنے بازوؤں میں پہلی بار لے گا اُسے چومے گا کیا جذبات ہوں گے۔ یہ سوچ ہی منہاس علی کے اندر مسرت بھرے جزبات پیدا کر رہی تھی۔ اگر ایسے میں کوئی اِنہیں یوں مسکراتے دیکھتا تو ضرور پاگل سمجھتا۔

اِسے رقیہ کی اپنے بچے کی پلاننگ کی حوالے سے ہر بات بار بار یاد آ رہی تھی۔

"منہاس آپ کو وہ بچی یاد ہے حور عین جو کھو گئی تھی تو آپ گھر لے آئے تھے۔ پھر بخار کی وجہ سے جب ہم اسے ہسپتال لے کر گئے تو ہماری کس قدر بے عزتی ہوئی تھی۔"

اپنی بستی یاد کرتے وہ ہنس دی۔ آج کل رقیہ کو وہ بچی ویسے بھی گاہے بگاہے یاد آتی رہتی تھی۔ منہاس کو بھی وہ بچی کیسے بھول سکتی تھی۔ انہیں آج بھی اچھے سے یاد تھا۔ رقیہ کچھ ہی لمحوں میں کیسے اُس بچی سے مانوس ہو گئی تھی اور پھر اُس بچی کے ساتھ واقعہ بھی ایسا ہوا تھا جو اتنی جلدی بھولنے والا نہ تھا۔

"ہاں یاد ہے کیوں کیا ہوا؟۔۔۔ وہ لیٹے لیٹے اخبار کا صفحہ پلٹتے بولے۔

"میں سوچ رہی تھی اگر اللہ نے ہمیں بیٹی دی ناں تو ہم بھی اُس کا نام حور عین ہی رکھیں گے۔ مجھے یہ نام بہت پسند آیا تھا آپ کو کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گا نا اس سے؟۔۔۔"

وہ اپنی رو میں بولتے بولتے ایک دم منہاس سے مخاطب ہوئی۔

"نہیں بھلا مجھے کیا مسئلہ ہو گا۔ بہت پیارا نام ہے ہم یہی رکھیں گے لیکن اگر اللہ نے بیٹا دے دیا تو؟۔۔۔"

ان کی بات پہ وہ ایک دم سوچ میں پڑ گئی۔

"تو پھر اُس کا نام آپ بتائیں۔"

انہوں نے اخبار بند کر کے سائڈ پہ رکھا اور کچھ لمحے سوچنے میں لگا دئے۔ پھر اُن کی آنکھوں میں چمک سی آئی۔

"محمد کیسا رہے گا؟۔۔۔" وہ پر جوش سے بولے۔

"بہترین! ماشاء اللہ بہت پیارا نام ہے۔ اس سے پیارا تو کوئی اور نام ہو ہی نہیں سکتا۔"

اور پھر اللہ نے انہیں بیٹی دے دی۔ حور عین۔۔۔ اب بس انہیں انتظار تھا اپنی حور عین کو اپنے بازوؤں میں بھر کے اُس کے ننھے سے وجود کو محسوس کرنے کا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

تمام کام جلدی جلدی نبٹا کر وہ بابا جان کے گھر کی طرف نکل پڑے۔ گھر کا دروازہ خلاف توقع اِنہیں کھلا ملا تھا۔ جبکہ گیٹ پہ گارڈ بھی موجود نا تھا۔ انہیں حیرت تو ہوئی مگر خوشی میں حیرت کو پسِ پشت ڈالتے اندر کی جانب بڑھے۔

گھر کے اندر آ کر بھی انہیں کچھ نا کچھ عجیب محسوس ہوا تھا۔ مگر کیا؟۔۔۔ اُس پہ انہوں نے زیادہ زور ہی نا دیا اور رقیہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ کمرے میں پہنچ کر اُن کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لئے تھے۔ ہاتھوں میں موجود

پھولوں کا گلدستہ دروازے کے عین وسط میں گرا تھا۔ سامنے کا منظر دیکھ کر انہیں اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا تھا۔ انہوں نے آنکھیں میچ کر دوبارہ سے کھولیں مگر منظر پھر بھی وہی رہا بالکل نہ بدلا۔ بہت ہمت کر کے انہوں نے اپنے شکستہ قدم آگے بڑھائے تھے اور اپنا وجود گھسیٹ گھسیٹ کر زمین پہ ڈھیر ہوئے اُس خون میں لت پت وجود کے پاس پہنچے تھے۔ دوزانوں ہو کر زمین پہ بیٹھتے انہوں نے رقیہ کا سر اپنی گود پہ رکھا اور احتیاط سے اُس کے گال تھپتھپائے۔ مگر اُس کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ کتنی ہی دیر وہ اُس کے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے اُسے پیار سے جگانے کی سعی کرتے رہے اور خود بکھرتے رہے۔ پھر آخر کار انہوں نے ہمت کر کے اُس کی پوری کھُلی آنکھیں اپنے ہاتھ کے پوروں سے بند کر ڈالیں۔

نجانے کب تک اُن کی آنکھوں سے خاموش آنسوں نکل نکل کر اُس کے بے جان چہرے پہ گرتے رہے۔ وہ کتنی ہی دیر اِسی پوزیشن میں سب کچھ فراموش کئے بیٹھے رہے اور اپنی انگلیاں رقیہ کے بالوں میں چلاتے رہے۔ کچھ لمحوں بَعد اُن کے خالی ذہن میں جیسے کچھ سپارک ہوا تھا۔ انہیں نے بہت احتیاط اور نرمی سے رقیہ کا سر اپنی گود سے اُٹھا کر زمین پہ رکھا۔ اور خود اُٹھ کر بیڈ کے پاس پڑے بے بی کوٹ کے جانب بڑھے۔ اگلے منظر نے اُن کا سکتا توڑا تھا۔ انہوں نے بے جان ننھے سے وجود کو دیکھا جو اب نیلا اور سرد پڑا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے اُس ننھے سے بے جان وجود کو اپنے سینے سے لگا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔ اِس لمحے کی دعا انہوں نے کتنی شدتوں سے کی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو سینے سے لگا سکیں۔ وہ وقت ایسے آئے گا یہ تو انہوں نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔ ظالموں نے ان کی ننھی سی جان کو بھی نہ چھوڑا تھا۔ کس بے حسی کے ساتھ اُس کا سانس دبا کر اسے مارا گیا۔ وہ پولیس والے تھے۔ لمحے میں صورتحال جانچ گئے تھے۔ جب ذہن نے مزید کام کرنا شروع کیا تو وہ بابا جان کے کمرے کی جانب بھاگے۔ وہاں کا منظر بھی کچھ الگ نہ تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اُن کی مدھم مدھم سانسیں ابھی بھی چل رہی تھیں۔

ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

آفتاب خیر اور منہاس علی کے درمیان اصل رشتے کا سچ بھی اِس رشتے کے ساتھ ہی مَنوں مِٹی تلے دفن ہو گیا تھا۔ آئی۔جی کے ساتھ ہوا حادثہ کچھ دن ہر نیوز چینل کی سرخیوں کی زینت رہا۔ تحقیقات کے لئے سپیشل ٹیمیں تشکیل دی گئیں مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہ حادثہ بھی سب بھولتے گئے کہ یہ حادثہ کیسے ہوا اور یہ سب کِس نے کیا؟۔۔۔ یہ بات معمہ بن گئی۔ کبھی نہ حل ہونے والا معمہ۔۔۔ جس کے خلاف رپورٹ تو لکھی گئی، فائل بھی بنی اور ٹیم بھی تشکیل کی گئی مگر کبھی تحقیقات نہ کی گئی نہ ہی فائل کبھی کھلوائی گئی۔۔۔ اور کھلواتا بھی کون؟۔۔۔ اُن کا کوئی رشتہ تو بچا نہ تھا اور جو بچا تھا وہ کوئی جانتا نہ تھا۔

آفتاب خیر کو کومہ میں گئے ہفتہ گزر چکا تھا۔ وقت گزرنے کے بعد کوئی انہیں ہسپتال دیکھنے نہ آیا۔ آتا بھی کس کے پاس وہ تو خود آنکھ بند کئے پڑے تھے اور رشتہ دار کوئی بچا نہ تھا۔ ایک دو دن تو نیوز والوں کے ساتھ کافی لوگ اُن کو دیکھنے آتے رہے۔ جس میں منہاس علی کی موجودگی کو سب نے تیمارداری کا ہی حصہ جانا تھا۔ کچھ منہاس علی خود بھی اب بالکل نہ چاہتا تھے کہ حقیقت سامنے آئے۔ آفتاب خیر کے ملازموں سے اِسے تھوڑا بہت پتہ چلا تھا جو کہ اِس سب واقعے کے دوران کچن میں بندھے رہے تھے۔ اب منہاس علی کے اندر ایک نئی آگ لگ چکی تھی، بدلے کی آگ۔۔۔ اصل مجرم تک پہنچنے کی آگ۔۔۔ اور اصل مجرم کون ہے یہ تو آفتاب خیر ہی بتا سکتے تھے مگر وہ بتاتے تب جب انہیں ہوش آتا۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ دن بھی آ گیا جس کا خواب اِس نے اور رقیہ نے مل کر دیکھا تھا۔

منہاس کی ترقی ہو گئی۔ مگر افسوس اب اِس ترقی پہ خوش ہونے کے لئے اِس کے پاس ایک بھی وجہ باقی نہ رہی تھی۔

بابا جان کا علاج منہاس علی اپنے بھروسہ مند دوست سے کروا رہے تھے۔ علاج کا پیسہ گورنمنٹ دیا کرتی تھی مگر اس پیسے کے علاوہ اوپر کا خرچہ کون کرتا تھا یا کرتا بھی تھا یا نہیں اِس چیز کا کسی نے کبھی نوٹس نہ لیا۔

مہینے دو مہینے بَعد کی بات تھی۔ منہاس اس وقت آن ڈیوٹی تھا جب اسے اپنے ڈاکٹر دوست کا فون آیا۔

باباجان قومہ سے باہر آ چکے تھے۔ اِس تمام عرصے میں یہ پہلی خبر تھی۔ جس نے اِسے اپنے زندہ ہونے کا احساس دلایا تھا۔ وہ ڈیوٹی سے فارغ ہوتے ہی ہسپتال گیا تھا۔ باباجان کو ہوش تو آ چکا تھا مگر وہ کچھ بول نہ سکتے تھے۔ نہ ہی کوئی رسپانس دے سکتے تھے۔ وہ بالکل ایک ڈِمی بن کر رہ گئے تھے۔ ڈاکٹر کے مطابق کسی بھی قومہ سے اُٹھے ہوئے مریض کی حالت نارملی یہی ہوتی ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہتری آتی جاتی ہے۔ آہستہ آہستہ مریض کے جِسَم کے اعضاء جاگنا شروع کرتے ہَیں۔ پِھر جا کر اِسے دُنیا کی سمجھ بوجھ آتی ہے لیکن اکثر ایسے مریض کے جِسَم کا کوئی نا کوئی حصہ مسلسل ایک لمبے عرصے کے لئے قومہ میں رہنے سے مفلوج ہو جاتا ہے اور اس کا پتا اس وقت ہی صحیح سے چلتا ہے۔ جب مریض معمول کی زندگی کی طرف واپس آتا ہے۔

اِن کے ہوش میں آنے کی خبر کو منہاس علی کے کہنے پہ راز ہی رکھا گیا تھا۔

جب سب لوگوں کو آفتاب خیر نامی شخص بھول گیا تو منہاس علی اپنے دوست کو کچھ ضروری ہدایت دے کر انہیں گھر لے آئے۔

وقت گزرتا گیا اور آفتاب خیر کی حالت میں بھی ہلکی پھلکی بہتری آنے لگی۔ اس وقت بھی وہ اِن کے پاس بیٹھے انہیں دلیہ کِھلا رہا تھا جب اس کا سیل فون بجا۔ وہ باباجان کو ایک منٹ کہتا اُن کے سامنے سے اٹھا۔ مگر باباجان نے کوئی رسپانس نہ دیا بس خالی نظروں سے اسے دور جاتا دیکھتے رہے۔

"کیسے دِکھتے تھے وہ لوگ؟۔۔۔"

نظروں کا رُخ بابا جان کی جانب کئے اس نے اپنے اُسی دوست ڈاکٹر سے پوچھا۔ جو اُسے کچھ مشکوک لوگوں کا بتا رہا تھا۔ جو ہسپتال میں آفتاب خیر کے متعلق دریافت کر رہے تھے۔

"تم نے کیا کہا؟۔۔۔" انہوں نے پوچھا۔

"وہی جو تم نے کہا تھا کہ اُن کی باڈی میڈیکل سٹوڈنٹ کو تجربے کے لئے دے دی گئی تھی۔۔۔۔ مگر شروع میں وہ مطمئن نہیں لگ رہے تھے پھر میں نے وہ جعلی ڈیتھ سرٹیفکیٹ اور کچھ جعلی کاغذات دکھا کر اُن کی تسلی کرا دی۔"

"اچھا کیا جو دِکھا دیا۔ اب ایک کام کرو ہسپتال کے ریکارڈ میں بھی یہی اسٹیٹمنٹ ڈال دو باقی معاملات میں دیکھ لوں گا۔"

فون بند کرتے وہ سوچ میں گُم تھے۔

یقیناً یہ وہی لوگ تھے۔ جن کا اِس سب کے پیچھے ہاتھ تھا۔

گھر آنے کے بَعد آفتاب خیر کی ریکوری میں کافی تیزی آئی تھی۔ اب وہ تھوڑے بہت اشارے کر کے اپنی بات سمجھا دیتے تھے۔ مگر اپنی ٹانگوں کو کوئی حرکت نہ دے پا رہے تھے۔ وقت اپنی رفتار کے مطابق گزرتا گیا۔ اُن کی طبیعت میں مزید بہتری ہوتی گئی مگر وہ اپنی ٹانگوں کو حرکت دینے سے قاصر رہے۔

وہ منہاس کو سب بتا چکے تھے۔ منہاس کے اندر بھڑکتے شعلوں میں مزید اُبال آیا تھا۔ اِن دونوں کے غم سانجھے تھے۔ دونوں نے ہی اپنے رشتے کھوئے تھے۔ دونوں نے اپنی اولاد کو کھویا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا منہاس نے اولاد کے ساتھ بیوی کو کھویا تھا اور آفتاب خیر نے اولاد کے ساتھ اولاد کی اولاد کو۔۔۔ مگر اب وہ اپنا بیٹا نہیں کھونا چاہتے تھے۔ اِس لئے انہوں نے منہاس کو اُن لوگوں کے خلاف کسی بھی قسم کی پیش رفت سے روک دیا۔

ماضی کے سفر میں منہاس علی بہت دور نکل آئے تھے۔ اتنے کہ انہیں بابا جان کی آواز بھی نہ سنائی دی۔

باباجان نے اِن کے ہاتھ پہ اپنے جھُرّیوں سے بھرے بوڑھے ہاتھ کا دباؤ ڈالا تو وہ ایک دم حال میں لوٹے۔

" باباجان آپ! آپ کو کوئی کام تھا تو مجھے بُلا لیا ہوتا۔"

تاریک کمرے میں جلتی انگھیٹی کی روشنی میں بھی منہاس علی کے چہرے پہ موجود نمی وہ واضح دیکھ سکتے تھے۔

آفتاب خیر جانتے تھے آج وہ ماضی کے کس راز سے پردہ چاک کر کے آیا ہے۔ آج وہ اُس رِشتے کو دُنیا کے سامنے کھول کر آیا تھا جو کب کا مر چکا تھا۔ جس راز کے کُھلنے کا انتظار اُن کی بیٹی نے کتنی شدت سے کیا تھا۔ جو اُس کی بہت سی خواہشات میں سے ایک تھا۔ اور تو اور وہ آج اُس کام کو بھی انجام دے کر آیا تھا جو کبھی انہوں نے کرنا تھا۔ اور جسے کرنے کی پاداش میں ظالم درندوں نے ان کی بیٹی اور ننھی سی نواسی کو بے حسی کی انتہا کرتے ہوئے موت کے گھاٹ اُتارا تھا۔

* * * * * * * * *

آج بہت عرصے بَعد وہ جوگنگ کے لئے جلال پارک (ریس کورس) آیا تھا۔ تمام وقت میں اُس کی نظر ایک ہی چہرے کو تلاش کرتی رہی تھی مگر وہ چہرہ اِسے کہیں نظر نہ آیا۔

اُسے دیکھنے کی خواہش جھٹک کر وہ ایکسر سائز میں مشغول ہو گیا۔ پولیس فورس جوائن کرنے بعد سے یہ اس کا معمول تھا چاہے وہ کتنا بھی مصروف کیوں نہ ہوتا مگر اپنی مارننگ روٹین میں اس نے کبھی چُھٹی آنے نہ دی تھی۔ البتہ اپنی جگہیں وہ اکثر بدلتا رہتا تھا۔

اس وقت بھی وہ ایکسر سائز میں ہی محو تھا جب اسے اپنے قریب سے ایک نسوانی آواز آئی۔ اِس ایک آواز کو وہ مِنٹ کے ہزارویں حصے میں بھی پہچان سکتا تھا۔

آواز سن کر وہ ایک ہی جست میں سیدھا ہوا۔ حور عین جو ٹریک سوٹ میں موجود اپنے کندھوں پہ چھوٹا سا تولیہ ڈالے، ہاتھ میں پانی کی بوتل تھامے اس کے پاس ہی کھڑی تھی اُس کے یکدم سیدھا ہونے پہ پُھرتی سے پیچھے ہوئی۔

"ارے آپ یہاں؟۔۔۔" وہ خوشگوار حیرت لئے بولا۔

"جی میں تو روز ہی اس وقت یہاں ہوتی ہوں۔ البتہ آپ آج یہاں کیسے؟۔۔۔"

وہ اتنی سردی میں بھی چہرے سے پھوٹتے پسینے کے قطرے تولیے صاف کرتے بولی۔

"اچھا ویسے مجھے نہیں پتا تھا آپ کے اندر مارننگ واک جیسی گڈ کوالٹی بھی پائی جاتی ہے۔" اُس کو سوال کو یکسر نظر انداز کرتے وہ حیرت زدہ ہو کر بولا۔

اب وہ دونوں ساتھ ساتھ ہی چل رہے تھے۔ اِن کا رخ سامنے نظر آتے ایک بنچ کی جانب تھا۔

"خیر کوالٹیز کی تو بات ہی نہ کریں وہ تو میرے اندر ایسی ایسی ہَیں کہ بندہ دیکھ کر حیران رہ جائے۔" انداز شاہانہ تھا۔ جواباً ہادی ہنس دیا۔

"اِس میں تو واقعی کچھ شک نہیں۔" ہادی نے دل سے اعتراف کیا۔

"ویسے میں نے سنا ہے آپ کی شادی ہو رہی ہے۔"

ہادی کو رشتے کے بعد بھی حور کے اس انداز نے حیران کیا تھا جو ہمیشہ کی طرح نارمل تھا۔ مگر سامنے کوئی اور نہیں حور عین فاروقی تھی جس سے کسی بھی چیز کی تَوَقُّع کی جا سکتی تھی۔ اپنی اسی الجھن کا حل سوچتے ہوئے اُس نے ہوا میں تیر چھوڑا تھا اور وہ مکمل نشانے پہ بھی لگا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی الحمد اللہ میری شادی ہو رہی ہے۔ آپ کو یہ ضرور سر منہاس نے بتایا ہو گا۔"

جواب میں کچھ لمحوں کے لئے ہادی کچھ کہنے کے قابل نہ رہا تھا یعنی وہ واقعی نہیں جانتی تھی کہ ہادی کون ہے۔

"اوہ! ڈیٹس گریٹ۔۔۔ بہت بہت مبارک ہو مس حور۔۔۔ تو پھر کیا آپ ہمیں بلائیں گی اپنی شادی پہ؟۔۔۔" اب اس نے بات کو مزاح کا رنگ دیا۔

"جی ضرور! اگر آپ سلامی بھاری دینے کا وعدہ کریں تو کیوں نہیں۔"

"اُس کی تو پھر آپ فکر ہی نہ کریں کیونکہ سلامی تو پھر آپ کو ایسی ملے گی کہ آپ دیکھتی رہ جائینگی۔" وہ محفوظ ہوتے بولا۔

"چلیں پھر ڈن کرتے ہیں۔ میں آپ کو انویٹیشن دوں گی اور آپ مجھے سلامی۔" ہادی اس کی بات اور انداز پہ آگے کی سوچتا ہنس دیا۔ "ڈن۔"

"ویسے کیا نام اور کام ہیں آپ کے گروم ٹوبی کے؟۔۔۔"

ہادی نے سنبھل کر پوچھا۔ اِس سوال پہ حور کترا سی گئی تھی اور ہادی اُس کا نظر چُرانا واضح نوٹس بھی کر چکا تھا۔

"کیا اِتنا خوفناک تعارف ہے۔ آپ کے اُن کا جو آپ بتاتے ہوئے ایسے ہچکچا رہی ہیں۔"

اب وہ اِس کی سچوئیشن سے مکمل حظ اٹھا رہا تھا۔ توقع کے عین مطابق حور عین کے تیور بگڑے تھے جس پہ اپنی مسکراہٹ روکتے ہادی نے پانی کی بوتل منہ سے لگائی۔

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہادی نام ہے اُن کا۔ ہادی سلیمان۔ اینڈ ہی از اے بزنس مین۔"

بوتل اونچی کر کے پانی پیتے ہادی کو ایک دم اچھو لگا۔ وہ بوتل سائیڈ پہ کرتے کُھل کر ہنسا اور ہنستا ہی چلا گیا۔ اپنا تعارف اِس انداز میں اُس نے آج پہلی بار سنا تھا۔ یعنی وہ سو فیصد نہیں جانتی تھی کہ سامنے بیٹھا انسان ہی اِس کا ہونے والا شوہر ہے۔

"اِس میں ہنسنا کدھر تھا بھلا۔" اب وہ واپس اپنے اَزلی سڑے انداز میں بولی تو ہادی نے بھی اپنی ہنسی کو کنٹرول میں کیا۔

"سوری۔۔۔" اُس نے اپنا لہجہ مکمل سنجیدہ کرنے کی کوشش کی۔

"ویسے دھیان سے میرے جیسے دو نمبر آدمی کے نام کی طرح کہیں آپ کے اُن کے کام بھی دو نمبر نہ نکل آئیں۔"

اب وہ مکمل اِس کی جانب متوجہ تھا جو اس کی بات پہ چڑ کر بول رہی تھی۔

"بے فکر رہیں ایس۔ پی صاحب' نام سے کیا ہوتا ہے۔ دنیا میں ایک نام کے کڑوروں لوگ پائے جاتے ہیں مگر پھر بھی آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے۔ نہ تو ان کے کام دو نمبر ہَیں اور نہ ہی شوق کم از کم وہ آپ کی طرح دو نمبر گیٹ۔ اپ بنا کر اِدھر اُدھر نہیں پھرتے اور نہ ہی دو نمبر لوگوں کی طرح دوسروں کی پرسنل پراپرٹی میں تالے توڑ کر گھستے ہیں۔" اُس نے اپنی طرف سے اگلے پچھلے حساب پورے کئے تھے۔ جس پہ مقابل کے لئے اپنے تاثرات کو قابو میں کرنا قابو سے باہر ہو رہا تھا۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"چلیں آپ کہتی ہَیں تو یقین کر ہی لیتے ہیں کہ آپ کے وہ۔۔۔ کیا بھلا سا نام بتایا تھا آپ نے۔۔۔" اُس نے ذہن پہ زور ڈالنے کی اداکاری کی۔

"ہاں۔۔۔ ہادی سلیمان۔۔۔ تو یہ کہ مسٹر ہادی سلیمان بہت عظیم انسان ہیں۔ جو خود کوئی دو نمبر کام نہیں کرتے کیونکہ اُن کے پاس دو نمبر کام کرنے کے لئے ایک اِسکل فل قسِم کی عظیم ہیکر جو موجود ہے۔ جو لوگوں کو بتائے بغیر اُن کے

تالے توڑ کر پرسنل ڈیٹا میں گُھس بھی جاتی ہے اور اُن کی جاگیر پہ خاموشی سے قبضہ جما کر اُن کی پرسنل باتیں بھی سنتی جانتی رہتی ہے۔" اخیر میں ہادی کا لہجہ شرارتی ہوا تھا۔ اِس سے پہلے کہ حور عین ہاتھ میں تھامی بوتل سے اُس کا سر پھاڑتی۔ وہ اللہ حافظ کہتا بھاگ چکا تھا۔ اور وہ پیچھے بیٹھی دانت کچکچاتی رہ گئی تھی۔

"یہ دو نمبر انسپکٹر آخر سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو پھنے خان کہیں کا۔"

******

"سر پولیس کی ریڈ پڑی ہے۔ وہ زبردستی اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔"

دراب شاہ کا ماتحت بوکھلائے انداز میں کمرے میں داخل ہوا۔ اور اندر موجود مہمانوں کا خیال کر کے دراب شاہ کے کان میں سرگوشی کی۔ سرگوشی کے باوجود آواز کمرے میں موجود ہر شخص کی سماعت سے گزری تھی۔

سامنے بیٹھے شیخ نے سوالیہ انداز میں اپنے ساتھ بیٹھے بندے کو دیکھا جس پہ ساتھ بیٹھا شخص شیخ کے کان کے قریب کِھسکا اور ہولے سے عربی میں کچھ کہنے لگا۔ دوسری زبان سے واقفیت نہ رکھنے کے باوجود دُراب شاہ سمجھ چکا تھا کہ اُس آدمی نے شیخ کو پولیس کی موجودگی کا ہی بتایا ہے۔ پریشانی کے باعث دراب شاہ کے چہرے پہ اِس لمحے ایک رنگ آ رہا تھا تو ایک جا رہا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ما کل ھذا السلطان دراب شاہ؟۔۔۔"

(یہ سب کیا ہے سلطان دراب شاہ؟....)

شیخ اپنے آدمی کی بات سنتا ایک دم کھڑے ہوتے غصے سے دھاڑا۔

اِس سے پہلے کہ دُراب شاہ کوئی جواب دیتا دروازہ ایک دھاڑ سے کُھلا تھا۔ وردی پہنے بہت سے سپاہی اپنی اپنی بندوقوں کا نشانہ باندھے الرٹ انداز میں کمرے میں داخل ہوئے اور چاروں اطراف سے کمرے کو اپنے گھیرے میں لیا۔

دُراب شاہ سمیت کمرے میں بیٹھا ہر شخص اس افتاد پہ بوکھلایا تھا۔ جس کا اندازہ اُن کے چہروں کی اُڑی رنگت دیکھ بخوبی لگایا جا سکتا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟۔۔۔ تم لوگوں کی ہمت کیسی ہوئی یہاں تک آنے کی؟۔۔۔ گارڈز۔۔۔ سکیورٹی۔۔۔ کہاں مر گئے ہو سب کے سب؟۔۔۔"

اپنی جگہ سے اٹھتے وہ غیظ و غضب سے گرجا۔

"ہمت کی بات نہ کریں شاہ صاحب!۔۔۔ ورنہ قانون کی ہمت کا اندازہ لگاتے' آپ کی عمر ڈھل جائے گی مگر ہمت کو پھر بھی نہ جانچ سکیں گے۔۔۔"

آواز پہ اس نے دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے فُل یونیفارم میں ملبوس حُسین ایک ہاتھ میں ہتھکڑی اور دوسرے میں خاکی لفافہ (جس میں کورٹ کا نوٹس تھا) تھامے کمرے میں داخل ہوا۔ اور اس مے سامنے آتے ایک ہاتھ سے خاکی لفافہ اِسے تھمایا اور دوسرے سے ہتھکڑی اِس کے سامنے کی۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب آپ خود چل کر جانا پسند کریں گے یا پھر میں اپنا طریقہ اپناؤں۔" آنکھ سے ہتھکڑی کی جانب اشارہ کرتے وہ گویا ہوا۔

آج حسین کی آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک تھی۔ جبکہ سلطان دُراب شاہ کی آنکھوں میں الگ ہی خوف۔۔۔ کاش ہادی اِس کی بوکھلاہٹ اور خوف اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا۔ حسین نے بے اِختیار سوچا۔

*****

"یہ لو۔۔۔"

"یہ کیا ہے؟۔۔۔"

اِس نے خاکی لفافہ ہادی کے ہاتھ میں تھمایا تو وہ اچھنبے سے بولا۔

"یہ اُس محنت کا پھل ہے، جس پھل کا درخت ہم نے اپنی دن رات کے خون پسینے سے بویا تھا مگر اتنی محنت کے باوجود اِس درخت پہ پھل اُگنا ہمیں ایک خواب سا لگتا تھا اور آج جب یہ پھل اُگ گیا ہے تو میں چاہتا ہوں اِس خواب کی تعبیر کو پورا تم کرو۔۔۔"

حسین کی بات پہ ہادی نے محبت سے اسے دیکھا۔ اِس لفافے میں وہ نوٹس تھا جو اِن کے خواب کو تکمیل کی راہ پہ لے جانے کے لئے پہلی سیڑھی تھا۔ اور اس پہلی اور مضبوط سیڑھی کو حاصل کرنے کے لئے جتنی محنت انہوں نے کی تھی، شاید ہی کسی اور چیز کو حاصل کرنے کے لئے کی ہو۔ حسین کے مطابق تو اتنا کچھ انہیں، اس سِروس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بھی نہیں کرنا پڑا تھا جتنا کچھ اِس کیس کے لئے کرنا پڑا تھا۔ یہ ایک انتہائی نازک اور پیچیدہ کیس تھا۔ جس پہ کام کرنا دشمن کے طرف سے بچھائے گئے کانٹوں بھری راہ پہ چلنے کے مترادف تھا، جہاں ہر طرف کانٹے ہی کانٹے تھے اور اندھیری رات میں بہت ہوشیاری سے بغیر کسی آہٹ کے اُس کانٹوں بھری راہ کو عبور کرنا تھا اور وہ بھی ایسے کہ دامن بھی بچ جائے اور راستہ بھی عبور ہو جائے۔

اِس نوٹس کو دیکھ کر اس کے چہرے پہ پر سکون مسکراہٹ بکھری تھی۔ ہادی نے ایک نظر پھر حسین پہ ڈالی اور وہ لفافہ واپس اِسی کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"مگر مجھے اچھا لگے گا اگر یہ نیک کام تم کرو۔ کیونکہ یہ صرف میرا نہیں، یہ ہمارا کیس ہے حسین' اِس کو تکمیل تک پہنچانے میں مجھ سے کئی زیادہ محنت تمہاری ہے اور صرف محنت ہی نہیں یہ ایف۔ آئی۔ آر بھی تمہاری موجودگی میں درج کرائی گئی ہے۔"

"پھر ہم دونوں ساتھ میں چلتے ہیں۔"

"ضرور چلتے ساتھ میں۔۔۔ مگر اِس وقت تمہارا سلطان کے دربار اور میرا کسی اور کے دربار پہ جانا زیادہ ضروری ہے۔ انشاءاللہ اگلی دفعہ سلطان کے سر پر بجلی میں ہی گراؤں گا لیکن اس بار گرانے کی باری تمہاری۔۔۔"

حسین کے شانے پہ ہاتھ رکھے وہ بہت آرام سے کہہ رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد ہادی نے آسمان کی جانب نظر اُٹھا کر دیکھا۔

لوگوں کے دَر پہ جا کر اُن کو گھسیٹ کر قانون کے حوالے کرنے تو ہم اکثر ہی جاتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی خود کی ذات کو گھسیٹ کر رب کے دَر پہ لے جا کر اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینا سب سے زیادہ سکون دیتا ہے۔

اس نے مقام پہ پہنچتے اگنیشن سے چابی نکالی اور تھکے ہوئے انداز میں گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر قدم رکھا۔

اپنی آنکھوں کو کالے شیشوں والی عینک سے آزاد کر کے اُس نے سامنے دیکھا جہاں روح کو سکون بخشنے والا منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ ارد گرد سے بیگانہ ہو کر اس نے قدم مغلیہ سلطنت کی بنی اس قدیم مسجد کی جانب بڑھائے۔ اِس جگہ اور فضا میں کوئی الگ ہی کشش تھی جو اسے اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔

بادشاہی مسجد اندرون لاہور (والِڈ سٹی آف لاہور) میں واقعہ پاکستان کی وہ مسجد تھی۔ جو کسی بھی تعارف کی محتاج نہیں۔ دُنیا بھر سے ہر مزہب کے لوگ خصوصاً اس مسجد کو دیکھنے یہاں تک آتے تھے۔ یہ مغلیہ طرز کی بنائی گئی مسجد تھی جسے مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر نے 1674ء میں تعمیر کرایا تھا۔ یہ مسجد 313 سال تک دُنیا کی سب سے بڑی مسجد کہلاتی رہی۔ سننے میں آتا ہے 1799ء میں جب رنجیت سنگھ نے لاہور پہ قبضہ کیا تو یہ اس کی فوج کی پناہ گاہ بن گئی تھی اور ساتھ میں اُن کے گھوڑوں کو بھی اسی مسجد میں باندھا جاتا تھا۔ پھر جب پاکستان بنا تو مسلمانوں نے واپس اِس مسجد کی دیکھ بھال کا ذِمہ اٹھالیا اور اِس کی مُرمت کروا کے اِس کی حالت بہتر کی۔ لیکن باوجود اس کے، یہ مسجد آج بھی اتنی دلکش ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھ کو اپنے ساتھ باندھ کر خیرہ کر دیتی۔ اِس کے رُوح پَرور مناظر انسانی نظر کو ایسے باندھتے ہیں کہ جو بھی دیکھتا لمحوں کے لئے اسی میں کھو جاتا۔ اِس کی قدیم خوبصورتی اور دیواروں پہ بنے نفیس نقش و نگار کو دیکھ کر سب اِس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ پاتے۔

ہادی نے نظر اٹھا کے گنبد کی جانب دیکھا۔ جس کے ارد گرد خوبصورت سفید کبوتر اللہ کے نام کی تسبیح کرتے بہت خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے۔ اور اِس منظر کو بہت سے سیاح اپنے کیمروں کی آنکھ میں ہمیشہ کے لئے قید کر رہے تھے۔ مسجد کے کُشادہ صحن میں لوگوں کی بڑی تعداد اِدھر سے اُدھر چہل قدمی کر رہی تھی۔ کہیں نکاح کا فوٹو شوٹ چل رہا تھا، تو کہیں شلوار قمیض پہنے مولوی حضرات کھڑے دینی و دنیاوی مسئلوں کا حل تلاشنے میں مصروف تھے تو کہیں کالج اور یونیورسٹی کے منچلے طلبہ مسجد کی تعظیم کا لحاظ رکھتے ہوئے ٹولیوں کی صورت میں کھڑے ایک دوسرے سے مختلف انداز میں تصویریں اتروا رہے تھے۔ نیز یہ جگہ کہنے کو تو نماز پڑھنے کی جگہ تھی مگر بیک وقت یہ دین، دنیا اور اپنے لوگوں کی ثقافت ہر چیز کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھی۔

ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان سب کو اپنی زندگی میں مست دیکھتے ہادی نے ایک گہرا سانس لیتے وہاں کی تازہ ہوا کو سانس کے زریعے اپنے اندر اتارا اور سامنے لگے نلکوں میں سے ایک نلکے سے وضو کرنے لگا۔ یہاں کے ٹھنڈے پانی میں بھی ایک الگ ہی ذائقہ تھا یا پھر اِسے ایسا محسوس ہوا تھا۔

اندرون شہر لاہور اور باقی کے پورے شہر لاہور میں بہت فرق تھا۔ اندرون شہر میں آکر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے شہر لاہور کی ساری رونق اسی جگہ آکر بس گئی ہو اور جو بچا کُچا ہو وہ باقی کے شہر کو مل گیا ہو۔ حتی کے یہاں آکر تو پرندے بھی بہت پر سکون محسوس ہوتے تھے۔ جن کے چہچانے کی آوازیں، اللہ ہو اور حق ہو کہہ کر اللہ کی تسبیح کرتے کبوتروں کی گونج ماحول میں الگ ہی تاثر پیش کر رہی تھی۔ یہاں آکر اسے پتا چلا تھا کہ لاہور کو زندہ دلان شہر لاہور صرف اسی جگہ کی وجہ سے کہا جاتا ہے ورنہ باقی کا پورا لاہور اور لاہور میں رہنے والے لوگ بظاہر دیکھنے میں زندہ اور اندر سے مردہ ہی ہو چکے تھے۔ کچھ لوگوں کے مطابق اس رونق کی ایک خاص وجہ اس جگہ کا داتا کی نگری ہونا بھی تھا۔

نماز ادا کرنے کے بعد اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اسے بہت کچھ یاد آیا۔ عبد الہادی کے قدم آج یہاں ایک زمانے بَعد پڑے تھے، بہت کچھ بدلا تھا' بہت کچھ۔۔۔ اور شاید بہت کچھ کے ساتھ وہ خود بھی بدل گیا تھا۔ کہنے کو تو اُس کا گزر یہاں سے بہت بار ہوا تھا مگر اندر وہ آج آیا تھا۔ اُس کو اچھے سے یاد تھا اُس کا پہلی اور آخری بار اِس مسجد میں آنا۔

پہلی بار وہ جبریل' یاور اور فرحان کے ساتھ آیا تھا۔ جب ان تینوں کی ضد کے آگے ہار مانتے ہوئے فرحان انہیں لاہور کے تاریخی مقامات دکھانے یہاں لے آیا تھا۔ یہ علاقہ اُس کا پسندیدہ تھا۔ یہی وجہ تھی جو اُس نے اپنا افگن فاؤنڈیشن نامی اولڈ ہاوس بھی یہیں قریب میں بنوایا تھا اور اب۔۔۔ اب سب ختم ہو گیا تھا یا یہ کہنا زیادہ بہتر ہے سب

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

ختم کر دیا گیا تھا۔ اس نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ اس کی آنکھوں کے آگے وہ پرانے دن کسی فلم کی طرح چل پڑے تھے۔

"چاچو یہ اولڈ ہاوس کیا ہوتا ہے؟۔۔۔ اور یہ سب لوگ اِدھر کیوں رہتے ہیں اپنے گھر کیوں نہیں جاتے۔"

وہ ایک دن فرحان کے ساتھ اِس کے آفیس آیا تھا اور لوگوں کو یہاں رہتا دیکھ کر اِس نے بے اختیار سوال کیا۔

لمحے بھر کے لئے فرحان نے دماغ پہ زور ڈالا جیسے کچھ سوچ رہا ہو کہ اِس کا کیا مطلب ایک چھوٹے بچے کو بتایا جائے پھر ایک مسکراہٹ کے ساتھ جُھک کر اِس کے قد کے قریب ہوا۔

"بیٹا اولڈ ہاوس وہ ہوتا ہے جہاں بہت ساری بلیسنگز (blessings) آباد ہوں۔"

"تو پھر بلیسنگ کی جگہ یہ اتنے زیادہ انکل اور آنٹی یہاں کیوں رہتے ہیں؟۔۔۔ اپنے گھر کیوں نہیں جاتے؟۔۔۔" اِس کے اگلے سوال پہ فرحان نے کُرسی پہ بیٹھتے اِسے اپنی ٹانگوں پر بٹھایا اور اِس کا چہرہ اپنی طرف کئے اِس کے دونوں ہاتھ تھامے۔

"کیونکہ بیٹا!۔۔۔ اصل میں یہی سب لوگ ہی تو بلیسنگ ہوتے ہیں۔"

فرحان آگے مزید بھی کچھ کہنے لگا تھا جب ہادی نے اسے یہیں روک کر اگلا سوال کر دیا۔

"پھر چاچو اِس کا مطلب ہوا کہ سب لوگوں کو بوڑھے ہو کر اولڈ ہاوس میں رہنا چاہیئے ہے؟۔۔۔ پھر یہاں اور زیادہ بلیسنگز ہو جائیں گی ناں۔"

"نہیں ہرگز نہیں!۔۔۔" وہ ایک دم سنجیدہ مگر نرم لہجے میں بولا۔

"بیٹا! یہ بلیسنگز اللہ کسی کسی کو ہی دیتا ہے۔۔۔اِس لئے جسے یہ بلیسنگز ملیں اُسے چاہیے ہے وہ اِس کو بہت پیار اور خیال سے رکھے کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے ایک پریشیئس گفٹ (قیمتی تحفہ) ہوتا ہے اور یہ گفٹ صرف اُنہی کو ملتا ہے۔ جن سے اللہ بہت خوش ہوتا ہے۔" وہ خوش پہ زور دیتا بولا۔

"اتنا زیادہ خوش؟۔۔" ہادی نے اپنے دونوں بازو پھیلا کر پوچھا تو فرحان ہنس دیا۔

"نہیں اِس سے بھی زیادہ۔۔۔"

"تو چاچو۔۔۔اِس کا مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے بہت خوش ہیں۔ اسی لئے تو انہوں نے یہ ساری بلیسنگز اور گفٹس آپ کو دے دیئے ہیں۔"

اِس کا بات پہ فرحان جواب دیئے بغیر ہنس دیا اور ہاتھ سے اِس کے بال بکھیرے۔

"مگر چاچو! مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی۔۔۔"

اب اِس کے چھوٹے سے دماغ میں کوئی نئی بات آئی تھی۔

"وہ کیا؟" ...

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"چاچو!...اِن سب بلیسنگز کے اپنے گھر اور بے بیز نہیں ہوتے، جیسے دادا جان کے پاس آپ اور بابا ہیں۔ اور بابا کے پاس میں اور ہدیٰ۔" اس نے معصوم سی شکل بنا کر نیا سوال پوچھا۔

"ہوتے ہیں بیٹا ان کے بھی ہوتے ہیں۔۔۔ مگر بتایا نا اللہ یہ بلیسنگز صرف اُنہی کو دیتا ہے۔ جس سے وہ خوش ہوتا ہے اور جس سے وہ ناراض ہوتا ہے اس کو دے کر بھی نہیں دیتا۔ اِس لئے جب بھی آپ کسی بھی بڑی عمر کے لوگوں سے ملو، ان کی ریسپیکٹ کرو تاکہ اللہ تعالیٰ آپ سے خوش رہے۔"

"اوکے چاچو!۔۔۔ آئی وِل۔۔۔۔ پھر میں بھی بڑا ہو کر آپ کی طرح ان سب کو اپنے پاس رکھوں گا۔"

وہ بہت سنجیدگی کے ساتھ سمجھ دارانہ انداز میں بولا تو فرحان نے اِسے ٹوک دیا۔

"نہیں بلکہ آپ بڑے ہو کر اِس بات کا خیال رکھنا کہ یہ سب بلیسنگز اپنے گھر میں خوش رہیں۔" فرحان کے بہت سنجیدگی سے بولنے پہ ہادی سوچ میں پڑ گیا۔

"چاچو وہ میں کیسے رکھوں گا؟۔۔۔" ہادی کے نئے سوال پہ اب فرحان سر پکڑ چکا تھا۔

"جب آپ بڑے ہو گے تو خود ہی پتا چل جائے گا۔"

"مگر چاچو مجھے ابھی جاننا ہے ناں۔۔۔" ہادی بضد ہوا تھا۔ جس پہ فرحان نے اِسے تحمل سے دیکھا۔

"ہادی تم اتنا کیوں بولتے ہو میری جان؟۔۔۔"

"نہیں تو، میں تو بس تھوڑا سا بولتا ہوں۔" ہادی کے معصومیت سے بولنے پہ فرحان نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا۔

حال میں واپس لوٹتے ہادی نے اپنی آنکھوں میں امڈتی نمی صاف کی، اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو یقین نہ کرتا یہ وہی عبدالہادی ہے جو انسپیکشن کے دوران بڑوں بڑوں کو رونے پہ مجبور کر دیتا ہے اور آج خود بیٹھا رُو رہا تھا۔۔۔ اور پھر اصل مضبوتی تو یہی ہوتی ہے انسان کی۔۔۔ کہ وہ انسان کے بجائے اللہ کے آگے روئے۔

آج ہادی کو لگا تھا کہ اب وہ روز قیامت فرحان کے سامنے سرخرو ہو سکے گا۔ اُسے بتا سکے گا اُس کا بہت بولنے والا ہادی کبھی اُس کا سکھایا نہیں بھولا۔ اس نے آج ایک عرصے بعد اللہ سے بہت کچھ مانگا تھا۔ مطلب یہ نہیں کے وہ مانگتا نہیں تھا۔۔۔ مانگتا تھا۔۔۔ مگر آج اپنی ذات کے لئے مانگا تھا۔۔۔ پہلے وہ ہمیشہ دوسروں کے لئے مانگتا تھا۔ جب اپنی باری آتی تو زندگی کے علاوہ سمجھ نہ آتا اور کیا مانگے؟ سب تو تھا، اس کے پاس کوئی بھی تو ایسی چیز نہ تھی۔ جس کی

ضرورت اِسے ہو اور اس کے پاس نا ہو۔۔۔ مگر آج اس نے اپنے پاس موجود چیزوں کی حفاظت کی دعا مانگی تھی۔ ساتھ میں اس نے آج اللہ تعالیٰ سے وہ وہ چیز بھی مانگی تھی جسے سوچنے تک سے بھی وہ ڈرتا تھا۔ جن چیزوں کے قابل کبھی اِس نے اپنے آپ کو سمجھا ہی نہ تھا۔

اللہ بھی شاید اسی انتظار میں ہوتا ہے کہ اس کا بندہ اس سے مانگے اور وہ اسے عطا کرے آخر وہ اللہ ہے، وہ ہَم سب کا مالک ہے بیشک وہ اِنَّکَ أَنتَ ٱلسَّمِیعُ ٱلۡعَلِیمُ ہے۔۔۔ وہ تو بہت حیا والا ہے۔ وہ یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ اس کا بندہ اس کے سامنے آئے گر گراہ کر اُس کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر کچھ مانگے اور وہ اِسے خالی ہاتھ لوٹا دے۔۔۔ نہ۔۔۔ کبھی بھی نہ۔۔۔ وہ اپنے کسی بھی بندے کو کبھی بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا ہمیشہ جھولی بھر کے ہی بھیجتا ہے مگر یہ اس کا بندہ ہی ہوتا ہے جو اپنی بھری ہوئی جھولی کو دیکھ نہیں سکتا۔

* * * * * * * *

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے یہ کرنا چاہیئے کہ نہیں؟۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں حور عین فاروقی اِٹس ٹو چیپ۔۔۔ تم ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔" اپنی بات کا جواب خود ہی دیتے اُس نے نفی میں سر ہلایا مگر وہ اس بچارے دِل کا کیا کرتی۔

"کتنا بڑا سا رامُنہ کھول کر بابا کو کہا تھا۔۔۔ نہیں مجھے اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' وہ جیسا بھی ہو۔"

اس نے منہ بنا کر اپنے کہے ہوئے الفاظ دہرائے۔ سامنے کُھلا پڑا لیپ ٹاپ کھٹاک سے بند کرنے کے بعد وہ اپنے بیڈ پہ سیدھی ہوتے لیٹی اور خود سے ہونے والا سلسلہ کلام واپس جوڑا۔

"یار کیسا عجیب بندہ ہے۔ آج کے زمانے میں بھی سوشل میڈیا استعمال نہیں کرتا۔۔۔نہ فیس بُک، نہ انسٹاگرام اور نہ ہی ٹوئٹر۔۔۔اب اتنا بھی کیا اینٹی سوشل ہونا۔۔۔" ہادی سلیمان نام کا ایک بھی اکاؤنٹ ایسا نہ تھا جو حورعین فاروقی کی عینک کے پیچھے موجود بڑے بڑے ڈیلوں سے بچا ہو۔ مگر سلیمان انکل کا اکلوتا بیٹا' ہادی سلیمان اسے کہیں نظر نہ آیا تھا جبکہ ہادی سلیمان کے چکر میں اِسے ایس۔پی عبدل ہادی صاحب کے آفیشل پیجز کے ساتھ ساتھ کئی فین پیجز ضرور نظر آئے تھے۔ جس پہ ایک نظر ڈالنا بھی حورعین فاروقی کو گناہ لگا تھا۔

"یہ بندہ ہے ہی دو نمبر۔۔۔کتنا شوق ہے اِسے مشہور ہونے کا۔ لازماً یہ فالورز بھی پیسے سے خریدے ہونگے۔" بدمزہ سا ہوتے اس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور واپس ہادی سلیمان کے بارے میں سوچنے لگی۔

اگر کوئی حورعین فاروقی کی یہ سائڈ دیکھ لیتا تو یقیناً حیران ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اپنے اندر کی اِس حورعین کو حور نے بھی اس رشتے میں منسوب ہونے کے بعد ہی جانا تھا۔ وہ چاہ کر بھی وہ کام کرنا نہیں چاہتی تھی جو کرنے کو وہ مچل رہی تھی۔

"نہیں حورعین فاروقی جب اللہ پہ فیصلہ چھوڑ کر ہاں کر ہی دیا ہے۔ تو یقین بھی رکھو اللہ بہترین پلانر ہے۔ اللہ نے تمہارے لئے جو بھی جیسا بھی چنا ہو گا تمہارے حق میں بہترین ہی ہو گا۔"

وہ حتمی فیصلہ کرتے سائڈ ٹیبل پہ رکھے لیمپ کی روشنی مدھم کر چکی تھی۔

اُس نے سونے کی کوشش کی مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ ناچاہتے ہوئے بھی واپس ڈے ڈریمنگ میں چلے گئی۔

"ویسے بہت ہی مسٹیریئس بندہ ہے۔"

ابھی بھی اُس کے دماغ میں یہی سب چل رہا تھا۔

"حور عین تیمور فاروقی' ڈے ڈریمنگ کی بھی حد ہوتی ہے۔ تم اتنی میچور لڑکی ہو کر اس طرح کی سوچیں کیسے سوچ سکتی ہو؟۔۔۔"خود کو ڈپٹتے اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

شاید امل سچ ہی کہتی تھی ہر لڑکی کے جذبات اس معاملے میں ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔

اور وہ کیا بھلا سا نام تھا اُن رائٹر کا؟۔۔۔ہاں وہی وہی۔۔۔ جنہوں نے دو ٹکے والا مشہورِ زمانہ ڈائلاگ لکھا تھا۔۔۔ ہاں۔۔۔جناب خلیل الرحمان قمر صاحب۔۔۔ کیا خوب لکھتے ہیں وہ بھی۔۔۔اور ان کے خوب لکھنے کو ہم بھی کیا خوب کر کے کچھ یوں کر دیتے ہیں۔۔۔

"ہر لڑکی فطرتاً ڈریمر ہی ہوتی ہے اور جو ڈریمر نہ ہو وہ فطرتاً لڑکی نہیں ہوتی۔۔۔"

کبھی کبھی انسان کا اپنے خول سے نکل کر اپنی زات کو انجوائے کرنا بھی ایک تھیراپی ہوتا ہے اور حور عین بھی آہستہ آہستہ اس تھیراپی سے روشناس ہو رہی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اپنی انہی سوچوں کے دوران اُسے کچھ یاد آیا تھا۔

"اس سب انفارمیشن میں ضرور کچھ تو ایسا تھا جو مِسنگ تھا۔"

اِس سوچ کے آتے ہی وہ اپنے دماغ میں ایک پورا پلان تشکیل دینے کے بَعد ایک بار پھر آنکھیں بند کر چکی تھی۔

مگر یہ پلان بناتے وہ اِس بات سے بے خبر تھی کہ اللہ سب سے بڑا ماسٹر پلانر ہے۔

* * * * * * * * *

روزرات کی طرح وہ ابھی بھی سورۃ یٰس، سورۃ ملک اور سورۃ رحمن کی تلاوت کر کے قرآن پاک کو گلاف میں بند کر رہی تھی جب دروازے پہ ہلکی سے دستک ہوئی اِس کی طرف سے جواب پا کر دروازہ کھلا تھا۔ اِس نے گلاف کو بند کرتے نظر اُٹھائی تو دروازے کے فریم میں کھڑا جبریل یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں کی تپش محسوس کرتے اِس کے ہاتھوں میں لرزش سی ہوئی۔ جِسے محسوس کرتے جبریل نے اِسے قرآن پاک الماری میں رکھنے کا اشارہ کیا۔

وہ رکھ کر پلٹی تو جبریل ڈریسنگ کے سامنے کھڑا اس کی چیزوں کے ساتھ چھیڑ اکھانی کر رہا تھا۔

کچھ لمحے تو شفاء کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا بات کرے۔۔۔ آخر وہ اس کے کمرے میں آیا ہی کیوں ؟۔۔۔ ہمت کر کے وہ بولنے ہی لگی تھی جب جبریل کی آواز اِس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"میرے خیال میں شفاء یہ ہمارے گھر کا گیسٹ روم تھا۔ جہاں گھر کے افراد نہیں مہمان رہتے ہیں اور آپ نے پوری دلجمعی کے ساتھ اس جگہ پر بھی قبضہ جمایا ہوا ہے۔" جواباً شفاء ایک دم چونکی۔

"ویسے کیا آپ کو نہیں لگتا کہ آپ کی جگہ گیسٹ روم کے بجائے آپ کا اپنا کمرا ہے۔"

بہت غور سے دیکھتے اس نے شفاء کے تاثرات جانچنے کی کوشش کی۔۔۔ جو منہ کھولے ہونقوں کی طرح اِسے ہی دیکھ رہی تھی۔

شفاء کو سمجھ نہیں آئی تھی وہ کیا جواب دے۔ سفید دوپٹے کو نماز کے انداز میں لئے وہ جبریل کو پہلے سے بھی زیادہ پُرکشش لگ رہی تھی لیکن اس کے چہرے پہ اس کی بات سے جو پریشانی آئی تھی وہ اُسے واضح محسوس کر چکا تھا۔ اسی لئے فوراً بات بدلنے کو بولا۔

"آپ تو پریشان ہو گئیں۔ خیر چھوڑیں اِن سب باتوں کو۔۔ یہ بتائیں آپ فری ہیں، تو کہیں باہر چلیں؟۔۔۔"

شفاء جو کب سے اِسی لمحے کے انتظار میں تھی۔ جبریل کو بات بدلتے دیکھ کر ایک دم ڈھیلی سی پڑ گئی۔ وہ اس کے ایک دم یہ بات کہنے پہ حیران ہوئی تھی اور دل ہی دل میں خوش بھی مگر کسی بھی ردِ عمل سے باز ہی رہی تھی۔ اب اُس کو بات بدلتا دیکھ کر اسے دُکھ ہوا تھا۔ لیکن اس بات کی خوشی بھی ہوئی تھی کہ جبریل کو خیال تو آیا کہ جہاں وہ رہ رہی ہے وہ اس کا اصل مقام نہیں ہے۔ لیکن اب وہ بات بدل چکا تھا تو کیا ہو سکتے تھے۔ اس نے دل ہی دل میں خود کو اور جبریل کو ملامت کرتے اُسے جواب دیا۔

"آپ چلیں میں پانچ منٹ میں کپڑے بدل کر آتی ہوں۔۔۔"

جبریل کے کمرے سے جانے کے بَعد وہ بیڈ پہ گِرنے کے سے انداز میں بیٹھی۔

ایک لمحے کے لئے اِس کے اندر جزبات کا طوفان آیا تھا اور اگلے ہی لمحے جبریل کے بات بدلنے پہ وہ طوفان تھم بھی چکا تھا۔

کیا بات ہے جبریل مصطفیٰ تمہاری تو۔۔۔ تم میں تو اتنی ہمت بھی نہیں کہ بیوی کو اس کا مقام ہی دے سکو۔۔۔ ہاتھ پکڑ کر اِس مہمان خانے سے لے جا کر اسے اس کے اصل مقام، اس کے کمرے میں ہی لے جاؤ اور کہو "شفاء، تمہاری اصل جگہ وہ نہیں یہ ہے۔۔۔"

جذبات تو سب کے ہی ہوتے ہیں لیکن اکثر لوگوں کو اپنے جزبات کا اظہار کرنا نہیں آتا۔۔۔ یہ دونوں بھی ایسے ہی تھے۔۔۔ جذبات سے چُور مگر اظہار سے دور۔۔۔

گھڑی پہ ٹائم دیکھتے اُس نے کپڑے بدلے اور واپس ڈریسنگ کے آگے تیار ہونے کی نیت سے کھڑی ہوئی۔۔۔

وہ بہت سادگی پسند تھی۔۔۔ بالکل سادہ طبیعت کی۔۔۔ مگر جب سے جبریل واپس آیا تھا۔ اِس کے اندر ایک واضح تبدیلی آئی تھی۔ اب وہ پہلے کی طرح ماسیوں والی حالت میں خود سے بیگانہ نہیں رہتی تھی بلکہ اب اپنا ہر طرح سے خیال رکھتی تھی۔ شاید یہ عافیہ کی باتوں کا نتیجہ تھا یا جو بھی۔ جبریل کے واپس آتے ہی انہوں نے خصوصی طور پہ ایک ماں کی طرح اِسے سب سمجھایا تھا اور اس پہ وہ اِن کی بہت مشکور بھی تھی۔۔ مگر جو بھی تھا اِسے جبریل کے لئے بننا سنورنا اچھا لگنے لگ لگا تھا۔ چاہے جبریل زبان سے کچھ نہ کہتا تھا مگر اُس کی نظریں شفاء کو وہ سب کہہ دیتی تھیں، جو وہ سننا چاہتی تھی۔

ابھی بھی وہ لال رنگ کے پلین ٹراؤزر اور شرٹ میں ملبوس تھی۔ پوری الماری کھنگال کر اُسے لال رنگ کا صرف ایک ہی سوٹ ملا اور اس نے وہی زیب تن کر لیا۔ شرٹ کے گلے پہ گولڈن کلر کے نفیس سے ڈیزائن کے بروچ نُما بٹن لگے تھے اور باقی پوری شرٹ سادہ تھی مگر وہ بٹن ہی پورے سوٹ میں جان ڈال دینے کو کافی تھے۔ ڈریسنگ کے آگے کھڑے ہوتے اِس نے بالوں میں کنگی کی۔ وہ چوٹی باندھنے لگی تھی جب اِس کی نظر سامنے پڑی کالے رنگ کی ڈبیا پہ پڑی۔

اپنے بالوں کو ویسے ہی چھوڑ کر اِس نے وہ ڈبی اُٹھائی اور کسی احساس کے تحت ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے بڑے پیار سے کھولنے لگی۔

اندر بہت ہی ایلیگنٹ اور سمپل سی رِسٹ واچ تھی۔ یہ گھڑی اِس کی چوائس کے بالکل عین مطابق تھی۔

اس نے وہ گھڑی ڈبی سے نکالی تو ساتھ ہی بالکل چھوٹا سا کارڈ ڈبے سے نکل کر زمین پہ گرا۔اِس نے وہ اُٹھایا۔ جس پہ کچھ لکھا تھا۔اِس رائٹنگ کو وہ اچھے سے پہچانتی تھی یہ جبریل کی ہی رائٹنگ تھی۔ابھی کل ہی کی تو بات تھی جب ایک مریض نے اِسے جبریل کی لکھی ہوئی پریسکریپشن دی تھی۔

"ڈاکٹر جی!۔۔۔اِن سب دوائیوں کے نام صاف لکھائی میں کر کے سامنے لکھ دیں، میڈیکل اسٹور والے کہہ رہے ہیں کسی سے صاف لکھائی میں اِن سب دواؤں کے نام لکھوائیں یہ لکھائی ہم بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔۔۔"اِس نے سب سے اوپر پریسکریپشن پہ درج نام دیکھا تو ڈاکٹر جبریل مصطفیٰ کا نام پڑھ کر ہنس دی۔اور ہنسی روکتے تمام دوائیوں کے نام پہلے سے لکھی دوائیوں کے سامنے لکھ کر مریضہ کے ساتھ کھڑے آدمی کو پرچی تھما دی۔

ابھی بھی اِس پہ موجود لکھائی دیکھ کر اسے بے اختیار ہنسی ہی آئی تھی۔

(Unique gift for a unique girl...)

"ایک منفرد سی لڑکی کے لئے منفرد سا تحفہ!۔۔۔"

اتنی سی لائن وہ کتنی دیر لگا کر سمجھی تھی۔اگر دوائیوں کے نام ہوتے تو شاید سمجھنے میں اُسے اتنا ٹائم نہ لگتا۔

اُسے یقین تھا یہ کارڈ پیپر اگر کِسی میڈیکل اسٹور والے کو دیا جاتا تو لازماً وہ اسے دیکھ کر کوئی نا کوئی میڈیسن کاؤنٹر پہ رکھ دیتا۔

اپنی مسکراہٹ روکتے اس نے وہ گھڑی کلائی میں پہنی اور کارڈ اٹھا کر اپنی الماری میں موجود ڈائری میں رکھ دیا۔

اپنے بالوں کو کھلا ہی چھوڑ کر اُس نے کانوں میں سیاہ رنگ کے سٹڈز نُما ٹاپس پہنے۔آئینے میں نظر آتے اپنے سراپے کو دیکھتے تھمبز اپ کرتے اُس نے ایک مطمئن سی سانس لی اور بیڈ پہ پڑا سوٹ کا کالا دوپٹہ اچھی طرح دونوں طرف

کندھوں پہ لیتے جبریل کے کمرے کی طرف بڑھی۔ اس نے اپنے بالوں کو کانوں کے پیچھے کرتے گہرا سانس لیا اور دروازے پہ دستک دی۔ یس کی آواز پہ اس نے اندر قدم رکھا تھا۔ وہ بڑے آرام سے بیڈ پہ بیٹھا فٹبال میچ دیکھ رہا تھا۔ شفاء کو دیکھ کر ایک دم سیدھا ہوا۔

اُسے اندازہ نہ ہوا۔ وہ تھی ہی اتنی حَسِین یا اس کے پسندیدہ رنگ میں زیادہ حَسِین لگ رہی تھی۔ کنٹرول سے ٹی وی بند کرتے اِس نے ڈریسنگ ٹیبل سے چابی اُٹھائی اور اس کے ہمراہ باہر کو ہو گیا۔

باباجان کو وہ پہلے ہی اطلاع دے چکا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر دیر رات کا آئس کریم کا پروگرام رکھا تھا جب حدید سو چکا ہو اور شفاء کو اُسے ساتھ لے جانے کا بہانہ نہ کرنا پڑے۔۔۔ اتنے سے عرصے میں وہ اتنا تو اِسے جان ہی چکا تھا۔

جبریل نے ایک چیز نوٹس کی تھی۔ شفاء ہلکے رنگ زیادہ پہنا کرتی تھی مگر جبریل کو شوخ رنگ زیادہ پسند تھے۔ آج پہلی بار وہ اِسے شوخ رنگ میں دیکھ رہا تھا جو اِس پہ جچا بھی بہت تھا۔ اِس نے دِل میں پکا اِرادہ باندھا۔ اِس بار کی ساری شاپنگ وہ اِس کو خود کرائے گا اور سب کے سب ڈارک کلر ہی لے کر دے گا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کون سی آئس کریم کھاؤ گی؟۔۔۔"

"ہاں؟۔۔۔"

جبریل نے گاڑی کو ایک گلی میں کرتے پوچھا۔ اِس نے پورے وقت میں یہ پہلی بات کی تھی۔ جس پہ شفاء ایک دم مراقبے سے باہر آئی۔

"بٹر اسکاچ۔۔۔۔"

وہ اس کے سوال دہرانے پہ بولی۔

"کیوں اب مینگو اور اسٹرابیری فلیور دِل سے اتر گیا ہے کیا؟۔۔۔" آواز میں شرارت کی جھلک پا کر اس نے جبریل کی طرف دیکھا جو ڈرائیو کے دوران اِسے بھی بار بار دیکھا رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی اِس کا اشارہ کس جانب ہے۔ اس لئے اُسی کے انداز میں بولی۔

"میرے دل کو چھوڑیں یہ بتائیں آپ کے کپڑوں سے تو ٹھیک سے اتر گیا تھا ناں؟۔۔۔" جواباً جبریل کا قہقہ گاڑی میں گونجا تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے گاڑی اُسی آئس کریم پارلر کے باہر روکی جہاں وہ پہلی بار ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔ مناسب جگہ دیکھ کر گاڑی پارک کرنے کے بعد وہ بولا۔

"کپڑوں پر سے کیسے اتری یہ آپ کو مجھ سے زیادہ بہتر زیان بتا سکتا ہے مگر یہ گھڑی آپ کی کلائی میں کیسی لگ رہی ہے یہ میں آپ کو زیادہ بہتر بتا سکتا ہوں۔"

شفاء کو کنفیوز ہوتا دیکھ کر وہ گاڑی سے نکلا اور شفاء کے نکلنے سے پہلے گھوم کر دوسری طرف گیا اور بڑے انداز میں ایک ہاتھ گاڑی کے دروازے اور دوسرا کمر پہ رکھ کر ہلکا سا جھکتے شفاء کی جانب کا دروازہ کھولا۔

شفاء نے ٹھٹھک کر اسے حیران نظروں سے دیکھا۔ تو وہ شوخی سے مسکرا دیا۔

"ایسے نہ دیکھیں مسز' مانتا ہوں آپ کا بندہ ناچیز کافی خوبصورت ہے مگر کچھ تو پبلک پلیس کا خیال کریں۔۔۔"

اس نے بالوں میں ہاتھ چلاتے ایک ادا سے کہا تو شفاء سر جھٹکتے ہنس دی۔

"خوش فہمیاں ہیں آپ کی۔۔۔"

"چلیں خوش فہمیاں ہی سہی، غلط فہمیاں تو نہیں ہیں ناں۔۔۔"

اندر جا کر اس نے پہلے شفاء کے لئے کرسی نکالی اور اِسے بیٹھنے کا اشارہ دیا۔ اس کے بعد وہ خود سامنے والی نشست سنبھال چکا تھا۔

آج شفاء کے لئے حیران ہونے کا دن تھا۔ ورنہ جبریل کے ایسے انداز کب دیکھے تھے اس نے اور وہ بھی خالص اپنے لئے۔۔۔

ہاتھ کے اشارے سے ویٹر کو بلانے اور اُسے آئس کریم کا آرڈر دینے کے بعد اب وہ شفاء کی جانب متوجہ تھا۔ جو اپنی انگلی میں موجود سونے کی انگھوٹی کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔

"اگر کسی لڑکی کا اتنا ڈیشنگ شوہر سامنے بیٹھا ہو اور وہ اپنے شوہر کو دیکھنے کے بجائے ہاتھوں اور انگلیوں کے ساتھ کھیلنے لگے۔۔۔ تو میرے خیال میں میرا اندازہ درست ہے اُس لڑکی کی آنکھیں واقعی خراب ہیں۔" اس کے شکوہ کرنے کے انداز پہ شفاء ہنس دی۔

"لگتا ہے آپ کو اپنی تعریف خود کر کے اپنے منہ میاں مٹھو بننے کا بہت شوق ہے؟۔۔۔"

اپنی کہنی کو ٹیبل پہ رکھ کر تھوڑی کو ہاتھ کے پیالے میں رکھتے وہ مسکراہٹ دباتے بولی تھی۔

جبریل نے اس کے انداز کو سنجیدگی سے دیکھا تھا۔ "مجھے صرف اپنی ہی نہیں' آپ کی تعریف کرنا بھی بہت پسند ہے شفاء۔"

اِس کی آواز کا بھاری پن شفاء نے شدّت سے محسوس کیا تھا۔ مگر جبریل کی اگلی بات پہ اس سے اپنی ہنسی روکنا مشکل ہوا تھا۔

"اور میں تعریف کرنا چاہتا بھی ہوں مگر وہ کیا ہے نا۔۔۔ میں اپنے پاپا کا کافی شرمیلا سا بیٹا ہوں تو شرم آ جاتی ہے۔۔۔"

اس کے شرمانے کی اداکاری کو دیکھ کر شِفاء ایک دم کھکھلا کر ہنس دی۔ جس سے سر پہ ٹکا دوپٹہ پھسل کر پیچھے کو گِرا تھا اور کانوں میں پہنے سٹڈز نما ٹاپس واضح ہوئے تھے۔

"اللہ۔۔۔" وہ ہنستے ہنستے بولی۔ "آج خیریت تو ہے ناں جبریل؟۔۔۔ ویسے ایک بات ہے آج مجھے یقین ہو گیا ہے آپ سب بھائی ہی ایک جیسے ہیں۔" اس کی بات پہ اُسے تکتا جبریل بھی مسکرا دیا۔

"فکر نہ کرو۔ بہت جلد ہم بھائیوں کے رنگ تم پہ بھی چڑھ جائیں گے۔" اس بات پہ وہ ایک بار پھر ہنس پڑی۔

اتنے میں ان کی آئس کریم آ گئی۔ شفاء کا کپ اس کے سامنے رکھ کر وہ اپنے کپ میں چمچ ہلاتا سنجیدگی سے بولا۔

"میرے خیال میں شفاء ہمارے درمیان موجود اِس سائلنٹ ٹریٹمنٹ کو اب ختم ہو جانا چاہیے۔۔۔ ہم نے ساری زندگی ایک ساتھ گزارنی ہے اگر ایسے ہی ایک دوسرے سے کتراتے رہے تو پھر گزر گئی ہماری زندگی اور ہو گئے ہم بوڑھے۔۔۔"

شفاء نے ہلکے سے مسکراتے تائیدی انداز میں سر ہلایا تو جبریل نے فوراً اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"سو فرینڈز؟۔۔۔"

"بیسٹ فرینڈز۔۔۔" اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے وہ مضبوط لہجے میں بولی تو جبریل پورے دِل سے مسکرایا تھا۔

"سو بیسٹ فرینڈ کیا اپنے بیسٹ فرینڈ کو اپنے والا فلیور نہیں ٹیسٹ کراؤ گی؟۔۔۔ اس نے اپنا چمچ آگے کیا تو شفاء نے بجلی کی سی تیزی سے اپنی آئس کریم ایک دم دور کی۔

"سوری بیسٹ فرینڈ مگر نو کمپرومائز اِن آئس کریم۔"

جبریل اُس کی تیزی کو دیکھتا رہ گیا۔

تھوڑی دیر بَعد جب وہ دوبارہ کھانے میں مصروف ہو چکی تو اس نے بہت ہوشیاری سے چمچ بھر کے اس کی آئس کریم سے لیا تھا۔ شفاء احتجاجاً زور سے چیخی۔

"جبریل۔۔۔"

"سوری مائی ڈیئر وائف پلس بیسٹ فرینڈ مگر اب تو آئس کریم میرے معدے سے نیچے جا چکی ہے۔۔۔" جواباً شفاء اِسے گھور کر رہ گئی تھی اور وہ اس کی شکل دیکھ کر ہنستا چلا گیا۔

"بھوکی اتنی سی تو لی ہے اور لے دیتا ہوں۔۔۔"

آج اِن کے درمیان بہت کچھ بدلا تھا۔ جہاں برف کی خود ساختہ قائم کی گئی خلیج پگھلنا شروع ہوئی تھی وہیں احساسات کا سمندر اپنا آپ منوانے کے لئے تیار ہوا تھا۔

ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے وہ یونہی ہنستے مسکراتے گھر کو واپس روانہ ہوئے تھے۔۔۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

******

"امی آپ نے مجھے صرف ڈاکٹر کا کہا تھا۔ یہ آپ مجھے گروسری سٹور میں بھی گھسیٹ لائی ہیں۔"

حُسین تھکاوٹ زدہ لہجے میں اپنی والدہ سے بولا جنہوں نے اسے ڈاکٹر کا کہہ کر بلایا تھا اور اب واپسی پہ گروسری کے لئے مارٹ لے آئی تھیں۔

"حُسین میں کبھی تمہارا یہ احسان نہ لیتی اگر امل کو حور عین کے ساتھ شادی کی شاپنگ پہ نہ جانا ہوتا۔۔۔ بھلا بازار سے سودا سلف لانے کا کام بھائیوں بیچاروں کا تھوڑی ہوتا ہے، یہ تو ماؤں بہنوں کا ہی ہوتا ہے۔ کبھی دودھ لے کر آئیں تو کبھی دہی لے کر آئیں۔ لڑکے بیچارے تو ویسے ہی کبھی کبھی ماں کی یاد آنے پہ اپنی شکل دکھا دیتے ہیں۔ اُس پہ بھی مائیں یہ فضول کام کہہ کر ظلم کر دیتی ہیں اِن نازک سی جانوں پر جو دن رات ایک ہاتھ میں بھاری بندوق تو دوسرے ہاتھ میں اُس سے بھی بھاری موبائل اُٹھا اُٹھا کر تھک جاتے ہیں۔۔۔

انہوں نے ریک سے چیزیں اُٹھاتے اِسے چوٹ کی تھی جسے وہ بہت خوبصورتی سے اگنور کر چکا تھا۔ اس کی امی سب چیزیں اُٹھا اُٹھا کر ٹرالی میں رکھ رہی تھیں۔ جس کو گھسیٹنے کی ذمہ داری حسین کی تھی۔ وہ چہرے پہ دُنیا بھر کی بیزاری سجائے ٹرالی گھسیٹتا جا رہا تھا۔

نجانے کون کون سی قسم کی چیزیں اِس کی والدہ قیمتیں پڑھ پڑھ کر خدا اور آفرز ڈھونڈ کر ٹرالی میں رکھنے میں مصروف تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اِسے مختلف کہانیاں بھی سنا رہی تھیں جسے حُسین ایک کان سے سُن کر دوسرے سے نکال رہا تھا۔

"حسین میں کب سے کیا کہہ رہی ہوں تمہیں، تم سن رہے ہو؟۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رکیں تو حسین بھی ایک دم سنبھلا۔۔۔

"جی جی!۔۔۔ سن رہا ہوں۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو بتاؤ کیا سوچا ہے اِس معاملے میں تم نے؟۔۔۔"

"کس معاملے میں؟۔۔۔"

اُس کی اماں نے افسوس سے اسے دیکھا۔۔

"کبھی ماں کی بات نہ سننا بیٹا۔۔۔ماں کا کام ہے بولنا اور بچوں کا کام ہے اسے اِگنور کرنا۔۔۔"

"اوہ امی! اب آپ پھر شروع ہو جائیں۔۔۔ اچھا بتائیں کیا کہہ رہی تھیں؟۔۔۔ میں زرا اپنے ایک کیس کے بارے میں اُلجھا ہوا تھا سن نہیں سکا۔"

"میں کہہ رہی تھی تم بھی اب شادی کر لو۔۔۔ میری تو بہت حسرت تھی حورعین کے لئے۔۔۔ کاش تم میری بات مان لیتے تو وہ بچی آج میرے گھر کی بہو بنتی۔۔۔۔ خیر اب اللہ اُس کے نصیب اچھے کرے جہاں بھی جائے اچھے لوگوں میں جائے جو اتنی پیاری بچی کی قدر کر سکیں۔۔۔"

دوبارہ حورعین کے موضوع کو شروع ہوتا دیکھ کر اِس بار حسین نے باقاعدہ ٹرالی سے ہاتھ اُٹھا کر اپنا ماتھا پیٹا تھا۔ جس پہ سامنے سے آتی ٹرالی پہ بیٹھے چھوٹے سے بچے نے پہلے اُس کی حَرکَت کو عجیب سے انداز میں دیکھا اور پھر خود بھی ویسے ہی اپنے سر پہ ہاتھ مارا جیسے یہ کوئی کھیل ہو۔ حُسین کو بچے کی حَرکَت پہ ہنسی تو بہت آئی مگر وہ بچے کو نظر انداز کرتا میں ماں کی طرف پلٹا۔

"خدا کا واسطہ ہے امی جان خدا کا واسطہ۔" وہ ہاتھ جوڑتے اپنی بات پہ زور دیتے بولا۔

"حور عین میری بہنوں کی طرح ہے امی جان اور ہمیشہ رہے گی بھی۔۔۔اب پلیز آپ ایسی بات کر کے مجھے میری ہی نظر میں شرمندہ نہ کریں۔اب اُس کا رشتہ بہت اچھی جگہ ہوا ہے اور وہ وہاں بہت خوش بھی رہے گی اب آپ پلیز اپنی اِس خواہش کو ہمیشہ کے لئے بھول جائیں اور دوبارہ بھولے سے بھی زبان پہ مت لائیے گا۔"

"اچھا تم جانتے ہو ان لوگوں کو؟۔۔۔کیسے لوگ ہیں؟۔۔۔اور وہ لڑکا؟۔۔۔وہ لڑکا کیسا ہے؟۔۔۔دیکھنے میں کیسا ہے؟۔۔۔سنا ہے باپ کا بزنس سنبھالتا ہے۔۔۔مگر حور عین بتا رہی تھی اُس نے دیکھا نہیں اِس لئے وہ زیادہ نہیں جانتی۔تم بتاؤ لڑکا پیارا تو ہے نا؟۔۔۔ہماری حور کے ساتھ کھڑا اچھا تو لگے گا نا؟۔۔۔اگر تمہارے ساتھ ہو جاتا تو تم دونوں ساتھ کھڑے کتنے اچھے لگتے؟۔۔۔"

وہ ایک ہی جُست میں ڈھیر سارے سوال کرتے اخیر میں پھر اُسی خواہش کو بیچ میں لے آئیں تھیں۔

"امی پلیز۔۔۔اب بس کر دیں۔وہ لڑکا بہت اچھا بھی ہے اور بہت پیارا بھی۔۔۔اور بے فکر رہیں۔حور عین کے ساتھ اُس کے علاوہ اور کوئی اور شخص اتنا پیارا لگ بھی نہیں سکتا۔۔۔اِس لئے اب آپ کے منہ سے میں کسی دوسرے حوالے سے حور عین کا ذکر نہ سُنوں۔۔۔وہ میری چھوٹی بہنوں کی طرح ہے جو مجھے بالکل امل کی طرح ہی عزیز ہے اور اب یہ لِسٹ مجھے پکڑائیں۔۔۔میں خود ہی ساری گروسری لے لیتا ہوں۔۔۔"

وہ ان کے ہاتھ سے لسٹ پکڑتا مطلوبہ چیزیں خریدنے میں مصروف ہو گیا جبکہ مسز احمد پھلوں والی سائڈ پہ آ گئیں۔

"ایکسیوز میں آنٹی۔۔۔اسلام و علیکم!۔۔۔"مسز احمد آواز پہ پلٹی تھیں۔جہاں سرمئی رنگ کا حجاب اوڑھے ایک لڑکی کھڑی تھی۔

"سوری آنٹی!۔۔۔ لیکن اگر آپ کے پاس وقت ہو تو کیا آپ میری تھوڑی سی مدد کر سکتی ہیں۔" چہرے پہ ممنوعیت بھرا تاثر لئے اس نے ٹوکری سامنے کی۔ اُن کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر وہ دوبارہ مخاطب ہوئی۔

"ایکچولی مجھے سبزیاں خریدنے کا زرا تجربہ نہیں ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی و کنسی سبزی کیا دیکھ کے لیتے ہیں۔

"ارے بیٹا' اِس میں ایسی کون سی بات ہے۔ لاؤ بتاؤ کیا لینا ہے؟۔۔۔ میں تمہیں بتاتی جاتی ہوں۔" اِن کی بات پہ حجاب والی لڑکی نے ہاتھ میں پکڑی لِسٹ اِن کے سامنے کی تو وہ سبزیاں چنتے ہوئے ساتھ ساتھ اِسے ہدایات بھی دینے لگیں۔ وہ سب سمجھتے، ساتھ ساتھ سر اثبات میں ہلاتی گئی۔

"ویسے بیٹا تمھاری امی کیوں نہیں آئیں چیزیں لینے۔ تمہارے انداز سے لگتا ہے تم پہلی بار یہ سب خریدنے آئی ہو۔"

انہوں نے اب سوال جواب کا سلسلہ شروع کیا۔

"آنٹی میری امی کی تو میری پیدائش پہ ہی وفات ہو گئی تھی۔۔۔ اور جی میں پہلی بار ہی یہ سب لینے آئی ہوں۔۔۔ ویسے یہ سب خانساماں ہی لیتے ہیں مگر آج اُن کی طبیعت خراب تھی تو میں نے سوچا میں ان سے لِسٹ لے کر خود ہی چیزیں لے آؤں مگر یہاں آکر پتا چلا یہ تو بہت ہی مشکل کام ہے۔"

لڑکی بھی ان کی ہی طرح کافی باتونی واقعہ ہوئی تھی یا شاید کب سے ان کے ساتھ سبزیاں اور فروٹ خرید کر اب نارمل محسوس کر رہی تھی۔

"ارے سو سوری بیٹا مجھے آپ کی امی کا نہیں پتہ تھا۔"

"کوئی بات نہیں آنٹی یہ سب تو اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔" وہ افسردگی سے مسکرا دی۔

"پھر تو آپ اپنے پاپا اور بہن بھائیوں ساتھ رہتی ہو گی؟۔۔۔"

"جی میں اپنے پاپا کے ساتھ رہتی ہوں۔۔۔ بہن بھائی تو کوئی ہیں نہیں لیکن خانساماں اور اُن کی بیٹی کے ہوتے ہوئے ہمیں زرا بھی اکیلا پن محسوس نہیں ہوتا۔۔۔"

وہ خوش اسلوبی سے بولی تو مسز احمد بھی مسکرا دیں۔ پھر کسی خیال کے تحت ایک دم چونکی۔

"اُف! مجھے بھی دیکھو زرا، اتنی باتیں کر لیں مگر آپ کا نام ہی نہیں پوچھا کیا نام ہے آپ کا بیٹا؟۔۔۔"

انہیں لڑکی کافی اچھی اور سوبر سی لگی تھی۔ جہاں انہیں اس لڑکی سے پہلی ہی ملاقات میں اپنائیت محسوس ہوئی تھی۔ وہیں اس میں زرا بھی ریاکاری کا تاثر بھی نہیں ملا تھا۔

"امی! آپ یہاں ہیں اور میں نے پورا مارٹ آپ کی تلاش میں چھان مارا ہے۔"

پیچھے سے آتی حسین کی آواز پہ مسز احمد کے ساتھ کھڑی لڑکی بھی پلٹی تھی جسے دیکھ کر حسین کے اگلے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

"ارے مِس امایہ!۔۔۔ آپ یہاں؟۔۔۔"

"آپ۔" وہ فوراً سنبھلی۔ اچھا تو یہ اِس کھڑوس کی اماں ہیں۔ کتنا فرق ہے۔ دونوں ماں بیٹے میں، ضرور یہ باپ پہ گیا ہو گا۔ ماں تو اچھی خاصی خوش اخلاق لگتی ہے۔"

اس نے دل ہی دل میں سوچا مگر جیسے ہی اپنی پھوپی کی باتیں اِس کی ذہن میں سپارک ہوئیں۔ وہ ایک دم اپنے تاثرات کو نارمل کرتے سامنے کھڑی عورت سے مخاطب ہوئی۔ جو بہت غور سے کبھی اپنے بیٹے کو اور کبھی اس لڑکی کو دیکھ رہی تھیں۔

"اچھا آنٹی!۔۔۔ آپ کے وقت کا بہت بہت شکریہ مگر اب میں چلتی ہوں ڈیڈی انتظار کر رہے ہوں گے۔"

وہ مشکور لہجے میں ان سے مخاطب ہوتی بہت آرام سے اپنی ٹرالی گھسیٹ کر چلے گئی۔ حُسین اِس کا اپنے سامنے یوں کترانا واضح محسوس کر چکا تھا۔ یہ لڑکی ہمیشہ اِس کی سمجھ سے باہر رہی تھی۔ جب بھی ملی تھی عجیب انداز میں ہی ملی تھی۔ دور جاتی امایہ کی پشت کو اس نے پُر سوچ انداز میں دیکھا۔

اپنی ماں کو آنکھیں سکیڑے اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ ایک دم سنبھلا۔

"کیا ہوا ہے؟۔۔۔ ایسے کیوں گھور رہی ہیں مجھے؟۔۔۔"

"کون تھی یہ؟۔۔۔ اور کیسے جانتے ہو تم اسے؟۔۔۔" وہ مشکوک سے لہجے میں بولیں تو حُسین کا دِل کیا سامنے پڑے ریکس میں ہی اپنا سر دے مارے۔ ٹرالی کو گھسیٹتے اُس نے گہرا سانس لیا اور اپنی ماں کو دیکھ کر کچھ کہنے کے لئے الفاظ ڈھونڈے جس سے اُنکا دماغ کسی اور طرف نا جا سکے۔

"امی!۔۔۔ وہ لڑکی مجھے ایک کلائنٹ کے ریفرنس سے ملی تھی۔ ایک کیس کے سلسلے میں۔۔۔ مجھے اُس کی مدد چاہیے تھی اور بس میں اُسے ایک کلائنٹ کی حیثیت سے ہی جانتا ہوں۔۔۔" وہ بہت تحمل سے اپنے ایک ایک حرف پہ زور دیتا بولا۔ مگر لگتا تھا جیسے مسز احمد کی تسلی نہ ہوئی تھی۔

"تو پھر تمہیں دیکھ کر اُس لڑکی کے ماتھے پہ ایک دم شکنیں کیوں اُبھری تھیں۔۔۔ سچ سچ بتاؤ حسین کیا چکر ہے یہ۔۔۔"

اب حسین واقعی رونے والا ہوا تھا۔

"امی!۔۔۔ اُف!۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ جو آپ سوچ رہی ہیں۔ وہ لڑکی ہے ہی پاگل' سر پھری سی۔۔۔۔ ہماری ملاقات بھی اصل میں کبھی اتنی خوشگوار نہیں رہی جو وہ آپ کے بیٹے کو دیکھ کر ڈینٹونِک کا کمرشل دیتی۔۔۔"

"اچھا۔" وہ سمجھتے بولیں۔ "ویسے اِس لڑکی پہ کوئی کیس ویس تو نہیں تھا ناں؟۔۔۔"

اب وہ نئے انداز میں مشکوک ہوئی تھیں۔ جس پہ حسین کے منہ سے بے ساختہ لاحول ولا قوۃ نکلا۔

"امی!۔۔۔وہ لڑکی ایک نہایت اچھے اور شریف خاندان کی نہایت سوبر، نک چڑی اور عقل سے پیدل لڑکی ہے۔۔۔۔ سعدان قتل کیس کا ذکر کیا تھا نا میں نے۔۔۔ جس کے لئے مجھے حور عین کی مدد کی بھی ضرورت پڑی تھی۔ بس اُسی کیس کے کچھ ثبوت اِس کے والد صاحب کے پاس تھے وہ پاکستان میں نہیں تھے تو مجھے اس سے ملنا پڑا تھا۔ یہ محترمہ آسانی سے منہ کھولنے کے لئے راضی نہ تھیں تو بس مجھے دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ ڈیٹس آل۔۔۔"

اپنے آخری لفظ پہ زور دیتے اس نے کندھے اچکائے۔

"اچھا۔۔۔ ویسے اِس کے والد صاحب کیا کرتے ہیں؟۔۔۔"

اِن کے سوال پہ حُسین نے اب اِنہیں مشکوک نظروں سے دیکھا وہ سوال کی نوعیت اور اپنی ماں کے دماغ میں پکنے والی اس نئی کھچڑی تک پہنچ چکا تھا۔ حسین کو اپنی طرف مشکوک نظروں سے دیکھتا پا کر وہ فوراً بولیں۔

"میں تو اِس لئے پوچھ رہی تھی۔ کیونکہ اُس نے بتایا تھا وہ باپ کے ساتھ اکیلی رہتی ہے اور اُس کا باپ بھی شاید بیمار ہے آج کل۔۔۔ اس کی باتوں سے مجھے یہی لگا۔"

"نہیں امی جان!۔۔۔ آپ کو بالکل غلط لگا۔ اُس کے والد صاحب بالکل بیمار نہیں ہیں اور وہ ایک بہت قابل بیرسٹر ہیں۔ جس کیس پہ میں آج کل کام کر رہا ہوں۔ اِسے بھی وہی دیکھ رہے ہیں۔"

وہ پُرسوچ انداز میں کچھ سوچتے اچھا بولیں تھیں۔

حسین نے سارا سامان گاڑی کی ڈِگی میں رکھا اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر فوراً سے گاڑی سٹارٹ کی۔ اِسے ہادی کا بار بار فون آ رہا تھا اسے فوراً اُس کے پاس پہنچنا تھا۔

****

"سر آپ کو کیا لگتا ہے دُراب شاہ کی بیل کے بارے میں؟۔۔۔"

حسین پوری فائل کو اسٹڈی کرتے بولا۔ جس پہ منہاس علی نے کندھے اچکائے۔

"مجھے بھی وہی لگتا ہے۔ جو تم لوگوں کو لگتا ہے۔ دُوراب شاہ اتنی آرام سے ہار ماننے والا نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ بہت دور تک جاتے ہَیں۔ وہ آرام سے سلاخوں کے پیچھے نہیں بیٹھے گا۔ آج نہیں تو کل باہر آ ہی جائے گا۔"

"اور پِھر اُسی دن ہم کورٹ کا دوسرا نوٹس لے کر اسے پِھر گرفتار کر لیں گے۔ ابھی اسے کوششیں کر لینے دیں۔ ہمارے لئے اچھا بھی یہی ہے۔۔۔ وہ اپنے سارے رابطے اِس ہی کیس میں اِسْتِعْمال کر لے تاکہ بَعْد میں اِس کے پاس جیل جانے کے علاوہ اور کوئی اوپشن نہ رہے۔۔۔"

وہ بہت دور کی سوچتے بولے۔

"بے فکر رہیں سر!۔۔۔ اس کا اِس بار بھی جیل سے باہر آنا اتنا آسان نہیں ہو گا جتنا وہ سمجھ بیٹھا ہے۔ وہ جتنی بھی کوشش کر لے ایک ہفتے سے پہلے میں اُس کی کوئی کوشش کامیاب ہونے نہیں دوں گا۔ جہاں تک بات ہے دوبارہ جیل جانے کی تو۔۔۔ اگلا تو کیس بھی ایسا ہے۔ چاہے ملک کے وزیر اعظم کی سفارش کیوں نہ آ جائے وہ باہر آنے والا نہیں۔۔۔"

اب کی بار جواب ہادی کی طرف سے تھا۔

"دین آل دی بیسٹ بوائز!۔۔۔ مجھے تم لوگوں سے اِسی ڈیٹر منیشن کی امید تھی۔"

وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے بولے پھر کچھ یاد آنے پہ حسین کی طرف رُخ کیا۔

"حسین وہ تم نے مِس حور عین کو اطلاع دے دی تھی۔۔۔۔"

ہادی کے کان ایک دم کھڑے ہوئے۔ وہ حسین سے پہلے بولا۔

"کس چیز کی اطلاع؟۔۔۔"

وہ حسین کی طرف دیکھ کر بولا جو منہاس علی سے بات کر رہا تھا۔ وہ حور عین کو لے کر ہادی کا غیر معمولی رویہ پہلے دِن س ہی نوٹس کر رہا تھا۔ اب اس کا دوست چاہے اِس سے جو بھی چھپاتا مگر وہ اپنے دوست کی ایک ایک رگ سے واقف تھا۔ اور پھر وہ کوئی دودھ پیتا بچہ بھی نہ تھا۔ جو ہادی کی کسی لڑکی میں دلچسپی نوٹس نہ کر سکتا۔

"مس حور عین کی شادی کی خوشی میں سر نے انہیں پے چیک کے ساتھ بونس بھی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔"

وہ اِس کو جانچتی نظروں سے دیکھتے بولا۔

"اوہ، اچھا اچھا۔"

"ویسے سر آپ نے ہادی کو نہیں بونس دینے کا سوچا؟۔۔۔"

حُسین کی بات پہ ہادی اور منہاس علی دونوں حیران ہوتے یکجا بولے۔

"کس لئے؟۔۔۔"

"ارے تمہاری بھی تو شادی ہے ناں۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اِس کو جواب دیتے وہ واپس منہاس علی کی طرف متوجہ ہوا۔ جو حیران نظروں سے ہادی کو دیکھ رہے تھے اور ہادی حُسین کو۔۔۔

"اگر سر آپ مس حورعین کو بونس دیں اور ہمارے اس شیر کو نہیں۔۔۔ تو یہ تو پھر آپ جینڈر ڈیسکریمنیشن (gender discrimination) والا کام کریں گے۔۔۔"

"یہ حسین کیا کہہ رہا ہے برخودار؟۔۔۔ تم بھی شادی کر رہے ہو۔"

اب اِن کا رخ ہادی کی جانب تھا جو ابھی تک حُسین کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ حادثہ کب اور کیسے ہوا۔ اور تم نے ہمیں بھِنک تک نہ پڑنے دی۔ ایک دم اتنا پرایا کر دیا ہمیں؟۔۔۔" اُنہوں نے شکوہ کیا۔

"ارے نہیں سر۔۔۔ ایسی بات نہیں ہے وہ اصل میں سب اتنی جلدی میں ہوا کہ مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔۔۔ اور دوسرا میں چاہتا تھا ایک دفعہ یہ دُوراب شاہ کی فائل مکمل طور پہ بند ہو جائے تو ہی میں یہ خوشخبری آپ لوگوں تک پہنچاؤں۔۔۔"

اپنے تاثرات کنٹرول کرتے اس نے حسین کی طرف رخ کیا۔

"ویسے یہ خبر تمہیں کیسے ملی؟۔۔۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے تو کوئی ذکر نہیں کیا پھر کس نے؟۔۔۔" اس کی نظروں میں الجھن واضح تھی۔

"میرے بھائی جنہوں نے اپنی بیٹی دینی ہوتی ہے وہ یونہی تو منہ اٹھا کر نہیں دے دیتے۔ پہلے لڑکے کی چھان بین کرتے ہَیں۔ اس کے ارد گرد کے لوگوں سے اُس کے بارے میں پتا کراتے ہیں پھر جا کر ایسے معاملات طے کئے جاتے

ہیں۔۔۔اور اسی طرح ایک صاحب نے ہمیں بھی یاد کر لیا تھا ایس۔پی عبد الہادی کا کریکٹر سرٹیفیکیٹ لینے کے لئے۔۔۔"

وہ شرارتی لہجے میں بولا۔

ہادی سمجھ گیا تھا وہ صاحب ضرور تیمور انکل ہی ہوں گے۔اِس کو اچھے سے یاد تھا حورعین کے اغواہ کے دن اِسی نے انہیں یاد دلایا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ بغیر جانچ پڑتال کئے کیسے کِسی کے ساتھ بھی کر سکتے ہَیں۔وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

اِس نے نظروں کی تپش محسوس کرتے سامنے دیکھا تو منہاس علی کو آنکھیں سکیڑے اپنی جانب گھورتے پایا۔

"کیا ہوا سر؟۔۔۔ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں مجھے شرم آرہی ہے۔" اس کے ڈرامائی انداز کو نظر انداز کرتے منہاس علی حسین سے مخاطب ہوئے۔

"کیا خیال ہے پھر حُسین؟۔۔۔"

"کس بارے میں سر؟۔۔۔" حسین متوجہ ہوا۔

"کیوں ناں کیس کی کامیابی پہ جو پارٹی ہم نے اپنی پوری بیک اپ ٹیم کے لئے وِدبونس آرگنائز کی ہے وہ ہم ہادی کے سر پہ ڈال دیں۔"

"شیور سر۔" حُسین کافی محفوظ ہوا تھا۔

"کیا مطلب ہے سر آپ کا؟۔۔۔" ہادی ایک دم بوکھلایا۔

"مطلب تو صاف ہے برخودار' دُوراب شاہ کا کیس میں اور حُسین سنبھال لیتے ہیں تم بس اپنی شادی کی اور پارٹی کی تیاری کرو۔"

وہ حُسین کو ساتھ ملاتے بولے تو حسین نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔۔۔

"بے فکر رہو برخودار' ہم تمہیں ایسے نہیں چھوڑنے والے۔ آخر کو تم سروس کی ایک اچھی پوسٹ پہ ہونے کے ساتھ ساتھ افگن انٹرپرائز کے مالک بھی ہو۔ تم پر اتنا حق تو ہمارا بھی بنتا ہے۔"

"یہ ٹریٹ کی حد تک تو ٹھیک ہے مگر یہ بونس والے سین سے آپ مجھے معاف ہی رکھیئے۔۔۔ میں نہیں چاہتا میرا باپ مجھے میری شادی سے پہلے ہی اپنی جائداد سے عاق کر کے میرا ہاتھ پکڑے اور گھر سے باہر نکال دے۔" ہادی کی بات پہ جواباً وہ دونوں بھی ہنس دیئے۔

"اچھا چلو۔ اب یہ تو بتا دو کہ آخر وہ خوش نصیب ہے کون جس کی قسمت تمہارے ساتھ پھوٹنے والی ہے؟۔۔۔"

حور عین کا چہرہ اِس کی آنکھوں کے عین سامنے آیا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھا پھر کچھ بتاتے بتاتے ٹھہر سا گیا۔

"کچھ باتیں سرپرائز کے لئے بھی رہنے دیں سر۔۔۔"

"اور اگر ہم کہیں کہ سرپرائز کو ہم پہلے سے ہی جانتے ہیں تو؟۔۔۔" وہ بھی اِسی کے انداز میں بولے تو وہ کچھ سوچتا مسکرا دیا۔

"تو پھر میں یہ کہوں گا' پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے، جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے۔۔۔"

"واہ کیا بات ہے۔ اِس خاموش محبت نے تو ایس۔ پی صاحب کو شاعر بنا ڈالا۔"

حسین واہ واہ کرتے بولا تو منہاس علی بھی بولے۔

"عشق نے غالب نکما کر دیا، ورنہ ایس۔پی ہمارا بھی تھا کام کا۔"

منہاس علی کی بات پہ جہاں ہادی خجل سا ہوا تھا وہیں تین بندوں کی اِس محفل میں زعفران بکھرا تھا۔ کہنے کو اِن تینوں کے درمیان کوئی رشتہ نہ تھا۔۔۔ مگر غور کرو تو رشتے خود بخود بن گئے تھے۔۔۔ دوستی کا کام کا یا صرف اپنے وطن کی حِفاظَت میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا۔۔۔ ان سب رشتوں سے بڑھ کر ان کے درمیان ایک رشتہ اور بھی بنتا تھا۔۔ وہ تھا انسانیت کا اور بھروسے کا رشتہ۔۔۔ جنہوں نے مل کر عمر اور عہدے کے اس فرق کو مٹا دیا تھا پھر عزت، بھروسے اور دوستی کے خوبصورت امتزاج نے ساتھ مل کر ایک نیا رشتہ بنا دیا تھا۔ وفا کا رشتہ۔۔۔ اور یہی تو تھی رسمِ وفا۔۔۔ جو وہ خوب نبھا رہے تھے۔۔۔ ہر دکھ سکھ، اونچ نیچ، غم و غصے اور محنت و مشقت میں ایک دوسرے کا ساتھ دے کر، غلط میں صحیح کی ترغیب دے کر اور صحیح میں ہمت و حوصلہ بڑھا کر۔۔۔ یہ تینوں اپنی اپنی منزل میں ایک دوسرے سے جدا ضرور مگر ایک ہی منزل پہ کھڑے تھے۔۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * * *

وہ کب سے حور عین کی بتائی گئی بوتیک پہ بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے تھک کر حور عین کو کال ملا کر موبائل کان سے لگایا۔ دوسری جانب سے فون فوراً اٹھایا گیا۔

"آپ کب تک آئیں گی؟۔۔۔"

"اپنے پیچھے دیکھو۔"

کسی نے اِس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ ہر براہ کے پلٹی۔ حور عین اس کے انداز پہ مسکرا دی۔

"آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔۔۔" وہ اس سے گلے ملتے بولی۔

"اسی لئے کہتے ہیں پبلک پلیس پہ ہمیشہ حاضر دماغ رہنا چاہئیے تاکہ کوئی آپ کو ڈرا نہ سکے۔" حور عین مسکراتے ہوئے ہدیٰ سے الگ ہوئی اور اپنے ساتھ آئی امل کا تعارف کرانے لگی۔

"پتہ نہیں کیوں مگر مجھے ایسا لگتا ہے میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔" ہدیٰ اپنے دماغ پہ زور ڈالتے امل سے مخاطب ہوئی۔ دوسری جانب امل کے تاثرات بھی کچھ ایسے ہی تھے۔

"لگتا تو مجھے بھی کچھ ایسا ہی ہے مگر کب اور کہاں یہ مجھے یاد نہیں۔" اس نے دماغ پہ زور ڈالنے کا ارادہ ترک کرتے کندھے اُچکائے۔

"ہدیٰ اگر اِس نے تمہیں دیکھا بھی ہو گا تو کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ اِس کی میموری اتنی فاسٹ ہے کہ اسے یہ بھی نہیں یاد اسے میں نے دو دن پہلے کیا کہا تھا۔"

"ہائے!۔۔۔ شی اِس سومی۔۔۔ کیونکہ میں بھی ایسی ہی ہوں۔"

"پھر اب تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ مستقبل قریب میں تم دونوں نند بھابھی کی بہت بننے والی ہے۔" ہدیٰ کی بات پہ امل بولی۔ جواباً ہدیٰ نے دُکھ بھرا سانس لیا۔

"ہائے کاش کے ایسا ہوتا۔۔۔ مگر افسوس میں آپ کے اوپر روایتی نندوں والا ستم نہیں کر سکتی، ورنہ میرا بھائی مجھ پہ ایف۔ آئی۔ آر کٹوا دے گا۔ مزید آپ کو اس ستم سے بچانے کا اس نے پہلے ہی پورا بندوبست کر رکھا ہے۔ اپنی بیوی

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

لانے سے پہلے ہی جناب بہن کو گھر سے رخصت کرنے کی نیت رکھتے ہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ کہیں میں اُن کی نازک مزاج بیوی پہ اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال دوں۔۔۔"

ہدیٰ کی بات پہ حور عین کیا کہتی اس لئے صرف مسکرا دی مگر امل کو نازک مزاج لفظ سن کر اچھو لگا تھا۔ جس پہ وہ افسوس کا اظہار کرتے بولی۔

"آپ دونوں کو بہت بڑی غلط فہمی ہے اس نازک مزاج لڑکی کے بارے۔" حور کی جانب دیکھتے اُس نے صدمے سے گردن نفی میں ہلائی۔

"مجھے تو ابھی سے تمہارے بھائی پہ ترس آ رہا ہے ہدیٰ۔ لیکن تم اپنا یہ شوق سسرال جا کر بھی پورا کر سکتی ہو مجھے یقین ہے اِس کی نازک مزاجی جاننے کے بَعد ہادی بھائی بھی تمہیں روایتی نندوں والا سلوک کرنے سے بالکل نہیں روکنے والے۔۔۔"

ہدیٰ ایک دم کُھل کے ہنسی اور امل کو گھورتی حور کو دیکھ کر بولی۔۔۔

"ڈونٹ وری بھابھی میں سٹار پلس کے ڈراموں والی نند بالکل نہیں بننے والی، بلکہ مجھے یقین ہے ہم دونوں کی اِن فیوچر بہت بننے والی ہے۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

" ہدیٰ تم مجھے صرف حور عین یا حور بھی کہہ سکتی ہو۔ پتا نہیں کیوں مگر مجھے بھابھی لفظ سے بہت غیروں والی وائب آتی ہے۔

"ہائے!۔۔۔ سیریسلی۔۔۔ آپ نے میرے دِل کی بات کی ہے۔ مجھے خود آپ کو بھابھی بلاتے بہت آکوارڈ لگ رہا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے ایک دم ہلکی پھلکی سی ہوئی تو حور بھی مسکرا دی۔ یہ ان دونوں کی دوسری ملاقت تھی۔ وہ پہلی ملاقات سے ہی آپس میں کافی فرینک ہو چکی تھیں۔ اِس لئے اب بھابھی سننا اور بولنا دونوں کو عجیب لگا تھا۔

حور عین عادت کے مطابق کم ہی بول رہی تھی۔ امل اور ہدیٰ کی کافی دوستی ہو گئی تھی اِس لئے دونوں پٹر پٹر باتوں میں لگ چکی تھیں۔

"پتا نہیں یہ شفاء بھابھی کہاں رہ گئی ہیں اب تک تو آ جانا چاہئے تھا انہیں۔" کسی بات کے دوران ہدیٰ کلائی میں پہنی گھڑی دیکھتے بولی جواباً حور نے ابرو اٹھاتے استفسار کیا۔

"شفاء بھابھی؟۔۔۔" یہ نام ہدیٰ ایک ملاقات میں دوسری بار لے چکی تھی تو اخلاقاً اس کا پوچھنا تو بنتا تھا۔۔

"شفاء بھابھی عمم۔۔۔" ہدیٰ سوچ میں پڑتے بولی۔

"ویسے تو یہ رشتے میں میری جیٹھانی لگتی ہیں۔ مگر یہ ہادی بھائی کے بیسٹ فرینڈ کی وائف ہیں اور جبریل بھائی ماما پاپا کے لئے بالکل بیٹوں کی طرح ہیں۔ سو جیٹھانی دیورانی والا تو کوئی سین ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

اِس کی بات پہ حور عین مسکرا دی۔ اسے ہر بات کے اتنے لمبے لمبے جواب دیتا دیکھ کر بے اختیار کوئی یاد آیا تھا۔ جس پہ اُس نے فوراً سر جھٹکا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

حور عین نے ایک ڈریس پسند کرتے سیلز مین کو دیا اور ہدیٰ کی طرف پلٹی۔

"ہدیٰ تم اپنے لئے تو کچھ لو۔" جواباً ہدیٰ مسکراتے بولی۔

"اصل میں مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آتا۔ میں نے کبھی یوں اکیلے اپنے لئے شاپنگ نہیں کی۔ زیادہ تر میں بھائی یا اپنی دوست کے ساتھ ہی شاپنگ پہ آتی ہوں اس لئے کچھ ڈیسائیڈ نہیں کر پا رہی۔ آپ اپنے لئے لو نا۔۔ میں بھی دیکھ رہی ہوں ساتھ ساتھ، کچھ پسند آ گیا تو لے لوں گی۔"

حور ان بہن بھائی کی محبت کا اندازہ ہدیٰ کی باتوں سے ہی لگا چکی تھی۔ ہدیٰ کی ہر بات میں اُس کے بھائی کا ذکر لازماً ہوتا تھا۔ اور حور اُن باتوں کے جواب میں صرف مسکرا دیتی تھی۔ ایک تو پتہ نہیں کس گُم نام بستی کا اینٹی سوشل سا بندہ تھا اِس کا بھائی۔۔۔ پورا سوشل میڈیا چھان مارا تھا مگر کوئی سُراغ ہی نہ ملا تھا۔ "اے اللہ! پلیز اس دو نمبر میسی کے سامنے بس میری عزت کی لاج رکھ لینا۔۔۔ میرا ہونے والا بندہ زرا اچھے مینرز کے ساتھ اچھی شکل کا بھی نکال دینا، ورنہ اُس دو نمبر انسان کے سامنے میری ناک کٹ جائے گی۔ کیسے مُنہ کھول کر میں نے اس کے بھائی کی تعریفیں کر چھوڑی ہیں۔ اب اگر اس دو نمبر ہادی کے سامنے وہ میرا ایک نمبر ہادی کوئی بڑی توند والا مائیکل جیکسن نکل آیا تو میری کیا عزت رہ جائے گی۔

حور کو سوچوں میں گُم دیکھ کر امل نے ٹوکا۔

"کن سوچوں میں گُم ہو؟۔۔۔"

"ہوں۔۔۔ کیا ہوا؟۔۔۔" وہ ایک دم سے متوجہ ہوئی تو امل نے اسے اسی کے الفاظ یاد دلائے۔

"حور بی بی ابھی کچھ دیر پہلے کوئی کہہ رہا تھا کہ پبلک پلیس پہ انسان کو حاضر دماغ رہنا چاہئے ہے۔"

جواباً حور عین نے اس کی بات کو ایسے نظر انداز کیا تھا جیسے سنا ہی نہ ہو۔

"ہدیٰ کہاں گئی ہے؟۔۔۔"

"وہ اُس کی شفاء بھابھی آگئی تھیں۔ اُنہی کو لینے گئی ہے۔" امل لفظ شفاء بھابھی پہ زور دیتے بولی۔

"ویسے یار ایک بات ہے۔۔۔ تمہاری نند ہے بہت مزے کی چیز۔۔۔ بالکل بور نہیں ہونے دیتی۔ اِس تھوڑی سی دیر میں وہ اپنے بھائی کی اور اپنے سسرال والوں کی کتنی باتیں کر چکی ہے۔۔۔ اب بس جا کر اپنے بھائی کے سامنے تمہاری بھی ایسے ہی تعریف کر دے چاہے جھوٹی ہی کر دے بس کر دے سہی تو مزہ ہی آجائے!۔۔۔"

امل کی بات میں حور عین دل ہی دل میں آمین کہتے چوڑی ہوئی۔

"جی نہیں، مجھے کسی کی جھوٹی سچی تعریفوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"اچھا چلو بس۔۔۔ اب وہ آگئی ہے۔" امل دور سے آتی ہدیٰ کو دیکھ کر بولی۔

"تو آجائے۔۔۔ میں کون سا اس کی غیبت کر رہی ہوں۔"

ان کی باتیں سنتے سامنے کھڑے سیلز مین نے اپنی ہنسی چھپائی جو حور کی نظروں سے مخفی نہ رہ سکی اور ایک دم اپنا انداز سنجیدہ کرتے بولی۔

"آپ کے پاس کوئی سمپل اور ڈیسینٹ ڈریسز ہیں تو وہ دکھائیں۔ یہ بھاری قمقموں والے سوٹ سائیڈ پہ کر لیں۔"

سیلز مین سنجیدگی اختیار کرتے فوراً اِس کو دوسری سائڈ پہ لگے ڈریسز کی طرف لے گیا یہ سوٹ اِسے پہلے کی نسبت کافی ڈیسینٹ لگے تھے۔ اتنے میں ہدیٰ بھی شفاء سمیت اس کے پاس آئی۔

"حور اِن سے ملو یہ ہیں شفاء بھابھی۔۔۔ اور بھابھی یہ حور عین۔ باقی تو آپ جانتی ہی ہیں۔" اس کے زو معنی انداز پہ شفاء مسکرائی اور اپنا ہاتھ حور عین کے آگے بڑھایا۔

"اسلام علیکم"!

حور عین بھی اس کا گرمجوشی سے بڑھایا گیا ہاتھ تھام کر مسکرا دی۔

شفاء پہ پہلی نظر ڈالتے ہی وہ جان گئی تھی یہ لڑکی ڈاکٹر ہے۔ وجہ شفاء کے ایک بازو پہ لٹکتا اس کا وائٹ کوٹ تھا۔ شفاء کا چہرہ اسے بہت شناسا سا لگا تھا وہ بار بار اس کے چہرے کو دیکھتی جیسے جاننے کی کوشش کر رہی ہو کہ کہاں دیکھا تھا۔ حور عین کی میموری کافی فاسٹ تھی وہ پورے ہوش میں دیکھا چہرہ کبھی بھولتی نہیں تھی۔ اس نے بہت زور ڈالا مگر یاد نہ آیا تو وہم سمجھ کر جھٹک دیا۔ ہدیٰ کی نسبت شفاء اسے کافی خاموش اور نرم مزاج لگی تھی۔ اُس کی ہر ایک ادا سے اُس کی نفاست پسندی جھلکتی تھی۔

باتوں باتوں کے دوران ہی حور عین شفاء کے بارے میں بہت کچھ جان گئی تھی۔ یہ دونوں میاں بیوی ڈاکٹر تھے اور ایک ہی ہاسپٹل میں جاب کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ہیسبنڈ' ہادی کے بچپن کے دوست تھے اور ہادی نے شفاء کو اپنی بہن بھی بنا رکھا تھا۔

"واؤ!۔۔۔یعنی مسٹر ہادی میں بھائی چارے والی صفات بھی پائی جاتی ہیں۔۔۔" وہ سوچ کہ رہ گئی۔

ان سب کی شاپنگ تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ مگر سب خرید و فروخت کے بَعد بھی ہدیٰ کے پاؤں کسی ایک دُکان پہ ٹکتے نہ تھے وہ ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری بوتیک کہ چکر کاٹی جا رہی تھی۔ امل تو تنگ آ کر بہت دفعہ حور کے کانوں میں بھی گُھس چکی تھی۔ جبکہ حور صرف اُسے کہنی مار کر رہ جاتی۔

"بھابھی پلیز میں بہت کنفیوژ ہو رہی ہوں۔ آپ میری ہیلپ ہی کر دیں۔ مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا کیا لوں۔۔۔"

وہ کتنی بار کی بول چکی ہوئی بات دوبارہ بولی تو شفاء نے اُسے ڈپٹ دیا۔

"ہدیٰ آخر تم ہر ڈریس میں میری پسند کیوں پوچھ رہی ہو؟۔۔۔ پہننا تم نے ہے، میں نے نہیں۔ اب بڑی ہو جاؤ۔"

"پھر بھی بھابھی آپ جانتی ہیں ناں۔۔۔۔ میں کنفیوژ ہو جاتی ہوں۔ ہادی بھائی ساتھ ہوتے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا مگر اب آپ ہی میری ہیلپ کر دیں۔"

اب شفاء نے باقاعدہ سر پکڑا اور موبائل نکال کر ایک نمبر ملانے لگی۔ حور عین جو ان دونوں کے درمیان میں بیٹھی تھی۔ اُس کی عقابی نظریں نامحسوس انداز میں شفاء کی سکرین پہ لگی تھیں۔ مگر سکرین پہ ہادی کے بجائے شایان لکھا دیکھ کر اس کی سوچوں پہ پانی پھِر گیا۔

شفاء نے کال ملاتے فون کان سے لگایا اور ہدیٰ سے مخاطب ہوئی۔

"میرے خیال میں ہدیٰ اب تمہیں ہادی بھائی کے بجائے شایان کی پسند کو فوقیت دینی چاہیئے ہے۔ اس لئے اب ہادی بھائی کی پسند اُن کی بیگم کے لئے چھوڑو اور میرے دیور سے اس کی پسند پوچھو۔"

اتنے میں شاید دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"ہاں وعلیکم سلام! شکر ہے شایان تم نے فون تو اٹھایا۔ ہاں ہاں سب خیریت ہی ہے۔ زرا یہ اپنی ہونے والی بیگم صاحبہ سے بات کرو اور اسے خود ہی اپنی پسند کا بتا دو۔۔۔ وہ کس ٹائپ اور کلر کی اپنے لئے شاپنگ کرے۔ وہ بچاری بہت کنفیوز ہو رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی شفاء فون ہدیٰ کو تھما چکی تھی۔ جس کا رنگ فق ہوا تھا۔۔۔ شفاء کا فون اس کے سامنے کرنے پہ وہ ایک دم بدکی۔۔۔

"بھابھی میں۔۔۔یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟۔۔۔" ہدیٰ کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا کرے۔یہ تو اس کی بات اُسی پہ الٹی پڑ چکی تھی۔

اِس کی حالت دیکھ کر حور اور امل نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اپنی ہنسی چھپائی۔۔۔کب سے پٹر پٹر بولنے والی لڑکی ایک دم ایسے چُپ ہوئی تھی جیسے منہ میں زبان ہی نہ رکھتی ہو۔چار و ناچار اس نے فون کان سے لگایا۔

"اسلام و علیکم۔۔۔۔"

"وعلیکم السلام۔۔۔کیا یہ سچ ہے آپ میری پسند سے شاپنگ کرنا چاہ رہی تھیں۔"

اِسپیکر سے نکلتی آواز میں کھنک واضح تھی۔ہدیٰ کے بالکل ساتھ بیٹھے ہونے کے باعث سپیکر سے نکلتی آواز حور کی سماعت سے بھی ٹکرائی تھی۔

جبکہ ہدیٰ شایان کے سوال پہ بس "وہ۔۔۔وہ۔۔۔" ہی کرتی رہ گئی۔۔۔

"وہ وہ کو چھوڑیں۔آپ کچھ بھی لے لیں۔مجھے آپ پہ سب کچھ ہی اچھا لگتا ہے۔"

"جی۔" وہ لال پڑی تھی اِس کو ایسے دیکھ کر ان تینوں کی ہنسی بے ساختہ نکلی تھی اور وہ اِن کو آنکھیں دکھا کر رہ گئی مگر فون کان سے لگائے کچھ کہہ نہ سکی۔۔۔

"سوری سوری۔۔۔تم بات کرو ہم تمہیں نہیں دیکھ رہے ہم تو یہ ڈریس دیکھ رہے ہیں۔۔۔ہے ناں؟۔۔۔شفاء امل اور حور کو ساتھ ملاتے بولی۔جس پہ انہوں نے پورا پورا ساتھ دیا تھا۔

شایان بھی فون کے دوسری طرف ان سب کا اِسے چھیڑنا محسوس کر چکا تھا۔وہ خیال میں ہی ہدیٰ کے تاثرات سوچتا مسکرا دیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں وہ اِس لئے نہیں۔۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ میں تو بس وہ بھابھی۔۔۔ وہ زیان نے کہا تھا ناں۔۔۔"

شفاء کے سامنے اُسے سمجھ نہ آیا کیا کہے تو الٹا سیدھا بولنے لگی۔ جس پہ شفاء نے اس کی طرف دیکھتے اپنا ماتھا پیٹا تھا۔

"تم کب بڑی ہو گی ہدیٰ؟۔۔۔ بھلا اس بات میں زیان اور میں کہاں سے آ گئے؟۔۔۔"

ہدیٰ تنگ آ کر کچھ کہے بغیر ہی فون رکھنے لگی تھی جب دوسری جانب سے شایان کچھ بولا تھا۔ شاید وہ اس کی آدھی ادھوری بات کا پورا مطلب اخز کر چکا تھا۔

"میں سمجھ گیا۔ آپ اپنے لئے نہیں بھابھی کے لئے کہہ رہی ہیں؟۔۔۔"

اِس کی بات پہ ہدیٰ نے لمبا اور سکون کا سانس باہر کو چھوڑا۔

"شکر ہے آپ کو سمجھ تو آئی۔۔۔"

اپنے آفس میں بیٹھا شایان اس کے انداز پہ ایک دم ہنس دیا۔

"جی بالکل، اگر میں خوش فہم نہ ہوتا تو پہلے ہی سمجھ جاتا۔ دی آنلی ڈاٹر آف سلیمان افگن "مس نورالہدیٰ" کو آخر اِس معمولی سے شایان مصطفیٰ کے جذبات کی کیا قدر۔۔۔" مسکراتی آواز میں کیا گیا شکوہ تھا

"اب ایسی بات بھی نہیں ہے۔"

وہ ایک ہاتھ سے موبائل کان کو لگائے دوسرے سے کاؤنٹر پہ لگی ان دیکھی دھول صاف کرنے لگی۔

"چھوڑیں اِس لاحاصل بحث کو نورالہدیٰ جس کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔۔۔ اور جہاں تک بات رہی شفاء بھابھی کے ڈریس کی تو۔۔۔ بھائی نے ریڈ میں کوئی اچھا سا ڈریس کہا تھا۔ آپ بھابھی کو اچھا لگتا کوئی بھی ڈیسنٹ سا ریڈ ڈریس لے دیں۔

بس انہیں پتا نہ چلنے دیجئے گا۔ ورنہ بھائی کا سر پرائز خراب ہو جائے گا۔" ہدیٰ کا جواب سن کر وہ فون بند کرنے ہی لگا تھا کہ ہدیٰ کی پُکار پہ رُک گیا۔

"سنیں۔۔۔"

"جی سنایئے؟۔۔۔" وہ بھی اُسی کے انداز میں کُرسی کی پُشت پہ سر ٹکائے آنکھیں بند کرتے بولا۔

لمحے بھر کے لئے فون میں خاموشی چھائی تھی۔ پھر ہدیٰ کی دھیمی سی آواز اُبھری۔

"مجھے قدر ہے۔" اتنا کہہ کر وہ فون بند کر چکی تھی اور شایان کو جب اُس کی بات کا مطلب سمجھ آیا تو وہ بند آنکھوں سمیت ہی مسکرا دیا۔ یہ لڑکی کسی شک کے بغیر اِس کے لئے ایک امتحان تھی۔ وہ جذبوں کے اظہار میں بالکل صفر تھی یہ بات شایان اچھے سے جان چکا تھا مگر شایان کے علاوہ وہ ہر کسی سے اپنی محبت اور جذبات کا اظہار کُھل کر کرتی تھی۔ یہ بھی شایان جان چکا تھا۔

فون سی نکلتی آواز کے باعث ان کی تمام بات پاس بیٹھی حورعین نے واضح سنی تھی۔ وہ یہ سمجھ چکی تھی کہ ہدیٰ کی اس کھپن کھپائی کا مقصد صرف اور صرف شفاء کے لئے کچھ خریدنا تھا۔۔۔

"بھائی کوئی ڈیسنٹ سیاریڈ کلر میں ڈریس دکھا دیں۔" ہدیٰ سیلز مین سے بولی تو شفاء نے اِسے زو معنی نظروں سے دیکھا۔

"ناٹ بیڈ۔۔۔ دیور جی کی پسند تو کافی اچھی ہے۔" اس وقت ہدیٰ نے بھی دل میں جبریل کے بارے میں کچھ ایسا ہی سوچا تھا۔

ان کو کچھ ناپسند آتا دیکھ کر حورعین بولی۔

"چلو کسی اور بوتیک پہ چلتے ہیں۔ یہاں مجھے کچھ مزے کا نہیں لگا۔" حور عین کے بات سے سب ہی متفق ہوئے تھے۔

ایک بوتیک سے گزرتے حور عین کی نظر، باہر ڈسپلے پہ لگی ساڑھی پہ پڑی تھی۔

اس نے نامحسوس انداز میں شفاء اور ہدیٰ سے اس کی رائے پوچھی۔

"واؤ یہ تو بہت پیاری ہے شفاء بھابھی آپ کو کیسی لگی؟۔۔۔"

"ہاں کافی پیاری ہے تم پہ بہت اچھی لگے گی۔" شفاء کا جواب پا کر وہ ایک ہی رنگ میں اوپشن کر طور پہ چھ سے سات سوٹ دیکھ چکے تھے۔ بلآخر حور عین کے کہنے پہ ہدیٰ نے جبریل کو میسج کر کے ساڑھی کے بارے میں پوچھا اور پھر اُسی ساڑھی کو ڈن کیا جو ڈسپلے پہ دیکھی تھی۔ یہ ساڑھی سمپل، ڈیسینٹ اور ایلیگنٹ تینوں طرز کی تھی۔ اگر حور عین اپنے لئے بھی کوئی ساڑھی لیتی تو ایسی ہی لیتی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

"آگئی میری بیٹی؟۔۔۔ کیسا گزرا دن؟۔۔۔"

حور کو آتا دیکھ کر تیمور نے اخبار فولڈ کرتے ایک طرف رکھا۔

"اوہ مائی گاڈ ڈیڈ!۔۔۔ کچھ نا پوچھیں۔

"such a hectic day."

اس نے آنکھیں بند کرتے اپنا سر باپ کے کندھے کے ساتھ لگایا تو انہوں نے اپنا بازو واہ کیا اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ ایسے کے اس کا سر اب تیمور کے سینے کے ساتھ تھا۔

"کیوں کیا ہوا؟۔۔۔ کیا مزہ نہیں آیا؟۔۔۔"

"نہیں!۔۔۔ مزہ تو آیا مگر تھکاوٹ بہت ہو گئی۔ پاپا ہُدیٰ بہت پکاتی ہے، بہت زیادہ۔ مجھے لگتا ہے وہ کنفیوژ سی ہے، شاید کبھی کسی نے اُس کے اندر فیصلہ کرنے کی ایبیلیٹی پیدا نہیں کی یا وہ ابھی بھی پوری بچی ہے دوسروں کی مرضی پہ جینے والی مگر جو بھی ہے دل کی بہت اچھی ہے۔"

اس نے ہُدیٰ پہ کیا گیا لمبا چوڑا مشاہدہ باپ کے سامنے پیش کیا۔ تیمور کو اتنے عرصے بعد اپنی بیٹی کو واپس اپنی رو میں آتا دیکھ کر دل ہی دل میں اطمینان حاصل ہوا تھا۔

"پتا ہے پاپا میں نے اُس میں ایک بات نوٹس کی ہے۔ اُس میں بچپنا بہت ہے ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ لاڈ پیار میں کسی نے اِسے بڑھنے ہی نہ دیا ہو یا بچہ سمجھ کر کبھی اس کی مرضی ہی نہ جاننے کی کوشش کی ہو، شاید اسی لئے وہ کچھ بھی چوز کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتی ہے۔ اور شاید اسی لئے اُس میں decision making ability نہیں ہے۔۔۔ ویسے تو ہدیٰ بہت اچھی ہے۔ دِل کی بالکل صاف، بس مجھے بچی بچی سی لگی۔ میرے خیال میں اِس ایج میں ہر لڑکی کو اتنا تو اسٹرونگ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے نجی فیصلے خود لے سکے۔ اپنی حفاظت خود کر سکے اور اپنے لئے لڑ سکے۔ جتنا میں اِن دو ملاقاتوں میں اسے جان چکی ہوں۔ وہ امیچور نہیں ہے بس بہت ایزی ٹو فول ہے۔ اُسے کوئی بھی آسانی سے ٹریپ کر سکتا ہے جبکہ ایک لڑکی کو ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔"

"بیٹا ہر کسی کا زندگی گزارنے کا اپنا اصول ہوتا ہے۔ سب نے زندگی میں ایک جیسی چیزیں نہیں دیکھی ہوتی ہیں۔ اس لئے کسی کے بارے میں اتنی شدت سے رائے دینا صحیح نہیں۔۔۔ ہر انسان کی اپنی شخصیت ہوتی ہے اور ہر انسان اپنی شخصیت میں اپنی طرح مکمل ہوتا ہے۔"

اِس کی ساری باتوں کو تیمور نے بہت غور سے سنا تھا وہ اپنے ساتھ لگی بیٹی کے چہرے پہ سکون آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔ بظاہر اس کی بات کو غور سے سنتے وہ اِس کو اِن سب کے ساتھ گھُلتا ملتا دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ وہ باتوں باتوں میں اپنے باپ کو اپنے سسرال کی بہت سی باتیں بتا چکی تھی جو اُسے ہدیٰ سے پتا چلی تھی۔ لیکن ہدیٰ کے بارے اپنی بیٹی کی سوچ انہیں ایک لحاظ سے اچھی نہ لگی تھی۔ کسی بھی انسان کو دو ملاقاتوں میں جج کرنا کسی صورت صحیح نہیں ہوتا اور نہ ہی ہر انسان کی سوچ آپ جیسی ہو سکتی ہے۔۔۔ پھر ہدیٰ نے وہ سب تو نہیں دیکھا تھا جو یہ دیکھ چکی تھی تو دونوں ایک جیسی کیسے ہو سکتی تھیں۔ ہر انسان کی زندگی کا اپنا الگ نقطہ نظر ہوتا ہے۔

****

بلآخر ٹھیک ایک ہفتے بَعد دُوراب شاہ رِہا ہو ہی گیا تھا۔ یہ خبر جب شاہنواز شاہ تک پہنچی تو وہ حسین سے صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

"تم لوگوں کا قانون بھی اُس درندے کی طاقت کے آگے ہار گیا، تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے، تم لوگ بھی اس کے اور میرے جیسے ہی ہو، تم لوگوں کا یہ قانون بھی مجرم کا ہی ساتھ دینے والا ہے۔۔۔ اس ملک میں سلاخوں میں بند کرنے والے اور سلاخوں میں بند ہونے والے میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ سلاخوں کے پیچھے موجود اِنسان کے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں اور اس کے جُرم کی داستانیں واضح ہوتی ہیں جبکہ سلاخوں کے باہر موجود

سلاخوں میں ڈالنے والے کے ہاتھ کُھلے اور اُس کے جرم کی داستانیں چُھپی ہوتی ہیں، ساتھ میں اُن کے دِل بھی اُن کے جِسَم پہ موجود اُن کی وردی کی طرح ہی کالے ہوتے ہیں۔"

حسین نے شاہنواز کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا تھا اور نہ ہی وہ اِس کی کسی بھی بات کا جواب دینے کا پابند تھا۔

ایک چیز جو اِس نے نوٹس کی تھی وہ یہ تھی کہ اس نے بی کلاس کی جیل سے نکل کر سی کلاس کی جیل کا انتخاب اپنے لئے خود کیا تھا۔ وہ دنیا کے لئے ایک ایم۔ این۔ اے کا بیٹا تھا اور اُس نے اس حیثیت سے ملنے والی تمام مراعات کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ وہ اِس جیل میں اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کے کام بھی خود کر لیتا تھا۔ اس کے اندر بہت سی تبدیلیاں آئیں تھیں۔ جیل میں ہونے والے تبلیغی اجتماعات میں وہ باقاعدگی سے جاتا تھا اور جیلر کے مطابق نماز و قرآن کی پابندگی بھی اس میں پیدا ہوئی تھی، ورنہ یہ وہ شاہنواز تھا جو کبھی لوگوں کی زمین پہ قبضہ کر کے اس کا ناجائز استعمال کرتا تھا، نشہ کرنا، اپنے سوتیلے باپ کے نام کو اپنے ساتھ جوڑ کر جگہ جگہ بدمعاشی کرنا، جوئے کے اڈے بنانا اِس کا مشغلہ تھا اور انسانی جانوں کے ساتھ کھیلنا تو اِس کا پسندیدہ کھیل رہا تھا۔ بے شک وہ رب جس کو چاہے ہدایت دے اور جس سے چاہے ہدایت چھین لے۔۔۔ یہ اُسی کے کام ہیں اور بیشک اُس کے کام سب سے نرالے ہیں۔

* * * * * * *

کھانے کی میز پہ اِس وقت گھر کے تمام افراد موجود تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا جب زیان، حدید اور زمان مصطفیٰ کے علاوہ باقی سب بھی ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔۔۔ کبھی شفاء کے ڈیوٹی آرز ہوتے تو کبھی جبریل کے یا پھر کبھی شایان کو اپنے شو کی تیاری کے سلسلے میں کہیں نہ کہیں کھوج لگانے کے لئے جانا پڑتا لیکن آج قسمت سے سب ہی میز پہ موجود تھے۔

"یار آپ لوگ یہ ڈش ٹرائی کریں ناں میں نے فوڈ فیوژن کی نئی ریسیپی ٹرائی کی ہے۔۔۔ کھا کر بتائیں کیسی بنی ہے؟۔۔۔"

زیان نے ڈِش سینٹر میں رکھتے سب کی توجہ اس کی طرف دلائی۔۔۔۔

شفاء نے تھوڑا سا نکال کر اپنی پَلیٹ میں ڈالا تو زیان اِسے تَعرِیف طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ہم۔۔۔" وہ منہ میں نوالہ ڈالتے مزے سے بولی۔

"زیان تم نے تو واقعی یہ بہت ٹیسٹی بنایا ہے۔ وہ بھی فرسٹ ٹرائی میں۔۔۔ میری طرف سے تم پاس ہو گئے بچہ۔۔۔۔ اب نیکسٹ ٹائم بناؤ تو مجھے ساتھ کھڑا کر کے بنانا تاکہ میں بھی سیکھ لوں۔"

"وائی ناٹ۔۔۔ مگر میں پہلے ہی بتا رہا ہوں، میری شاگردی آپ کو مفت میں نہیں ملے گی۔ اپنی جیب ہلکی کرنی پڑے گی آپ کو۔۔۔"

وہ یہ سنہرا موقع کیسے ہاتھ سے جانے دے سکتا تھا اس لئے فوراً سے پیٹیک ڈالی۔ جو شفاء منظور بھی کر چکی تھی۔

باری باری سب نے اس کا بنایا ہوا سالن چکھا اور سب نے ہی بہت تَعرِیف کی۔۔۔ اِس میں کچھ شک نہیں تھا۔ زیان کے ہاتھ میں واقعی بہت ذائقہ تھا۔ وہ اس گھر کا ماسٹر شیف تھا۔ بس اس سے پراٹھے نہیں بنتے تھے۔ وہ کچھ بھی ہوتے تھے مگر وہ پراٹھے نہیں ہوتے تھے۔

کھانے سے فارغ ہو کر سب لیونگ روم میں بیٹھے اب شایان کے بنائے گئے ٹرائفل سے انصاف کر رہے تھے۔ جو آج اس نے بہت دنوں بَعد بنایا تھا۔ اس گھر کا ماسٹر شیف اگر زیان تھا تو ڈیزرٹ صرف شایان کے ہاتھ کا ہی کھایا جاتا تھا۔ زمان مصطفی ٹی وی پہ چلتی نیوز دیکھنے کے ساتھ ساتھ کھانے میں بھی مصروف تھے۔ سامنے ہی ساری شاپنگ کھُلی

پڑی تھی۔ جو آج حدید شفاء اور جبریل کے ساتھ شایان اور ہادی کی شادی کے لئے کر کے آیا تھا۔ سب ہی ساتھ ساتھ اس کی چیزوں پہ بھی ریمارکس دے رہے تھے۔ ٹی وی پہ بریکنگ نیوز آئی تو شایان نے نامحسوس سے انداز میں چینل بدل دیا مگر زمان مصطفیٰ کی آواز پہ اُسے رُکنا پڑا جو اپنی عینک صحیح کرتے واپس ٹی۔ وی کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

"چینل کیوں بدل دیا؟ واپس نیوز لگاؤ دیکھیں تو صحیح' اب کیا بریکنگ نیوز آ رہی ہے؟۔۔۔"

چار و نچار اس کو نیوز لگانی ہی پڑی جہاں نیوز اینکر گلا پھاڑ پھاڑ کر بریکنگ نیوز عوام تک پہنچا رہا تھا۔

"ہم آپ کو سعدان قتل کیس کے بارے میں تازہ ترین اپڈیٹ دیتے چلیں کہ ملزم سلطان دراب شاہ کو ضمانت پہ رہا کر دیا گیا ہے۔۔۔ ہم آپ کو دوبارہ بتاتے چلیں کہ ابھی ابھی ہمیں اپنے ذرائع سے پتا چلا ہے دُراب شاہ جنہیں ہفتہ پہلے ہی سعدان الٰہی کے قتل کے الزام میں ان کے گھر سے گرفتار کیا گیا تھا انہیں اب رہا کر دیا گیا ہے۔ دراب شاہ مرحوم ایم۔ ان۔ اے بختیار شاہ کے بھائی بھی تھے۔ جنہیں انہی کی الیکشن کمپین میں گولی مار کر قتل کیا گیا تھا۔"

اس خبر پہ حدید کی شیروانی کو رمیں ڈالتی شفاء کے ہاتھ زپ پہ ہی ساکت ہوئے تھے۔ اس نے چہرہ اُٹھا کر بے یقینی سے دیوار پہ لگی ایل۔ ای۔ ڈی کو دیکھا۔

جہاں نیوز اینکر دوبارہ یہی خبر سنا رہا تھا۔

اِسے یقین نہ آیا تھا۔ ایسے کیسے ہو سکتا تھا؟۔۔۔ ہادی نے تو اسے انصاف کی امید دلائی تھی، اتنا عرصہ اس نے انتظار کیا تھا اپنے جوان مرحوم بھائی کو انصاف ملنے کا۔۔۔ اور اب اگر ملنے لگا ہی تھا تو پولیس کیسے اسے آزاد کر سکتی تھی۔

اُسے ہادی کی تمام باتیں اِس لمحے کھوکلی لگی تھیں، سب ڈرامہ۔۔۔

Safa ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کا جوان بھائی جو لوگوں کو انصاف دلاتے اپنی جان کی بازی ہار گیا تھا۔ اس کو انصاف دلانے کے لئے کوئی آگے نہیں آیا تھا۔ شاید اس کی اپنی بہن بھی نہیں۔۔۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سعدان کا بے سُدھ پڑا وجود آیا تھا جو اِس نے آخری بار دیکھا تھا اس نے کَرب سے آنکھیں بند کیں۔ آنسوؤں نے آنکھوں کے راستے باہر آنے کا راستہ بنایا تھا۔ جنہیں روکنے کی شفاء نے کوئی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔

شفاء کے آنسو دیکھ کر شایان خود بھی شرمندہ ہوا تھا۔ ان سب کو یاد تھا دُراب شاہ کی گرفتاری کی خبر نے شفاء کو کیسے پرُسکون کر دیا تھا۔

وہ معذرت کرتی لیونگ روم سے اٹھی اور اپنے کمرے میں آکر رونے لگی۔ اسے جاتا دیکھ کر زمان مصطفیٰ نے جبریل کو پیچھے جانے کا اشارہ دیا تھا۔

شفاء کو روتے دیکھ کر اِسے دُکھ ہوا تھا۔ وہ آہستگی سے چلتے اِس کے پاس بیڈ پر آ بیٹھا۔ وہ گرفتاری سے پہلے ہی پیدا ہو جانے والی اس صورتحال سے واقف تھا۔ وہ پہلے ہی جانتا تھا دراب شاہ زیادہ دیر تک اندر نہیں رہے گا۔ ہادی اِسے ساری پلاننگ پہلے ہی بتا چکا تھا۔ اس نے یہ سب شفاء سے خود ہی چھپایا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے قاتلوں کو سلاخوں کے پیچھے دیکھ کر خوش تھی، سکون میں تھی اور وہ اس سے یہ سکون نہیں چھیننا چاہتا تھا۔

جبریل کی موجودگی کو محسوس کرنے کے بَعد بھی شفاء نے اپنے آنسو صاف کرنے کی کوشش نہ کی تھی بلکہ اسے دیکھتے اس کے آنسوؤں میں روانی آئی تھی۔

جبریل نے اس کی آنکھوں میں موجود شکوے کو آسانی سے پڑھا اور خاموشی سے اس کا سر اپنے ساتھ لگایا۔۔۔

"مجھے لگا تھا۔ ہادی بھائی اپنا وعدہ پورا کریں گے مگر نہیں۔۔۔ انہوں نے بھی کچھ نہیں کیا۔۔۔ ایسے کیسے وہ اتنی آسانی سے اُسے چھوڑ سکتے تھے۔۔۔ وہ قاتل ہے اس نے میرے بھائی کا قتل کیا ہے اور بھی نجانے اس نے کتنے گھروں کے چراغ بجھائے ہَیں۔"

وہ خاموشی سے اُسے سنے گیا۔

" جبریل میں نے آپ سے کہا بھی تھا مجھے ٹرائل میں جانے دیں۔۔۔ میں بہن ہوں مقتول کی۔۔۔ مقتول کا وہ واحد رشتہ تھی جو اُس کے لئے انصاف کی جنگ لڑ سکتا تھا۔ میں کیا منہ دکھاؤں گی سعدان بھائی کو۔۔۔ کہ اُس کی بہن اُس کے لئے اتنا بھی نہیں کر سکی۔۔۔"

جبریل کے سینے سے لگے روتے ہوئے ہی اس نے احتجاج کیا تھا۔ جبریل نے بہت آرام سے اسے اپنے سے الگ کیا اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیتے سامنے کیا۔۔۔

"کیا چاہتی تھی تم شفاء؟۔۔۔ یہ کہ میں تمہیں کورٹ، کچہری اور پولیس اسٹیشنوں کے دھکے کھانے دیتا۔ جب تمہارے بھائیوں اور شوہر نے تمہیں بیان دینے تک کے لئے پولیس اسٹیشن جانے نہ دیا تو کچہری کیسے جانے دیتے؟۔۔۔ جانتی بھی ہو کیسے بھانت بھانت کے لوگ ہوتے ہَیں وہاں، جو لڑکی ذات کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہَیں کہ عزت دار لڑکی کو خود سے شرم آجائے اور جس کے خلاف تم نے کیس لڑنے جانا تھا وہ تو خود لڑکیاں بیچنے اور چائلڈ ٹریفکنگ کا کام کرتا ہے۔۔۔ اور تمہیں کیا لگتا ہے تمہارے سعدان بھائی زندہ ہوتے تو وہ گوارہ کرتے کہ تم کورٹ جاؤ۔۔۔ یہ بولی ووڈ یا ہولی ووڈ کی کسی مووی کا سین نہیں ہے جہاں ٹرائل پہ تمام دوست واحباب تماشہ دیکھنے کچہری آپ کے ساتھ چلے جائیں۔۔۔ یہ حقیقی زندگی ہے مسز شفاء، حقیقی زندگی۔۔۔ یہاں پہلے تو اُس اُس روپ کے وکیلوں سے آپ کا سامنا ہو گا جن کی نظروں کو محسوس کر کے آپ کو خود سے ہی گھِن آئے گی۔ پھِر کہیں جا کر کورٹ روم

میں جانے کی اِجازَت ملے گی اور وہاں بھی آپ کے لئے کوئی فلموں یا ڈراموں کی طرح خصوصی کُرسیاں نہیں پڑی ہوتی۔۔۔ وہاں کا منظر وہ ہوتا ہے جہاں شریف گھرانوں کی لڑکیاں جانا تو کیا سانس لینا بھی برداشت نہیں کر سکتیں۔"

"مگر وہ کوئی غیر نہیں میرا بھائی تھا جبریل!۔۔۔ میں اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکی۔۔۔"

اُس نے ایک بار پھر اپنی سی کوشش کی۔

" کس نے کہا تم کچھ نہیں کر سکی؟۔۔۔"

وہ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اُس کے آنسو صاف کرتے اِسے واپس اپنے ساتھ لگا کر بولا۔

"تم تو اپنے بھائی کی وہ بہن ہو جو اُس کی موت کے بَعد بھی ہمت نہیں ہاری۔۔۔ تم نے تو اکیلے رہ کر بھی اپنے بھائی کے خواب پورے کئے ہیں اور ایک اچھی ڈاکٹر بنی ہو۔ تمہیں دیکھ کر میں سوچتا ہوں تمہارے بھائی کے ساتھ میرے بھائی بھی بہت خوش قسمت ہَیں جو اِنہیں تم جیسی بہن ملی۔ بہن کے رشتے کو پا کر میں ان کے اندر کی تشنگی کو ختم ہوتا محسوس کر سکتا ہوں اور پھر تمہیں ہادی سے زیادہ اللہ پہ یقین رکھنا چاہیے۔ ہادی ایک انسان ہے وہ اُس وقت تک کچھ بھی نہیں کر سکتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے۔۔۔"

شفاء نے اپنا سر اُٹھا کر جبریل کی طرف دیکھا جو اُسے یوں اپنی طرف دیکھتا پا کر مسکرا دیا۔

"مائی ڈیئر وائف!۔۔۔ میں شروع سے جانتا تھا دُراب شاہ ایک نہ ایک دن باہر آجائے گا۔ یہ رہائی ہادی اور اس کی ٹیم کے پلان کا حصہ ہے۔ یہ سب وہ اس کی تمام چھپے ہوئے مقاصد کا پتا لگانے کے لئے کر رہے ہیں۔"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"۔۔۔

"بالکل سچ۔" شفاء کو اپنے ساتھ لگائے وہ اس کے انگلی میں موجود انگھوٹی کو چھیڑتے بولا۔

شوہر کی قُربت میں اللہ نے کتنا سکون رکھا ہے شفاء نے یہ اِس وقت جانا تھا۔ اس نے جبریل کے گھیرے سے نکلنا چاہا مگر جبریل کی گرفت مضبوط تھی۔ جب اِسے کچھ سمجھ نہ آیا تو خود کو پر سکون کرتے اپنا سر جبریل کے کندھے سے لگایا اور آنکھیں موند لیں۔

******

"ہادی ایک بار پھر سوچ لو تم یہ کر لو گے؟۔۔۔"

منہاس علی اِن دونوں کے ہم قدم کانفرنس ہال کی جانب بڑھتے بولے۔

ہادی کے مثبت جواب پہ حُسین کی تسلی نہ ہوئی تو وہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"ہادی شادی کی تاریخ سر پہ ہے بلکہ شادی بھی نہیں شادیوں کی۔۔۔" وہ شادی پہ زور دیتے بولا۔ "مجھے نہیں لگتا ایسے حالات میں تمہیں آپریشن لیڈ کرنا چاہیے ہے۔ میں حسیب اور سر منہاس ہیں ناں' پھر باقی ٹیم بھی تو ہے ہم سب سنبھال لیں گے۔"

اِس کی بات پہ ہادی کے قدم جھٹکے سے رُکے۔ جس کے باعث اُن دونوں کو بھی ٹھہرنا پڑا۔

"بس یہی وجہ تھی جو میں اتنی جلدی اپنی شادی کی خبر آپ لوگوں کو نہیں دینا چاہتا تھا۔ اِس دن کے لئے میں نے کتنی محنت کی ہے۔ آپ لوگ ہر ایک چیز سے واقف ہو کر بھی ایسا کہہ رہے ہیں۔ مجھے آپ لوگوں کی قابلیت پہ شک نہیں ہے میں جانتا ہوں آپ لوگ اچھے سے سب مینیج کر سکتے ہیں۔ مگر یہ میرا کیس ہے، میرا آپریشن ہے میں اِسے ضرور لیڈ کروں گا۔" اب وہ منہاس علی سے مخاطب ہوا۔

"میں ایسا لیڈر ہر گز نہیں ہوں سر' جو اپنی ٹیم کو جنگ پہ روانہ کر کے خود آرام سے اپنے سر پہ سہرا سجا لے اگر آج میں ایسا کرتا ہوں تو کیا فرق رہ جاتا ہے مجھ میں اور دُراب شاہ جیسے لوگوں میں۔ جو بزدلوں کے طرح خود تو پیچھے رہتے ہیں اور اپنے ماتحتوں کی جان کی زرا پروا نہیں کرتے۔"

اس کی جذباتی تقریر کا حُسین پہ زرا اثر نہ ہوا۔ اس نے ایک بار پھر اِسے سمجھانا چاہا۔

"مگر تم حالات سے اچھی طرح واقف ہو ہادی' تمہارا تو دراب شاہ ویسے ہی ذاتی دشمن بنا پھر رہا ہے۔"

"کم از کم حسین مجھے تم سے ایسی بات کی توقع نہیں تھی۔ تم وہی حُسین ہو ناں، جو ہر مشن سے پہلے پوری ٹیم کو باور کراتا ہے۔ جان جاتی ہے تو جائے مگر ہم حق کی اس جنگ میں بزدلوں میں سے ہر گز نہیں ہوں گے۔۔۔" اس سے پہلے کہ حسین کوئی جواب دیتا منہاس علی پہلے ہی بول اُٹھے۔

"اب بحث کا وقت نہیں بچا۔ ہادی اپنی ٹیم کو خود لیڈ کرنا چاہتا ہے تو وہ کر لے۔ مگر نتائج کا ذمہ دار وہ خود ہو گا۔

جواب کا انتظار کئے بغیر انہوں نے کانفرنس ہال کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے۔ وہ دونوں بھی ان کی تائید میں اندر داخل ہوئے تھے۔

کانفرنس روم میں ایک جانب لگے دیوار گیر پروجیکٹر کی روشنی نے تاریک کمرے میں دھیمی دھیمی روشنی پیدا کر رکھی تھی۔

کمرے میں موجود ان کے تمام ٹیم ممبرز جن میں اسپیشل ایجنسی کے لوگ بھی شامل تھے منہاس علی کو اندر آتا دیکھ کر احترام میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے منہاس علی نے پروجیکٹر کے زریعے تمام پلان ایک بار پھر دوہرایا۔

حسین کے عین مطابق دُراب شاہ کو پہلے ایک چھوٹے کیس میں اریسٹ کرنا کارآمد رہا تھا۔ جیل سے باہر آ کر دُراب شاہ جان چکا تھا کہ اب وہ بآسانی پولیس کے غلبے سے نہیں نکل سکتا۔ جیل سے آنے کے بَعد اُس نے سب سے پہلا کام لاہور سے اپنے کاروباری اڈے ختم کرنے کا کیا تھا۔ وہ انڈر گراؤنڈ ہونے کے تمام بندوبست پہلے ہی کر چکا تھا مگر عین وقت پہ اپنا نام بلیک لسٹ ہو جانے کے باعث یہ بھی اس کے لئے ناممکن ہو گیا تھا۔ ایسے میں اِس کے پاس بہترین اوپشن ایک ہی تھا۔ اور وہ تھا فلحال کے لئے اپنا پورا بلیک بزنس خاموشی سے لاہور سے باہر موو کرنا۔ مخبری کے خوف سے اس نے اپنے قریب کے سارے بندے بھی بدل ڈالے تھے۔ نئے بندوں کو ہر طرح سے پرکھنے کے بَعد وہ انہیں اپنے مرکز کی جانب بھیج چکا تھا۔ وہ مرکز جہاں پہ آج تک اس نے اپنے قریب ترین اور قابل یقین بندوں کو بھی نہ بھیجا تھا مگر اب حالات کے دباؤ کہ باعث وہ سوچے سمجھے بغیر نئے بندوں کو بھیجنے کے لئے مجبور ہوا تھا۔ اِس کے لئے لاہور سے کلین آؤٹ لینا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ وہ پولیس، میڈیا، کچہری اور ایجنسیز سب کی نظر میں آ چکا تھا۔ جس کے باعث حکومت کے بندے بھی اِس سے زیادہ اِس کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔

اور یہی تو حسین کا پلان تھا۔۔۔ ان کے ہاتھ دُراب شاہ کا سب سے بڑا ٹھکانا لگ چکا تھا۔۔۔ وہ ٹھکانا تھا یا زندہ انسانیت کا جنازہ۔۔۔ شاید وہ جنازہ نہیں تھا۔ قبرستان تھا اور قبرستان بھی وہ جس میں مردہ انسان نہیں، زندہ انسان سمائے تھے، یہاں صرف انسان کا جِسَم بِک کر درندوں کے نفس کی خوراک نہیں بنتا تھا بلکہ یہ جِسَم سے روح کھینچ لینے کے مترادف جِسَم کے حصے نکال کر بھی بیچے جانے کا بازار بنا ہوا تھا۔ یہ وہ قبرستان تھا جہاں میتوں کا بھی سودا کیا جاتا تھا۔۔۔

وہ چاہتے تو یہی تھے کہ شاہ کے ایک ایک ٹھکانے تک پہنچ کر اُسے تباہ کر دیں مگر جو ٹھکانا اِن کے سامنے آیا تھا وہ ان کی روح تک دہلا چکا تھا۔ اِس مشن کے لئے ایک بہت بھاری نفری تیار کی گئی تھی اور وجہ یہی تھی ان کے پاس ناکامی کا اوپشن نہیں بچتا تھا۔ سب کے حوصلے بہت بلند تھے۔ سب اسی جذبے کے تحت میدان میں اترے تھے کہ یا تو مٹ جائیں گے یا مٹا دیں گے۔۔۔

منہاس علی نے ایک ایک ٹیم ممبر کو ان کی جگہ اور ان کے کام ازبر کرا دیئے تھے۔

اِس بِلڈنگ کو تِین رستے لگتے تھے اور تینوں راستوں پہ الگ الگ گیٹ لگائے گئے تھے۔ بظاہر دیکھنے میں یہ تین الگ الگ گھروں کی بلڈنگز لگتی تھیں جبکہ اندر سے یہ ایک ہی ٹھکانہ تھا۔ باہر والوں کی نظر میں مشکوک نہ ہونے کے لئے اس بلڈنگ کو دو الگ الگ گلیوں اور رستوں سے لگتے تین الگ الگ دروازے لگائے گئے تھے۔ ایک راستے کو منہاس علی، ایک کو حُسین اور ایک کو ہادی اپنی پوری پوری بیک اپ ٹیم کے ساتھ مکمل رابطے میں رہتے ہوئے لیڈ کر رہے تھے۔

لاہور سے کراچی جانے والے ہر راستے کو کور کرنے کی ذمہ داری حیدر کی تھی۔ ہر ٹُول پلازہ پہ وہ اپنے بندے مکمل بیک اپ کے ساتھ عام کپڑوں میں کھڑے کر چکا تھا۔

دوسری جانب دُراب شاہ کی ہر جنبش پہ حسیب کی پوری پوری نظر تھی۔

دُراب شاہ کا تیار کردہ مال رات بارہ بجے کے بَعد کراچی کے لئے روانہ ہونا تھا۔ عشاء ہونے میں پورا ایک گھنٹا باقی تھا۔ اور اس کے بعد آپریشن شروع تھا۔

انہیں ایک ایک قدم سنبھل کر رکھنا تھا کسی ایک کی طرف سے بھی غلطی کی گنجائش نہ تھی۔ نہ اِن کی ٹیم کی جانب سے نہ حیدر کی ٹیم کی جانب سے۔۔۔ یہاں ان کی ایک غلطی ہوتی اور یہاں ہی ان کی سالوں کی محنت کے ساتھ کئی زندگیوں کے بچنے کی اُمید بھی ختم ہو جاتی۔۔۔

اِس ایک گھنٹے میں ٹیم کا ہر ممبر ہر صورتحال سے نمٹنے کے لئے اپنے سامنے ہر متوقع صورتحال و مصیبت کو سوچ کر ہر طریقے سے لڑنے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔

جہاں ان میں سے کسی کی طرف سے غلطی کی گنجائش نہ تھی وہیں حور عین کی طرف سے بھی کسی غلطی کی گنجائش نہ تھی۔

منہاس علی ناچاہنے کے باوجود بھی حور عین سے ایک بار پھر مدد طلب کر چکے تھے۔

"سر آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں؟۔۔۔ آپ کو تو چاہیئے مجھے حکم دیں۔۔۔"

وہ اِس کے ممنون ہوئے تھے۔ وہ پہلے ہی اِسے کام کی نوعیت اور اِس کی سنجیدگی کے حوالے سے اِسے آگاہ کر چکے تھے مگر حور عین اِن کو ہاں کہتے ہوئے یہ کام در حقیقت کتنا مشکل ہو گا سمجھ نہ سکی تھی۔

منہاس علی دُراب شاہ کے ٹھکانے پہ اپنے لگائے بندوں کے ذریعے سے اِس کی دی گئی تمام سپائی ہِڈن ڈیوائسس کو مطلوبہ مقامات پہ بہت نفاست سے فِکس کرا چکے تھے۔ اُن بندوں نے اپنا کام اتنا نفاست سے کیا تھا کہ کوئی نہ جان سکتا تھا یہ بِلڈنگ بگڈ ہے۔ یہ حور عین کا پہلا ایکسپیر ئینس تھا۔ جس میں غلطی کی زرا گنجائش بھی نہ تھی۔ اِس لئے وہ پہلے سے ہی سب تیاری مکمل کر چکی تھی۔

اِس آپریشن میں اِن کے ساتھ کام کرتے اسے اپنا آپ ایڈورڈ سنوڈین سے کم نہ لگا تھا۔ اِس خود ساختہ خیال پہ وہ خود میں مسکرا دی۔ ایک وقت تھا جب Edward snowden (ایڈورڈ سنوڈین) جیسا ہیکر بننا اِس کا خواب تھا لیکن کہاں ایڈورڈ سنوڈین اور کہاں پاکستان کے شہر لاہور میں چھوٹے اور سستے سافٹ ویئر پہ کوڈنگ کرنے والی حور عین فاروقی۔۔۔۔

وہ اِس سب کو جتنا آسان سمجھ رہی تھی در حقیقت وہ اِتنا آسان تھا نہیں۔۔۔ اِس کا اندازہ اسے اپنے سامنے کیمرے میں نظر آنے والے حالات اور کان میں لگی ڈیوائسز میں سے نکلتی آوازیں سُن کر ہو چکا تھا۔

اِس نے آنکھیں زور سے میچ کر اپنے ہاتھوں میں ہوتی لرزش کو ایک دوسرے سے باہم دُبا کر روکنے کی کوشش کی اور زور زور سے سانس لینے لگی۔۔۔اِس کی آنکھوں سے پانی رواں ہوا تھا۔ایک طویل عرصے بعد اِسے پینِک اٹیک ہوا تھا۔ بچپن والے واقعے سے لے کر اب تک وہ اِس پہ قابو پانا سیکھ چکی تھی۔۔۔

منہاس علی کے بنائے گئے دفتر نما فلیٹ میں بیٹھ کر سب چیزوں کو ڈسپوز کرنا اِس بات کا ثبوت تھا کہ اب وہ اپنے اعصاب پہ قابو پانا سیکھ چکی تھی۔اغواء ہونے والے واقعے کے بَعد تیمور نے اِس کا ایک بار پھر مکمل علاج کرایا تھا مگر یہ اٹیک دوبارہ ہوتے دیکھ کر اِسے لگا تھا وقت نے اپنا پیہ واپس دوہرا دیا ہو اور حور عین فاروقی واپس اُسی اندھیری بارش میں اپنے پیاروں سے دور درندوں کی محفل میں کھو گئی ہو۔۔۔

* * * * * *

"میں نے تمہیں یہ پولیس کی نوکری اور اتنے پیسے اِس لئے نہیں دیئے تھے کہ ہمارے سامان کو بیچ راستے میں رکوایا جائے۔"

"سر میں نے تو پوری کوشش کی تھی۔اب پتہ نہیں یہ انویسٹیگیشن ڈیپارٹمنٹ کا بندہ یہاں کیسے آ گیا۔"

"وہ جس بھی ڈیپارٹمنٹ کا ہو مجھے اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔مجھے بس اپنا کام پورا ہوتے ملنا چاہیئے ہے اور اتنا یاد رہے ٹرَک کی چیکنگ ہر گز نہیں ہونی چاہیئے ورنہ تم اگلا سورج دیکھنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

غصے سے کہتے دُراب شاہ نے اپنا فون بند کیا اور سامنے آتی ہر چیز دیوار پہ دے ماری۔شاہنواز کی موجودگی میں اِسے اِن چیزوں کی زرا فکر نہ ہوتی تھی وہ یہ سب خود ہی اپنے طریقے سے سنبھال لیتا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

" یہ سب اُس ایس۔پی کا رچایا ہوا کھیل ہے۔ ایک دفعہ مجھے اِن مسئلوں سے نکلنے دو ایس۔پی' پھر تم افگنز کا وہ حال کروں گا تم لوگوں کا کوئی نام لینے والا تک نہیں بچے گا۔"

دُراب شاہ کے سامنے مودبانہ انداز میں کھڑے حسیب نے اِس کے لہجے اور الفاظ کو بہت غور سے دیکھا تھا۔ دُراب شاہ اور ہادی کی پہلی ملاقات سے اتنا تو وہ اخذ کر ہی چکا تھا یہ لڑائی صرف قانون اور مجرم کے بیچ کی نہیں تھی۔۔ اِس میں آفیسر عبدالہادی کی ذاتی غرض بھی شامل تھی۔

دُراب شاہ کا غصے سے پھولتا سانس دیکھ کر اُس کا دِل چاہا تھا اس درندے کا گلہ دُبا کر اِس کا سانس مکمل ہی بند کر دے۔ اِس نے اِدھر اُدھر نظریں گُھمائی کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ کچھ سوچ کر وہ اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں مضبوتی سے باہم بھینچے قدم قدم بڑھاتا اِس کی طرف آیا۔ اُس نے مٹھیاں دبائے ویسے ہی دونوں بازو اٹھائے اور اِس کی گردن کے پاس لے جا کر کندھوں پہ ہی رُک گیا۔ ایک گہرا سانس لیتے اُس نے اِس کے کندھوں پہ زور ڈال کر اسے بیٹھنے کا کہا۔

"ریلکس سر!۔۔۔ بیٹھ جائیں آپ کا بلڈ پریشر بڑھ جائے گا۔ یاد ہے ڈاکٹر نے آپ کو کسی بھی قسم کی ٹینشن لینے سے سختی سے منع کیا ہے۔"

حسیب پنجوں کے بل میز کے سامنے بیٹھتے جگ میں سے پانی گلاس میں انڈیلتے بولا۔

" ریلکس ہی تو کرنے کا وقت نہیں رہا حارث۔۔۔ مجھے کچھ کرنا ہو گا اس سے پہلے کہ سب میرے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسلے مجھے خود ہی کچھ کرنا ہو گا۔"

وہ اس کے دیئے ہوئے گلاس کو خالی کرتے بولا۔ حتمی فیصلہ کرتے وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو حسیب نے مضبوطی سے اُس کا ہاتھ پکڑ کے اُسے روکا اور واپس بیٹھا دیا۔ ایک لمحے کے لئے حارث کی اِس مضبوطی نے دُراب شاہ کو بھی حیران کیا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سوری سر، مگر میں ایسی حالت میں آپ کو کچھ نہیں کرنے دے سکتا یاد ہے ناں، ڈاکٹر نے کیا کہا تھا۔۔۔ آپ کی طبیعت آج کل زیادہ خراب رہنا شروع ہو گئی ہے اگر خدانخواستہ پھر اٹیک ہوا تو آپ۔۔۔۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر دُراب شاہ کے تاثرات جانچنے لگا۔

"آپ سمجھ رہے ہیں نا سر میں کیا کہہ رہا ہوں۔۔۔ آئی ایم سوری مگر میں آپ کو کسی مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔ اگر آپ کو مجھ پہ یقین ہے۔ تو آپ اپنا کام مجھے بھی کہہ سکتے ہیں۔ میں ہمیشہ کی طرح اپنے کام میں بہترین ہی ٹھہروں گا۔"

دُراب کے دماغ میں اِس کی بات ایک دم سپارک کی تھی۔ اُس کے زبان سے نکلنے والے آدھے الفاظ پہ بھی وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔۔۔۔ وہ صحیح ہی تو کہہ رہا ہے۔ اِس کی دماغی حالت آج کل ایسی نہ تھی کہ وہ کوئی انتہائی قدم خود اٹھا سکتا۔

اِس سب کے لئے اِسے حارث ہی بہتر لگا تھا۔ جو اِس وقت اِسے فِکر مندی سے دیکھ رہا تھا۔ فیصلہ کرتے اُس نے حسیب کو اپنے کمرے سے نیلی فائل لانے کو کہا۔ پھر کچھ یاد آنے پہ اِسے روک کے خود ہی چل پڑا۔

اپنے کمرے کی طرف جاتے اسے اپنے اعصاب پہ عجیب سا بھاری پن محسوس ہوا تھا۔ فائل بیڈ کے پاس پڑے سائڈ میز پہ پڑی تھی۔ فائل کی طرف بڑھتے دراب شاہ کے قدم من من بھر کے ہوئے تھے۔ اِس نے آنکھیں زور سے میچ کر کھولیں۔ اسے ہر چیز دو دو نظر آنے لگی۔ چکراتے سر کے ساتھ کب وہ زمین پہ ڈھیر ہوا اسے کچھ پتہ نہ چلا۔

آخری چیز جو اِس نے محسوس کی تھی کوئی اِس کا چہرہ تھپ تھپا کر اِسے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اِس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR LIFE

وہ حارث ہی تھا۔ وہ بہت فکر مندی سے اِس کو جگانے کی کوشش رہا تھا پھر کب اِس کی آنکھیں بند ہوئیں اسے کچھ پتا نہ چلا۔

اِس کو مکمل مدہوش ہوتا دیکھ کر حسیب نے حقارت سے اپنے ہاتھ میں موجود اِس کا ہاتھ چُھڑایا جو ڈھیلا ہوتے زمین پہ جا گرا۔

اُس نے اپنے کان پہ ہاتھ لگا کر وہاں موجود ڈیوائس کو چیک کیا اور بولا۔

"سر کام ہو گیا۔۔۔"

پانی میں موجود محلول اپنا اثر دکھا چکا تھا۔ دوائی کا اثر اتنا اسٹرونگ تھا کہ دُراب شاہ چند گھنٹوں سے پہلے ہوش میں آنے والا نہ تھا۔

اُسے بستر پہ لِٹانے کے بعد اس نے دراب شاہ کا موبائل نکال کر اپنی جیب میں ڈالا۔ اور پھر اپنی دوسری جیب سے بالکل ویسا ہی ٹوٹا ہوا موبائل نکال کر زمین پہ پھینک دیا۔ اب یہ موبائل گر کے ٹوٹنے کا گمان دیتا تھا۔

کمرے کی اچھے سے تلاشی لینے اور ضروری چیزیں ہتھیانے کے بعد وہ کمرے سے باہر نکلا تھا اور گھر میں مجود سب ملازموں کو کمرے میں جانے سے سختی سے روک دیا۔

"سر دوائی لے کر سو رہے ہیں انہیں کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔۔۔" اِس بات سے اِس گھر کے سب ہی ملازم واقف تھے جب دُراب دوا لے کر سوتا تھا تو سب کو سختی سے آرڈر ہوتا تھا کوئی ڈسٹرب نہ کرے یہاں تک کہ پھر حارث کو بھی اِس کے کمرے میں قدم رکھنے کی اِجازت نہ ہوتی تھی۔

* * * * * * *

اِس مشن کو کامیاب بنانا اِن کی سوچ سے زیادہ مشکل ثابت ہوا تھا۔ مگر پھر بھی یہ ڈٹے رہے۔ کسی نے ہار نہ مانی تھی۔ اس مشن نے جہاں بہت سے لوگوں کے پرانے زخموں کو ادھیڑ کے رکھ دیا تھا وہیں بہت سے لوگوں کو نئے زخم بھی دے دیئے تھے۔ بلآخر اس مشن میں وہ فاتح ٹھہرے تھے مگر فاتح ٹھہرنے کے باوجود بھی وہ اپنی فتح پہ خوشی نہیں منا سکتے تھے۔ یہ کامیابی انہیں کئی قیمتی جانوں کی بدولت ملی تھی۔ اِس مشن میں اس کے کئی جوان شہید ہوئے تھے تو کئی جوان زخمی۔ اپنے تمام زخمیوں سے مل کر ان کی حوصلہ افزائی کر کے وہ اور حسین اپنی اپنی مرہم پٹی کرا کر فلیٹ پہ چلے آئے تھے۔ اِن کا ارادہ آج رات یہیں گزارنے کا تھا۔ انہیں بہت سے باقی بچے کام تھے جو آج رات میں پورے کرنے تھے۔ وہ دونوں خاموش اور خود میں گُم سے تھے۔ ایک مشن وہ پورا کر آئے تھے۔ مگر ایک مشن ابھی انہیں پورا کرنا تھا۔ اور وہ تھا سب سے مشکل مشن۔۔۔ اپنے شہیدوں کی لاشیں ورثاء کے حوالے کرنے کا مشن۔ کیسے کریں گے وہ اُن ماؤں کا سامنا، جن کی گود خالی ہو گئی تھی۔ کیسے کریں گے وہ ان ننھے منھے بچوں کا سامنا، جو اپنے والد کے انتظار میں اُن کی راہ دیکھتے ہوں گے کہ کب اُن کا باپ آئے اور انہیں چیز لا کر دے۔۔۔ وہ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گُم خاموش بیٹھے تھے اور شاید خاموش رہنا بھی چاہتے تھے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF THE KITE

منہاس علی انہیں بھیج کر کچھ دیر آرام و سکون کی نیت سے خود بھی گھر چلے گئے تھے۔ مگر آج کی رات سکون کسے ملنا تھا وہ ایک قیامت دیکھ کر آئے تھے۔ اور ایک قیامت ابھی دیکھنا باقی تھی۔

* * * * * * * *

اگلا سورج چڑھتے ہی جہاں منہاس علی لواحقین کے پاس تعزیت کے لئے گئے تھے وہیں عبد الہادی اور حسین احمد کے قدم شاہ وِلا کی طرف بڑھے تھے۔ وہ شہیدوں کے ورثاء کے پاس دراب شاہ کو گرفتار کئے بغیر کیسے جاسکتے تھے۔ سلطان دراب شاہ کے محل کا دروازہ ایک دھاڑ کے ساتھ کھُلا تھا۔ اور پولیس کی پہلے سے زیادہ بھاری نفری ہر طرف پھیل چکی تھی۔

دھاڑ کی آواز پہ اپنے ٹوٹے ہوئے موبائل کو پاور اون کرنے کی کوشش کرتا دراب شاہ ایک دم اچھل کر کھڑا ہوا اور ارد گرد پھیلتے پولیس کے جوانوں کو دیکھنے لگا۔ ایک دم اچھلنے سے اس کے ہاتھ میں موجود موبائل ایک بار پھر زمین پہ گرا تھا۔ سامنے سے آتے فل یونیفارم میں موجود ایس۔ پی عبد الہادی کو دیکھ کر اس کا خون کھولا تھا۔ وہ ایک دم غرایا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی ایس۔ پی' کہ اس طرح سے میرے گھر کے اندر قدم رکھو۔ "

ایک دلفریب مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے ہادی اس کی بات نظر انداز کرتے آگے بڑھا اور اس کے سامنے پڑے صوفے پہ دونوں پاؤں میز پہ رکھ کر بیٹھ گیا۔ چوڑا ہو کر بیٹھتے اس نے اپنی اُسی مسکراہٹ سمیت دراب شاہ کو دیکھا جو انگارا ہوتی آنکھوں سے اِسی کو دیکھ رہا تھا۔

Safa ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میرے خیال میں شاہ صاحب آپ اپنا موبائل اون کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کیا ہوا چلا نہیں؟۔۔۔ یا بے دھیانی میں گر کر ٹوٹ گیا؟۔۔۔ "

ہادی نے مسکراتی آواز میں زمین پہ پڑے موبائل کی طرف دیکھا۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"تم جانتے نہیں ہو ایس۔پی جو تم کر رہے ہو تمہیں یہ کتنا مہنگا پڑے گا۔" اپنے ارد گرد وردی میں موجود مصلح افراد کو دیکھ کر وہ غرایا تھا۔ جواب میں ہادی بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ یوں ہنسا تھا کہ ہنستا ہی گیا۔

"ٹرسٹ می' شاہ صاحب مجھے آپ کا موبائل بالکل مہنگا نہیں پڑا بلکہ مہنگا کیا مجھے تو مفت کا پڑا۔" یہ کہتے وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور اپنی جیب سے دراب شاہ کا اصل فون نکال کر اس کے سامنے کیا۔ دراب شاہ بے یقینی سے زمین پہ پڑے ٹوٹے ہوئے موبائل اور ہادی کے ہاتھ میں موجود موبائل کو دیکھنے لگا۔ اب ہادی موبائل کی پاور اون کر کے اُس کا لاک کھول رہا تھا۔

24 "مارچ!۔۔۔ واہ شاہ صاحب!۔۔۔ موبائل کا پاسورڈ تو بہت اچھا رکھا ہے۔ ویسے یہ کس کی تاریخِ پیدائش ہے؟۔۔۔ کہیں آپ کی بیٹی قندیل کی تو نہیں؟۔۔۔ ویسے آج کل کہاں ہوتی ہے آپ کی بیٹی؟۔۔۔ کہیں برازیل میں تو نہیں؟۔۔۔" وہ موبائل کا لاک کھولتے بڑے آرام سے دراب شاہ پہ پہاڑ توڑ گیا تھا۔ جسے دیکھ کر دراب آپے سے باہر ہوا۔

"کیا بکواس ہے یہ؟۔۔۔ کس قندیل کی بات کر رہے ہو تم؟۔۔۔ نکلو میرے گھر سے ابھی اور اِسی وقت ورنہ میں ابھی پولیس کو بُلا لوں گا۔" اس نے چیختے ہوئے حسیب کے طرف رُخ کیا۔ "حارث تم ہاتھ باندھے کھڑے میری شکل کیا دیکھ رہے ہو۔ فون کرو آئی۔جی کو اور انہیں بتاؤ یہ ایس۔پی زبردستی اندر گھُس کر ہم پہ زدوکوب کر رہا ہے۔"

"بے فکر رہو دراب شاہ' تمہارے پیارے حارث سوری معاف کرنا ہمارے بہادر حسیب کی وجہ سے ہی تو آئی۔جی صاحب نے پولیس کی یہ بھاری نفری یہاں بھیجی ہے اور بہت جلد میڈیا کی بھاری نفری بھی گھر کے اندر موجود ہونے والی ہے۔ کیا تم نے آج کی نیوز نہیں سُنی؟۔۔۔" اِس پہ بمب گرا کر وہ حسیب سے مخاطب ہوا۔

"بہت افسوس کی بات ہے حسیب، تم نے اپنے باس کو ٹی۔وی بھی نہیں لگا کے دیا۔ چلو اب لگا دو شاباش۔" ہادی کے حکم پہ حسیب نے دیوار گیر پلازما ٹی۔وی اون کر کے نیوز چینل لگایا تھا جہاں دراب شاہ کے ٹھکانوں پہ پڑنے والی ریڈ اور ٹول پلازہ پہ پکڑے گئے اس کے غیر قانونی ٹرکوں کی خبر نشر کی جا رہی تھی۔ دراب شاہ کو ایسا لگا تھا اس کے قدموں تلے سے زمین نکلی ہو۔

ہادی اپنی جگہ سے اُٹھ کر دراب شاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اور ہاتھ میں پکڑی ہتھکڑی اُس کے سامنے کرتے رعب دار آواز سے بولا۔

"Mr. Sultan duraab shah' you are under arrest."

آج تمہارے تمام کالے کرتوتوں سے پردہ فاش ہو چکا ہے۔ کہا تھا ناں میں نے تم سے۔۔۔ تم جیسے مجرموں کو اپنے شہر میں سکون کی نیند نصیب نہیں ہونے دوں گا۔ لو دیکھ لو، تمہارا بھیانک خواب آج سچ ہوا۔ اب نہ تو حکومتی بندے تمہیں بچا سکے گیں اور نہ ہی دنیا کا کوئی قانون۔" اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی پہنا کر وہ اپنے بندوں سے مخاطب ہوا۔ "لے کر آؤ اِسے۔" پاس پڑی چیزوں کو ٹھوکر مارتے وہ باہر کی طرف بڑھا۔ پولیس کی وردی میں موجود دو آدمی آگے بڑھ کر اِسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے ہادی کے پیچھے لے کر چلنے لگے۔

جب ہادی اِسے لے کر باہر نکلا تو میڈیا کا ایک جمِ غفیر موجود تھا جسے حُسین سنبھالے ہوئے تھا۔ لمحے کے لئے رُک کر اُس نے اپنے پیچھے دیکھا۔ جہاں پولیس کے بندوں کے درمیان کھڑا سلطان دراب شاہ اپنے ہتھکڑی میں بندھے ہاتھ چہرے کے آگے کئے خود کو میڈیا سے چھپانے کی کوشش میں تھا۔ صحافی اُس سے سوالوں کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ جس کے جواب میں وہ صرف یہی کہے جا رہا تھا۔

"میں بے قصور ہوں۔ مجھے پھنسایا گیا ہے۔"

بہت سے صحافی ہادی کی طرف بڑھے تھے جنہیں کوئی بھی تفصیلی جواب دینے کے بجائے ہادی نے میڈیا ٹرائل کا اعلان کیا اور ہاتھ اٹھا کر دو انگلیاں سامنے کرتے وکٹری کا نشان کیمرے میں دکھا کر کوئی بھی جواب دیئے بغیر گاڑی میں جا بیٹھا۔ اس کے پیچھے ہی دراب شاہ کو گاڑی میں بٹھایا گیا تھا جبکہ صحافیوں کا رُخ واپس حُسین کی طرف ہوا تھا۔ جو اپنے بندوں کو گھر سیل کرنے کا حکم دے رہا تھا۔

****

حور عین اِس وقت سب کے ساتھ بیٹھی ٹی۔وی پہ چلتی نیوز دیکھ رہی تھی۔ اس خبر کا اُسے شدت سے انتظار تھا جو اس وقت دکھائی جا رہی تھی۔ رات کا منظر ایک بار پھر اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا تھا معصوموں کی چیخیں، بارود کا دھواں، اور ہر طرف سے چلتی گولیوں کی آواز۔ اس نے بہت مشکل سے رات خود پہ قابو پایا تھا۔ وہ اس سب کے لئے ہر گز تیار نہ تھی۔ وہ تو شکر تھا کاشف صحت مند ہو کر واپس اپنی ڈیوٹی پہ آ چکا تھا ورنہ اس نے تو منہاس علی کو مایوس کرنے کی کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

اس وقت بھی وہ بالکل خاموشی سے بیٹھی ٹی۔وی کو گھور رہی تھی۔ اِس شخص کو نظر کے سامنے دیکھ کر اِسے ایک بار پھو وہی شام یاد آئی تھی۔ وہ جب بھی اِسے دیکھتی تھی اِس کے تمام پرانے زخم جیسے ہرے ہو جاتے تھے۔

اِس کی پہلی گرفتاری کے وقت جب اِس کی شکل پہلی دفعہ نیوز چینلز پہ بے نقاب کی گئی تھی تو کچھ لمحوں کے لئے حور عین فاروقی کی بھی تمام سوچنے سمجھنے کی حِسیں مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں۔ اِس کے کانوں میں حریم کی چیخیں گونجی تھیں، اِس کی گردن اور بازوؤں پہ پڑے نشان جو کبھی ختم نہ ہوئے اُن میں ایک بار پھر جلن شروع ہوئی تھی۔

شاہ سرخیوں میں لکھے سید سلطان دراب شاہ کے نام کو حور نے غور سے پڑھا تھا۔ یہ وہ نام تھا جس کی اِس نے ایک عرصہ بہت عزت کہ تھی اور نیوز میں نظر آتا سید سلطان دراب شاہ کا چہرہ وہ چہرہ تھا جس سے حور عین فاروقی نے ایک زمانے سے نفرت کی تھی۔۔۔۔

تیمور نے اپنے بیٹی کا خاموش چہرہ واضح محسوس کیا تھا۔

" کیا بات ہے بیٹا' اتنی خاموش کیوں ہو؟۔۔۔"

"کچھ بھی نہیں بابا۔۔۔بس سوچ رہی ہوں کیا اِس بار بھی اِس درندہ صفت انسان کو ٹرائل آزاد کر دے گا یا اس کے جُرم کی سزا اس بار اِسے سنا دی جائے گی۔"

اِس کی بات پہ تیمور فاروقی ہنس دیئے اور سیدھے ہوتے بولے۔۔۔

"نہیں بیٹا مجھے نہیں لگتا یہ اس بار بچ پائے گا۔۔۔یہ جو اِن پولیس والوں کی آنکھوں کی چمک ہے ناں۔۔۔وہ سچ کی فتح اور جھوٹ کی ہار کا اعلان ٹرائل سے پہلے ہی کر رہی ہے۔۔۔اس لئے اللہ کی زات پہ یقین رکھو فیصلہ انصاف کے عین مطابق ہی ہو گا۔"

"آپ یہ بات اتنی گارنٹی سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟۔۔۔شاید آپ بھول گئے۔ آج کے حکمرانوں نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کی تعلیمات پہ عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ ملک اب صرف نام ہی کا اسلامی جمہوریہ پاکستان رہ چکا ہے عمل کا نہیں۔"

"نہیں بیٹا ابھی امن کی راہ میں لڑنے والے اس دھرتی کے بیٹے ختم نہیں ہوئے جو یہ ملک امن کا گہوارہ کہلانے سے رُک جائے۔ یہ ملک اسلام کی عکاس پہ قائم ہوا تھا اور انشاءاللہ ہمیشہ اِسی پہ قائم رہے گا۔۔۔اور جہاں تک بات رہی

میں کیسے جانتا کہ اس بار ٹرائل انصاف پہ ہو گا تو اِس آفیسر کو دیکھ رہی ہو۔" انہوں نے ٹی۔وہ کی طرف اشارہ کیا جہاں ہادی کے پیچھے ہتھکڑی باندھے دراب شاہ کو لے جانے کی کلپ بار بار دکھائی جا رہی تھی۔ "

"غور سے دیکھو اِسے۔ اس کا پُر عظم چہرہ اور اس کے مضبوط قدم، غور سے دیکھو اور سوچو یہ سب کیا ظاہر کر رہے ہیں۔ وہ یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ اس بار یہ قدم جیتنے کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ اور پھر اِس نوجوان کی رگوں میں دوڑتا خون کبھی اِسے اس جنگ میں ہار نہیں ماننے دے گا۔ یہ بات تو میں اس سے پہلی ہی ملاقات میں جان گیا تھا۔ یہ بندہ شوقیہ پولیس سروس میں نہیں آیا۔ یہ اِس کے اندر کا عظم ہے جو اِسے یہاں تک لایا ہے۔۔۔"

وہ یک تک اپنے باپ کو اِس شخص کی تعریف کرتے دیکھے گئی۔

"کیا آپ کو لگتا ہے بابا آپ کی بیٹی محفوظ ہاتھوں میں جا رہی ہے؟۔۔۔"

اِس کی بات پہ وہ ایک دم حیران ہوئے اور پھر ہنس دیئے۔

"مجھے لگتا نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے۔ ان ہاتھوں میں جا کر میری بیٹی تک کوئی گرم ہوا بھی نہیں پہنچ سکے گی۔ انشاءاللہ۔۔۔"

Safareadab BEING THE STRING OF KITE

حور جواب میں انشاءاللہ کہتے صرف سر ہی ہلا سکی۔

"آپ نے مجھے اس کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟۔۔۔ آپ بتا سکتے تھے کہ یہی سلیمان انکل کا بیٹا ہے۔"

"میں نے کب چھپایا تھا؟۔۔۔ یاد کرو میں نے تو خود کہا تھا آپ کو کہ آپ پہلے مل لیں پھر کوئی فیصلہ کریں۔۔۔ لیکن، وہ آپ ہی تھیں جو ملنا نہیں چاہتی تھیں پھر میں نے بھی زور نہیں دیا۔ ویسے جو بھی ہوا اتنا تو میں بھی جانتا ہوں۔۔۔

My daughter has her own ways.

وہ اگر چاہے گی تو اپنے ہونے والے شوہر کی جاسوسی خود ہی کر لے گی مگر میری سوچ کے برعکس میری بیٹی نے مجھے اس بار کافی ڈس اپوائینٹ کیا ہے۔ اب تک تو میری بیٹی کو چاہیے تھا وہ اپنے باپ کے سامنے مسٹر ہادی کی ہر اچھی بُری بات کھول کے رکھ دیتی۔"

تیمور کا اشارہ سمجھ کر وہ ہنس دی۔ اب وہ کیا بتاتی اپنے باپ کو کہ اِن کی بیٹی کے سارے ویز تو اِس دو نمبر بندے کی دو نمبر شناخت کی وجہ سے ناکام ہو چکے تھے۔

"ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے بابا جان' اس بار میں نے کوئی ایسا ویسا کام نہیں کیا بلکہ مجھے صبح ہی ماما جان نے بتایا ہے۔ ورنہ وہ تو میری اتنی کوشش کے باوجود بھی مجھے کہیں نہیں ملا تھا۔"

جھوٹ بولنے کے بعد اُس نے اختتام پہ خود ہی جھوٹ سے پردہ اُٹھایا تو تیمور ہنس دیا۔

"یعنی میری بیٹی نے کوشش ضرور کی تھی مگر اس بار اگلی پارٹی زیادہ تگڑی تھی۔"

"جی نہیں آپ کی بیٹی نے اپنی کوشش کی ہی نہیں وہ تو بس ہلکا پھلکا سا یو نو۔۔۔"

انہوں نے ہنستے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"میری بیٹی کو بھلا اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔۔۔ سیدھا اپنے باپ سے آ کر پوچھا ہوتا۔۔۔ تاریخ پیدائش سے لے کر یہ تک بتا دیتا ایس۔ پی صاحب کا دل میری بیٹی پہ آیا کب تھا؟۔۔۔"

باپ کی بات کو نظر انداز کرتے اس نے اپنا سر تیمور کے کندھے سے ٹکایا۔ وہ اپنی سوچوں میں اُس وقت میں واپس چلے گئی جب اُسے فاطمہ سے ہادی سلیمان نام کی اصل حقیقت معلوم ہوئی تھی۔

******

"اب بتائیں ماما آپ نے رات مجھ سے کیا بات کرنی تھی؟۔۔۔"

ناشتے کے بَعد وہ ماں کے ساتھ کچن کا کام کراتے بولی۔

"کون سی بات؟۔۔۔" سبزی کاٹتی فاطمہ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

"رات ہی تو آپ نے کہا تھا کوئی ضروری بات کرنی ہے اور پھر خود ہی کہا کہ نہیں صبح تسلی سے کریں گی۔ تو اب کریں ناں۔ اس ضروری بات کو سوچ سوچ کر پتا ہے مجھے ساری رات تجسس سے نیند نہیں آئی۔"

"اچھا وہ بات۔" یاد آنے پر فاطمہ کا سبزی کاٹتا ہاتھ یکدم رُکا۔ اُس نے چُھری ایک طرف رکھ کر پاس پڑی کُرسی گھسیٹی اور حور عین کو اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی حور عین نے نشست سنبھالی اور اپنی ماں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میں نے تم سے ہادی کے بارے میں بات کرنی تھی۔۔"

"کون ہادی؟۔۔۔" اُس نے لاعلمی سے ابرو اچکائی۔۔۔

اس کے دماغ میں ابھی تک رات والا آپریشن چل رہا تھا۔ جس کے باعث وہ فوراً سے فیصلہ نہ کر پائی۔ کہ کونسا والا ہادی۔

"کون ہادی سے کیا مطلب حور۔ ایک ہادی ہی تو ہے سلیمان بھائی کا بیٹا عبد الہادی۔"

حور ایک دم ٹھٹکی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"عبد الہادی۔۔۔ایس۔پی عبد الہادی۔۔۔"زیر لب جیسے اُس نے دونوں ناموں کا موازنہ کیا تھا۔

"ہاں!وہی ایس۔پی عبد الہادی میں جانتی تھی تم اُس کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتی اسی لئے سوچا تمہیں بتادوں تاکہ بعد میں تمہیں ہم سے کوئی گلہ نہ رہے۔۔۔ "

فاطمہ کی بات پہ اُس کا دماغ دھماکوں کی زد میں گیا تھا اور دل تھا کہ بس یہی چاہتا تھا کہ سب جھوٹ ہو جائے۔

"ماما آپ ایس۔پی عبد الہادی کی بات کر رہی ہیں۔اُس پولیس والے کی۔۔۔کیا وہ سلیمان انکل کا بیٹا۔۔۔"اس سے آگے وہ فقرہ مکمل نہ کر سکی۔

"ہاں حور،وہی جس نے تمہیں اغوا والی رات بازیاب کرایا تھا اور حمزہ کی سچائی ہمارے سامنے کھولی تھی۔۔۔تمہارے بابا یہ بات کب سے جانتے تھے مگر مجھے اُس دن پتا چلا جب میں اُن کے گھر گئی تھی۔"فاطمہ بول رہی تھی مگر حور سن کہاں رہی تھی۔اُس کی سننے کی حِس تو گویا ختم ہو کر رہ گئی تھی۔اگر اُس کے کانوں میں اِس وقت کچھ پڑ رہا تھا تو وہ اِس کی اور ہادی کی کچھ دن پہلے ہونے والی گفتگو تھی

"ویسے دھیان سے میرے جیسے دو نمبر آدمی کے نام کی طرح کہیں آپ کے اُن کے کام بھی دو نمبر نہ نکل آئیں۔"

"بے فکر رہیں ایس۔پی صاحب،نام سے کیا ہوتا ہے۔دنیا میں ایک نام کے کڑوروں لوگ پائے جاتے ہیں مگر پھر بھی آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے۔نہ تو ان کے کام دو نمبر ہَیں اور نہ ہی شوق کم از کم وہ آپ کی طرح دو نمبر گیٹ اپ بنا کر اِدھر اُدھر نہیں پھرتے اور نہ ہی دو نمبر لوگوں کی طرح دوسروں کی پرسنل پراپرٹی میں تالے توڑ کر گھستے ہیں۔"

یہ سب یاد کر کے اُس نے اپنا سر سامنے ٹیبل پہ پٹخا تھا۔

"آپ لوگوں کو مجھے اُسی وقت بتا دینا چاہیے تھا ماما وہ کیا سوچتا ہو گا میرے بارے میں۔۔۔" شرمندگی کے مارے اس سے بولنا دوبھر ہوا تھا۔

"لو بھلا اُس بچارے نے کیا سوچنا۔۔۔ ویسے بھی تمہارے بابا نے تمہیں کہا تو تھا کہ مل لو مگر تم نے خود ہی انکار کر دیا اب اس میں ہماری کیا غلطی۔"

"اُف ماما غلطی ہو گئی تھی۔" وہ روہانسی سی ہوئی۔

اب وہ اِن کو کیا بتاتی کہ وہ بچارہ کتنا بیچارہ تھا اور ان کی بیٹی پہ کتنا ہنستا ہو گا۔ اور اب اپنی اِسی نہ ملنے کی غلطی کا خمیازہ اسے ساری زندگی اُس بچارے کے سامنے شرمندگی کی صورت میں بھگتنا پڑنا تھا۔

"کیا وہ میرے بارے میں جانتا ہے؟۔۔۔" کسی احساس کے تحت وہ پوچھ بیٹھی۔

"کیسی باتیں کرتی ہو حور' دو دفعہ وہ ہمارے گھر آ چکا ہے تم سے اور ہم سب سے مل چکا ہے۔۔۔ کیسے نہیں جانے گا کہ ہماری بیٹی کون ہے؟۔۔۔"

فاطمہ کو اپنی بیٹی کی دماغی حالت پہ جیسے شبہ ہوا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اس کی فکر کا اندازہ لگاتے بولیں۔

"مگر پھر بھی تیمور نے ایک بار تسلی کے لئے اُس سے اُس کی رائے پوچھی تھی۔"

"اچھا' پھر اُس نے کیا کہا؟۔۔۔" وہ جھٹ سے بولی۔

"اُس نے بھلا کیا کہنا تھا۔ میری بیٹی کسی سے کم تھوڑی ہے جو کسی کو اعتراض ہوتا۔"

"مت بھولیں ماما آپ کی اِسی بیٹی سے شادی پہ ہزار لوگ پہلے اعتراض کر چکے ہوئے ہیں۔" وہ اپنی زبان کے جوہر دکھاتے اٹھنے لگی تھی کہ فاطمہ نے اُسے واپس بیٹھایا۔

"کہاں جا رہی ہو؟۔۔۔بکواس بند کر کے ادھر بیٹھو۔"

حور عین تو کچھ کہنے کے قابل ہی نہ رہی تھی۔اس لئے منہ بناتے دل ہی دل میں ہادی کو موٹی موٹی انگریزی گالیوں سے نوازتے بیٹھ گئی۔جس سے لال علم فاطمہ مسلسل بولی جا رہی تھی۔

"تیمور چاہتے تھے۔میں ابھی بھی تمہیں کچھ نہ بتاؤں شاپنگ کرتے وقت تم لوگ خود ہی ایک دوسرے سے مل لو گے مگر مجھے لگا تمہیں پہلے سے ہی اِس بات کا علم ہونا ضروری ہے۔ "

" ہاں ابھی بھی نہ بتاتے ایک ہی دفعہ رخصتی کے وقت ہی بتا دیتے۔" وہ جل کر بولی تو فاطمہ بڑے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے سمجھانے لگی۔

"حور' ہادی اچھا لڑکا ہے۔"

"جی بہت اچھا۔ بھلا اُس کی اچھائی مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔"

فاطمہ بول رہی تھی اور حور سوچ رہی تھی۔

"مجھے ہادی پہلی ملاقات میں ہی اچھا لگا تھا"

(اور مجھے پہلی ملاقات میں ہی دو نمبر)

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مگر جب تمہارے حوالے سے دیکھا تو اور بھی اچھا لگنے لگا اور سب سے بڑھ کر وہ تمہارے ماضی کی کتاب کے ایک ایک ورق سے واقف ہے۔ وہ تمہیں ہر چیز کے ساتھ قبول کر رہا ہے۔ اور تو اور وہ ہے بھی افگن۔۔۔ ہمیں اُس میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس سے ہمیں تمہارے لئے کوئی پریشانی ہو۔ جانتی ہو حور؟۔۔۔ میرے دِل میں ایک ڈر سا تھا۔۔۔ کہیں سب جاننے کے بَعد تمہیں اس پہ کوئی اعتراض نہ ہو۔۔۔ میں نے اسی لئے تمہیں سب بتا دیا۔ کیا تمہیں ہادی سے شادی پہ کوئی اعتراض ہے؟۔۔۔ "

فاطمہ کے سوال نے حور عین فاروقی کو لاجواب کیا تھا۔

فاطمہ کو جواب دینے کے بجائے وہ خود سے سوال کرنے لگی۔

" کیا اسے ہادی کے ساتھ شادی پہ کوئی اعتراض ہے؟۔۔۔ کیا وہ ہادی کے ساتھ ساری زندگی گزارے گی؟۔۔۔ تو کیا اس کی تمام دعاؤں کا حاصل شخص ہادی ہی تھا؟۔۔۔ کیا اللہ نے ہادی کو ہی اس کے لئے چن رکھا تھا؟۔۔۔" انہی سوچوں میں گُم وہ فاطمہ کو کوئی بھی جواب دیئے بغیر اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اگر اِسے ہادی سے شادی پہ کوئی اعتراض ہے تو کس بات پہ؟۔۔۔ کیا تھا ایسا جس پہ اُسے اعتراض ہوتا۔"

بہت سوچ بچار کے بعد بھی اُسے کوئی جواب نہ ملا تھا۔ تھک کر بستر پہ لیٹتے آج وہ ہادی کو سوچنے لگی۔ اس کی ایک ایک بات اور اس سے ہونے والی ہر ملاقات۔ کچھ یاد کرتے وہ ایک دم بستر پہ بیٹھ گئی۔

"ہاں ہے ناں اعتراض۔ بلکہ اُس کی ایک نہیں ہزار باتوں پہ ہے۔ کیا اعتراض اٹھانے کے لئے یہ وجہ کم ہے کہ وہ آدمی ایک نمبر کا بدتمیز، دو نمبر اور فراڈیہ ہے۔ منحوس انسان اُس دن صبح میرے ساتھ فلرٹ کر رہا تھا حور عین فاروقی کے ساتھ۔۔۔ اور مجھے ہی پتا نہ چلا کہ میں کس طرح اُس کے ہاتھوں بے وقوف بن گئی۔ گھٹیا دو نمبر کیا سوچتا ہو گا میرے

بارے میں۔ ایک دفعہ میرے ہاتھ آجائے اس بار میری طرف سے ایسا بال پڑے گا کہ تمام دو نمبریاں نکل جائیں گی۔ "

کمرے میں اِدھر سے اُدھر گشت کرتے اِسے ہادی کی گئی تمام ذو معنی باتیں اب سمجھ آنے لگی تھیں لیکن اس سب میں اگر کچھ سمجھ میں نہ آرہا تھا تو وہ صرف یہی تھا کہ اب وہ اس کا سامنا کیسے کرے گی؟۔۔۔"

* * * * * * * *

"شفاء!۔۔۔ زمان مصطفیٰ نے کچن میں کام کرتی شفاء کو آواز دی۔

"شفاء بیٹی ذرا فراغت میں آکر میری بات سن لینا۔"

آلو کی پیٹھی بناتی شفاء نے دہلیز پہ کھڑے زمانِ مصطفیٰ کو دیکھا جو چھڑی کے سہارے دروازے کے فریم میں کھڑے تھے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بابا جان آپ چلیں۔ میں بس ابھی آئی۔"

اُس نے پیٹھی کو پلاسٹک کے باؤل میں ڈال کر فریج میں رکھا اور اپنے ہاتھ دھو کر دوپٹے سے صاف کرتی کمرے میں چلی آئی۔ جہاں زمان مصطفیٰ شایان کے ساتھ بیٹھے نیوز سُن رہے تھے اور شایان انہیں کیمرے کے پیچھے کی کہانی سُنا کر اپنا تجزیہ پیش کر رہا تھا۔

شفاء کو آتا دیکھ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے

"آؤ کمرے میں چل کر بات کرتے ہیں۔"

زمان مصطفیٰ کے انداز پر شایان اور شفاء کے درمیان نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔ جس پہ شایان نے کندھے اچکا دئے۔

"بابا جان آپ میرے سامنے بھی بات کر لیں گے تو یقین کریں میں اپنے شو میں لائیو جا کر اس کا اعلان بالکل بھی نہیں کروں گا۔ لیکن اگر آپ ایسے مجھے نظر انداز کر کے میرے دونوں کانوں کی توہین کریں گے تو میں بتا رہا ہوں یہ بات میں زرا پسند نہیں کروں گا۔"

زمان مصطفیٰ نے اپنی چھڑی کی نوک اداکاری کرتے شایان کو ماری

"مجھے نہیں پتا تھا بیٹا جی' کہ آپ نے خبروں کے ساتھ ساتھ فلموں ڈراموں میں بھی کام کرنا شروع کر دیا ہے۔۔۔ ویسے یہ اداکار بننے والا حادثہ ہوا کب تھا؟۔۔۔"

"کوشش تو بڑی تھی کہ فلموں میں کام نہیں کر سکتا تو کم از کم کمرشلز میں ملنے والا کام ہاتھ سے نہ جانے دوں۔ مگر وہ کیا ہے ناں کہ آپ کے جگری یار کی اکلوتی بیٹی کو یہ ہیرو شیرو پسند نہیں آتے۔۔۔ بس پھر آپ کے شہزادے نے ہیرو بننے کی آفر اور اپنے دل میں مچلتے ارمان دونوں کو اپنے پاؤں تلے روند دیا اور آپ کے دوست کی اکلوتی بیٹی کو دل دے دیا۔" وہ ایک ادا سے گویا ہوا تھا۔

"اب تمہاری تقریر ختم ہو چکی ہو تو میں اپنی بیٹی سے بات کر لوں جا کر؟۔۔۔"

اس کی لمبی تقریر کے جواب پہ وہ بس اتنا ہی بولے تھے۔

"جائیں زمان صاحب جائیں کیا یاد کریں گے میں نے آپ کو اجازت دی۔۔۔ مگر ایک بات یاد رکھیے گا۔۔۔"

وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"میں مستقبل قریب میں یہ بات کبھی برداشت نہیں کروں گا کہ آپ میری بیوی کے حصے کا پیار بھی بڑے بھیا کی بیوی کو دے دیں۔"

اس کی باتوں پر گہرا سانس لیتے زمان مصطفیٰ نے ہنستی ہوئی شفاء کو چلنے کا اشارہ دیا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیئے جبکہ پیچھے شایان شفاء کو آوازیں دیتا رہ گیا۔

"سنیئے واپس آ کر اپنے سُسر جی کا فرمان سب سے پہلے مجھے سنانا ہے۔ اوکے!۔۔۔" جواباً شفاء اُسے گھورتے بولی۔

"شرم کر لیا کرو کبھی تو۔۔۔"

"شرم اور میں؟۔۔۔ ارے کیسی باتیں کرتی ہیں بھابی۔ زمان سنز اور شرم دونوں بالکل اُلٹ چیزیں ہیں جو ساتھ میں بالکل نہیں جچتی۔"

اس کی بات کو مکمل نظر انداز کرتے زمان مصطفیٰ اور شفاء وہاں سے جا چکے تھے جس پہ وہ منہ بنا کر رہ گیا۔

"میری تو اس گھر میں کوئی سنتا ہی نہیں ہے۔ کوڑے سے جو اٹھایا ہوا ہے مجھے۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آگے کا کیا سوچا ہے بیٹا آپ نے؟۔۔۔"

زمان مصطفیٰ نے کمرے میں پہنچ کر کسی بھی لگی رپٹی کے بغیر سیدھا سوال کیا۔

"میں کچھ سمجھی نہیں۔ کس بارے میں بابا جان؟۔۔۔" وہ جان بوجھ کر انجان بنی۔

"بیٹا' میرے کہنے کا مطلب ہے اپنے کمرے میں جانے کے اب کیا ارادے ہیں آپ کے ؟۔۔۔اب تو جبریل بھی آ چکا ہے اور اُس کے مطابق وہ آپ کو خود بھی کہہ چکا ہے۔۔۔بتائیں یہی شرط تھی نا آپ کی ؟۔۔۔تو اب تو وہ خود بھی یہی چاہتا ہے۔"

باباجان کی صاف گوئی پہ وہ چپ سی ہو گئی۔

" بیٹا' میں آپ پہ اپنی مرضی مسلط نہیں کر رہا، بس آپ کی رائے پوچھ رہا ہوں۔۔۔آپ کی جو بھی رائے ہو گی میں پورے دل سے اس کی عزت کروں گا اور اس میں آپ کا ساتھ بھی دوں گا۔"

"باباجان میرے لئے اتنا ہی بہت ہے کہ آپ سب میرے ساتھ ہیں اور باقی جو بھی آپ کا فیصلہ ہو مجھے قبول ہے۔"

انہوں نے اس کے سر پہ اپنا دستِ شفقت رکھا۔

"بیٹا میرے لئے آپ میری بہو بعد میں اور بیٹی پہلے ہو۔اس لئے میں کبھی بھی آپ کی حق تلفی نہیں ہونے دوں گا۔ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا۔"

جواباً شفاء نے اپنے سر پر پڑا ان کا ضعیف ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"باباجان آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔۔۔جانتے ہیں دادا جان اور سعد ان بھائی نے مجھے کبھی ماما اور پاپا کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔مجھے کبھی محسوس ہی نہیں ہوا کہ میرا باپ ہوتا تو وہ کیسا ہوتا؟۔۔۔مجھے کیا کیا ملتا؟۔۔۔کیا کیا دیتا؟۔۔۔ مگر جانتے ہیں؟۔۔۔آپ اور اِن سب بھائیوں کے مابین رہ کر آپ سب کے درمیان دوستی، محبت اور عزت کے رشتے کو دیکھ کر باپ کی شفقت کیا ہوتی ہے مجھ پہ اِس کا اصل ادراک ہوا ہے۔آپ کی شفقت پا کر ہی تو پتا چلا ہے باپ کیا چیز ہے۔"

وہ بول رہی تھی اور زمان مصطفیٰ اُسے سن رہے تھے۔ اس سارے وقت میں شفاء نے بہت عزت اور احترام سے زمان صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے رکھا تھا۔ وہ مزید بولی۔

"اگر میں یہ کہتی تھی کہ دادا اور بھائی نے کبھی مجھے باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تو اب اس گھر میں آکر میرے لئے یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ آپ سب نے مجھے کبھی دادا اور بھائی کی کمی بھی محسوس نہیں ہونے دی، کبھی اس چیز کا خیال بھی ذہن میں نہیں آنے دیا کہ میں ایک یتیم ولاوارث ہوں۔۔۔"

"نا بیٹا نا۔۔۔"

انہوں نے فوراً اِسے خاموش کرایا۔

"آج تو یہ الفاظ اپنے منہ سے نکال دیئے ہیں نا مگر آئندہ مت نکالنا۔۔۔ اس دنیا میں لاوارث کوئی بھی نہیں ہوتا کیونکہ ہر ایک کا وارث اللہ ہوتا ہے اور آپ کو تو پھر اللہ نے دنیا میں بہت سے قیمتی رشتوں سے نوازا ہے جس میں سے سب سے قیمتی رشتہ زوج کا ہے۔۔۔ جانتی ہیں؟۔۔۔ میاں بیوی کا رشتہ اس دنیا کا پہلا رشتہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے بابا آدم کی پسلی سے اماں حوا کو پیدا کر اُن کے سکون کے لئے بنایا تھا تاکہ وہ دنیا میں تنہا نا ہوں۔ اور پھر اُن کی اولاد سے پوری دنیا وجود میں آئی۔۔۔ تو بیٹا جی!۔۔۔ آپ اپنے آپ کو کیسے لاوارث کہہ سکتی ہیں؟۔۔۔ آپ کے پاس تو شوہر کے ساتھ ساتھ ایک بھی نہیں چار چار بھائی ہیں۔۔۔ اور آپ ایسا کہتے مجھے کیسے بھول گئیں؟۔۔۔ کیا میرے پیار میں کوئی کمی رہ گئی تھی؟۔۔۔"

شفاء نے جھٹ سے نفی میں سر ہلایا۔

"بیٹا آئیندہ کے بعد اِس لفظ کو اپنی سوچوں میں بھی نہ لائیے گا۔ آپ نہیں جانتیں آپ کا صرف یہ ایک لفظ آپ سے جُڑے رشتوں کو کتنی تکلیف پہنچا سکتا ہے۔"

زمان مصطفیٰ کی بات پہ وہ صرف سر ہی ہلا سکی۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہے تھے وہ۔۔۔ کس چیز کی کمی تھی جو اِسے ان سب نے محسوس ہونے دی ہو اور آگے سے اگر وہ یہ کہے تو ان کے احساس و جزبات مجروح نہ ہوں گے تو کیا ہو گا؟۔۔۔

****

دراب شاہ کی گرفتاری کے بعد منہاس علی نے ایک پریس کانفرنس کا انتظام کیا تھا۔ حسین اور ہادی شہداء کے ورثاء سے مل کر فاتحہ خوانی کے بعد سیدھا یہیں چلے آئے تھے۔ پریس کانفرنس کے دوران منہاس علی عبد الہادی حسین اور ان کی ٹیم کے چند ضروری احباب کھڑے تھے۔

کانفرنس میں میڈیا سوسائٹی کے کئی نامور جونئیر اور سینیر صحافی تشریف فرما تھے۔ جو دُراب شاہ کے کیس کے حوالے سے مختلف سوالات کی بوچھاڑ کرتے نظر آرہے تھے۔ قانون کے احترام کا خیال رکھتے منہاس علی اُن کے سوالات کا بڑے اطمینان و دھیان سے جواب دے رہے تھے۔ اکثر صحافی پہلے ہیاس کیس سے متعلقہ شواہد حاصل کر چکے تھے۔

اب سوال و جواب کا سلسلہ جاری تھا۔

"سر ہمارے زرائع سے ہمیں اطلاع ملی ہے کہ کئی سال پہلے آپ کی نومولود بیٹی اور بیوی کے ہونے والے قتل میں بھی دُراب شاہ کا ہاتھ ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ آپ کی مرحومہ بیگم سابق آئی۔جی پنجاب آفتاب خیر کی بیٹی بھی تھیں۔ جبکہ آفتاب خیر کے بارے میں یہ بھی مشہور کیا گیا تھا کہ وہ ایک حادثے کے باعث خالقِ حقیقی سے جا ملے تھے۔ لیکن ہماری تازہ ترین اطلاعات کے مطابق یہ سب جھوٹ تھا وہ آج بھی زندہ ہیں اور جس وقت دُراب شاہ کو گرفتار کرنے

Safa-e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کے بعد جیل لایا گیا آفتاب خیر بھی وہاں موجود تھے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں یہ ماجرہ کیا ہے اور کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ؟۔۔۔"

ہادی اور حسین نے نظر اُٹھا کر منہاس علی کی جانب دیکھا جو بہت سنجیدگی سے اینکر پرسن کی بات سن رہے تھے۔ اُس کے خاموش ہوتے ہی انہوں نے اپنی بات شروع کی۔

"جی آپ نے صحیح فرمایا۔ میری بیٹی اور میری بیوی کے قتل میں بھی دُراب شاہ کا ہاتھ تھا اور یہ بھی سچ ہے سابق آئی۔جی پنجاب آفتاب خیر میری مرحومہ بیوی کے والد محترم اور میرے سُسر ہیں اور وہ زندہ بھی ہیں اور اس وقت میرے گھر میں بھی موجود ہیں۔ ان کے طویل عرصے کومہ میں رہنے کے باعث لوگوں نے انہیں خود ہی مردہ اخذ کر لیا تھا۔ پھر بَعد میں بابا جان یعنی آفتاب خیر صاحب تندرست ہوئے تو اُن کی منشاء کے مطابق جو جیسا چل رہا تھا ویسے ہی چلنے دیا گیا تھا اور اُن کے زندہ بچ جانے کی خبر کو سب سے چھپا کر راز ہی رکھا گیا تھا۔۔۔"

"اتنی بری خبر کو چھپانا۔ پھر جھوٹی افواہیں پھیلانا ایک زندہ انسان کو مردہ بنانا کیا یہ غلط نہیں ہے؟۔"

ایک اور نیوز اینکر اپنے جرنل پہ کچھ نوٹ کرتے بولا تھا۔

"یہ بات پھیلی نہیں تھی بلکہ اُن کی طویل بیماری اور ناگزیر حالت کو دیکھ کر کچھ موقع پرست لوگوں نے انہیں خود ہی مردہ اخز کر لیا تھا کیونکہ اِن کی جان کو پہلے ہی خطرہ تھا۔ تو آفتاب خیر صاحب نے اس کی تردید کرنا ضروری نہ سمجھا۔ اور پھر ہم نے وہی کیا جو وقت کے مطابق بہتر تھا۔ جو ایک بار اُن کی جان لینے کی کوشش کر چکا تھا' وہ دوسری بار لیتے سوچتا بھی نا۔۔۔"

وہ بہت اطمینان سے جواب دے رہے تھے جیسے وہ پہلے سے ہی خود کو تیار کر کے آئے ہوں۔

"کیا یہ سچ ہے کہ آفتاب خیر پہ حملہ اِس لئے ہوا کیونکہ وہ اُن دنوں چائلڈ ٹرافیکینگ کا کیس دیکھ رہے تھے اور آج آپ نے اُنہی کے چھوڑے ہوئے کام کو مکمل کیا ہے۔"

"جی، بالکل درست فرمایا آپ نے۔۔۔ میں نے انہی کے کام کو اپنے جوانوں کی مدد سے انجام تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اور الحمد للہ پہنچایا بھی ہے۔"

وہ ساتھ بیٹھے حسین، ہادی اور پیچھے کھڑی اپنی ٹیم کی طرف اشارہ کرتے گویا ہوئے۔۔۔ "وہ کام جو آج سے کئی سال پہلے اتنی وسعت تک نہیں پھیلا تھا۔ آج اپنے ادھورے رہ جانے کے باعث پورے پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ ہم ایک دُراب شاہ کو تو پکڑ چکے ہیں مگر اس ملک میں اور بھی کئی دُراب شاہ موجود ہیں جو اچھائی کے لبادے میں اپنے کالے کرتوتوں کو چھپائے اپنے کاروبار چمکا رہے ہیں اور ان کے کاروبار کو چمکانے والی اور کوئی نہیں ہماری اپنی ہی عوام ہے جو سوچے سمجھے بغیر اللہ کے بجائے ایسے لوگوں کے پاس اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے جاتی ہے اور مزید مسائل پیدا کر لیتی ہے۔ اس لئے میری عوام سے درخواست ہے وہ خدارا اِن پیروں فقیروں کے پاس جا کر مدد نہ مانگیں بلکہ اللہ کے آگے پیش ہوں اور اُس سے مدد مانگ کر اپنی مددگار خود بنیں۔"

ایک کے بعد ایک ہر بندہ ان کی ذات پہ سوال اچھال رہا تھا مگر وہ اِس کے لئے پہلے سے ہی تیاری ہو کر آئے تھے۔

"سر! آپ نے تو کہا تھا کہ دُراب شاہ مجرم ہے یا نہیں اِس کا فیصلہ ٹرائل کرے گی۔ اس لئے ہم اُن کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے اور ابھی آپ نے کہا کہ آپ کی فیملی پہ حملہ دُراب شاہ کی طرف سے ہوا تھا۔۔۔ یہ سچ کیا اور جھوٹ کیا ہے۔ ہم کس کا یقین کریں؟۔۔۔"

اینکر کے اِس سوال پہ وہ ہنس دیئے۔

"جب میں نے کہا دُراب شاہ مجرم ہے تو میں ایک بیٹی کا باپ اور بیوی کا شوہر تھا جنہیں بے دردی سے قتل کیا گیا تھا اور جب میں نے کہا کہ دُراب شاہ مجرم ہے یا نہیں اِس کا فیصلہ ٹرائل کرے گا۔ تو اُس وقت میں ایک پولیس آفیسر تھا۔ جس کا کام ملزم کو پکڑنا ہوتا ہے۔ اب وہ مجرم ہے یا ملزم اِس کا فیصلہ کورٹ کرے گی۔ ہم بس قانون کا احترام کرتے ہیں اور اِن سے انصاف کی امید رکھنے کے ساتھ ساتھ انصاف دلانے میں اِن کی مدد بھی کرتے ہیں۔۔۔"

"ہمیں یقین ہے سر ان ٹھوس ثبوتوں کی موجودگی میں پاکستان کی عدالتیں آپ کو اور آپ جیسے کئی مظلوم گھرانوں کو انصاف ضرور دلائیں گے۔۔۔"

"انشاءاللہ۔۔۔" صحافی رپورٹر کی بات پہ سب یک زُبان ہو کر بولے۔

پریس کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی تو پیچھے بیٹھی ایک فی میل رپورٹر نے ہادی کی طرف سوال اچھالا۔

"ایس۔ پی عبدالہادی صاحب' ہم نے آپ کے کام کرنے کے انداز میں ایک چیز واضح دیکھی ہے۔ آپ جب بھی کسی مشن میں جاتے ہیں میڈیا کو اپنے ساتھ ساتھ رکھتے ہیں۔۔۔ کیا اِس کی کوئی خاص وجہ ہے؟۔۔۔"

ہادی نے مسکراتے ہوئے کندھے اُچکائے۔

"میرے خیال میں اِس کی وجہ آپ لوگ بہتر جانتے ہیں۔۔۔"

"مگر ہم پھر بھی آپ سے سننا چاہتے ہیں۔۔۔"

سامنے بیٹھے رپورٹر نے اِسے بولنے پہ اکسایا۔

"دیکھیں اِس کی وجہ صاف ہے۔ ایک تو آج کا میڈیا آزاد ہے وہ مضبوط ہے، وہ سچ کا ساتھ دینے کی ہمت رکھتا ہے اور لوگوں تک سچ پہنچانے کے لئے وہ اپنی جان دینے سے بھی گریز نہیں کرتا اِس کی مثال ایسے کئی شہید صحافی رپورٹرز

کیمرہ مینز اور اینکر پرسنز کو دیکھ کر دی جا سکتی ہے۔ پھر ہمارا مقصد بھی آپ کو اپنے ساتھ لے کر چلنے کا اسی لئے ہوتا ہے کہ سچ پر سے پردہ اُتر جائے اور بَعد میں کوئی اس سچ کے اوپر جھوٹ کا لبادہ ڈالنے کی ہمت نہ کر سکے، کیونکہ عوام کے شعور کا ذریعہ ہمارا میڈیا ہی ہے۔ وہ جو کچھ ٹی۔وی پہ دکھاتا ہے عوام اُسی پہ یقین کرتی ہے۔ اب چاہے وہ سچ ہو یا جھوٹ۔۔۔ یہ میڈیا پہ منحصر ہے کہ وہ ہمت دکھا کر سچ کا ساتھ دیتا ہے۔ یا بُرائی سے دب کر جھوٹ کا ساتھ دیتا ہے۔۔۔"

"تو کیا سر ہم یہ سمجھیں آپ لوگ پاکستان کی صحافت کے ساتھ ہر مشکل گھڑی میں کھڑے ہیں؟۔۔۔"

اب جواب منہاس علی نے دیا تھا۔

"ہم ہر قدم پہ پاکستان کی صحافت اور اس کی عوام کے ساتھ کھڑے ہیں۔ کیونکہ ہمارا ماننا ہے چاہے جنگ ہو یا جدل، دہشت گردی کا منصوبہ ہو یا پاکستان پہ کوئی طوفان آئے خواہ وہ سیلاب ہو زلزلہ ہو یا کوئی بھی ناگہانی آفَت ہو۔۔۔ کچھ طبقات ایسے ہوتے ہیں جو ہر مشکل گھڑی میں اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر سینہ تان کر مشکلوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جن میں ہماری پاک افواج، پولیس سروس کے جوان، فلاحی ادارے، ڈاکٹرز، پیرا میڈیک اور ان کے علاوہ میڈیا سے تعلق رکھنے والے لوگ۔۔۔ یہ وہ طبقے ہیں جو پاکستان پہ آنے والی ہر مشکل کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کے کھڑے ہونے کا حَوصَلَہ رکھتے ہیں۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب میرے خیال میں آپ سب کو کیس کے حوالے سے سب سوالات کے جوابات مل چکے ہوں گے۔ تو ہمیں چلنا چاہیے۔۔۔"

انہوں نے اپنی بات کے اختتام میں کانفرنس سمیٹنے کی طرف اشارہ کیا۔

"ایک منٹ سر!۔۔۔ سو سوری مگر ہمیں سر ہادی اور سر حُسین سے بھی چند سے سوالات کرنے ہیں۔ اِس کیس کے سلسلے میں کبھی سر ہادی اور آپ کی ویڈیو کا وائرل ہونا، کبھی کوئی خبر نکلنا تو کبھی کوئی خبر نکلنا۔۔۔ ہم اِس بارے میں بھی عوام کو کلیئر کرنا چاہتے ہیں۔

"جی جی!۔۔۔ پوچھیں یہ دونوں آپ کے سامنے ہی بیٹھے ہیں۔۔۔"

ہادی اور حُسین جو کب سے خاموش بیٹھے سب کو سن رہے تھے فوراً متوجہ ہوئے۔ طرح طرح کے بات کی کھال کھینچ اتارنے والے سوال پوچھنے کے بعد کہیں جا کر صحافیوں کی تسلی ہوئی تھی۔

"ایک آخری سوال سر۔۔۔ آپ لوگ ابھی جوان ہیں۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اِس عمر میں اِس مقام تک پہنچ پاتے ہیں، جہاں آج آپ لوگ کھڑے ہیں۔ بے شک یہ اتنا آسان نہیں جہاں آپ کو اتنا بھی نہیں پتا کہ گھر واپس پہنچ پائیں گے بھی نہیں اور ابھی تو آپ لوگوں نے اپنی زندگی میں بھی بہت کچھ دیکھنا ہے۔ اس چیز کو دیکھتے ہوئے سوشل میڈیا پہ اکثر یوتھ آپ لوگوں سے بہت متاثر نظر آتی ہے۔ آپ کچھ بتانا چاہیں گے ہوتھ کو؟۔۔۔"

"جی بالکل! پاکستان ہمارا ملک ہے۔ اس کی مٹی ہماری ماں ہے اور ہم اس مٹی کے بیٹے۔۔۔ اولاد عمر کے کسی بھی حصے میں ہو اپنے والدین کی حفاظت جان سے زیادہ بڑھ کر کرتی ہے۔ جیسے ماں کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے اِسی طرح اِس مٹی کے بیٹوں کی جنت بھی اسی کے اندر ہوتی ہے۔۔۔ جو شہید ہو کر اِسی مٹی کے اندر جا کر اپنی جنت کو پانے کی خواہش رکھتے ہیں اب اِس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ ہم نو عمر ہوں، جوان ہوں، ادھیڑ عمر ہوں ہیں یا بوڑھے ہوں۔۔۔ کیونکہ بلآخر ہیں تو ہم پاکستانی ہی نا۔۔۔"

ہادی کی طرف سے جواب پانے کے بعد سب نے حُسین کی طرف دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے میں پیدا ہی اِس مٹی کی حفاظت کے لئے ہوا ہوں۔۔۔ اب چاہے وہ مٹی پنجاب کی ہو، سندھ کی ہو، خیبر پختونخوا، بلوچستان یا کشمیر کی ہو۔۔۔ وہ ہے تو پاکستان کی ہی ناں اور میرا اعظم پاکستان کی حفاظت کرنا ہے اُسے ملک دشمن اور انسان دشمن عناصر سے بچا کے رکھنا ہے۔ اُن کے خلاف جنگ بندی کرنی ہے اور اپنے ملک میں امن قائم رکھنا ہے پھر اِس کے لئے اپنا سر کٹانا بھی میرے لیے فخر کی بات ہو گی۔۔۔ اگر اجازت ہو تو اس لمحے میں ایک اور بات کہنا چاہوں گا۔ بات لمبی کرنے کے لئے معذرت مگر جیسے آپ نے فرمایا ہمارے ینگ ہونے کی وجہ سے میں نے بھی دیکھا ہے ہمارے ملک کے بہت سے جوان ایسے بھی ہیں جو ہمیں فولو کرتے ہیں۔ اُن کے لئے میں ایک بات کہنا چاہوں گا جو مجھے ابھی ابھی یاد آئی۔"

"ضرور۔۔۔"

اس کے اجازت طلب کرنے پہ سب ایک ساتھ بولے۔۔۔۔

" میں آج کی نوجوان نسل سے کہنا چاہوں گا۔ کہ وہ آج کے رول ماڈلز کو فولو کرتے ہیں۔ کریں۔ ضرور کریں۔ بہت اچھی بات ہے مگر ان سب کو فولو کرنے کے چکڑ میں وہ اصل رول ماڈلز کو نا بھولیں۔ آج کا انسان دوغلا ہے گناہگار ہے۔ باہر سے کچھ اور اندر سے کچھ اور ہے۔۔۔ لیکن اگر آپ نے کسی بہادر سپاہی کو ہی فولو کرنا ہے تو حضرت علیؓ کو کریں۔۔۔ جن سے زیادہ بہادر نہ کوئی آیا ہے نہ آئے گا۔۔۔ اگر فولو کرنا ہے تو اسلام کے عظیم سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ کو کریں جن کے دور میں کوئی دو جمعہ ایسے نہ گزرتے تھے جن کے درمیان میں مسلمانوں نے کوئی فتح حاصل نہ کی ہوتی۔۔۔ مجھے یاد ہے جب میں نے سروس جوائن کی تھی میری اماں بہت ڈرتی تھیں اُس وقت میرے ابا نے مجھے اماں کے سامنے بٹھا کے اسلام کے اِس عظیم کمانڈر کا امت کے لئے دیا گیا پیغام سنایا تھا۔۔۔ جو میں آج یہاں سنانا چاہوں گا۔ حضرت خالید بن ولید نے کہا تھا۔

"یاد رکھو موت لکھی نہ ہو تو موت خود زندگی کی حفاظت کرتی ہے۔۔۔اور جب موت مقدر ہو تو زندگی دوڑتی ہوئی موت سے لپٹ جاتی ہے۔۔۔زندگی سے زیادہ کوئی جی نہیں سکتا اور موت سے پہلے کوئی مر نہیں سکتا۔۔۔دنیا کے بزدلوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دو اگر میدانِ جہاد میں موت ہوتی تو اس خالد بن ولید کو موت کبھی بستر پہ نہ آتی۔۔۔"

یہ اسلامی دنیا کے اس عظیم لیڈر کا وہ پیغام ہے جسے سُن کر میری اماں نے پھر کبھی خوف سے مجھے کسی مشن سے پہلے روکا نہیں۔۔۔اور اگر کبھی میرے اندر کا نفس مجھے بزدلی پہ امادہ کرنے کی کوشش کرے بھی تو میں اس پیغام کو دوہرا لیتا ہوں۔۔۔کیونکہ میں قیامت کے روز بزدلوں میں شامل نہیں ہونا چاہتا بلکہ حضرت علیؓ اور حضرت خالد بن ولید جیسے سپاہیوں کی صف میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔۔۔"

حسین کی بات ختم ہوتے ہی محفل میں قائم ہوا ایک سحر ٹوٹا تھا۔وہ ایسا ہی تھا کسی محفل یا کانفرنس میں کبھی ضرورت سے زیادہ نہ بولتا تھا۔سب ہی اس کی اس عادت سے واقف تھے۔۔۔وہ بہت کم بولتا تھا مگر جب بولتا تھا تو سب کو اپنے ساتھ باندھ لیتا تھا اس کے انہی اوصاف کی بناء پر اکثر دشمن بھی اس کی عزت کرتے تھے جِسے اس کا چالاک دماغ فوراً فائدہ اٹھانے کے لئے استعمال کرتا تھا اور جو کام ہادی نہ کر سکتا تھا وہ ڈیوٹی نبھاتے ہوئے حسین بڑے آرام سے کر دیتا ہے۔۔۔اس کی اِسی کرپٹ سائڈ کو دیکھتے ہوئے ہادی نے اِسے چھپے رستم کے لقب سے نوازرکھا تھا جسے وہ ہمیشہ بتیس دانتوں کی نمائش دکھا کر قبول کرتا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سر ایک آخری سوال!۔۔۔"

دوسری روح میں بیٹھے لڑکے کا کوئی یہ بیسواں سوال تھا جسے ہر بار وہ آخری سوال کہہ کر کرتا تھا۔

"آپ کب سے ویسے آخری سوال آخری سوال ہی کرتے کتنے سوال پوچھ چکے ہیں۔"

منہاس علی کی بات پہ سب صحافی حضرات ہنس پڑے۔ محفل میں چھائی سنجیدگی لمحے میں ختم ہوئی تھی۔۔۔

"خیر پوچھیں اب۔"

اِجازَت ملتے ہی وہ لڑکا اپنی مسکراہٹ روکتے گویا ہوا۔

"سر میرے زرائع سے مجھے پتا چلا ہے ایس۔پی عبدل ہادی صاحب شادی کے بَنْدَھن میں بندھنے والے ہیں تو کیا یہ سچ ہے ایس۔پی صاحب کہ آپ شادی کر رہے ہیں۔"

سب صحافیوں نے نیا موضوع چِھڑتے ہی دلچسپی سے ہادی کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا۔ جو اِس سوال پہ ہنس سا دیا۔

"پہلی بات تو یہ کہ آپ سے بچنا پڑے گا آپ کہ زرائع اتنی اندر کی خبریں پتا نہیں کہاں سے لے آتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ جی یہ خبر سچ ہے۔ میں شادی کر رہا ہوں۔"

"اوہ تو یعنی اب پولیس ڈیپارٹمنٹ کا اگلا مشن آپ کی بارات لے کر جانا ہے؟۔۔۔" جواباً ایک فی میل صحافی رپورٹر چہکی تھی۔

"سر کیا ہمیشہ میڈیا کو ساتھ ساتھ رکھنے والا آفیسر اپنی بارات پہ بھی میڈیا کو ساتھ لے کر جائے گا؟۔۔۔" ہر طرف سے اس کے شادی کے متعلق سوال اُٹھ رہے تھے۔

"جی نہیں۔۔۔ بارات میں پورا لاہور ساتھ لے جا کر میں نے اپنے سسرال والوں کا کونڈا نہیں کروانا۔۔۔"

اس کی ہسِ مزاح پہ سب ہنس دئے۔ اِس خبر کے ملتے ہی سب کو جیسے کوئی ہائیلائٹ کرنے کے لئے نیا موضوع مل گیا تھا۔

"چلیں سر' اب یہ بھی بتا دیں یہ لو میرج ہے یا ارینج؟۔۔۔یا پھر ارینج کو لو کیا گیا ہے؟۔۔۔"

دوبارہ سوال اُسی دوسری رو میں بیٹھے صحافی کی طرف سے کیا گیا تھا جواب ہادی کی طرف شرارتی انداز میں دیکھتا مسکرا رہا تھا۔اس کے انداز کو ہادی اچھے سے سمجھ چکا تھا۔وہ بھی اِسی کے انداز میں لہجہ نارمل رکھے پاکستان کو اپنے پیارے ہمسایوں کی جانب سے تحفہ کے طور پہ ملا تاریخی جملہ بولا۔

Sorry sir, I am not supposed to tell you this.

مسکراتے انداز میں کہتا ہادی منہاس علی اور حُسین کے اشارے پہ اپنی جگہ سے

no more questions

کہتا اُٹھ گیا۔مگر سوال ختم ہی نہ ہوتے تھے۔

ایک سوال پہ ٹوپی اٹھاتے اُس کے ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔

"سر کیا ہم ایس۔پی عبد الہادی کے اِس طرز میں جواب دینے کو آپ کے شرمانے کی ادا سمجھیں۔"

وہ رپورٹر کی اس بات پہ بے یقین سا ہوا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پوری محفل اُس رپورٹر کے عادت کے مطابق چھٹکلا چھوڑنے پہ زعفران ہوئی تھی۔منہاس علی بھی ہنستے ہوئے ہادی کا کندھا تھپکتے ٹیم کے ہمراہ اندر کی جانب چلے گئے۔مگر جانے سے پہلے وہ اس کے کان میں کہہ گئے تھے

"بتا دو برخودار بتا دو۔۔۔"

جس پہ وہ واپس اِسی صحافی کی طرف متوجہ ہوا اور مائک میں جھکتی تنبیہی مگر شرارتی نظروں سے دیکھتے بولا۔

"یوں دلوں کے راز بھری محفلوں میں نہیں بتائے جاتے۔ "

یہ کہہ کر وہ وہاں رکا نہیں تھا مزید کچھ سننے سے پہلے ہی وہاں سے نکل گیا۔

******

المان نے جب اِسے ٹی۔وی پہ آنے والی لائیو کانفرنس کا بتایا تو حور عین اِسے غصہ دکھا کر بھگا چکی تھی۔

مگر اُس کے کمرے سے جاتے ہی اُسے تجسس ہوا تھا۔اُس نے تجسس کے مارے اپنے کمرے میں لگی ایل۔ای۔ڈی آن کی اور نیوز چینلز سرچ کرنے لگی۔اس کے نیوز چینل سرچ کرنے تک پریس کانفرنس ختم ہو چکی تھی اور ہر چینل نے واپس اپنے نو بجے والے ٹاک شوز لگانا شروع کر دیئے تھے۔اس نے گہرا سانس لیتے واپس ٹی۔وی بند کر دیا۔وہ ابھی عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی اور اب اپنا نائٹ سوٹ پہنے آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں میں کنگی چلا رہی تھی۔اتنے میں المان نے کمرے میں قدم رکھا اور بڑے رازدارانہ انداز میں حور کو پریس کانفرنس کا بتانے لگا۔اپنے بھائی کو اُس نے ڈپٹ کر واپس بھیج دیا تھا اور اب وہ اِسی سوچ میں تھی کہ انٹرنیٹ پہ لگا کر دیکھ ہی لینا چاہیئے آخر کو اس مشن کی کامیابی میں اس کا بھی کوئی حصہ بنتا ہے۔"اس نے پریس کانفرنس کو گوگل سرچ کیا مگر ابھی تک وہ نیوز چینلز کی طرف سے انٹرنیٹ پہ اپلوڈ نہیں کی گئی تھی۔اس نے پریس کانفرنس چھوڑ کر سرچ بار پہ ایس۔پی عبدالہادی ٹائپ کیا اور پھر اپنے آپ کو ڈپٹتے فوراً ہی مٹا دیا۔

Safar ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ارے چھوڑو!۔۔۔اتنی دفعہ کے دیکھے کو دوبارہ کیا دیکھنا۔۔۔میں بھی کتنی پاگل ہوں،اُس دن کیا کیا نہیں کہہ دیا تھا اُسے۔۔۔پتا نہیں کیا سوچتا ہو گا اب وہ میرے بارے میں؟۔۔۔اور دیکھو تو میری سوچ سے بھی زیادہ دو نمبر نکلا ہے یہ شخص۔سب جاننے کے باوجود کیسے مجھے پاگل بنا کر میری باتوں کو انجوائے کر رہا تھا۔ٹھر کی کہیں کا۔۔۔"وہ نا چاہتے ہوئے بھی شرمندہ ہو رہی تھی۔اِسے یہ سوچ سوچ کر رونا آ رہا تھا کہ اب وہ اس شخص کا کیسے سامنا کرے گی۔

اور انہی سوچوں میں ایک بار پھر نا چاہتے ہوئے بھی اُس نے سرچ بار میں عبدل ہادی لکھ ڈالا تھا۔ ابھی اس نے صرف یہی لکھا تھا کہ سامنے پورا ایس۔ پی عبد الہادی کا آپشن آ گیا۔ اِس نے پورے نام پہ کلک کیا اور یکدم سامنے کھُلی وال اس سے متعلق چیزوں سے بڑھ گئی۔ اُس کی ویکیپیڈیا پروفائل نیوز چینلز کے انٹرویوز ابھی والی پریس کانفرنس کے چھوٹے چھوٹے کلپ اور اُس کے کامیاب کیسسز کے بہت سی چیزیں سامنے کھُلی پڑی تھیں۔

کہاں کہاں نہ ڈھونڈا تھا اِسے۔۔۔ اور تو اور وہ جِس شخص کو اینٹی سوشل سمجھے بیٹھی تھی۔ اُس شخص نے تو کوئی سوشل سائٹ بھی خالی نہ چھوڑی تھی۔۔۔ اور جو چھوڑی ہی تھی۔ اُس کی کمی اُس کے خریدے ہوئے فینز نے فین کلبز بنا بنا کر پوری کر دی تھی۔

لڑکیاں بھی کتنی پاگل ہوتی ہیں پتا نہیں فضول لوگوں کے فین اکاؤنٹس ہینڈل کرنے کے لئے اتنا فارغ وقت کہاں سے نکال لیتی ہیں۔۔۔ اسے بے اختیار مال میں ہونے والی وہ ملاقات یاد آئی تھی۔ جب دو لڑکیوں نے ٹِشو پیپر پہ نمبر لکھ کر اِس کی طرف اچھالا تھا۔ وہ اُن کی بد قسمتی کہہ لو یا خوش قسمتی کہ عین وقت پہ ہادی وہاں سے جا چکا تھا اور وہ ربڑ کے زریعے پھینکا گیا ٹِشو حور عین کو لگ چکا تھا۔ اُسے یقین نہ آیا تھا ایک مشرقی معاشرے کی لڑکیاں بھی ایسا کر سکتی ہیں۔

اس کے مطابق لڑکیوں کو اتنا مظبوط تو ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے جذبات و احساسات کو کسی ایک لئے محفوظ رکھ سکیں۔۔۔ نہ کہ راہ چلتے کسی بھی مرد کو دیکھ کر اپنے جذبات نچھاور کرنا شروع کر دیں۔۔۔ پھر راہ چلتا مرد کتنا بھی نیک اور مظبوط کیوں نہ ہو' ہوتا تو وہ مرد ہی ہے۔ کب مرد کے اندر کا شیطان جاگ کر اُسے اپنے قبضے میں کر لے' کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا اور یاد رہے آپ کی زندگی میں شوہر کے علاوہ آنے والا ہر مرد ہی راہ چلتا ہوتا ہے۔۔۔

جھر جھری سی لیتے حور عین واپس سکرین کی طرف متوجہ ہوئی۔ کمرے کی بند لائٹ میں بیڈ پہ ریلکس سے انداز میں بیٹھے اُس کی ساری نظریں لیپ ٹاپ پہ چلتی سکرین کی جانب تھیں۔۔۔ لیپ ٹاپ کی مدھم روشنی اُس کے چہرے پہ پر

رہی تھی۔اس مدھم روشنی میں سامنے کھُلی سکرین پہ نظر آتے اُس مرد کا عکس حورعین کی کانچ جیسی آنکھوں میں واضح دکھائی دے رہا تھا۔

اُس کی اکثر تصویریں رینڈم تھیں۔جو آن ڈیوٹی کسی نا کسی وقت لی گئی لگتی تھیں۔اور کچھ تصویریں فیس بُک سے لی گئی لگ رہی تھیں۔اِس نے تصویر کے نیچے لکھا کیپشن غور سے پڑھا۔پھر گوگل کروم بند کرتے فیس بُک کھول لی۔نام لکھتے ہی اِس کے نام کے کئی پیجز اِسکرین پہ شو ہوئے تھے جن سب پہ پروفائل پکچر اس کی اپنی ہی تھی۔

اِس نے ایک آئی ڈی کھولی جو دیکھنے سے اصل معلوم ہو رہی تھی۔ڈسپلے پکچر میں نظر آتی تصویر میں اُس نے گریجویشن کوٹ پہنے ہاتھ میں ڈِگری تھام رکھی تھی۔وہ تصویر دیکھنے میں کافی پُرانی معلوم ہوتی تھی۔اِس کی پروفائل پہ لگی تصویر اور کور فوٹو کے علاوہ ایک بھی چیز شو نہیں ہوتی تھی۔پوری آئی ڈی پرائیویسی میں تھی۔اِس نے کور فوٹو پہ کِلک کیا۔یہ تصویر شاید اِس کے بَچپَن کی تھی۔تصویر میں چھوٹی عمر کے تِین بچے سبزے میں کھڑے تھے۔پیچھے ہر طرف ہرے بھرے کھیت نظر آتے تھے۔وہ تینوں بچے ایک دوسرے کے کندھوں پہ ہاتھ رکھے شرارتی انداز میں کیمرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔اِسے تھوڑی سی کوشش کے بَعد ہی پتہ چل گیا کہ داہنی طرف کھڑا بچہ کوئی اور نہیں ہادی ہی ہے۔اِس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور بستر پہ چت لیٹ گئی۔وہ اِس کے بارے میں اور کیا دیکھتی وہ سب کچھ تو جانتی تھی۔اگر وہ اِس کے بارے میں سب جانتی تھی تو وہ بھی اِس کے بارے میں سب جانتا تھا۔۔۔ہاں وہ اِس کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا اور ضرورت سے کچھ زیادہ ہی جانتا تھا۔۔۔

* * * * * * * *

دعا کے بعد دونوں ہاتھ چہرے پہ پھیرتے وہ اٹھی اور جانماز اٹھا کر الماری میں رکھی۔اب اس کا ارادہ المان کے کمرے میں جا کر اسے دیکھنے کا تھا وہ اُسے پہلے ہی نماز کے لئے اٹھا چکی تھی۔۔۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

اس نے الماری کا پٹ کھولا اور سامنے ہینگر میں لٹکا اپنا ٹریک سوٹ نکال کر واش روم چلے گئی۔ اپنے بالوں کو اونچے جوڑے میں باندھ کر اُس نے دونوں ہاتھوں میں کریم لگائی اور مانی کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"مانی اُٹھو!۔۔۔" اُس نے اپنے بھائی کو آواز دی جو واپس سو چکا تھا۔

"مانی مجھے تمہاری یہ نماز پڑھ کر سونے والی عادت سخت بُری لگتی ہے۔ ساری برکت تو تم اپنے سونے میں ڈال دیتے ہو صحت تمہاری خاک اچھی ہونی ہے۔ صرف اسی وجہ سے موٹاپے کی ساری چربی چڑھتی جا رہی ہے تم پہ۔۔۔۔"

وہ پاس پڑی جائے نماز اور ٹوپی کو دیکھ کر بولی۔

"کیا مسئلہ ہے؟۔۔۔ آپ کو عادت ہے جاگنے کی تو دوسروں کو تو سکون سے سونے دو۔۔۔ فضول میں رعب جھاری جا رہی ہیں۔"

وہ اپنی نیند میں خلل محسوس کرتے چِڑ کر بولا۔

"صاحب بہادر! اگر تمہیں یاد ہو تو تم نے ہی مجھے بولا تھا کمپیٹیشن کیلئے تمہاری تیاری پرفیکٹ کروا دوں ورنہ مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے اپنی مارننگ واک کو چھوڑ کر کر تمہارے ساتھ سر کھپائی کرنے کا۔۔۔"

وہ الماری سے اس کا ٹریک سوٹ نکالتے بولی اور توقع کے عین مطابق ٹریننگ کا سُن کر وہ فوراً بستر سے نکل کر اس کے ہاتھ سے سوٹ پکڑتا باتھروم میں گُھس چکا تھا۔

******

"بس اتنا کافی ہے۔۔۔ اب یہ روپ پکڑو اور ایک منٹ کے اندر اندر مجھے 100 سکیز کر کے دکھاو۔"

اس نے ہاتھ میں پکڑی سٹوپ واچ کو دیکھا اور اسے بس کا اشارہ کیا جو اپنے قد کے مطابق لگے پنچنگ بیگ پر مکے مار مار کر دوہرا ہو رہا تھا۔

"یار آپی آپ کتنی جلاد قسم کی ٹرینر ہو۔۔۔ سانس تو لینے دو۔ میں آپ کی طرح جوان تھوڑا ہوں۔ ابھی تو ننھا سا بچہ ہوں۔"

وہ اپنے پھولے سانسوں سمیت بولا۔

"چچ چچ۔۔۔"

حورین نے افسوس سے سر ہلایا۔

"میرے قد تک پہنچتے ننھے سے بچے تم سے چھوٹے دس سال کے بچے نے 30 سیکنڈ میں 108 سکپز کا ورلڈ ریکارڈ قائم کیا ہے۔۔۔۔ وہ بھی صرف 30 سیکنڈ میں' مطلب صرف 30 سیکنڈ میں۔۔۔۔"

وہ تیس پر زور دیتے بولی۔

"اور تم اتنے بڑے ہو کر ایک منٹ میں صرف سو دفعہ کرتے ہوئے رو رہے ہو۔"

اس نے ایک ہاتھ میں پکڑی پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھائی جو اس نے منہ کو لگاتے گٹا گٹ پی جبکہ حور دوسرے ہاتھ سے اس کے ماتھے پر چمکتے پسینہ کو صاف کرنے لگی۔

پانی پیتے ہی المان پاس پڑی رسی پکڑ کے شروع ہو چکا۔ حور عین نے سٹاپ واچ پہ ٹائم نوٹ کیا۔ اِس کے اندازے کے عین مطابق اُس کی بات کا اِس ننھے سے بچے پر اثر ہو چکا تھا اور وہ ایک منٹ پورا ہونے میں 8 سیکنڈ پہلے ہی 115 دفعہ کر چکا تھا۔

"اوہ۔۔۔۔براوو پیٹو!۔۔۔میرا بھائی تو چیمپیئن بن گیا۔۔۔"

حور نے گُھٹنوں کے بل کھڑے ہوتے لمبے لمبے سانس لیتے مانی کے بال بکھیرے۔جو پسینے کے باعث اس کے ماتھے سے چپک رہے تھے۔

کچھ دیر بعد جب وہ سانس لے چکا تو اپنی جگہ پر جا کر دوبارہ فُل فارم کھڑا ہوا اور ہاتھ سے حور کو اپنی طرف بلایا۔

"let's start api..."

اس کے انداز پہ حور عین اپنا ایک ہاتھ آگے سیدھا کھڑا کر کے اور دوسرا ہاتھ پیچھے کر کے اس کے حملے کے لئے خود کو تیار کرتی کھڑی ہوئی۔

"I'll beat you api.... In Shaa Allah"

اسے اپنے بھائی کے کانفیڈنس پہ رج کے ہنسی آئی تھی۔

"اچھا چلو کوشش کر کے دیکھ لو۔"

اس نے آگے بڑھتے کندھے اچکائے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مانی نے لمبی جمپ لگاتے اس پر حملہ کیا مگر وہ پہلے ہی ڈاج دے کر دور ہو چکی تھی۔

"ناٹ بیڈ پیٹو!۔۔۔تمہاری کوشش،اٹیک اور ٹیکٹکس تینوں چیزیں واقعی اچھی ہیں مگر سپیڈ تھوڑی کم ہے اس پر کام کرو۔"

حور کی بات کو نظر پر رکھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر اٹیک کیا مگر اس بار بھی حور عین دوسری طرف کو گھوم کر ڈاج کر چکی تھی۔

اپنی کوشش دوبارہ ناکام جانے پر اس کے ماتھے پر بل پڑے۔ جس کو دیکھتے اس بار مانی کو اشارے سے روکتے خود حور نے اٹیک کیا۔ جسے المان بھی ڈاج دینے میں کامیاب رہا اور دل ہی دل میں خوش ہوتے کاؤنٹر اٹیک کرنے کے لئے پلٹا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ حور عین پہ حملہ کرتا وہ اوندھے منہ زمین پر پڑا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ اس کی پیٹھ کی طرف حور عین کے ایک ہاتھ کے گرفت میں تھے۔

مانی نے اپنا بچاؤ کرنے کے لئے گھٹنے پر زور ڈال کر پاؤں سے کِک مارنی چاہی۔ حور عین اس کا ارادہ بھانپتے اس کی حملے والی ٹانگ ہوا میں ہی پکڑ کے مروڑ چکی تھی۔

وہ ایک دم درد سے کراہا۔

"اللہ کا خوف کھاؤ یار میں سگا بھائی ہو آپ کا۔۔۔"

"ہاں تو تمہیں بھی مجھے چیلنج کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے تھا مقابل میں تمہارا کوئی ہم عمر دوست نہیں بلکہ تم سے عمر میں بہت بڑی بہن ہے۔ "

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اِس کو آزاد کرتے حور عین نے اِس کو اٹھنے میں مدد کی اور پاس پڑی پانی کی بوتل اس کے ہاتھ میں تھمائی اور خود پہلے کی طرح چھوٹے سے تولیہ کو ہاتھوں میں لے کر اس کے ماتھے پر چمکتا پسینہ صاف کرنے لگی۔

"تمہاری ٹریننگ اچھی ہے مانی' مگر تمہاری عمر کے لڑکے اس سے زیادہ سٹیمنا رکھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے اگر تم اِدھر اُدھر کے گند بلا قسم کے کھانے کو چھوڑ کر ہیلتھی فوڈ پر فوکس کرو اور ٹریننگ سے چھٹیاں بند کر کے روٹین سے جانا شروع کرو تو تم بہت آگے جاؤ گے۔"

"مگر آپی مجھے یہ سب سیکھ کر ہادی بھائی کی طرح سروس میں نہیں جانا بلکہ پاپا کا بزنس ہی سنبھالنا ہے۔ پھر کیا فائدہ یہ سب کرنے سیکھنے کا جب کرنا میں نے ساری زندگی پیپر ورک ہی ہے۔"

"اچھا اگر ایسی ہی بات ہے تو مجھے بتاؤ۔۔۔ تم نے اتنی جان مار کر یہ سب کیوں سیکھا؟۔۔۔"

وہ اس کی بات پر افسوس کرتے اس کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھی اور اُس کی چھوڑی ہوئی پانی کے بوتل کو اپنے منہ سے لگایا۔

"کیونکہ یہ سب آپ نے بھی سیکھا تھا' تو میں نے بھی سیکھ لیا اور ویسے بھی آپ ہی تو کہتی ہیں انسان کو سیلف ڈیفنس آنا چاہیے ہے۔ مگر میں ابھی ہی بتا رہا ہوں میں نے اس فیلڈ میں کوئی نہیں جانا۔"

"اوبدھو کراٹے، ٹائکوانڈو، جمنیسٹک، جوڈو اور مارشل آرٹ کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ صرف وہی انسان سیکھیں جس نے سپورٹس کی کسی فیلڈ میں جانا ہے۔ اس کو سیلف ڈیفنس اور فٹنس کے لئے بھی سیکھا جاتا ہے تاکہ انسان ضرورت پڑنے پہ اپنی حفاظت خود کر سکے۔ سیلف ڈیفنس کا مطلب ہوتا ہے اپنی حفاظت خود کرنا۔ کسی کے اوپر انحصار نہ کرنا۔ میری نظر میں انسان چھ سال کا بچہ ہو یا ستر سے اسّی سال کا بوڑھا۔۔۔ اِسے اپنی حفاظت عملی طور پہ خود ہی کرنی چاہیے ہے۔ اب عمر اور ہمت کے لحاظ سے عملی طریقوں میں فرق ضرور ہو سکتا ہے مگر حوصلے میں نہیں۔۔۔" وہ لمحے بھر کو رُکی اور اپنے سامنے بیٹھے بھائی کو دیکھا جو بہت غور سے اس کی بات سن رہا تھا شاید وہ اس ٹائم لرننگ موڈ میں تھا۔

"جانتے ہو المان جس دنیا میں ہم رہتے ہیں اگر یہ بہت خوبصورت ہے تو بہت بھیانک بھی ہے۔ اس دنیا کے بہت سے روپ ہیں۔ کون دوست ہے' کون دشمن ہے' کون ہمدرد ہے اور کون کیسے آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے ہمیں اس کا اندازہ ہرگز نہیں ہوتا۔ بس اسی لئے ہمارے پیرنٹس ہمیں انڈیپنڈنٹ اور سٹرونگ بنانا چاہتے ہیں کہ اگر کبھی زندگی میں ہمیں کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑے اور ہمارے پاس ہماری مدد کے لئے' کوئی راستہ موجود نہ ہو تو ہم خود اپنے آپ کے لئے ضرور ہوں۔ میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا مانی! مشکل کے وقت میں جب ہمارے پاس کچھ نہیں ہوتا تو دو چیزیں ہوتی ہیں۔۔۔ ایک اللہ پر توکل اور دوسرا اپنی ذات پر بھروسہ۔۔۔۔

اگر خود پہ بھروسہ ہو تو انسان مشکل سے مشکل کام کو بھی حل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی لیتا ہے۔۔۔ اور اگر اللہ پر توکل ہو تو اللہ بند اور اندھیر گلی سے بھی معجزے پیدا کر دیتا ہے جس سے ہمیں راستہ اور روشنی دونوں مل جاتے ہیں۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ نے اُس اندھے کنویں میں سے نکالا تھا، حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُس بھڑکتی آگ سے۔۔۔ اسی طرح اللہ اپنے بندے کو بھی اُس کے توکل سے خوش ہو کر ہر مشکل سے نکال دیتا ہے۔۔۔ بس انسان کو اللہ سے گمان اچھا رکھنا چاہیئے کیونکہ اللہ اپنے بندے کو وہی عطا کرتا ہے جس کا انسان اُس سے گمان رکھتا ہے۔"

یہ سب کہتے اُسے وہ رات شدت سے یاد آئی تھی۔ جب اپنی زات پہ یقین' وجود میں ہمت دونوں ہی کو وہ کھو چکی تھی۔۔۔ کچھ بچا تھا تو صرف اللہ کی زات پہ توکل تھا اور اللہ نے اس کے گمان کے مطابق کسی کو معجزے کی صورت اس کی مدد کے لئے بھیج دیا تھا۔ بیشک اللہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے وہ نہ چاہتا تو کوئی اِسے اُس اندھیری رات میں درندوں کی قید سے نہ بچاتا اور پھر کوئی نہ جان پاتا حور عین فاروقی نام کی لڑکی اور وہ سب بچے بھی تھے اور کہاں گئے۔

****

وہ دونوں آج پھر شاپنگ کے ارادے سے مارکیٹ آئیں تھیں۔ آج اِن کا فائنل راؤنڈ تھا۔ جو کچھ رہ گیا تھا وہ آج ہی لینا تھا۔ اُس دن کے بعد وہ دو تین بار پھر ہدیٰ اور شفاء کے ساتھ شاپنگ پہ آچکی تھی۔ فرق اتنا تھا اب اس کے ساتھ امل نہ ہوتی تھی اور ہدیٰ کے ساتھ اُس کی آسانی کے لئے اُس کی دوست ثناء ہوتی تھی۔ پہلے کی نسبت اِن کی دوستی مزید گہری ہو چکی تھی۔ اِدھر اُدھر وِنڈو شاپنگ کرتے انہیں کافی وقت گزر چکا تھا اور ہادی ابھی تک نہ آیا تھا پہلے تو حور کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ اس کا سامنا کیسے کرے گی مگر یہ کام بعد میں بھی تو کرنا ہی تھا تو آج ہی کیوں نہیں۔۔۔ تھوڑی دیر بَعد ہی ہادی اِن کو دور سے آتا دکھائی دیا تھا ہدیٰ نے اُسے دیکھتے ہی ہاتھ ہلا کر اپنی موجودگی کا بتایا۔ فُل یونیفارم میں سر پہ یونیفارم کی ٹوپی رکھے وہ ہمیشہ کی طرح بہترین لگ رہا تھا یونیفارم کی وجہ سے اُس کی پرسنیلیٹی زیادہ خوبرو لگ رہی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ کتنی ہی آنکھوں کا مرکز بنا تھا۔

حور عین اور ہادی دونوں نے ہی ہدیٰ کے سامنے کسی بھی قسم کی شناسائی دکھانے سے پرہیز کیا تھا۔ حور عین سے رسمی سی ملاقات کے بعد وہ ہدیٰ سے لیٹ آنے پر بہانے بنانے پہ لگ گیا تھا۔ ہادی شایان کو بھی وہیں بلا چکا تھا۔ جب ہدیٰ کو شایان کے آنے کا علم ہوا۔ اُس نے ضد لگائی تھی کہ وہ ہادی کے ساتھ ہی شاپنگ کرے گی مگر ہادی بہت سہولت سے انکار کر چکا تھا۔

"ہدیٰ بی بی!۔۔۔ مجھے یہ بتاؤ تم نے حور عین کو میرے ساتھ شاپنگ کرنے کے لئے کیوں فورس کیا تھا؟۔۔۔" وہ اس کی طرف دیکھتا بولا۔

"آف کورس بھائی!۔۔۔ جب اِس کی شادی آپ سے ہونی ہے تو جیب اور چوائس بھی آپ ہی کی ہونی چاہیئے نا؟۔۔۔"

"تو بہن میری، تمہاری بھی شادی مجھ سے نہیں شایان صاحب سے ہونی ہے۔۔۔"

ہادی کی بات پہ حور عین اور ہدیٰ کے منہ سے ایک ساتھ استغفر اللہ نکلا تھا۔ جس پہ وہ سر جھٹکتے ہنس دیا۔

"ارے پاگل! جب شادی تمہاری اُس سے ہونی ہے، زندگی تم نے اُس کے ساتھ گزارنی ہے تو شاپنگ بھی میری نہیں اُسی کی پسند سے کرو اور جیب بھی میرے بجائے اپنے اُس ہیرو کی ہلکی کراؤ۔"

جب وہ شایان کے ساتھ جانے لگی تو ہادی نے شایان سے نظر بچا کر ہدیٰ کے ہاتھ میں کیش رکھ دیا۔ اُس کے سوالیہ انداز میں دیکھنے پہ اُس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں خاموشی سے رکھ لینے کا اشارہ کیا۔

جانے سے پہلے شایان ہادی کے کچھ قریب ہوا اور اُس کے کان میں مدھم سے بولا۔

"اللہ کرے ہر لڑکے کو آپ جیسا سالا ملے۔۔۔"

"اب زیادہ شوخے نہ ہو سب جانتا ہوں میں۔"

"مزاق کے علاوہ ہادی بھائی میں اکثر سوچتا ہوں آپ نہ ہوتے تو مجھے ڈیٹ مارنے کا موقع کیسے ملتا۔۔۔ آپ کی بہن تو میرے سامنے آتے ہی ایسے بھاگتی ہے جیسے سر کٹا جن دیکھ لیا ہو۔" اس کی بات پہ ہادی ہنس دیا۔

تو تم کسی سر کٹے جن سے کم ہو کیا؟۔۔۔"

"اگر آپ دونوں بہن بھائیوں کی آنکھیں ٹھیک ہوں تو کافی ہینڈسم بچہ ہوں میں۔۔۔"

" چلو اب نکلو ہینڈسم بچے۔۔۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو میں اپنی بہن کو تمہارے ساتھ بھیجنے کا ارادہ بدل لوں۔۔۔"

"اب آپ ظالم سماج بنیں گے؟۔۔۔" اُس نے روتی صورت بنائی۔

"کوئی شک ہے؟۔۔۔"

"سب جانتا ہوں میں آپ اپنے مطلب کے لئے جلدی جلدی بھیج رہے ہیں ہمیں۔"

وہ حور عین کے طرف نظروں کا اشارہ کرتے زو معنی انداز میں بولا۔

"جب سمجھ گئے ہو تو نکلتے ہو یا میں اپنی بہن کی فرمائش پوری کر کے خود ہی شاپنگ کرا دوں۔۔۔"

* * * * * *

"جی تو کہاں سے اسٹارٹ کی جائے شاپنگ

پھر؟۔۔۔

ہدیٰ کے جانے کے بَعد یہ پہلی دانستہ گفتگو تھی۔ جس کی ابتدا ہادی کی طرف سے ہی ہوئی تھی۔۔۔ مگر اس بات کے جواب میں حور عین نے کندھے اچکانے پہ ہی اکتفاء کیا تھا۔

زندگی میں پہلی بار حور عین فارقی کے ساتھ ایسا ہوا تھا۔ جب کانفیڈنٹ سی یہ لڑکی جو مغربی معاشرے میں پروان چڑھی تھی۔ آج اُس انسان کے سامنے نروس ہو رہی تھی۔ جس کو جواب دینے سے پہلے اُس نے کبھی ایک بار بھی نہ سوچا تھا۔ شاید یہ نروس ہونے سے زیادہ پچھلی ملاقات میں کہی ہوئی باتوں کا اثر تھا جسے ہادی جان بھی چکا تھا۔ اِسی لئے جان بوجھ کر زچ کرنے کی خاطر بولا۔

"خیریت؟۔۔۔ آج آپ بڑی خاموش ہیں۔۔۔ کیا میں اِسے پچھلی ملاقات کا اثر سمجھوں؟۔۔۔" ہادی کا انداز مکمل شرارتی تھا۔ جس پہ اپنی رو میں چلتی حور عین ایک دم رُکی۔ اسے دیکھ کر ہادی کے قدم بھی اُسے کے ساتھ تھمے۔ ہادی نے ابرو اچکا کر حور عین سے رُکنے کی وجہ پوچھی مگر حور عین کو جواباً اپنی جانب غصے سے دیکھتا پا کر ہادی کے چہرے پہ آنے والی مسکراہٹ بڑی بے ساختہ تھی۔

"کیا ہوا؟۔۔۔ ایسے اتنے پیار سے کیوں دیکھ رہی ہیں؟۔۔۔"

"کیا ہوا کو چھوڑیں۔ اگر ابھی تک کچھ نہیں ہوا تو اِس کو غنیمت سمجھیں مسٹر ہادی' اور اپنا ہر وقت فضول چلتا مُنہ بند ہی رکھیں تو بہتر ہے۔ ورنہ۔۔۔"

"ورنہ؟۔۔۔" ہادی نے اُس کی بات پکڑی۔ "ورنہ کیا مس حور عین؟۔۔۔"

"آپ سمجھتے کیا ہیں خود کو؟۔۔۔"

"میں کیا سمجھتا ہوں خود کو۔۔۔ تو تھوڑے عرصہ پہلے تک تو میں اپنے آپ کو صرف دو نمبر انسان سمجھتا تھا مگر پچھلے کچھ دنوں پہلے مجھ پہ ایک راز آشکار ہوا ہے۔۔۔ کہ میں کافی اچھا اور ڈیسنٹ سا بندہ ہوں۔۔ نا تو میرے کام دو نمبر ہیں اور نا ہی میرے شوق۔۔۔ بلکہ میرے تو نام بھی دو نمبر ہونے کے بجائے دو دو ہیں۔۔۔ ایک عبد الہادی اور دوسرا محمد ہادی سلیمان۔۔۔ آئی تھنک دوسرے والا نام زیادہ پیارا ہے۔۔۔ آپ کو کون سا پسند ہے؟۔۔۔ خیر آپ مجھے کچھ بھی کہہ کر بلا سکتی ہیں۔ آئی ہیو نو اِیشو۔۔۔" اس کی بات نے حور عین کو بہت زچ کیا تھا اوپر سے ہادی کی مسکراہٹ وہ چلا ہی تو اٹھی تھی۔

"آخر آپ چیز کیا ہیں؟۔۔۔" وہ تنگ آ کر چیخی اور اُسے جواب کا موقع دئے بغیر مزید بولی۔ "آپ جانتے ہیں ایس۔ پی صاحب؟۔۔۔ جب میں نے آپ کو پہلی دفعہ دو نمبر کہا تھا تو بالکل ٹھیک کہا تھا۔ آپ واقعی ایک دو نمبر انسان ہیں نام، کام، سوچ، شوق اور تو اور کرتوت بھی سب دو نمبر ہیں آپ کے۔۔۔ اور یہاں تک کہ آپ کی باتیں بھی دو نمبر ہیں۔ دو نمبری دِکھا کر لوگوں کو کیسے پاگل بنایا جاتا ہے اور کیسے اصل شخصیت چھپا کر بہروپیہ بنا جاتا ہے۔ کوئی آپ سے سیکھے۔۔۔" وہ اپنے قدم بڑھاتے بولی تو ہادی نے بھی مسکراتے آگے کی جانب قدم بڑھا دئے۔

"ویسے وقت سے پہلے ہی کچھ زیادہ نہیں جانتی جا رہی ہیں آپ مجھے۔۔۔" اس بار اُس کا لہجہ آنچ دیتا ہے۔ اور پھر وہ جلد ہی واپس اپنی رو میں آتا بولا۔

"دیکھیں مِس حور عین! اللہ کا وعدہ ہے۔ جیسا زوج ہو تا ویسی زوجہ تو اِس کا مطلب ہوا۔ اگر میں دو نمبر ہوں تو میری بیوی بھی دو نمبر ہی ہو گی۔۔۔ ڈونٹ یو تھنک اٹس انٹر سٹنگ۔۔۔ ایسے میں ہماری لائف تو ایک دم سیٹ ہے۔ مستقبل میں لوگ ہمارے بچوں کو بھی کہیں گے۔ وہ دیکھو دیکھو دو نمبر والدین کے دو نمبر اولاد جا رہی ہے۔۔۔"

"یو!۔۔۔" حور عین شدتِ جزبات کے تحت بس اتنا ہی کہہ سکی۔ اُس کو سمجھ نہ آیا وہ اِسے کیا کہے۔

You are just ridiculous...

"یو آر جسٹ رڈیکلس۔۔۔"

مٹھیاں باہم بھینچے صرف اُس کے منہ سے اتنا ہی نکل سکا۔ اور اس کی بات کو ہادی پھر مزاق میں اُڑا چکا تھا۔

Then its mean in future we have a great ridiculous family...

"دین اٹس مین ان فیوچر وی ہیو آ گریٹ رڈیکلس فیملی۔۔۔"

"مسٹر ہادی آپ چاہتے کیا ہیں؟۔۔۔"

"آپ کو۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ جیسے تنگ آ کر بولی تھی۔ لیکن ہادی کے جواب میں وہ ایک دم ششدر رہ گئی۔ اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی فوراً ہادی اپنی بات کا اثر زائل کرنے کو بولا

"دیکھیں یہ ناپوچھیں، میں کیا چاہتا ہوں۔ کیونکہ چاہتا تو میں بہت کچھ ہوں مگر ابھی نہ وقت ہے، نہ مقام ہے، اور نہ ہی کوئی مضبوط رشتہ۔۔۔ جو میں بتا سکوں کہ میں کیا کیا چاہتا ہوں۔۔۔ مگر پھر بھی آپ اِتنا اِصرار کرتی ہیں تو ایک بات میں آپ سے ضرور پوچھنا چاہتا ہوں۔۔۔"

سنجیدگی سے کہتے اخیر میں پہ پھر اِس کا لہجہ شریر سا ہوا۔ حور اُس کی بات کا کوئی بھی رسپانس دیئے بغیر آگے کو چلتی رہی۔ دونوں کو نہیں پتہ تھا وہ کہاں جا رہے ہیں بس چلتے جا رہے تھے

"پوچھیں۔"

"یہ جلال پارک کی آب و ہوا باقی لاہور سے الگ ہے یا صبح صبح دماغ زیادہ صحیح کام کرتا ہے۔"

"کیا مطلب؟۔۔۔" وہ الجھی۔

"بھلا وہاں کی فضا میں کیا الگ ہونا؟۔۔۔"

"دیکھیں ناں۔۔۔ وہاں کچھ نا کچھ الگ ضرور ہے جو آپ ہمیشہ اُسی جگہ پہ دانستہ یا نادانستہ میری تعریفوں کے لمبے لمبے پُل باندھ دیتی ہیں۔۔۔ جیسے کبھی میرے وردی والے ہاتھوں کی، تو کبھی میرے شوق اور کاموں کی۔۔۔ سچ سچ بتائیں وہاں کی فضا میں کچھ ہے یا صبح آپ کا دماغ صحیح کام کرتا ہے۔۔۔ اگر ایسا ہے تو ابھی بتا دیں تاکہ شادی کے بعد ضروری معاملات میں آپ سے صرف صبح صبح ہی گفتگو کروں تاکہ ہم فضول بحث۔۔۔"

"اُف مسٹر ہادی! بریک تو لگائیں۔۔۔ اور آپ کو نہیں لگتا آپ میں اور گلی محلوں میں پھرنے والے اوچھے لڑکوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔"

اس کی بات پہ وہ سر پیچھے کو پھینکتا کُھل کر ہنس دیا۔ ہنسنے کے باعث اِس کے ڈمپل واضح ہوئے تھے۔ حور عین نے بے اختیار نظر چُراتے خود کی سرزنش کی۔ جبکہ اِدھر اُدھر پھرتی کتنے ہی لوگ تھے جنہوں نے مکمل وردی میں موجود اِس شخص کو یوں ہنستے عجیب نظروں نے دیکھا تھا اور کچھ نے اِن دونوں کی جوڑی کو سراہتی نظروں سے دیکھا تھا۔ صد شکر اِس نے ٹوپی اُتار کر ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی ورنہ کچھ شک نہیں تھا ہنسنے سے اِس کی ٹوپی بھی پیچھے کو گر جاتی۔

"اِس بات کے جواب میں پھر میں آپ سے بس اتنا ہی کہوں گا مس حور عین کہ سر منہاس صحیح ہی کہتے ہیں۔"

"کیا؟۔۔۔وہ کیا کہتے ہیں؟۔۔۔" وہ بے اختیار بولی۔

"کچھ نہیں پھر کبھی صحیح۔ چلیں آئیں شاپنگ کرتے ہیں۔ وقت کم ہے۔"

وہ اسے لئے اپنے دوست کی بیگم کی بوتیک پہ آیا تھا۔ وہ حور سے پوچھنے کے بجائے سب کچھ اپنی پسند کا لے رہا تھا حور عین یہ نوٹس کئے بغیر رہ سکی پر چاہ کر بھی اُس کی پسند میں نقص نہ نکال سکی۔ اگر نکالتی بھی تو کیسے نقصان تو اِس کا اپنا ہی ہونا تھا۔ وہ اِس کے لئے کافی سوٹ لے چکا تھا۔ اس کے ساتھ اُس نے ہدیٰ کے لئے بھی کپڑے لئے تھے۔ ایک سوٹ کا انتخاب کرتے کرتے وہ اٹکا تھا۔ جیسے کچھ سمجھ نہ آیا ہو پھر معصوم سی شکل بنا کر حور کی جانب دیکھنے لگا۔

"کیا میری ہیلپ کر سکتی ہو؟۔۔۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پہلے کچھ خریدتے میری مرضی پوچھی، جواب پوچھ رہے ہو؟۔۔۔"

اِس کی بات پہ وہ سر نفی میں ہلاتا ہنس دیا۔

"پہلے میں نے اپنی بہن اور بیوی کے لئے شاپنگ کی تھی۔ بہن کی پسند مجھے اچھے سے پتا اور بیوی نے جب پہننے میری پسند کے تو کسی سے پوچھنے کا فائدہ؟۔۔۔ اور یہ میں نے شفاء بھابھی کے لئے لینے ہیں۔۔۔ اور مجھے نہیں پتہ وہ کیسی چیز

پسند کرتی ہیں۔۔۔ مگر اتنا مجھے یقین ہے جو بھی دوں گا۔ وہ بہت خوشی سے چُپ کر کے لے لیں گی مگر اِیسے موقع پہ میں چاہتا ہوں، میں اُنہیں کوئی اچھی چیز دوں۔"

ہادی کا شفاء کے لئے اتنا احترام، حورعین کو اچھا لگا تھا۔ اِسی لئے وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"ہدی کے اِن لاز کافی کلوز ہیں آپ لوگوں سے ؟۔۔۔"

"ناں!۔۔۔ وہ اُس کے اِن لاز نہیں ہیں۔ ہم ایک ہی فیملی ہیں۔ ہمارا بچپن، جوانی، خوشی، غمی سب ایک ساتھ گزرا ہے۔ آپ ایک ہی گھر والا سسٹم سمجھ سکتی ہیں۔۔۔" اس کی بات سننے کا ساتھ ساتھ وہ کپڑوں پر بھی نظر مار رہی تھی۔

"میرے خیال میں آپ شفاء کے لئے وہ والا ڈریس لے لیں۔ اُس کی پرسنلیٹی کے اعتبار سے اچھا لگے گا۔"

اُس کے اشارے پہ ہادی نے سوٹ کی جانب دیکھا مگر وہ کون سا کہہ رہی ہے سمجھ نہ سکا۔ حور نے سامنے کھڑی سیلز گرل سے کہہ کر سوٹ باہر نکوایا۔

"وہ ٹی پنک رنگ کا ہلکے کام والا سوٹ تھا۔ جو شفاء کی شخصیت کے لحاظ واقعی پرفیکٹ تھا۔

"پرفیکٹ!۔۔۔" وہ دیکھتے ساتھ بولا۔

کپڑوں کی شاپنگ کر کے وہ اور بھی چیزیں دیکھتے رہے۔ ساتھ میں ہادی اسے اپنے گھر والوں کی کوئی نا کوئی بات بھی بتاتا رہتا۔

وہ پہلے کی نسبت اب نارمل انداز میں اِس کے ساتھ خرید و فروخت کر رہی تھی۔ بالکل ایک ہیپی کپل کی طرح۔۔۔

******

آج وہ کسی کے نام کی ہونے جا رہی تھی۔ اُس کے نام کی، جس سے وہ محبت کرتی تھی مگر زبان تھی کہ اس محبت کا اقرار کرنے کی ہمت خود میں نہ پاتی تھی۔ وہ زبان جس نے کبھی نامحرم سے محبت کا کُھلا اظہار کیا تھا آج خود میں اتنی ہمت خود میں نا پا رہی تھی کہ ہونے والے شوہر سے نظر ملا کر محبت کا اقرار کر سکے۔

دل کی گھبراہٹ سے قابو ہوئی ہو کر اِس نے صالحہ باجی کو فون ملایا۔ صالحہ باجی ہدیٰ کے ماضی کے ایک ایک ورق سے واقف تھیں۔

"باجی میرا دِل گھبراتا ہے۔ میں کیا کروں۔" وہ بے اختیار ہوئی۔

" ہدیٰ اللہ فرماتا ہے۔ گناہ ہو جائے تو اُس کے اشتہار نہ لگاو۔۔۔ توبہ کرو۔۔۔ اور اپنی غلطی پہ پشیمان رہو۔۔۔ اور تم نے توبہ بھی کہ اور غلطی پہ پشیمان بھی ہو۔ پھر کیا مسئلہ ہے کیوں چین نہیں پا رہی۔"

" باجی مجھے لگتا ہے میں اُس انسان کے ساتھ دھوکہ کر رہی ہوں۔ جن ہاتھوں سے وہ محبت کرتا ہے اُن ہاتھوں کو کوئی نامحرم اپنے گندے ہاتھ لگا چکا ہے۔۔۔ یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے؟۔۔۔ وہ آنکھیں جنہوں نے محبت سے اپنے شوہر کو دیکھنا تھا۔ وہ کسی اور کو دیکھ چکی ہیں یہ دھوکہ نہیں تو کیا ہے؟۔۔۔ وہ دل جو صرف اسی کی محبت سے دھڑکنا تھا کبھی کسی اور کا نام لے کر دھڑک چکا ہے۔ جب میں یہ سب سوچتی ہوں تو میرا دل چاہتا ہے میں اپنے آپ کو بھڑکتی آگ میں جھونک کر راکھ بنا دوں۔۔۔ مجھے لگتا ہے میں اُسے دھوکہ دے رہی ہوں۔ اُس سے سب چُھپا کر اُس کی محبت کی توہین کر رہی ہوں۔۔۔"

Safa-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

" ہدیٰ میری جان سنو! آج میں تمہیں آخری بار ایک بات سمجھاؤں گی۔ اس کے بعد اپنا گھر بگاڑنا اور سنوارنا تمہاری اپنی مرضی۔۔۔ تم سے گناہ ہوا تم نے اللہ سے توبہ کر لی، پشیمان بھی رہی اور کبھی دوبارہ اُس دلدل کا رُخ بھی نہیں کیا۔ اب وہ معاملہ تمہارا اور تمارے اللہ کا ہے اگر تم اِس معاملے میں کسی اور کو ڈالو گی تو وہ معاملہ تمہارا اور اللہ کا نہیں رہے گا۔ اُس میں کوئی تیسرا بھی آ جائے گا۔

ہمارا دین ہمیں کہتا ہے کوئی غلطی ہو جائے تو اُس غلطی کو اپنے عکس سے بھی چھپاؤ خواہ کے کسی اور سے اس کا ذکر کرنا۔۔۔ ہدیٰ یاد رکھو اللہ سب سے بہتر راز دار کوئی نہیں ہے۔ وہ عزتیں بھی رکھنا جانتا ہے اور راز بھی۔ اور تو اور وہ اپنے بندے سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اُس کا بندہ بھی اپنے کسی گناہ سے کسی دوسرے کا سامنے پردہ اُٹھائے۔ وہ تو اتنا راز دار ہے میری جان' مگر پتا کیا۔۔۔ یہ انسان ہے جو راز نہیں رکھتا۔ تم ایسے اپنا راز سب کو نہ بتاؤ کیونکہ اللہ تو تمہارے راز کو راز رکھ رہا ہے مگر انسان کی کوئی گارنٹی نہیں۔۔۔" وہ سانس لینے کو ٹھہریں۔

" اب دوسری بات کہ تم یہ زکر شایان سے کرنا چاہتی ہو تو کر دو۔ مگر ایک بات یاد رکھو مرد دودھ کا دھُلا نیک ہو یا زمانے بھر کا گندا' بیوی ہمیشہ وہی چاہتا جس کے دل و دماغ سے کوئی اور گزرا بھی نہ ہو۔۔۔ مرد جب شوہر بن جاتا ہے تو نہ وہ محبوب رہتا ہے نہ عاشق اور نہ ہی دوست وہ صرف ایک شوہر ہوتا ہے اور بس شوہر۔۔۔ جو معاملہ تمہارے اور اللہ کے درمیان ہے اُس کا کسی تیسرے کو بتانا اب تمہارا اپنا فیصلہ ہے۔۔۔ جو ماضی میں ہوا وہ محبت نہیں' بیوقوفی تھی، کم عمری کی غلطی تھی، گناہ تھا جو گناہِ کبیرہ بننے سے بچ گیا۔۔۔ پھر تم اُس غلطی کو محبت کا نام دے کر محبت ہی کو گالی کیسے دے سکتی ہو؟۔۔۔ محبت تو وہ ہوتی ہے جو پاکیزہ ہوتی ہے۔ محبت تو وہ ہو گی جو نکاح کے بعد ہو گی۔۔۔ کیونکہ محبت تو قبول اور پھر مقبول ہی نکاح کے دو بول کے بعد ہوتی ہے۔"

صالحہ باجی سے بات کر کے اُسے کافی سکون محسوس ہوا تھا۔ جس گھبراہٹ شکار ہو کر اُس نے فون کیا تھا اب اُس کا حل اُسے مل گیا تھا۔ وہ اُٹھی وضو کیا اور صلوٰۃ التوبۃ کی نیت باندھ لی۔ نماز کے بعد دعا مانگتے اس نے اللہ سے گر گراہ کے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اُس راز کو راز رکھنے کی دُعا کی تھی۔ جو ہوا تھا وہ اُس کا ماضی تھا۔۔۔ اور جو ہونے جا رہا تھا وہ اس کا مستقبل۔۔۔ رہی محبت تو وہ تو ہو ہی گئی تھی۔۔ مگر مقبول نکاح کے بعد ہونی تھی۔۔۔

*****

اللہ اللہ کر کے خوشیوں نے دوبارہ قصرِ فاروقی کا رُخ کیا تھا۔ پورا قصر ایک بار پھر دلہن کی طرح سجا تھا۔

ہر کوئی شام میں ہونے والی تقریب کی تیاریوں میں تھا۔

حور عین کے کمرے کی طرف جاؤ تو پورا کمرہ خوشبو میں نہایا ہوا تھا۔

اپنی بیٹی کی نکاح کی تقریب کے لئے تیار ہوئی فاطمہ بھی آج بالکل لڑکی لگ رہی تھی کوئی نا کہہ سکتا تھا، یہ دلہن کی ماں ہے۔ آئینے میں نظر آتے اپنی بیٹی کے عکس کو دیکھ کر اُس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

سفید رنگ کے ہلکے کام والے سوٹ میں سجی سنوری حور عین بالکل حریم کا گماں دے رہی تھی۔ بیڈ پہ پھیلا لال دوپٹہ اُٹھا کر اُس کے سر پہ اُوڑھاتے فاطمہ نے اختیار اِس کی پیشانی چومی اور اِس کے لئے دُعا کرنے لگی

" اللہ شکل تو دے دی مگر نصیب اِسے حریم جیسا نہ دینا۔"

وہ دعائیں پڑھ کر اِس پہ پھونک رہی تھی جب حور عین اُس کا ہاتھ تھام کر اُسے لئے بیڈ پہ چلی آئی۔۔۔

"جانتی ہو حور تم میں آج مجھے کس کا عکس نظر آ رہا ہے؟۔۔۔"

"پھپو کا؟۔۔۔" اس کی بات پہ فاطمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھے ایسے لگ رہا ہے۔ جو کام میں پچیس سال پہلے نہ کر سکی۔ آج کر رہی ہوں۔۔۔"

اُس نے حور عین کے چہرے کے گرد ہاتھوں لا پیالہ بنایا۔

"کبھی میری خواہش تھی کہ حریم کو میں اپنے ہاتھوں سے دلہن بناؤں مگر قسمت ساتھ نہ دے سکی۔۔۔ اور آج تمہیں یوں تیار کرتے دیکھ کر مجھے اُس کی شدت سے یاد آ رہی ہے۔ اُس نے بھی اپنے نکاح پہ اِسی رنگ کا لباس پہننا تھا۔۔۔ اُس نے بھی اِسی گھر میں جانا تھا جس میں تم جا رہی مگر یہ قسمت۔۔۔ وہ بدنصیب قسمت کے ہاتھوں مار کھا گئی۔ پتا نہیں کیوں مگر آج میرے دل میں مختلف وہم آ رہے ہیں۔ بس اللہ میری بیٹی کی قسمت اچھی سی کرے اور ہادی تمہیں ہم سے بھی زیادہ خوش رکھے آمین۔۔۔۔

فاطمہ حور کے ہاتھ کو لبوں سے لگاتے خود کو رونے سے روک نہ پائی جس پہ حور عین نے اِسے خود سے لگایا۔

"ماما!۔۔۔ آپ ایسے کریں گی تو میں بھی رو دوں گی اور رونے سے میرا سارا میک اپ خراب ہو جائے گا۔"

وہ بھی بھیگی آواز میں گویا ہوئی تو فاطمہ اپنے آنسو صاف کرتے ہنس پڑی اور اس کا ماتھے آگے کر کے ایک بار پھر چوما۔

"جانتی ہو حور جب میں نے تمہارے پاپا کے ساتھ رخصت ہو کر اس گھر میں آنا تھا تو تمہاری نانی اماں نے مجھے ایک بات سمجھائی تھی۔ آج وہ بات میں تمہیں سمجھا رہی ہوں مجھے یقین ہے تم ہمیشہ اس پہ عمل کرو گی۔" حور عین نے مسکراتے سر اثبات میں ہلایا۔

"حور جانتی ہو اکثر جب لڑکی نئے گھر میں رخصت ہو کر جاتی ہے تو عموماً اُس کے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنا گھر چھوڑ کر اپنے شوہر کے لئے بہت بڑی قربانی دے رہی ہے جو کہ وہ دے بھی رہی ہوتی ہے مگر اکیلی نہیں۔۔۔۔ وہ

سمجھتی ہے کہ اُس کے شوہر پہ صرف اُسی کا حق ہے اور ایسے میں وہ یہ بھول جاتی ہے کہ اُس کا شوہر اُس کا شوہر ہونے سے پہلے کسی کا بیٹا اور کسی کا بھائی ہے۔۔۔ میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا حور، کسی کی موجودگی اور غیر موجودگی دونوں آپ کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔۔۔ لیکن اکثر آپ کی موجودگی، آپ کی غیر موجودگی سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اس بات کی مثال میں یوں دیتی ہوں۔ تمہارے اس گھر سے جانے سے اس گھر میں خاص فرق آئے یا نہ آئے مگر اُس گھر میں اور اُس گھر میں رہنے والوں کی زندگی میں بہت فرق آئے گا، جیسے تمہاری زندگی میں بہت فرق آئے گا۔۔۔ اب یہ بھی مت کرنا کہ میری اِن باتوں کا اثر لے کر تم اپنی ذات پہ جبر کرو اور اپنے شوہر کی زیادتیاں بھی برداشت کرو۔ اللہ نہ کرے کبھی ایسا موقع آئے لیکن اگر آیا بھی تو یہ گھر جتنا المان کا ہے اتنا ہی تمہارا بھی ہے۔"

فاطمہ کی سمجھائی گئی باتوں کو وہ اچھے سے سمجھ گئی تھی۔ فاطمہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگاتی وہ بولی۔

"ماما جان میں سمجھ گئی ہوں آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں۔۔۔ اگر آپ کو لگتا ہے میں خاندان کو لے کر نہیں چل سکتی تو میں کوشش کروں گی آپ کی سوچ کو غلط ثابت کر سکوں۔۔۔"

"نہیں میری جان ایسی بات نہیں ہے۔ میں بس چاہتی ہوں تم جہاں رہو خوش رہو مگر ساتھ ساتھ تم اِس نئے رشتے میں پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کو بھی سمجھو۔ پھر اِن پیچیدگیوں کو اپنی اعلیٰ ظرفی سے اور خوش اسلوبی سے سلجھاؤ بھی۔۔۔ کیونکہ یہ پیچیدگیاں تو اِس رشتے کا حصہ ہوتی ہیں۔"

باتوں باتوں میں کب وقت گزرا پتا ہی نہیں چلا۔

سات بجے نکاح کا وقت تھا۔ تینوں فیملیز پورے وقت پہ مسجد پہنچ چکی تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

*****

سفید موتیے اور لال گلاب سے بنایا گیا یہ جال لڑکا اور لڑکی دونوں کے درمیان میں حائل کیا گیا تھا۔ تازہ پھولوں سے بنے جال کی بھینی بھینی خوشبو ماحول کو مزید یادگار بنا رہی تھی۔ بادشاہی مسجد کا یہ خوبصورت مقام خاص اِن کے نکاح کے لئے سجایا گیا تھا۔

جہاں جال کی ایک جانب سفید شلوار سوٹ پہ ہلکے خاکی رنگ کی صدری پہنے اور اس کے اوپر کالی چادر لئے جس پہ گولڈن کڑھائی کا ہلکا ہلکا کام تھا دولہا بنا ہادی مسجد کی زمین پہ آلتی پالتی مارے بیٹھا مسلسل اپنی ایک ٹانگ ہلا رہا تھا۔ مہندی کے لئے اِس نے شیو بڑھا رکھی تھی جو اس پہ کافی جچ بھی رہی تھی۔ بالوں کو اُس نے اور جبریل دونوں نے ایک ہی انداز میں جیل لگا کر سیٹ کر رکھا تھا۔ دونوں دوست ایک ساتھ بیٹھے کانوں میں کُھسر پُھسر کرتے سب میں نمایاں نظر آ رہے تھے۔ مگر دولہا تو پھر دولہا تھا جو سب سے منفرد اور معمول سے یکسر مختلف نظر آ رہا تھا۔

ہادی کے ساتھ بیٹھے زمان مصطفیٰ سے باتوں میں مصروف سلیمان افگن نے اپنے بیٹے کو مسلسل انگلیاں مسلتے اور ٹانگیں ہلاتے دیکھا تو نامحسوس انداز میں ایک ہاتھ سے اپنے بیٹے کی کوشش روکنے کی سعی کی اور اس کے قریب ہوتے سرگوشی کی۔

"بیٹا جی! آپ کو یوں لڑکیوں کی طرح انگلیاں پٹخاتے دیکھ کر لوگ سمجھیں گے ایس۔ پی صاحب اپنی ہونے والی بیوی سے نکاح سے پہلے ہی ڈر رہے ہیں۔"

ان کی بات پہ ہادی نے اس حرکت پہ اپنے آپ کو کوسا۔

"آپ بھی نا بابا جانی! کیسی باتیں کرتے ہیں۔"

سلیمان افگن کی بات پہ ہادی کے دوسری جانب بیٹھے جبریل نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی اور اس کے کان پہ جُھکا۔

"بات تو سچ ہے جانی' مگر بات ہے رسوائی کی۔"

جواباً ہادی نے اُسے خونخوار گھوری سے نوازا تو جبریل اپنی ہنسی دباتا پھر گویا ہوا۔

"خیر سے اب بابا جان کیا جانیں۔ ان کا بیٹا اس لئے کنفیوژ ہے کہ کہیں لوگوں کو یہ پتا نہ چل جائے کہ دولہے کو نکاح کا نہیں میک۔ اپ کا روپ آیا ہے۔"

وہ بات کے اختتام پہ آواز کے ساتھ ہنسا تو نکاح کی تیاری کرتے حضرات جو حسین کے ساتھ نکاح نامے پہ جھکے کچھ طے کر رہے تھے سب کی نظریں اِن دونوں کی جانب اُٹھی تھیں۔

"جبریل اپنا فضول ہانکتا منہ بند رکھ۔ ایسے کسی کو کچھ پتا چلے نا چلے تیری بکواس سے ضرور چل جائے گا۔"

اس کے برعکس جال کے دوسری جانب دلہن بنی بیٹھی حورعین کی حالت ہادی سے یکسر مختلف تھی۔ وہ اپنی کیفیت سمجھ نہ پا رہی تھی۔ وہ ایسی تو کبھی نہ تھی۔ گھونگھٹ چہرے پہ ڈالے وہ اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش میں تھی۔ اس کے اندر کی بولڈ لڑکی اس وقت کہیں کھو چکی تھی۔

سہی کہتے ہیں لوگ۔ چاہے لڑکی کتنی بھی ماڈرن کیوں نہ ہو۔ ایک لمحے کے لئے اس کے دل کی دھڑکن تھمتی ضرور ہے' اس کا جسم ایک اجنبی کیفیت کے تحت کانپتا ضرور ہے' اس کی آنکھیں دھندلاتی ضرور ہیں۔۔۔ اور جب یہ سب ایک ساتھ ہوتا ہے تو وہ لمحہ نکاح کا ہوتا ہے۔

حور عین کا بھی اس لمحے نروس ہونا فطری سی بات تھی۔ بس دو بول ادا کرنے کی دیر تھی اور اس نے کسی اور کی ہو جانا تھا۔ اس کا نام کسی اور کے نام کے ساتھ جڑ جانا تھا۔ اس کی زندگی کسی اور کے ساتھ جڑ جانی تھی۔

مگر اس سب کے ساتھ ایک امانت پوری ہو جانی تھی۔ وہ امانت جس کی حفاظت شعور کی پہلی سیڑھی پہ قدم رکھتے ہی انسان پہ فرض کی طرح فرض ہوتی ہے۔۔۔

حور عین کے ساتھ بیٹھی شفاء ہر تھوڑی دیر بعد اس سے کوئی نا کوئی بات کرتے اس کا ذہن بٹاتی رہتی۔ سچ تو یہ تھا شفاء کو بھی آج وہ دن شدت سے یاد آیا تھا جب اُس نے سب کچھ کھو کر اپنا آپ کسی اجنبی کے حوالے کیا تھا۔۔۔ یا سب کچھ کھو کر بہت کچھ پایا تھا۔

نکاح بھی کتنی عجب شے اللہ نے بنائی ہے۔ کسی اجنبی کو کیسے لمحوں میں ایک پرائے سے سب سے اپنا کر دیتی ہے۔ ایک ایسا شخص جس کا آپ کچھ نہ بھی جانتے ہوں نکاح کے بعد آپ کا سب کچھ وہی بن جاتا ہے اور باقی سب رشتے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ پیچھے۔۔۔ بہت پیچھے۔۔۔ اِس پہ بھی وہ لمحہ آنے والا تھا۔

تیمور فاروقی دو آدمیوں اور حسین کے ہمراہ حور عین والی جانب آئے تھے۔ تیمور فاروقی کے آتے ہی شفاء حور عین کے پاس سے اٹھی اور تیمور کو اپنی جگہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

نشست سنبھالتے تیمور نے حور کو اپنے ساتھ لگایا۔ باپ کا لمس پاتے ہی حور عین کی آنکھیں نم ہوئی تھیں اور نم تو تیمور کی آنکھیں بھی ہوئی تھیں۔ آخر کو آج ان کے جگر کا ٹکڑا پرایا ہونے جا رہا تھا۔ گھونگھٹ کے اوپر سے ہی اس کے ماتھے کا بوسہ لے کر انہوں نے حور عین کو اپنے ساتھ ہونے کا احساس دلایا۔ اور سامنے دونوں اطراف کے وسط میں کھڑے حسین کو نکاح شروع کرنے کا اشارہ دیا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اشارہ پاتے ہی حسین کی خوبصورت آواز میں کی جانے والی قرأت نے ہر ایک سننے والے کے کان کو محسور کیا تھا۔ آپس میں باتیں کرتی عورتوں کو ایک دم بریک لگے تھے۔ ننگے ہوتے سر اب واپس دوپٹوں سے ڈھکے جا چکے تھے۔

قرأت کے بعد اس نے نکاح کے حوالے سے روح میں جان ڈال دینے والا چھوٹا سا خطبہ دیا۔ جس میں شریعت کے حوالے سے رشتہ ازدواج کی خوبصورتی کو نبیؐ آخر الزماں اور امہات المومنین کی زندگی کے خوبصورت واقعات بیان کئے گئے تھے۔ کلمے پڑھانے کے بعد اس نے نکاح کی رسم شروع کی تھی۔

اپنا نام سن کر حور عین چوکنا ہوئی۔ ساتھ بیٹھی فاطمہ نے اس کا ہاتھ تھپک کر اسے حسین کی طرف متوجہ کیا۔

"حور عین تیمور فاروقی ولد تیمور احمد فاروقی' آپ عاقل ہیں، بالغ ہیں، مسلمان ہیں مسلمانوں کی محفل میں موجود ہیں۔ اِن سب گواہوں کی موجودگی میں آپ کا نکاح عبد الہادی افگن ولد سلیمان افگن کے ساتھ تیس لاکھ حق مہر کے عوض قرار پاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے؟۔۔۔"

تیمور فاروقی نے حور عین کے سر پہ ہاتھ رکھ کر اسے بولنے کا اشارہ کیا۔

"قبول ہے!۔۔۔"

حسین نے یہی الفاظ اور دوبار دہرائے اور پھر جواب پا کر نکاح نامے کی فائل حور عین کے سامنے کی۔ دستخط ہوتے ہی حسین وہ فائل لے کر ہادی کی جانب چلا گیا۔

نکاح کہ رسم ہوتے ہی مبارک مبارک کا شور اُٹھا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان کے درمیان حائل پھولوں کے جال کو بیچ سے ہٹا دیا گیا تھا۔ ہادی کی نظر حور عین پہ پڑی تو پلٹنا ہی بھول گئی۔ آج وہ پہلی بار اس کو یوں مشرقی انداز میں تیار ہوا دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی خالص اپنے لئے۔ گھونگھٹ کے باریک ہونے کی باعث وہ اس کا چہرہ واضح دیکھ سکتا تھا۔ المان سے باتیں کرتی حور عین اُس کی کسی بات پہ اپنی نم آنکھ کا کونا انگلی سے صاف کرتے مسکرائی تھی۔

"بیٹا جی!۔۔۔" سلیمان افگن کی آواز پہ وہ ایک دم متوجہ ہوا۔

"مانا کہ اب بیوی کو دیکھنے کا پرمٹ لیٹر مل گیا ہے مگر زرا سا دھیان بیوی سے ہٹا کر بیوی کے باپ پہ بھی دے لیں تو اچھا رہ جائے گا۔"

سلیمان کے شرم دلانے پہ اس کی نظر اپنے باپ کے پیچھے کھڑے تیمور پہ پڑی تو اس کا چہرہ خفت سے لال ہوا۔

زمان مصطفیٰ کی آواز پہ سلیمان وہاں سے ہٹ گیا تو تیمور مسکراتے اس کے پاس آئے۔

"نکاح کی بہت بہت مبارک ہو جینٹل مین!۔۔۔" وہ اس کے بغلگیر ہوئے۔

"آپ کو بھی۔" جواباً کہتے وہ ان سے الگ ہوا۔

"جانتے ہو بیٹا میں نے اپنی زندگی کا سب سے انمول خزانہ آج تمہارے نام کیا ہے۔ اس کا بہت بہت خیال رکھنا۔۔۔ میں نے ہمیشہ تمہیں جینٹل مین کہا ہے۔ اور امید رکھتا ہوں میری بیٹی کے لئے بھی تم ہمیشہ جینٹل مین ہی رہو گے۔"

وہ اس کا شانہ تھپکتے بولے تو وہ سر ہلاتے مسکرا دیا۔ "انشاءاللہ!۔۔۔"

اب وہ اس کو ساتھ لئے ایک طرف کو چلتے مزید گویا ہوئے۔

"میں نے اپنی بیٹی کو ہمیشہ سے بہت مضبوط بنایا ہے۔ مضبوط بھی اور خود مختار بھی۔۔۔ خیال رہے کبھی اس مضبوطی میں دراڑ نہ آپائے۔ کیونکہ ایک لڑکی جتنی بھی مضبوط کیوں نہ ہو اپنے دل اور اپنے رشتوں کے آگے بے بس ہو کر کمزور پڑ ہی جاتی ہے۔ اور اب جبکہ تم اس کے ساتھ مضبوط رشتے میں بھی بندھ چکے ہو اور اس کے دل پہ دستک بھی دے چکے ہو۔ تو اس کی مضبوطی اور اس کے دل کی حفاظت اب تمہارے حوالے۔ مجھے کبھی شکایت کا موقع نہ دینا۔"

وہ اس کے کندھے پہ پڑی چادر کے نہ نظر آنے والے بل درست کرتے بولے۔ انداز صاف باور کرانے والا تھا۔ ہادی مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

"میں آپ سے کوئی وعدہ تو نہیں کرتا انکل' کیونکہ وعدے ہوتے ہی ٹوٹنے کے لئے ہیں۔ نہ ہی میں یہ کہوں گا کہ میں مستقبل میں ایک پرفیکٹ شوہر بنوں گا۔ بندہ بشر ہوں غلطی کرنا اس کی خصلت ہے مگر اتنا ضرور کہوں گا۔ کہ زندگی بھر حورعین کے لئے ایک اچھا شریک حیات بننے کی پوری کوشش کروں گا۔ جب تک ہے زندگی۔۔۔" اس نے دھیمی لہجے میں کہتے تیمور کو یقین دہانی کرائی۔ جس پہ اس کا شانہ تھپکتے وہ ایک بار پھر اِس سے بغلگیر ہوئے۔ اور اِسے لئے حورعین کے پاس چلے آئے جہاں شفاء نے کسی کو بھی اُس کا گھونگھٹ اٹھانے سے منع کر رکھا۔

******

"ایک منٹ۔۔۔ ایک منٹ۔۔۔" ہادی اور حورعین دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کھڑا کرتے شفاء فوراً سے بولی۔

" جانتے ہیں میں نے خواتین کو کب سے آپ کی بیوی کا گھونگھٹ اٹھانے سے روک رکھا تھا کہ پہلا حق صرف اور صرف میرے بھائی کا ہے۔ اب اپنی بہن کو دعائیں دینا ہرگز مت بھولئے گا۔"

جواباً ہادی اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اس کا مشکور ہوتے ہلکا سا جُھکا۔

" بہت بہت شکریہ۔"

"ہادی میں بتا رہا ہوں۔ یہ سب یہ خاتون بھائی چارے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی جیب بھاری کرنے کے لئے کہہ رہی ہے۔"

جبریل کی بات پہ شفاء نے فوراً نفی میں سر ہلاتے تردید کرنی چاہی مگر ہادی اس بات پہ جیب سے نوٹ نکال کر اس کے جانب کر چکا تھا۔

"اگر ایسی بات ہے تو اس نیک کام پہ میری بہن واقعی انعام کی مستحق ہے۔" اس کے باوجود شفاء نے لینے سے انکار کیا۔

"ارے نہیں نہیں بھائی۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں؟۔۔۔ یہ تو ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے کہ نکاح کے بعد اس کا چہرہ سب سے پہلے اس کا شوہر دیکھے۔ میں تو بس اسی لئے۔۔۔" اس نے کندھے اچکاتے عام سے انداز میں بات کی تھی مگر جبریل کو یہ بات صاف محسوس ہوئی تھی۔

ہادی نے جبریل کا ایک دم سے بجھتا چہرہ دیکھا جو خفیف سا ہو چکا تھا۔ شفاء کو بھی اپنے الفاظ کا احساس ہوا تھا۔ وہ الفاظ کا چناؤ غلط کر گئی تھی اور وہ بھی بڑے غلط وقت پر۔۔۔ اگلے لمحے ہادی الفاظ کا اثر زائل کرتے فوراً شفاء سے مخاطب ہوا۔

"اسی لئے تو میں بھی کہہ رہا ہوں کہ میری بہن کی اس نیکی کو ضائع نہیں جانا چاہئے اور اس کو انعام ضرور ملنا چاہیئے۔" اِسی کے ساتھ شایان بھی میدان میں آیا تھا۔

"سب سمجھ چکا ہوں میں۔" اس کی بات پہ شفاء نے اچنبھے سے اسے دیکھا کہ وہ کیا سمجھ گیا ہے۔

"سب سمجھ گیا ہوں میں۔۔۔ یہ صرف اور صرف میری ہونے والی بیوی کی غیر موجودگی کا ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔۔۔ میں کب سے دیکھ رہا ہوں یہ جو میری بڑی بھاوج ہیں ناں۔ یہ میری بیوی کا حق مار کر سٹار پلس کے ڈراموں والی جیٹھانی بننے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی ہیں۔ میں بتا رہا ہوں اگر یہی شریقہ بازی رہی ناں' تو میں اپنی بیوی کو لے کر الگ ہو جاؤں گا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟۔۔۔ زرا پھر سے کرو۔۔۔"

شفاء نے سب کے سامنے اس کے کان پکڑ کے مڑوڑے تو وہ "آہ" کر کے رہ گیا۔

"میں ابھی بتا رہی ہوں۔ یہ شادی کے بعد انتہائی اعلیٰ درجے کا زن مرید ثابت ہونے والا ہے۔" شفاء جبریل کی طرف دیکھتے شکایتی انداز میں بولی تھی جس پہ شایان نے اپنے دُکھتے کانوں کو چھوا۔

"دیکھا۔۔۔ دیکھا۔۔۔ دیکھا!۔۔۔ کر دی ناں پھر وہی بات۔ اب خود ہی دیکھ لیا ناں سب نے!۔۔۔ یہ کیسے اپنے شوہر کو چھوٹے بھائی کے خلاف پٹیاں پڑھا رہی ہیں۔" شایان اپنے نہ نظر آنے والے آنسو صاف کرتے بولا۔ تو جبریل ہادی سے ہٹ کر شفاء کے پہلو میں آ کر کھڑے ہوتے بولا۔

"اگر واقعی ایسا ہے شایان صاحب تو مت بھولیں۔ میری بیوی پٹیاں پڑھانے کے ساتھ ساتھ بہت اچھی پٹیاں کر بھی دیتی ہے۔ یاد ہے ناں۔" اس کے زو معنی انداز میں یاد دلانے پہ جبریل اور شایان دونوں شرارتی انداز میں ہنسے تھے۔ جبکہ ہادی شکر کا سانس بھر کر رہ گیا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہونے والی بات کا اثر اب سرے سے معدوم ہو چکا تھا۔

شایان نے بہت ہوشیاری سے ماحول میں چھائی کثافت کو کم کرنے کی کوشش کی تھی جس میں وہ کامیاب بھی رہا تھا۔

Safar ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

حسین کے ساتھ سلفیاں لیتے وہ اور زیان شفاء کی بات اور جبریل کا تاثر دونوں دیکھ چکے تھے۔ اس لئے میدان میں کود پڑے۔ جہاں شایان نے یہ پھلجھڑی چھوڑی تھی وہیں زیان آگے بڑھ کر شفاء کے ہاتھوں سے ہادی کے دئے گئے پیسے چھین چکا تھا۔ اور اب روایتی ساسوں کی طرح ان کی گنتی میں مصروف تھا۔

یہ سب صورتحال دلہن بنی حور عین کے لئے بہت غیر معمولی تھی۔ وہ ناسمجھی سے انہیں دیکھتی رہی۔ وہ اصل کہانی تو جانتی نہ تھی مگر جو نظر آرہا تھا وہ ہضم کرنا اس کے لئے مشکل تھا۔

"اب آپ لوگ بس کر دیں بھائی کو اُن کی دلہن دیکھ لینے دیں۔" شفاء کے کہنے پہ ہادی شکریہ کہتے حور عین کی جانب پلٹا تھا۔

"ایک منٹ ایس پی صاحب یہیں رُک جائیں۔ "

زیان کی آواز پہ حور عین کے گھونگھٹ تک پہنچتے اس کے ہاتھ راستے میں ہی رک گئے۔

"اب کیا ہے یار؟۔۔۔" وہ زچ ہوا تھا مگر مقابل پہ کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

"یہ کیا ہے ایس۔ پی صاحب؟۔۔۔۔" زیان نوٹ ہادی کی انکھوں کے سامنے لہراتے بولا۔ جنہیں شفاء سے تھام کر وہ گننے میں مصروف تھا۔

"یہ آپ نے انعام دیا ہے یا بھیک؟۔۔۔ یہ تو صرف ہم بھائی ہی کھانے میں اڑا دیں گے۔ اپنی بھابھی کو کیا دیں گے؟۔۔۔ "

ہادی نے اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ دوسری جانب حور عین کا حال بھی کسی سے کم نہیں تھا۔ اسے اپنا آپ رضیہ غنڈوں میں پھنس گئی کے مترادف لگا تھا۔ جبکہ اِن میں سے کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ ان کی ایسی حرکتوں سے حور عین پہ ان کا پہلا

پڑا مہزب تاثر بالکل مٹ چکا تھا۔ جس میں وہ ان سب کو میچور اور سمجھدار سمجھ رہی تھی۔ حور عین کو بے اختیار لگا تھا اس کی قسمت واقعی میں پھوٹ چکی ہے۔۔۔ جبکہ ہادی زیان کی بات پہ ماتھا پیٹ کر رہ گیا تھا۔

"قسم سے میرے بھائی' اگر مجھے زرا سا بھی اندازہ ہوتا یہاں ایسا بھی کوئی سین پارٹ نکل آئے گا تو میں آنے سے پہلے بینک لوٹ کر آتا۔"

ہادی اب کے ہاتھ جوڑتے بولا تو سب کو اس کی حالت پہ ہنسی آگئی۔

"جائیں بھائی جائیں۔۔۔ دیکھ لیں اپنی بیوی کو۔۔۔ معاف کیا ہم نے آپ کو۔۔۔ کیا یاد کریں گے کبھی سخی لوگوں سے پالا پڑا تھا آپ کا۔"

"جی بالکل! وہ تو دیکھ ہی رہا ہوں۔۔۔" تشکرانہ انداز میں کہتے بالآخر اس نے حور عین کے چہرے سے گھونگھٹ اٹھا ہی لیا تھا۔ اور پھر اپنی بیوی پہ پڑنے والی اِس کی پہلی نظر واپس پلٹنا ہی بھول گئی تھی۔

*****

سب اِنہیں تنہائی کا موقع فراہم کرتے اِدھر اُدھر جا چکے تھے۔ حور عین اِس کی نظروں کے حصار سے ایک دم کنفیوژ ہوئی تھی۔

ایک ہی دن میں دوسری بار آزاد معاشرے میں پلی بھلی بہت ہی بولڈ لڑکی اپنی گھبراہٹ پہ الجھی تھی۔ وہ اس شخص کے سامنے آج سے پہلے اتنا کبھی بھی نہ الجھی تھی بلکہ یہ تو وہ حور عین تھی جس نے کبھی اس کی کسی بات کا سیدھے منہ جواب تک نہ دیا تھا اور آج اس سے جھجک آرہی تھی۔ اسے خود پہ غصہ آیا۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

ہادی نے اپنی قمیض کی جیب سے سرخ رنگ کی مخملی ڈبیہ نکالی اور حور عین کے سامنے کی۔ اس میں ایک نفیس سی انگوٹھی تھی۔ جس میں لگا ہیرا جگمگا رہا تھا۔

"May I?---"

اجازت طلب نظروں سے دیکھتے اِس نے اپنا ہاتھ حور کے سامنے کیا۔ جواباً حور نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔ ہادی نے بہت نرمی سے وہ انگوٹھی نکال کر حور کی انگلی میں پہنائی جو اِسے بالکل فِٹ آئی تھی۔

خریداری کے وقت یہ انگوٹھی ہادی کو بہت اچھی لگی تھی لیکن اس کے ہاتھ میں دیکھ کر سیدھا اس کے دل کو لگی تھی۔ حور نے اپنے ہاتھ واپس کھینچے تو وہ بھی گلہ کھنکاڑ تا سیدھا ہوا۔

"اچھی لگ رہی ہیں آج آپ---" جب اُسے کچھ سمجھ نہ آیا کیا کہے تو جبریل کے کہے پہ عمل کرتے تعریف کر ڈالی۔ نا نا کر کے بھی اس کے انداز میں ہچکچاہٹ عود آئی تھی۔

اس کے انداز پہ حور عین نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو لڑکا ہو کر نروس ہو رہا تھا۔ حور عین حیران ہوئی۔ اور اپنا لہجہ حتی المقدور نارمل کرتے، مسراہٹ دباتے اپنے ازلی انداز میں بولی۔

"تھینک یو--- مگر میں جانتی ہوں۔" اب وہ کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ دوسری جانب ہادی کو کم از کم آج کے دن حور سے ایسے اپنے ازلی بے رُخے جواب کی توقع نہ تھی۔ وہ ایوی فضول میں اِس پاگل لڑکی کے سامنے کنفیوژ ہو رہا تھا۔ وہ بھی فوراً ہی واپس اپنی رو میں آیا تھا۔

"جی سوری' میں تو بھول ہی گیا تھا آپ تو سب جانتی ہیں---" اس کے انداز پہ حور عین نا چاہتے ہوئے بھی ہنس دی۔ اور کندھے اچکاتے بولی۔

"ہاں ناں۔ ایسا ہی ہے۔ "

" چلیں جب سب جانتی ہیں تو پھر یہ بتائیں۔ آپ کو اپنا شوہر کیسا لگا؟۔۔۔" وہ شوہر پہ زور دیتے بولا۔ ایک لمحے کے لئے حور عین کے چہرہ پہ ایک انوکھا سا تاثر آیا تھا مگر وہ ایک لمحے کے لئے ہی تھا۔ ہادی نے یہ سوال جان بوجھ کر کیا تھا۔ وہ چاہتا تھا حور نظر اٹھا کر اُسے دیکھے۔ آخر کو وہ آج صرف اس کے لئے اتنا تیار ہوا تھا۔ اور پھر یہی ہوا تھا جو ہادی چاہتا تھا۔ حور عین نے نظر اُٹھا کر اِسے غور سے دیکھا تھا مگر جو جواب اُس نے ہادی کو مسکراتے ہوئے دیا تھا۔ اُس کی توقع عبد الہادی افگن خواب میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔

" کچھ کچھ فینسی اور کچھ کچھ زنانہ۔۔۔" اپنی نئی نویلی دولہن کے مُنہ سے اپنے لئے ایسے الفاظ سن کر اس کے دل کو دھچکا سا لگا تھا۔

"کیسا؟۔۔۔" حیرت کی زیادتی سے اس کا مُنہ کُھلا تھا۔۔۔ وہ تو یہ بات بھول ہی گیا تھا سامنے کھڑی لڑکی اور کوئی نہیں حور عین فاروقی ہے۔ ایسا کب ممکن تھا بھلا یہ لڑکی دانستہ طور پہ اس کی تعریف کر دے۔ یہ لڑکی اس کے منہ پہ اِسے دو نمبر تو کہہ سکتی تھی مگر تعریفی جملہ ہر گز نہیں کہہ سکتی تھی۔ اس لمحے اسے یقین ہو چلا تھا اس لڑکی سے تعریف سننے کے لئے اسے روز صبح جلال پارک ہی جانا پڑا کرے گا۔۔۔

اس کے چہرے پہ آتے اتار چڑھاؤ سے لطف اندوز ہوتے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے وہ مزید بولی۔

"آپ نے خود ہی تو پوچھا تھا کہ مجھے میرا شوہر کیسا لگا تو وہی بتا رہی ہوں۔" انداز بہت دوستانہ تھا۔

"اب دیکھیں آپ خود ہی بتائیں ناں۔۔۔ جب میرا شوہر عورتوں کی طرح پارلر سے میک اپ کرائے گا۔ پھر نہلے پہ دہلا اپنی بہن کی اتنی فینسی چادر بھی پہن کر سٹائلش بننے کی کوشش کرے گا تو بھلا مجھے کیسا لگے گا۔" وہ بہت دوستانہ

انداز میں اپنے شوہر سے شوہر ہی کے اوصاف بیان کر رہی تھی۔ جیسے مقابل اس کا شوہر نہیں کوئی بچپن کا دوست ہو۔

"ویسے اطلاع کے لئے عرض ہے۔ یہ چادر ہدیٰ کی نہیں میری اپنی ہے۔ "

"اچھا۔۔۔" وہ تعجب زدہ لہجے میں بولی۔

"مجھے لگا جیسے یہ چادر ہدیٰ نے میرے ساتھ جا کر ہی خریدی تھی۔ لیکن خیر، پھر وہ کوئی اور ہو گی۔۔۔" اس نے زو معنی انداز میں کہتے بات ادھوری چھوڑ دی۔ دوسری جانب ہادی نے بہت مشکل سے اپنے آپ کو کمپوز کیا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ جبریل کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں رکھ کر زور زور سے تالیاں بجادے۔ آخر اسی کے مشورے پہ اس نے ہدیٰ کی چادر کندھے پہ ڈالی تھی۔ ہادی کا چہرہ دیکھتے حور عین اپنی ہنسی چھپاتے آگے بڑھ کر آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ ہادی نے بھی دفعتاً اس کی ہمراہی میں قدم آگے بڑھائے تھے۔

ہادی کو اِس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ یہ شادی اور کچھ نہیں تو اِسے ڈھیٹ ضرور بنا دینے والی تھی۔ وہ چلتے چلتے مسجد کے برآمدے کی طرف آ گئے تھے۔ جب ہادی نے بات شروع کی۔

Safa ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حور عین۔۔۔"

"جی؟۔۔۔" اُڑ کر ایک کبوتر ان کے سامنے زمین پہ بیٹھا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے واپس بھی اُڑ گیا۔

"مجھے آپ سے ایک کام تھا۔"

"کیسا کام؟۔۔۔" حور عین ایک دم سنجیدہ ہوئی۔

اب وہ کبوتر واپس اسی جگہ پر آیا تھا شاید وہ ادھر اپنا کوئی دانہ چھوڑ کر گیا تھا جسے بار بار ڈھونڈ رہا تھا۔

"مجھے آپ کو کہیں لے جا کر کسی سے ملوانا ہے۔" اس نے پوچھنے سے زیادہ مطلع کیا تھا۔ اب اس کبوتر کے پاس ایک اور کبوتر آیا اور اپنی زبان میں کچھ کہنے لگا جس کے بعد وہ دونوں کبوتر دور آسمان میں اڑ گئے۔ حور انہیں آسمان پہ دور جاتے دیکھنے لگی۔ پھر اپنا رُخ ہادی کی جانب کیا۔

"ٹھیک ہے!۔۔۔ میں چلوں گی۔۔۔ مگر جانا کب ہے؟۔۔۔"

"کل پانچ بجے۔"

"کل؟۔۔۔ مگر کل تو بہت مشکل ہو گا۔ کل ہماری طرف مہندی کا چھوٹا سا فنکشن ہے۔ اگر میں ہی نا ہوئی تو فائدہ؟۔۔۔" اس نے توجیہ پیش کی۔

"اوہ۔ تو ہم فنکشن سے پہلے ہی واپس آ جائیں گے۔ چھوٹا سا کام ہے۔ اگر ضروری نہ ہوتا میں کبھی آپ کو فورس نہ کرتا آپ جانتی ہیں یہ بات۔"

"اوکے۔ مگر کام کیا ہے آخر؟۔۔۔" اسے تفتیش ہوئی۔

"یہ آپ کو کل پتا چل جائے گا مگر ابھی۔۔۔" وہ رُکا اور اپنے موبائل کا کیمرہ کھول کر سامنے کیا۔

"کیا مجھے اپنی بیوی کے ساتھ اپنی پہلی سیلفی لینے کی اجازت ہے۔" اُس کی بات پہ مسکراتی حور عین نے سر ہلایا۔ اور ہادی نے یہ خوبصورت منظر اپنے موبائل کی میموری میں ہمیشہ کے لئے قید کر لیا۔

" اب چلیں۔۔۔" وہ سیلفی لے چکا تو حور عین کے ساتھ سب کے پاس چلا گیا جہاں سب انہی کے انتظار میں تھے۔

****

جبریل نے گاڑی ہسپتال کے باہر روکتے ایک نظر شفاء پہ ڈالی۔

"اور مزید کتنے دن بلکہ کتنی راتیں ایسا چلے گا شفاء؟۔۔۔" اس کا اشارہ شفاء کی نائٹ ڈیوٹی کی جانب تھا۔

"پوچھ تو ایسے رہے ہیں۔ جیسے جانتے نہیں۔۔۔ پھر بھی بس دو دن مزید پھر ڈاکٹر عزرہ کے واپس آتے ہی میری ڈیوٹی وہ دے دیا کریں گی اور میں پندرہ دن کی لیو (چھٹی) لے لوں گی۔" اس نے بتانے کے ساتھ ساتھ اپنی چیزیں پکڑیں۔

"پھر۔۔۔ ایک کام کرو۔ ان دو دِنوں کی بھی چھٹی لے لو اور اپنی جگہ ڈاکٹر امایہ کو بھیج دو۔۔۔ کیسا؟۔۔۔" وہ پر جوش ہوا۔ جس پہ شفاء نے افسوس سے سر ہلایا وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ امایہ سارا دن ہسپتال میں ڈیوٹی دیتی اور پھر گھر جا کر اپنے پاپا کا خیال رکھتی تھی جن کی طبیعت آج کل کافی خراب تھی۔

"دیکھو۔۔۔ مان لو میری بات میں فون کر دیتا ہوں امایہ کو، وہ میری بات نہیں ٹالے گی۔ "

جواب میں شفاء نے تاسف سے اِسے دیکھا۔

"چچ چچ!۔۔۔ کیا یہ وہی ڈاکٹر جبریل مصطفیٰ ہیں۔ جنہوں نے ٹھیک دو دن پہلے آپریشن تھیٹر میں صرف دو منٹ لیٹ ہونے پہ سب کے سامنے کوئی بھی لحاظ رکھے بغیر اپنی اسسٹنٹ کی رج کے انسلٹ کی تھی۔"

اس کا انداز جتاتا تھا کہ وہ ابھی تک وہ بے عزتی بھولی نہ تھی۔ جواب میں جبریل خجل سا ہوا۔

یہ دو دن پہلے کا واقعہ تھا۔ ایک ایمرجنسی کیس میں شفاء نے جبریل کو اسسٹ کرنا تھا۔ اسے سرجری روم میں پہنچے میں دو منٹ اوپر ہو چکے تھے اور جبریل نے اس کا انتظار کئے بغیر اس کی جگہ ایک جونیئر ڈاکٹر کو کھڑا کر لیا تھا۔ شفاء کے

آتے ہی وہ جونیئر ڈاکٹر نے پیچھے ہو کر شفاء کو جگہ دی تھی۔ جس پہ شفاء نے آگے بھر کر جبریل کو scalpel پکڑایا۔ جسے پکڑتے جبریل نے سب کے سامنے لیٹ ہونے پر اس کی ڈانٹ شروع کر دی تھی۔

"ڈاکٹر شفاء آپ دو منٹ اکیس سیکنڈ لیٹ ہیں۔ کیا میں وجہ جان سکتا ہوں؟۔۔۔ "

ماہرانہ انداز میں اسکیلپل بلیڈ (scalpel blade) سے مریض کے جسم پہ کٹ لگاتا وہ درشت لہجے میں بولا۔ شفاء نادم سی ہو کر خاموش ہی رہی۔

"کیا آپ کے لیٹ ہونے کی وجہ اس مریض کی زندگی سے زیادہ ضروری ہو سکتی ہے۔ یہ سرجری روم ہے مادام کوئی شادی بیاہ کی تقریب نہیں جہاں دیر بھی ہو جائے تو کوئی فکر نہیں۔" اب وہ زیادہ بول رہا تھا شفاء کا دل چاہا کوئی کھڑا کھڑا جواب سنا دے مگر خاموشی سے سوری بول دیا۔

"سوری سر۔ آئیندہ نہیں ہو گا۔"

"ایک ڈاکٹر کے لئے غلطی کے بعد سوری کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی ڈاکٹر شفاء' مریض کے لئے ڈاکٹر کا ایک ایک منٹ بہت قیمتی ہوتا ہے۔ اس کی ایک منٹ کی دیری بھی مریض کو اس دنیا سے دوسری دنیا پہنچا سکتی ہے۔"

اب وہ مریض کے جسم میں سکشن ٹیوب (suction tube) ڈال رہا تھا۔ اس نے ایک ہلکی سی نظر اٹھا کر شفاء کو دیکھا اور واپس اپنے کام میں لگ گیا۔

سرجری کے بعد وہ وہ گھر جانے کی تیاری میں تھی اس کی ڈیوٹی آرز ختم ہو چکی تھی۔ جب کوریڈور سے گزرتے اسے لگا تھا جیسے کسی نے اس کا نام لیا ہو۔ اس نے اپنے کان سٹاف روم کے قریب کئے کوئی اندر اسی کے بارے میں باتیں کر رہا

تھا۔اس نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اندر کون ہے وہ جانتی تھی یہ جونیئر سٹاف ہے۔ مگر ان کی باتوں نے اسے کافی ہرٹ کیا تھا۔

"دیکھا مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ یہ دونوں میاں بیوی کے بیچ کچھ بھی نارمل نہیں ہے۔اور آج سر کی باتوں سے یقین بھی ہو گیا۔" شفاء آواز پہچان سکتی تھی۔ یہ ڈاکٹر نمرہ تھی۔ جسے جبریل نے اس کی جگہ کھڑا کیا تھا۔ایک اور آواز نے اس کا ساتھ دیا تھا۔

شفاء میں حوصلہ نہ تھا کہ اور کچھ سنتی۔اُس کا دل کیا تھا اندر جا کر دونوں کو تھپڑ لگائے۔ مگر وہ بات کو تول نہیں دینا چاہتی تھی اگر وہ ایسا کرتی تو یہ بات آج یہ کر رہی تھیں کل کو پورا ہسپتال کرتا۔اور پھر جو انسان حق پہ ہوتے ہوئے بھی اللہ کے لئے خاموش رہتا ہے اس کا جواب اللہ خود دیتا ہے۔وہ جانے ہی لگی تھی جب جبریل نے اس کا بزو پکڑ کے اِسے روکا اور اُن کی مزید گفتگو سننے لگا۔

"یار اب سارا الزام ڈاکٹر شفاء پہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ ہمارے معاشرے کے مرد کون سا دودھ سے دُھلے ہوتے ہیں۔ کیا پتا ڈاکٹر شفاء نے خود ہی انہیں بھیجا ہو یا ڈاکٹر جبریل۔۔۔" جبریل مزید سُنے بغیر شفاء کا ہاتھ تھام کر اندر داخل ہوا تو ایک دم خاموشی چھا گئی۔

"کیا ہوا؟۔۔۔خاموش کیوں ہو گئیں؟۔۔۔اب آپ کے سارے تجزیے و تبصرے ختم ہو گئے ہیں کیا؟۔۔۔"

"نہیں سر وہ تو ہم۔۔۔" اُن سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو بات ادھوری چھوڑ دی۔

"مجھ پہ اور میری بیوی پہ تبصرے کرنے کے بجائے اگر آپ لوگ کام پہ دھیان دیں تو آپ کے اور اس ہاسپٹل دونوں کے لئے اچھا ہو گا۔ میرے، میری بیوی اور سٹاف کے کسی بھی ممبر کی نجی زندگی پہ توجہ دینے کے بجائے اپنی میڈیکل پریکٹس پہ توجہ دیں۔"

اس واقعے کے بعد اب جبریل کے منہ سے ایسی باتیں سن کر شفاء چوٹ کئے بغیر نہ رہ سکی تھی۔ اور اس کی چوٹ جبریل واضح محسوس بھی کر چکا تھا۔

وہ گاڑی سے نکلنے لگی تو جبریل نے ہاتھ سے کھینچ کر اِسے واپس گاڑی میں بٹھایا۔

"اُس دن جو بات کہی تھی وہ ایک ڈاکٹر نے کہی تھی۔ جو اپنے مریض کی زندگی کے لئے مریض کے گھر والوں اور اللہ کو جوابدہ تھا۔ اور ابھی جو بات کہی ہے وہ ایک ترسے ہوئے شوہر نے کہی ہے۔ جو پچھلی چار راتوں سے اپنی بیوی کے انتظار میں جاگ جاگ کر آدھا ہو گیا ہے۔"

شفاء اس کی بات پہ بے اختیار ہنس دی۔

"اب جاؤ ورنہ اُس دن میرے سے عزت کرائی تھی آج ڈاکٹر شہزاد سے کراؤ گی۔ اُن سے تو معافی کی کوئی توقع بھی نہیں۔۔۔۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ڈاکٹر شہزاد کا نام سن کر وہ فوراً گاڑی سے نکلی اور اندر کو بھاگی۔ اس بندے سے تو واقعی معافی کی توقع رکھنا بھی گناہ تھا۔

گھر پہنچ کر جبریل نے سامنے لگی گھڑی پہ وقت دیکھا جو رات کے بارہ بجا رہی تھی۔ آج کے فنکشن کی تھکن کے باعث سب ہی اپنے اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔ وہ بھی اپنے کمرے میں جاتے ٹانگیں زمین پہ لٹکائے، گرنے کے انداز

میں بیڈ پہ لیٹا تھا۔ اس وقت اُسے اپنی محنتی بیوی پہ ترس آیا تھا۔ پانچ دن ہو گئے تھے اُسے اس کمرے میں شفٹ ہوئے اور وہ پانچ دن سے ہی اپنی نائٹ ڈیوٹی کے باعث مشین بن کر رہ گئی تھی۔ اِن پانچ دنوں میں اِنہیں اتنا وقت بھی نہ ملا تھا کہ وہ ایک ساتھ مل کر بیٹھ سکتے کوئی بات کر سکتے۔ اور اگر غلطی سے وقت مل بھی جاتا تھا تو شفاء کوئی نہ کوئی کام لے کر بیٹھ جاتی تھی۔ وہ اس کا گریز اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ وہ ساری رات ڈیوٹی دے کر گھر آ کر بھی صحیح سے ریسٹ نہ کرتی تھی اور جبریل کے آنے سے پہلے ہی تیاریاں کرانے عافیہ بیگم کے پاس افگن مینشن چلی جاتی۔ ایسے میں جبریل کو جو اصل فکر تھی وہ اس کی طبیعت کی تھی۔ وہ اپنی نیند تک پوری نہ لے پا رہی تھی۔ اکثر جب سب آپس میں بیٹھے باتوں میں مصروف ہوتے تو شفاء بی بی وہیں سب کے درمیان بیٹھے ایک طرف سر لٹکائے نیند کے جھٹکے لیتے پائی جاتی تھیں۔

****

قصرِ فاروقی کے باہر پہنچ کر اس نے حورعین کو باہر آنے کا میسج کیا۔ وہ اتنے مہمانوں کی موجودگی میں اندر نہیں جانا چاہتا تھا۔

میسج کے ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ اس کی گاڑی میں موجود تھی۔ ہادی کی نظر اس کے مہندی سے بھرے ہاتھوں پہ گئی۔ ایسا لگتا تھا ابھی تازہ تازہ مہندی لگوا کر آئی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR

چند ہی لمحوں میں مہندی کی خوشبو پوری گاڑی میں پھیل چکی تھی۔

"آرام سے آ گئیں؟۔۔۔ کسی نے کچھ کہا تو نہیں؟۔۔۔"

اس نے کہتے گاڑی مین سڑک پہ ڈالی۔

"نہیں، مجھے کسی نے کیا کہنا تھا۔" وہ لاپرواہ سے انداز میں بولی۔

"نہیں میرا مطلب تھا رات آپ کا فنکشن تھا تو کسی نے کچھ کہا تو نہیں؟۔۔۔"

"نہیں!۔۔۔ میں نے ماما کو بتا دیا تھا۔ ویسے بھی فنکشن رات میں ہے ہم نے تھوڑی ہی دیر تک واپس آ ہی جانا ہے۔"

وہ اس کی بات کا جواب دینے کے بعد اپنے موبائل پہ لگ گئی۔

ہادی کا دل تھا اس سے باتیں کرے مگر وہ اسے موقع ہی نہ دے رہی تھی۔ اُدھر حور عین اُس سے باتیں کرتے آج کچھ عجیب ہی محسوس کر رہی تھی اس لئے موبائل نکال کر بیٹھ گئی تاکہ ہادی اس کا غیر معمولی پن محسوس نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد ہادی نے ہی بات کرنے کی پہل کی تھی۔

"مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں کسی دلہن کو اس کی شادی سے بھگا کر لے جا رہا ہوں۔"

وہ گاڑی ایک طرف ٹرن کرتے بولا۔ حور نے اپنی پتلیاں سکیڑے اسے گھور کر دیکھا تو اس نے جلدی سے صفائی پیش کی۔

"جو دِکھ رہا ہے وہی کہہ رہا ہوں یار۔۔۔" اُس کا اشارہ حور عین کی کالی چادر کے نیچے زیب تن پیلے کپڑوں اور مہندی والے ہاتھوں کی طرف تھا۔ اگر فاطمہ کا ڈر نہ ہوتا تو وہ یہ کپڑے کبھی نہ پہن کر باہر نکلتی مگر فاطمہ کا سخت آرڈر تھا کہ اگر جانا ہے تو انہی کپڑوں میں جاؤ ورنہ آرام سے گھر بیٹھو۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING KITE

اس نے ہادی کی جانب دیکھا جو ابھی بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر مسکراہٹ دباتے بولی۔

"اگر ایسی بات ہے تو پھر تیار ہو جائیں۔ رات نو بجے کے بلیٹن میں آپ کا اکلوتا بہنوئی ایس۔ پی عبدل ہادی کی اپنی ہی دلہن کو شادی سے بھگانے کی خبر بریک کرنے والا ہے۔"

اس کی بات پہ ہادی کا بھرپور قہقہہ گاڑی میں گونجا تھا۔

"ڈونٹ انڈر اسٹیمیٹ مائی بہنوئی صاحب۔۔۔ ابھی آپ اس کو جانتی نہیں وہ ایسا کر بھی سکتا ہے۔ "

"کوئی بات نہیں آپ کا رائٹ ہینڈ ہے تو آپ کے ہی جیسا ہو گا۔ آفٹر آل جیسا سالہ ویسا بہنوئی۔۔۔۔"

"یہ بھی کیا خوب کہی آپ نے۔ ویسے سالے سے یاد آیا۔۔۔ سالے صاحب تو میرے بھی بہت جگر والے ہیں۔" وہ المان کو یاد کرتے بولا۔ تو حور حیران ہوئی۔

"کون؟۔۔۔ المان؟۔۔۔" اسے تعجب ہوا۔

"جی بالکل المان۔۔۔ آپ سے شادی سے پہلے ہی سالے صاحب مجھے وارننگ دے چکے ہیں کہ اگر میں نے اُن کی بہن کے مزاج کے خلاف کوئی کام کیا تو جان لوں کہ دونوں بہن بھائی ہی کراٹے ایکسپرٹ ہیں۔"

ہادی کے جواب پہ حور بھی کُھل کے ہنسی دی۔

"اوہ مائی گاڈ! یہ المان بھی ناں۔۔۔"

وہ ہنسی قابو میں کرتی بولی تو ہادی بھی ہنس دیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد گاڑی ایک بڑے سے بنگلے کے باہر رُکی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

******

گاڑی ایک بڑی سی بلڈنگ کے باہر رُکی تھی۔

ہادی کے اشارے پہ وہ گاڑی سے اتری اور ارد گرد کا جائزہ لینے لگی۔ دیکھنے میں یہ کوئی کمرشل بلڈنگ معلوم ہوتی تھی۔ مگر اس کے باہر سوائے ہوم ایڈریس کی پلیٹ کے اور کچھ نہ لکھا تھا اور ایڈریس کی پلیٹ بھی ایسی ہی تھی جیسے کسی گھر کی ہو۔۔۔۔

ہادی کے بیل دینے پہ ایک سکیورٹی گارڈ نے دروازے میں بنے ہول سے باہر دیکھتے فوراً دروازہ کھولا۔ گارڈ نے دروازہ کھولتے ہی سلام کیا تو ہادی اس سے اُس کے بیوی بچوں کا حال دریافت کرنے لگ گیا۔ مگر حور عین کی نظریں اطراف میں ہی گھومتی رہیں۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک طرف کو بڑا سا راباغ تھا۔ باغ کے دوسری جانب دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اور باغ سے تھوڑا سا آگے جا کر لکڑی کا خوبصورت دروازہ تھا جیسے زیادہ تر جدید طرز کے بنے گھروں میں ہوتے ہیں۔

گارڈ سے باتوں سے فارغ ہوتے ہادی اسے لئے اندر چلا آیا۔ اُسے ابھی تک سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اسے کہاں لے آیا ہے یہ کوئی بہت بڑا گھر ہے یا کسی آفس کی بلڈنگ۔۔۔۔

اس نے لکڑی کا دروازہ عبور کیا۔ یہ کوئی آفس نہ تھا اور نہ ہی یہ کوئی گھر تھا۔ بلکہ یہاں کا ماحول بتاتا تھا یہ کوئی بے نام شیلٹر ہوم تھا بالکل حُرم فاؤنڈیشن کی طرح۔ اُس نے حیرت سے ہادی کی جانب دیکھا جو ریسپشن پہ کھڑی لڑکی سے کوئی بات کر رہا تھا۔ حور یہاں آکر خوشگوار حیرت کا شکار ہوئی تھی۔ اگلے ہی لمحے ایک عورت ان کے پاس آئی تھی۔ ہادی نے اسے چلنے کا اشارہ کیا۔ اور حور عین کی ہمراہی میں اس کے پیچھے ہی چلنے لگا۔ اس سارے دورانیے میں وہ بالکل خاموش رہی تھی۔ اس نے ایک بھی سوال نہ کیا تھا مگر اب اس کا صبر جواب دے گیا۔

"ہمیں یہاں کیا کام کرنا ہے؟۔۔۔"

"ریلیکس۔۔۔ تھوڑا سا اور صبر اور سب سمجھ آ جائے گا۔ ویسے میں نے آپ سے کوئی کام نہیں کروانا، کسی سے ملوانا ہے۔"

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اُس لڑکی کے ساتھ ہی تیسری منزل پہ آ گئے۔ ایک دروازے کے آگے رُک کر لڑکی اور ہادی دونوں کے قدم تھمے۔ پاس سے گزرتا ہر بندہ حور عین کو ہادی کے ساتھ بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ ہادی نے گردن خم کر کے پاس کھڑی لڑکی کو جانے کا اشارہ کیا اور کمرے کا دروازہ کھول کر حور کو چلنے کا اشارہ کیا۔ اِسی لمحے ہادی کا موبائل بجا تھا۔ وہ دروازہ یونہی ادھ کھلا چھوڑ کر حور کو ایک منٹ کہتا باہر ہی کھڑا فون سننے لگا۔

اسے فون پہ مصروف دیکھ کر حور عین نے خود ہی اپنے قدم اندر کو بڑھائے۔ کمرے کے عین وسط میں ایک سنگل بیڈ رکھا گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ ایک چھوٹا صوفہ سیٹ اور ایک الماری بھی موجود تھی۔ اِس کے علاوہ کمرے میں کوئی اور مجود نہ تھا۔ مگر بستر کی چادر پہ پڑی سلوٹیں صاف بتا رہی تھیں کہ یہاں کوئی موجود تھا۔ مگر حور عین کو جس چیز نے حیران کیا تھا وہ بیڈ ٹیک کے ساتھ لگا ہینڈ کف تھا۔ اس نے کمرے کا جائزہ کیا۔ اس چھوٹے سے کمرے میں لگی واحد کھڑکی کے پردے ہٹائے گئے تھے۔ جہاں سے نکلتی روشنی لائٹ بند ہونے کے باوجود پورے کمرے کو روشن کر رہی تھی۔ وہ کھڑکی کی طرف بڑھی اور اس سے نیچے نظر آنے والے باغ میں دیکھنے لگی۔ وہاں دو عورتیں موتیے کے پھولوں کو توڑ توڑ کر اپنی جھولی میں بھر رہی تھیں۔ اُن میں سے ایک عورت نے پھولوں کو اپنے کانوں میں بھی ڈال رکھا تھا۔ جبکہ دوسری عورت جھولی میں بھرے پھولوں کے زیور بنانے میں مصروف تھی۔ وہ بہت محویت کے ساتھ اُن کے عمل کو دیکھ رہی تھی۔ جب اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ وہ پلٹی تو سامنے کھڑی ہستی کو دیکھ کر لمحے بھر کے لئے حرکت کرنے کے قابل نہ رہ سکی۔

بکھرے گولڈن ڈائی شدہ بال، زرد رنگت، آنکھوں کے گرد گہرے ہلکے اور عجیب کسی نشئی کی طرح باہر کو اُبھری لال آنکھیں۔ سامنے کھڑی لڑکی بلاشبہ ڈائن لگ رہی تھی۔ جو ساکت کھڑی پلکیں جھپکائے بغیر حور کو اپنی خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"مثال!۔۔۔" حور نے تھوک نگلا تو مثال عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

اس سے پہلے کے حور اس کے ہاتھ میں موجود چُھری پہ غور کرتی، مثال نے چاقو سے اس پہ وار کیا تھا۔ حور کی چیخ پورے کمرے گونجی تھی۔

حور اتنی اچانک حملے کے لئے ہرگز تیار نہ تھی۔ وہ جلدی میں اس کے چاقو کے وار کو ڈاج کرتے ایک طرف گری تھی۔ گرنے سے کھڑکی کا کونا اس کی کمر پہ لگا۔ جس سے یقیناً خون رسنا شروع ہو گیا تھا۔

یکدم درد کی شدت سے اس کی آنکھیں نم ہوئیں تھی۔ اُس نے اٹھنے کی سعی کی جِسے ناکام بناتے مثال ہزیانی انداز میں ایک بار پھر اس پہ وار کرنے جُھکی تھی۔ حور عین اس کا چاقو والا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر دور کرنے کی کوشش کرنے لگی مگر مثال کے اعصاب پہ تو جیسے خون سوار تھا۔ نجانے اُس کے لاغر وجود میں اتنی جان کیسے آئی تھی۔ کچھ اچانک گرنے کے باعث حور عین اپنی ہی چادر میں پھنس گئی تھی کہ اپنا بچاؤ سہی سے نہ کر پا رہی تھی۔ اور مثال اپنا پورا زور لگاتے اس کے وجود کو قابو میں کئے اس پہ وار کرنے جھکی پڑی تھی۔ اس زور آزمائی کے دوران حور عین کے ہاتھ میں چُھری پھری تو اس کی گرفت ڈھیلی پڑی۔ اسی پل مثال نے ایک بار پھر وار کیا تھا جس پہ حور نے زور سے آنکھیں مینچ لیں۔ اگلے لمحے اسے اپنا وجود آزاد ہوتا محسوس ہوا اور کمرے میں ایک زناٹے دار تھپڑ کی آواز گونجی تھی۔ حور جو اپنے اوپر کلمہ پڑھ چکی تھی جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ مثال گال پہ ہاتھ رکھے ایک طرف گری پڑی تھی اور سامنے شعلہ برساتی نظروں سے اِسے دیکھتا ہادی موجود تھا۔

"میں عورت ذات پہ ہاتھ نہیں اُٹھاتا لیکن تم نے مجھے اس پہ مجبور کیا ہے۔" اس کی گرج سے دو عورتیں جلدی جلدی کمرے میں داخل ہوئیں تھیں مگر اتنی ہمت کسی میں نہ ہوئی تھی کوئی ہادی کے سامنے بھی جاتا۔

وہ حور عین کی طرف پلٹا جو اپنی سانسیں ہموار کرنے کی کوششوں میں تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟۔۔۔" اِس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کھڑا کرتے وہ متفکر ہوا۔ جس پہ حور صرف سر ہی ہلا سکی۔

مثال جو پہلے پھٹی پھٹی نظروں سے سامنے کھڑے ہادی کو دیکھ رہی تھی ایک بار پھر جنونی کیفیت میں واپس آتی چیختے اور چنگھاڑتے دیوانہ وار اِن کی جانب بڑھی تھی۔ مگر دو عورتیں پہلے ہی آگے بڑھ کر اُسے پکڑ چکی تھی۔ وہ ہزیانی انداز میں چیختے اپنا آپ اُن سے چھڑا کر اِن کی جانب بڑھنے کی کوشش میں تھی۔ جس پہ نامحسوس انداز میں حور عین ہادی کے پیچھے ہوئی تھی۔ جِسے ہادی محسوس نہ کر سکا اور مثال کی جانب بڑھا۔

" مثال بی بی' مجھے مجبور نہ کرو کہ میں تمہاری جان اپنے ہاتھوں سے لے لوں ٹھیک اُسی طرح جیسے تم نے اپنے شوہر کی لی تھی۔" ہادی کی بات پہ جواباً وہ کسی پاگل کی طرح ہنستی ہوئی گویا ہوئی تھی۔

" تم مجھے مارو گے؟۔۔۔ مجھے؟۔۔۔ پتا تم نے بالکل ٹھیک کہا میں نے ہی مارا تھا تمہارے اُس پاگل دوست یاور کو اپنے انہی ہاتھوں سے مارا تھا۔" اُس نے چڑانے کے انداز میں اپنے ہاتھ ہادی کو دکھائے۔

"اور جانتے ہو؟۔۔۔ میں انجیکشن بھی لگاتی تھی تمہارے دوست کو بہت روتا تھا بچارا۔" مثال اُسے بتاتے ایسے تالیاں مار کر ہنسی تھی جیسے کوئی بہت مزاحیہ کہانی سُنا رہی ہو۔

ہادی نے طیش میں آکر اُسے ایک جھٹکے سے بستر پر پھینکا تو وہ ہادی کو دیکھ کر مزید اونچی اونچی ہنسنے لگی۔ پیچھے کھڑی حور عین کو بے اختیار اس سے خوف آیا تھا۔ وہ اِسے کسی اور ہی دنیا کی مخلوق لگی تھی۔

ایک عورت نے جلدی سے اُس کے ہاتھ پہ ہتھ کڑی لگا کر بیڈ کے ساتھ جوڑا اور دوسری فوراً انجیکشن میں کوئی محلول بھر کر اسے لگانے لگی۔

" یہ سب کیا ہے؟۔۔۔" اب ہادی اُن دونوں عورتوں پہ گرجا جواب سر جھکائے کھڑی تھیں۔

" یہ ہتھکڑی اس لئے ہوتی ہے تاکہ مجرم بھاگ نہ سکے، کسی کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ اور آپ لوگوں کے فضل سے ایک خطرناک مجرم جو نشے کا عادی بھی ہے یہاں آزاد گھوم رہا ہے۔۔۔ اوپر سے اِس کمرے میں یہ چھڑی اور یہ پھل؟۔۔۔" اس نے سامنے پڑی فروٹ باسکٹ کی طرف اشارہ کیا۔

" یہ چیزیں کیا کر رہی ہیں یہاں پر؟۔۔۔ یہ کسی وی۔ آئی۔ پی مریض کا کمرہ نہیں ہے بلکہ ایک قاتل، نشے کی عادی اور اشتہاری مجرمہ کے لئے تیار کیا گیا کریمنل سیل ہے جس میں اتنے سہولیات مہیا کرنے کے لئے ہرگز آپ لوگوں کو پے نہیں کیا جاتا۔"

وہ دونوں عورتیں شرمندہ سی سر جھکائے کھڑی بس اِسے سُنی جا رہی تھیں۔

ہادی اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا جب حورعین نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ اِس کے بازو پہ رکھ کر اِسے شانت کرنے کی کوشش کی۔ وہ ان کی اور بھی اچھی خاصی کرتا مگر حور کی احساس دلانے پہ اپنے غصہ قابو میں کرنے کی سعی کرنے لگا۔

"حور، تم پکا ٹھیک ہو ناں؟۔۔۔" اس نے ایک بار پھر سر ہلا کر جواب دیا۔

اُس کی نظر حور کے ہاتھوں پہ گئی تھی۔ اُس کی مہندی شفاف زمین پہ جگہ جگہ بکھری تھی۔

" آئی ایم سوری میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا تھا۔۔۔ مجھے زرا بھی آئیڈیا ہوتا کہ یوں یہ سب ہو گا تو میں تمہیں کبھی نہ لاتا۔"

" اٹس اوکے ہادی' میں ٹھیک ہوں مگر یہ یہاں۔۔۔ یہ سب۔۔۔ "اُس نے نا سمجھی کی کیفیت میں بات ادھوری چھوڑ دی۔

"چلو میں بتاتا ہوں۔" وہ اس کو ساتھ لئے کمرے سے نکل گیا۔ سیڑھیاں اترتے وہ بولنا شروع ہوا۔

"جب تم نے مجھے مثال نامی لڑکی کے بارے میں بتایا تھا تو میرا شک اس لڑکی پہ گیا جس کی مجھے تلاش تھی۔ مگر میں اپنے شک کے تصدیق نہیں کر سکا کیونکہ میرے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔"

پاس سے گزرتے ایک دو لوگوں نے اِسے گزرتے گزرتے سلام کیا تو اپنی بات جاری رکھتے اس نے سر کو خم دیتے انہیں جواب دیا۔ انداز سے ظاہر تھا ہادی کا اس جگہ سے گہرا تعلق تھا۔

" بعد ازاں تم سے ملنے والی انفارمیشن کے زریعے میں نے یونیورسٹی سے مثال کا سارا پرسنل ڈیٹا حاصل کیا تھا مگر وہ سب فیک تھا۔۔۔ پھر پچھلے عرصے ایک کیس پہ کام کرتے میرے بندے نے مجھے اس مثال کی اطلاع دی جس کی مجھے تلاش تھی۔ جب ہم اِس تک پہنچے یہ نشے کی بُری طرح عادی ہو چکی تھی۔ اپنے نشے کو پورا کرنے کے لئے یہ کسی بھی حد تک جا سکتی تھی۔ تفتیش سے پتا چلا کہ یہ مختلف گروہوں کے لئے کام کرتی تھی اور پھر ملنے والے پیسوں سے نشہ پورا کرتی۔ یہ اشتہاری ملزمہ ہونے کے ساتھ نشے کے باعث زہنی مریضہ بن چکی ہے۔ اور اپنی ضرورت نہ پوری ہونے کے باعث یہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔ اور جہاں تک بات رہی کہ اس کا آپ سے کیا تعلق؟۔۔۔ تو آپ کے اغوا کی ایک کڑی ابھی تک سلجھی نہ تھی۔ اور میں نئے سفر پہ نکلنے سے پہلے ماضی کے تمام تلخ قصوں کو اُن کے انجام تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اور مثال کا آپ کے ساتھ جنونی رویہ بتا چکا ہے کہ یہ مثال وہی ہے۔"

اب وہ اسے لئے ایک کمرے کے باہر آ کر رُکا۔

"اور مثال کا شوہر۔۔۔اُس کا قصہ کیا ہے؟۔۔۔"حور عین کو تجسس ہوا۔تو ہادی مسکرا دیا۔

ہادی کے دو دفعہ دروازہ کھٹکھٹانے پہ بھی جب اندر سے آواز نہ آئی تو اُس نے ڈور ناب گھمایا دروازہ کھلتا چلا گیا۔وہ اندر دیکھ کر مسکرایا اور کمرے میں داخل ہونے کے ساتھ ساتھ حور کو جواب دینے لگا۔

"سارا قصہ ہی تو اُس کے شوہر کا ہے۔"اُس کی آواز میں کچھ تھا حور نے محسوس کیا۔

حور کمرے میں آئی تو اندر ایک بوڑھی اماں موجود تھی جو مصلح بچھائے اپنی عمر کے باعث اشاروں سے نماز ادا کر رہی تھیں۔اُس نے نماز پڑھتی اماں سے نظر ہٹا کر واپس ہادی کو دیکھا جو اب بول رہا تھا۔

" مثال کا شوہر میرا اور جبریل کا بچپن کا دوست تھا۔جو دوست کم اور بھائی زیادہ تھا۔۔۔اور اس عورت نے۔۔۔"
ہادی نے اپنی مٹھیاں زور سے بھینچ کر اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کی۔"اُس عورت نے اپنے شوہر کو بے دردی سے قتل کر کے لاوارثوں کی طرح مرنے کے لئے سڑک پہ چھوڑ دیا تھا۔"

اس نے سامنے نماز پڑھتی عورت کو دیکھا جو اب تشد پڑھ رہی تھیں۔حور نے محسوس کیا ہادی کی آواز میں درد تھا اور شاید نفرت بھی۔۔۔

وہ دونوں وہاں پڑے پلنگ پہ بیٹھ کر اُن کے نماز ختم کرنے کا انتظار کرنے لگا۔حور عین جو تب سے خاموش صرف اسی کی باتیں سن رہی تھی بولی۔

"تھینک یو ہادی۔"وہ سامنے نماز پڑھتی عورت کو دیکھتے بہت دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

"تھینک یو؟۔۔۔کس لئے؟۔"اُسے اچھنبا ہوا۔

"اُس سب کے لئے جو میرے کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی آپ نے میرے لئے کیا۔ میری جان بچائی، میرے اغواء کے قصّے کو سب کے سامنے کسی اور طرح پیش کیا، میرے پیچھے پڑے لوگوں سے مجھے بچایا۔۔۔" اُس نے گہرا سانس لے کر رُخ اس کی جان کیا۔

"میں نہیں جانتی کب اور کیسے آپ نے کس، کس طرح یہ سب کیا۔ مگر تھینک یو۔۔۔ خاص طور پر میری پھوپو کو جب ہم انصاف کے بارے میں سوچنا بھی بھول چکے تھے۔"

بات کی اختتام پہ اس نے ہادی کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میرا نہیں خیال اس سب کی کوئی ضرورت ہے حور۔۔۔ جو کچھ کیا وہ میرا فرض تھا۔"

"نہیں! جب یہ سب کچھ آپ نے کیا تب آپ کا فرض نہیں تھا مگر اب آپ جو کچھ میرے لئے کریں گے وہ آپ کا فرض ہو گا۔ اور دوسری بات یہ کبھی مت سوچنا کہ جو کچھ آپ نے میرے لیپ ٹاپ کے ساتھ کیا، وہ میں بھول گئی ہوں یا کبھی بھول جاؤں گی۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔"

مشکور لہجے میں کہتی اخیر میں وہ اُس کا لہجہ باور کراتا ہوا تھا۔

یہ تو طے تھا، یہ عورت کبھی اس کو خوش فہم نہیں ہونے دے گی۔ ہادی بے اختیار سوچتے مسکرا دیا۔

"میں اس بات کو کو آپ کا شکریہ سمجھوں آپ کی تنبیہ ؟۔۔۔"

"آپ کی مرضی۔ جو بھی سمجھیں۔" مسکراہٹ دباتے اِس نے کندے اچکائے .

اور خود کی سرزنش کرنے لگی۔

"اُف حور، تم اس انسان کے ساتھ اتنے مشکور لہجے میں کیسے بات کر سکتی ہو۔ مانا کہ وہ تمہارا کچھ نہیں لگتا تھا مگر مت بھولو وہ ایک پولیس والا بھی ہے۔ اس نے جو کیا اس کا حق تھا بھلے اس نے فیس نہیں لی مگر عام شہری کی خدمت کرنا اس کا فرض تھا۔"

"ایسے کیا دیکھ رہی ہوں۔"

اپنی طرف حور کو ایسے تکتے پا کر وہ بولا۔

"یہی کہ کہیں تھوڑی سی عزت پا کر بھول تو نہیں گئے کہ آپ کتنے دو نمبر ہیں؟۔۔۔"

"سیریئسلی؟۔۔۔" پہلے وہ حیران ہوا اور پھر بے اختیار ہنستا چلا گیا۔

"اگر اتنی محویت کے ساتھ یہی دیکھ رہی تھی تو سن لو مسز مجھے اپنا دو نمبر ہونا دل و جان سے قبول ہے۔" دل پہ ہاتھ رکھتے مسکرا کر وہ زرا سا جُھکا۔

مسز لفظ پہ اُسے عجیب سا احساس ہوا تھا۔ بوڑھی عورت کے کھانسنے کی آواز پہ دونوں اُن کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہیں نماز پڑھ چکا دیکھ کر ہادی بہت احترام سے اُٹھا اور سر پہ پیار لینے کے لئے اُن کے آگے جُھکا۔ ہادی کے دیکھا دیکھی حور بھی اُٹھی تھی۔ انہیں پیار دینے کے بعد اب وہ جائے نماز ایک طرف ریک پہ رکھنے لگیں۔

"اتنے دن سے کہاں غائب تھے بیٹا؟۔۔۔ میں سب سے تمہارا پوچھ رہی تھی۔" ہادی کے ماتھے پہ ایک بار پھر پیار دیتے وہ بولیں۔

" بس اماں جی کیا بتاؤں۔۔۔ آپ تو جانتی ہیں کام کی صورتحال۔۔۔" وہ اسی طرح بہت محبت سے ان کا ہاتھ تھامے بولا۔

"ہاں دیکھا تھا میں نے تمہیں ٹی۔وی پر اللہ تمہیں کامیاب کرے۔۔۔اور یہ پیاری سے بچی کون ہے؟۔۔۔" انہوں نے پاس کھڑی حور عین کو اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ وہیں بیٹھ گئی۔

"کس کی دلہن بھگا لائے ہو؟۔۔۔"

اُن کی بات پہ جہاں حور شرمندہ سی ہوئی تھی وہیں ہادی کھُل کر مسکرا دیا۔

"اماں جی کسی اور کی نہیں اپنی ہی ہے۔"

"الحمدللہ۔۔۔"

اماں جی نے تشکر سے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پہ پھیرے۔

"کیا یہ تشکر اِس کا میری اپنی ہی دلہن ہونے پہ ہے یا کوئی اور وجہ ہے۔" وہ استزائیہ سا ہنستے بولا۔

"نہیں بیٹا' یہ تشکر تو تمہاری محبت پانے کی کامیابی کا ہے۔ اللہ نے تمہاری محبت کو اس امتحان میں بھی کامیاب کر دیا یہ تشکر اس لئے ہے۔"

حور نے چونک کر ہادی کو دیکھا جس کا چونکنا ہادی جان بوجھ کر نظر انداز کرتے بولا۔

"نہیں اماں جی اللہ نے مجھے یہ امتحان پرچہ دیئے بغیر ہی پاس کرا دیا ہے۔ بالکل اچانک سے ایک دم معجزہ کر کے۔۔۔"

حور کے لئے ہادی کے آنچ دیتے لہجے میں کی گئی بات کسی پہیلی سے کم نہ تھی۔ اُسے بات کا منتق زرا سمجھ نہ آیا تھا۔ اس نے ہادی کی جانب دیکھا جو اِسے ہی دیکھتے اماں جی سے بات کر رہا تھا۔ حور کے لئے اُس کی نظروں میں دیکھنا مشکل ہوا تو اگلے ہی لمحے نظر چڑا گئی۔ جبکہ ہادی کی بات کے جواب میں اماں جی نے پیار سے حور کو اپنے ساتھ لگاتے اِس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

"بیٹا' ہر محبت امتحان مانگتی ہے اور محبت کا اصل امتحان تو نکاح کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔ اپنے رشتے میں موجود اعتماد کو کبھی کمزور نہ ہونے دینا ورنہ زندگی دشوار ہو جائے گی اور امتحان میں کامیابی ناممکن۔۔۔"

ان کی بات کو سمجھتے حور نے ہاں میں سر ہلایا۔

*****

"اوہ! تو یہ آپ کا پارٹ ٹائم کام ہے۔۔۔۔"

حور کی بات پہ نفی میں سر ہلاتے ہادی نے گاڑی کا موڑ کاٹا۔ اور گلبرگ کے ایک خوبصورت ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی روکی۔

"نہیں! یہ میرا پارٹ ٹائم نہیں آل ٹائم کام ہے۔۔۔ یو کین سے۔۔۔ میری زندگی کا مقصد۔۔"

حور کو اس کا عزم دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ہادی اِسے لئے ریسٹورنٹ میں موجود اپنے پسندیدہ کارنر کی طرف لے آیا تھا جو خوش قسمتی سے خالی تھا۔ یہ سب سے تھوڑا ہٹ کر پرائویسی میں تھا اور سب سے بڑھ کر کھڑکی بھی ساتھ تھی۔ جبریل اور ہادی ہمیشہ اِسی جگہ بیٹھتے تھے اور آج وہ حور عین یعنی اپنی بیوی کے ساتھ موجود تھا۔ ویٹر مینو کارڈ پکڑے اِن کے سر پہ حاضر ہوا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا لیں گی آپ؟۔۔۔" ہادی مینو کارڈ پر نظر دوڑاتے حور عین سے مخاطب ہوا۔ جس کا چہرہ پیلے کپڑوں اور کچھ کھڑکی سے آتی سورج کی روشنی کے باعث مزید دمک رہا تھا۔

"لنچ آپ کی طرف سے ہے تو آرڈر بھی آپ ہی دیں۔"

"سوچ لیں، پھر ایسا نہ ہو آپ کو میری پسند اچھی نہ لگے۔" آرڈر ڈن کرنے سے پہلے اُس نے ایک آخری بار جیسے پوچھنا چاہا۔

"اگر نہ بھی اچھا لگا تو کیا کِیا جا سکتا ہے کھانا تو پڑے گا۔ آخر مجبوری جو ٹھہری۔" کیا شایانہ انداز تھا ہادی عش عش کر اُٹھا۔ مگر آرڈر اُس نے اپنی پسند کا ہی دیا۔

"اب میں ایسا بھی بندہ نہیں ہوں۔ جو اپنی ایک دن دلہن کے ساتھ پہلی بار باہر آئے اور اُسے اُس کا پسند کا کچھ نہ کھلائے۔" وہ بات بڑھاتے بولا تو حور نے استہزائیہ انداز میں اُسے دیکھا۔

شاید وہ کوئی جواب دیتی مگر ہادی کو آنے والی آفیشل کال کے باعث اِسے خاموش ہونا پڑا۔ اُسے فون پہ کوئی دس منٹ لگ گئے تھے جب حور عین نے اِسے شکایتی نظروں سے دیکھا۔

ہادی نے فوری معذرت کرتے فون بند کرنا چاہا مگر اِس کے باوجود اُسے دو منٹ مزید لگے تھے۔

" سوری سوری سوری وہ امپورٹنٹ کال تھی زرا۔۔۔ خیر کہاں تھے ہم؟۔۔۔" اتنے میں ہی اِن کا گرما گرم بھاپ اڑاتا آرڈر آیا تھا۔ ویٹر دونوں چیز سٹفڈ چکن سرو کرنے لگا۔

اُس کے جاتے ہی حور نے وہی موضوع شروع کیا جو آرڈر دینے سے پہلے تھا۔

"آپ نے بتایا نہیں کہ یہ آل ٹائم ورک آپ نے کب سے شروع کیا؟۔۔۔" ہادی اُس کا اشارہ سمجھتے ہلکے سے مسکرا دیا۔

"ڈگری لے کر پاکستان آنے کے بعد سے۔۔۔" پھر وہ خود ہی اپنی بات پہ ہنس دیا۔ جیسے کچھ یاد آیا ہو۔

"اصل میں یہ کام چاچو کا تھا۔ پھر چاچو کی ڈیتھ کے بعد اُن کا سارا بزنس ختم ہو گیا۔ سارے شئیرز ڈوب گئے۔ اُن کی این۔جی۔او کو بند کرا دیا گیا۔ نیز سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ لیکن وہ کہتے ہیں ناں۔ جب سارے در بند ہو جائیں تب بھی کوئی نہ کوئی در ایسا ضرور ہوتا ہے جو اللہ نے اپنے بندے کے لئے کھُلا چھوڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ساتھ بھی ہوا۔۔۔ ان کی ڈیتھ کے تھوڑے دنوں بعد ہی ان کا ایک دوست گھر آیا تھا۔ میں بہت چھوٹا ہوتا تھا مگر مجھے اچھے سے یاد ہے۔" وہ جیسے ماضی میں جا چکا تھا اور ہر بات بہت آرام آرام سے بتا رہا تھا۔

ان کے دوست نے پاپا کو اِس گھر کی چابیاں اور فائل دی تھی۔ جس میں آج ہم گئے تھے۔ یہ گھر انہوں نے اپنی ہونے والی بیوی یعنی آپ کی پھپو کو شادی کا تحفہ دینے کے لئے خریدہ تھا۔ مگر حالات نے اِس رُخ کروٹ لیا کہ اس کا وقت ہی نہیں آ سکا۔ پھر یہ گھر ہم نے چاچو کے چھوڑے ہوئے کام کے لئے رکھ لیا۔ میری پڑھائی مکمل ہونے تک سب کام پاپا ہی زیادہ دیکھتے تھے پھر جب میں نے مکمل بزنس اور اس کام میں انٹرسٹ لینا شروع کیا تو پاپا آہستہ آہستہ پیچھے ہوتے گئے اور یہ کام مکمل میرے سپرد کر دیا۔ اور اب سب تمہارے سامنے ہے۔" وہ کبھی تم اور کبھی آپ کہہ کر اِسے مخاطب کرتا تھا حور نے غور کیا مگر کچھ کہا نہیں۔۔۔

پوری کہانی سنا کر اس نے کندھے اچکائے اور سامنے پڑی ڈش سے مکمل انصاف کرنے لگا۔

"خیر یہ تو تھی میری طرف کی سٹوری اب آتے ہیں تمہاری سٹوری کی طرف تم بتاؤ کچھ اپنے بارے میں۔۔۔"

وہ بہت جلدی آپ سے تم پہ آ گیا تھا حور نے اس بار واضح غور کیا تھا مگر پھر کچھ کہے بغیر اُس کی بات کا جواب دینے لگی۔

"پھوپو کی ڈیتھ کے بعد پاپا اُن لوگوں سے بہت ڈر گئے تھے۔ اِسی لئے وہ کسی کو بھی اپنی کوئی بھی خبر دیئے بغیر فوراً ہی ہم سب کو لے کر باہر چلے گئے۔ پھر وہاں جا کر مجھے پڑھائی کے ساتھ ساتھ ایک ایشیئن سکول میں سیلف ڈیفنس کی

پریکٹس کے لئے ڈال دیا۔ یہ میری پسندیدہ چیزوں میں سے ایک چیز تھی۔ میں نے اپنی پھوپو کو معزور ہونے کے باوجود اپنے آخری وقت تک اپنے اور میرے لئے لڑتے دیکھا تھا۔ وہ چیز میرے دل و دماغ میں نقش کر چکی تھی۔ میرا سارا فوکس صرف ٹائکوانڈو، کراٹوں اور سیلف ڈیفنس کی پریکٹس پہ ہی ہوتا تھا۔ پڑھائی سے زیادہ مجھے بس ایک ہی چیز کا جنون تھا اور وہ تھا سیلف ڈیفنس کی مختلف سکلز سیکھنا۔ میں روز بروز پڑھائی سے دور اور ان سب چیزوں کے قریب ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے اپنا میٹرک بھی رو رو کر پاس کیا تھا۔ "

ہادی کے لئے یہ خبر نئی تھی۔ وہ اسے برائٹ سٹوڈنٹ سمجھتا تھا۔ وہ اِسے چاہ کر بھی نہ کہہ سکا کہ اُس دن کوئی اپنے ہمیشہ اے پلس گریڈ آنے کی بہت شوخیاں مار رہا تھا۔ وہ اِسے جتلانا ضرور چاہتا تھا مگر ٹوکنا ہرگز نہیں۔۔۔ وہ بھی تب، جب وہ خود سے اپنے بارے میں بتا رہی تھی۔ اِسی لئے یہ بات پھر کبھی کے لئے ادھار رکھ لی۔

"پھر میٹرک پاس کرنے کے بعد میں نے ضد ڈالی تھی کہ مجھے آگے نہیں پڑھنا۔ مجھے جونیئر ایشیئن چیمپیئن لیگ جوائن کرنی ہے۔" وہ اپنی بات بتاتے ہادی کی شکل دیکھتے ہنسی۔ جس پہ حیرانگی صاف واضح تھی۔ مگر اپنی بات جاری رکھی۔

پھر اس وقت دادا نے بڑی مشکل سے مجھے آگے پڑھنے کے لئے راضی کیا تھا۔ میری دلچسپی کو دیکھتے دادا نے مجھے کمپیوٹر سائنس رکھنے کا کہا تھا اور میں جو آگے پڑھنا ہی نہیں چاہتی تھی اسے کیا فرق پڑتا تھا جو بھی ہوتا۔ لیکن اس فیلڈ میں جا کر میں پڑھنا شروع ہو گئی تھی۔ دادا جانتے تھے کہ ایسا کیوں ہے۔ وہ پھوپو کے بعد میرے بیسٹ فرینڈ تھے۔ وہ میری ہر چھوٹی چھوٹی خواہش کو جانتے تھے اسے لئے انہوں نے اس فیلڈ کا میرے لئے انتخاب کیا تا کہ میں اپنا خواب پورا کر سکوں۔ پھر میں نے اپنی ایک دوست کے والد سے کوڈنگ کی کلاسس لیں۔ تھوڑی بہت ہیکنگ مجھے سکول کے زمانے سے ہی آتی تھی مگر ایک بہترین استاد کی شاگردی میں جاتے ہی میں اپنی تعلیم اور شوق دونوں میں آگے بڑھتی

گئی۔ پھر دادا کی طبیعت خراب رہنے لگی اور اُن کی خواہش پہ سب کا پاکستان واپسی کا پلان بن گیا۔ مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ دادا کی وفات پاکستان آنے سے پہلے ہی ہو گئی۔ دادا کی وفات کے بعد ہم سب پاکستان آ گئے یہ ان کی خواہش تھی انہیں غیر مٹی میں نہیں بلکہ اپنی بیوی اور بیٹی کے قریب سپرد خاک کیا جائے۔ اور اس کے آگے جو ہوا وہ آپ جانتے ہی ہیں۔ "

اپنی بات کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی پلیٹ بھی خالی کر کے ایک طرف کھسکائی اور سیدھی ہو کر بیٹھی۔ جبکہ وہ ابھی بھی کھانے میں مصروف تھا۔

"باقی سب تو ٹھیک ہے لیکن آپ مجھے حرم فاؤنڈیشن کب لے کر جا رہی ہیں؟۔۔۔ "

وہ بھی اپنی پلیٹ خالی کرتے نیپکن سے منہ صاف کرتے بولا۔

حورعین کے ماتھے پہ یکدم تیوری چڑھی تھی۔

اس نے تو حرم فاؤنڈیشن کا ذکر بھی نہ کیا تھا۔ یعنی وہ پہلے ہی اس پہ بیک گراؤنڈ چیک کر چکا تھا اور اب جان بوجھ کر معصوم بننے کا ڈھونگ رچا رہا تھا۔

"کیا ہوا؟۔۔۔" اِسے پتلیاں سکیڑے اپنی طرف تکتا پا کر وہ مسکراہٹ دباتے گویا ہوا۔

" اتنی محبت سے کیوں دیکھ رہی ہیں؟۔۔۔ چلیں دیکھ لیں دیکھ لیں، اب تو آپ کے پاس پرمٹ لیٹر بھی ہے۔۔۔ لیکن اگر دیکھنا ہی ہے تو اِن خونخوار نظروں کے بجائے تھوڑا پیار سے ہی دیکھ لیں ابھی تو میں آپ کا نیا نیا دولہا ہوں۔ اتنا تو حق بنتا ہے ناں۔۔۔"

وہ بالوں میں انگلیاں چلاتا ڈھیٹائی سے بولتا حور کو مزید تپ چڑھا گیا تھا۔

"یو نو واٹ ؟۔۔۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی مجھے لگا تھا کہ آپ اتنے فضول انسان نہیں ہیں جتنے مجھے لگتے ہیں مگر نہیں۔۔۔ آپ نے اگلے ہی پل میری نئی پیدا ہوتی تمام سوچوں کو غلط ثابت کر دیا اور بتا دیا کہ حور عین تمہاری قسمت اس دو نمبر انسان کے ساتھ بہت بُری طرح پھوٹ چکی ہے۔"

اس کی بات پہ یکدم وہ ہنسا تھا اور ہنستا ہی چلا گیا تھا۔

"اوہو یار!۔۔۔اب مجھ معصوم سے کیا خطا ہوئی ہے؟۔۔۔"

"ساری خطا ہی یہ ہے کہ آپ کبھی معصوم ہو ہی نہیں سکتے۔ اب فضول معصوم بننے کی دو نمبر ایکٹنگ چھوڑیں اور سچ بتائیں کب سے بیک گراؤنڈ چیک رکھا ہوا ہے مجھ پر۔"

"توبہ کرو مسز۔۔۔بیک گراؤنڈ چیک۔۔۔اور وہ بھی تم پہ؟۔۔۔وہ بات کرو جو سمجھ بھی آئے۔۔۔"حور کی بات پہ اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ مگر اُس کی مسلسل پڑتی گھوری پہ ہار مانتے ہاتھ کھڑے کئے۔

"اچھا یار، بتاتا ہوں۔ یہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ بس جب دارالایمان میں تمہیں دیکھا تھا تب سے۔۔۔۔ مگر زیادہ چیک نہیں رکھا بس ہو نہی ہلکا پھلکا۔۔۔"وہ جلدی سے وضاحت دیتے بولا۔

حیرانگی کے مارے حور عین کا منہ کھلا تھا۔ مگر اپنے حُلیے اور ارد گرد کا احساس کرتے خاموش رہی۔ اور ہادی نے اتنے میں ہی جان چُھٹنے میں عافیت جانی تھی۔

******

بڑھی ہوئی شیو اور خاکی شلوار قمیض پہ زیتونی سبز رنگ کی واسکٹ پہنے وہ دونوں دولہے سٹیج سنبھالے بیٹھے تھے۔ ان دونوں نے شیو خاص مہندی کی مناسبت سے بڑھا رکھی تھی۔ دونوں نے ایک جیسے کپڑے، ایک جیسا ہیئر سٹائل اور ایک ہی جیسی پشاوری چپل پہن رکھی تھی۔ مگر شایان کی طرح آج ہادی نے شال پہننے سے بہت سہولت سے انکار کیا تھا۔ اُسے نکاح کے دن ہونے والی بے عزتی ابھی تک نہ بھولی تھی۔۔۔

ہدیٰ اور شایان کے نکاح کی رسم آج رکھی گئی تھی۔ نکاح کے بعد ہدیٰ کو شایان کے ساتھ ہی سٹیج پہ بٹھایا گیا تھا۔ شفاء نے ہدیٰ کا ڈریس بنواتے شایان کے کپڑوں اور کنٹراسٹ کا خاص خیال رکھا تھا۔ ہدیٰ کو سٹیج پہ بٹھا کر وہ پاس کھڑے جبریل کے ساتھ جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ صبح سے ہدیٰ کے ساتھ تھی اور ان ہی کی طرف سے ہال میں بھی آئی تھی۔ جبریل نے اُسے سر سے پاؤں تک بھرپور نظروں سے دیکھا۔ آج سے پہلے وہ ایسے کبھی اتنی سجی سنوری نہیں تھی یا کبھی جبریل نے اسے یوں سجا سنورا دیکھا ہی نہ تھا۔

"یہ میری ہی بیوی ہے یا اُس کی ریپلیسمنٹ میں کوئی اور حسینہ؟۔۔۔"

وہ شرارتی سے انداز میں کہتا اس کی طرف جھکا۔

" جی بالکل درست اندازہ لگایا آپ نے' یہ آپ کی بیوی نہیں بلکہ اُس کی ریپلیسمنٹ میں ہُدیٰ کی بہن ہے۔ جو کہ بالکل آؤٹ آف ریچ ہے۔"

"کیا مطلب؟۔۔۔" وہ جھٹکے سے اس کے سامنے آیا۔ نجانے کیوں جبریل کو پھر سے خطرے کی بو آنا محسوس ہوئی تھی۔

"یہی کہ ہدیٰ کی بہن، ہدیٰ کے جیٹھ کے لئے بالکل آؤٹ آف ریچ ہے۔۔۔" شفاء نے وہی بات دوبارہ دوہرائی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"Elaborate wifey..."

اس کے چہرے پہ آئی لٹ اُس کے کان کے پیچھے کرتا وہ دھیمے سے بولا تو چارو ناچار شفاء کو کہنا پڑا۔

" وہ مجھے آج بھی عافیہ آنٹی کے پاس رُکنا پڑے گا۔۔۔" نظریں جھکائے اُس نے مجرموں کی طرح اعتراف کیا تھا جس پہ جبریل کو اعتراض ہوا تھا۔

" یار تم پاگل تو نہیں ہو گئی۔۔۔" وہ زچ ہوتے دبا دبا چیخا۔

"صبح جلدی آجاؤں گی ناں، پکا والا وعدہ۔" شفاء نے اُسے منانے کی اپنی سی کوشش کی۔ جس پہ وہ ناکام ٹھہری۔

"یار میں شوہر ہوں تمہارا' سب کا احساس کرنے کے بہانے تم مجھے جان بوجھ کے اگنور کر رہی ہو۔"

اِدھر اُدھر دیکھتے وہ دھیما مگر سختی سے بولا۔

"نہیں جبریل' میں بھلا ایسا کیوں کروں گی؟۔۔۔ اور یہ کوئی بہانہ نہیں ہے وہ لڑکی والا گھر ہے اور پھر وہاں ایک بھی نہیں دو دو شادیاں ہیں۔ آنٹی اکیلی بھلا کیسے سب سنبھالیں گی۔"

"تو شفاء بی بی' ہمارا بھی تو شادی والا گھر ہے۔ ہم بغیر کسی عورت کے اکیلے کیسے سب سنبھالیں گے۔" وہ بھی اُسی انداز میں بولا۔

"جبریل پلیز ٹرائی ٹو انڈرسٹینڈ۔۔۔ انہوں نے مجھے بہت مان سے کہا ہے اور میں انکار نہیں کر سکتی انہوں نے ہمیشہ ایک ماں کی طرح میرا بہت خیال رکھا ہے۔ اور پھر آج رات ہی کی تو بات ہے میں صبح صبح ہی واپس آجاؤں گی۔ اور ویسے بھی اپنے گھر کو مینج کرنا میں اچھے سے جانتی ہوں آپ کو مجھے میری ذمہ داری یاد دلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ اخیر میں شکوہ کر گئی تھی جس کا جواب فوراً جبریل نے دیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"جی بالکل' اپنے گھر کی طرف نکلتی تو تمام ذمہ داریاں یاد ہیں مگر گھر والے کی طرف اور اپنی صحت کی طرف نکلتی ایک بھی نہیں۔۔۔"

جبریل کو زیادہ فکر اس کی صحت کی بھی تھی وہ کتنے دنوں سے شادی کے تیاریوں اور ہسپتال کے بیچ میں ایک کھلونا بن کر رہ گئی تھی جسے آرام کا وقت بھی نہ ملتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد زمان مصطفیٰ کے بلانے پر وہ ان کے پاس چلا آیا جو اِسے اپنے کسی جاننے والے سے ملوانے لگے۔

******

"بھائی اٹھیں یہاں سے۔۔۔" ہادی اپنے کولیگز سے مل کر واپس سٹیج پہ آکر بیٹھا تو شایان اس کی طرف رخ کئے فوراً بولا۔ ہادی نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ جو مزید کہہ رہا تھا۔

"اٹھیں اب آپ مہمانوں میں جائیں۔ آپ کے آج کے پیسے پورے۔۔۔"

"ہیں ہیں؟۔۔۔ کیا مطلب؟۔۔۔ ابھی تو میری رسم بھی پوری نہیں ہوئی۔"

"پھر کم از کم میری بیوی کے پاس سے اٹھ کر میرے پاس آکر بیٹھ جائیں۔ ایسے لوگ مجھے کم اور آپ کو بھائی کے بجائے دولہا زیادہ سمجھ رہے ہیں۔"

جہاں اس بات پہ دلہن بنی ہدیٰ نے توبہ کی تھی وہیں رسم کے لئے سٹیج پہ چڑھتے جبریل نے اس کے سر پہ چپت لگائی تھی۔

"نکاح شدہ ہو گئے ہو تم' اب تو کچھ عقل کر لو۔" وہ اِس کی سرزنش کرتے بولا جس پہ شایان بھی بدوبدی بولا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

" آپ تو رہنے ہی دیں بھائی، جتنی اچھی عقل آپ نے استعمال کی تھی نکاح کرا کے ویسی عقل سے تو میں باز آیا۔۔۔۔ اور آپ۔" وہ جبریل کو سُنا کر واپس ہادی کی طرف پلٹا۔

"ہادی بھائی سٹیج اُٹھ جائیں ورنہ ادھر ہی آ جائیں۔ "

وہ ہادی کے لئے اپنے پاس جگہ بناتے بولا جبکہ شرمندہ ہوتے جبریل نے شفاء کی جانب دیکھا کہ کہیں اُس نے نہ سُن لیا ہو۔ اس کے برعکس ہادی اور شایان اپنا ہی شو کھول کر بیٹھے ہوئے تھے۔

"اے چپ کرا اے۔۔۔ میں اپنی بہن کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں، زیادہ بکواس نہ کر۔۔۔ ایک تو میں اپنی دلہن کے بغیر اکیلا بیٹھوں، دوسرا تم لوگوں کی باتیں بھی سنوں۔۔۔ اتنا بڑا وقت نہیں آیا عبد الہادی پہ ابھی۔ "

وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا سارا فنکشن اسی جگہ پہ بیٹھا رہا۔

******

جبریل کی گاڑی افگن ولا کے باہر رُکنے پر شفاء نے اپنی طرف کا دروازہ کھولنے کے لئے لاک پہ ہاتھ رکھا ہی تھا جب کلک کی آواز کے ساتھ گاڑی مکمل لاک کر دی گئی تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے جبریل کی جانب دیکھا جو سٹیرنگ ویل کو پکڑے اِسے ہی دیکھ رہا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ کیا ہے جبریل؟۔۔۔ گاڑی کھولیں مجھے نیچے اترنا ہے۔"

جبریل نے جواباً خاموش نظروں سے اِسے دیکھا۔ ایسے دیکھنے پہ شفاء نے ابرو اچکائے۔

" اگر میں کہوں، میں گاڑی نہیں کھولوں گا اور تم اندر نہیں جاؤ گی تو؟۔۔۔"

اس کے ایک دم سے پینترا بدلنے پہ شفاء حیران ہوئی۔ ابھی گھر سے تو صحیح آیا تھا۔

"جبریل، عافیہ آنٹی کی کتنی کالز آچکی ہیں آج جانے دیں آخری دفعہ۔ پلیز۔۔۔" وہ ملتجی ہوئی۔

"بالکل بھی نہیں۔۔۔" وہ بضد ہوا۔

کچھ دیر تو شفاء اسے دیکھتی رہی۔ پھر پکار اٹھی۔

"جبریل!۔۔۔" انداز تنبیہ سے بھرا تھا۔

"شفاء!۔۔۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے پھر چلیں واپس۔۔۔" شفاء نے ٹیک لگاتے واپسی کی ہامی بڑھی تو جبریل نے بھی اس کی بات پہ فوراً انجن سٹارٹ کیا۔

"جبریل!۔۔۔" وہ چیخی اسے جیسے یقین نہ آیا تھا وہ واقعی واپس لے کر جا رہا ہے۔

"جی مسز جبریل، ہم واپس ہی جانے لگے ہیں۔"

اس نے ریورس گیئر لگا کر گاڑی پیچھے کو کی تھی۔ جب شفاء نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے روکا۔

"جبریل گاڑی روکیں مجھے جانا ہے۔ ایسے کتنا بڑا لگے گا آنٹی کو۔"

"یار حد ہے۔" وہ گاڑی جھٹکے سے روکتے ایک دم بولا۔

"میں بھی ایک عدد شوہر ہوں تمہارا۔۔۔ مگر آنٹی نے تو جیسے میری بیوی کو دیہاڑی پہ مزدور ہی رکھ لیا ہے۔"

"شرم کریں کچھ بولنے سے پہلے سوچتے بھی نہیں ہیں اور لاک کھولیں مجھے جانا ہے۔"

جبریل نے منہ بناتے گاڑی انلاک کی۔

"سنو!۔۔"

اُس نے گاڑی سے اترتی شفاء کا ہاتھ پکڑ کے اِسے ایک بار پھر روکا۔

"اُف جبریل' اب کیا ہے؟۔۔۔"

"صبح جلدی آؤ گی نا؟۔۔۔۔"

"جی جلدی آؤں گی۔" اس کی شکل دیکھ کر وہ مسکرا دی۔

"پرامس؟۔۔۔" اس نے یقین دہانی چاہی۔

"پکا پرامس۔"

"اب جاؤ' ورنہ میں ارادہ بدل لوں گا۔" اس کی بات پہ وہ فوراً گاڑی سے اتری تھی۔ اور جبریل تب تک اُسے دیکھتا رہا جب تک کہ وہ نظر سے اوجھل نہ ہو گئی۔ جب وہ چلے گئی تو اُس نے گاڑی گھر کی طرف بڑھا دی۔

ابھی وہ شاور لینے کے بعد سونے کے لئے لیٹا ہی تھا جب اس کا موبائل بجا۔ اس نے سکرین پہ جگمگاتا نام دیکھ کر کال ریس کی۔

"مجھے ابھی اور اِسی وقت ڈیٹ پہ جانا ہے۔"

دوسری جانب سے مطالبہ کیا گیا تھا۔

"سوری مگر میں مردوں کے ساتھ ڈیٹ پہ نہیں جاتا۔"

"مجھے آپ کے نہیں بلکہ آپ کی بہن کے ساتھ ڈیٹ پہ جانا ہے۔"

شایان نے وضاحت دی۔

"لگتا ہے شادی کی خوشی میں ٹائم دیکھنا بھول گئے ہو۔ کوئی عزت دار بھائی آدھی رات اپنی بہن کو ڈیٹ پہ نہیں بھیجتا۔"

"میں نے بھی ٹائم دیکھ کر ہی بہن کے بھائی کو فون کیا ہے۔ اگر آپ نے ڈیٹ فکسنگ کے درمیان اپنی لمبی ٹانگ نہ اڑائی ہوتی تو آج ہماری بارات ہوتی اور میری سالگرہ کے موقع پر میری بیوی میرے پاس ہوتی۔" دوسری جانب موجود انسان جزباتی ہوا تھا۔

"کچھ شرم کرو لڑکے، تم اس وقت اپنی بیوی کے بھائی سے بات کر رہے ہو۔"

"تو کیا ہوا میری بیوی کا بھائی میرا سالہ بھی ہے اور اس وقت اپنی بہن کو میرے ساتھ ڈیٹ پر بھی بھیجنے والا ہے۔" کیا یقین تھا ہادی عش عش کر اُٹھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ناں میری جان ناں!۔۔۔ میں یہ کام ہرگز نہیں کرنے والا۔"

بیڈ سے اترتے ہادی نے پاؤں میں جوتی پہنی اور اپنے قدم باہر کی طرف بڑھائے۔

"ہادی بھائی پلیز مان جائیں ناں' صرف ایک آپ ہی ہیں جو اس وقت میرے کام آسکتے ہیں۔ پلیز آخری دفعہ۔۔۔ اس کے بعد میں کبھی آپ کی بہن کے ساتھ ڈیٹ مارنے کے لئے آپ سے نہیں کہوں گا۔۔۔ ابھی پلیز مان جائیں ناں میں باہر گاڑی میں بیٹھا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ ملتجی ہوا۔

"اتنے بڑے بول بولنے سے پہلے ایک بار سوچ لو شایان صاحب' یہ نا ہو کہ مستقبل میں بھی تمہیں میری ضرورت پر جائے اور میں تمہاری مدد نہ کر سکوں بالکل ابھی کی طرح۔۔۔"

مسکراتا ہوا ہادی اس سے بات کرنے کے ساتھ ساتھ ایک کمرے کے سامنے جا کر رُکا۔ دوسری طرف فون پہ موجود شایان بولا تھا۔

"اچھا ہوتا کہ میں آپ کی بجائے سیدھا اپنی بیوی کو فون کرتا اور اسے ملنے کا حکم دیتا۔ پھر صحیح رہتے آپ بھی۔"

"ہاں تو کیوں نہیں دیا اپنی بیوی کو حکم۔ اُسی کو فون کرتے مجھے کیوں کیا۔"

ہدیٰ کے دروازے پہ دستک دیتے ہادی کا انداز چیلنجنگ ہوا تھا۔ جس پہ مقابل نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"اگر مجھے زرا سا بھی یقین ہوتا کہ اس حکم کے بعد آپ کی بہن کل میرے ساتھ خوشی خوشی رخصت ہو جائے گی تو ضرور اُسی کو حکم دیتا۔" جواباً ہادی کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا تھا۔

"اب تم فون بند کرتے ہو یا میں تمہاری مدد کرنے کا ارادہ بدلوں۔"

ہدیٰ کی آواز پہ اس نے اندر قدم رکھا۔ جو پیلے لباس میں ملبوس چہرے کے ارد گرد دوپٹہ لپیٹے جانماز طے کر رہی تھی۔

جانماز ایک طرف رکھتے اُس نے چادر اتار کر ایک طرف رکھتے اپنے سوٹ کے ساتھ کا دوپٹہ لیا۔

"سب خیریت ہے بھائی؟۔۔۔" وہ اپنے بیڈ پہ موجود چوڑا ہو کر بیٹھے ہادی سے مخاطب ہوئی۔

" نہیں بالکل خیریت نہیں ہے۔ تم بھلکر نالائق کو کچھ یاد بھی ہے آج کیا تاریخ ہے۔" وہ آرام دہ انداز میں لیٹتا بولا۔ جبکہ ہدیٰ کشمکش میں پڑی تھی۔

"کیوں تاریخ کو کیا ہوا؟۔۔۔" اسے جیسے کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا۔

"اوہ باندری!۔۔۔رات بارہ بجے تمہارے شوہر کی سالگرہ ہے۔" ہادی نے افسوس والے انداز میں اسے یاد کراتا ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھا اور ہدیٰ نے اِس کی بات پہ جیسے ناک پر سے مکھی اڑائی تھی۔

"آپ بھی ناں۔۔۔میں تو پریشان ہی ہو گئی کہ پتا نہیں کیا ہے۔" ناک پر سے مکھی اڑاتے وہ اس کے پاس بیٹھتے بولی۔

"اُف لڑکی تمہارا کیا ہو گا تم نے تو اُس کے لئے کوئی گفٹ بھی نہیں خریدہ ہو گا۔۔۔"

ہادی کو جیسے افسوس ہوا تھا۔

"تم اتنی جلدی بھول گئی اُس نے تمہارے لئے سرپرائز ارینج کیا تھا۔ اب سرپرائز نہیں تو کم از کم تم اس کے لئے کوئی گفٹ تو خرید سکتی تھی ناں۔ "

ہادی نے اسے شرمندہ کرنا چاہا مگر ہدیٰ پہ کوئی خاص فرق نہ پڑا تھا۔ وہ بڑے آرام سے اس کے پاس سے اُٹھ کر شیشے کے سامنے گئی اور بالوں میں کنگھی کرنے لگی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو کیا ہو گیا بھائی آپ کو اُس کی اتنی فکر کیوں لگی رہتی ہے اور ویسے بھی اتنے کاموں میں بر تھڈے وغیرہ کون یاد رکھتا ہے۔"

اس کے جواب پہ کچھ دیر تو ہادی کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر اگلے لمحے اس کا ہاتھ پکڑے اسے لئے کمرے سے باہر نکلا تھا۔

"ارے ارے! کہاں لے جا رہے ہیں۔"

"فوراً جوتی پہنو ابھی بتاتا ہوں۔"

"جوتی کہاں گئی؟۔۔۔" وہ ارد گرد متلاشی نظروں سے جوتی ڈھونڈتے بولی۔

"کوئی بھی پہن لو۔۔۔ پکڑو یہ پہن لو۔"

دروازے کے پاس پڑی الماس کی جوتی اس کے پاؤں کے آگے کرتا وہ بولا۔ جو ہدیٰ نے وقتی طور پہ پہن لی۔

اِس کے جوتی پہنتے ہی وہ دوبارہ سے اس کا ہاتھ پکڑے باہر کی طرف بڑھا تھا۔

"کہیں جا رہے ہیں آپ لوگ۔" عافیہ بیگم کے کمرے سے نکلتی شفاء انہیں کہیں جاتا دیکھ کر پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"جی ہم زرا آپ کے دیور کو اس کا سرپرائز بر تھڈے گفٹ دینے جا رہے ہیں آپ ماما بابا کو سنبھال لیجئیے گا۔" اُس نے ایک جملے میں ہدیٰ اور شفاء دونوں کو مطلع کیا تھا۔ جس پہ شفاء مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی اور ہدیٰ کو کچھ وقت لگا تھا ہادی کی بات ہضم کرنے میں۔

"کیا مطلب ہے بھائی کون سا سرپرائز گفٹ؟۔۔۔ میرے پاس تو کوئی گفٹ ہی نہیں ہے۔"

ہادی کی بات پہ ہُدیٰ یکدم پریشان ہوئی۔

"کوئی بات نہیں، تمہارے پاس نہیں ہے مگر میرے پاس ہے وہ تم دے دینا۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑے تیز تیز قدم اٹھاتا بولا

"مجھے بڑی چادر تو لینے دیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ دوپٹہ بھی ٹھیک ہے۔"

ہدیٰ کے سارے بہانے زبان پہ دم توڑ گئے۔ جب اس نے گیٹ کے سامنے کھڑی گاڑی میں سے شایان کو نکلتے دیکھا۔ اس نے بے یقینی سے اپنے بھائی کو دیکھا۔

جو اس کے دیکھنے پہ فوراً بولا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے اب تم بیوی ہو اُس کی۔ اور منہ سیدھا کرو اُسے شک بھی نہ پڑے کہ تم اُس کی برتھڈے بھولی پڑی تھی۔" آہستگی سے کہتا وہ مسکرایا تھا۔ جس پہ ہدیٰ نے فوراً اپنے چہرے کے زاویے درست کئے تھے۔

"لو بھئی تمہارا کام تو ہوا۔ مگر یاد رکھنا یہ آخری بار تھا۔ اور اگر۔۔۔ پورے گھنٹے بعد میری بہن اپنے کمرے میں نہ ہوئی تو میں تم پہ اس کے اغواء کا مقدمہ چارج کر دوں گا۔" ہدیٰ کو شایان کے ساتھ کھڑا کرتے۔ اُس نے تنبیہی انداز اپنایا۔

"جو حکم۔۔۔" پورے بتیس دانتوں کی نمائش کرتے شایان اپنا ہاتھ سینے پہ رکھتے آگے کو جھکا اور شکریہ کہتے ہدیٰ کے لئے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا۔ جبکہ ہدیٰ نے بیٹھنے سے پہلے ایک نظر اپنے حلیے کو اور ایک نظر اپنے پاؤں میں موجود الماس کی اپنے سے بڑے سائز کی پنک چپل کو دیکھا تھا۔ اِسے ہادی پہ رج کے غصہ آیا تھا اور اُس سے بھی زیادہ ہادی اور

شایان کے اس اچانک افتاد پہ۔۔۔ مگر اب کچھ کہہ نہیں سکتی تھی اسی لئے اپنے پاؤں ایک طرف کر کے چھپانے کی ناکام کوشش کرتے خاموشی سے بیٹھ گئی۔

******

اللہ اللہ کر کے یہ دن بھی آیا۔ زمان مصطفیٰ کا گھر جیسے خوشیوں اور روشنیوں سے جگمگا اُٹھا تھا۔ دوسری طرف افگن مینشن اور قصرِ فاروقی بھی کسی سے کم نہ تھا۔ تینوں گھر شہنائی سے سجے تھے۔

شایان اور زیان کب سے ایک دوسرے کے کانوں میں کُھسر پُھسر کرتے پائے جا رہے تھے۔ مگر جیسے ہی جبریل یا شفاء میں سے کوئی سامنے آتا ایک دم سیدھے ہو جاتے۔

شفاء جبریل سے وعدہ کرنے کے باوجود لیٹ آئی تھی۔ وہ صبح سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اور اب جب وہ آگئی تھی تو وہ جان بوجھ کر اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ دو تین بار شفاء نے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ سرعت سے اس کی بات نظر انداز کرتا کمرے سے نکل گیا۔ شفاء کو اِس حرکت پہ غصہ آیا تھا۔ اُسے جبریل کی اکڑ شروع سے زہر لگتی تھی۔ اب کافی حد تک اس کی اکڑ پہلے سے کم ہو چکی تھی مگر پھر بھی کبھی کبھار دکھانے سے باز نہ آتا تھا۔ اس کی اکڑ کو ہی دیکھتے ہوئے شفاء نے اسے منانے کا ارادہ ملتوی کیا اور خاموشی سے چیزیں پوری کرتے کمرے سے چلے گئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہُدیٰ کی شفاء کو دو تین بار کالز آچکی تھیں۔ اِن دونوں کو ایک ہی پارلر سے تیار ہونا تھا۔ ہدیٰ کب سے وہاں پہنچ چکی تھی مگر شفاء کو کافی دیر ہو چکی تھی۔ شفاء نے جلدی جلدی کام سمیٹا اور حدید کی چیزیں زیان کے حوالے کیں، زمان مصطفیٰ کی ساری چیزیں ان کے بیڈ پہ رکھیں اور جبریل کی ضرورت کی تمام چیزیں بھی سامنے رکھ کر وہ اُس کے آنے سے پہلے ہی کمرے سے نکل گئی۔ اس نے فریج سے ایک باکس نکالا۔ جس میں ہدیٰ کے لئے سینڈوچ پڑے تھے وہ اُس کی بھوک سے اچھے سے واقف تھی۔ اسی لئے پہلے ہی ڈبہ تیار کر کے رکھ لیا۔ کہ اگر تیار ہوتے بھوک لگ گئی تو ہلکا پھلکا سا

کچھ کھالے گی۔ ورنہ دولہن بن کر ٹینشن میں کہاں کچھ زیادہ کھایا پیا جاتا ہے۔ مگر شفاء یہ بھول گئی تھی کہ یہ ہدیٰ تھی اور ہدیٰ بھوک میں وقت اور جگہ نہیں دیکھتی صرف کھانا دیکھتی ہے۔

وہ باہر آئی تو شایان سے بات کرتا جبریل اسے دیکھتے ایک دم چپ ہوا۔ اِسے مکمل نظر انداز کرتے شفاء زیان سے مخاطب ہوئی۔ اس حرکت کو نوٹس کرتے جبریل مسکرا کر رہ گیا۔

شایان کی حالت دیکھ کر شفاء کو غصہ آیا تھا۔ جو ابھی تک بڑھی ہوئی شیو اور بکھرے حلیے میں یونہی پھر رہا تھا۔

"شانی یہ تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟۔۔۔ آج بارات ہے تمہاری اور تم عجیب رانجھوں والے حلیے میں لنگور بنے پھر رہے ہو۔۔۔ سیلون کیوں نہیں گئے ابھی تک؟۔۔۔"

"اوہ میری پیاری بھاوج!۔۔۔ بارات رات آٹھ بجے ہے اور ابھی صرف دوپہر کے چار بجے ہیں۔ میں کوئی خاتون تھوڑی نہ ہوں جس کے منہ پہ پلستر کرنے پہ ہی تین سے چار گھنٹے لگ جائیں۔ میں تو پیدائشی ہینڈسم بندہ ہوں۔ آپ کو ابھی لنگور لگ رہا ہوں۔ رات دیکھیئے گا آدھے گھنٹے میں تیار ہو کر کیسے لڑکیوں کے چھکے چھڑاؤں گا۔۔۔"

اس نے شانِ بے نیازی سے لقمہ چھوڑا تو شفاء نے اپنا ماتھا پیٹا۔

"میرے بھائی لڑکیوں کے نہیں صرف ایک لڑکی کے چھکے چھڑانے ہیں۔ خیر جو بھی ہو جلدی سے تیار ہو جاؤ تم بھی اور یہ زیان کدھر رہ گیا ہے؟۔۔۔ اِسے میں نے اپنی چیزیں گاڑی میں رکھنے کو دی تھیں۔ رکھ دیں اُس نے؟۔۔۔"

"جی جناب' اب جائیں۔ میرا چھوٹا سا بھائی ڈرائیور بنا کب سے گاڑی میں آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

اس کی بات پہ شفاء جبریل کے پاس سے گزرتی اسے ایک بار پھر مکمل اگنور کرتی باہر کو بھاگی تھی جیسے جبریل وہاں ہو ہی نا۔

"منالو برادر' منالو میری بھابھی ماں کو، ورنہ ایسا نہ ہو آج رات بھی میری بھابھی ماں میری ساسو ماں کے پاس دیہاڑی پہ چلی جائے۔"

"اپنی فضول بکواس بند کر کے میرے شوز اچھے سے پولش کرو۔ اور پھر میرے کمرے میں رکھ دینا۔"

اس کے نئے حکم پہ شایان کلسا تھا۔

"آج تو معافی دے دو ظالموں بارات ہے میری آج۔"

وہ چیخا تھا مگر جبریل کمرے میں بند ہو چکا تھا۔

"خود کی بارات گئی نہیں ناں تو اب میری بھی ہضم نہیں ہو رہی۔ سوچا تھا اپنی شادی پہ تھوڑا پروٹوکول ملے گا مگر یہاں پروٹوکول کیا خاک ملے گا الٹا جوتے پالش کرنے کے لئے مل رہے ہیں۔

وہ دل ہی دل میں کلسا تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ اس کا سب سے چھوٹا بھائی حدید چھپ کر اِس کی تصویریں لے چکا تھا۔ تاکہ وقت آنے پہ اِسے بلیک میل کر کے کام نکلوا سکے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * *

آج ہُدیٰ کی رخصتی تھی۔ جبکہ ہادی کی کل ہونا تھی اور یہ صرف ہُدیٰ کی وجہ سے تھا کیونکہ وہ اپنے بھائی کی شادی ہر حال میں انجوائے کرنا چاہتی تھی اگر خود دلہن بن کر بیٹھ گئی تو کیا خاک کرے گی انجوئے۔

شفاء کے پارلر پہنچنے تک بیوٹیشن ہدیٰ کے چہرے پہ اپنے ماہرانہ ہاتھوں سے کام شروع کر چکی تھا۔

دوسری بیوٹیشن نے شفاء کو چینج کرنے کا کہا تو وہ اپنا کپڑوں کا بیگ تھامے چینجنگ روم میں چلی گئی۔

بیگ میں اپنے کپڑوں کی جگہ ہُدیٰ کی ساڑھی دیکھ کر اِس کے چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔

"زیان۔۔۔ایک کام تم ڈھنگ کا نہ کر سکے۔۔۔۔اب میں اپنے کپڑے کس سے منگواؤں۔ "

اُسنے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھاما۔ایک اتنے روز سے کام کی زیادتی اور نیند کی کمی الگ اوپر سے یہ غلط بیگ۔۔۔۔ بے اختیار اِس کو رونا آیا تھا۔

وہ ساڑھی پہ کو رواپس ڈالتی رو دینے کے قریب ہوئی تھی۔

"ہدیٰ!۔۔۔"اُس نے اندر جا کر ہدیٰ کو پکارا۔اِس کی پُکار پہ بیوٹیشن کے کام میں خلل پیدا پیدا ہوا تھا۔

"سوری مگر مجھے برائیڈ سے ضروری بات کرنی تھی۔"

"کیا ہوا بھابھی خیریت؟۔۔۔ "

جواباً شفاء نے بیگ پر سے کور سرکایا۔

"آئی ایم سو سوری ہدیٰ ٹرسٹ می، میں نہیں جانتی تمہاری ساڑھی میرے بیگ میں کیسے آگئی۔میں نے تو زیان کو اچھی طرح دیکھ کر اپنی چیزوں والا بیگ پکڑایا تھا نجانے یہ کیسے؟۔۔۔"اسے ہدیٰ کے سامنے شرمندگی ہوئی تھی نجانے ہدیٰ کیا سمجھتی۔۔۔

اِس کی حالت پہ ہدیٰ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

جس پہ بیوٹیشن نے ناگواری سے اسے ٹوکا۔

"پلیز میم' آپ ہنسے اور بولیں مت آپ کا میک اپ خراب ہو جائے گا۔ "

"ہیں؟۔۔۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی؟۔۔۔" ہدیٰ حیران ہوئی۔

" اب میں ہنسو بھی نا، بولوں بھی نا کیونکہ میرا میک اوور خراب ہو جائے گا۔۔۔ اگر ایسی بات ہے تو مجھے ایسا تیار کریں جو میرے ہنسنے اور بولنے سے میرا میک اپ نہ خراب ہو کیونکہ میری ہے شادی۔۔۔ جس پہ میں نے بولنا بھی اور انشاءاللہ ہنسنا بھی ہے۔۔۔"

"میم' میرے کہنے کا مطلب بس یہی تھا کہ آپ کا میک نہ خراب ہو جائے۔۔۔"

"تو یہ آپ کی جاب ہے ناں' اِسی کے تو پیسے دیئے ہیں آپ لوگوں کو۔۔۔"

اس کو یوں بولتا دیکھ کر بیوٹیشن کو اندازہ ہو چا تھا یہ لڑکی خاموش رہنے والوں میں سے نہیں۔

اس سارے وقت میں شفاء یونہی مظلومانہ انداز میں سامنے کھڑی رہی تھی۔ جِسے دیکھتے ہدیٰ ایک بار پھر ہنس دی۔ جس پہ اب بیوٹیشن نے اُسے نہ روکا تھا۔

"میری پیاری بھابی' آپ کو کس نے کہا یہ ساڑھی میری ہے۔ "

"کیا مطلب؟۔۔۔" شفاء کو اچھنبا ہوا۔

ہدیٰ کے مانگنے پہ شفاء نے ساڑھی والا بیگ ہدیٰ کو تھمایا۔

" ویسے کہنا پڑے گا' میرے جیٹھ جی کی پسند واقعی کافی اچھی ہے۔ "

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اُس نے بیگ میں سے ساڑھی نکالتے شفاء کے ساتھ لگائی۔ جواباً شفاء نے اُسے ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے کہہ رہی ہو "پاگل ہو کیا؟۔۔۔"

" میرے خیال میں بھابھی آپ کے لئے اس کے اندر ایک اور چیز بھی ہے۔" اس نے مسکراہٹ دوباتے اندر پڑا کاغذ نکال کر شفاء کے حوالے کیا۔

پاس کھڑی بیوٹیشن شفاء کو "پلیز" کہتی واپس ہدیٰ کو تیار کرنا شروع ہو چکی تھی اور مجبوراً شفاء بھی ساڑھی اور کاغذ تھام کر ایک طرف ہوئی۔

اس نے ہاتھ میں پکڑا صفحہ کھولا۔ جس پہ وہی آڑی ترچھی لکھائی جو کہ مخصوص جبریل کی تھی، اِس میں کچھ لکھا تھا۔

اِسے پڑھنے کے بعد شفاء کو سمجھ نہ آیا تھا وہ کیا کہے مگر اُسے یہ ضرور سمجھ آ گیا تھا یہ سب کرنے والا صرف اور صرف جبریل تھا جس پہ سب نے اِس کا ساتھ دیا تھا۔

ایک خوبصورت مسکراہٹ چہرے پہ سجائے وہ واپس چینجِنگ روم کی طرف بڑھی تھی۔

اب مشکل یہ تھی اس نے پہلے کبھی ساڑھی نہ پہنی تھی اور نہ ہی اسے باندھنی آتی تھی۔ پارلر میں کام کرتی لڑکی کی مدد سے اس نے ساڑھی پہنی۔ اور خوب دل سے تیار ہونے لگی۔

ساڑھی کے ساتھ جیولری سے لے کر جوتی تک سب بیگ میں موجود تھا۔ جبکہ جو چیزیں اس نے خود اپنے لئے تیار کر کے گاڑی میں رکھوائی تھیں۔ ان میں سے ایک بھی چیز موجود نہ تھی۔

"کون کہہ سکتا تھا اِس شخص نے ایم۔بی۔بی۔ایس کیا ہوا ہے؟۔۔۔ اِس کی حرکتوں سے تو لگتا تھا۔ اِس نے اِن کاموں میں پی۔ایچ۔ڈی کر رکھی ہے۔"

لڑکی کے ماہرانہ ہاتھ اس کے چہرے پہ چل رہے تھے مگر اس نے نظر اٹھا کر آئینے میں نہ دیکھا۔ جانتی تھی اگر وہ دیکھتی تو نقص نکال نکال کر بیوٹیشن کو زچ کر دیتی۔ وہ پہلے ہی دو دفعہ اپنی آنکھوں کے میک اپ بدلوا چکی تھی۔

وہ بیوٹیشن کو تیار ہونے سے پہلے ہی کہہ چکی تھی اس کو نیچرل لُک دے۔ جو اِس کی ساڑھی کی گریس کو مزید بڑھا سکے۔

جب وہ تیار ہو چکی تو بیوٹیشن کے کہنے پہ سامنے موجود قد آور آئینے میں خود کو دیکھا۔ سیاہ لمبی آستینوں والے بلاؤز کے ساتھ قندھاری سُرخ رنگ کی سادہ ساڑھی پہنے وہ واقعی حَسین لگ رہی تھی۔ اُس نے جیولری کے نام پہ بیگ میں موجود خوبصورت ٹاپس کان میں پہنے اور گلے میں سعدان کی دی ہوئی چین ہی رہنے دی۔ خوبصورتی سے سیدھے کئے اپنے لمبے بالوں کو اس نے ایک طرف سے آگے کو کیا اور اِس کے ساتھ ہی وہ کسی کو سرپرائز دینے کے لئے مکمل تیار تھی۔ اُس کو، جو شاید سرپرائز لینے کے لئے اِس سے بھی زیادہ تیار تھا۔

شفاء آج دل سے چاہتی تھی کہ وہ حسین لگے۔۔۔ اپنے محرم کے لئے حسین لگنا، اُس کے من چاہے رنگ میں ڈھلنا اور اِس کے لئے بننے سنورنے کا سرور ہی الگ ہے اور یہ سرور شفاء نے آج سے پہلے شاید کبھی اتنا محسوس نہ کیا تھا۔۔۔

******

سارے فنکشن پہ جبریل کی نظریں شفاء سے ہٹیں نہ تھیں۔ ہادی اسے کئی بار ٹوک بھی چکا تھا مگر اس پہ کسی بات کا اثر نہ ہوا۔

" بس کر دو یار، تمہاری ہی بیوی ہے۔ باقی گھر جا کر دیکھتے رہنا۔ ابھی تھوڑا مہمانوں کو دیکھ لو۔" جبریل نے جواباً ہادی کو ایسے دیکھا تھا جیسے اُس کا دماغ چل گیا ہو۔

" بھائی، کیا ہوا گیا ہے ؟۔۔۔ آپ جانتے نہیں ؟۔۔۔ میں باراتی ہوں، لڑکے والا' دولہے کا بڑا بھائی۔۔۔ دلہن کے بھائی آپ ہیں تو مہمانوں کی مہمان نوازی کرنا اور مجھے بھی پروٹوکول دینا آپ ہی کا کام ہے میرا تھوڑی۔۔۔"

اپنے سوٹ کی نہ نظر شکن دور کرتے ایک ادا سے بولتے اُس نے کندھے اچکائے تھے۔ جس پہ ہادی نے ارد گرد لوگوں کا خیال کئے بغیر جبریل کا بازو پیچھے کی طرف زور سے مروڑا۔

"کیا بکواس کی ہی ابھی دولہے کے بھائی نے ؟۔۔۔ تو باراتی ہے ؟۔۔۔ دولہے کا بھائی ہے ؟۔۔۔ لڑکے والا ہے۔۔۔ اور میں۔۔۔ میں لڑکی کا بھائی ہوں جس سے ماہِ بدولت کو پروٹوکول چاہیئے ہے ؟۔۔۔ وہ یونہی اِس کا بازو مروڑے بولا تھا جس پہ جبریل کی کراہ بے ساختہ نکلی تھی۔

" پھر بتائے دولہے کے نازک بھائی کو دلہن کا بھائی کہ وہ کتنا تگڑا اور ڈاڈا ہے ؟۔۔۔ "

ہادی اُس کے بازو پہ مزید زور بڑھاتے بولا تو جبریل کراہا۔

"یار چھوڑ دے بازو، اب درد شروع ہو گیا ہے۔" جبریل کراہا تو ہادی نے جھٹکے سے اس کا بازو اپنی گرفت سے آزاد کیا تھا۔ جواباً جبریل "سی" کرتے اپنا بازو سہلانے لگا اور پھر دائیں سے بائیں اپنے بازو کی ورزش کرتے بولا۔۔

"خبیث انسان' اپنی یہ تھانے داریاں مجھ پہ نہ چلایا کر، اگر میری ہڈی فیکچر ہو جاتی تو ؟۔۔۔ اوپر سے یہ دیکھ سارے بازو کی پریس کیسے خراب کر دی ہے۔ ابھی میں نے اپنا فوٹو شوٹ بھی نہیں کروایا تھا۔"

" تیرا فوٹو شوٹ تو میں کرواتا ہوں۔ جا جا کر مہمانوں کو دیکھ۔۔۔ بڑا آیا دولہے کا بھائی۔۔۔"

اور ٹھیک دو منٹ بعد جبریل واقعی ہر میز پہ جاتے اچھے میزبانوں کی طرح مہمانوں کی مہمان نوازی کرتا نظر آ رہا تھا۔

"حُسین یہ وہی لڑکی ہے ناں' جو ہمیں مارٹ میں ملی تھی۔" ندرت بیگم سامنے بیٹھی امایہ کو دیکھتے بولیں۔

"جی امی جان! وہی ہے۔" حسین نے چاولوں کا چمچ منہ میں ڈالتے سامنے دیکھا۔

"اور یہ اس کے ساتھ کون ہے؟۔۔۔" اب انہوں نے مزید استفسار کیا۔

"اس کے والد ہیں۔ بیرسٹر عزیز نیازی۔۔۔ یہی دیکھ رہے ہیں دراب شاہ والا کیس بھی۔" اس نے کھانے کے دوران سرسری سی تفصیل بتائی۔

"اچھا اچھا۔۔۔" ندرت بیگم نے اپنا انداز سرسری سا ظاہر کیا تھا۔ مگر کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جیسے ہی حُسین اِدھر اُدھر ہوا۔ موقع ملتے ہی ندرت بیگم امایہ اور اُس کے والد صاحب کے پاس خیریت پوچھنے کے بہانے جا چکی تھیں۔

رخصتی کا شور مچا تھا۔ ہُدیٰ باری باری عافیہ اور سلیمان کے گلے لگی تھی اور پھر سب سے آخر میں ہادی کے۔۔۔ ہادی کے گلے لگتے نجانے کیوں اس کی آنکھیں بھیگ سی گئی تھیں۔ وہ رونے والی دلہنوں میں سے نہیں تھی اور نہ ہی وہ روئی تھی مگر نجانے کیوں وہ اپنے بھائی' اپنے رازدار' اپنے سب سے اچھے دوست کے گلے لگتے رو دی تھی۔ اُسے ہمیشہ سے لگا تھا ہادی اس کے ماضی کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہے مگر ٹھیک دو دن پہلے اس کا شک یقین میں بدل گیا تھا۔ جب حور عین کے لئے ہادی کا کمرہ تیار کرانے کے دوران ردی کے ڈھیر میں سے کئی سال پرانے ایک کیس کی فائل اِس کے ہاتھ لگی تھی۔ اُس فائل میں لکھا نام اور تصویر میں موجود شخص کو دیکھ کر اس پہ کھڑے کھڑے بجلی گری تھی۔ یعنی اس کا بھائی حقیقتاً سب کچھ جانتا تھا۔ اِس کا بھائی اُس شخص پہ کیس کر کے اُسے سزا بھی دلا چکا تھا اور اِس سب

کے بعد بھی عبد الہادی افگن نے نورالہدیٰ افگن سے کوئی سوال نہ کیا تھا، کوئی جواب نہ مانگا تھا کسی کٹہرے میں کھڑا کر کے اسے سزا نہ سنائی تھی بلکہ دوست بن کر ہر وقت اس کے ساتھ رہا تھا۔۔۔ کیا ایسے ہی ہوتے ہیں بھائی؟۔۔۔ اگر بھائی ایسے ہوتے ہیں تو وہ کون ہوتے ہیں جو اپنی بہنوں کو غیرت کے نام پہ قتل کر دیتے ہیں؟۔۔۔ زندہ در گور کر دیتے ہیں۔۔۔ جینے کا حق چھین لیتے ہیں۔۔۔

ہادی کو اپنی پڑھائی پوری کرنے کے لئے انگلینڈ جانا پڑا تھا مگر در حقیقت وہ اسے پڑھائی کے لئے نہیں اپنے کام کے سلسلے میں جانا تھا پڑھائی کا تو صرف بہانا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اِسے ہُدیٰ میں واضح تبدیلیاں دیکھنے کو ملی تھیں۔ پہلے تو وہ اسے اپنا وہم سمجھا۔ مگر پھر اپنی جاسوسوں والی فطرت سے تنگ آکر اس نے ہر طرح سے ہدیٰ پہ اپنی نظر رکھنا شروع کر دی۔ بہت جلد ہی اس کے سامنے طلال نامی لڑکے کا سارا کیس کھُل چکا تھا۔ اس نے باتوں باتوں میں بہت کوشش کی کہ ہدیٰ اِسے کچھ بتا دے مگر ہدیٰ ہر بار بہت سہولت سے بات بدل دیتی۔ اس نے ہدیٰ کو مزید کریدنے اور کچھ کہنے کے بجائے اپنے ساتھ ساتھ رکھنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف شایان کی ہدیٰ میں بڑھتی دلچسپی وہ اچھے سے جانتا تھا۔ اُسے ہدیٰ کے لئے شایان خود بھی پسند تھا مگر ہدیٰ کی کسی اور میں دلچسپی جان کر وہ خاموش رہا۔ وہ ہدیٰ اور طلال کی فون پہ ہونے والی ایک ایک بات سے واقف تھا۔ وہ بہت خوبصورتی سے ہدیٰ کا موبائل ہیک کرا چکا تھا۔ شروع شروع میں ہدیٰ کو کسی اور میں دلچسپی لیتا دیکھ کر اس نے سوچا تھا وہ گھر والوں سے بات کر کے اس کا رشتہ یہیں کروا دے گا مگر طلال کی کرتوتیں دیکھ کر اس نے اپنا ارادہ دل دیا۔ وہ زیادہ ہدیٰ کے ساتھ ہی رہتا اور اِسے ہر جگہ اپنے ساتھ لے کر پھرتا رہتا۔ جب کبھی ہدیٰ کو لگا تھا ہادی گھر نہیں ہے یا اپنے کام میں مصروف ہے تو در حقیقت اُس وقت وہ ہدیٰ کو خود سپیس دیئے ہوتا تھا۔

طلال اور ہدیٰ کے درمیان اپنی موجودگی سے پیدا ہونے والی خلیج وہ اچھے سے جانتا تھا۔ وہ چاہتا تو ہدیٰ کو طلال کے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑ لیتا مگر نجانے کیا وجہ تھی وہ اُس کا مان نہیں توڑنا چاہتا تھا۔ اُس کو کہیں ناں کہیں یقین تھا کہ ہدیٰ خود سے پلٹ جائے گی۔ اُسے اپنی بہن پہ بھروسہ تھا۔ اُسے اپنے ماں باپ کی تربیت پہ یقین تھا۔

اس وقت بھی ہادی اِن دونوں کے ہی میسیجز پڑھ رہا تھا۔ جس میں ہدیٰ طلال کو منانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ جواباً طلال کی جانب سے رکھی گئی شرط پہ اِس کا خون کھولا تھا مگر اپنی بہن کو راضی ہوتا دیکھ کر اِس کا خون زیادہ کھولا تھا۔ ہدیٰ نے ثناء کو بھی اپنے ساتھ جانے پہ راضی کرنا چاہا تھا مگر وہ نہ ہوئی تھی۔ ہادی کا صبر بس یہیں تک تھا۔ مٹھیاں بھینچتے اپنا غصہ ضبط کرتے اُس نے بڑی مشکل سے خود کو ہدیٰ کے سامنے جانے سے روکا اور آگے کا لائحہ عمل طے کرنے لگا۔ وہ سوچ چکا تھا اُس نے آگے کیا کرنا ہے۔ اُس نے ایک نمبر ملایا اور کل کا بندوبست کرنے لگا۔ اگلی صبح ہدیٰ کو موقع دیتے وہ جان بوجھ کر پہلے ہی نکل گیا۔ باہر جا کر اس نے ثناء کو فون کر کے فوراً ہدیٰ کے ساتھ جانے کو کہا ساتھ میں سختی سے منع کیا کہ وہ ہدیٰ کو ہادی کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔

وہ پورا پلان تشکیل دیتے اُسی ہوٹل کی جانب چل دیا۔ مگر ہادی کا سارا پلان اُس وقت خراب ہوا جب عین وقت پہ اُسی ہوٹل میں ہادی کو اپنے جاننے والے مل گئے۔ اس نے ان کے پاس سے اٹھنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو پایا وہ ہادی کو اس کی جاب کے حوالے سے اچھے سے جانتے تھے پھر انہی میں سے ایک کے زریعے سے وہ طلال کی ڈیٹیلز نکلوانے میں مدد بھی لے چکا تھا۔

"یار ہادی یہ وہی لڑکا ہے ناں، جس کی تم نے ڈیٹیلز نکلوائی تھیں۔ لگتا ہے آج کسی نئی لڑکی کا شکار کرنے لگا ہے۔ اللہ عقل دے اِن لڑکوں کو اور ایسی لڑکیوں کو بھی، جو لڑکوں کے پیسے اور واجبی سی شکل دیکھ کر اندھی ہو جاتی ہیں۔"

وہ بندہ تو اپنی رو میں بول گیا تھا مگر سامنے بیٹھے شخص کو اس کے الفاظ کسی خنجر سے کم نہ لگے تھے۔ اس وقت ہادی کا بس نہ چلا تھا وہ شرم کے مارے ہدیٰ کو مار کر خود بھی خودکشی کر لیتا۔

وہ بہانا بناتے اُن سے معزرت کرتا وہاں سے اٹھا اور اُسی فلور پہ چلا آیا جہاں طلال نے روم بک کرایا تھا۔ ہادی نے جیب میں موجود ماسٹر کی لگا کر دروازہ کھولا مگر اندر کے منظر نے اس کا دماغ گھُما دیا تھا۔

اِسی لمحے ہدیٰ نے طلال کے سر پہ سپرے کی بوتل سے زوردار وار کرتے اُس کی آنکھوں میں بھی وہی سپرے کیا اور باہر کی طرف بھاگی تھی۔ اسے باہر کو آتا دیکھ کر ہادی ایک دم پیچھے کو ہوا۔ وہاں سے نکلنے کی جلدی میں ہدیٰ' ہادی اور دروازے کا کھُلا لاک دونوں ہی نہ دیکھ سکی۔ باہر نکلتے اس نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے دروازے کو باہر سے لاک لگانے کی کوشش کی اور بنا ارد گرد کی پرواکئے اندھا دھند بھاگتی چلے گئی۔ اسے بھاگتے ہوئے اس بات کا زرا اندازہ نہ ہوا تھا کہ کسی کی انگارہ ہوتی آنکھوں نے کیسے اس کا آخر تک پیچھا کیا تھا۔ ہدیٰ کو سہی سلامت ثناء تک پہنچتا دیکھ کر ہادی نے ثناء کو میسج کر کے اسے کسی دوسری جگہ لے جا کر اس کا حلیہ درست کرنے کا کہا اور خود واپس اسی کمرے کی طرف چل دیا۔

طلال جو پہلے ہی اپنی آنکھیں مسلتے تڑپ رہا تھا۔ ہادی نے مار مار کر اُس کی وہ حالت کی کہ آئیندہ وہ کسی لڑکی کی طرف نظر اٹھانے کے قابل نہ رہا تھا۔

"بہت اشتیاق تھا ناں تمہیں ہدیٰ کے بھائی سے ملنے کا، لو ملو مجھ سے۔۔۔ ہدیٰ کے بھائی سے ملو۔" اس کو بالوں سے جکڑے زوردار گھونسا منہ پہ مارتے ہادی غرایا۔ ناک اور دانتوں سے خون نکل نکل کر طلال کی شکل بگاڑ چکا تھا مگر ہادی کو اس پہ کوئی رحم نہ آیا۔

"چل مل مجھ سے اب' ملتا کیوں نہیں ہے؟۔۔۔"

"معاف کر دو۔۔۔ غلطی ہو گئی۔" طلال نے بڑی مشکل سے یہ الفاظ ادا کئے۔ جس پہ ہادی کو مزید غصہ آیا۔

"غلطی؟۔۔۔ تم اسے غلطی کہتے ہو۔ دوستوں میں شرطیں لگا لگا کر نجانے تم لوگ کتنی لڑکیوں کی زندگیاں برباد کرنے کو غلطی کہہ رہے ہو۔ گناہ ہے یہ گناہ۔۔۔ جس کی معافی تم لوگوں کو اللہ بھی نہیں دے گا۔" طلال اپنے اعصاب کھونے کے قریب تھا۔ جب سِول کپڑوں میں موجود افراد کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ ہادی نے جھٹکے سے طلال کو اُن کی طرف پھینکا۔

" اس کو میری نظروں سے دور لے جاؤ، اس سے پہلے کہ یہ میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے۔"

وہ اس کے ہاتھوں کو ہتھکڑی میں بند کرتے لے جانے لگے جب ہادی کی آواز پہ رُکے۔

"مجھے اگلے ایک گھنٹے میں یہ پورا ہوٹل سیل چاہیے ہے۔ اور اس میں موجود ایک ایک بندہ اس کے مالک سمیت اندر چاہیے ہے۔"

وہ وارننگ دینے کے انداز میں بولا۔

" اور حیدر، اس کے والد صاحب اس وقت جہاں کہیں بھی ہیں اُن کو خود جا کر میرے آفس لے کر آؤ۔" اُس نے اُن میں سے ایک لڑکے کو خاص تنبیہہ کی تو وہ سر ہلاتا باہر کو پلٹ گیا۔

وہ رات گئے جب گھر آیا تو کافی غصے میں تھا۔ گھر آتے ہی اُس نے سے پہلے ہدیٰ کا پوچھا تھا۔

"ہدیٰ کہاں ہے۔"

"اپنے کمرے میں ہے۔ جب سے لائبریری سے آئی ہے سر میں کافی درد تھا۔ دوا لے کر سو گئی ہے میرے خیال میں بخار بھی ہو رہا ہے۔ ابھی میں اسے دیکھ کر آئی تھی تو گرم ہوئی پڑی تھی۔"

اگلے دو ہفتے پھر ہادی کا ہدیٰ سے سامنا نہ ہوا تھا۔ اس پورے عرصے میں ہادی کا زیادہ وقت گھر سے باہر گزرتا تھا۔ وہ رات گئے گھر آتا جب وہ سو چکی ہو۔ اور یہی صحیح تھا کہ جب تک ہادی کا غصہ ٹھنڈا نہ ہو جاتا وہ اس کی نظروں سے دور رہتی۔

اس پورے عرصے میں ہادی 'ثناء سے مکمل رابطے میں تھا۔ ثناء سے ہُدیٰ کی ذہنی رو جان کر اُس کا غصہ کافی حد تک ٹھنڈا پڑا تھا۔ جہاں اُس کا غصہ ٹھنڈا پڑا تھا وہیں ہُدیٰ کی بگڑتی صحت اور اپنی ذات سے بے زاری دیکھ کر اُسے نئی فکر لاحق ہوئی تھی۔ جو بھی تھا وہ اِس کی جان سے پیاری بہن تھی۔ غصہ ایک طرف مگر وہ یوں اِسے اپنے ساتھ زیادتی کرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُسے کاؤنسلنگ کی اشد ضرورت تھی اور وہ اُسے ہادی سے نہیں مل سکتی تھی۔ ثناء سے اِسے صالحہ یمین کا پتا چلا تو ہادی نے اُسے ہدیٰ کو لے جانے کا کہا۔ اُن کے پاس جا کر ہدیٰ میں اُسے بہت فرق نظر آیا تھا۔ اور یوں اُس کا رہا سہا غصہ بھی ختم ہوتا چلا گیا۔

****

شایان کب سے اپنے کمرے کے باہر کھڑا اندر جانے کی ہمت مجتمع کرنے کی کوشش میں تھا۔ اُس کی سمجھ سے باہر تھا وہ اندر کیسے جائے۔ شفاء ہُدیٰ کو کمرے میں بٹھا کر کب کی شایان کو اطلاع دے کر جا چکی تھی اور اب ہدیٰ اندر بیٹھی شایان کا ہی انتظار کر رہی تھی مگر شایان دروازے کے باہر جا کر رُک سا گیا تھا۔

جبریل کسی کام سے وہاں سے گزرا تو شایان کو دروازے کے باہر یوں استادہ دیکھ کر وہیں ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔ جب وہ اور تھوڑی دیر یونہی کھڑا دروازے کو تکتا رہا تو جبریل کو بے اختیار ہنسی آئی۔

"کہتے ہو تو کرسی لا دیتا ہوں دولہے میاں' اُس پہ بیٹھ کر پہرا دے لینا، یوں کھڑے کھڑے تھک جاؤ گے۔" اُس لے استہزائیہ انداز پہ شایان بڑا منہ بناتے گویا ہوا۔

" جی نہیں جی، ایسی کوئی بات نہیں ہے بس میں اندر جا ہی رہا تھا۔ "

"ہاں وہی تو میں دیکھ رہا ہوں پچھلے پانچ منٹ سے تم اندر ہی جا رہے ہو۔" جبریل کلائی میں موجود گھڑی پہ ٹائم دیکھتے بولا۔

"یار بھائی' اب آپ تو ایسے نہ کریں ناں۔" شایان روہانسا ہوا۔

"کیوں کیا ہوا میرے بھائی' نکل گئی ساری ہوا؟۔۔۔ وہ بھی ابھی سے۔۔۔ صبح تک تو مجھے بہت باتیں کی جا رہی تھیں، اب خود کو کیا ہوا؟۔۔۔" اُس نے جبریل کی کسی بات کا بھی جواب نہ دیا۔

"ارے یار' مزید کتنا انتظار کراؤ گے میری بہن کو؟۔۔۔ اب چلے بھی جاؤ۔" جبریل اس کی خاموشی پہ اِسے دروازے کی جانب دھکیلتے بولا۔

"اچھا رکیں آیت الکرسی تو پڑھ لینے دیں۔"

اس کی بات پہ جبریل بے ساختہ ہنستے تاسف سے بولا

"او پاگل' بیوی کے پاس جا رہے ہو کسی ہوائی مخلوق کے پاس نہیں۔" اتنا کہہ کر وہ افسوس سے سر ہلاتے وہاں سے چل دیا۔ اُس کے جانے کے بعد شایان نے بھی اندر قدم بڑھائے تھے .

بیڈ پہ بیٹھی ہدیٰ اپنی کلائیوں میں موجود چوڑیاں گننے میں مصروف تھی۔ اس کو سامنے بیٹھتا دیکھ کر وہ نظر اٹھاتے مسکرا دی۔

جواب میں شایان کو جیسے حوصلہ ملا تھا۔

"ہائے!۔۔۔میرا مطلب ہے السلام وعلیکم!۔۔۔"

ہُدیٰ نے اُسی طرح مسکراتے اسے جواب دیا۔

"کیسا لگ رہا ہوں میں؟۔۔۔" ہدیٰ کو لگا شاید اس نے غلط سنا ہو۔

"ہیں؟۔۔۔" شاید اُسے اِس سوال کی توقع نہیں تھی۔

"کیا ہوا؟۔۔۔ صحیح نہیں لگ رہا؟۔۔۔" شایان ایک دم فکر مند ہوا۔

"نہیں نہیں صحیح لگ رہے ہیں۔"

"صرف صحیح؟۔۔۔" اب اُسے نئی پریشانی لاحق ہوئی۔ اور ہدیٰ جسے لگا تھا اس کا شوہر اس کی تعریف کرے گا کہ آج وہ اچھی لگ رہی ہے یہاں تو الٹا حساب ہی ہوا تھا۔ یہاں تو اِس کا شوہر اس سے پوچھ رہا تھا وہ کیسا لگ رہا ہے۔

"جی صحیح لگ رہے ہیں جیسے روز لگتے ہیں۔"

ہدیٰ کی بات پہ وہ اٹھ کر آئینے کے سامنے آیا۔

"اچھا!۔۔۔مجھے لگا سیلون سے تیار ہو کر زیادہ اچھا لگوں گا۔" اس کی بات پہ ہُدیٰ نے اپنی ہنسی روکی۔

"مگر وہاں سے تو آپ روز ہی تیار ہوتے ہیں۔ اِسی لئے خاص فرق نہیں آیا۔ بس آج پینٹ کوٹ کی جگہ پہ شیروانی ہے۔ ورنہ چہرہ تو وہی ہے۔"

اس کی بات پہ شایان نے شکل بنائی پھر واپس اپنی جگہ پہ آیا۔ اس کے مُسلسل ہدیٰ کو دیکھنے پہ وہ نروس سی ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"تمہارا بھی تو چہرہ وہی ہے پھر مجھے اتنا الگ کیوں لگ رہا ہے؟۔۔۔"

اس کے سوال پہ ہدیٰ نے سنجیدگی سے اس کی نظروں کو دیکھا پھر نرمی سے بولی۔

"آپ روز ہی اپنے شو میں اتنا میک اپ کر کے تیار ہوتے ہیں۔ اس لئے آج بھی زیادہ فرق نہیں لگ رہا اور میں آج سے پہلے کبھی اتنا تیار نہیں ہوئی تو یہ تو ممکن سی بات ہے ناں؟۔۔۔" اس کے آرام سے بولنے پہ شایان نے اس کے ہاتھ تھام کر ان میں دو خوبصورت کنگن ڈالے۔

"اور اگر میں پوچھوں آج اتنا تیار کیوں ہوئی ہو؟۔۔۔ میرے لئے ہوئی ہو ناں؟۔۔۔" وہ شریر ہوا۔

"نہیں کونے والے چاچا بشیر کے لئے۔" اس کے شریر سے انداز پہ وہ سنجیدہ انداز بنائے بولی پھر اس کی شکل دیکھتے ہنس دی۔

شایان ایک دم پیچھے ہٹا تھا۔

"توبہ کرو لڑکی کچھ بھی بول دیتی ہو۔"

ہدیٰ اس کی بات پہ کھل کر ہنسی تو شایان نے اس کی ہنسی بہت غور سے دیکھی۔

"اچھی لگ رہی ہو نور، یونہی ہنستی رہا کرو۔"

"نور؟۔۔۔" وہ حیران ہوئی تھی۔

"ہاں نور! ہدیٰ تو تمہیں سب ہی کہتے ہیں اور نور الہدیٰ بھی اکثر کہہ دیتے ہوں گے لیکن میں چاہتا ہوں میں وہ کہوں جو کوئی نہیں کہتا اور جو کسی نے نہ کہا ہو۔" وہ اِس کی کلائی میں موجود کنگن چھیڑتے بولا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہدیٰ کے گلے میں ایک پھانس سی اٹکی تھی۔اِسے شایان کی شدت پسندی پہ بے اختیار صالحہ باجی کی بات یاد آئی۔

" مرد جب شوہر بن جاتا ہے تو نہ وہ محبوب رہتا ہے نہ عاشق اور نہ ہی دوست وہ بس شوہر ہوتا ہے۔۔۔بس شوہر۔۔۔ "

اس نے شایان کی آنکھوں میں دیکھتے بدقت مسکرانے کی سعی کی۔وہ جو سوچ کر آئی ہوئی تھی وہ موقع دیکھ کر شایان کو اپنی ماضی میں ہوئی بھول بتادے گی۔اب سمجھ چکی تھی۔اس کے سامنے بیٹھا مرد صرف ایک شوہر ہے اور شوہر کیسا بھی ہو وہ اپنی بیوی کا نام بھی کسی غیر مرد کی زبان سے برداشت نہیں کر سکتا۔اسے ایک چیز کا حوصلہ ہوا تھا۔نام کا۔۔۔جو نام اسے شایان نے دیا تھا وہ نام واقعی آج تک اور کسی کی زبان سے اس کے لئے ادا نہیں ہوا تھا۔وہ اپنے شوہر کی نور تھی اور اس کے لئے نور تھی اور وہ اس بات کو ثابت بھی کرے گی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟۔۔۔" وہ ہدیٰ کو مسلسل اپنی جانب دیکھتا پا کر اشتیاق سے بولا۔

"اپنا شوہر۔" انداز سنجیدگی لئے تھا۔

"اور پھر کیسا لگا اپنا شوہر؟۔۔۔" اس کے برعکس شایان کا انداز شرارت بھرا تھا۔

"تھینک کیو شایان؟۔۔۔" اس کے جواب پہ وہ اچھنبے سے ایک دم سیدھا ہوا۔

"ہیں تھینک کیو؟۔۔۔یہ تھینک کیو بیچ میں کہاں سے آیا اور کس لئے؟۔۔۔"

" ہر چیز کے لئے تھینک کیو، مجھے اتنی عزت دینے کے لئے تھینک کیو، مجھے اپنا نام دینے کے لئے تھنیک کیو، میری سوچوں کو اپنا نام دینے کے لئے تھینک کیو، مجھے اپنا مان دینے کے لئے تھینک کیو۔اور سب سے بھر کر مجھے اتنے پاکیزہ

رشتے میں باندھ کر مجھے اتنی محبت دینے اور میرے احساسات کو آزاد کرنے کے لئے تھینک کیو۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے نجانے جزب سے کیا کیا بولتی جا رہی تھی جب شایان نے اسے روکا۔

"ایک منٹ، ایک منٹ، ایک منٹ!۔۔۔ یہ ایک ہی رات میں اتنی کایا پلٹ کیسے ہو گئی؟۔۔۔ اتنی خاموش رہنے والی لڑکی اتنا بولنا کیسے شروع ہو گئی۔ رات تک تو میری کسی بات کا جواب تک نہ آ رہا تھا اور اب؟۔۔۔ "

وہ خوشگوار حیرت لئے بولا۔

"اس کایا پلٹ کا تو مجھے پتا نہیں مگر میں ایک بات جانتی ہوں۔ جانتے ہیں ایک لڑکی اپنے تمام احساسات، تمام جزبات کو ایک خاص وقت پہ صرف ایک شخص کے لئے ایک قید کر کے رکھتی ہے۔ اور یہ جو نفس ہوتا ہے وہ ہر وقت اُسے ورگلاتا رہتا ہے کہ وہ کسی بھی طرح بند پنجرے میں قید اپنے احساسات کو باہر نکال دے۔۔۔ مگر لڑکی آخر تک اپنے نفس کے ساتھ حالتِ جنگ میں رہتی ہے اور اپنے احساسات و جزبات کی حفاظت کرتی ہے صرف اور صرف اپنے شوہر کے لئے، اور جانتے ہیں یہ جنگ اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک لڑکی رخصت ہو کر اپنے شوہر کی پاس نہیں چلی آتی۔ اور جب لڑکی نکاح کر کے جنگ جیت جاتی ہے۔ تو یہ اِس کی فتح کا دن ہوتا ہے جس کا انعام اُسے شوہر کے صورت میں ملتا ہے۔ جہاں یہ لڑکی کی جیت کا دن ہوتا ہے وہیں نفس کی شکست کا دن ہوتا ہے جس پہ شیطان روتا ہی رہ جاتا ہے۔ شیطان نے آدم کی اولاد کو ورغلانے کی قسم کھائی تھی اور آدم کی اولاد نے شیطان کو شکست دے کر آدم کے دین کو جیتا دیا۔۔۔ آخری نبیؐ کے دین کو جیتا دیا۔ اپنے گناہوں پہ اللہ سے توبہ کر لی اور اپنے نفس کو کچل کر صراط مستقیم پہ چل پڑا۔ تو ایسے میں 'میں کیسے انعام دینے والے کے بعد اُس انعام کا شکریہ نہ ادا کروں جس نے شوہر بن کر مجھے جیتا دیا مجھے خود کی قید سے آزاد کرا دیا۔"

ہدیٰ کے الفاظ نے شایان کی محبت کو معتبر کر دیا تھا۔ اس کی پاک محبت کو پاکیزہ ثابت کر دیا۔ اس کے الفاظ نے اس کی محبت کو جیتا دیا تھا۔ اس نے خواب و خیال میں بھی ہدیٰ کی زبان سے ایسی کوئی بات سننے کی توقع نہ کی تھی اور آج وہ لڑکی اپنے الفاظ سے اس کی محبت کو اس کا فخر بنا گئی تھی۔

*****

شایان کو آیت الکرسی پڑھ کے کمرے میں جاتا دیکھ کر تو وہ جی بھر کر ہنسا تھا مگر اب خود بھی اُسی کے نقشِ قدم پہ چلتا آیت الکرسی پڑھ کر کمرے میں آیا تھا۔ اُس نے کمرے میں قدم رکھا تو شفاء اس کا پھیلایا ہوا کمرہ سمیٹنے میں مصروف تھی۔ اس کے لئے آرام دہ سوٹ نکال کر اس نے بیڈ پہ رکھا اور خود آئینے کے آگے کھڑی ہو کر اپنی جیولری اتارنے لگی۔

پہلے تو جبریل اس کے کچھ بولنے کا انتظار کرتا رہا مگر وہ جب کچھ نہ بولی تو باتھ روم جانے کا ارادہ ملتوی کرتے اس کے بالکل سامنے ڈریسنگ ٹیبل پہ بیٹھ گیا۔ لمحے بھر کے لئے شفاء کا ہاتھ رُکا تھا مگر وہ دوبارہ اپنے کام میں مست ہو کر اپنے کانوں کو اِس کے دیئے آویزوں سے آزاد کرنے لگی۔

"ناراض ہو؟۔۔۔" جبریل کی بات پہ شفاء نے گردن اٹھا کر استعجاب سے اسے دیکھا۔

"نہیں بھلا میں کیوں ناراض ہونے لگی۔ یہ ڈیپارٹمنٹ تو آپ کا ہے ناں؟۔۔۔" اس کا انداز جتاتا تھا۔ جو جبریل اچھے سے محسوس کر چکا تھا۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

اب وہ آئینے کے سامنے سے ہٹ کر الماری کے دونوں پٹ کھولے اپنے لئے آرام دہ سوٹ نکال کر باتھ روم کا رُخ کرنے لگی تھی۔

مگر راستے میں ہی جبریل اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک چکا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔ مجھے کچھ بات کرنی ہے۔"

اس کے نرم لہجے پہ شفاء خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"کس بات پہ ناراض ہو؟۔"

وہ اِسے کندھوں سے تھام کر اِس کا رخ اپنی طرف کرتا بولا۔

"کہاناں یہ جاب آپ کی ہے۔ میں کیوں ہونے لگی ناراض؟۔۔۔"

"ویسے کہہ تو صحیح رہی ہو ناراض ہونے کا حق میرا بنتا تھا مگر یہاں تو الٹا تم ناراض ہو گئی ہو۔ اور وہ بھی ایسے کہ ناراض بھی ہو اور میری دی ہوئی چیزوں پہن کر میرے لئے تیار بھی ہو۔"

وہ اس کی تیاری پہ چوٹ کرتا بولا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی نہیں! میں آپ کے لئے نہیں خود کے لئے تیار ہوئی تھی میں کسی اور کو نہیں خود کو اچھی لگنا چاہتی ہوں اور جہاں تک رہی کپڑوں کی بات تو میرے پاس اور کوئی اوپشن نہیں بچا تھا۔ یہی پہننے پڑے۔"

رُخ دوسری طرف کئے اس نے سپاٹ سا جواب دیا۔

"اوہ!۔۔۔ اچھا اچھا۔۔۔ ہاں صحیح کہہ رہی ہو تم ایسا ہی ہو گا۔" وہ سنجیدہ مگر مضائقہ خیز انداز میں بولا۔

"جبریل، مجھے سمجھ نہیں آتی آپ کی۔" اب کی بار لہجہ غیر معمولی سنجیدہ تھا جبریل حیران ہوا۔ کب سے خاموش بیٹھی شفاء کو ایک دم نجانے کیا ہوا تھا۔ اپنی بات کہتے شفاء کی آنکھیں بھی نم ہوئی تھیں جبریل پریشان ہو اُٹھا۔ وہ تو مزاق کے موڈ میں تھا یہ ایک دم سے کیا ہوا۔

"سوری یار، میں ناراض نہیں تھا وہ تو میں مزاق کر رہا تھا۔ میں تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا بس اس لئے۔"

اس نے گھبرا کر صفائی پیش کی۔ وہ تو آنے سے پہلے آیت الکرسی بھی پڑھ کر آیا تھا۔ پھر یہ کیا ہوا۔ بے اختیار اُس نے سوچا۔ اِس کی سوچوں سے انجان شفاء چیخی تھی۔

"میں تنگ آچکی ہوں آپ کے اس دھوپ چھاؤں جیسے رویئے سے جبریل۔ آپ کا موڈ مجھے سرپرائز دینے کے لئے بنا تھا سر سے اتارنے کے لئے نہیں۔ یہ بات میں جانتی ہوں دنیا نہیں جانتی۔ باہر کی دنیا آپ کے مزاق کی نوعیت نہیں سمجھتی۔ بھری محفل میں آپ کے اِس موڈ نے میرے اور آپ کے رشتے کا تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ میں تھک گئی ہوں اب اس سب سے۔۔۔ مجھ سے نہیں جواب دئے جاتے لوگوں کی باتوں کے۔ بلکہ صرف لوگ ہی کیا اس رشتے کے بارے میں تو میں بھی مشکوک ہوں۔ کبھی آپ اتنے کیئرنگ بن جاتے ہیں جیسے میں آپ کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہوں اور کبھی اتنے روکھے بن جاتے ہیں جیسے میرا آپ کی زندگی میں آنا صرف اور صرف آپ پہ بوجھ ہو۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"شفاء!۔۔۔" جبریل ششدر رہ گیا تھا۔

"ایک منٹ جبریل، آج مجھے بولنے دیں۔" اس نے جبریل کو بولنے سے پہلے ہی روکا۔

"میں جاننا چاہتی ہوں جبریل کب تک چلے گا ایسا؟۔۔۔ میں آپ کی زندگی میں اپنا مقام دیکھنا چاہتی ہوں۔ تھک گئی ہوں میں لوگوں کی سوالیہ نظریں برداشت کر کر کے۔۔۔ مجھ سے اب اور نہیں ہوتا۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ گھر

والوں کو چھوڑ کر، کیا یہ گھر والا بھی میرا اپنا ہے کہ نہیں؟۔۔۔کیا وہ بھی اپنے گھر والوں کی طرح میرے ساتھ کھڑا ہوتا ہے کہ نہیں؟۔۔۔یا واقعی شفاء الہیٰ، جبریل مصطفیٰ پہ زبردستی تھوپی گئی تھی اور آج تک زبردستی ہی تھوپی پڑی ہے۔" جبریل نے آج پہلی دفعہ شفاء کو اتنا بولتے دیکھا تھا حیران ہونا تو بنتا ہی تھا۔ شفاء نہیں جانتی وہ ایک دم سے اتنا کیسے بول گئی مگر یہ سالوں کا بھرا ہوا لاوا تھا کبھی نہ کبھی تو پھٹنا ہی تھا۔ حیران پریشان سے جبریل نے اِسے اپنے ساتھ لگاتے چپ کرایا۔

"شش شش شش۔۔۔کیا ہو گیا ہے شفاء تمہیں؟۔۔۔تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟۔۔۔"

وہ جواب میں کہنا چاہتی تھی کہ ایسا سوچنے پہ اسی نے مجبور کیا تھا۔ مگر کہہ نہ سکی۔

"یہ سب شکوے شکایات۔۔۔یہ سب تو میرا کرنا بنتا تھا مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ گیا ہے۔" وہ ماحول کو ہلکا پھلکا کرتے بولا۔ مگر شفاء کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر گہرا سانس بھرتے بولا۔

" شفاء جو ابتداء سے چلتا آیا ہے میں اس کے لئے پہلے بھی معذرت کر چکا ہوں آج پھر کر لیتا ہوں۔ میں تمہارا گناہگار ہوں۔ صرف تمہارا ہی نہیں اللہ کا اور اپنی فیملی کا بھی ہوں مگر پھر بھی سب سے زیادہ تمہارا ہوں۔۔۔اپنی واپسی سے لے کر آج تک میں نے پوری کوشش کی ہے میں اس رشتے کو لے کر اپنا بیسٹ دے سکوں پھر بھی مجھ سے کہیں نا کہیں کوتاہی ہو جائے تو اسے درگزر کر دیا کرو بندہ بشر ہوں یار، غلطیاں کر جاتا ہوں کوئی فرشتہ تو ہوں نہیں۔ میں نے تمہیں پہلے دن بھی کہا تھا میں تم پر کچھ امپوز نہیں کرنا چاہتا نہ اپنی زات اور نہ ہی اپنا رشتہ۔۔۔پہلے جو کچھ ہوا سو ہو گیا، مگر اب جو ہو گا خالص تمہاری مرضی سے ہو گا۔ یاد ہے ناں تمہیں؟۔۔۔اُس نے اپنی کہی بات یاد دلائی تھی جس پہ شفاء نے ہاں میں سر ہلایا۔ اب جبریل مزید گویا ہوا۔

"بس اِسی لئے میں بابا کو بھی منع کر چکا تھا کہ تم پہ کوئی زبردستی نہ کریں۔ میں چاہتا تھا تم جب اس کمرے میں آؤ تو اپنی مرضی سے آؤ۔۔۔ لیکن میں انتظار ہی کرتا رہ گیا اور تمہاری طرف سے کسی قسم کی پہل نہ ہوئی، جب بھی کوشش ہوئی میری طرف سے ہی ہوئی یہاں تک کہ شانی کی شادی کا چکر بھی شروع ہو گیا۔ مگر تم نے کبھی اُس مہمان خانے سے نکلنے کا نام تک نہ لیا۔ تمہاری طرف سے جواب میں ہمیشہ خاموشی ہی رہی تھی۔ اب بتاؤ یہاں غلط کون ہے؟۔۔۔" شفاء نے اس بار کوئی جواب نہ دیا۔ واقعی وہ سہی کہہ رہا تھا۔

"جانتی ہو؟۔۔۔ اگر مجھے زرا سا بھی شک ہوتا کہ تم میرے ساتھ زندگی گزارنے میں انٹرسٹڈ نہیں ہو تو میں کبھی تمہیں تمہاری حقیقی جگہ یاد دلانے کے کوشش بھی نہ کرتا مگر اتنا تو میں بھی تمہیں جان گیا تھا کہ تم کیا چاہ سکتی ہو اور کیا چاہتی ہو۔۔۔ پھر اس سے بھی زیادہ میں یہ جانتا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔" وہ اپنے چاہنے پہ زور دیتے بولا۔

"اور میں کیا چاہتا تھا؟۔۔۔ تو میں تمہیں چاہتا تھا اور چاہتا ہوں بھی شفاء!۔۔۔" وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتے بولا۔

" میں یہ بھی مانتا ہوں۔ میں بہت روڈ ہوں، بہت بدتمیز ہوں، بہت اکڑو ہوں اور کبھی کبھی بہت irritating بھی ہوتا ہوں مگر جیسا بھی ہوں، تمہارا شوہر ہوں، اب تو مجبوری ہے تمہیں قبول کرنا پڑے گا۔۔۔" وہ اس کی جانب جھکتے گہری نظروں سے دیکھتے بولا۔

"یا یوں کہوں کہ تم قبول کر چکی ہو!۔۔۔" شفاء جو کچھ دیر پہلے نظر سے نظر ملا کر رعب دار انداز میں شکوے کر رہی تھی اب اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے انکاری تھی اور اگر دیکھ لیتی تو اپنے عکس کے سوا اس کو کچھ نظر نہ آتا۔

"ویسے اس سب کے لئے ایک کام اور بھی ہو سکتا ہے۔" اس نے واپس موڈ میں آتے جہاں سے بات چھوڑی تھی وہیں سے شروع کی۔

"اب سے میں اپنے آپ کو مزید بدلنے کی کوشش کروں گا۔ تاکہ میری بیوی کے شکوے تھوڑے کم ہو جائیں اور ویسے بھی جہاں بیوی اپنے آپ کو اتنا بدل لیتی ہے وہاں شوہر کیوں نہیں بدل سکتا۔۔۔"

اپنی بات کا اختتام اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کیا تھا۔ اس کی تقریر ختم ہونے تک شفاء کا موڈ بھی بحال ہو چکا تھا یا شاید سمجھ آ چکی تھی۔ کچھ یاد آنے پر وہ ایک اور شکوہ کرتے بولی۔

"اور وہ جو آپ آج سب کے سامنے مجھے اگنور کرتے پھر رہے تھے وہ؟۔۔۔ اب اس کا کیا جواز پیش کریں گے میرے سامنے؟۔۔۔"

"اُف!۔۔۔" جواباً جبریل نے اپنا سر پکڑا۔

"پنجابی کی ایک بڑی مشہور کہاوت ہے۔ جتھوں دی کھوتی اوتھے آ کھلوتی۔۔۔ تمہارا بھی بالکل یہی حال ہے۔ یہاں میں نے اتنی بڑی تقریر جھاڑ دی مگر تمہاری سوئی ابھی تک وہیں کی وہیں اڑی ہے۔۔۔"

"جبریل۔۔۔" وہ احتجاجاً چلائی۔ جس پہ وہ ہنس دیا۔ اور اس کی بات کا جواب دیتے بولا۔

"ویسے کون کافر کسے اگنور کر رہا تھا؟۔۔۔" ابرو اٹھاتے سوالیہ مگر شریر انداز میں بولا۔

"اگر لوگوں کی باتوں سے دھیان ہٹایا ہوتا تو پتا ہوتا میری تمام تر توجہ اپنی بیوی کی جانب ہی تھی جو خاص میرے لئے تیار ہو کر میری پسند میں ڈھلی منہ بنا کر پھر رہی تھی۔"

اس کا لہجہ لو دیتا تھا جسے محسوس کرتے شفاء فرار کا راستہ تلاش کرنے لگی۔

"اچھا اب بس بس زیادہ ڈرامے نہ کریں سب جانتی ہوں میں، اب جان بوجھ کر صفایاں پیش کر رہے ہیں۔" وہ اس کے حصار سے نکلتے بولتی۔

"او جاؤ بی بی کام کرو۔۔۔ کون کس کو کس بات کی صفائی پیش کر رہا ہے۔ ایک تو اپنا سارا الزام میرے سر ڈال کر مجھ سے معافیاں تک منگوالی ہیں مگر ابھی بھی سکون نہیں آرہا جناب کو۔ زرا بتانا' کون کس کو اور کب سے جان بوجھ کر اگنور کر رہا ہے؟۔۔۔" اس کو پھر شروع ہوتا دیکھ کر شفاء نے اپنے خشک ہونٹوں کو زبان پھیر کر تر کیا۔

"میں چینج کر کے زرا عشاء قضاء کر لوں فنکشن کے دوران مِس ہو گئی تھی۔" وہ بڑے آرام سے بہانہ بنا کر اپنا دامن بچا کر نکل چکی تھی۔ جبریل اس کی تیزی کو سمجھتے صرف متاسف انداز میں سر ہی ہلا سکا۔ وہ آج بھی چکما دے کر بھاگنے کے چکڑوں میں تھی۔

"کوئی نہیں بچو' پڑھ لو نماز۔۔۔ آنا تو پھر بھی تم نے یہیں واپس ہے۔۔۔"

واشروم کا دروازہ بند کرنے سے پہلے وہ اس کی آواز اور اس کا مفہوم واضح سن اور سمجھ چکی تھی۔

******

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR

دلہن بنی حور عین نے المان کی سنگت میں میرج ہال میں قدم رکھا تو سامنے کھڑے تیمور فاروقی کی آنکھیں بھیگ سی گئیں۔ ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر چلتے دونوں بہن بھائی فاروقی خاندان کی آنکھوں کا نور تھے۔ ہر وقت لڑتے جھگڑتے پورا قصر اپنے سر پہ اٹھانے والے یہ بہن بھائی اس وقت مثالی لگ رہے تھے۔ فاطمہ نے بھی اپنے بار بار آنے والے آنسو صاف کرتے دل ہی دل میں اپنے دونوں بچوں کی نظر اتاری۔ تو عافیہ نے اِسے اپنے ساتھ لگایا .

"فکر نہ کریں بھابھی۔ آپ کی بیٹی کسی پرائے گھر میں نہیں اپنے اصل گھر میں ہی جا رہی ہے۔" عافیہ کی بات پہ فاطمہ بیشک کہتے بھیگی آنکھوں سے مسکرا دیں نجانے کب عافیہ بیگم فاطمہ کے پاس آئی تھی۔ وہ جان نہ سکی۔

حور عین کو لے جا کر ہادی کے ساتھ بیٹھایا گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ان کا فوٹو شوٹ شروع ہوا تو سب سٹیج سے اتر گئے۔ اس سارے وقت میں تیمور کی نظریں اپنی بیٹی کے اوپر سے ہٹنے کا نام ہی نہ لے رہی تھیں۔ وہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک، اس کے گھر کی رحمت اور اللہ کا دیا ہوا سب سے بہترین تحفہ تھی۔ وہ اس کی سب سے بہترین دوست ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی مضبوطی اور کمزوری دونوں تھی۔

دلہن بنی حور عین اور دولہا بنا ہادی ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے بالکل پرفیکٹ میچ لگ رہے تھے۔ بلیک پلین شیروانی اور ساتھ میں سفید پاجامہ زیب تن کئے دولہا بنا ہادی غضب کا حسین لگ رہا تھا۔ عافیہ نجانے کتنی دفعہ ہادی کی نظر اتار چکی تھیں۔ دوسری طرف اس کے پہلو میں کھڑی حور عین بھی کسی سے کم نہ تھی۔ لال رنگ کے کامدار لہنگے میں سجی سنوری وہ کسی ریاست کی ملکہ لگ رہی تھی اور اگر کوئی ہادی سے پوچھتا تو وہ کہتا کہ وہ ریاست ہادی کا دل ہے۔ ہر ایک کی زبان سے انہیں دیکھ کر بے ساختہ ماشاءاللہ نکلتا۔ ان کی مختلف پوز میں تصویریں لیتا فوٹو گرافر ان سے ہٹ کر اب ایک دن پرانے جوڑے شایان اور ہدیٰ کی طرف بڑھ چکا تھا۔

یہ قریبی لوگوں پر مشتمل چھوٹی مگر بہت خوبصورت تقریب تھی۔ پورے فنکشن کی سجاوٹ کو بہترین انداز میں کیا گیا تھا۔ اس محفل کی سب سے خوبصورت بات عام شادیوں کی نسبت ڈی۔ جے کا نہ ہونا تھا یعنی نئی زندگی کا آغاز یہاں اللہ کو ناراض کر کے نہیں کیا گیا تھا۔

کہنے کو تو شادی سنت ہوتی ہے، فرض ہوتی ہے۔ جو ایک مسلمان کا نصف ایمان مکمل کر دیتی ہے۔ مگر ہم انسان اللہ کو خوش کرنے والے اس بہترین موقع پر ناچ گانے جیسی فضول روایات قائم کر کے اللہ کو ہی ناراض کر دیتے ہیں اور پھر ناراض کرنے کے بعد نجانے کس منہ سے اُسی رشتے میں اللہ سے پاک محبت اور برکت بھی مانگتے ہیں۔

حور عین اور ہادی ایک ساتھ کھڑے کسی مہمان سے مل رہے تھے جب منہاس علی ان کے پاس چلے آئے۔ کسی نئے بندے کو سٹیج چڑھتا دیکھ کر پہلے سے کھڑا مہمان واپس اتر گیا۔

"بہت بہت مبارک ہو تم دونوں کو بھئی' اپنے دونوں بہترین بچوں کو ایک مضبوط رشتے میں بندھتا دیکھ کر مجھے دل سے بہت خوشی ہو رہی ہے۔" منہاس علی نے انہیں مبارک دیتے ہادی کو گلے لگایا۔

"اللہ تم دونوں کے نصیب بہت بہت بہت اچھے کرے اور ہمیشہ ایک دوسرے کی سنگت نصیب کرے۔"

ہادی سے مل کر انہوں نے حور عین کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور اپنی جیب سے ایک سفید لفافہ نکال کر اِسے کے حوالے کیا۔

"یہ لو۔۔۔ یہ، میری طرف سے تم دونوں کے لئے۔"

"ارے اس کی کیا ضرورت تھی سر؟۔۔۔ آپ آئے آپ نے ہمیں اتنی دعائیں دیں ہمارے لئے یہی بہت تھا۔ آپ نے یہ دے کر فضول میں اتنا تکلف۔۔۔" اس سے پہلے کہ حور عین اپنی بات مکمل کرتی ہادی نے بیچ میں ہی اُسے روک دیا۔

"ارے ارے تکلف کیسا؟۔۔۔ یہ تو سر کا پیار ہے۔" حور کو کہتے وہ منہاس علی کی جانب ہوا۔

"تھینک یو سو مچ سر!۔۔۔ آپ آئے۔ مجھے خوشی ہوئی اور یہ جو ساتھ میں گفٹ لائے اس کی تو مجھے بہت ہی خوشی ہوئی بس ایسے ہی ہمیشہ ہمیں خوش کرتے رہیں تو کیا ہی بات ہے۔"

ہادی کی بات پہ منہاس علی نے تاسف سے سر ہلایا جبکہ حور نے ایک شرمندہ مسکراہٹ منہاس علی کی جانب اچھالنے کے بعد ہادی کو گھوری سے نوازہ تھا۔ جس کا ہادی پہ کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ اُلٹا وہ منہاس علی کے قریب ہوتا اُن کی طرف جُھکا تھا۔

"مجھے یقین ہے اس لفافے میں موجود مال اس سے زیادہ ہو گا جو آپ ٹریٹ کے چکر میں میرا کونڈا کرا چکے ہیں۔" اس کی بات پہ منہاس علی نے پہلے تو افسوس سے اسے دیکھا اور پھر نا چاہتے ہوئے بھی ہنس دئے۔

"اگر میری انکھوں سے دیکھو گے برخودار' تو اُس سے بھی کئی زیادہ لگے گا۔"

"اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ میری دلی تسلی ہو گئی ہے۔" وہ ڈرامائی انداز میں بولا تو اِسے نظر انداز کرتے وہ حور کی جانب ہوئے جو ابھی تک ہادی کو شرم دلانے والی نظروں سے دیکھنے میں مصروف تھی۔

"اِسے چھوڑو بیٹا' اس کی تو شروع سے فضول ہانکنے کی عادت ہے۔"

یہ کہتے انہوں نے ایک بار پھر حور عین کے سر پہ اپنا دستِ شفقت رکھا اور تھکاوٹ زدہ انداز میں مسکرا دیئے۔

"جانتی ہو بیٹا' آپ کو یوں دلہن بنا دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے آپ میری اپنی بیٹی ہو۔ اور میرا اللہ گواہ ہے۔ میں نے ہمیشہ آپ کو اپنی بیٹی کی جگہ ہی رکھا ہے۔ آج اگر میری بیٹی زندہ ہوتی تو اس کو بھی میں شادی پہ یہی تحفہ دیتا جو آپ کو دیا ہے۔" وہ جزباتی ہوئے تھے۔ لیکن فوراً ہی اپنے آپ کو ہلکا پھلکا کرتے بولے۔

"اور ہاں، ایک اور بات۔۔۔ اگر کبھی اس نالائق نے تمہیں تنگ گیا' تو اِس کے اوپر ایف۔ آئی۔ آڑ پہ دستخط میں کروں گا۔"

ان کی بات پہ حور کُھل کے مسکرا دی۔ جبکہ ہادی کو یہ بات کچھ ہضم نہ ہوئی تھی اس لئے فوراً سے بولا۔

"بہت بہت شکریہ آفیسر صاحب! مگر مت بھولیں آپ میری پہلے سے تیز طرار بیوی کو مزید خطرناک مشورے دے رہے ہیں۔"

ان دونوں کی گفتگو ابھی جاری ہی تھی جب تیمور فاروقی ان کے پاس چلے آئے۔

حور عین نے آگے بڑھ کر باپ کا اور منہاس علی کا تعارف ایک دوسرے سے کرایا۔ کچھ لمحے تو تیمور ایسے ہی منہاس علی کی جانب دیکھتے رہے اور پھر پہچانتے ہی منہاس علی کو گلے سے لگایا۔

"کیسے ہیں آپ انسپکٹر صاحب؟۔۔۔"

"اللہ کا بڑا کرم ہے۔ اور بیٹی کی شادی بہت بہت مبارک ہو آپ کو مسٹر فاروقی۔"

حور عین نے ان دونوں کو ایسے بات کرتے حیرت سے دیکھا۔

"آپ دونوں کیا پہلے سے جانتے ہیں ایک دوسرے کو؟۔۔۔" اُسے تعجب ہوا۔

"ہاں بیٹا!۔۔۔" یوں سمجھ لو ماضی کا ایک بہت بڑا قرض ہے ان کا مجھ پر' جس کو اتارتے اگر میری جان بھی چلی جائے تو وہ پھر بھی نہیں اترے گا۔" تیمور کی بات پہ منہاس علی نے فوراً نفی کی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیسی بات کرتے ہیں آپ مسٹر فاروقی، تب جو ہوا وہ کرنا میرا فرض تھا۔۔۔ اور آپ کی بیٹی مجھے بالکل اپنی بیٹی کی طرح ہی عزیز ہے اس لئے آئیندہ کبھی ایسی بات کر کے مجھے شرمندہ نہ کیجئے گا۔"

حور عین کو ان کی باتوں کی زرا سمجھ نہیں آئی کہ وہ کس بارے میں بات کر رہے ہیں۔ اس نے باپ سے اشارے سے پوچھا چاہا مگر تیمور نے نفی میں ہلا کے بات ہی ختم کر ڈالی۔

ہال کا وقت ختم ہوا تو رخصتی کا وقت ہو چلا۔ اپنی شادی پہ کبھی بھی نہ رونے کا بلند و بانگ دعویٰ کرنے والی حور عین فاروقی جب حور عین افگن بن کر رخصتی کے وقت باپ کے گلے لگی تو نہ چاہتے ہوئے بھی رو دی۔ اس نے فوراً سے اپنے آنسو صاف کئے اور مسکرا کر باپ کو دیکھا۔

"اپنا بہت خیال رکھئیے گا، میرے پیچھے سے میری ماما کو بالکل تنگ نہ کریئے گا، آفس سے جلدی گھر آیا کریئے گا اور وقت پہ اپنا روٹین چیک اپ بھی کرایا کریئے گا۔

اس کی بات پہ تیمور نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ ماتھے پہ لے جا کر اِسے سلیوٹ کیا۔

"اوکے باس اور کوئی حکم؟۔۔۔" جواب میں نم آنکھوں سے مسکراتے حور عین نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر ماں باپ کی دعاؤں اور قرآن پاک کے سائے میں یہ بیٹی بھی اپنے ماں باپ کے آنگن کو رخصت کرتی ایک نئے سفر پہ چل نکلی۔

SafaReadAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

وہ کب سے کمرے میں جانے کی کوشش میں تھا مگر جبریل اور شایان جان بوجھ کر اِسے اپنے پاس سے اٹھنے ہی نہ دے رہے تھے۔ وہ چاہ کر بھی بار بار اِن کو یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ بھائی جانے دو۔۔۔ میری بیوی کمرے میں میرا انتظار کر رہی ہے۔۔۔ وہ ظاہری طور پہ سنجیدہ سا قصہ چھیڑے بیٹھے تھے مگر ہادی ان کے دماغ میں چلتی شیطانی سوچوں سے اچھے سے واقف تھا۔ اِس لئے خاموشی سے بیٹھا اُن کو بھی حد جانچنے گا آخر کو وہ دونوں بھی تو اب بیویوں والے تھے۔۔۔

* * * * * * * * * *

شفاء اور ہدیٰ اسے کمرے میں بیٹھا کر جا چکی تھیں۔ اُس نے تنہائی پاتے ہی کمرے کا مکمل جائزہ لیا۔ اِس کا سر اِس وقت درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔ اتنا ہیوی میک اپ اور اوپر سے اتنا ہی بھاری لہنگا۔ اس نے زندگی میں نہ ہی کبھی اتنا ہیوی میک اپ کیا تھا اور نہ ہی کبھی اتنے ہیوی کپڑے پہنے تھے۔ وہ اور تھوڑی دیر بیٹھی ہادی کا انتظار کرتی رہی۔ اسے یوں سجے سنورے روپ میں بیٹھ کر ہادی کا انتظار کرنا معیوب سا لگا۔ اگلے لمحے ہی ایک خیال آتے۔ وہ تیر کی تیزی سے سیدھی ہوئی۔

Safar ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں یہاں ایسے بیٹھ کر اُس دو نمبر شخص کا انتظار کیوں کروں بھلا؟۔۔۔ کتنا عجیب لگے گا کیا سمجھے گا وہ کہ میں ایک دم سے اس کی محبت میں گرفتار ہو کر اس کے لئے مری جا رہی ہوں، جو ایسے اپنی نیند قربان کر کے اس کا انتظار کر رہی ہوں۔ بے شک وہ میرا شوہر ہے مگر اس سے پہلے وہ ایک انتہائی دو نمبر آدمی ہے۔ نجانے کب سے میرا پیچھا کر کے میرے بارے میں سب پتہ کراتا رہا ہو گا۔ شاطر انسان۔۔۔"

وہ سوچتی بیڈ سے اُٹھی اور ایک بار پھر پورے کمرے کا بھرپور تفصیلی جائزہ لیا۔

گرے اور وائٹ رنگ کے امتزاج کے ساتھ سجا کمرا واقعی بہت ڈیسینٹ لگ رہا تھا۔ وہ سراہے بغیر نہ رہ سکی۔ کمرے کا جائزہ لیتے اس نے وارڈروب کھولی جسے بہت نفاست سے سیٹ کیا گیا تھا۔ ایک طرف سارے ہادی کے کپڑے تھے جب کے داہنی جانب اس کے کپڑے لٹکائے گئے تھے۔ اس نے اپنی والی طرف سے ڈھونڈ کر ایک سادہ آرام دے سوٹ نکالا اور واشروم کی طرف بڑھ گئی۔ اِس کا سر اِس وقت درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔ اتنا ہیوی میک اپ اور اوپر سے اتنا ہیوی لہنگا۔ اس نے زندگی میں نہ ہی کبھی اتنا ہیوی میک اپ کیا تھا اور نہ ہی کبھی اتنے ہیوی کپڑے پہنے تھے۔ نہا کر اس نے گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کیا۔ نہا کر بھی اس کے سر درد میں کوئی فرق نہ پڑا۔ اس نے بیڈ کے ساتھ پڑی سائیڈ ٹیبل کا دراز کھولا تو اِسے سامنے ہی درد کی گولیوں کے بجائے پسٹل کی گولیاں اور پسٹل نظر آئی۔ اِس نے اب بیڈ کی دوسری جانب پڑی ٹیبل کے دراز کھولے۔ خوش قسمتی سے اِسے سامنے میڈیسن باکس پڑا نظر آیا تھا۔ ڈبے میں پین کلر کا صرف ایک ہی پتا تھا جس میں صرف تین گولیاں باقی بچی تھیں۔ ان میں سے دو گولیاں پانی سے نگلتے آدھا پیا پانی کا گلاس اور دوائی کا پتا سائیڈ ٹیبل پہ ہی رکھ دیا۔ پھر پاس پڑے لیمپ کہ روشنی بجھاتے لیٹ گئی۔ ٹھیک دو منٹ بعد وہ نیند کی وادی میں اڑان بڑھ چکی تھی۔

SafaAdab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

* * * * * * * * *

شفاء کتنی بار جبریل کو اُٹھنے کا کہہ چکی تھی مگر وہ ہر بار اِسے ٹال دیتا۔ شفاء اور ہدیٰ اچھے سے جانتی تھی یہ دونوں اتنی دیر کیوں لگا رہے ہیں۔ ہادی نے بھی دو تین دفعہ انگڑائیاں لیتے اُٹھنے کی کوشش کی مگر جبریل ہر بار اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے واپس بٹھا دیتا۔

اللہ اللہ کر کے وہ لوگ اُٹھے تھے۔ وہ بھی اگر شفاء زبردستی نہ کرتی تو اُن کے کچھ دیر مزید بیٹھنے کے ارادے تھے۔ اُن کو بھیجتے ہی ہادی نے اپنے کمرے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

ہادی نے کمرے میں قدم رکھا تو اس کا استقبال گھپ اندھیرے نے کیا۔ اس نے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھا کر لائٹ جلائی تو نظر سامنے بیڈ پہ بے سُدھ پڑے وجود پہ گئی۔ اِس کی نیندیں اُڑا کر وہ حسینہ خود مزے سے سو رہی تھی۔ اس کا دل کیا وہ اِسے جھنجھوڑ کر اٹھا دے۔ اس نے اپنے پیچھے زور سے دروازہ مار کے بند کیا مگر دوسری جانب سوئے وجود پہ کوئی اثر نہ ہوا۔ بھلا اتنی بھی کس بات کی اکڑ، آج تو کم از کم وہ اس کا انتظار کر ہی سکتی تھی۔۔۔۔

وہ چلتا ہوا بیڈ کے قریب گیا۔ وہ اتنے سکون سے گہری نیند سو رہی تھی۔ جیسے صدیوں کی۔ جاگی ہو۔ ہادی کو تعجب ہوا۔ ورنہ اُس کے علم کے مطابق تو لڑکیوں کو نئی جگہ پہ آسانی سے نیند ہی نہ آتی تھی۔ حور پہ سے نظر ہٹاتے وہ اپنی شیروانی کے بٹن کھولنے لگا۔ جیب سے موبائل نکال کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے اس کی نظر سامنے پڑے آدھے پانی کے گلاس اور پین کلر پہ گئی۔ پتے میں تین خوراکیں اِس نے چھوڑی تھیں اور اب ایک پڑی تھی۔ اب اسے اندازہ ہوا وہ بے سُدھ ہو کر کیوں سو رہی تھی۔ جو درد کی دوائی اس نے کھائی تھی اس میں نیند شامل تھی اور وہ ماشاءاللہ سے دو گولیاں کھا چکی تھی۔ وہ ایک آخری نظر اس پہ ڈالتے الماری سے اپنا سادہ شلوار سوٹ نکال کر، واشروم کی طرف بڑھ گیا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کچھ لمحے بعد وہ فریش ہو کر نکلا تو لائٹ بجھا کر خود بھی بیڈ کی دوسری جانب لیٹ گیا۔

اس نے اپنے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی آنکھوں کے سامنے کی جس پہ ایک خوبصورت لاکٹ چین لٹک رہا تھا۔ اس نے مٹھی بند کرتے چین کو واپس باکس میں بند کیا اور نائٹ سٹینڈ کے دراز میں رکھ دیا۔

اس نے حور عین کی جانب کروٹ کی۔ جو اِسی کی طرف کروٹ کئے بے خبر سو رہی تھی۔ اُسے حور کا اپنے کمرے میں ہونا ابھی تک خواب سا محسوس ہوتا تھا۔ اور اگر یہ خواب تھا تو اِس کی دعا تھی کہ وہ اس خواب سے کبھی نہ جاگے۔۔۔ اِسے یونہی دیکھتے ہادی کی نظر تکیے کے پاس دھرے حور کے ہاتھ پہ گئی۔ جہاں مہندی سے بھرے ہاتھ میں ہادی کی پہنائی گئی انگوٹھی موجود تھی۔ ہادی کو یاد آیا۔ پرسوں جب وہ اُس کے ساتھ افگن فاؤنڈیشن گئی تھی تو اس کی اُنگلی میں انگوٹھی نہیں تھی مگر اب تھی، شاید مہندی لگوانے کے لئے اتار رکھی ہو۔ اُس نے خود ہی قیاس کیا۔ یونہی خواب اور حقیقت کو جانچتے کب ہادی کی آنکھ لگی اُسے بھی اندازہ نہ ہوا۔

ہادی کی آنکھ اپنے گرد ہونے والی ہلچل سے کھُلی۔ اس نے آنکھیں کھولیں جو ایک دم اندھیرے سے روشنی میں آنے کے باعث چندھیا سی گئیں۔ اپنی آنکھیں مسل کر اس نے سامنے دیکھا جہاں حور عین نماز کے انداز میں دوپٹہ لئے الماری کھولے کچھ ڈھونڈنے میں مصروف تھی۔ شاید اِسی کھٹ پٹ کی آواز سے اس کی آنکھ کھُلی تھی۔

"کہیں یہ تو نہیں ڈھونڈ رہی؟۔۔۔" نیند کے باعث وہ خمار آلود لہجے میں بولا۔ اپنے اتنے قریب سے آتی آواز پر حور عین بدک کے پلٹی۔ جہاں نیند سے بوجھل آنکھیں لئے ہادی جائے نماز اس کی طرف بڑھائے کھڑا تھا۔

"تھینک یو۔۔۔" مشکور انداز میں کہتے اِس نے جائے نماز پکڑی اور بچھانے لگی۔ اب نیا مسئلہ یہ تھا اسے قبلہ رخ نہ پتا تھا۔ وہ پوچھنے کے لئے پلٹی مگر ہادی وہاں تھا ہی نہیں۔ واشرام سے آتی پانی کی آواز اس چیز کی وضاحت تھی کی وہ باتھروم میں تھا۔ حور کو تعجب ہوا

"یہ واشروم کب گیا؟۔۔۔" نہ اس شخص کے اٹھنے کی کوئی چاپ حور تک پہنچی تھی نہ اس کے واشروم کی طرف جاتے قدموں کی۔۔۔ وہ جانماز پکڑے اس کا انتظار کرنے لگی کہ وہ نکلے اور یہ اُس سے قبلہ رخ پوچھے۔

کلک کی آواز پہ اس نے سامنے دیکھا۔ وہ باتھروم سے وضو کر کے نکلا تھا۔

"اوہ۔ تو یہ نماز بھی پڑھتا ہے۔۔۔" اس نے بے اختیار سوچا۔

اتنے میں ہادی نے دراز سے ایک اور جائے نماز اور اُس کے ساتھ ہی ٹوپی نکالی اور ٹوپی سر پہ رکھے وہ حور کی طرف آیا۔

" قبلہ رخ اس طرف ہے۔" اس نے بن پوچھے ہی بتا دیا تھا جیسے وہ جانتا تھا کہ وہ یہی پوچھنے کے لئے رُکی تھی۔ اس نے نہ صرف بتایا تھا بلکہ اس سے جائے نماز پکڑ کے اپنی جائے نماز سے زرا پیچھے ایک طرف کر کے بچھا بھی دی۔

حور عین خاموشی سے پچھلی جانب بچھی جانماز پہ کھڑی ہو کر نماز شروع کرنے ہی والی تھی جب ہادی کے الفاظ پہ وہ رُکی۔ اُس کی بات پہ اپنے کانوں پہ جیسے حور عین کو یقین نہ آیا تھا۔ "کیا کہا؟۔۔۔"

اُس نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔ اس بار ہادی نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا۔

"میں نے کہا' اگر آپ کی اجازت ہو تو امامت میں کرا سکتا ہوں؟۔۔۔"

"شیور۔" اس کے علاوہ بھلا حور اور کیا کہہ سکتی تھی۔ اور اس سے خوبصورت بات اور ہو ہی کیا سکتی تھی کہ اُس کی زندگی کی نئی صبح کا آغاز اس قدر شاندار طریقے سے ہو۔ اس کی طرف سے جواب پا کر وہ جھکا۔ ٹراؤزر کے پائنچے ٹخنوں سے اوپر تک فولڈ کرنے کے بعد سیدھا ہوتے اس نے امامت شروع کی۔

دعا مانگ کر ہادی نے جائے نماز اور ٹوپی واپس اُسی جگہ پہ رکھی اور حور کی دعا ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ "نجانے اللہ سے کونسی باتیں لیکر بیٹھ گئی ہے یہ لڑکی۔" اس کی دعا لمبی ہوتے دیکھ کر وہ سوچ کر رہ گیا۔

دعا کے بعد چہرے پہ ہاتھ پھیرتے حور نے بھی اپنی جائے نماز طے کی اور ہادی کی جائے نماز کے اوپر رکھ دی۔

وہ جب نماز پڑھ کے فارغ ہوئی تو آسمان پہ ملگجی روشنی پھیل چکی تھی۔ اسے نماز پڑھ چکا دیکھ کر ہادی نے کمرے کی بالکونی کھولی اور حور کو بھی وہیں آنے کا کہا۔ کچھ دیر وہ ایسے ہی خاموشی سے ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے صبح کی

تازگی اور اس وقت کے سکون کو محسوس کرتے رہے۔ اوپر آسمان پہ نیلی چادر آہستہ آہستہ اپنے پر پھیلا رہی تھی۔ حور نے نماز کے انداز میں لیا دوپٹہ کھولا اور اپنے کندھوں پہ ڈال لیا۔ آدھے بالوں کو اس نے ڈھیلے انداز میں کیچ کر رکھا تھا۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ خاموش کھڑے تھے۔ اور دونوں کو ہی سمجھ نہ آ رہا تھا اس خاموشی کو کیسے توڑیں۔

بالکونی سے نظر آتے ان کے سرسبز لان کو دیکھ کر اسے قصرِ فاروقی کا لان شدت سے یاد آیا تھا۔ پھر اپنے گھر کے ساتھ اسے گھر والے بھی یاد آئے تھے۔ وہ انہی سوچوں میں تھی کہ ہادی کی آواز نے اس کی سوچوں میں خلل ڈالا۔

" سر درد کیسا ہے اب آپ کا؟۔۔۔" وہ یونہی افق پہ پھیلی نیلی چادر کو دیکھتے بولا۔

" ٹھیک۔ الحمد اللہ۔۔۔" بالکونی میں ایک طرف پڑے چھوٹے چھوٹے پودوں کو ایک ہاتھ سو چھوتے وہ بولی۔ دیکھتے ہی دیکھتے بہت دور آسمان پہ سورج کی پہلی کرن نمودار ہوئی تھی۔ قصرِ فاروقی کی نسبت یہاں سے طلوعِ آفتاب کا منظر زیادہ واضح اور خوبصورت نظر آتا تھا۔ وہ غور کئے بغیر نہ رہ سکی۔

" جانتے ہیں۔ مجھے طلوعِ صحر کا منظر ہمیشہ سے بہت پسند رہا ہے۔ میں جب بھی اس منظر کو دیکھتی ہوں مجھے پھوپو کے کہے ہوئے الفاظ شدت سے یاد آتے ہیں۔ وہ کہتی تھیں جس طرح پوری کائنات میں ہر رات کے بعد صبح ہوتی ہے اُسی طرح ہر کسی کی زندگی میں بھی اندھیرے کے بعد اجالا لازمی ہوتا ہے۔ مشکل چاہے کتنی بھی بڑی ہو اپنے ساتھ آسانی لازماً لاتی ہے۔۔۔" وہ جزب سے بولتے ماضی کی ایک خوبصورت صبح میں واپس چلی گئی تھی۔

منظر بدلا تھا۔ ایک چھوٹی سی گلابی گالوں والی بچی جلال پارک کے بینچ پہ بیٹھی تھی۔ بھورے رنگ کے بالوں کو اس نے اونچی پونی میں قید کر رکھا تھا۔ اُس بچی کے ساتھ ہی ویل چیئر پہ اچھے سے چادر اوڑھے گلابی گالوں والی ہی ایک اور لڑکی بیٹھی تھی۔ جس کے نین نقش ہو بہو اِس بچی جیسے تھے۔ دیکھنے میں وہ بالکل ماں بیٹی لگ رہی تھیں۔ اس وقت وہ دونوں دور افق کو دیکھتے گہری باتوں میں مصروف تھیں۔

ویل چیئر والی لڑکی چھوٹی بچی کو دور آسمان پہ دیکھتے کوئی بات سمجھا رہی تھی۔ جواباً چھوٹی بچی نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔ جیسے بات سمجھ نہ پائی ہو۔

"پھوپو آپ کو کِس نے بتائی یہ بات؟۔۔۔"

"مجھے یہ بات اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے۔" وہ اس کے ماتھے پہ گرتے بال پیچھے کرتے بولیں۔ مگر لگتا تھا چھوٹی بچی کو ابھی بھی کچھ سمجھ نہ آیا تھا۔ اُس کے ماتھے پہ سوچوں کا جال ابھی بھی ویسا ہی تھا۔

"مگر اللہ تعالیٰ آپ کو یہ بات کیسے بتا سکتے ہیں۔

We are common human beings phupoo..

پھر اللہ تعالیٰ ہم عام انسانوں سے کیسے بات کر سکتے ہیں؟۔۔۔" چھوٹی بچی کے انداز سے صاف واضح تھا وہ اپنی پھوپھی کی بات سے پریشان ہوئی تھی۔ کیونکہ اُس کی پھوپو تو عام سی انسان تھی ناں۔۔۔ وہ پریشان سی ہوئی۔

اس کی بات پہ حریم مسکرا کر واپس اوپر افق پہ طلوعِ آفتاب کے خوبصورت منظر کو دیکھتے بولی۔

"حور عین اللہ تعالیٰ تو اپنے بندے سے کبھی بات کرنا نہیں چھوڑتے۔ چاہے اُن کے بندے عام ہو ریا خاص۔۔۔ یہ تو ہم ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے بات کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔"

" تو پھر اللہ تعالیٰ سے اگر میں بھی بات کرنا چاہوں گی تو وہ مجھ سے بھی بات کریں گے؟۔۔۔" چھوٹی بچی پر جوش ہوتے بولی۔ "پھوپو' پھر میں اللہ تعالیٰ سے بات کیسے کروں گی اور وہ مجھے جواب کیسے دیں گے؟۔۔۔" اب چھوٹی بچی کو نئی فکر ہوئی تھی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ویری سمپل۔۔۔جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور نماز میں جب ہم دعا کرتے ہیں تو دعا میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے اپنی سب باتیں ایسے شیئر کرنی چاہیئے ہیں جیسے ہم اپنے بیسٹ فرینڈز سے کرتے ہیں۔۔۔پھر اُس کے بعد جب ہم قرآن پاک کھولتے اور پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری سب باتوں کے جواب دیتے ہیں اور پھر وہ بھی ہم سے اپنے پیارے پیارے بندوں کی باتیں شیئر کرتے ہیں تاکہ ہم اُن باتوں سے سیکھیں ایسے اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری سب باتوں کے قرآن مجید میں دے دیتے ہیں۔"

"اچھا تو ایسے دیتے ہیں۔ مگر پھوپو قرآن پاک تو عربی میں ہے اور عربی تو مجھے آتی نہیں۔ "

"حور عین' جیسے ہماری زبان اردو ہے۔ ویسے ہمارے پیارے نبیﷺ کی اور ان کے زمانے کے لوگوں کی زبان عربی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ان کے زریعے سے لوگوں تک بہنچایا تو اللہ تعالیٰ نے خیال رکھا کہ ان سب کو سمجھ آ جائے. اسی طرح ہمارے لئے بھی اس چیز کا خیال رکھتے ہوئے کہ ہمیں سمجھ آ جائے ساتھ میں اردو ٹرانسلیشن ہوتی ہے جس سے ہمیں آسانی سے پتا چل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا بات کر رہے ہیں اور کس کی بات بتا رہے ہیں۔۔۔"

"واؤ۔۔۔پھر تو میں بھی اب سے روز اللہ تعالیٰ سے باتیں کیا کروں گی۔ پھر وہ مجھے جواب دیا کریں گے۔" وہ خوشی سے چہکتی بولی۔

"انشاءاللہ میری جان۔۔۔" حریم نے اس کے ماتھے پہ آئے شرارتی بال کان کے پیچھے کئے۔

"پھوپو آپ سے اللہ تعالیٰ نے آج کیا بات کی تھی؟۔۔۔ "

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حور کے سوال پہ حریم نے افق کی جانب نظر اٹھا کر دیکھا۔ طلوعِ آفتاب کی نارنجی سرخی اب پورے افق پہ پر پھیلا چکی تھی۔ حریم اُسی جانب دیکھتے دھیرے سے بولی۔

"اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ (1)۔۔۔"

"کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔"

"وَوَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ (2)۔۔۔"

"اور کیا آپ سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اتار دیا۔"

"الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَکَ (3)۔۔۔"

"جس نے آپ کی کمر جھکا دی تھی۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ (4)۔۔۔"

"اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔"

"فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا(5)۔۔۔"

پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

"اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا(6)۔۔۔"

بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

اس نے سورۃ نشرح کی پہلی چھ آیات دھیرے سے دہرائیں جس کے جواب میں بقیہ دو آیات حور عین نے پڑھ کر مکمل کیں۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ(7)

وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ(8)

"پھوپو ان لاسٹ ٹو آیات میں اللہ تعالیٰ کیا کہہ رہے ہیں۔" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"اس میں اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں۔۔۔

فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ (7)۔۔۔۔

"پس جب آپ (تبلیغ احکام سے) فارغ ہوں تو ریاضت کیجیے۔

وَاِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ (8)۔۔۔

"اور اپنے رب کی طرف دل لگائیے۔"

"پھوپھو آپ نے اللہ تعالیٰ سے کیا بات کی تھی جو انہوں نے آپ کو یہ کہا؟۔۔۔"

حریم لاجواب ہوئی تھی وہ اس چھوٹی سی بچی کو کیا بتاتی۔ اس لئے فوراً اس کی بات کو جھٹکا۔

"ہشششش۔۔۔۔" حریم نے فوراً اپنے لبوں پہ انگلی رکھی۔

"یہ اللہ تعالیٰ کا اور اُس کے بندے کا سیکرٹ ہوتا ہے۔ اسی لئے کسی سے یہ بات نہیں پوچھتے اور نہ ہی اپنی بتاتے ہیں کہ اللہ سے ہم نے کیا بات کی۔۔۔ اور اب چلو۔ گھر چلیں۔۔۔ بہت دیر ہو گئی ہے گھر جا کر سکول کے لئے تیار بھی ہونا ہے۔"

ہادی کے بلانے پہ وہ ایک دم حال میں واپس لوٹی تھی۔ اُسے ہر برا تا دیکھ کر ہادی نے تاسف سر جھٹکا۔

"کہاں کھو گئی تھی یار، میں کب سے بولا رہا ہوں مراقبہ کرتے کون سی دنیا میں نکل گئی تھی؟۔۔۔"

"کہیں بھی تو نہیں، بس ایسے ہی۔" وہ شرمندہ شرمندہ سی بولی۔

"کچھ بھی نہیں بس ایسے ہی؟۔۔۔ ویسے حور عین افگن، یہ کیا بات ہوئی کہ شادی کی پہلی رات شوہر کا انتظار کئے بغیر آنکھیں بند کر کے کر سو گئی۔ اور اب شوہر باتیں کر رہا ہے تو کھُلی آنکھوں سے سو رہی ہو۔۔۔ ابھی بتا دو یار کس کس طرح کی سکلز کی مالکہ ہے میری بیوی۔" وہ افسوس کرتے بولا تو جواباً حور نے آنکھیں سکیڑے اسے خشمگین نظروں سے گھورا۔

"کچھ زیادہ نہیں بول رہے؟۔۔۔ اور اگر اس سب کا مقصد مجھے شرمندہ کرنا ہے تو سوری ٹو سے، آپ کی تمام تر کوششیں ناکام گئی ہیں۔ کیونکہ میں کسی بھی دو نمبر انسان کے لئے جاگ جاگ کر اپنی راتوں کی نیند نہیں حرام کر سکتی۔۔۔"

اُسے بے نیازی سے کہتا دیکھ کر ہادی کا منہ اور آنکھیں دونوں کھُلی تھیں۔۔۔ یہ لڑکی کبھی نہیں سُدھر سکتی تھی۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔ اُس نے دل میں سوچا۔

ہادی کا حیران چہرہ دیکھ کر حور نا چاہنے کے باوجود مسکرا دی جس پہ ہادی بھی سر جھٹکتا ہنس دیا۔

"جانتی ہو حور، یہ صبح میری زندگی کی سب سے خوبصورت صبح ہے۔" اُس نے حور عین کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے دور افق کو دیکھا اور پھر اِسے دیکھا۔ اِس کے دیکھنے پہ حور ہلکا سا مسکرا دی۔ صبح تو یہ اس کی زندگی کی بھی سب سے حسین اور منفرد تھی جس کے لئے وہ اپنے اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔

" جانتی ہو حور، مجھے لو ایٹ فرسٹ سائٹ پہ بالکل بھی یقین نہیں تھا اور ہے بھی نہیں مگر یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ مجھے تم پہلی نظر میں اچھی لگی تھی یا پھر اٹریکٹ کر گئی تھی پتا نہیں۔۔۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا وہ اٹریکٹ صرف آنکھوں نے کیا تھا کیونکہ جب میں نے زبان دیکھی تو بس لاحول ولا قوۃ اِلا باللہ پڑھ کے رہ گیا تھا۔" بات کرتا کرتا وہ ہنسا۔

"خیر وہ تو تھی پہلی ملاقات۔ میں دوسری ملاقات کی امید نہیں رکھتا تھا۔ مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ میں دار الایمان چائلڈ ٹریفکنگ کے کیس کے سلسلے میں گیا تھا۔ ہماری انفارمیشن کے مطابق اس دن وہاں اس گروہ کی طرف سے کئی لوگ بھیس بدل کر بچوں کو اپنی طرف راغب کرنے میں مشغول تھے اور جب میں نے تمہیں دیکھا تو مجھے۔"

"تو آپ کو مجھ پر شک ہو گیا۔۔۔" حور نے اس کی بات مکمل کی۔ جواباً ہادی شرمندگی سے سر کُھجلنے لگا۔

" اب وہ سیچوئشن ہی ایسی تھی کوئی بھی دیکھتا یہی سمجھتا۔ مگر میں فوراً ہی تمہاری ڈیٹیلز نکلوانے کا آرڈر دے چکا تھا۔" اُس نے فوراً سے بات مکمل کی۔

"اور پھر اس ریسٹورنٹ والی ملاقات کے بعد جب میرے ہاتھ میں تمہارے نام کی فائل آئی تو یہ کہنا غلط نہیں ہو گا۔ کہ میں تم سے زندگی میں پہلی دفعہ پورے دل سے امپریس ہوا تھا۔۔۔ پھر جیولر پہ میں ہُدیٰ کا برتھڈے گفٹ لینے گیا جہاں تم اپنی منگنی کی شاپنگ کرنے آئی تھی۔ پتا نہیں کیوں نا چاہتے ہوئے بھی مجھے اس دن کچھ تھا جو اچھا نہیں لگا تھا اور وہ جو بھی تھا میں اس احساس کو جگانا نہیں چاہتا تھا نہ ہی اسے جگانے کا وقت میرے پاس تھا۔۔۔ وقت گزرتا گیا اور پھر تم میرے سامنے کبھی نہیں آئی۔۔۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب اللہ ہی نہیں چاہتا کہ ہمارا کہیں بھی آمنا سامنا ہو۔ مگر میں پہلی بار کی طرح اس بار بھی غلط نکلا۔ اللہ نے ہمیں پھر ایک دوسرے سے ملایا کیونکہ اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ میں آج بھی سوچتا ہوں کہ اگر وہ بچہ ہمیں نہ بتاتا کہ اندر ایک اور ہوسٹج ہے تو کیا ہوتا اور اس سے آگے میں کبھی نہیں سوچ سکتا۔۔۔ اس دن کے بعد سے نا چاہتے ہوئے بھی عبد الہادی جانتا تھا کہ وہ جس احساس کو جگانا نہیں چاہتا وہ خود ہی

جاگ چکا ہے۔ جب تمہاری منگنی ٹوٹی کہنا تو نہیں چاہیئے مگر مجھے زرا سی بالکل زرا سی کمینی والی خوشی ہوئی تھی۔" وہ دو انگلیوں سے زرا سی کا نشان بناتے بولا۔ حور تمام بات کے دوران ہادی کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دے رہی تھی وہ بس اس کو سن رہی تھی۔ جو اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا۔

"لیکن یہی کمینی خوشی میری حقیقی خوشی تھی کیونکہ حمزہ واقعی تمہارے قابل نہ تھا۔۔۔"

"کیا واقعی؟۔۔۔ اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟۔۔۔" اس پوری دورانیے میں حور پہلی بار بولی تھی کیونکہ اب اِس سے بولے بغیر رہا نہیں جا سکتا تھا۔

"چلیں مانا کہ حمزہ میرے قابل نہ تھا۔۔۔ اور آپ؟۔۔۔ اپنے بارے میں کیا خیال ہے جناب کا؟۔۔۔" اس کی بات پہ ہادی ہنس دیا۔

"اپنے بارے میں تو کافی نیک خیالات ہیں۔۔۔ جانتی ہو' تمہارے بارے میں اپنے احساسات سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود بھی میں اپنے جزبات کو کوئی نام نہیں دیتا تھا نہ تمہیں پتا چلنے دینا چاہتا تھا کہ کہیں تم میرے جذبوں کی توہین نہ کر دو یا اِن پہ شک نہ کر لو، مگر آج۔۔۔ آج میں فخر سے کہتا ہوں عبد الہادی کو اپنی بیوی سے محبت ہے اور دل و جان سے محبت ہے۔" اس کے یوں اظہار کرنے پہ وہ بلش ہوئی تھی۔ مگر جلدی سے اپنے آپ کو کمپوز کرتے اس نے بات بدل دی تھی۔

Safa-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ایک بات، آپ نے مجھے پھر بھی نہیں بتائی۔"

"کون سی بات؟۔۔۔" ہادی اس کا بلش کرنا اور بات بدلنا محسوس کر گیا تھا مگر کچھ کہا نہیں کیونکہ وہ اسے کمفرٹ زون میں رکھنا چاہتا تھا۔

"اب جب سب بتا ہی دیا ہے تو یہ بھی بتا دیں کڈنیپنگ کے بعد میرے پیچھے پڑے لوگوں کو کیسے پیچھے ہٹایا تھا؟۔۔۔"

اس کی بات پہ ہادی گڑبڑا سا گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا ایک لمحہ پہلے جس لڑکی کے کمفرٹ زون کا وہ خیال رکھ رہا تھا اگلے لمحے وہ لڑکی اس کا کمفرٹ زون ہلا کے رکھنے والی تھی۔

"وہ۔۔۔"

وہ "وہ" کو کمبا کرتے بولا تو جواباً حور بھی اُسی کے انداز میں بولی۔ "ہاں۔۔۔ہاں وہی۔۔۔"

"کیا بتانا ضروری ہے یار' اسے جانے بغیر گزارا نہیں ہو سکتا؟۔۔۔"

"بتانا ضروری تو نہیں تھا مگر اب مجھے لگتا ہے جاننا ضروری ہے۔"

"چھوڑو ان فضول باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کوئی اور بات کرتے ہیں۔" اس نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے مسٹر ہادی کہ آپ نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی ضرور کوئی دو نمبری دکھائی ہے۔"

"توبہ توبہ! کیا بات کرتی ہو بیوی؟۔۔۔ بھلا میں ایسا کیوں کروں گا۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے

"پھر بتا کیوں نہیں رہے؟۔۔۔"

"کچھ بھی نہیں یار۔۔۔ اتنی بڑی بات بھی نہیں ہے بس تمہاری دادی کی قبر پہ موجود تختی کو ہم نے تمہارے نام کی تختی سے بدل کر ان کو تمہاری موت کا یقین دلا دیا تھا۔ سمپل۔۔۔"

سنجیدگی سے بتاتے اس نے اختتام پہ سکون سے سمپل بول کر حور عین کا سکون تباہ کیا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اٹس ناٹ ڈیٹ سو سمپل مسٹر ہادی'۔۔۔ایک زندہ انسان کو مردہ بنا دیا اور کتنے فخر سے بتا بھی رہے ہو۔" حور نے مصنوعی غصہ دکھایا۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے میں کوئی نہیں بتا رہا تھا مجھے بتانے پہ مجبور کیا گیا تھا۔" اس نے احتجاج کیا۔ جس پہ حور نے کوئی خاص توجہ نہ دی تھی۔

"میرا ضرور دماغ خراب ہو گیا ہو گا جو میرا تم جیسی لڑکی پہ دل آیا۔"

"چچ چچ!۔۔۔اب کیا کیا جا سکتا ہے۔اب تو آ گیا ناں۔" وہ اسی انداز میں بولی۔ "اور مجھے گفٹ بھی دکھائیں خیر سر نے رات میں ہمیں دیا تھا۔"

حور عین نے ایک بار پھر بات کو بہت خوبصورتی سے بدلہ تھا ہادی گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ سر منہاس والے گفٹ سے اسے اپنا بھی گفٹ یاد آیا تھا جو اس نے کب سے اس کے لئے لے رکھا تھا۔

"بھلا سر نے کیا دیا ہونا ہے پیسے ہی دیئے ہونے۔" وہ منہ بناتے بولا۔

"نہیں مجھے سر کی باتوں سے لگتا ہے جیسے کچھ اور تھا۔" بالکونی کا دروازہ بند کرتے حور عین کو لئے واپس کمرے میں چلا آیا۔ اندر آ کر وہ الماری سے وہی لفافہ نکالنے لگا جو دوسرے گفٹس کے ساتھ ہی ہدیٰ اس کی الماری میں رکھ چکی تھی۔

"خود ہی دیکھ لو۔" ہادی نے کندھے اچکاتے لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔ "دیکھ لو شاید ایسا ہی ہو۔" حور بیڈ پہ بیٹھی لفافہ کھولنے لگی جبکہ ہادی نائٹ سٹینڈ کے دراز سے حور عین کے لئے خریدی چین نکالنے لگا۔

ہادی جب اپنا گفٹ پکڑے اس کی جانب آیا تو اس کا چہرہ دیکھ کر چونک سا گیا۔

"کیا ہوا؟۔۔۔ تم رو کیوں رہی ہو؟۔۔۔" وہ پریشان ہو اٹھا۔ جواباً حور عین نے منہاس علی کا دیا لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔ جسے دیکھتے چپ تو ہادی کو بھی لگی تھی۔ لفافے میں سے نکلے صفحات پڑھ کر ہادی کو خود اپنی کیفیت سمجھ نہ آئی تھی۔

اتنے میں حور کی نم آواز اُسے ٹرانس سے باہر لائی۔

" کیا مجھ سے زیادہ خوش نصیب بھی کوئی لڑکی ہو سکتی ہے۔ جسے ایک ہی دن میں اللہ نے دنیا کی سب سے امیر شخصیت بنا دیا ہو۔ جس کی نئی زندگی کی پہلی صبح اللہ اگر آخری صبح بھی کر دے تو اُسے کوئی دُکھ نہیں۔۔۔۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے ہادی، جیسے میں نے دنیا فتح کر لی ہو۔۔۔۔ صرف آج ہی آج میں اتنے زیادہ حسین تحفے۔۔۔ پہلے اپنے شوہر کی اقامت میں صبح کا آغاز، پھر اُس کا اعترافِ محبت اور اب یہ۔۔۔" اس کی آواز جزبات سے نڈھال ہوئی۔

"کیا واقعی ہمیں اللہ کے گھر سے بلاوہ آیا ہے ہادی؟۔۔۔" وہ حور کو کیا جواب دیتا اُس کے جزبات کو نسا حور سے الگ تھے۔ واقعی رات سر نے صحیح کہا تھا۔

یہ تحفہ ہر چیز سے بہت اوپر تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا جس قابل ایک ہی لمحے میں اللہ نے اِسے کر دیا تھا۔ کہتے ہیں اس جگہ سے بلاوہ کسی امیر، غریب یا نیک و بد کو نہیں آتا۔ اس در سے بلاوہ صرف اُسی کو آتا ہے جسے اللہ بلانا چاہتا ہے۔ اور اس کی سرشاری کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ اللہ کی نظر میں تھا اللہ اُسے بلانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے دوسرے ہاتھ میں موجود لاکٹ چین کا باکس دیکھا جو وہ حور کے لئے لایا تھا۔ رات تک جو گفٹ اسے بہترین لگ رہا تھا اب وہ اس کی نظر میں مٹی ہو چکا تھا۔ کیا کوئی گفٹ اللہ کے در پہ حاضری دینے سے بہتر بھی ہو سکتا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

عافیہ کے کہنے پہ حور جلدی جلدی تیار ہونے لگی۔ وہ خوش تھی اور بہت خوش تھی۔۔۔اِسی سرشاری میں وہ ہادی سے وہ کچھ بھی کہہ چکی تھی جو عام حالات میں کبھی نہ کہتی۔ ہادی تیار ہو کر نیچے جا چکا تھا اور اب وہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ موقع کی مناسبت سے کیسا تیار ہوا جائے؟۔۔۔

اس نے الماری میں سے چھان کر اپنے لئے زمرد سبز (emerald green)

رنگ کے فُل گھیرے دار فراک کا انتخاب کیا۔ یہ فراک ہادی نے اس کے ساتھ ہی خریدہ تھا۔ زمرد رنگ کا فل گھیرے دار پاؤں تک آتا فراک اور اس کے ساتھ کا ہم رنگ دوپٹہ اور چوڑی دار۔۔۔۔

اس نے جلدی جلدی ہلکا پھلکا میک اپ کیا اور جیولری میں سے چھوٹے چھوٹے سٹڈز نما ٹاپس نکال کر کانوں میں پہن لئے۔ اپنے لمبے بھورے بالوں کو اُس نے نیچے نیچے سے کرلز ڈال لئے۔ اب وہ مکمل تیار تھی۔ آئینے میں اپنے آپ کو ایک آخری تفصیلی نظر مارتے وہ اپنی جگہ سے اٹھی ہی تھی جب ہادی کمرے میں داخل ہوا۔ اِسے دیکھ کر وہ ایک دم چونکا۔ اور پھر آہستہ آہستہ چلتے اس کے پاس چلا آیا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس کلر میں کافی اچھی لگ رہی ہو۔" وہ تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"تھینک یو۔ اب چلیں سب انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں چلو۔ ایک منٹ رُکو!۔۔۔" وہ کمرے سے جانے ہی لگی تھی جب ہادی کی بات پہ پلٹی۔

"کیا ہوا؟۔۔۔" اس نے ابرو اٹھائی۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

"اگر کسی نے پوچھا کہ میں نے تمہیں منہ دکھائی میں کیا گفٹ دیا تو کیا کہو گی؟۔۔۔"جواباً وہ اُلجھی اور پھر کچھ سوچتے بولی۔

"یہ رِنگ دکھادوں گی۔" اپنا انگوٹھی والا ہاتھ سامنے کرتے وہ بولی۔ جواب میں ہادی نے اپنا ماتھا پیٹا۔

"بے وقوف!۔۔۔یہ نکاح کا تحفہ تھا منہ دکھائی کا تھوڑی۔ "

"اچھا!۔۔۔تو پھر میں صاف صاف کہہ دوں گی آفیسر عبد الہادی صاحب انتہا کے کنجوس واقعہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو نکاح پہ دی ہوئی انگوٹھی پر ہی ٹرخا دیا۔

"چچ چچ، بجائے اس کے کہ بتاؤ میں نے نیند کی دوائی کھا کر سو کر اپنے خاوند کو منہ دکھائی کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ یہاں تو سارا ملبہ ہی مجھ پہ گرایا جا رہا ہے۔" افسوس سے بولتے اُس نے بیڈ کے سائد دراز سے ایک مخملی ڈبی نکالی اور آئینے کے سامنے چلا آیا جہاں حور عین پہلے ہی تیار کھڑی تھی۔

" یہ میں نے رات دینا تھا مگر قسمت کہ آپ اس دو نمبر شخص کے لئے اپنی نیند قربان نہیں کر سکتی تھیں اور صبح سر کے گفٹ نے مجھے اس قابل ہی نہ چھوڑا تھا کہ میں یہ چھوٹا سا گفٹ دیتا۔"

چین ڈبیہ سے نکالتے وہ حور عین کے پیچھے جا کھڑا ہوا اور اس کے بال ایک طرف کرتے چین پہنانے لگا۔

حور نے آئینے میں نظر آتے اپنے اور اس کے عکس کو دیکھا اور پھر گلے میں لٹکتی چین کو، یہ اُس سے ملتی جلتی چین تھی جو حور عین نے ایک دفعہ ہادی کے سامنے جیولر پہ پسند کی تھی۔

"اس نے لاکٹ پہ ہاتھ پھیرتے ہادی کی جانب جواب طلب نظروں سے دیکھا۔ جواباً اُس نے کندھے اچکائے اور نظر واپس حور کے گلے میں لٹکی چین پہ ڈالی۔

" ایسی چین میں نے ہدیٰ کے لئے اُس کی سالگرہ پہ لی تھی مگر شاید یہ تمہاری نظروں کا کمال تھا کہ وہ مجھ سے کھو گئی اور ہدیٰ کو پھر مجھے دوسری لے کر دینی پڑی۔ پھر اُس دن جب میں منہ دکھائی کے لئے تحفہ لینے گیا تو مجھے اس لاکٹ چین کا خیال آیا پھر میں نے اُس سے ملتی جلتی چین کا آرڈر دے دیا۔"

اس کی بات سنتی حور عین نے مسکراتے ہوئے ایک بار پھر لاکٹ پہ ہاتھ پھیرا تھا اس بار اُسے لاکٹ پہ کچھ لکھا محسوس ہوا۔ اس نے دوبارہ ہاتھ پھیرتے اب لاکٹ آنکھوں کے سامنے کیا۔ جہاں خوبصورت میناکاری کی صورت کچھ لکھا تھا۔ اُس نے حیران ہوتے ایک بار پھر ہادی کو جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

8 "فروری ریسکورس۔" "ہم پہلی دفعہ 8 فروری کو ریسکورس (جلال پارک) میں ملے تھے۔"

" آپ کو یہ تک یاد ہے؟۔۔۔" وہ مسکراتے ایک جزب سے بولی تو ہادی ہنس دیا۔

"آپ کے اس دو نمبر میسی کو سب یاد ہے مادام۔" جواباً وہ مسکرا دی۔

"ویسے شوہر تو میرا واقعی کافی دو نمبر ہے مگر پسند اس کی کافی ایک نمبر ہے۔"

اس کے انداز پہ پہلے ہادی کا منہ کھُلا تھا اور پھر دونوں ہی آئینے میں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے مسکرا دیئے۔۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

"امایہ بیٹی ٹائم ہے تو میں آجاؤں؟۔۔۔" عزیز نیازی اپنی بیٹی کو پیکنگ میں مصروف دیکھ کر بولے۔

"ارے ارے بابا آپ کیسی باتیں کر رہے آپ کے لئے مجھے ٹائم نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا سارا ٹائم آپ ہی کا تو ہے۔" وہ ان کے لئے بیڈ پہ بکھری چیزیں اِدھر اُدھر کرتے جگہ بناتے بولی۔

"جی جی وہ تو مجھ نظر آتا ہے کہ کیسے آپ کا سارا وقت میرا ہے۔" وہ اس کی بلوچستان کے ایک نواحی گاؤں میں ہونے والی پوسٹنگ کی طرف اشارہ کرتے بولے۔

"ڈیڈی آپ ہی نے مجھے اجازت دی تھی۔ اب آپ فاؤل کر رہے ہیں۔" اس نے شکوہ کیا تو انہوں نے اس کو اپنے ساتھ لگایا۔

"میں نے آپ کو کب روکا ہے؟۔۔۔۔ مگر آپ کو شرط یاد ہے ناں، ایک مہینے سے پہلے پہلے آپ واپس ہوں۔" باپ کے تنبیہی انداز پہ وہ جی ہی کر سکی۔ کتنی دیر وہ ایسے ہی باپ کے سینے سے سر لگائے خاموشی سے بیٹھی رہی پھر عزیز نیازی نے بات شروع کی۔

"بیٹا میں چاہتا ہوں اب آپ کی بھی شادی ہو جائے تو میرا دل سے یہ بوجھ بھی ہٹ جائے۔"

"کیا مطلب ہے بابا؟۔۔۔ میں بوجھ ہوں آپ کے لئے؟۔۔۔" وہ جھٹکے سے اُن سے الگ ہوئی۔

"میری جان، بیٹیاں چاہے جیسی بھی ہوں وہ اپنے والدین پہ بوجھ ہی ہوتی ہیں۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ ایک نہ ایک دن سب نے جانا ہی ہوتا ہے اور تمام والدین کی خواہش ہوتی ہے وہ اپنی زندگی میں ہی اپنی بیٹی کو اپنے گھر کا کر دیں۔ تاکہ بعد میں سکون سے مر سکیں اس فکر سے آزاد ہو کر کہ اُس کی اولاد کا کوئی اپنا ہے جو اسے تنہا نہیں چھوڑے گا، جو اُسے سنبھال لے گا، جو اُسے زمانے کی ٹھوکریں نہیں کھانے دے گا۔" امایہ نے بڑا منایا۔

"بیٹا میں نے اپنی پوری زندگی عدالتوں میں لوگوں کی لڑائیاں جھگڑے دیکھتے گزاری ہے۔ آپ وہ نہیں جانتی جو میں جانتا ہوں۔ والدین کے بعد اپنے خونی رشتے کیسے اپنوں کا ہی خون چوستے ہیں، کتنی بیٹیاں ماں باپ کے گزر جانے کے بعد اپنے ہی گھروں سے نکال دی جاتی ہیں، کتنوں کی عزتیں لوٹی جاتی ہیں، کتنوں کو نوکرانی بنا کے رکھ لیا جاتا ہے اور کتنی ہی آگے سے آگے بیچ دی جاتی ہیں۔ یہ آپ نہیں جانتی مگر میں یہ سب روز کے معاملات میں دیکھتا ہوں۔ اور پھر آپ کے سامنے شفاء کی مثال ہے۔ اگر اُس کا نکاح نہ صحیح وقت پہ ہوا ہوتا اور زمان نے سمجھداری سے سب نہ سنبھالا ہوتا تو کیا کچھ ہو جاتا۔ پھر میرا تو زمان جیسا کوئی رشتہ دار بھی نہیں اور جو رشتے دار ہیں ان کا جو آپ کے ساتھ سلوک ہے میں اُس سے اچھے سے واقف ہوں۔"

"ڈیڈی آپ ایسی باتیں نہ کریں ناں پلیز۔۔۔ اور میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔" وہ دوبارہ اُن کے سینے سے لگتے بولی۔

"ٹھیک ہے میں نہیں کروں گا ایسی باتیں مگر ایک شرط پہ کہ تم شادی کی راضی بھر لو اور مجھے بتاؤ، کوئی ہے جو میری بیٹی کو اچھا لگتا ہو، کوئی ہے آپ کی نظر میں یا میں اپنی پسند سے ڈھونڈ لوں۔"

"ڈیڈی!۔۔۔" اس کے احتجاج کرنے پہ عزیز نیازی پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بولے۔

"مت کرو بیٹا ایسے۔۔۔ زندگی بہت حسین ہے اسے انجوائے کرو۔ لوگوں کی باتوں کو بھول جاؤ اور آگے دیکھو جہاں ایک نئی زندگی آپ کے انتظار میں ہے۔"

"ڈیڈی جو آپ سوچ رہے ہیں وہ بھی تو آسان نہیں ہے۔ کون کرے گا مجھ جیسی لڑکی کو پسند، کیا ہے مجھ میں جو دیکھ کر کوئی بھی مجھے چاہے۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ اگر لوگ مجھے نہ بتاتے تو میں خود سے نہ جانتی کہ میں خوبصورت نہیں ہوں۔۔۔ میں اپنے آپ کو روز آئینے میں دیکھتی ہوں ڈیڈی اور آئینہ حقیقت بولتا ہے جھوٹ نہیں۔۔۔"

عزیز نیازی اس کی دل دہلانے والی باتوں پہ کٹ کر رہ گئے تھے۔

"نہیں بیٹا ایسے مت کہو۔ تمہارے الفاظ مجھے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ تم بہت خوبصورت ہو ایک دم مکمل۔۔۔ لوگ ایسی باتیں کر کے صرف تمہاری سیلف سٹیم ختم کرنا چاہتے ہیں اور تم انہیں اس کا موقع دے کر کامیاب کر دیتی ہو۔ تمہیں تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اللہ نے تمہیں مکمل بنایا ورنہ وہ بھی تو ہیں نا جو دوسروں کے محتاج ہیں اور میری بیٹی تو بہت بہادر ہے۔ اس کا دل اتنا پیارا ہے کہ وہ اتنی دور صرف اس لئے جا رہی ہے کہ وہ اللہ کہ راہ میں وہاں کے لوگوں کی مدد کر سکے۔ ان کا علاج کر سکے اور مجھے یقین ہے کہ وہ شخص جو تمہاری زندگی میں آئے گا بہترین ہو گا۔ اور بہت خوش قسمت بھی۔۔۔"

****

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

زمان مصطفیٰ کے گھر نوجوان نسل کی ایک چھوٹی سے تقریب رکھی گئی تھی۔ جہاں پوری نوجوان پارٹی پورے اہتمام کے ساتھ موجود تھی۔ جبریل نے حسین کو بھی انوائٹ کیا تھا۔ پہلے تو اس نے بہانہ بنایا مگر ہادی کے کہنے اور جبریل کے بے حد اصرار پہ وہ راضی ہوا تھا اور اپنے ساتھ آتے ہوئے امل کو بھی لے آیا جسے حور عین سے ملنے کا شوق کھائی جا رہا تھا۔

مرد حضرات نے ایک طرف الگ ہی محفل سجار کھی تھی۔ جبکہ لڑکیاں لاؤنج میں بیٹھی کسی نئے آنے والے فیشن پہ تبصرہ کر رہی تھیں۔ شفاء کچن میں سلاد بنانے گئی تھی ہدیٰ نے بھی اس کے ساتھ جانا چاہا مگر شفاء نے سختی سے منع کر دیا۔

"بالکل نہیں ابھی تم نئی نئی دلہن ہو۔ ایسا سوچنا بھی مت۔"

اِسے روک کر وہ کچن میں سلاد کی تیاری کرنے لگی اور امایہ اُس کا ہاتھ بٹاتے رائتہ تیار کرنے لگیں۔

کچن میں یوں کام کرتے دونوں کو ہاسٹل کے دن یاد آئے تھے۔

"مایا پھر تمہاری واپسی کب تک ہو گی؟۔۔۔"

شفاء نے چھوٹے چھوٹے کیوبز میں کٹے پیاز کو ایک پیالے میں کیا۔ جس میں کھیرا پہلے سے ہی چھوٹے چھوٹے کیوبز کی صورت میں کٹا پڑا تھا۔ وہ سالاد کی ایک ٹرے پہلے ہی تیار کر چکی تھی اور اب مکسڈ سلاد بنا رہی تھی۔

"ارادہ تو میرا تھوڑے دن وہیں رہنے کا تھا مگر ڈیڈی کی ضد ہے کہ میں مہینے سے پہلے پہلے لاہور موجود ہوں۔"

امایہ اب رائتے کے لئے دھنیا اور ہری مرچیں دوڑی میں ڈال کر پیسنے لگی۔ شفاء کے یاد دلانے پہ اِس نے لہسن کا ایک جوہ تھوڑے سے نمک سمیت دھنیا اور ہڑی مرچوں کے ساتھ دوڑی میں ڈال دیا۔ جب ابن سب کا پیسٹ بن گیا تو اس نے پھینٹے ہوئے دہی میں وہ تیار کردہ پیسٹ ڈالا اور مکس کرنے لگی۔ اپنا کام ختم کرتے وہ شفاء کے ساتھ بیٹھی اور سالاد کے اوپر سجاوٹ کے لئے ٹماٹر کو آڑا ترچھا کاٹ کر اس کا پھول بنانے لگی۔

"میرے خیال میں مایا تمہیں نہیں جانا چاہیئے۔ انکل تمہارے جانے کے بعد خود کو بہت تنہا محسوس کریں گے ایک تم ہی تو ان کے پاس۔۔۔" وہ کٹنگ بورڈ پہ اپنا ہاتھ چلاتے بولی۔

"سوچ ہے تمہاری یہ۔۔۔۔ اگر میں یہاں رہی تو وہ یقیناً میری شادی کے ٹاپک کے پیچھے پڑ جائینگے۔ جیسے ان کے چھپا لینے سے مجھے تو علم ہی نہیں کہ تمام خاندان والے کیسے ان کے منہ پہ مجھ سے شادی سے انکار کر چکے ہیں۔ اب وہ باہر والوں سے بھی یہ سننا چاہتے ہیں تو کر لیں اپنی خواہش پوری۔۔۔" وہ کوفت سے سر جھٹکے بولی۔

"خاندان والے تو پاگل تھے بھلا تم جیسی لڑکی اور اتنی قابل ڈاکٹر کو کون ریجیکٹ کر سکتا ہے۔"

"مجھے اپنے اوپر کوئی کمپلکس نہیں ہے شفاء۔۔۔ اگر کبھی تھا بھی تو اب نہیں رہا مگر اب میں مزید کسی کا اپنی زات پہ بات کرنا نہیں برداشت کروں گی۔"

یہ کہتے اس نے دھونے والے برتن سمیٹے اور سنک میں رکھ کر نل کھول کر برتن دھونے لگی۔

"ضروری تو نہیں ناں مایا' کہ سب تمہارے خاندان جیسے ہوں۔ دنیا میں کچھ لوگ اچھے بھی تو ہوتے ہیں۔" شفاء نے مزید برتن سنک میں اُس کے آگے رکھے اور سلیب صاف کرنے لگی۔

" اور دنیا میں وہ اچھے لوگ بہت کم ہوتے ہیں شفاء۔" اس کی آواز میں تلخی زیادہ تھی یا اداسی شفاء اندازہ نہ کر سکی۔

"ایسا بھی تو ہو سکتا ہے ناں مایا' کوئی پہلی نظر میں ہی تمہیں آنکھوں کے راستے دل میں قید کر چکا ہو۔"

اس کی بات کو نظر انداز کرتے امایہ نے بتن دھو کر نکلا بند کیا۔ اور اِس کی طرف پلٹی۔

"جانتی ہو شفاء' آج کل میرا دل کیا کرتا ہے۔"

"کیا؟۔۔۔"

"نقاب کرنے کو۔ تم دعا کرو اللہ مجھے یہ کرنے کی ہمت دے۔" اس وقت امایہ کی آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک اور جزبہ تھا جس کا اندازہ اُس کی آواز سے لگایا جا سکتا تھا۔

"انشاءاللہ ایسا بھی ضرور کو گا۔" شفاء نے مسکراتے ابسے گلے سے لگایا۔

"چلو اب اپنے دیوروں کو بلاؤ کھانا لگائیں۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

شفاء سر ہلاتے کچن میں بنی چھوٹی سی کھڑکی کی طرف بڑھی جو باہر لان کی طرف کھُلتی تھی۔ اس کی پہلی ہی آواز پہ زیان فوراً اٹھا اور کچن کی طرف بڑھ گیا. کھانا باہر لان میں ہی لگایا گیا تھا۔ شایان کی آج کل کام سے چھٹی تھی ایسے میں زیان کو ہی ہر کام کرنا پڑتے تھے۔ مگر پھر بھی اس گھر کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے ڈیزرٹ شایان نے ہی بنایا تھا۔

کھانا لگایا تو سب خواتین بھی باہر تشریف لے آئیں۔ میز پہ سب ہی بیٹھ چکی تھے سوائے حُسین کے جو ایک طرف کھڑا کسی ضروری فون کو سننے میں مصروف تھا۔ ہادی کی آواز پہ اس نے فون جلدی جلدی بند کیا اور میز پہ زیان کے ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھا۔ میز کی دونوں جانب کرسیاں لگائی گئیں تھیں۔ تمام شادی شدہ جوڑوں نے بھی ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے کے بجائے ایک طرف بیٹھنے کو فوقیت دی تھی ایسے کہ میز کی ایک جانب سب لڑکے بیٹھے تھے اور دوسری جانب سب لڑکیاں۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کھانا بہت اچھا تھا اور سب ہی نے کھانے سے مکمل انصاف کیا تھا۔ کھانے کا دور ختم ہوا تو ڈیزرٹ کا دور چلا تھا۔ امایہ جو حور عین سے باتیں کرتی اس سے بہت متاثر ہوئی تھی۔ اس کی خوبصورتی کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکی۔

"ویسے حور عین، آئی مسٹ سے کہ ہادی بھائی بہت خوش قسمت ہیں جو انہیں آپ جیسی پیاری بیوی ملی۔ آپ جتنی خوبصورت اپنی شادی پہ دلہن بنی لگ رہی تھیں اس سے کئی زیادہ خوبصورت آج اپنے سادہ روپ میں لگ رہی ہیں۔"

جبریل اور حُسین سے کسی مسئلے پہ بات کرتے ہادی نے بھی یہ بات واضح سنی تھی۔

امایہ کی تعریف پہ حور مسکرادی۔

"اور میرے نزدیک اِس سے بھی زیادہ خوش قسمت تو وہ شخص ہو گا جس سے آپ کی شادی ہو گی۔" امایہ حور کی بات سمجھ نہ پائی .

"بھلا وہ کیسے ؟۔۔۔"

"وہ ایسے۔۔۔ کہ اصل خوبصورتی تو وہ ہوتی ہے جو اللہ کو پسند ہو۔ اور آپ اللہ کو پسند ہو یہ جاننے کہ لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اِس نے ہم سب میں سے آپ کو حجاب کے لئے چنا۔"

امایہ اس کی بات پہ ایک دم چونکی۔ شفاء کا ٹرائفل سے بڑھا چمچ منہ کی طرف جاتے راستے میں رُکا تھا۔ مگر وہ جلد ہی اُسے منہ میں ڈال چکی تھی۔

"دیکھو ناں امایہ، یہاں ہم پانچ لڑکیاں بیٹھی ہیں مگر مجھ سمیت کسی کا سر ڈھکا نہیں سوائے آپ کے۔۔۔ اپنے حکم کی تکمیل اللہ نے صرف آپ سے ہی کرائی اس کا مطلب یہی ہوا نہ کہ آپ اللہ کی نظر میں ہو۔ اور ظاہر ہے جس کی قسمت میں وہ ہو جو دنیا کے بجائے اللہ کی نظر میں ہو تو خوش قسمت بھی وہی شخص ہو گا۔"

امایہ کچھ بول نہ سکی تھی۔ وہ خاموشی سے بنا پلک جھپکے اس کی سنتی رہی۔ حور عین سہی کہہ رہی تھی۔ اِس نے اِس نہج پہ تو کبھی سوچا ہی نہ تھا۔

" جانتی ہو امایہ مجھے حجاب بہت پسند ہے مگر یہ ایسی زمہ داری ہے جسے اٹھانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ جب میں لندن میں تھی تو ہمارے پروس میں ایک عالمہ رہتی تھیں۔ وہ ہر جمعرات اپنے گھر درس دیتی تھیں۔ وہ درس ماما کے ساتھ میں بہت شوق سے سننے جایا کرتی تھی۔ انہوں نے ایک بار حجاب کی فضیلت پہ درس دیا تھا۔ اُسے سن کر میں نے بھی حجاب لینا چاہا کیونکہ میں بچپن سے ہی اپنی پھپو سے بہت انسپائر تھی۔ وہ میری رول ماڈل تھیں اور وہ ہمیشہ اپنے سر پہ دوپٹہ رکھتی تھیں۔ مجھے اُس درس کے بعد سمجھ آیا تھا کہ پھپو ایسی کیوں تھیں۔ پھر میں نے تھوڑے دن حجاب کیا دوسرے لفظوں میں کہوں تو اپنی پھپو جیسا بننا چاہا لیکن میں اس پہ قائم نہ رہ سکی۔ وقتی طور پہ قائم ضرور کیا مگر پھر اتار دیا۔ شاید میرے حجاب میں ریاکاری تھی یا شاید میں اس کا حق نہیں ادا کر پا رہی تھی۔ جو میں اس میں استقامت نہ رکھ سکی۔ لیکن جب میں آپ کو دیکھتی ہوں تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے میرے دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ آپ کے حجاب میں تاعمر استقامت قائم رکھے۔ ورنہ میں نے ایسی لڑکیاں بھی دیکھی ہیں جو پہلے تو اپنے حجاب پہ بلند و بانگ دعورے کرتی ہیں مگر اس زمہ داری کے ہلکے سے بوجھ کو بھی سہہ نہیں پاتی اور اتار دیتی ہیں بالکل میری طرح۔۔۔"

حُسین جو فون سنتے امایہ اور شفاء کی تمام گفتگو سن چکا تھا۔ اُسے حور عین کی باتیں اس لمحے امایہ کے لئے بہترین علاج لگی تھیں۔

حسین اور امل کے علاوہ وہاں بیٹھے ہر فرد کو حور عین کی باتوں نے حیران کیا تھا۔ حور جیسی ماڈرن لڑکی کے منہ سے ایسی باتیں سننا کافی حیران کن تھا جبکہ امل اور حُسین حور عین کی مزہبی ویلیوز سے اچھے سے واقف تھے وہ چاہے ان سب چیزوں پہ عمل نہ بھی کرے مگر دل سے وہ ان سب چیزوں کی عزت کرتی تھی۔ عام پاکستانیوں کی طرح ہمارے نزدیک بھی کتاب کو اس کے عنوان سے ہی جج کرنے کی روایت ہے کہ اگر لڑکی نے برقع نقاب اور شلوار قمیض پہنی ہو تو ہی وہ نیک ہو گی۔ اور جینز پہننے والی لڑکی کو تو ہمارے سو کالڈ شرفاء زمانہ بدنام عورتوں سے کم نہیں سمجھتے۔ جسے مزہب کی الف، ب بھی نہ آتی ہو۔

****

امایہ کو یہاں آئے ہفتہ گزر چکا تھا۔ وہ یہاں کے پہاڑی لوگوں میں بہت جلدی گھُل مل گئی تھی۔ اس نے ہمیشہ سُنا تھا کہ پاکستان بہت خوبصورت ہے مگر جانا یہاں آکر تھا۔ پہلے وہ جو کہتی تھی یہاں کہ لوگ بہت گھمنڈی اور اکڑو ہیں۔ اب اس کی یہ سٹیٹمنٹ بھی بدل چکی تھی۔ اب وہ کہتی تھی۔ پاکستان کے ساتھ ساتھ پاکستان کے لوگ بھی بہت خوبصورت ہیں۔

وہ ابھی بھی ایک مریضہ کو دیکھ رہی تھی جب اس کا موبائل بجا۔ سکرین پہ بابا جان لکھا تھا۔ جب فون بجتا رہا اور اِس نے نہ سنا تو مریضہ نے اسے پہلے فون سننے کو کہا۔

"ڈاکٹرنی جی، پہلے سن لیں کوئی ضروری فون ہو گا۔"

"بس آپ کو یہ دوائی لکھ دوں پھر فون سُن لوں گی۔"

عورت کو دوائیوں کی پرچی تھماتے اور کچھ ضروری ہدایات دینے کے بعد اِس نے عزیز نیازی کو فون ملایا۔ جو پہلی ہی بیل پہ اُٹھا لیا گیا تھا۔

" اسلام وعلیکم ڈیڈی، کیسے ہیں آپ؟۔۔۔" باپ کی آواز سن کر وہ ایک دم پر جوش ہوئی۔

"جی جی، میں بھی بالکل ٹھیک ہوں ڈیڈی، اور آپ کو بہت بہت بہت مس کر رہی ہوں۔" اپنی بیٹی کی شدت دیکھ کر دور بیٹھے عزیز نیازی پورے دل سے مسکرائے۔

"تو پھر میری بیٹی آ کیوں نہیں جاتی اپنے ڈیڈی کے پاس۔ ڈیڈی بھی آپ کو بہت مس کر رہے ہیں۔" عزیز نیازی کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔

امایہ نے ان کو گاؤں کے لوگوں کی اور یہاں کی سوغات کی بہت باتیں بتائیں جسے عزیز نیازی دھیان سے سننے لگے۔

"ڈیڈی میں نے آپ کو اتنا کچھ بتایا اب آپ بھی تو کچھ بتائیں ناں۔۔۔" اس نے اپنے باپ کو مزید باتوں پہ اکسایا۔

"سن لو گی میری بات؟۔۔۔" اُن کا انداز تھا۔

"لو بھلا، میں آپ کی نہیں سنوں گی تو اور کس کی سنوں گی۔"

"بیٹا' کیا آپ کو کوئی پسند ہے؟۔۔۔" ایک بار پھر وہی ٹاپک چِھڑ چکا تھا۔ اتنی دور بیٹھ کر امایہ نے بحث کرنا بہتر نہ سمجھا اس لئے خاموشی سے انکار کر دیا۔

"نہیں ڈیڈی!۔۔۔"

"تو پھر اگر آپ کے ڈیڈی آپ کے لئے کوئی فیصلہ کریں تو آپ کو قبول ہو گا۔"

"ڈیڈی!۔۔۔" اُس نے پھر کوئی بہانہ بنانا چاہا تھا مگر عزیز نیازی نے فوراً چپ کرا دیا۔

"پلیز بیٹا! اب مزید کوئی بہانہ نہیں۔۔۔ اور اگر کوئی پسند ہے تو بتا دو میں اس طرح کا باپ نہیں جو ظالم سماج کا رول پلے کرے۔ اور اگر کوئی نہیں ہے تو کیا میری پسند قبول کریں گی؟۔۔۔"

عزیز نیازی اِسے مکمل چپ کرا چکے تھے۔ اسے بے اختیار ہتھیار ڈالنے پڑے۔

"جی کر لوں گی۔" اس کے جواب پہ وہ کِھل سے گئے۔ جس کا اندازہ امایہ کو اُن کی آواز سن کر ہی ہو گیا تھا۔

"یہ کی ہے ناں، میری بیٹی نے میرے دل کی بات۔" ان کے انداز پہ امایہ بھی بے اختیار مسکرا دی۔

"میری نظر میں کوئی ہے بیٹا۔ وہ فیملی خود آئی تھی آپ کے لئے۔ وہ پہلے ہی آپ کو کسی فنکشن پر پسند کر چکے ہیں۔" وہ بولے۔

"کون سے فنکشن؟۔۔۔" امایہ کو تفتیش ہوئی۔

"پتا نہیں کہیں دیکھا ہو گا، میں نے تفصیل پہ غور کرنا ضروری نہیں سمجھا۔" وہ بات کو جان بوجھ کے گول کر گئے۔ "اور سب سے اچھی بات یہ کہ لڑکا میرا دیکھا بھالا بھی ہے اور مجھے آپ کے حوالے سے بہت پسند بھی آیا ہے۔ مجھے بس آپ کی مرضی کا تھا اب اگر آپ راضی ہیں تو آپ کے لاہور آتے ہی آگے کا دیکھیں گے۔"

فون بند کرنے کے بعد سے وہ عجیب کشمکش میں تھی نجانے کون تھا جسے اس کا باپ پہلے سے جانتا تھا۔ اور پتا نہیں کس فنکشن میں دیکھا ہے انہوں نے اِسے۔۔۔

وہ سر جھٹکتے اپنی چیزیں سمیٹنے لگی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

******

آج تیمور کا بائی۔ پاس تھا۔ وہ فاطمہ سے کسی کام کے سلسلے میں تین چار دن کے لئے کراچی جانے کا بہانہ بنا چکا تھا۔ وہ صبح سے ہسپتال میں داخل تھا اور صبح سے ہی سلیمان بھی عکس کی طرح اُس کے ساتھ تھا۔ جب انہیں بے ہوشی کا ٹیکہ لگایا

گیاتواُسی لمحے تیمور کو اپنے ہاتھ پہ کسی کا نرم گرم لمس محسوس ہوا تھا اس سے پہلے کہ وہ دیکھتے وہ غنودگی میں جا چکے تھے۔

حور نے اپنے باپ کے ڈھیلے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام کر اس کا بوسہ لیا۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے موتی کی صورت ٹوٹ کر گرا تھا۔ سلیمان افگن نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے اس اپنے ساتھ لگایا۔

"انشاءاللہ تیمور ٹھیک ہو جائے گا بیٹا۔" حور عین نے اپنے آنسو صاف کئے اور کمزور سا مسکراتے سر اثبات میں ہلایا۔

"انشاءاللہ۔۔۔"

ڈاکٹر ذولفقار ایک بہت قابل کارڈیالوجسٹ سرجن تھے۔ وہ اپنی ہر سرجری اپنی مہارت استعمال کرنے کے ساتھ سورۃ الرحمٰن مریض کے پاس لگا کر کیا کرتے تھے۔ ان کے مطابق اس سورۃ سے انسان کے جسم میں ایلفا ویو ڈیویلپ ہوتی ہے جسے ریلیکسنگ ویو بھی کہا جاتا ہے۔ دورانِ سرجری جب انسان کا سینہ اور دل کھُلا ہوتا ہے تو اس سورۃ کی تلاوت ایک سوئے ہوئے کمزور دل کو اتنی طاقت بخشتی ہے کہ اُس سوئے ہوئے دل کی یوں چلتی دھڑکن دیکھ کر کئی غیر مسلم سائنس دان بھی دنگ رہ جاتے ہیں۔

ہادی کچھ ضروری کاموں کی وجہ سے زیادہ دیر حور کے پاس نہ ٹھہر سکا تھا اور واپس چلا گیا تھا۔ ایک ہی ہسپتال ہونے کے باعث شفاء اور جبریل اپنے کام سے وقت نکالتے کئی بار اس کے اور سلیمان افگن کے پاس چکر لگا چکے تھے۔ جبریل ڈاکٹر ذولفقار کو پہلے ہی بتا چکا تھا کہ یہ کیس ان کے گھر کا ہے۔ وہ جبریل کو ہر ممکنہ صورتحال سے آگاہ کر کے اپنی طرف سے پوری تسلی کرا چکے تھے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

کوریڈور میں بنے بنچ پہ سلیمان افگن کے ہمراہ حور عین نڈھال سے انداز میں چادر اچھے سے اوڑھے بیٹھی تھی۔ اس کی زبان پہ مسنون دعاؤں کا ذکر مسلسل جاری تھا۔ وہ ہر تھوڑی دیر بعد کلائی میں پہنی گھڑی پہ وقت دیکھتی اور ساتھ ہی اِس کی دعاؤں میں مزید شدت آ جاتی۔

گھنٹوں کی لگاتار محنت کے بعد سرجری اپنے اختتام کو پہنچی تھی۔ ڈاکٹر ذولفقار اپنی ٹیم کے ہمراہ اپنے بازوؤں اور گردن کی ورزش کرتے باہر نکلے تھے۔

بنچ کی ٹیک سے سر ٹکائے حور عین جھٹکے سے اٹھ کر ڈاکٹر کے پاس گئی۔

"ڈاکٹر میرے فادر؟۔۔۔"

ڈاکٹر ذولفقار تھکے تھکے انداز میں مسکرائے۔

"الحمدللہ۔۔۔ سرجری کامیاب گئی۔" اُن کی بات پہ حور عین کے ساتھ سلیمان صاحب نے بھی شکر کا سانس لیا۔

"مگر جب تک ہوش نہیں آ جاتا۔ آپ میں سے کوئی اُن سے نہیں مل سکتا۔" ڈاکٹر کی بات پہ حور عین نے ہاں میں سر ہلایا۔

حور عین شکر کا سانس لیتی واپس بنچ پہ بیٹھ گئی۔ حور عین کو یوں اکیلے دیکھ کر سلیمان افگن کو اپنے سپوت پہ بے انتہا غصہ آیا تھا جو نہ تو اِن کا فون اٹھا رہا تھا اور نہ ہی بیک کال کر رہا تھا۔ اُسے ایسی صورتحال میں اپنی بیوی کے پاس ہونا چاہیئے تھا اور اِن کا لاڈلا نجانے کہاں غائب تھا۔۔۔

تیمور کو تھوڑی دیر بعد ہی کارڈیالوجی وارڈ کی آئی۔ سی۔ یو میں شفٹ کر دیا گیا تھا مگر ابھی تک کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ حور عین شیشے سے اپنے باپ کو نظر مارتی ہسپتال میں بنائے گئے پرئیر ہال کی طرف چلی آئی۔ عشاء کی

نماز کے بعد اُس نے نمازِ شکرانہ ادا کی پھر نماز پڑھنے کے بعد کافی دیر تک اُسی طرح بیٹھی جائے نماز پہ بنے خانہ کعبہ کے نقش کو دیکھتی رہی جہاں سے حاضری کا اس کو بلاوہ آیا تھا۔ کچھ لمحے ایسے ہی گزرے تھے جب اُسے اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے گردن مور کر دیکھا وہ شفاء تھی۔ شفاء نے ہاتھ میں پکڑی ٹرے ایک جانب رکھی اور اُس میں سے ایک سینڈوچ نکال کر حور عین کو تھمایا اور دوسرے سینڈوچ کے اوپر لگا کنک فلنگ کا کور اتار کر خود کھانے لگی۔

وہ دونوں ہی خاموشی سے اپنا اپنا سینڈوچ کھا رہی تھیں جب شفاء بولی۔

"حور عین تھوڑی دیر گھر جا کر ریسٹ کر لو۔ میری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے میں انکل کے پاس ٹھہر جاتی ہوں۔ ویسے بھی جبریل کی ڈیوٹی ختم ہونے میں ابھی کافی وقت ہے۔ میں اُن کے ساتھ ہی گھر جاؤں گی۔ "

حور نے مسکراتے نفی میں سر ہلایا۔

"تھینک یو شفاء، مگر میں چاہتی ہوں جب بابا کو ہوش آئے میں اُن کے پاس موجود ہوں۔"

اس کی بات کو سمجھتے پھر شفاء نے بھی زیادہ زور نہ دیا۔

"آج تمہیں انکل کے لئے ایسے پریشان ہوتا دیکھ کر مجھے اپنے دادا کی یاد شدت سے آ رہی ہے۔ ویسے تو بابا جان نے کبھی مجھے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی لیکن پھر بھی کبھی کبھی اپنے خونی رشتے بہت یاد آتے ہیں۔"

حور نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ وہ ہمیشہ سے شفاء کو لیکر بہت پُر تجسس رہی تھی۔ حور کو یاد آیا تھا کہ اُسے پہلی دفعہ ملنے پہ شفاء کا چہرہ دیکھا دیکھا کیوں لگا تھا۔ اُس نے شفاء کی تصاویر اُن فلیش ڈرائیوز میں دیکھی تھیں جو حور عین نے ضائع کی تھیں۔ اور پھر جب اُسے پتا چلا کہ سعد ان الہیٰ شفاء کا بھائی تھا تو اس کا تجسس اور بڑھا تھا مگر وہ یہ بات کسی

سے پوچھ نہیں سکتی تھی اور نہ ہی شفاء کی تصاویر کا کسی کو بتا سکتی تھی۔ شفاء اور بھی بہت کچھ بول رہی تھی جِسے سنتے اپنا سینڈوچ ختم کرتی حور نے ریپر ٹرے میں رکھا اور ٹرے میں سے کافی کا ایک مگ اٹھاتے اپنی توجہ شفاء کی طرف مبذول کی۔

"شفاء تمہارے دادا کی ڈیتھ کیسے ہوئی تھی؟۔۔۔"

"وہ ہارٹ پیشنٹ تھے اور کافی عمر رسیدہ بھی۔ انہیں بھائی کا غم لگ گیا تھا۔ مگر دادا کی طبیعت اس وجہ سے خراب نہیں ہوئی بلکہ میری وجہ سے ہوئی تھی۔" وہ نادم سے انداز میں بولی تو حور عین چونکی۔

"دادا نے مجھ پہ شادی کا زور ڈالا تھا۔ اور میں انکار پہ انکار کری جا رہی تھی۔ میں اس وقت کم عمر تھی۔ میں شادی نہیں کرنا چاہتی تھی اور جبریل سے تو بالکل بھی نہیں' بس میرا انکار سن کر دادا کی حالت مزید سے مزید بگڑتی گئی۔" اب کہ جبریل کا ذکر کرتے وہ مسکرائی تھی۔

"تو پھر تمہاری جبریل بھائی سے شادی کیسے ہوئی؟۔۔۔" حور نے مزید سوال کیا۔ اس کی کافی تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ اور اس وقت کو یاد کرتے شفاء کی کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ اس نے گھونٹ بھرا مگر اسے کرواہٹ کے علاوہ کچھ محسوس نہ ہوا۔

ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دادا کی بگڑتی حالت اور بابا جان (زمان مصطفیٰ) کے کہنے پہ مجھے راضی ہونا پڑا تھا اور عین ہمارے نکاح کے فوراً بعد دادا کی ڈیتھ ہو گئی۔ شفاء کی آنکھوں کا کنارہ بھیگا تھا۔

حور کا ہاتھ بے اختیار اس کے ہاتھ پہ گیا۔

"آئم سو سوری شفاء۔۔۔ میں نے جانتے ہوئے بھی تمہیں اتنے نازک ٹاپک پہ بات کرنے پہ اکسایا۔"

"اٹس اوکے۔ اس میں سوری کی تو کوئی بات نہیں۔""چلو باہر چلتے ہیں۔ میں بابا کو بھی دیکھ لوں۔" حور کے کہنے پہ وہ دونوں باتیں کرتے کرتے ہی واپس کاریڈور کی طرف چلی آئیں۔

****

وہ انتہائی نگہداشت کی وارڈ کے باہر پڑے صوفے پہ اکیلی بیٹھی تھی۔ سلیمان افگن کو وہ گھنٹہ ہوا زبردستی گھر بھجوا چکی تھی۔ اس نے کلائی میں پہنی گھڑی پہ وقت دیکھا۔ دیئے گئے وقت سے دو گھنٹے اوپر ہو چکے تھے اور ہادی ابھی تک نہ آیا تھا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے تسبیح پڑھتے نجانے کب اس کی آنکھ لگی وہ جان نہ سکی۔ کسی کے ہلانے پہ اُس کی آنکھ کُھلی تھی۔ اس نے سامنے دیکھا ہادی ہاتھوں میں برگر کے دو ڈبے تھامے کھڑا اسے جگانے کی کوشش میں تھا۔ وہ سیدھی ہوئی تو اس کی کمر میں ایک دم ٹھیس سی اٹھی۔ سارا دن پہلے لوہے کے بنچ پہ بیٹھنے اور اب اکڑو بیٹھے سونے کے باعث کمر میں تکلیف اٹھی تھی۔ سیدھے بیٹھ کر اس نے وقت دیکھا جو رات کا ایک بجا رہا تھا۔ اس نے کلائی ہادی کی آنکھوں کے سامنے کر کے وقت دیکھایا۔

ہادی ہلکے سے سوری کہتا اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"اب بھی کیوں آئے ہو؟۔۔۔اب بھی نہ آتے۔"

"سوری یار ضروری کام پر گیا تھا۔" جواباً حور عین نے تنے نقوش لئے ہادی کو گھورا۔ تو ہادی بھی اِس کی تکان زدہ حالت پہ غور کرنے لگا۔ کیچر سے نکلے آوارہ بال چہرے پہ پھیلے تھے، چادر سر سے ڈھلک کر کندھوں پہ پڑی تھی۔ آنکھوں میں نیند کے ساتھ ساتھ غصہ بھی بھرا تھا اور ایک ہی دن میں گہرے ہلکے بھی پڑ گئے تھے شاید وہ روتی بھی رہی تھی۔

ہادی نے اِسے غور سے دیکھتے قیاس کیا۔ وہ کوریڈور کی بند لائیٹوں میں اندھیرے کے باعث ہادی کو بالکل ڈریکولا کی چھوٹی بہن لگی تھی۔ اس کا معائنہ کرتے ہادی نے نے فوراً خود کو ڈپٹا۔

"کیا ہو گیا ہادی، کچھ تو شرم کرو بیوی ہے تمہاری۔ "

کوئی اور موقع ہوتا تو وہ ضرور حور کو یہ کہہ بھی دیتا کہ کیا لگ رہی ہو مگر اس وقت نہ تو موقع تھا نہ ہی اس میں ہادی کی بھلائی۔۔۔ اسی لئے وہ خاموش رہا۔ حور عین کو نہ مانتا دیکھ کر وہ ایک بار پھر بولا۔

"یار کہا ہے ناں سوری۔۔۔ اگر ضروری کام نہ ہوتا تو کبھی اتنی دیر نہ کرتا۔" اس کو زبردستی برگر تھماتے وہ ایک بار پھر بولا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے ایس۔ پی صاحب، آپ اپنا برگر اپنے پاس ہی رکھیں۔" اس کے نقوش ابھی تک اُسی طرح تنے تھے۔

"اچھا ناں، نکھرے بعد میں دکھالینا۔ ابھی میرے ساتھ کھالو۔ مجھے بھی بہت بھوک لگی ہے۔ قسم سے صبح کا کچھ نہیں کھایا۔"

وہ کسی بچے کے انداز میں اسے مناتے بولا تو حور کو یاد آیا وہ واقعی صبح ناشتہ کئے بغیر گیا تھا۔ رات آنے والی کال کے بعد سے وہ مضطرب ہی رہا تھا۔ حور نے پوچھا بھی مگر اس نے کوئی وجہ نہ بتائی اور صبح ہوتے ہی ناشتہ کئے بغیر حُسین کے ساتھ کہیں نکل گیا۔

" آپ کھالیں ہادی، مجھے واقعی بھوک نہیں ہے میں نے شفاء کے ساتھ کافی اور سینڈوچ لے لیا تھا۔"

اب اُس کا انداز قدرے نارمل تھا۔ شاید سب بیویاں ایسی ہی ہوتی ہیں فوراً سے شوہروں کی فکر میں سب بھول کر موم بن جانے والی۔

"میں اکیلے نہیں کھا سکتا ناں۔۔۔ اور بھابھی کی ڈیوٹی کب کی آف ہو چکی ہے اور اب رات کا ایک بج رہا ہے کیسے نہیں ہے بھوک۔۔۔ شاباش تھوڑا سا کھالو۔" اس نے کسی بچے کی طرح اِسے پچکارا تو وہ سیدھے ہوتی ڈبے سے برگر نکالنے لگی۔

"میری ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے وہ کہہ رہا ہے انشاءاللہ صبح تک ہوش آئے گا۔ اس کے بعد ایک ہفتہ انکل کو یہیں رکھنا پڑے گا۔ اس کے بعد ہم گھر لے جاسکتے ہیں۔"

برگر کھاتے اس نے ساری تفصیل بتائی وہ یہاں آنے سے پہلے ڈیوٹی پہ موجود ڈاکٹر کے پاس سے ہی ہو کر آیا تھا۔ اس کی بات پہ حور نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"آپ کے کام کا کیا بنا؟۔۔۔" اس کی بات پہ ہادی ایک دم ٹھہر سا گیا۔ اچانک اس کی بھوک ختم سی ہو گئی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر حور کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"مکمل ہو گیا۔"

Safa ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حور نے اس کا انداز واضح محسوس کیا تھا۔ اس نے اپنا خالی ہاتھ ہادی کے ہاتھ پہ رکھ کر اسے متوجہ کیا جو کسی گہری سوچ میں تھا فوراً سے متوجہ ہوا۔

"ہادی، پہلے برگر کھالیں گرم ہے۔" اس نے ہادی کا دھیان برگر کی طرف کیا۔

"ہاں؟۔۔۔ہاں میں کھا رہا ہوں۔۔۔" وہ ایک دم متوجہ ہوا اور واپس برگر کھانے لگا۔ مگر اب اسے ذائقہ نہیں آ رہا تھا۔

وہ جانتی تھی اگر وہ کہہ رہا تھا کہ وہ بھوکا ہے تو وہ واقعی بھوکا ہو گا۔ اُس نے کام کی فکر میں یقیناً کچھ نہیں کھایا ہو گا۔ وہ اس کے کام کے انداز سے شادی سے پہلے ہی واقف تھی۔ وہ جانتی تھی جب وہ کسی کام کے شدید سٹریس میں ہوتا تو وہ کچھ نہ کھاتا تھا چاہے حُسین اور منہاس علی کتنا بھی زور دیتے مگر وہ ایک نوالہ لے کر ہی بس کر دیتا۔

ہادی نے زبردستی آخری دو نوالے لئے اور منرل واٹر کی بوتل کھول کر پانی کا گھونٹ بھر کر بوتل حور کی گود میں رکھ دی۔ اپنا برگر ختم کر کے وہ صوفے کی ٹیک سے سر ٹکا کر بیٹھ گیا۔ حور کو وہ کسی گہری سوچ میں گُم لگا تھا۔ حور نے اپنا آدھا بچا برگر ایسے ہی ڈبے میں بند کیا اور گود سے بوتل اٹھا کر پانی پینے لگی۔

اس نے ہادی کا کندھا ہلا کر اُسے متوجہ کیا۔

"تھک گئے ہو؟۔۔۔"

"شاید ہاں۔ آج واقعی تھک گیا ہوں۔" سیدھا ہو کر بیٹھتے اِس نے حور کو مسکرا کر دیکھا جس کی آنکھوں میں اس کے لئے فکر مندی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

نکاح کے رشتے نے جہاں انہیں ایک دوسرے کے قریب کیا تھا۔ وہیں جزبات کی ڈوروں نے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا تھا۔

"رات وہ کال کس کی تھی ہادی؟۔۔۔" اب کہ وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔ اس کال کے بعد سے ہی وہ اسے مضطرب دیکھ رہی تھی۔

"ایمبیسی سے تھی۔۔۔" وہ ہولے سے بولا۔

"ایمبیسی سے ؟۔۔۔" حور کو اچھنبا ہوا۔

"ہاں! برازیل ایمبیسی سے۔۔۔ کچھ دن پہلے میں نے دراب شاہ کی بیٹی کی تلاش کے لئے برازیل ایمبیسی میں موجود اپنے جاننے والوں کو کہا تھا رات اُسی کی کال آئی تھی کہ لڑکی کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔ کافی دن سے اس کی لاش سرد خانے میں تھی۔ جو آج ہی پاکستان پہنچائی گئی ہے۔" وہ غیر مرئی نقطے کی جانب دیکھتے بولا۔

"اوہ!۔۔۔ اچھا اچھا۔" حور کو سمجھ نہ آئی وہ دراب شاہ کی بیٹی کی وجہ سے اتنا سٹریس میں کیوں ہے۔

"کیسے ہوئی اُس کی ڈیتھ ؟۔۔۔" اس نے ناچاہتے ہوئے بھی سرسری سا پوچھا۔ اُسے کوئی زیادہ دلچسپی نہیں تھی دراب شاہ کے رشتہ داروں میں جو وہ کوئی ہمدردی دکھاتی۔

" ایک مرد کی کرتوتوں کا حساب دیتے دیتے آج پھر کسی کی بیٹی، کسی کی بہن اور کسی کی بیوی مر گئی۔ ایک اور معصوم اپنے باپ کے کئے کی سزا بھگتتے بھگتتے چلے گئی۔ وہ قومہ میں تھی جب وہ اپنے باپ جیسے مردوں کے ہتھے چڑھ گئی۔"

اِس کی بات سُن کر حور کی گردن کے بال کھڑے ہوئے تھے۔

"اور دیکھو تو سہی یہ ہوا کس کہ وجہ سے۔۔۔ اُس کے باپ کی خود کی غلطی کی وجہ سے۔۔۔ اُس کے باپ نے اُس کی دیکھ بھال کے لئے ایک شرابی نرس کو رکھا تھا۔ اس نرس کے دوستوں نے ہی اُسے مار کر اس کے گھر میں بند کر دیا۔

حور نے اپنی آنکھیں میچ کر ہادی کا ہاتھ زور سے پکڑا اُسے پھر وہی شام یاد آئی تھی۔۔۔ اس نے جب واپس آنکھیں کھولیں تو وہ نم تھیں۔

"جانتی ہو حور، میں اُس شوہر کی حالت دیکھ کر آرہا ہوں جس نے مہینہ پہلے مجھ سے کہا تھا کہ پلیز میری بیوی کو بچا لیں۔ اُسے ڈھونڈ دیں۔ اور آج میں اس شوہر کو اس کی محبوب بیوی کی ڈیڈ باڈی ڈھونڈ کر دے کر آرہا ہوں۔"

کچھ لمحے ایسے ہی خاموشی کے گزرے تھے جب ہادی نے اپنے ہاتھ پہ رکھا حور کا یخ بستہ ہاتھ پکڑتے اِسے اپنے ساتھ لگایا۔

"جانتی ہو حور، میرا دل کیا چاہتا ہے؟۔۔۔"

"کیا چاہتا ہے؟۔۔۔ وہ اپنا سر اس کے کندھے پہ ایڈجسٹ کرتے بولی۔

"میرا دل چاہتا ہے اللہ مجھے جب بھی اولاد دے۔ سب سے پہلے بیٹی دے۔ تاکہ میں تیمور انکل کی طرح اُس کی بہت اچھی پرورش کروں اور اُسے ایک نئے زمانے کی حور عین بناؤں۔ اپنی ماں سے بھی زیادہ مضبوط اور بہادر۔۔۔ اُسے وہ سب کچھ سکھاؤں جو آج کی لڑکی کو اپنی حفاظت کے لئے آنا چاہیئے۔" اس کی بات پہ مسکراتے حور کے منہ سے بے ساختہ انشاء اللہ نکلا۔

"اور جانتے ہو میرا دل کیا چاہتا ہے؟۔۔۔"

"کیا؟۔۔۔" وہ چہرے کا رخ اس کی طرف کرتے بولا۔

"میرا دل چاہتا ہے۔ اللہ مجھے بیٹا دے۔ اور وہ بھی اپنے باپ کی طرح بہادر اور نڈر ہو۔ جو اپنے مُلک کی عوام کی بغیر کسی غرض کے خدمت کرے اور وہ اپنے باپ کی طرح زیادہ نہیں مگر تھوڑا سا دو نمبر بھی ہو۔" اس کی بات پہ ہادی بے ساختہ ہنس دیا۔

"انشاء اللہ دیکھنا ایسا ہی ہو گا۔"

تھکن کے باعث اِس کے ساتھ لگی حور نے آنکھیں موند لیں۔ پھر اس کے کندھے پہ سر رکھے کب حور کی آنکھ لگی اور وہ سو گئی اسے پتا ہی نہ چلا۔

****

آج دراب شاہ کے کیس کی آخری تاریخ تھی اور آج سے دو دن بعد اِن کی عمرہ پہ روانگی۔ تیمور فاروقی ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر جا چکے تھے۔ ان کا بائی پاس کامیاب ہونے کے دو دن بعد ہی حور فاطمہ اور المان کو سب بتا کر ہسپتال لے آئی تھی۔ پہلے تو فاطمہ روئی، پھر غصہ کیا اور پھر بہت دھیان سے تیمور کی ہر چیز کا خیال خود رکھنے لگی۔

کچہری کے باہر اور اندر آج بھی معمول کا رش تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب دراب شاہ اور شاہنواز شاہ کے آنے کا وقت ہوا تو ارد گرد کی سکیورٹی میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ دراب شاہ کی گاڑی کے رکتے ہی صحافی اور کیمرہ مین برق رفتاری سے اِن کی طرف لپکے تھے۔ حُسین میڈیا کو کسی بھی قسم کے سوالات سے منع کرتا اپنی ٹیم کے ساتھ جگہ بناتے اِسے اندر لے جانے لگا۔ نو بجتے ہی ٹرائل شروع ہوا تھا۔ تمام ثبوتوں اور گواہوں کو دیکھتے ہوئے دراب شاہ کو پھانسی کا حکم سنا دیا گیا تھا۔ دوسری طرف شاہنواز شاہ کو عمر قید بامشقت کی سزا دی گئی تھی۔ دراب شاہ کی حالت دیکھ کر کوئی بھی نہ کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی آدمی ہے جو کبھی بہت کروفر سے اللہ کی زمین پہ چلا کرتا تھا۔ اور آج اِس جیل نے نہیں بلکہ بیٹی کی موت نے اِسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

وہ کبھی بیٹھے بیٹھے چیخنا شروع کر دیتا تو کبھی بالکل خاموش ہو کر ایک کونے پہ لگ جاتا۔ ایسے میں اِس کے منہ سے صرف اتنا ہی نکلتا۔

"میری معصوم بیٹی، میری قندیل، مجھے معاف کر دو تمہارے بابا نے تمہیں مار دیا۔" کتنا فرق تھا آج کے دراب میں اور کل کے دراب میں، لیکن اگر فرق نہیں تھا تو صرف فطرت میں نہ تھا۔۔۔ وہ آج بھی درندہ صفت انسان تھا اور کل بھی درندہ صفت انسان تھا۔۔۔

اِس کی موجودہ حالت دیکھتے ہادی کو قندیل کی موت کی خبر سے پہلے دراب شاہ سے ہونے والی اپنی ملاقات یاد آئی۔

ہادی نے جب حور کی گردن اور بازوؤں پہ سیگریٹ سے داغے نشان دیکھے تو اس کا صبر جواب دے گیا تھا۔ اور پھر وہ اگلے ہی دن دراب شاہ کے پاس ٹارچر سیل میں موجود تھا۔

اِسے سامنے دیکھ کر دراب شاہ کروفر سے مسکرایا۔

"کیا بات ہے ایس۔ پی، پھر کوئی نئی دھمکی دینے آئے ہو کیا؟۔۔۔" ہادی تمسخر سے مسکرایا اور سیل میں پڑی کُرسی اس کے سامنے کرتے بیٹھ گیا۔

"اس بار دھمکی نہیں دینا آیا شاہ، بلکہ تمہیں کچھ دکھانے آیا ہوں۔" ہادی کی آواز پہ دو سپاہی مل کر لکڑی کا بھاری ڈبہ اُٹھائے اندر آئے اور ہادی کے سامنے رکھ کر چلے گئے۔ دراب شاہ نے لکڑی کے بھاری ڈبے کو حیرت سے دیکھا۔ جبکہ ہادی ڈبے میں سے باری باری ہتھیار باہر نکالنے گا۔ ہادی نے جیب میں سے سیگریٹ کی ڈبیہ باہر نکالی اور لائٹر کی مدد سے سیگریٹ جلایا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے چلتا چلتا اس تک آیا اور ایک لمبا کش لیتے سیگریٹ کا دھواں اُس کے چہرے پہ چھوڑا۔

"حور عین تیمور فاروقی۔۔۔نام سے تو واقف ہو گے، حریم احمد فاروقی۔۔۔اس نام سے بھی واقف ہو گے۔"

اِن دونوں ناموں نے دراب شاہ کو چونکایا، مگر جلد ہی اُس نے اپنے تاثرات پہ قابو پالیا جبکہ ہادی کو اِس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ اب ہادی اس کے ارد گرد چکر لگانے لگا۔ چکر لگاتے لگاتے وہ ایک دم اِس کے سامنے ٹھہرا اور اس کا کا دایاں ہاتھ مضبوطی سے پکڑا۔

"کیا اِسی ہاتھ سے تم نے حور عین فاروقی کو چھوا تھا؟۔۔۔یہ ہاتھ تھاما تھا یا یہ؟۔۔۔"

دائیں ہاتھ کو چھوڑتے اُس نے دراب شاہ کا بایاں ہاتھ تھاما۔ ہادی کے انداز نے دراب شاہ کو خوف میں مبتلا کیا تھا۔

"کیا کر رہے ہو تم ایس۔پی؟۔۔۔ہاتھ چھوڑو میرا۔" اُس نے ہادی کی گرفت سے اپنا ہاتھ آزاد کرانے کی کوشش کی جس میں وہ ناکام رہا۔ جبکہ اس کی بات کے جواب میں ہادی دھاڑا تھا۔

"میں نے پوچھا کس ہاتھ سے چھوا تھا تم نے میری بیوی کو؟۔۔۔" بیوی کے لفظ پہ دراب شاہ حیران ہوا تھا وہ دونوں تو مر چکی تھیں۔ اس نے خود اُن کی قبریں دیکھی تھیں۔

"تم کیا کہہ رہے ہو ایس۔پی، مجھے سمجھ نہیں آ رہا حور عین فاروقی۔۔۔حور عین فاروقی تو مر چکی ہے۔" اُس کے لفظ بے ربط ہوئے۔ جِسے نظر انداز کرتے ہادی پھر دھارا۔

"تو تم نہیں بتاؤ گے کہ تم نے کس ہاتھ سے چھوا تھا۔ یا میں سمجھوں تم نے دونوں ہاتھوں سے چھوا تھا؟۔۔۔" ہادی نے انگارا ہوتی آنکھوں سے اُسے دیکھا اور اُس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مضبوطی سے تھام کر لکڑی کے کُھلے ڈبے کے سِرے پہ رکھ دیں اور اوپر سے ڈبے کا ڈھکن نیچے گرا دیا۔ دراب شاہ کی چیخ پورے کمرے میں گونجی تھیں۔

اُس کے بال جکڑتے ہادی نے اُس کا سر پیچھے کو کیا جبکہ اُس کی انگلیاں ابھی تک اُسی ڈبے کے اندر تھیں۔

"آٹھ سال کی بچی تھی تب وہ' آٹھ سال کی بچی۔ ڈیم اِٹ!۔۔۔" ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولتے وہ اخیر میں چیخا۔

"لیکن تمہیں اُس کی معصومیت پہ پھر بھی زرا ترس نہ آیا۔ وہ روتی رہی، اور تم لوگ اُس معصوم کے سامنے اُس کی پھپو کو نوچتے رہے۔۔۔ تو پھر کیوں کیا جائے تم لوگوں پہ رحم؟۔۔۔" ہادی نے سیگریٹ کا کش لیا اور جلتا ہوا سیگریٹ اِس کے گردن پہ رکھا۔ دراب شاہ کی ایک اور چیخ نکلی تھی۔

"اِسی طرح داغا تھا ناں تم نے اُس آٹھ سالہ بچی کو بھی، اِتنی ہی تکلیف ہوئی ہو گی اُس کو بھی، اِسی طرح وہ بھی چلائی ہو گی۔ مگر تم نے اُس پہ زرا ترس نہ کھایا تھا بالکل اِسی طرح جس طرح میں تم پہ نہیں کھانے والا۔" ہادی اب اُسی سیگریٹ سے اُس کی گردن اور بازو کو جگہ جگہ سے داغ رہا تھا۔۔۔

حُسین کے ہلانے پہ وہ ایک دم حال میں واپس آیا۔

"کہاں کھو گئے ہو ہادی؟۔۔۔ کب سے بُلا رہا ہوں۔۔۔"

" کہیں نہیں، یہیں ہوں۔" وہ سامنے کٹہرے میں لاتے شاہنواز کو دیکھتے بولا۔

شاہنواز کو جج نے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی اجازت دی۔ جس پہ اُس نے ایک نظر پورے ٹرائل روم پہ ڈالی اور پھر اپنے ہاتھوں کو باہم ملاتے نظریں جُھکا کر اُن کو دیکھنے لگا۔ انداز پشیمانی لئے تھا۔

" میرے جیسا بندہ اپنی صفائی میں کیا کہہ سکتا ہے جج صاحب' جس بندے نے لوگوں کا حق ناحق مارا ہو، اُن کی زمینوں پہ قبضہ کیا ہو۔ اُن کی جان اپنے ہاتھوں سے لی ہو۔ انہیں نشے کے پیچھے لگا کر غلط راستے پہ لگایا ہو۔۔۔ ایسا مجرم بھلا اپنی صفائی میں کیا کہہ سکتا ہے۔ کاش کہ ایسا ممکن ہوتا کہ میں اُن سب لوگوں سے معافی مانگ سکتا جن کا میں مجرم ہوں اور

وہ مجھے معاف کر دیتے۔۔۔ مگر میں تو یہ تک نہیں جانتا کہ میں کس کس کا مجرم ہوں۔ شاید اللہ مجھے اپنا حق معاف کر دے مگر جو میں اُس کے بندوں کے ساتھ کر چکا ہوں اس کے لئے تو وہ بھی مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ "

شاہنواز کا لہجہ شکستہ تھا، گردن جھکی تھی اور آنکھیں لبالب پانی سے بھری تھیں۔ یہ کہیں سے بھی وہ مغرور شاہنواز شاہ نہیں لگ رہا تھا۔ جسے گرفتار کر کے جیل میں لایا گیا یہ تو کوئی اور ہی اللہ کا بندہ لگتا تھا۔ اُس نے ایک لمبا سانس لیتے اس عرصے میں پہلی بار اپنے ہاتھوں پر سے نظر ہٹائی اور سامنے دیکھا۔

" میں کچھ مانگنے کا اہل تو نہیں، مگر پھر بھی میں اِس عدالت سے ایک چیز چاہتا ہوں۔"

"اجازت ہے!۔۔۔" اجازت ملتے ہی وہ دوبارہ گویا ہوا۔

"میں چاہتا ہوں مجھے پھانسی دے دی جائے۔ میں اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر مزید نہیں جی سکتا۔ ویسے بھی میں جتنے لوگوں کی جان لے چکا ہوں شریعت کے مطابق میں پھانسی کا ہی اہل ہوں۔۔۔ اگر اس عمر قید کی سزا میں مجھے طبی موت آگئی تو میرے گناہوں کا کفارہ کیسے ادا ہو سکے گا؟۔۔۔ میں چاہتا ہوں مجھے دنیا میں ہی میرے گناہوں کی سزا مل جائے۔ تاکہ میں دنیا میں ہی اپنی سزا پالوں۔ میرے میں اتنی سکت نہیں رہی کہ میں اپنے کئے کا حساب آخرت میں اپنے اللہ کو دوں۔ میں کس منہ سے اپنے آخری نبیؐ کا سامنا کروں گا، کس منہ سے کہوں گا کہ میں اُن کا امتی ہوں، جج صاحب، پلیز مجھے پھانسی کی سزا دے۔ میرے اوپر قتل کا کیس نہیں بنایا گیا تو کیا ہوا۔۔۔ میں عدالت میں خود اعتراف کر رہا ہوں کہ میں قاتل ہوں۔ میں پھانسی کا حق دار ہوں۔ شاید میں جب اس دنیا میں ہی سزا پالوں تو اللہ مجھے معاف کر دے۔ جج صاحب پلیز مجھے پھانسی کی سزا سنا دیں پلیز۔۔۔" وہ روتے ہوئے التجائی انداز میں بس یہی دہرائی جا رہا تھا۔

کچھ تھا یا نہیں تھا شاہنواز علی جو دنیا کے لئے شاہ نواز شاہ تھا اُس کی باتوں نے ٹرائل میں بیٹھے بہت سے لوگوں کا ضمیر جھنجوڑ ڈالا تھا۔

بالآخر عدالت نے اس کی بات مان لی تھی۔ اور اِس کے اعترافِ جرم کو سامنے رکھتے ہوئے اُسے تاعمر قید کی جگہ جلد پھانسی کی سزا سنا دی گئی تھی۔

جب شاہنواز کو واپس جیل کے لئے لے کر جایا جا رہا تھا تو ہادی اس کے پاس گیا اور کچھ کہے بغیر اِسے گلے لگا لیا۔

ہادی اور حسین نے بہت سے قیدیوں کو جیل آ کر بدلتے دیکھا تھا۔ کسی کو جیل کی آب و ہوا نے نیک سے بد بنا دیا تھا تو کسی کو بد سے نیک۔۔۔ ایسے بے شمار قیدی اُن کی نظروں کے سامنے سے گزرے تھے مگر شاہنواز پہلا تھا جس نے اپنے لئے خود ایسی سزا کا انتخاب کیا تھا۔ اور ایسی توجہی پیش کی تھی جس نے کسی کو کچھ کہنے کے قابل چھوڑا ہی نہ تھا۔

****

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF NOUR

اور اللہ جب اپنے بندے کو نوازنے پہ آتا ہے۔ تو اتنا نوازتا ہے کہ اس سے سنبھالا نہیں جاتا۔ آج ہادی اور حورعین کی فلائٹ تھی۔ ضرورت کی تمام اشیاء وہ پیک کر چکے تھے۔ حورعین نے اپنے کندھے پہ لٹکانے کے لئے ایک چھوٹا سا بیگ تیار کیا۔ جس میں موبائل، فنگر کاؤنٹر، تسبیح اور اِسی کے ساتھ ایک سات دانوں والی تسبیح بھی رکھی۔ سات دانوں والی تسبیح کو اِنہوں نے خاص طور پہ طوافِ کعبہ اور صفا مروہ کی پہاڑی پہ سعی کے لئے لیا تھا۔

اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور اپنی کہانیاں و افسانے بہترین پلیٹفارم کے ذریعے سے اپنے قاریوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو سفر ادب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمیں آپ کی ناول، افسانہ یا شاعری سفر ادب کی زینت بناتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو گی۔ مزید معلومات کے لیے ای میل کریں یا ہماری ویب پہ موجود کانٹیکٹ کے بٹن پہ کلک کریں۔ شکریہ

- ٹیم سفر ادب

روانگی کے وقت سب سے ملتے دونوں کی ہی آنکھیں نم ہوئیں تھیں۔ وجہ یہ نہ تھی کہ وہ اپنوں سے دور جا رہے تھے بلکہ وجہ تو اِن کے جزبات تھے۔ اللہ کے گھر جاتے ایک مسلمان کے جزبات کیسے ہوتے ہیں تو وہ بالکل ایسے ہوتے ہیں جو زبان سے بیان نہ ہو سکیں۔ جس کے لئے آپ کے الفاظ اور آنکھوں کے آنسو دونوں ختم ہو جائیں مگر جزبات ختم نہ ہوں۔۔۔ یہ تصور ہی کہ آپ اس سرزمین پہ قدم رکھنے جا رہے ہیں جہاں آپ کے آقاِ دوجہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی، آپ اس پاک زمین پہ سجدہ کرنے جا رہے ہیں جس نے بار بار پیارے نبیؐ کے قدم مبارک کو چوما، آپ اس دیوار کو چومنے جا رہے ہیں جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے رکھی، آپ اس سرزمین پہ سر رگڑ کر آنسو بہانے جا رہے ہو جس پہ آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہمارے پیارے نبیؐ نے اپنی امت کی بخشش کے لئے گڑگڑا گڑگڑا کر سب سے لمبا سجدہ کیا، آپ اُس در پہ جا رہے ہو جہاں سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹا، آپ اُس مٹی کی خوشبو سونگھنے جا رہے ہیں جہاں ہمارے پیارے نبیؐ اور ان کے پیارے ساتھی مدفون ہیں۔۔۔ یہ احساس ہی روح کو ہلانے اور آنکھوں کو بگھونے کے لئے کافی تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

عشاء کی نماز انہوں نے ائرپورٹ پہ بنے پریئر ہال میں ادا کی تھی۔ نماز کے بعد ہادی نے احرام باندھ کر مردوں والی جانب دو نفل عمرے پہ روانگی کی نیت کے پڑھے جبکہ حور نے عورتوں کے لئے مختص کی گئی جگہ پہ۔۔۔

نماز پڑھ کر اس نے اپنے کندھے پہ لٹکے چھوٹے سے بیگ میں سے عمرے کی ایک چھوٹی سے کتاب نکالی اور اس میں لکھی گئی دعائیں پڑھنے لگی۔ کچھ لمحے بعد ہی ان کی روانگی کی اناؤنسمنٹ کی گئی تھی۔ پوری فلائٹ میں تمام مسافر عمرے کے ہی تھے۔ لاؤڈ سپیکر پہ اعلان ہوتے ہی تمام مسافر ہاتھ بلند کرتے زبان پہ اَلتَّلبِیَۃ کا ذکر بلند کرتے اپنے سفر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَاشَرِیکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیکَ لَکَ

****

کل اِس کی رخصتی تھی۔ امایہ عزیز نیازی کی رخصتی۔۔۔ حُسین سے فون پہ بات کرنے کے بعد اُس نے لائٹ بند کی اور سونے کی نیت سے لیٹ گئی۔ اُس نے سونے کی کوشش کی مگر نیند اُس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اُس کی سوچیں واپس بھٹک کر اپنے شوہر کی جانب چلے گئیں۔ جس سے اِس کا ایک مہینہ پہلے نکاح ہوا تھا۔

وقت بھی کتنا عجیب ہے۔ کبھی اس سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہوتا، اور کبھی اس سے زیادہ مہربان۔۔۔ اُسے یاد آیا اُس نے کیسے صاف لفظوں میں حُسین سے شادی سے انکار کیا تھا۔

"ڈیڈی' آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟۔۔۔ کیا آپ کو یاد نہیں پھپو نے اُس کے اور میرے حوالے سے کیا کیا باتیں کی تھیں۔ اُسی انسان سے شادی تو پھپو کے سب الزامات کی تصدیق کر دے گی۔ آپ کسی سے بھی میری شادی کرا دیں۔ مگر آفیسر حُسین سے نہیں۔۔۔ "

وہ بضد ہوئی تو عزیز نیازی اُسے ٹوکے بغیر نہ رہ سکے۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو امایہ' جب مجھے کسی کی پروا نہیں تو آپ کو کیوں ہے؟۔۔۔ لوگ تو جس سے بھی آپ کی شادی ہو گی اُسی کو کچھ نہ کچھ کہیں گے۔ آپ کو اپنی زندگی سے زیادہ کیوں ہے لوگوں کی باتوں کی اتنی پروا۔ لوگوں کا تو کام ہی ہے کہنا۔۔۔ اب لوگوں کی باتوں سے ڈر کر میں اتنے اچھے رشتے کو انکار نہیں کر سکتا۔ "

"مگر ڈیڈی آپ سمجھ نہیں رہے۔۔۔" اُس نے انہیں سمجھانا چاہا۔

"نہیں بیٹا' سمجھ میں نہیں، بلکہ آپ نہیں رہی ہیں۔۔۔ اچھا مجھے بتائیں۔ حُسین آپ کو کس وجہ سے بڑا لگتا ہے۔" اُن کے سوال پہ وہ ایک دم خاموش ہوئی۔

"وہ مجھے کیوں بُرا لگے گا ڈیڈی۔ "

"پھر کہاں خامی ہے اُس کے کردار میں یا اُس کی شخصیت میں؟۔۔۔ "

"نہیں ڈیڈی' ایسا کچھ نہیں ہے اُس میں۔۔ وہ اچھا انسان ہے مگر میرے لئے نہیں۔ "

"اِس کا مطلب تو صاف ہوا امایہ' کہ آپ کو اُس انسان سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مگر مسئلہ آپ کو صرف اُس سے شادی سے ہے وہ بھی حُسین کی وجہ سے نہیں بلکہ لوگوں کی باتوں کی وجہ سے۔" جواباً امایہ خاموش رہی۔

"جانتی ہو امایہ بیٹی' میں بالکل نہیں چاہتا کہ رشتے کے سلسلے میں آپ لوگوں کے سامنے کوئی شو پیس بن کر بیٹھو۔ میری ہمیشہ سے اللہ سے یہ دعا رہی تھی کہ میری بیٹی پہ ایسا وقت کبھی نہ آئے۔ میں آپ کو لے کر بہت پریشان رہتا تھا مگر جب حُسین کی والدہ اور والد میرے پاس آپ کے لئے آئے تو مجھے لگا میری دعا قبول ہو گئی ہے۔ میں نے آپ سے پوچھنے سے پہلے ہر طرح سے حُسین کی چھان بین بھی کرا لی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حُسین وہی لڑکا ہے جس کے ساتھ آپ کی پھپھو نے آپ پہ الزام لگایا تھا۔ اِس کے باوجود مجھے وہ ہر طرح سے آپ کے لئے بہترین لگا۔ جانتی ہیں کیوں؟۔۔۔ "

"کیوں؟۔۔۔" امایہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"کیونکہ میں نے یہ نہیں دیکھا کہ آپ کو حُسین کے ساتھ دیکھ کر میری بہن کیا شور مچائے گی۔ بلکہ میں نے یہ دیکھا کہ حُسین کے ساتھ رہ کر میری بیٹی کا مستقبل کیسا ہو گا۔ میں نے حُسین اور اپنی بیٹی کی ویلیوز کو دیکھا، میں نے آپ دونوں

کے رجحانات کو دیکھا کہ میری بیٹی کا مستقبل اِس شخص کے ساتھ کتنا محفوظ ہو سکتا ہے۔ اور اُس وقت میرے دل نے کہاں ہاں میری بیٹی اس شخص کے ساتھ محفوظ رہے گی۔۔۔ مگر پھر بھی آپ کا جو فیصلہ ہو گا میں اُس کی عزت کروں گا۔ مگر آپ پھر بھی ایک بار سوچیں ضرور۔ آپ کے پاس آج رات تک کا وقت ہے لوگوں کی باتوں کی فکر ایک طرف رکھ کر سوچو کہ آپ کو حسین کے ساتھ میں بھلائی نظر آتی ہے یا شر۔۔۔ اور پھر کل تسلی سے مجھے جواب دینا میں اُس کے والدین کو آپ کی مرضی کا جواب دے دوں گا۔۔۔"

اور پھر واقعی پوری رات امایہ لوگوں کو ایک طرف رکھ کر حُسین اور اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگی۔ جس میں اُسے صرف بھلائی ہی نظر آئی تھی۔ صرف بھلائی ہی بھلائی۔۔۔

اگلی صبح امایہ نے اپنے باپ تک اپنا جواب پہنچایا تو انہوں نے خوشی سے اِسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"I am proud of you my daughter. Very proud of you... "

اُس بات کے ٹھیک ایک ہفتے بعد اِن کا نکاح رکھا گیا تھا اور اب نکاح کے پورے ایک مہینے بعد اِن کی رخصتی تھی۔

اُس نے مسکراتے ہوئے کروٹ بدلی اور اپنی اور حُسین کی ہونے والی ملاقاتوں کے بارے میں سوچنے لگی۔ جب وہ اِسے پہلی بار ملا تھا تو اِسے بہت اکڑو لگا تھا۔ غرور سے بھرا ہوا۔۔۔ اِسے یاد آیا تب وہ اِسے کتنی باتیں سنا کر گیا تھا۔ اور دھمکی دے کر پوری بات بھی نکلوالی تھی۔ اور دوسری بار جب ملا تھا تب بھی وہ اِسے باتیں ہی سنا کر گیا تھا۔ خیر سنائی تو اِس نے بھی بہت تھیں اور اگر شفاء بیچ میں نہ آتی تو وہ اور بھی سناتی۔ اور جب وہ تیسری بار ملا تھا تب کیا تھا؟۔۔۔

تیسری ملاقات یاد کر کے وہ مسکرائی۔ تیسری ملاقات میں وہ اِسے الگ لگا تھا سب سے الگ۔۔۔ جو اس کے بِنا کچھ کہے ہی سب سمجھ گیا تھا۔ اور کتنی خوبصورتی سے اِسے مسئلے کا حل بھی بتا گیا تھا۔۔۔

اِس سب کو سوچتے اِسے حُسین سے ابھی ابھی کہی بات یاد آئی تو وہ ایک دم فکر مند ہوئی۔ پتا نہیں حُسین کو اِس کا سرپرائز کیسا لگے۔

کچھ سوچتے اِس نے اپنی فکر کو جھٹکا۔

"مجھے یقین ہے حُسین کو میرا سرپرائز بہت خوبصورت لگے گا۔" اُس نے آنکھیں بند کیں اور سونے کی کوشش کی۔ اُسے صبح جلدی اٹھنا تھا۔

اور پھر ایسا ہی ہوا تھا۔ جیسا امایہ نے سوچا تھا۔ حُسین کو اس کا سرپرائز بے حد پسند آیا تھا۔ بلکہ اِس سرپرائز نے تو اُس سمیت اور بھی بہت سے لوگوں کو سرپرائز کر دیا تھا۔

حُسین نے ہاتھ بڑھا کر عزیز نیازی کے ساتھ آتی سجی سنوری نقاب پوش دلہن کا ہاتھ پکڑا اور سٹیج پہ چڑھنے میں مدد دی۔ جب وہ سٹیج پہ بیٹھ چکے تو حُسین اس کی طرف جُھکا۔

"کیا یہ وہی سرپرائز ہے جس کے بارے میں آپ نے رات کہا تھا؟۔۔۔" اُس کا اشارہ امایہ کے نقاب کے جانب تھا جس پہ جواباً امایہ نے مسکراتی نظروں سے اِسے دیکھتے شانے اچکائے۔

نقاب کے باوجود حُسین جانتا تھا اُس کی نظروں کے ساتھ لب بھی مسکرائے تھے اور اِسے یوں مسکراتا دیکھ کر وہ خود بھی مسکرا دیا۔

"آپ کے سرپرائز نے واقعی مجھے سرپرائز کیا ہے۔ اس سے زیادہ خوبصورت سرپرائز آپ مجھے زندگی میں اور دے بھی نہیں سکتیں تھیں۔" اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے اُس نے امایہ کی نظروں میں دیکھا۔

"Thank you Amaya for this beautiful surprise."

اس کی بات پہ امایہ کا دل اندر تک سرشار ہوا تھا۔ واقعی اس کے باپ نے سہی کہا تھا۔ حُسین سے زیادہ بہتر شخص اِسے کہیں اور نہ مل سکتا تھا۔

****

پانچ سال بعد۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہانیہ۔۔۔ہانیہ۔۔۔۔اب اگر آپ نے ایک جگہ بیٹھ کر کھانا نہ کھایا تو میں آپ کو بالکل سٹوری نہیں سناؤں گی۔ "

حور چاولوں کی پلیٹ پکڑے اپنی چار سالہ بیٹی کے پیچھے پیچھے بھاگتے اب ہانپنے لگی تھی۔ اس نے لاسٹ وارننگ کی صورت میں اس گلابی گالوں والی بچی کو تنبیہ کی مگر اس بچی پہ جیسے کسی بات کا اثر نہ ہوا تھا۔

"اوکے ماما' آپ مت سنایئے گا میں بابا جان سے سن لوں گی۔ ویسے بھی آپ کی سٹوریز بورنگ ہوتی ہیں۔ بابا کی سٹوریز میں ایکشن ہوتا ہے۔ "

وہ بھاگتے ہوئے ماں کو کرارا سا جواب دیتی سامنے سے آتی اپنی دادی کی ٹانگوں کے پیچھے جا چُھپی۔ حور تنگ آ کر سامنے صوفے پہ گرنے کے انداز میں بیٹھی اور پلیٹ سامنے ٹیبل پہ رکھ دی۔

"ماما آپ ہی کوشش کریں شاید آپ سے کھالے۔ میری تو سنتی ہی نہیں ہے بلکل اپنے باپ پہ گئی ہے۔ "

وہ اپنا سر ہاتھوں میں گراتے عافیہ سے بولی تھی۔ جس پہ انہوں نے بڑے پیار سے اپنی لاڈلی پوتی کو گود میں بٹھاتے کھانا کھلانے کی کوشش کی مگر مجال تھا جو اُس بچی نے ایک چمچ بھی منہ میں لیا ہو۔ آخر میں تنگ آ کر عافیہ کے منہ سے بھی وہی فقرہ نکلا تھا جو چند لمحے پہلے اُن کی بہو نے بولا تھا۔ "صحیح کہتی ہو تم، مجال ہے جو یہ سن لے کسی کی بات۔ بالکل اپنے باپ پہ ہی گئی ہے۔"

ماں بننے کے بعد سے حور کو لگتا تھا وہ آہستہ آہستہ گنجی ہوتی جا رہی ہے۔ اُس کے مطابق اس کے سر پہ موجود بال اب پہلے کی نسبت آدھے بھی نہ بچے تھے۔

وہ جب کنگی کرتی اس کے ڈھیروں بال ٹوٹ کے ہاتھ میں آتے، جِسے دیکھتے ہادی جلدی جلدی اس کا دھیان کسی اور طرف لگا دیتا۔ وہ جانتا تھا اگر وہ ایسا نہ کرتا تو دو منٹ بعد اِس کا الزام بھی ہادی کے سر آتا۔۔۔

اِن دونوں کی شادی کو ساڑھے پانچ سال گزر چکے تھے۔ ان پانچ سالوں میں اگر ان کی زندگی میں مشکلات آئی تھیں تو اللہ نے آسانیاں پیدا کر کے اُس سے بھی بڑھ کر اِنہیں نوازہ تھا۔ پھر ایسے ہی تو اللہ نے نہیں کہا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔۔۔ اور بیشک اللہ اپنی بات کا پکا ہے۔

****

زمان مصطفیٰ کے گھر ہمیشہ کی طرح آج بھی گہما گہمی تھی فرق صرف اتنا تھا اب وہ گہما گہمی اپنے عروج پہ تھی۔

شفاء کے تین سالہ عنابیہ اور عون نے ہُدیٰ کی چھ ماہ کی بیٹی حیا کو پیار پیار کر کر کے کملا کر رکھا تھا۔

شفاء کو اللہ نے ایک ساتھ دو بچوں سے نوازہ تھا۔ عنابیہ اور عون۔۔۔ عون کا نام اس کے دادا اور سب چاچوؤں نے مل کر رکھا تھا جبکہ عنابیہ کا نام شفاء اور جبریل نے خود رکھا تھا۔ دو بچوں کی پیدائش پہ شفاء اور جبریل بے انتہا خوش ہوئے تھے مگر جلد ہی اِن کو سمجھ آ گئی یہ سب اتنا آسان نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہے تھے۔ گو کہ جبریل ہر لحاظ سے بچے سنبھالنے میں شفاء کا ساتھ دیتا تھا مگر جتنا وہ نیند کا پیارا تھا۔ اِس کے بچے اُتنے ہی نیند کے دشمن تھے، اپنی نیند کے نہیں بلکہ اپنی ماں کی نیند کے۔۔۔ دن میں تو شفاء کو اتنا محسوس نہ ہوتا مگر رات کے بارے میں یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ وہ دونوں اِسے دن میں تاروں کے بجائے، رات میں سورج دکھا دیتے تھے۔

جبریل کو اچھے سے یاد تھا۔ ایک رات وہ عنابیہ کے رونے کی آواز سے اٹھا تھا۔ لیکن سامنے کے منظر نے اسے صرف نیند سے ہی نہیں بلکہ بستر سے بھی اٹھنے پر مجبور کیا تھا۔ شفاء نے ایک ٹانگ پہ عنابیہ کو بٹھا رکھا تھا اور دوسری ٹانگ پہ عون کو۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

عنابیہ ماں کی گود میں بیٹھے گلہ پھاڑ پھاڑ کے رونے کا شغل فرما رہی تھی۔ شفاء جب اُسے چپ کرا کرا کے تھک گئی تو دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ملائے رونے میں ریس لگا رہی تھیں کہ کون زیادہ روتا ہے۔ ایسے میں دوسری ٹانگ پہ بیٹھا عون شفاء کے سینے سے ٹیک لگائے اس کے بالوں کے ساتھ کھیلنے یعنی کھینچنے میں مصروف تھا۔ ایسی صورت میں جبریل کو سمجھ نہ آیا کہ پہلے اپنی بیٹی کو چُپ کرائے یا بیٹی کی ماں کو۔۔۔ جبریل کو جاگتا پا کر شفاء نے اپنی بھیگی آنکھیں عنابیہ سے ہٹا کر جبریل کی طرف کی تھیں۔ جن میں جبریل کو دیکھتے پہلے غصہ اور پھر غصے کے

ساتھ آنسوؤں کا ایک اور ریلا امڈ آیا تھا۔ جبریل نے اپنے خشک ہوتے حلق کو تر کرتے عنابیہ کو شفاء کی گود سے اٹھایا اور چپ کراتے باہر لے گیا۔۔۔

*****

ہدیٰ اور شایان کو اللہ تعالیٰ نے شادی کے پانچ سال بعد بیٹی کی رحمت سے نوازہ تھا۔ حیاء کی پیدائش پہ شایان کو لگا تھا جیسے اُس نے کائنات فتح کرلی ہو۔ وہ اپنی بیٹی کو اتنی احتیاط اور نرمی سے چھوتا، جیسے ڈرتا ہو کہ ہلکا سا بھی سخت ہاتھ اُسے چوٹ نہ لگادے۔ غیر متوقع طور پر حیاء خاندان کی سب سے شریف بچی واقع ہوئی تھی۔ وہ رات میں صرف دو سے تین بار بھوک سے جاگتی تھی ورنہ وہ ساری رات سکون سے ہی سوتی اور دن میں بھی صرف اُسی وقت تنگ کرتی جب بھوک لگی ہوتی یا پیمپر بدلنا ہوتا۔ عافیہ کے مطابق حیا بالکل اپنی ماں ہدیٰ کی طرح تھی۔ ہدیٰ نے بھی چھوٹے ہوتے عافیہ کو تنگ نہ کیا تھا۔ جس کے باعث اکثر لوگ عافیہ کو ہدیٰ کو کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھانے کا مشورہ بھی دیتے تھے۔

****

Safa-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

عزیز نیازی کی وفات کے بعد حسین نے بڑی ہمت اور حوصلے سے امایہ کو سنبھالا تھا۔ کچھ دن تو امایہ کو سنبھالنا اس کے لئے مشکل ہوا تھا مگر حسین کے گھر والوں اور شفاء کی کوششوں سے وہ معمول میں واپس آگئی تھی۔ عزیز بیازی کے گھر کو بند کرنے یا ملازمین کے حوالے کرنے کے حق میں امایہ ہرگز نہ تھی ایسے میں حسین نے اس کا حل ڈھونڈا تھا اور

عزیز منزل کو نیازی ہاسپٹل کے نام میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ایسے میں نہ ملازمین کو فارغ کرنا پڑا تھا اور نہ ہی گھر کو بند۔۔۔

****

وقت بدل گیا، مگر ہادی کی رات دیر گھر آنے والی عادت ابھی تک نہ بدلی۔ جب وہ دیر ہونے پہ حور کے فون کا جواب نہ دیتا تھا تو حور کی فکر میں اضافہ ہوتا چلا جاتا تھا اور فکر میں یہ اضافہ ہونا اس وقت تک جاری رہتا تھا جب تک کہ ہادی خیر خیریت سے گھر نہ آجاتا۔ وہ جانتی تھی اس کے شوہر کے دوست کم اور دشمن زیادہ ہیں۔ اسی لئے وہ ہر وقت اس کی فکر میں ہی رہتی۔ آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ ہانی کو دس بجے کا سلا چکی تھی اور اب رات کا ایک بج رہا تھا نہ تو وہ اِس کا فون سن رہا تھا نہ ہی میسج کا جواب دے رہا تھا بلکہ اب تو اس کے بار بار ٹرائی کرنے پہ فون ہی بند کر چکا تھا۔ وہ پریشانی کے عالم میں ادھر سے ادھر چکر لگائے جا رہی تھی۔ زبان پہ اس کی دعائیہ کلمات رواں تھے۔ غور سے دیکھو تو اِس کے ہاتھوں میں ہلکی ہلکی لرزش بھی نظر آتی تھی۔ یہ مضبوط لڑکی جو شادی سے پہلے تک بہت بہادر اور نڈر ہوا کرتی تھی، شادی کے بعد بہت بدل گئی تھی۔ اپنی فکر تو شاید اِسے آج بھی نہ تھی مگر اپنے شوہر اور اپنی بیٹی کے باپ کی فکر اِسے ہر وقت رہتی تھی۔

ہاں حور عین فاروقی کو اپنے اِس دو نمبر شوہر سے محبت ہو گئی تھی اور یہ محبت ہوئی بھی بہت زور آور تھی۔ گھڑی کے دو بجاتے ہی باہر گاڑی کے ہارن کی آواز آئی تھی۔ اس نے بالکونی سے دیکھا وہ ہادی ہی تھا۔ ایک ہاتھ میں اپنی اسٹک ٹوپی پکڑے، دوسرے ہاتھ سے گاڑی کا دروازہ بند کرتا وہ گاڑی کا لاک چیک کرتے اندر کی طرف بڑھا تھا۔ حور کو

اِسے بغیر کسی شرمندگی کے دیر سے آتا دیکھ کر غصہ آیا تھا۔ دل میں مصمم ارادہ باندھتے وہ نیچے کی طرف بڑھی۔ وہ سوچ چکی تھی کہ آج وہ اسے سبق سکھا کر ہی دم لے گی۔ وہ نیچے آکر دروازے میں کھڑی ہو گئی۔ اسے دیکھ کر مسکراہٹ اچھالتے ہادی اِس کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ اندر کی طرف قدم رکھنے ہی لگا تھا جب حور عین نے اس کے منہ پر کٹھاک سے دروازہ بند کیا تھا۔ ہادی فوراً سے پیچھے ہٹتے ششدر سا رہ گیا۔ اگر وہ وقت پہ نہ سنبھلتا تو دروازہ لازماً سے اس کے ناک کی ہڈی توڑ دیتا۔

"یہ کیا حرکت ہے حور' دروازہ کھولو۔۔۔" دبا دبا سا چیختے اُس نے ہولے سے دروازہ بجایا۔

"اتنی رات کو جس ماں کے پاس سے اُٹھ کر آرہے ہو واپس اُسی ماں کے پاس چلے جاؤ۔" وہ اِتنا کہہ کر اندر جا چکی تھی اور باہر کھڑا ہادی حور حور ہی کرتا رہ گیا۔ سلیمان اور عافیہ کی نیند ڈسٹرب ہونے کے ڈر سے وہ دروازہ بھی زور سے نہ بجا سکتا تھا۔ اسی لئے باہر سے ہی دبا دبا سا چلایا۔

"یار حور پلیز دروازہ کھول دو میں تھکا ہوا ہوں۔"

"ڈیئر ہسبینڈ' جہاں سے آئے ہو وہیں واپس چلے جاؤ، ساری تھکن اتر جائے گی۔" اس کی آواز پہ ہادی نے خفیف سا ہوتے مین گیٹ کے پاس کھڑے گارڈ کو دیکھا جو کنکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے دیکھنے پہ وہ گڑبڑا کر دوسری جانب دیکھنے لگا۔ جب تھوڑی دیر اور انتظار کے بعد بھی دوسری جانب سے دروازہ نہ کھولا گیا تو گارڈ افسوس کرتے بولا۔

"صاب جی' بڑا مت منانا مگر بہن بہن ہوتا ہے اور بیوی بیوی۔۔۔ یہ حور عین بی بی ہے۔ ہدیٰ بی بی نہیں جو آپ کا لیٹ آنا روز روز برداشت کرے گا۔

گارڈ کی بات کا کوئی بھی جواب دئے بغیر ہادی نے حور کو فون کر کے التجا کرتے ایک اور کوشش کی تھی۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے ڈیئر ہسبنڈ۔۔۔بس تھوڑی دیر اور صبر کر لو پھر کھول ہی دوں گی۔اتنی دیر زرا تمہیں بھی تو پتا چلے انتظار کہتے کسے ہیں۔"

وہ اِسی طرح صوفے پہ لیٹی میگزین کے صفحے پلٹتے بولی تھی۔

باہر کھڑے ہادی سے انتظار کرنا مشکل ہوا تھا۔اس نے اپنی ٹوپی اور چھڑی گن سمیت گارڈ کو تھمائی کہ جب حور بی بی دروازہ کھولیں تو انہیں پکڑا دینا اور خود وہ لان کے دوسری جانب چلا آیا۔جس طرف اس کے کمرے کی بالکونی کھلتی تھی۔دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے اِس نے اوپر دیکھا۔

"کیا وقت آ گیا ہے مجھ پہ میرے اللہ۔۔۔اب مجھے اپنے ہی گھر میں چوروں کی طرح گھسنا پڑے گا۔"

پائپ کی مدد سے اپنی بالکنی میں پہنچ کر اس نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور بالکونی کے دروازے کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔چٹخنی کُھلی تو اندر آ کر اس نے بالکنی کا دروازہ بند کیا اور حفاظتی لاک لگایا۔اندر آ کر اس نے سب سے پہلے سوئی ہوئی ہانیہ کو پیار کیا اور پھر فریش ہونے چلا گیا۔وہ فریش ہو کر نکلا تو حور ابھی تک کمرے میں نہ آئی تھی۔اس کا مطلب تھا یا تو اس نے ابھی تک سزا کے طور پہ دروازہ کھولا ہی نہ تھا یا وہ نیچے اس کے لئے پریشان کھڑی گارڈ کا سر کھانے میں مصروف تھی۔جسے ہادی ہدایت دے کر آیا تھا کہ اگر بی بی پوچھے صاحب کہاں ہیں تو یہی کہنا وہ چیزیں پکڑا کر پیدل ہی باہر نکل گئے ہیں۔

Safa-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے موبائل پکڑ کے حور کو کال ملائی جو پہلی بیل پہ ہی اٹھالی گئی تھی۔

"کہاں چلے گئے ہو ہادی' وہ بھی پیدل یوں گن کے بغیر۔" وہ فکر مندی سے بولی جس پہ ہادی منہ پہ ہاتھ رکھتے جمائی روکتے بولا۔

"غصہ کئے بغیر روم میں آجاؤ حور، مجھے بہت نیند آرہی ہے۔" اگلے ہی لمحے حور فون بند کر چکی تھی۔

اور پھر جب وہ کمرے میں آئی تو غصے سے بھری ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی آواز سے سوئی ہوئی ہانیہ کو جگاتی ہادی نے فوراً سوئی ہوئی ہانی کی طرف اشارہ کرتے حور کو ہانیہ کا احساس دلایا۔ اور ہادی کی توقع کے عین مطابق حور کا والیوم وہیں کا وہیں ڈاؤن ہو چکا تھا۔

"perks of having a child."

ہادی مسکرا کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا تھوڑی دیر کے غصے کے بعد حور عین مان جائے گی۔ وہ اِس سے محبت کرتی تھی اور اِس سے زیادہ دیر تک ناراض نہ رہ سکتی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

وہ اِن سالوں میں جبریل اور بچوں کے ساتھ پہلے بھی تین بار اپنے گاؤں یعنی اپنے والدین کے گھر آچکی تھی۔ شِفاء اپنی پرانی ملازمہ زیبو اور بچوں سمیت اسلام آباد میں موجود پارک لیک ویو آئے تھے۔ زیبو اور اس کا باپ حویلی کے پرانے ملازمین میں سے ایک تھے اور حویلی کے قریب ہی رہتے تھے دادا کی وفات کے بعد جب وہ لاہور آئی تو ضروری چیزوں کو تالا لگا کر چابی اپنے پاس رکھ لی تھی مگر باقی تمام چابیاں وہ زیبو کے سپرد کر آئی تھی تاکہ ہر تھوڑے عرصے بعد صفائی ستھرائی ہو سکے۔ زیبو کی بھی شادی ہو چکی تھی اور اب اُس کے دو بچے بھی تھے۔ عنابیہ اور عون دونوں اُس کے بچوں

کے ساتھ بہت خوش ہو کر کھیلتے تھے۔ سب بچوں کو زیبو کے ساتھ پارک میں کھیلتا چھوڑ کر وہ جبریل کے ساتھ جھیل کی جانب آ گئی۔ چونکہ مغرب کا وقت تھا اِسی لئے آسمان غروبِ آفتاب کا منظر پیش کرنے گا۔ منظر اس قدر خوبصورت تھا کہ شفاء تھوڑی دیر کے لئے یہ تک بھول گئی کہ وہ اپنے بچے زیبو کے حوالے کر کے آئی ہے۔ ہر طرف ٹورسٹ کا ہجوم لگا تھا۔ جبریل اِسے ہجوم سے نکالتا قدرے سنسان جگہ پہ لے آیا۔ گو کہ یہاں سے بھی غروبِ آفتاب کا حسین منظر نظر آ رہا تھا مگر اتنا واضح نہیں جتنا پہلے والی جگہ سے آ رہا تھا۔

" میں نے کبھی نہیں سوچا تھا شفاء' کہ میں ایک گاؤں کی لڑکی کے ساتھ اتنی پر سکون زندگی گزاروں گا۔"

وہ آسمان پہ پھیلتی زرد تاریکی دیکھتے بولا۔

"میں نے بھی کبھی نہیں سوچا تھا جبریل' کہ آپ جیسا اکڑو، بد تمیز، گھمنڈی اور بھگوڑا انسان، ایک دن مجھ جیسی گاؤں کی ان پڑھ جاہل گوار اور بد لحاظ دیہاتن لڑکی سے اتنی محبت کرے گا۔ "

وہ ہلکے پھلکے انداز میں جبریل کو جبریل کے کہے الفاظ ہی لوٹا گئی تھی۔ وہ اس کی چالاکی اچھے سے سمجھ گیا۔

" اگر ان پڑھ، جاہل، گوار اور بد لحاظ دیہاتن ہونے کے ساتھ ساتھ لڑکی ایک اچھی بیوی، اچھی ماں اور ایک اچھی ڈاکٹر ہو تو محبت ہو ہی جاتی ہے۔" وہ بھی اِسی کے انداز میں بولا۔

Safar-e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ بہت بڑے ہیں جبریل' آئی ہیٹ یو۔" ہاتھ کا مکہ بناتے شفاء اس کے سینے پہ مارتے بولی تو جبریل ہنس دیا۔

"تم بھی بہت بُڑی ہو شفاء' آئی لو یو۔۔۔" جبریل نے اِسے اپنے ساتھ لگایا تو شفاء نے آنکھیں موند کر اپنا سر اس کے کندھے پہ رکھ دیا۔

زندگی کا سفر دیکھنے میں بہت چھوٹا مگر بہت طویل ہوتا ہے اور اگر اس طویل اور کٹھن سفر میں آپ کو ایک اچھا ساتھی مل جائے جو آپ کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر چل سکے۔ آپکے ساتھ وفا نبھا سکے تو انسان کو اور کیا چاہیے ہے۔۔۔۔

****

ہر اتوار کی طرح آج بھی حور عین جلال پارک میں موجود تھی۔ آج سے پانچ سال پہلے تک وہ ہر صبح یہاں آیا کرتی تھی۔ مگر شادی کے بعد یہاں آنے کا سلسلہ صرف اتوار کی حد تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔

اپنی بیٹی ہانیہ کو گو کہتے، حور عین نے اِسے بھاگنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اس کے ساتھ آہستہ آہستہ بھاگنے لگی۔ حور عین کی پوری کوشش تھی کہ وہ ہانیہ سے آگے نہ نکل سکے اور ایسا ہی ہوا تھا۔ مخصوص مقام پہ پہنچ کر ہانیہ نے جیت کی خوشی مناتے ہاتھ ہوا میں بلند کر کے پُرجوش نعرہ لگایا۔

"Yahoo... Hani is a winner. Mama is looser."

اتنے میں ہی المان اور ہادی انہیں دور سے دوڑتے آتے نظر آئے تھے۔ ہانیہ بھاگتے ہوئے اپنے باپ اور ماموں کے قریب گئی جو اِسی کے پاس آرہے تھے۔

"بابا جان، ماموں جان، یو نو۔۔۔ ہانی نے آج پھر ماما کو ہرا دیا اور خود جیت گئی۔۔۔" وہ پرجوش انداز میں بولی تو اُس پہ نثار جاتے ہادی نے اُسے گود میں اُٹھا کر پیار کیا۔

"واؤ ہماری ہانی تو بہت بڑی ہو گئی ہے۔ اب تو وہ اپنی ماما کو بھی ہرانے لگ گئی ہے۔"

المان ہادی کی گود میں موجود ہانیہ سے بولا تو اُس نے ہادی کے گلے میں بازو ڈالتے اپنا رُخ مانی کی جانب کیا۔

"یس مانی ماموں' ہانی آپ کو بھی ہرا سکتی ہے۔"

"بئی میری بیٹی اب اتنی بڑی ہو گئی ہے کہ وہ سب کو ہرا سکتی ہے اِسی لئے اب ہانی اپنے ماموں کے ساتھ کھیلے گی اور تب تک بابا اور ماما بھی ایک ریس لگا کر آتے ہیں۔" سامنے کھڑی حور عین کے پاس پہنچ کر ہادی نے ہانیہ کو گود سے اتارتے کہا تو وہ فوراً باپ کی بات مانتے مانی کے ساتھ فٹ بال کھیلنے میں لگ گئی۔

"ماما جان اب کی بار آپ نے بابا جان کو ہرانا ہے۔" فُٹ بال کے ساتھ کھیلتی ہانیہ کی بات پہ ہادی نے اپنے جوگر کے تسمے بند کرتی حور عین کو دیکھا اور آہستگی سے بولا۔

"اب آپ کے پاپا آپ کو کیا بتائیں بیٹا' کہ آج سے کئی سال پہلے ہی آپ کے بابا ٹھیک اِسی جگہ پہ آپ کی ماما کے سامنے اپنا سب کچھ ہار چکے ہیں۔"

ٹھیک اِسی لمحے حور عین اِس کے سامنے سیدھی کھڑی ہوئی اور اِس کی بات پہ چیلنجنگ انداز میں مسکرائی۔

"تو پھر تیار ہے میرا دو نمبر شوہر' آج ایک بار پھر اپنا سب کچھ ہارنے کے لئے؟۔۔۔"

"بابا بال۔۔۔" اِس سے پہلے کہ ہادی کوئی جواب دیتا۔ ہانیہ کی آواز آئی تھی۔ حور عین اور ہادی دونوں نے بیک وقت اپنے پاس پڑے بال کو دیکھا تھا۔

"باباجان پلیز یہ بال میری طرف تھرو کر دیں۔" ہانیہ کے کہنے پہ ہادی نے جُھک کر بال اٹھایا اور دانستہ ہانیہ کے بجائے المان کی طرف پھینکا۔ جہاں اِس کی حرکت پہ ہانیہ نے منہ بنایا تھا وہیں حور عین کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجی تھی۔ اِسے بہت کچھ یاد آیا تھا۔ "میرا دو نمبر میسی۔"

کئی سال بعد حور عین کے منہ سے یہ جملہ واپس سُن کر ہادی بھی مسکرا دیا اور اِسے بھاگنے کا اشارہ کیا۔

کوشش کے باوجود بھی حور عین ہادی سے جیت نہ سکی تھی اور ہادی اُس سے پہلے ہی اِن کے مختص کردہ بینچ تک پہنچ چکا تھا۔ یہ بینچ وہی تھا جہاں ہادی نے اِسے پہلی بار بیٹھ کر روتے دیکھا تھا۔ جب حور عین اُس بینچ تک پہنچی تو ہادی نے ٹراؤزر کی جیب سے گلاب نکال کر حور عین کی طرف بڑھایا۔

"Happy Anniversary dear Wifey."

اِس کی الفاظ پہ گھٹنوں پہ جھُکی اپنا سانس نارمل کرتی حور عین ایک دم چونک کر سیدھی ہوئی۔ یوں ایک دم کھڑے ہونے سے اُس کے گلے میں موجود لاکٹ ٹریک سوٹ کی شرٹ کے اندر سے نکل کر شرٹ کے اوپر آیا تھا۔ ہادی نے اُس لاکٹ کو دیکھا اور پھر حور عین کے چہرے پہ آئی خوبصورت مسکراہٹ کو۔۔۔ حور عین جو رات کا سمجھ رہی تھی کہ ہادی بھول چکا ہے اُس کے یوں وِش کرنے پہ اُس نے مسکراتے ہوئے ہادی سے پھول پکڑا اور اس کے گرد اپنے بازو حمائل کر دیئے۔

Safa ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"Happy Anniversary dear husband and I love you so much."

اِس کے اظہارِ محبت سے سرشار ہوتا ہادی اِس کے انداز پہ مسکرا دیا۔ ہادی نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ایک دِن حور عین فاروقی جو اِسے کبھی سیدھے منہ بلاتی تک نہ تھی، اِس کی محبت میں یوں ڈوبے گی کہ اپنا آپ ہی بھول جائے

گی۔۔۔اور سوچا تو حور عین فاروقی نے بھی نہ تھا کہ حور عین افگن بن کر وہ اپنے اِس دو نمبر شوہر کی محبت میں یوں گرفتار ہو جائے گی۔۔۔۔

****

یوں رسمِ وفا کا یہ سلسلہ وفا نبھانے کی نئی منزلوں اور نئے رشتوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ان سب نے اپنی زندگی میں بہت کچھ دیکھا تھا اور ابھی بہت کچھ دیکھنا باقی بھی تھا۔ وقت گزرتا گیا اور نئے رشتے بنتے چلے گئے مگر پھر بھی اِن میں سے کوئی اپنے پرانے رشتے نہ بھولا تھا۔ مہینے میں ایک دن سب ایک ساتھ مل کر ویسے ہی محفل سجاتے۔ فرق صرف اتنا تھا اب جو محفل سجتی تھی اس میں نئے افراد کے ساتھ نئے قصے بھی نکل آئے تھے۔ زمان، سلیمان اور تیمور اپنے بچوں اور آگے سے اُن کے بچوں کو ہی دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہتے اور اُن کی بیویاں اپنے نواسوں اور پوتوں کی باتیں کرتے نہ تھکتیں۔ تمام مرد حضرات کے پاس سیاست اور معیشت کے علاوہ اب بیویوں کی اچھائیاں اور برائیاں کرنے کا ٹاپک بھی آ چکا تھا اور وہ خواتین جو کچھ عرصہ پہلے تک مختلف گوسپز، کس برانڈ کے کپڑے سب سے اچھے چل رہے ہیں، کون سے برانڈ پہ کتنے پرسنٹ سیل ہے جیسی باتیں کرتی تھیں اب اِس سے ہٹ کر بچوں کے لئے کون سی کمپنی کے ڈائپر سب سے اچھے اور لانگ لاسٹنگ ہیں، کون سی بے بی ریش کریم سب سے اچھی ہے جیسی باتوں کی طرف آ گئیں تھیں۔ پس سفر وہی تھا مگر مسافر بڑھ گئے تھے۔

Safari ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ختم شد

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب